بسم اللہ الرحمن الرحیم

علمی و تحقیقی رسائل

جلد بیست وششم

26

1. طلوعِ فجر وغیوبِ شفق کی فقہی وفلکی تحقیق
2. طلوعِ فجر کے بعد، جوازِ سحری کی تحقیق وتردید
3. رؤیتِ ہلال اور سائنسی معیار
4. ہوائی جہاز اور طویل ومختصر دنوں میں روزہ کا وقت
5. نمازِ مغرب سے قبل روزہ افطار کرنے کی تحقیق

مصنف

مُفتی محمد رضوان خان

ادارۂ غفران

راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد26

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...طلوعِ فجر و غیوبِ شفق کی فقہی و فلکی تحقیق

(2)...طلوعِ فجر کے بعد، جوازِ سحری کی تحقیق و تردید

(3)...رؤیتِ ہلال اور سائنسی معیار

(4)...ہوائی جہاز اور طویل و مختصر دنوں میں روزہ کا وقت

(5)...نمازِ مغرب سے قبل روزہ افطار کرنے کی تحقیق

مصنّف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

Idaraghufran

(جملہ حقوق بحق ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: علمی وتحقیقی رسائل (جلد26)

مصنّف: مفتی محمد رضوان خان

طباعتِ اوّل: ربیع الآخر 1447ھ - اکتوبر 2025ء

صفحات: 728

ملنے کے پتے

Idara Ghufran

رسائل کی اجمالی فہرست

نام رسائل	از صفحہ نمبر
پیشِ لفظ ’’مجلسِ فقہی‘‘ ادارہ غفران، راولپنڈی	21
(1)...طلوعِ فجر وغیوبِ شفق کی فقہی وفلکی تحقیق	23
(2)...طلوعِ فجر کے بعد، جوازِ سحری کی تحقیق وتردید	451
(3)...رؤیتِ ہلال اور سائنسی معیار	505
(4)...ہوائی جہاز اور طویل ومختصر دنوں میں روزہ کا وقت	669
(5)...نمازِ مغرب سے قبل روزہ افطار کرنے کی تحقیق	689
تفصیلی فہرست رسالہ اول	4
تفصیلی فہرست رسالہ دوم	14
تفصیلی فہرست رسالہ سوم	16
تفصیلی فہرست رسالہ چہارم	19
تفصیلی فہرست رسالہ پنجم	20

تفصیلی فہرست رسالہ اول

(طلوعِ فجر وغیوبِ شفق کی فقہی وفلکی تحقیق)

صفحہ نمبر — مضامین

مضامین	صفحہ نمبر
تمہید (از مؤلف)	35
طلوعِ فجر وغیوبِ شفق کی فقہی وفلکی تحقیق	46
(مقدمہ) موصول شدہ خط	//
موصول شدہ دوسرا خط	47
مذکورہ خطوط کا مجمل جواب	48
مذکورہ خطوط کا مفصل جواب	50
(فصل نمبر 1) صبح کاذب اور فقہی وفلکی اصطلاح	55
کاذب کے متعلق تسامحات ومغالطات پر مبنی موقف	58
سورہ بقرہ کا حوالہ	86

www.idaraghufran.org

	سورہ انعام کا حوالہ	86
	سورہ ھود کا حوالہ	87
	سورہ حجر، صافات، قمر، اور سورہ قلم کا حوالہ	//
	سورہ بنی اسرائیل کا حوالہ	88
	سورہ فجر کا حوالہ	89
	سورہ قدر کا حوالہ	//
	سورہ انشقاق کا حوالہ	//
	ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث	91
	طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی حدیث	92
	سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث	//
	ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث	95
	چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث	96
	''مطالعُ الانوار'' کا حوالہ	100
	''لمعاتُ التنقیح'' کا حوالہ	//
	''شرحُ الطیبی'' کا حوالہ	//
	''المفاتیح شرح المصابیح'' کا حوالہ	101
	''مرقاۃُ المفاتیح'' کا حوالہ	102
	''نخبُ الافکار'' کا حوالہ	//
	ابوالفتح خازن، اور عبدالجبار خرقی کا حوالہ	103

Idara Ghufran

محقق طوسی کا حوالہ	105
علاء الدین علی بن محمد قوشجی کا حوالہ	106
چند لغات کا حوالہ	107
(فصل نمبر 2) صبح کاذب کے متعلق ایک اضحوکہ کا بطلان	110
’’کشفُ الغطاء عن وقت الفجر و العشاء‘‘ کا حوالہ	111
ابوریحان البیرونی کا حوالہ	113
امامُ الحرمین عبدالملک بن عبداللہ الجوینی کا حوالہ	114
حاشیۃُ الشروانی کا حوالہ	〃
علامہ بجیرمی کا حوالہ	115
شہاب الدین قیلوبی کا حوالہ	〃
سعید بن محمد شافعی کا حوالہ	116
شمس الائمہ سرخسی کا حوالہ	117
’’تبیینُ الحقائق‘‘ کا حوالہ	118
امام قدوری کا حوالہ	〃
امام قرافی کا حوالہ	119
مفسر نیسابوری کا حوالہ	122
محقق طوسی کا حوالہ	〃

Idara Ghufran

علامہ آلوسی کا حوالہ	123
علامہ آلوسی کا ایک اور حوالہ	136
معارفُ السنن اور علامہ کشمیری کا حوالہ	138
مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب کا حوالہ	157
امدادُ الاحکام کا حوالہ	160
قدیم تحقیقات کی جدید تائیدات وتطبیقات	164
(فصل نمبر 3) فقہائے مسلمین واصحابِ فلکیین کے حوالہ جات	170
ابوالعباس فضل بن حاتم وبن جابر بتانی کا حوالہ	171
عبدالرحمٰن بن عمر صوفی کا حوالہ	176
ابوحیان التوحیدی کا حوالہ	178
ابوالقاسم اصبغ بن محمد قرطبی کا حوالہ	179
عضدُ الدین ایجی، اور سید شریف جرجانی کا حوالہ	182
ابوریحان البیرونی کا حوالہ	184
ابوریحان البیرونی کا دوسرا حوالہ	193
ابوریحان البیرونی کا تیسرا حوالہ	198
ابوریحان البیرونی کا چوتھا حوالہ	206
ابوریحان البیرونی کا پانچواں حوالہ	209

Idara Ghufran

حکیم ابوالفتح خازن کا حوالہ	210
ابومحمد خرقی مروزی کا حوالہ	222
علاءُالدین ابنِ شاطر کا حوالہ	226
علاءُالدین ابنِ شاطر کا دوسرا حوالہ	230
غیاثُ الدین شیرازی کا حوالہ	231
ابوالعقول فلکی کا حوالہ	//
شہابُ الدین ابنِ مجدی کا حوالہ	233
احمد بن احمد سنباطی کا حوالہ	//
امیہ بن عبدالعزیز بن ابی صلت کا حوالہ	235
محقق طوسی کا حوالہ	236
محقق طوسی کا دوسرا حوالہ	239
محقق طوسی کا تیسرا حوالہ	244
محقق طوسی کا چوتھا حوالہ	245
محقق طوسی کا پانچواں حوالہ	249
قطبُ الدین فاسی، شیرازی کا حوالہ	250
قطبُ الدین فاسی، شیرازی کا دوسرا حوالہ	//
قطبُ الدین فاسی، شیرازی کا تیسرا حوالہ	257
قطبُ الدین فاسی، شیرازی کا چوتھا حوالہ	258
قطبُ الدین فاسی، شیرازی کا پانچواں حوالہ	260

www.idaraghufran.org

	شہابُ الدین، ابوعلی مراکشی کا حوالہ	262
	بدرالدین، ابوعبداللہ الکنانی کا حوالہ	263
	ابوعبداللہ اندلسی کا حوالہ	264
	ابنُ البناء مراکشی کا حوالہ	265
	علی بن محمد قوشجی کا حوالہ	267
	علی بن محمد قوشجی کا دوسرا حوالہ	269
	علی بن غانم مقدسی کا حوالہ	270
	ابنِ نجار کا حوالہ	271
	عبدالرحمان بن ابی غالب فاسی کا حوالہ	272
	عبدالرحمٰن بن عمرو بعقیلی کا حوالہ	273
	ابنُ المفتی کا حوالہ	275
	جمالُ الدین ماردینی کا حوالہ	276
	امام سبط المارديني کا حوالہ	280
	امام سبط المارديني کا دوسرا حوالہ	286
	امام سبط المارديني کا تیسرا حوالہ	287
	رضوان بن عبداللہ فلکی کا حوالہ	289
	شیخ ابو البحر ابنِ مامون الشنجوری کا حوالہ	290
	ابوزید التاجوری کا حوالہ	291
	ابوزید التاجوری کا دوسرا حوالہ	292

یحییٰ بن محمد حطاب کا حوالہ	293
یحییٰ بن محمد حطاب کا دوسرا حوالہ	294
محمد بن ہاشم بن طاہر حضرمی کا حوالہ	296
عزالدین الوفائی کا حوالہ	300
عبدالرزاق الجزائری کا حوالہ	301
اسماعیل بن مصطفیٰ الکلنبوی کا حوالہ	//
علامہ آلوسی کا حوالہ	303
سبعِ شداد کا حوالہ	304
محمد جواد بن سعد کاظمی کا حوالہ	305
بہاءُالدین عاملی کا حوالہ	306
علامہ ابنِ عابدین شامی حوالہ	307
مولانا اشرف علی تھانوی کا حوالہ	309
امدادُالاحکام کا حوالہ	//
امدادُالاحکام کا دوسرا حوالہ	310
مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی کا حوالہ	//
فتاویٰ دارُالعلوم دیوبند کا حوالہ	311
مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا حوالہ	//
مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا دوسرا حوالہ	313
مولانا سید علی الزبینی کا حوالہ	314

مولانا احمد رضا خان صاحب کا حوالہ	315
مولانا احمد رضا خان صاحب کا دوسرا حوالہ	316
مولانا احمد رضا خان صاحب کا تیسرا حوالہ	//
مولانا احمد رضا خان صاحب کا چوتھا حوالہ	317
مولانا احمد رضا خان صاحب کا پانچواں حوالہ	318
مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کا حوالہ	321
جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب کا حوالہ	323
جناب شبیر احمد کاکاخیل صاحب کا حوالہ	//
محمد شوکت عودۃ کا حوالہ	//
جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کا فتویٰ	326
دارُالعلوم دیوبند کا فتویٰ	327
مفتی سید محمد افضل حسین صاحب کا حوالہ	329
جدید ماہرینِ فلکیات کے حوالہ جات	330
(فصل نمبر 4) 18 درجہ پر صبح کاذب کا قول، اور اس پر مفصل کلام	346
شارح چغمینی کا حوالہ	348
احمد بن علی بن احمد فزاری اور حکیم ابوالفتح خازن کا حوالہ	358
برجندی کا حوالہ	368

تشریح الافلاک کا حوالہ	373
امام فخر الدین رازی کا حوالہ	380
احمد بن فضلان بن العباس کا حوالہ	//
''معجمُ البلدان'' کا حوالہ	382
علامہ ابنِ عابدین شامی کا حوالہ	//
علامہ ابنِ نجیم کا حوالہ	383
''حاشية الشلبی'' کا حوالہ	//
النھرُ الفائق کا حوالہ	384
حاشيةُ الطحطاوی علی المراقی کا حوالہ	//
منيةُ المصلی کا حوالہ	385
حاشيةُ البجيرمی کا حوالہ	//
امام مناوی کا حوالہ	//
ہارون بن بہاؤ الدین اہالی کا حوالہ	//
علامہ انور شاہ کشمیری کا حوالہ	386
A Handbook of Astronomy کا حوالہ	//
''مجمعُ الفقہ الاسلامی'' کی قرارداد کا حوالہ	388
''تکملۃ فتح الملھم'' کا حوالہ	389
''دنیا میرے آگے'' کتاب کا حوالہ	390
علی آفندی داغستانی کا حوالہ	393

محمد معدوف داغستانی کا حوالہ	397
شیخ خلیل کاملی، اور مفتی رشید احمد لدھیانوی کا حوالہ	399
رسالہ ’’درءُ القبح عن درک وقت الصبح‘‘ کا حوالہ	427
(خاتمہ) احتیاط کے وسوسہ کا ازالہ	442
’’الموسوعةُ الفقهية الكويتية‘‘ کا حوالہ	443
’’الفقهُ الاسلامی وادلته‘‘ کا حوالہ	444
کتابُ الاصل کا حوالہ	//
ابوبکر جصاص کا حوالہ	//
علامہ ابنِ رشد کا حوالہ	445
امام نووی کا حوالہ	//
علامہ ابنِ قدامہ کا حوالہ	//
حافظ ابنِ حجر عسقلانی کا حوالہ	446
علامہ مبارکپوری کا حوالہ	//
علامہ انور شاہ کشمیری کا حوالہ	//
خلاصۂ کلام	448

Idara Ghufran

تفصیلی فہرست رسالہ دوم

(طلوعِ فجر کے بعد، جوازِ سحری کی تحقیق وتردید)

مضامین	صفحہ نمبر
تمہید (از مؤلف)	455
طلوعِ فجر کے بعد، جوازِ سحری کی تحقیق وتردید	456
استفتاء:	〃
جواب:	457
سورہ بقرہ کا حوالہ	〃
عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث	〃
سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث	458
عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث	459
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث	460
ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث	461
سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث	463
ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث	〃
حذیفہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت اور اس کی سند	464
حذیفہ رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت اور اس کی سند	465
حذیفہ رضی اللہ عنہ کی دوسری موقوف روایت اور اس کی سند	466

Idara Ghufran

حذیفہ رضی اللہ عنہ کی دیگر روایات	467
طلوعِ فجر کے بعد سحری کے جواز کا قول غیر مفتیٰ بہٖ وشاذ ہے	470
سحری تاخیر سے کرنے کی روایات کا مطلب	475
تفسیر قرطبی کا حوالہ	477
تفسیر ابنِ کثیر کا حوالہ	479
تفسیر معارفُ القرآن کا حوالہ	481
تفسیر الطبری کا حوالہ	482
تفسیر احکامُ القرآن للطحاوی کا حوالہ	484
شرح معانی الآثار کا حوالہ	485
تفسیر مظهری کا حوالہ	486
تفسیر احکامُ القرآن للجصاص کا حوالہ	//
فتحُ الباری کا حوالہ	487
عمدةُ القاری کا حوالہ	488
المفهم کا حوالہ	489
کفایةُ الحاجة کا حوالہ	//
بدایةُ المجتهد کا حوالہ	490
المجموع شرحُ المهذب کا حوالہ	491
بعض روایات سے پندرہ درجہ طلوعِ فجر پر استدلال	497
ہاتھ میں پیالہ ہونے کی حالت میں اذان ہونے پر سحری کا حکم	498
خلاصۂ کلام	504

تفصیلی فہرست رسالہ سوم

(رؤیتِ ہلال اور سائنسی معیار)

مضامین	صفحہ نمبر
تمہید (ازمولف)	510
(مقدمہ) ہلال وقمر کے متعلق چند نصوص	522
سورہ بقرہ کا حوالہ	//
سورہ یونس کا حوالہ	523
سورہ یٰسٓ کا حوالہ	524
سورہ رحمٰن کا حوالہ	//
ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث	525
ابنِ عمر اور طلق رضی اللہ عنہما کی حدیث	526
(فصل نمبر 1) فلکی حساب اور سائنسی معاییر کے متعلق مختلف اقوال	529
محمد شوکت عودہ ''اردن'' کا حوالہ	535
عبدالفتاح قدومی ''اردن'' کا حوالہ	553

استاذ شرف القضاۃ ''اردن'' کا حوالہ	557
استاذ حسن بیلانی ''شام'' کا حوالہ	589
مجید محمود جراد، بتول عنیزی ''عراق'' کا حوالہ	598
دارُالافتاء مصر کا حوالہ	600
استاذ عبدالحلیم منصور ''جامعہ ازہر، مصر'' کا حوالہ	602
شرف سفیانی ''سعودی عرب'' کا حوالہ	608
دکتور محمد بن صبیان جھنی ''سعودی عرب'' کا حوالہ	615
احمد رامی محمودی ''سعودی عرب'' کا حوالہ	621
''ھیئۃ کبار العلماء، سعودی عرب'' کا حوالہ	624
شیخ یوسف ''قرضاوی'' کا حوالہ	627
حمید مجول نعیمی ''شارجہ'' کا حوالہ	629
مولانا محمد موسیٰ خان روحانی بازی کا حوالہ	632
سید شبیر احمد کاکاخیل صاحب کا حوالہ	635
مولانا اسدُ اللہ شہباز صاحب کا حوالہ	636
پروفیسر ڈاکٹر محمد مشتاق احمد صاحب کا حوالہ	639
اس فصل کا خلاصہ	641
(فصل نمبر 2) **''حجّۃُ الوداع'' کے چاند کی تاریخی وفلکی تحقیق**	643
طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کی حدیث	//

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث	644
ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	645
’’الروضُ الانف‘‘ کا حوالہ	646
چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات	647
مؤرخ ’’واقدی‘‘ کا حوالہ	648
ابنِ سعد کا حوالہ	649
ابنِ منیر کا حوالہ	//
ابنِ کثیر کا حوالہ	650
’’زادُ المعاد‘‘ کا حوالہ	652
’’المواھبُ اللدنیة‘‘ کا حوالہ	654
’’شرحُ الزرقانی‘‘ کا حوالہ	655
علامہ ابنِ حجر عسقلانی کا حوالہ	656
عبدالملک عصامی کا حوالہ	657
علامہ ابنِ بطال کا حوالہ	658
علامہ انور شاہ کشمیری کا حوالہ	659
’’حجةُ الوداع‘‘ کے ذوالحجہ کے چاند کی فلکی تحقیق	660
اس فصل کا خلاصہ	663
خلاصۂ کلام	663

Idara Ghufran

تفصیلی فہرست رسالہ چہارم

(ہوائی جہاز اور طویل ومختصر دنوں میں روزہ کا وقت)

مضامین — صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	مضامین
672	تمہید (من جانبِ مؤلف)
673	ہوائی جہاز اور طویل ومختصر دنوں میں روزہ کا وقت
//	سوالات:
675	جوابات:
679	اپنے مقام کے اعتبار سے روزہ شروع ومکمل کرنے کا حکم
680	جہاز میں سوار شخص کے لیے طلوعِ فجر وغروبِ شمس پر حکم
681	چوبیس گھنٹوں کے اندر طویل دن والے علاقوں میں حکم
682	بحالتِ روزہ جہاز میں سوار ہوکر دن مختصر یا طویل ہونے کا حکم
685	غیر معتدل علاقوں میں روزہ کا وقت
688	رمضان شروع یا ختم ہونے پر دوسرے ملک پہنچنے کا حکم

IdaraGhufran

تفصیلی فہرست رسالہ پنجم

(نمازِ مغرب سے قبل روزہ افطار کرنے کی تحقیق)

مضامین — صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر
تمہید (من جانبِ مؤلف)	692
نمازِ مغرب سے قبل روزہ افطار کرنے کی تحقیق	693
غروب کے بعد روزہ جلدی افطار کرنا	//
روزہ، مغرب کی نماز سے پہلے افطار کرنا	696
رمضان میں افطار کی وجہ سے مغرب کی نماز تاخیر سے پڑھنا	701
مغرب کی نماز کا مستحب وافضل وقت	708
اشتباکِ نجوم تک نمازِ مغرب کو مؤخر نہ کرنا	718
خلاصۂ کلام	727

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشِ لفظ

''مجلسِ فقہی'' ادارہ غفران، راولپنڈی

مولانا مفتی محمد رضوان خان صاحب حفظہ اللہ (مدیر: ادارہ غفران، راولپنڈی) کے علمی وتحقیقی رسائل کی چھبیسویں جلد کے مضامین ورسائل، بحمداللہ تعالیٰ، نظرِ ثانی وغیرہ کے متعلقہ مراحل سے گزر کر اشاعت کے مرحلہ میں داخل ہورہے ہیں۔

اس جلد میں درجِ ذیل تحقیقی، علمی اور تفصیلی موضوعات پر مشتمل رسائل شامل ہیں:

(1)...طلوعِ فجر وغیوبِ شفق کی فقہی وفلکی تحقیق

(2)...طلوعِ فجر کے بعد، جوازِ سحری کی تحقیق وتردید

(3)...رؤیتِ ہلال اور سائنسی معیار

(4)...ہوائی جہاز اور طویل ومختصر دنوں میں روزہ کا وقت

(5)...نمازِ مغرب سے قبل روزہ افطار کرنے کی تحقیق

مزید کئی جلدوں کے رسائل ومضامین پر بھی بحمداللہ تعالیٰ نظرِ ثانی اور پروف ریڈنگ وغیرہ کا کام جاری ہے، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو بصدق واخلاص مکمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

ادارہ غفران سے منسلک مختلف اہلِ علم نے اس جلد کے رسائل کا مطالعہ کیا، اور مفید مشورے اور قابلِ اصلاح امور کی نشاندہی کی، جن میں سے بعض امور سے مؤلف نے کلی، یا جزوی اتفاق کیا، اور بعض پر مؤلف کو شرح صدر نہ ہوا، اس لیے ان میں حسبِ منشاء ترمیم، یا اس کی

توضیح کی، اور اس طرح کی جزوی چیزوں میں نیک نیتی کے ساتھ، حسبِ ذوق وحسبِ استعداد، اختلاف، شرعی وفقہی اعتبار سے مذموم نہیں۔

مذکورہ حضرات نے اس مجموعہ کو تحقیق پر مبنی اور وقت کے اہم موضوع پر مشتمل محسوس کیا۔

دعاء ہے کہ یہ مجموعہ، اللہ کی بارگاہ میں قبول ومنظور ہو، اور علمی وفقہی دنیا میں اعتدال کے قائم ہونے اور غلو، یا افراط وتفریط سے حفاظت کا باعث بنے، اور اس سلسلہ میں سعی وکاوش کرنے والے جملہ حضراتِ اہلِ علم کے لیے مغفرت اور ترقی درجات کا ذریعہ ہو۔ آمین۔

اسمائے گرامی: اراکینِ مجلسِ فقہی، ادارہ غفران

(1)......مفتی محمد رضوان صاحب (صدرمجلس)

(2)......مولانا طلحہ مدثر صاحب (ناظم)

(3)......مولانا محمد ناصر صاحب (رکن)

(4)......مولانا طارق محمود صاحب (رکن)

(5)......مولانا عبدالسلام صاحب (رکن)

(6)......مولانا غلام بلال صاحب (رکن)

(7)......مولانا محمد ریحان صاحب (رکن)

25/ محرم الحرام/ 1447ھ - 21/ جولائی/ 2025ء بروز پیر

ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی وتحقیقی سلسلہ

طلوعِ فجر وغیوبِ شفق کی فقہی وفلکی تحقیق

طلوعِ فجر وغیوبِ شفق کی فقہی وفلکی حقیقت، اور اس کی نوعیت پر کلام
فقہی وفلکی کتب میں مذکور ''فجر وشفق'' سے صبح صادق وشفقِ صادق
مراد ہونے کے راجح، اور کاذب مراد ہونے کے مرجوح ہونے کی بحث
جمہور متقدمین ومتاخرین کے نزدیک طلوعِ معترض، اور غروبِ معترض کے
18 درجہ پر ہونے کے اثبات، اور 18 درجہ پر طلوع وغروبِ مستطیل کی نفی پر تحقیق
15 درجہ پر طلوع وغروبِ معترض اور اس کے مستدلات کا علمی وتنقیدی جائزہ

مؤلف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

(جملہ حقوق بحق ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: طلوعِ فجر وغیوبِ شفق کی فقہی وفلکی تحقیق

مصنِّف: مفتی محمد رضوان خان

طباعتِ اول: ربیع الاول 1447ھ - ستمبر 2025ء

صفحات: 428

ملنے کا پتہ

کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی، پاکستان

فون: 051-5507270 -051-5702840

www.idaraghufran.org

Idara Ghufran

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
تمہید (از مؤلف)	35
طلوعِ فجر وغیوبِ شفق کی فقہی وفلکی تحقیق	46
(مقدمہ) موصول شدہ خط	//
موصول شدہ دوسرا خط	47
مذکورہ خطوط کا مجمل جواب	48
مذکورہ خطوط کا مفصل جواب	50
(فصل نمبر 1) صبح کاذب اور فقہی وفلکی اصطلاح	55
کاذب کے متعلق تسامحات ومغالطات پر مبنی موقف	58
سورہ بقرہ کا حوالہ	86

سورہ انعام کا حوالہ	86
سورہ ھود کا حوالہ	87
سورہ حجر، صافات، قمر، اور سورہ قلم کا حوالہ	//
سورہ بنی اسرائیل کا حوالہ	88
سورہ فجر کا حوالہ	89
سورہ قدر کا حوالہ	//
سورہ انشقاق کا حوالہ	//
ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث	91
طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی حدیث	92
سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث	//
ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث	95
چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث	96
''مطالعُ الانوار'' کا حوالہ	100
''لمعاتُ التنقیح'' کا حوالہ	//
''شرحُ الطیبی'' کا حوالہ	//
''المفاتیح شرح المصابیح'' کا حوالہ	101
''مرقاۃُ المفاتیح'' کا حوالہ	102
''نخبُ الافکار'' کا حوالہ	//
ابوالفتح خازن، اور عبدالجبار خرقی کا حوالہ	103

www.idaraghufran.org

محقق طوسی کا حوالہ	105
علاء الدین علی بن محمد قوشجی کا حوالہ	106
چند لغات کا حوالہ	107
(فصل نمبر 2) صبح کاذب کے متعلق ایک اضحوکہ کا بطلان	110
’’کشفُ الغطاء عن وقت الفجر و العشاء‘‘ کا حوالہ	111
ابو ریحان البیرونی کا حوالہ	113
امامُ الحرمین عبدالملک بن عبداللہ الجوینی کا حوالہ	114
حاشیۃُ الشروانی کا حوالہ	//
علامہ بجیرمی کا حوالہ	115
شہاب الدین قیلوبی کا حوالہ	//
سعید بن محمد شافعی کا حوالہ	116
شمس الائمہ سرخسی کا حوالہ	117
’’تبیینُ الحقائق‘‘ کا حوالہ	118
امام قدوری کا حوالہ	//
امام قرافی کا حوالہ	119
مفسر نیسا بوری کا حوالہ	122
محقق طوسی کا حوالہ	//

www.idaraghufran.org

علامہ آلوسی کا حوالہ	123
علامہ آلوسی کا ایک اور حوالہ	136
معارفُ السنن اور علامہ کشمیری کا حوالہ	138
مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب کا حوالہ	157
امدادُ الاحکام کا حوالہ	160
قدیم تحقیقات کی جدید تائیدات وتطبیقات	164
(فصل نمبر 3) فقہائے مسلمین واصحابِ فلکیین کے حوالہ جات	170
ابو العباس فضل بن حاتم وبن جابر بتانی کا حوالہ	171
عبد الرحمٰن بن عمر صوفی کا حوالہ	176
ابو حیان التوحیدی کا حوالہ	178
ابو القاسم اصبغ بن محمد قرطبی کا حوالہ	179
عضدُ الدین ایجی، اور سید شریف جرجانی کا حوالہ	182
ابو ریحان البیرونی کا حوالہ	184
ابو ریحان البیرونی کا دوسرا حوالہ	193
ابو ریحان البیرونی کا تیسرا حوالہ	198
ابو ریحان البیرونی کا چوتھا حوالہ	206
ابو ریحان البیرونی کا پانچواں حوالہ	209

Idara Ghufran

حکیم ابوالفتح خازن کا حوالہ	210
ابومحمد خرقی مروزی کا حوالہ	222
علاءُالدین ابنِ شاطر کا حوالہ	226
علاءُالدین ابنِ شاطر کا دوسرا حوالہ	230
غیاثُ الدین شیرازی کا حوالہ	231
ابوالعقول فلکی کا حوالہ	//
شہابُ الدین ابنِ مجدی کا حوالہ	233
احمد بن احمد سنباطی کا حوالہ	//
امیہ بن عبدالعزیز بن ابی صلت کا حوالہ	235
محقق طوسی کا حوالہ	236
محقق طوسی کا دوسرا حوالہ	239
محقق طوسی کا تیسرا حوالہ	244
محقق طوسی کا چوتھا حوالہ	245
محقق طوسی کا پانچواں حوالہ	249
قطبُ الدین فاسی، شیرازی کا حوالہ	250
قطبُ الدین فاسی، شیرازی کا دوسرا حوالہ	//
قطبُ الدین فاسی، شیرازی کا تیسرا حوالہ	257
قطبُ الدین فاسی، شیرازی کا چوتھا حوالہ	258
قطبُ الدین فاسی، شیرازی کا پانچواں حوالہ	260

شہابُ الدین، ابوعلی مراکشی کا حوالہ	262
بدرالدین، ابوعبداللہ الکنانی کا حوالہ	263
ابوعبداللہ اندلسی کا حوالہ	264
ابنُ البناء مراکشی کا حوالہ	265
علی بن محمد قوشجی کا حوالہ	267
علی بن محمد قوشجی کا دوسرا حوالہ	269
علی بن غانم مقدسی کا حوالہ	270
ابنِ نجار کا حوالہ	271
عبدالرحمان بن ابی غالب فاسی کا حوالہ	272
عبدالرحمٰن بن عمرو بعقیلی کا حوالہ	273
ابنُ المفتی کا حوالہ	275
جمالُ الدین ماردینی کا حوالہ	276
امام سبط المار دینی کا حوالہ	280
امام سبط المار دینی کا دوسرا حوالہ	286
امام سبط المار دینی کا تیسرا حوالہ	287
رضوان بن عبداللہ فلکی کا حوالہ	289
شیخ ابو البحر ابنِ مامون الشنجوری کا حوالہ	290
ابوزید التاجوری کا حوالہ	291
ابوزید التاجوری کا دوسرا حوالہ	292

www.idaraghufran.org

	یحییٰ بن محمد حطاب کا حوالہ	293
	یحییٰ بن محمد حطاب کا دوسرا حوالہ	294
	محمد بن ہاشم بن طاہر حضرمی کا حوالہ	296
	عزالدین الوفائی کا حوالہ	300
	عبدالرزاق الجزائری کا حوالہ	301
	اسماعیل بن مصطفیٰ الکلنبوی کا حوالہ	//
	علامہ آلوسی کا حوالہ	303
	سبعِ شداد کا حوالہ	304
	محمد جواد بن سعد کاظمی کا حوالہ	305
	بہاءُ الدین عاملی کا حوالہ	306
	علامہ ابنِ عابدین شامی حوالہ	307
	مولانا اشرف علی تھانوی کا حوالہ	309
	امدادُ الاحکام کا حوالہ	//
	امدادُ الاحکام کا دوسرا حوالہ	310
	مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی کا حوالہ	//
	فتاویٰ دارُ العلوم دیوبند کا حوالہ	311
	مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا حوالہ	//
	مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا دوسرا حوالہ	313
	مولانا سید علی الزبینی کا حوالہ	314

مولانا احمد رضا خان صاحب کا حوالہ	315
مولانا احمد رضا خان صاحب کا دوسرا حوالہ	316
مولانا احمد رضا خان صاحب کا تیسرا حوالہ	//
مولانا احمد رضا خان صاحب کا چوتھا حوالہ	317
مولانا احمد رضا خان صاحب کا پانچواں حوالہ	318
مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کا حوالہ	321
جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب کا حوالہ	323
جناب شبیر احمد کاکاخیل صاحب کا حوالہ	//
محمد شوکت عودۃ کا حوالہ	//
جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کا فتویٰ	326
دارُالعلوم دیوبند کا فتویٰ	327
مفتی سید محمد افضل حسین صاحب کا حوالہ	329
جدید ماہرینِ فلکیات کے حوالہ جات	330
(فصل نمبر 4) 18 درجہ پر صبح کاذب کا قول، اور اس پر مفصل کلام	346
شارح چغمینی کا حوالہ	348
احمد بن علی بن احمد فزاری اور حکیم ابوالفتح خازن کا حوالہ	358
برجندی کا حوالہ	368

تشریح الافلاک کا حوالہ	373
امام فخر الدین رازی کا حوالہ	380
احمد بن فضلان بن العباس کا حوالہ	〃
''معجمُ البلدان'' کا حوالہ	382
علامہ ابنِ عابدین شامی کا حوالہ	〃
علامہ ابنِ نجیم کا حوالہ	383
''حاشية الشلبی'' کا حوالہ	〃
النهرُ الفائق کا حوالہ	384
حاشيةُ الطحطاوی علی المراقی کا حوالہ	〃
منيةُ المصلی کا حوالہ	385
حاشيةُ البجيرمی کا حوالہ	〃
امام مناوی کا حوالہ	〃
ہارون بن بہاؤالدین اہالی کا حوالہ	〃
علامہ انور شاہ کشمیری کا حوالہ	386
A Handbook of Astronomy کا حوالہ	〃
''مجمعُ الفقه الاسلامی'' کی قرارداد کا حوالہ	388
''تكملة فتح الملهم'' کا حوالہ	389
''دنیا میرے آگے'' کتاب کا حوالہ	390
علی آفندی داغستانی کا حوالہ	393

Idara Ghufran

محمد معدوف داغستانی کا حوالہ	397
شیخ خلیل کاملی، اور مفتی رشید احمد لدھیانوی کا حوالہ	399
رسالہ ''درءُ القبح عن درک وقت الصبح'' کا حوالہ	427
(خاتمہ) احتیاط کے وسوسہ کا ازالہ	442
''الموسوعةُ الفقهية الكويتية'' کا حوالہ	443
''الفقهُ الاسلامی وادلته'' کا حوالہ	444
کتابُ الاصل کا حوالہ	//
ابوبکر جصاص کا حوالہ	//
علامہ ابنِ رشد کا حوالہ	445
امام نووی کا حوالہ	//
علامہ ابنِ قدامہ کا حوالہ	//
حافظ ابنِ حجر عسقلانی کا حوالہ	446
علامہ مبارکپوری کا حوالہ	//
علامہ انور شاہ کشمیری کا حوالہ	//
خلاصۂ کلام	448

www.idaraghufran.org

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ روزہ، اور نمازِ فجر کے وقت کی ابتداء، مشرقی افق میں ''طلوعِ فجر وطلوعِ صبح'' پر ہو جاتی ہے، اور نمازِ مغرب کے وقت کی انتہاء اور وقتِ عشاء کی ابتداء، مغربی افق میں ''غروبِ شفق'' پر ہوتی ہے۔

پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ''غروبِ شفق'' سے، مذکورہ وقت کے لئے، اسی ''بیاضِ معترض کا غروب'' مراد ہے، جو طلوعِ فجر وصبح میں مراد ہوتی ہے، لیکن امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام ابو یوسف، امام محمد اور دوسرے فقہاء کے نزدیک ''غروبِ شفق'' سے ''شفقِ احمر کا غروب'' مراد ہے، جس کا غروب ''بیاضِ معترض کے غروب'' سے کچھ پہلے ہو جاتا ہے۔

اور اس طرح ''فنِ فلکیات'' کی رو سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک کسی بھی معتدل مقام پر جتنا وقت، اس دن کی نمازِ فجر کا ہوتا ہے، اتنا ہی وقت، اس دن ''نمازِ مغرب'' کا ہوتا ہے، لیکن دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک نمازِ مغرب کا وقت کچھ کم ہوتا ہے، اور یوں فقہی اعتبار سے یہ دو طرح کی شفقیں کہلاتی ہیں، ایک کا نام ''احمر'' ہے، اور دوسری کا نام ''ابیض'' ہے۔

اور جمہور فلکیین، اور ان کے جمہور مسلمین متبعین کے نزدیک فلکی اعتبار سے ''طلوعِ فجر'' اور ''غروبِ شفقِ معترض'' کا درجہ اس وقت ہے، جب سورج افق سے اٹھارہ 18 درجہ نیچے ہو۔

اسی قول کے مطابق جمہور مسلمین، متقدمین ومتاخرین کا اسلام کی ابتدائی صدیوں میں مشاہدات ومراصدات، اور فلکی وفنی تحقیقات وحسابات کے بعد سے تا حال تعامل رہا ہے، اور جمہور مسلمین کی طرف سے اسی کے مطابق حسبِ موقع مناسب احتیاط شامل کر کے دنیا بھر میں جنتریاں اور نقشے بنائے جاتے رہے، جن کا استعمال اب بھی جاری وساری ہے۔

www.idaraghufran.org

اور جمہور مسلمین کا یہ تعامل مسلسل مشاہدات ومراصدات کے نتیجہ میں اسلام کی ابتدائی صدیوں میں اس وقت وجود میں آ گیا تھا، جب مسلمان، فنِ فلکیات میں دنیا کی دوسری اقوام کے پیش رو تھے، اور اس فن کی قیادت وسیادت کی باگ ڈور، ان کے ہاتھ میں تھی، اور اس فن کے لئے ان کی طرف سے علمی وعملی کاموں کو شہرہ حاصل تھا، اور اس وقت عالمِ اسلام کے علاوہ دوسری اقوام کے پاس اس فن، اور اس کی تفصیلات کا علم نہ تھا۔

اسی دوران مسلم ماہرینِ فلکیات نے سورج اور زمین کے قطروں، اور جہاتِ قبلہ وغیرہ کی تخریج، دن، رات، اور نمازوں کے اوقات کی فلکی وفنی تحقیق کی، اس مقصد کے لئے مختلف علاقوں میں عظیم الشان رصدگاہیں قائم کی گئیں، جن کے ذریعہ مسلم اصحابِ علم، وماہرینِ اہلِ فن نے نماز، روزہ کے اوقات کی تحقیق وتخریج کو خوب نکھارا، اس ضمن میں اسلامی اصول وقواعد کو ملحوظ رکھتے ہوئے، صبح کاذب، صبح صادق، نمازِ مغرب وعشاء کے اوقات کی تحقیق کے لئے مسلسل مشاہدات ومرصدات کا اہتمام کیا گیا، اور مسلسل اور بار بار کے تجربات سے یہ معلوم کرلیا گیا کہ احادیث میں بیان کی گئی تفصیل کے مطابق صبح کاذب کی مستطیل اور ذنبِ سرحان کے مثل روشنی، صبح صادق سے پہلے مشرقی افق سے دور اور اونچی ہوتی ہے، جو دراصل زمین سے قدرے فاصلہ پر موجود کرۂ بخاریٰ پر پڑنے والی سورج کی روشنی کی چمک ہے، جو رات کے ابتدائی حصہ میں بھی مغربی افق سے دور ہوتی ہے، لیکن سورج کے دائرہ، اور کرۂ بخاریٰ کے مختلف علاقوں اور موسموں میں اختلاف کی وجہ سے اس روشنی کے مشاہدہ کاروں کی طرف سے اس کی کیفیت ونوعیت میں کچھ اختلاف رونما ہوا، بعض نے اس کا صبح صادق سے بہت پہلے مشاہدہ کیا، بعض نے صبح صادق سے متصل مشاہدہ کیا، بعض نے نظر آنے کے بعد غائب ہونا محسوس کیا، بعض نے کسی وقت میں اس کا بالکل بھی مشاہدہ نہیں کیا، یہی صورتِ حال رات کے ابتدائی حصہ میں بھی رہی، جس کی وجہ سے اس بارے میں مختلف اقوال سامنے آتے رہے، لیکن چونکہ اس کے ساتھ مسلمانوں کا کوئی دینی وشرعی حکم وابستہ نہیں تھا، سوائے

اس کے کہ اس کے صبح ہونے کو نظر انداز کیا جائے، اسی مناسبت سے اس کو ''صبح کاذب'' کہا جاتا ہے، جس کے معنیٰ جھوٹی صبح کے ہیں، جس کا مطلب یہی ہے کہ یہ صبح نہیں، اور اس کو صبح نہ سمجھا جائے، اور جب بھی اس کا نام لیا جائے، تو اس کے صبح ہونے کی نفی کے لئے، اس کو ''کاذب، اور جھوٹی'' صفت کے ساتھ متصف کیا جائے، تاکہ اس کو صبح سمجھنے کی غلط فہمی سے بچا جاسکے، مسلم ماہرینِ فن نے شریعت کے اس حکم کو ملحوظ رکھ کر، اپنے اپنے انداز میں تعبیر کر کے اس کے صبح ہونے کو نظر انداز کیا، اور اس میں زیادہ کدوکاوش کی ضرورت نہیں سمجھی۔

لیکن طلوعِ فجر وصبح صادق کے ساتھ، چونکہ نماز، روزہ جیسے دینی فرائضِ منصبی کا تعلق وابستہ تھا، اور شرعی اعتبار سے جس طرح اس پر دن کا آغاز ہوتا تھا، اسی طرح اس پر فجر کی نماز کے وقت کا بھی آغاز ہوتا تھا، اسی نسبت سے اس کا نام ''طلوعِ فجر'' رکھا گیا۔

اس لئے محققین ائمہ فن کی طرف سے اس کی مکمل تحقیق وتنقیح پر خاص توجہ دی گئی، تاکہ معلوم ہوسکے کہ سورج کی یہ ابتدائی روشنی افق پر کس لمحہ اور کس درجہ پر پڑتی ہے، جس سے شرعی دن کا آغاز، یعنی طلوعِ صبح، اور نمازِ فجر کے وقت کی ابتداء، یعنی طلوعِ فجر ہوتا ہے، اور عشاء کے وقت کی انتہاء، اور روزہ کا وقت بھی شروع ہوتا ہے، اور اس کو احادیث میں معترض، یعنی افق پر چوڑائی میں پڑنے والی، اور مستطیر، یعنی پھیلنے ومنتشر ہونے والی روشنی قرار دیا گیا ہے۔

مسلسل مراصدات، مشاہدات، اور ان کی مختلف طریقوں سے تائیدات کے حصول کے بعد اس فن کے جمہور اس نتیجہ پر پہنچے کہ جب مشرقی جہت میں سورج، اُفق سے 18 درجہ، یا 18 ڈگری کے فاصلہ پر رہ جاتا ہے، عین اس وقت سورج کے دن کی ابتدائی روشنی مشرقی افق پر پڑتی ہے، جس کا درجہ ہمیشہ اور ہر جگہ یہی ہوتا ہے، اور اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی، اور یہی رات کی انتہاء، اور سورج کی بالکل ابتدائی روشنی کا لمحہ ہے، جس کو شریعت نے ''طلوعِ صبح، وطلوعِ فجر'' کا نام دیا ہے، مسلم ماہرینِ فن نے اس کو اسی نام سے موسوم ومرسوم کیا۔

دوسری طرف معاملہ شفق کے غروب ہونے کا پیشِ نظر تھا، تو اس کے لئے بھی مسلسل مراصدات ومشاہدات کئے گئے، اور وہاں بھی جمہور ائمہ فن مکمل تحقیق واطمینان کے بعد اس

نتیجہ پر پہنچے کہ شفقِ ابیض کا غروب بھی ہمیشہ، اور ہر جگہ 18 درجہ، یا 18 ڈگری پر ہوتا ہے، جو صبح صادق کے مقابلہ میں آتی ہے کہ یہ بھی سورج کی مغربی افق پر پڑنے والی روشنی کی انتہاء ہے، جس طرح اسی درجہ پر مشرقی افق کی طرف سورج کی روشنی کی ابتداء ہے۔

اور اس طرح انتہائے شفق کے مشاہدہ نے طلوعِ صبح وفجر کے درجہ کی تعیین کو تقویت پہنچائی، اور طلوعِ فجر کے مشاہدہ نے انتہائے غروبِ شفق کے درجہ کی تعیین کو تقویت پہنچائی، اور پھر جمہور کی طرف سے ایک ساتھ ہی ان دونوں کے درجات کی تعیین ''طلوعِ صبح وغروبِ شفق'' کے شرعی ناموں کے ذریعہ 18 درجہ پر بیان کی جاتی رہی۔

پھر بعض مشاہدہ کاروں کی نظر کمزور ہوتی ہے، یا وہ مسلسل مشاہدات وتجربات کے مراحل سے نہیں گذرتے، کسی مخصوص موسم وعلاقہ میں ہی مشاہدہ کی نوبت آتی ہے، اور آب وہوا اور مخصوص موسم کی بناء پر نتیجہ محقق نہیں ہوتا، اس لئے ایسے حضرات کی طرف سے دوسرے اقوال بھی سامنے آئے، لیکن چونکہ ان کے نتائج کی حیثیت 18 درجہ کے موقف کی طرح منقح، مضبوط ومواتر نہیں تھی، اس لئے اس طرح کے دیگر اقوال کو بعض مواقع پر ذکر تو کر دیا گیا، مگر ہر دور کے جمہور مسلمین کا عمل، اور وثوق جمہور فلکیین کی 18 درجہ والی تحقیق پر ہی رہا۔

''طلوعِ فجر، طلوعِ صبح اور غروبِ شفق'' بنیادی طور پر اسلامی وشرعی عنوانات تھے، جن کا قرآن وسنت میں ان ہی ناموں کے ساتھ جابجا تذکرہ کیا گیا ہے، اس لئے مسلم ماہرینِ فلکیات نے ان کی فنی وفلکی درجہ بندی کی تعبیر وتقریر ان ہی ناموں کے ساتھ کرنے کو ترجیح دی۔

پھر بعض لوگوں کو طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق کے الفاظ سے کسی درجہ میں ابہام کا خدشہ، یا غیوبِ شفق سے شفقِ احمر کے غروب کے مراد لئے جانے کا احتمال پیدا ہو سکتا تھا، کیونکہ بہت سے فقہاء کے نزدیک غروبِ شفق سے ''احمر کا غروب'' مراد ہے، اس خدشہ واحتمال کو دور کرنے کے لئے بہت سے مسلم ماہرینِ فلکیات نے طلوعِ صبح وفجر، اور آخر میں غروب ہونے والی شفقِ معترض کے درجہ کی ٹھیک ٹھیک تعیین کے لئے ''اول طلوع الصبح'' یا ''اول طلوع الفجر'' اور ''آخر غروب الشفق'' کے الفاظ استعمال کئے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ طلوعِ

www.idaraghufran.org

صبح وطلوعِ فجر کا بالکل ابتدائی لمحہ ہے، اوراسی طرح غروبِ شفقِ ابیض کا بھی بالکل آخری وانتہائی لمحہ ہے، اوراس طرح مسلم ماہرینِ فن نے اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے اس بارے میں معاملہ ومسئلہ بالکل صاف اور منقح فرمادیا، اوراس میں کوئی ابہام واجمال باقی نہیں چھوڑا۔

پھرایک دوروہ تھا کہ مسلمانوں کی فلکی ترقی کے دور میں مسلمانوں کی تعلیم گاہوں میں اس فن کو باقاعدہ نصاب کا حصہ بنایا جاتا تھا، اس فن میں مختلف تخصصات کئے کرائے جاتے تھے، جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے علماء وفقہاء بھی اس فن پر ''زیج، علمِ ہیئت، علمِ اسطرلاب، علمِ مقنطرات'' وغیرہ جیسے ناموں کے عنوان سے مستقل کتب ورسائل تصنیف وتالیف کیا کرتے تھے، اور وہ طلوعِ صبح وفجر، وغیوبِ شفق کے درجہ کے متعلق کسی ابہام وخدشہ میں مبتلاء نہ تھے۔

اس وقت تک غیر مسلم اقوام اور مغربی دنیا، اس علم وفن اوراس کی تفصیلات سے محروم تھی۔

لیکن رفتہ رفتہ مسلمانوں کی طرف سے اس فن میں غیر معمولی بے اعتنائی وبے توجہی کا طرزِ عمل سامنے آیا، اور نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ اس بارے میں مسلمانوں کی صدہا سالوں پر محیط علمی خدمات وتصریحات بھی لوگوں کی نظروں سے مخفی، اور اوجھل ہونے لگیں، اور بالآخراس فن پر مسلمانوں کی بیشتر تصنیفات وتالیفات کا ذکر صرف تاریخ کے اوراق میں ہی باقی رہ گیا، یہاں تک کہ دینی تعلیم گاہوں میں بھی ان کتب کا نام ونشان تک باقی نہیں رہا۔

اس عرصہ میں غیر مسلم، بالخصوص مغربی اقوام کی بہت پہلے ہی اس فن کی طرف توجہ مبذول ہوچکی تھی، اس مقصد کے لئے انہوں نے مسلمانوں سے اس فن کی تعلیم وتعلم کا حصول پہلے ہی شروع کردیا تھا، اس فن میں تحریر کردہ عربی وفارسی زبان کی کئی کتابوں کے فرانسیسی اور انگریزی زبانوں میں ترجمے کئے جاچکے تھے، پھر رفتہ رفتہ ان کی طرف سے اس فن میں مہارت حاصل کرنے کی کوششیں تیز کی گئیں، اوران امور کو جدید خطوط وآلات کے ذریعہ منظّم ومربوط، اور متنوع کیا گیا۔

اور جب سمندری راستوں کے ذریعہ کشتی وجہاز رانی کے ذریعہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف نقل وحمل کا سلسلہ تیز ہوا، اور سورج، چاند، اور ستاروں کے ذریعہ جہات وغیرہ کے

تعین کی ضرورت پیش آئی، تو طلوعِ صبح اور غروبِ شفق کے درجہ کی تعیین وتحقیق، اور تائید کا مرحلہ مزید آسان ومنقح ہوگیا، کیونکہ سمندر کی سطح، عمارتوں کے حجاب، آبادی کی فضائی آلودگی، اور مصنوعی روشنیوں سے کافی حد تک محفوظ ہوتی ہے، اوراس طرح کی وجوہات کے پیشِ نظر وہاں سے، دن ورات اور صبح وشام کے اوقات میں فلکی اورافقی حالات وکیفیات کا بہتر طریقہ پر جائزہ لینا، اوراس کے نتائجِ صحیحہ کو اخذ کرنا بہت آسان وسہل ہوتا ہے۔

اس مرحلے میں جہاں ایک طرف پہلے سے بیان کردہ فلکی وفنی امور کی دوبارہ جانچ پڑتال کی گئی، اسی طرح مختلف عروض البلاد کے اعتبار سے طلوع وغروب وغیرہ کے اوقات کے ساتھ ساتھ، طلوع سے قبل اور غروب کے بعد سورج کی روشنی کے افق، آسمان، اور زمین پر پڑنے والے اثرات ودرجات کی بھی خوب تحقیق وتخریج کی گئی، اس زمانہ میں ''گرینچ'' ''Greenwich'' برطانیہ میں شاہی رصدگاہ ''Royal Observatory'' قائم کی گئی، جو بعد میں ایک ادارہ کے طور پر متعارف ہوگئی، اس ادارہ نے مختلف عروض البلاد کے اعتبار سے رات، دن کے مختلف اوقات کی اشاعت کا بھی سلسلہ ''Nautical Almanac'' نام سے شائع کرنا شروع کیا، اوراس نے اس موضوع پر بہت کچھ پیش رفت کی، اور اپنی جدید ترین تحقیقات، اور مشاہدات ومراصدات کی روشنی میں اسی بات کی تصدیق وتائید کی کہ مشرقی افق پر سورج کی روشنی کی ابتداء، سورج کے 18 درجہ زیرِ افق رہ جانے پر ہوجاتی ہے، جس کو شرعی زبان میں '' طلوعِ صبح وطلوعِ فجر'' کہا جاتا ہے، اور اسی چیز کو جدید سائنسی زبان میں ''Astronomical Twilight Dawn'' کہا جاتا ہے۔

اوراس کے بالمقابل مغربی افق پر سورج کی روشنی کی انتہاء بھی سورج کے 18 درجہ زیرِ افق چلے جانے پر ہوتی ہے، جس کو شرعی زبان میں ''غروبِ شفق'' اور جدید سائنسی زبان میں ''Astronomical Twilight Dusk'' کہا جاتا ہے۔

اور صبح کی اس روشنی کی ابتداء سے سورج کے طلوع ہونے تک، اور سورج کے غروب سے اس

روشنی کی انتہاء تک کے جھٹپٹے کو، ٹیولائٹ ’’Twilight‘‘ کہا جاتا ہے، مخصوص عاداتِ رسمیہ کی خاطر اس جھٹپٹے کے منتشر ومستطیر ہونے اور پھیلنے کی بنیاد پر تقسیم عمل میں لائی گئی۔

چنانچہ سورج کے 18 ڈگری سے لے کر 12 ڈگری کے درمیان کی روشنی کو آسٹرونومیکل ٹیولائٹ Astronomical Twilight کا نام دیا گیا، جس میں یہ روشنی صرف افق اور آسمان پر اثر انداز ہوتی ہے، اور اس روشنی کے افق پر بہت مدھم ہونے کی وجہ سے زمین پر اندھیرا ہوتا ہے، اور یہ روشنی، رات سے وجود میں آتی ہے، اور ستارے، رات کے اوقات میں ہی نظر آیا کرتے ہیں، اس وقت روشنی کے مدھم ہونے کی وجہ سے آسمان کے معمولی ستارے بھی نظر آتے ہیں، جن کی مدد سے سمندری سفر میں راستوں وغیرہ کی ریڈنگ ممکن ہوا کرتی تھی۔

اور جب سورج کا زمین سے فاصلہ کم ہوکر 12 ڈگری سے 6 ڈگری کے درمیان ہوتا ہے، اس روشنی کو ناٹیکل ٹیولائٹ Nautical Twilight کا نام دیا گیا، جس میں روشنی میں اضافہ ہوجانے کی وجہ سے سمندری راستوں پر سفر کرنے والوں کو مخصوص اور زیادہ روشنی والے ستارے ہی نظر آتے ہیں، اور ان ہی کی مدد سے راستوں کی ریڈنگ ممکن ہوتی تھی۔

اور سورج کا زمین سے فاصلہ مزید کم ہوکر 6 ڈگری کے بعد والی تیز روشنی کو سول ٹیولائٹ Civil Twilight کا نام دیا گیا، جس میں صرف بہت تیز ترین ستارے ہی نظر آنا ممکن ہوتا ہے، اور اس کی وجہ سے زمین وآبادی میں اتنی روشنی ہوتی ہے کہ شہری ماحول اور آبادی میں اشیاء کی تمیز کرنا، بلکہ تحریر اور اخبار کو پڑھنا ممکن ہوتا ہے۔

اور سورج غروب ہونے کے بعد کی روشنی کا معاملہ اس کے برعکس اسی ترتیب پر ہوتا ہے۔

یہ تقسیم اس روشنی کے پھیلنے ومنتشر ہونے کی بنیاد پر مخصوص عاداتِ رسمیہ کے پیشِ نظر کی گئی۔

بہر حال جدید مغربی سائنس میں طلوعِ صبح، اور غروبِ شفق کو 18 درجہ پر ہونا ہی تسلیم کیا گیا ہے، جس کی ابتداء وانتہاء کو انہوں نے، آسٹرونومیکل ٹیولائٹ Astronomical Twilight کا نام دیا ہے، جس سے مراد افق کی وہی روشنی ہے، جس کی طلوع کے وقت

www.idaraghufran.org

شرعی صفت معترض، مستطیر و منتشر ہونا ہے، اور اس کا ابتدائی، اور دوسری طرف سے انتہائی لمحہ 18 ڈگری ہے، صبح کے وقت یہی روشنی منتشر ہو کر اور ترقی کر کے مزید دو قسموں کو وجود فراہم کرتی ہے۔

مگر افسوس کہ آج بعض مسلمان اس 18 ڈگری کے مذکورہ موقف کو غیر مسلم سائنس دانوں کی مرہونِ منت سمجھتے ہیں، اور اوپر سے 18 درجہ کی تصدیق اور اس پر عمل کرنے کو غیر مسلموں کی اتباع و تقلید سے مطعون کرتے ہیں، بعض تو یہاں تک بھی کہتے ہیں کہ یہ روشنی صبح صادق کے بجائے کاذب ہے، جس سے نماز، روزہ کے اوقات کا کوئی تعلق نہیں۔

حالانکہ یہ بات بالکل خلافِ واقعہ ہے، کیونکہ جدید سائنس دانوں نے صبح کاذب، جو طولانی، مستطیل اور ذنبِ سرحان کے مثل افق سے دور اور اونچی رشنی ہوتی ہے، اس کو مذکورہ روشنی سے الگ ''بروجی روشنی'' کا نام دیا، جس کو سائنسی زبان میں Zodiacal light کہا جاتا ہے، جو کہ کہکشاں یعنی Galaxy سے بھی بالکل الگ چیز ہے، اور کہکشاں Galaxy کو بعض نے جو صبح کاذب، یا بروجی روشنی سمجھا، یہ بھی غلط فہمی و تسامح ہے۔

موجودہ سائنسی ترقی یافتہ دنیا میں اس قسم کی باتیں ''اضحوکہ، بلکہ ''اعجوبہ'' سے کم نہیں رہیں۔

صبح کی ابتدائی روشنی کی شرعی صفت مستطیر و منتشر ہونا ہے، اور یہ صفت ''آسٹرونومیکل ٹیوائلائٹ ڈان'' Astronomical Twilight Dawn کو ہی حاصل ہے، یہی روشنی رفتہ رفتہ ستاروں کے نظر آنے کے لئے مانع بنتی ہے، اس کے انتشار کے ساتھ ہی رات میں نظر آنے والے ستاروں کا نظر آنا آہستہ آہستہ معدوم ہونے لگتا ہے، جب تک یہ روشنی کمزور ہوتی ہے، اور اس کا اثر آسمان کے افق و کنارہ پر محدود ہوتا ہے، اس وقت تک آسمان پر ستارے نظر آتے رہتے ہیں، یہ اٹھارہ 18 سے 12 ڈگری تک کا وقت ہوتا ہے، اس کے بعد یہ روشنی مزید انتشار، استطار و ترقی کر کے مشرقی اُفق سے اوپر مغربی سمت کی طرف بڑھتی ہے، تو اس کی وجہ سے آسمان پر تیز ترین کے علاوہ دوسرے ستاروں کا نظر آنا بند ہونے لگتا ہے، اور سمندر میں سفر کرنے والوں کو ستاروں کی مدد سے جہات وغیرہ کا تعین ممکن، مگر مشکل

ہوتا ہے، اور زمین پر اشیاء کی کچھ معرفت ہونے لگتی ہے، اس کا نام ناٹیکل ٹیولائٹ Nautical Twilight تجویز کیا گیا، جو غلس و اسفار کے درمیان کا وقت ہے، اور پھر جب اس روشنی کا انتشار و استطار مزید ترقی کرتا ہے، یعنی پہلے مرحلہ میں افق سے، اور پھر دوسرے مرحلہ میں آسمان سے بڑھتے بڑھتے، زمین اور آبادی تک واضح طور پر متعدی ہوجاتا ہے، جو کہ دراصل شرعی و فقہی اعتبار سے اسفار کا وقت ہوتا ہے، تو اس کو سول ٹیولائٹ Civil Twilight کہا جاتا ہے، یہاں تک کہ سورج کا طلوع ہوجاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس مخصوص عاداتِ رسمیہ کی تقسیم میں کوئی بات خلافِ شریعت نہیں ہے، بلکہ اس کی مذکورہ اقسام و انواع اس کی صفتِ مستطیر و منتشر ہونے کی پرزور تصدیق و تائید کرتی ہیں۔

اور یہ بات مسلم شدہ ہے کہ مذکورہ صفت نہ تو بروجی روشنی، یعنی Zodiacal light کو حاصل ہے، اور نہ ہی کہکشاں، یعنی Galaxy کو حاصل ہے، کیونکہ یہ نہ تو مستطیر ہوتیں، نہ ہی ترقی کر کے مزید انواع کو وجود فراہم کرتیں،، نہ ہی زمین پر روشنی کا سبب بنتیں، چہ جائیکہ طلوعِ شمس کا سبب ہوں ''ایں خیال ست و محال ست و جنوں''۔

اس وقت مشکل یہ ہے کہ اس موضوع پر مسلم ماہرینِ فن، متقدمین و متوسطین کی جو تالیفات و تصنیفات موجود ہیں، وہ قلمی نسخوں کی شکل میں بعض مقامات پر موجود ہیں، جن کی نہ تو اشاعت کی طرف کسی اشاعت کنندہ کی توجہ ہے، نہ ان کی ضرورت و اہمیت دلوں میں موجود ہے، جبکہ ان سینکڑوں کتب و رسائل میں اس مسئلہ کی مکمل صراحت اور وضاحت موجود ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان آج اس قسم کے مسائل میں بھی الجھن اور باہمی اختلاف کا شکار نظر آتے ہیں، جن کو ان کے اسلاف ہزاروں سال پہلے طے کر چکے تھے، اور ان کو الم نشرح فرما چکے تھے، جس کے بعد ان مسائل میں اختلاف و انتشار کے کوئی معنیٰ نہیں تھے، لیکن آج کے دور میں اسلاف کی یہ وراثت ضائع ہو چلی ہے، جس کی بناء پر معاملہ بہت دور پہنچ چکا ہے۔

تاہم الحمد للہ تعالیٰ رفتہ رفتہ ان کتب ورسائل سے تحقیق کا ذوق رکھنے والے اصحابِ علم کو آگاہی حاصل ہوتی جارہی ہے، امید ہے کہ آئندہ بہتر صورتِ حال ہو، اور یہ مسئلہ مکمل منقح ہوجائے، اوراس کے برخلاف اقوال کے حاملین کی رہی سہی تشنگی بھی دور ہوجائے۔

موجودہ دور میں 18 درجہ کے مقابلہ میں ایک قول 20 درجہ کا ذکر کیا جاتا ہے، جس کا تحقیق سے شاذ ہونا ثابت ہوا، اور ایک قول 19 درجہ کا نقل کیا جاتا ہے، جس کا روزہ وغیرہ کے اعتبار سے احتیاط پر مبنی ہونا ثابت ہوا، اور ایک قول 17 درجہ کا ذکر کیا جاتا ہے، جس کو بعض متقدمین نے ذکر کیا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ قول، یا تو شفقِ احمر کے غروب سے متعلق ہے، یا پھر بعض حضرات کے مشاہدہ پر مبنی ہے، اور یہ تمام اقوال طلوعِ فجر وغیوبِ شفقِ ابیض کے 18 درجہ والے جمہور کے متواتر ومنقح شدہ موقف کی طرح کے مضبوط اقوال نہیں۔

اوراٹھارہ 18 درجہ کا قول مسلسل مراصدات کے بعد طلوعِ فجرِ معترض وغیوبِ شفق معترض کے لئے کسی کمی وزیادتی اوراحتیاط وعدمِ احتیاط کے مقابلہ میں ٹھیک اور صحیح لمحہ کی تعیین پر مبنی ہے۔

مذکورہ اقوال کے مقابلہ میں ہمارے دیار کے ایک طبقہ کا دعویٰ یہ ہے کہ طلوعِ فجر کی ابتداء پندرہ درجہ پر، اورغروبِ شفقِ احمر صرف بارہ درجہ پر ہوتی ہے، لیکن متقدمین میں سے کسی محقق سے بھی اس قول کا ثبوت نہیں مل سکا۔

اور تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ قول ایک مخصوص علمی خطاء وتسامح پر مبنی ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ متقدمین مسلم ماہرینِ فلکیات نے ''اول طلوع الصبح ''یا''اول طلوع الفجر ''اور''آخر غروب الشفق '' کے الفاظ، صبح صادق کے بالکل ابتدائی درجہ، اور غروبِ شفقِ ابیض کے بالکل انتہائی درجہ کی تعیین وتحدید کو بیان کرنے کے لئے استعمال کئے تھے، جو لغوی، نحوی وصرفی اعتبار سے بھی اپنے معنیٰ ومقصود کے لئے متعین تھے، لیکن بعض متاخرین نے یہ سمجھا کہ یہاں''اول ''اور''آخر '' کے الفاظ صبح کاذب، اور شفقِ مستطیل کے لئے ہیں، اورانہوں نے اپنے طور پر یہ خیال کیا کہ یہاں''اول '' کا لفظ، دوسری صبح کے

مقابلہ میں اور ''آخـــر'' کا لفظ اول شفق کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے، جو کہ تسامح پر مبنی تھا، کیونکہ متقدمین ماہرین فلکیات کے پیشِ نظر یہاں ہرگز صبح کاذب اور شفقِ مستطیل کے درجہ کو بیان کرنا پیشِ نظر نہیں تھا، نہ ہی اس موقع پر استعمال شدہ الفاظ کے یہ معنیٰ اور مراد لغوی، نحوی وصرفی اعتبار سے درست ہوتے تھے، لیکن بہر حال متقدمین کی طرف سے صبح صادق وشفقِ صادق معترض کے بیان کردہ 18 درجہ کو ان متاخرین کی طرف سے صبح صادق کے بجائے، صبح کاذب پر محمول کرلیا گیا، اور پھر یہ تسامح ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا رہا، یہاں تک کہ بہت سے متاخرین میں شہرت پکڑ گیا، اور متقدمین کی بے شمار تصریحات اس موضوع کی کتب ورسائل کے نایاب ہونے کی وجہ سے نظروں سے مخفی و پوشیدہ رہیں۔

اگرچہ جمہور مسلمین کے اٹھارہ 18 درجہ کے قول کے مقابلہ میں دیگر اقوال کو کسی زمانہ میں بھی قبولیتِ عامہ کے درجہ میں پذیرائی حاصل نہ ہوسکی، لیکن کہیں کہیں، اور کبھی کبھی ان اقوال کو منظرِ عام پر لایا جاتا رہا، جس کا سلسلہ تا حال جاری ہے۔

چنانچہ موجودہ زمانہ میں بھی ہمارے یہاں ایک طبقہ ایسا ہے، جو وقتاً فوقتاً جمہور کے مقابلہ میں پندرہ درجہ پر طلوعِ فجر کا دعویٰ کر کے، مخصوص انداز میں مستدلات قائم کرنے کی جدوجہد کرتا رہتا ہے، جس کی تردید پر اس سے پہلے ہمارے متعدد رسائل شائع بھی ہو چکے ہیں۔

اس سلسلہ میں بندہ کو ایک مولانا صاحب زید مجدہٗ کے ایک رسالہ سمیت دو مرتبہ خطوط موصول ہوئے، جن کا پہلے مجمل جواب لکھا گیا، اور اب مفصل جواب تحریر کیا گیا، جس میں منسلکہ رسالہ میں مذکور موقف پر کچھ وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس مجموعہ کو ''طلوعِ فجر وغیوبِ شفق کی فقہی وفلکی تحقیق'' کے عنوان سے شائع کیا جارہا ہے۔

اللہ تعالیٰ حق وصواب کو سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

محمد رضوان خان

13 / رجب المرجب / 1445 ہجری۔ بمطابق 25 / جنوری / 2024ء، بروز جمعرات

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طلوعِ فجر وغیوبِ شفق کی فقہی وفلکی تحقیق

(مقدمہ)

موصول شدہ خط

حضرت مفتی صاحب حفظکم اللہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے مزاجِ گرامی بخیر وعافیت ہوں گے۔

آپ کی کتابیں بہت شوق سے مطالعہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔

تحقیق ومسائل کی کتابوں میں جلد نمبر۲ میں صبح صادق وکاذب کے موضوع پر مقالہ کا مطالعہ کیا۔

حضرت بندہ کا رجحان تو ۱۵ درجہ پر صبح صادق کا ہے، جس کی وجہ ایک کتاب ہے، وہ آپ کی خدمت میں ارسال کررہا ہوں، امید ہے مطالعہ فرمائیں گے۔

اللہ آپ کی عمر میں برکت نصیب فرمائے، اور آپ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم دائم رکھے۔ آمین۔

دعاؤں کی درخواست ہے۔

والسلام۔

مولانا سید محمد شعیب بخاری

مدرسہ عبداللہ بن مسعود، نزد چشمہ جات، کوہاٹ، کے۔ پی۔ کے۔

Idara Ghufran

موصول شدہ دوسرا خط

حضرت مفتی محمد رضوان صاحب زید قدرہٗ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خداوندِ کریم سے امید ہے کہ آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔

۱۲ نومبر ۲۰۲۲ء کو ایک خط مع ایک عدد کتاب بنام ''صبح صادق اور عشاء کا صحیح وقت'' مؤلف مولانا..............صاحب، بذریعہ ڈاک روانہ کیا تھا، معلوم نہیں آپ کو کتاب موصول ہوئی، یا نہیں، اس لئے آج ۳۰ دسمبر ۲۰۲۲ء کو دوبارہ خط لکھ رہا ہوں، اور ارادہ ہے کہ کل بتاریخ ۳۱ دسمبر کو کتاب کے ساتھ خط روانہ کردوں۔

مفتی صاحب! آپ کی کتابیں بڑے شوق سے زیرِ مطالعہ رہتی ہیں۔

علمی وتحقیقی رسائل جلد نمبر ۲ میں مضمون ''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' کا مطالعہ کیا، تو اس بارے میں چند گذارشات ہیں۔

(1)...... ہمارے اکثر علمائے کرام ومفتیانِ عظام، جس جامعہ کے فاضل ہوں، تو بعض مسائل میں اپنے استادوں کی تحقیق کے مطابق ہی چلتے ہیں، جانبِ مخالف کی طرف نہ تو توجہ دیتے ہیں، اور نہ ہی تحقیق کرتے ہیں۔

دارالعلوم کراچی کے اکابرین کا فتویٰ صبح صادق کے بارے میں 18 درجے کا ہے۔

آپ سے گذارش ہے کہ آپ ایک محقق آدمی ہیں، لہٰذا صرف اٹھارہ 18 درجے کو ہی صبح صادق ثابت کرنے کی بجائے، 15 درجے والی بات پر بھی کچھ تحقیق کیجئے۔

(2)......اس سلسلے میں یہ کتاب جو میں ارسال کررہا ہوں، براہِ کرم اس کا مطالعہ کیجیے۔

(3)......خصوصاً کتاب کے صفحہ نمبر 21 پر تحقیقی بات ''فلکیات کی اصطلاح'' کا ضرور مطالعہ کیجیے، کیونکہ سارا مطالعہ ہی اصطلاح کو نہ سمجھنے سے ہوتا ہے۔

(4)...... باقی آپ کو سمجھانے کی کوشش کرنا ''سورج کو چراغ دکھانے'' کے مترادف ہے، مجھ

جیسے طالبِ علم کے لئے گنجائش نہیں ہے۔

(5)......اس دفعہ جوابی لفافہ بھی ارسال کررہا ہوں، اگر آپ اس موضوع کا مزید مطالعہ کر رہے ہیں، یا اس کتاب کا مطالعہ کرچکے ہیں، یا کرنے کا ارادہ ہے، تو براہِ کرم مجھے مطلع فرمائیے، تاکہ مجھ کو تسلی ہو۔

(6)......اللہ آپ کی عمر و علم میں برکت نصیب فرمائے۔

اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ والسلام۔

مولانا سید محمد شعیب بخاری

خادم: مدرسہ عبداللہ بن مسعود، کوہاٹ شہر

گذارش:......اگر آپ اس سلسلے میں (منسلکہ رسالہ کے مصنف) مولانا......صاحب سے خط وکتابت کرنا چاہیں، تو کتاب کے شروع میں، ان کا پتہ موجود ہے۔

مذکورہ خطوط کا مجمل جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی و محترمی مولانا سید محمد شعیب بخاری صاحب! زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب کے کچھ عرصہ قبل وقفہ سے پے درپے دو خطوط موصول ہوئے۔

پہلے خط کے ساتھ جوابی لفافہ نہیں تھا، اس لئے خیال تھا کہ منسلکہ رسالہ پر ہی کچھ معروضات وقت ملنے پر نام کے اظہار کے بغیر ماہنامہ ''التبلیغ'' یا کسی مستقل مضمون میں تحریر کردوں، جس کے لئے منسلکہ کتاب بندہ کے سامنے رکھی ہوئی ہے، اور اس سلسلہ میں کچھ حوالہ جات بھی جمع شدہ ہیں، لیکن پہلے سے موجود کام کی کثرت کے باعث اس کی نوبت نہیں آسکی۔

جس کے بعد جناب کا دوسرا خط موصول ہوا۔

بندہ سرِ دست نہایت مصروفیت کے باعث مفصل عرض کرنے سے معذرت خواہ ہے، جب

تک پہلے کاموں کا بوجھ ہلکا نہ ہو جائے۔

تاہم منسلکہ رسالہ پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد اس سے توافق محسوس نہ ہوا، اور بندہ کو اپنی سابقہ تحقیقات پر ہی شرح صدر باقی و قائم رہا۔

اٹھارہ 18 درجہ پر صبح صادق کو کسی خاص ادارہ کی تحقیق قرار دینا خلافِ واقعہ محسوس ہوا۔

یہ تحقیق ہر دور کے جمہور امت کی رہی ہے اور اب بھی ہے، اور تعامل بھی اسی کے مطابق ہے۔

بندہ کے سامنے متقدمین کے ایسے حوالہ جات موجود ہیں، جن میں کاذب کے بجائے صادق، یا فجر کے اٹھارہ 18 درجہ پر طلوع ہونے کی تصریح ہے، اور اٹھارہ 18 درجہ پر طلوعِ کاذب کا قول تسامح پر مبنی معلوم ہوا۔

منسلکہ رسالہ کے صفحہ نمبر 137 پر بندہ کی طرف نسبت کر کے مکمل عبارت کا ذکر کیے بغیر جو ''اضحوکہ'' لکھا گیا ہے، اس پر پورے رسالہ کے ''اضحوکات'' ہونے پر کلام کی گنجائش ہے۔ اٹھارہ 18 درجہ پر طلوعِ کاذب کہنے والوں کے قول پر بندہ کے موقف کے مقابلہ میں بدرجہ اولیٰ ''اضحوکہ'' لازم آتا ہے، کیونکہ کاذب، افق سے فاصلہ پر اور دور ہوتی ہے، اور صادق ''افق'' پر ہوتی ہے، اور ابتداء میں بہت ہلکی ہوتی ہے، تو ابتدائے طلوعِ صادق کے موقع پر اگر کاذب افق سے اوپر اور فاصلہ پر ہو، تو اس میں کونسے ''اضحوکہ'' والی بات ہے، جیسا کہ ابتدائے طلوعِ صادق کے بعد و انتہائے غروبِ شفق قبل ستارے نظر آتے ہیں، بندہ کی طرف کیونکہ منسلکہ مضمون نگار نے ''اس اضحوکہ و تمسخر کی طرف نسبت کرتے، اور مضمون لکھتے وقت'' رابطہ نہیں کیا تھا، اس لئے بندہ کو ان سے رابطہ کی ضرورت نہیں، البتہ ''اضحوکہ'' کا جواب دلیل کے ساتھ ''ثبوتِ اضحوکہ'' سے دینا، بندہ کا حق ہے، جو موقع آنے پر ان شاء اللہ مدلل انداز میں دیا جائے گا۔

والسلام۔ محمد رضوان خان

۲۰ رجب المرجب ۱۴۴۴ ہجری۔ ادارہ غفران، راولپنڈی

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مذکورہ خطوط کا مفصل جواب

مکرمی: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گذشتہ دنوں پے درپے مصروفیات کی وجہ سے آپ کے خط کا تفصیلی جواب تحریر نہیں کرسکا تھا، البتہ اجمالاً آنجناب کو اپنے رجحان اور مصروفیت سے آگاہ کردیا تھا۔

اب درمیان میں کچھ وقت نکال کر جناب کے خط، اور منسلکہ رسالہ کا قدرے تفصیل سے جائزہ لینے کا موقع میسر آیا، تو خیال ہوا کہ مزید انتظار کرانے کے بجائے، کچھ اختصار کے ساتھ لکھ دینا مناسب ہے، اگر ضرورت لاحق ہوئی اور موقع میسر آیا، تو مزید تفصیل بھی ان شاء اللہ کسی مناسب وقت پر تحریر کردی جائے گی، اگرچہ بندہ کے دو تفصیلی رسائل اس موضوع پر طبع ہوچکے ہیں، جن میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث شائع ہوئی ہے، جس کے ضمن میں منسلکہ رسالہ میں ذکر کیے گئے مستدلات پر بھی باحوالہ کلام ہے۔

لیکن افسوس کہ آج کے دور میں بہت سے علماء یکسوئی اور گہرائی کے ساتھ تفصیلی وتحقیقی کتب کے مطالعہ سے دلچسپی نہیں رکھتے۔

بندہ نے منسلکہ رسالہ کو ملاحظہ کیا، لیکن اس رسالہ کے مندرجات ومستدلات سے اتفاق نہیں ہوسکا، اور اس رسالہ میں ذکرشدہ متعدد امور، اختلاط والتباس پر مبنی معلوم ہوئے۔

اس رسالہ میں مؤلف موصوف نے صبح صادق کے پندرہ درجہ پر طلوع ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اور ہر طرح کی رطب ویابس باتوں کو دلائل سمجھ کر تحریر کردیا ہے، اور جو اس موقف کے برعکس دلائل تھے، ان میں بے جا، اور دور دراز کی تاویلات کا سہارا حاصل کیا ہے۔

موصوف نے اس مسئلہ میں جمہور متقدمین ومتاخرین کی تصریحات کو یکسر نظر انداز کردیا، اور ان کو صحیح طرح ملاحظہ کیے، اور سمجھے بغیر ہی ایسی تاویلات وتوجیہات لکھ دی ہیں، جو جمہور متقدمین ومتاخرین کے موقف، اور ان کے دلائل کے خلاف ہیں۔

www.idaraghufran.org

موصوف نے جو پندرہ درجہ پر صبح صادق کو صحیح قرار دینے کا دعویٰ کیا ہے، اسلام کی ابتدائی صدیوں میں اس قول کا کوئی وجود نہیں تھا، جب اٹھارہ 18 درجہ پر طلوعِ صادق کا مسلم ائمہ فن نے حکم لگا دیا تھا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ پندرہ درجہ پر طلوعِ صبح صادق کا دعویٰ بھی اٹھارہ 18 درجہ پر صبح صادق ہونے کے موقف سے ہی تسامح پر مبنی ہو کر ماخوذ ہے، کیونکہ اٹھارہ 18 درجہ پر طلوعِ فجر کی جو عبارات تھیں، وہ صبح صادق کے لئے تھیں، جن کو صبح کاذب کے لئے گمان کر لیا گیا، اور پھر بعض حضرات کی طرف سے اس میں دسویں صدی کے بعد تحریر کی گئی شیخ خلیل کاملی (المتوفیٰ: 1207 ہجری) کی ایک عبارت کے ذریعہ تین درجات کو ایک اصول کے طور پر شامل کر کے پندرہ درجہ پر صبح صادق ہونے کا حکم لگا دیا گیا۔

ہم پندرہ درجہ پر صبح صادق کے مدعی حضرات سے التماس کرتے ہیں کہ وہ اسلام کی ابتدائی صدیوں کے کسی محقق کے بیان کردہ ایسے موقف کا حوالہ پیش کریں کہ جس میں صبح کاذب کے اٹھارہ 18 درجہ پر ہونے، اور صبح صادق کے پندرہ درجہ پر ہونے، اور صبح کاذب وصادق کے درمیان تین درجات کا تفاوت ہونے کا ذکر ہو۔ جہاں تک بعض متاخرین کی عبارات کا تعلق ہے، تو وہ خود تسامح پر مبنی اور متقدمین کی تصریحات کے برخلاف ہیں، چہ جائیکہ ان کو حجت قرار دیا جائے۔

اور ہم بحمد اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں جمہور متقدمین ومتاخرین کے اٹھارہ 18 درجہ پر صبح صادق کے موقف کو صدیوں تک مسلسل رصد گاہوں سے مشاہدات پر مبنی، اور نہایت مضبوط ومنقح اور مدلل سمجھتے ہیں، اور اس سے انحراف کی کوئی معقول وجہ کو نہیں پاتے، اور اس کے برخلاف دیگر اقوال کو مرجوح سمجھتے ہیں، بالخصوص پندرہ درجہ پر طلوعِ فجر کے قول کو نہایت اضعف اور تسامح وخطاء پر مبنی پاتے ہیں۔

جناب نے جو دوسرے خط میں چند مندرجات ذکر کئے ہیں، مناسب معلوم ہوا کہ پہلے بالترتیب ان پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈال دی جائے، جس کے بعد ''ان شاء اللہ تعالیٰ'' منسلکہ رسالہ پر اپنی ترتیب سے مختلف فصول کے ضمن میں کلام کیا جائے گا۔

جناب نے پہلے نمبر میں جو شکوہ ظاہر کیا ہے، تو اس سے اصولی طور پر بندہ صد فی صد متفق

ہے، واقعی آج کل یہی صورتِ حال ہے کہ ہر شخص نے اپنے اپنے مادرِ علمی، بلکہ اپنے اپنے شیخ، اور اپنی اپنی جماعت کو معصوم کے درجہ میں رکھ کر اس کو ایک بت کی حیثیت دے دی ہے، جس کی بندہ کو آپ سے زیادہ شکایت ہے، اور اس کی تردید پر بندہ کے پے در پے مختلف مضامین، اور کتب ورسائل بھی موجود ہیں۔

الحمد للہ تعالیٰ بندہ کو جب سے اللہ تعالیٰ نے تعصب وتحزب کے مرض کو سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائی، اس وقت سے ہی اس سے توبہ کی، اور اس سے پہلے جو علمی ومذہبی مضامین اس بنیاد، یا اس عنصر کی آمیزش کے ساتھ شائع ہوئے تھے، ان کی اصلاح کا بھی اہتمام شروع کیا۔

اسی لئے بندہ کی طرف سے اس مسئلہ کی تحقیق کی بنیاد بھی دارالعلوم کراچی، یا کسی دوسرے ادارہ کی تحقیق پر مبنی نہیں، وہ الگ بات ہے کہ جب کسی ادارہ کی طرف سے کسی موقف کی تائید وغیرہ ہوتی ہو، تو اس کو بطورِ تائید پیش کرنا، تحقیقی شعبہ میں قابلِ مذمت فعل نہیں۔

رہا جناب کا یہ فرمانا کہ:

"صرف اٹھارہ 18 درجے کو ہی صبح صادق ثابت کرنے کی بجائے، ۱۵ درجے والی بات پر بھی کچھ تحقیق کیجئے"

تو بندہ نے پہلے بھی صرف اٹھارہ 18 درجہ پر ہی تحقیق نہیں کی تھی، بلکہ اس مسئلہ میں دوسرے اقوال پر بھی تحقیق، اور کلام کیا تھا، لیکن تحقیق کا مقصد، یا حاصل یہ نہیں ہوا کرتا کہ ہر رطب ویابس اور قوی، وضعیف قول کو ایک ہی درجہ میں رکھا جائے، بلکہ تحقیق کی رو سے، جس قول کا جو درجہ ظاہر ومعلوم ہوتا ہے، اس کا اظہار کرنا بھی تحقیق کا حصہ ہوتا ہے، اسی کے مطابق پہلے بندہ کے اس موضوع پر بعض مضامین شائع ہو چکے ہیں، جن کو بنظرِ انصاف ملاحظہ کرنے والے پر یہ بات مخفی رہنا مشکل ہے۔

پندرہ درجہ پر صبح صادق وشفقِ معترض کا قول علمی اعتبار سے تسامح پر مبنی ہے، اور ماضی قریب کے دور میں جمہور کے مقابلہ میں عملی اعتبار سے اس کو صرف مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ نے اپنایا، ان کے بعد پندرہ درجہ پر صبح صادق کے قول میں جمہور کے مقابلہ میں

صرف چند حضرات نے ہی ان ہی کی اتباع کی ہے، جمہور نے اس سے اختلاف کیا ہے۔

اس کے بعد جناب نے جو دوسرے نمبر میں ارسال کردہ رسالہ کے مطالعہ کرنے کی تجویز پیش کی ہے، **الحمد للّٰہ تعالیٰ** اس پر عمل ہو چکا ہے۔

اس کے بعد جناب نے جو تیسرے نمبر میں منسلکہ رسالہ کے صفحہ نمبر 21 پر تحقیقی بات ''فلکیات کی اصطلاح'' کا مطالعہ کرنے کی خصوصی تجویز دی ہے، تو اس کا بھی **الحمد للہ تعالیٰ** خصوصیت سے مطالعہ کیا جا چکا ہے، اور مطالعہ کے بعد منسلکہ رسالہ کی خصوصیت کے ساتھ یہی بحث سب سے زیادہ کمزور نظر آئی، جس سے واضح ہوا کہ رسالہ کے مؤلف دراصل خود ہی اصطلاح کو سمجھنے سے قاصر رہے، جس کی بناء پر ان کی اس تالیف کی بنیاد ہی کمزور ہوگئی، اور اس بنیاد پر جو عمارت قائم کی، اس کی حیثیت بھی اسی نوعیت کی ہو کر رہ گئی۔

چوتھے نمبر میں آپ نے بندہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، وہ آپ کا حسنِ ظن، اور آپ کی تواضع ہے، جس پر آپ عنداللہ تعالیٰ ماجور ہیں، اللہ تعالیٰ بندہ کو اس قابلیت کی توفیق عطاء فرمائے۔

نمبر پانچ کے متعلق بندہ پہلے ہی تحریری جواب ارسال کر چکا تھا۔

نمبر چھ میں جناب نے جو دعاء دی ہے اللہ تعالیٰ جناب کو اس کی جزائے خیر عطاء فرمائے، اور جناب کو بھی ان نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

اس کے بعد عرض ہے کہ منسلکہ رسالہ نگار نے جمہور متقدمین ومتاخرین کے برخلاف جو اٹھارہ 18 درجہ پر صبح صادق کے بجائے، صبح کاذب کا دعویٰ کیا ہے، اور اس کے تین درجات کے بعد پندرہ درجہ پر صبح صادق کے طلوع کا دعویٰ کیا ہے، اور اسی طرح غروب کے بعد پندرہ درجہ پر امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور بارہ درجہ پر دوسرے فقہاء کے نزدیک مغرب کا وقت ختم ہونے اور عشاء کا وقت شروع ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

یہ اتنا سادہ اور چھوٹا دعویٰ نہیں، جس کو یوں ہی نظر انداز کر دیا جائے، بلکہ اس دعوے کی بنیاد پر روزہ، اور کئی نمازوں کے اوقات کی ابتداء وانتہاء، اور ان کی ادائیگی میں غیر معمولی وقت کا

فرق پڑ جاتا ہے، اور بعض صورتوں میں نماز، روزہ کی ادائیگی درست نہیں کہلاتی، اور نماز، وروزہ جیسا فریضہ ذمہ میں باقی رہ جاتا ہے، یا سخت گناہ گار ہونا لازم آتا ہے، اور ایام کے طویل اور زمین کے عرض البلد زیادہ ہونے کی صورت میں اوقات کا یہ تفاوت بہت زیادہ ہوجاتا ہے، بلکہ بعض غیر معتدل علاقوں، یا زمانوں میں بعض نمازوں کے اوقات پائے جانے، نہ پائے جانے کا قضیہ بھی وجود میں آتا ہے۔

اور اس قسم کے اجتماعی مسائل میں جمہورامت کے برخلاف روِش اختیار کرنے کے نتیجہ میں انتشار الگ پیدا ہوتا ہے، جو عوام کے لئے سخت ذہنی ودینی تشویش کا باعث بنتا ہے، بعض اوقات اس کی وجہ سے عوام میں غیر معمولی انتشار پیدا ہوجاتا ہے، جس کی قرآن وسنت میں سخت مذمت بیان کی گئی ہے، بالخصوص جب جمہورامت کسی حکم پر اجتماعیت کے ساتھ عمل پیرا ہوں، اور وہ حکم امت میں تواتر سے جاری ہو، اور شرعی اصول وقواعد کے مطابق ہو، تو اس متواتر عمل کو غلط ٹھہرانا، شدید اضطراب وبے چینی کا باعث ہوتا ہے۔

ہمارے یہاں ایک عرصہ قبل ماہِ رمضان میں اس قدر تشویش پیدا ہوئی، جب کچھ لوگوں کی طرف سے 15 درجہ کے مطابق جمہور سے الگ تھلگ راستہ اختیار کر کے سحری بند اور روزہ شروع ہونے کے کم ازکم پندرہ منٹ بعد اذان دینے کا سلسلہ شروع کیا گیا، جس کے بعد اس مسئلہ پر کچھ تحقیقی، اور کچھ اجتماعی محنت ہوئی، تو یہ شورش ختم ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (سورة البقرة، رقم الآية ۱۹۱)

ترجمہ: اور فتنہ قتل سے زیادہ شدید ہے (سورہ بقرہ)

اور سورہ بقرہ میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (سورة البقرة، رقم الآية ۲۱۷)

ترجمہ: اور فتنہ قتل سے زیادہ بڑا ہے (سورہ بقرہ)

(فصل نمبر 1)

صبح کاذب اور فقہی وفلکی اصطلاح

مسلکہ رسالہ کے مؤلف شروع میں ہی ''بنیادی باتیں'' کا عنوان قائم کرکے پہلی بات لکھتے ہیں کہ:

مشاہدہ کرنا: سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ہم مشترکہ مشاہدات شروع کریں (صبح صادق اور عشاء کا صحیح وقت، حقیقت میں پندرہ درجے کے مطابق ہے، صفحہ نمبر ۲۰، مطبوعہ: مدرسہ تعلیم الاسلام، چارسدہ، اشاعتِ اول ۱۴۳۹ھ)

لیکن مؤلف نے یہ تحریر نہیں کیا کہ مشاہدہ کس چیز کا کریں، آیا صبح صادق وکاذب کا، یا شفقِ صادق وکاذب کا، اور کس طرح سے مشاہدہ کریں، اور کس مقام سے مشاہدہ کریں؟ اور صادق کس صفت وکیفیت کی ہوتی ہے، اور کاذب کس صفت ونوعیت کی ہوتی ہے؟ اور یہ بھی تحریر کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ صادق کا مشاہدہ ہونا، اس کاذب کے مشاہدہ پر موقوف ہے، جس پر شریعت کا کوئی حکم ہی وابستہ نہیں، یا محض صادق کا مشاہدہ کرنا، مقصود کے حصول کے لئے کافی ہے، جس پر شرعی احکام کا مدار ہے؟

اور ہم سمجھتے ہیں کہ مؤلفِ رسالہ پورے رسالہ میں صبح صادق کی نہ تو صحیح فقہی وشرعی حقیقت وصفت بیان کرسکے، نہ ہی اس کی صحیح فلکی وفنی حقیقت کو سمجھنے اور سمجھانے پر کامیابی حاصل کرسکے، بلکہ اس میں مختلف جہات سے خلطِ مبحث کا شکار ہوئے، اس لئے ان کے اس بیان کردہ نوعیت پر مشتمل کسی مشاہدہ سے صادق کا، کاذب سے امتیاز ہی ممکن نہیں۔

اور ہم صبح صادق وکاذب کی حقیقت کو سمجھنے کا آسان طریقہ بتلاتے ہیں کہ جس جگہ مشاہدہ کی شرائط پائی جائیں، اور موانعات منتفی ہوں، اس جگہ غروبِ شمس کے بعد مغربی جہت میں شفقِ ابیض معترض کے غروب، اور مستطیل کے غروب کا مشاہدہ کرلیں، جو درجہ ان کے

غروب کا ہوگا، وہی درجہ رات کے آخر میں کاذب وصادق کے طلوع کا ہوگا، کیونکہ دونوں کا فلکی قاعدہ ایک ہی ہے۔

اس سے جہاں ایک طرف صبح صادق وکاذب کے درجات کی تعیین سہل ہوگی، اسی کے ساتھ ایک عرصہ سے اٹھارہ 18 درجہ پر کاذب، کاذب کی رٹ لگانے والوں کے دعوے کی حقیقت بھی کھل کر سامنے آجائے گی۔

لیکن یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ دن ورات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں، جو عورت، مرد، مسافر وغیر مسافر کو پڑھنا ضروری ہوتا ہے۔

اور یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ گذشتہ کچھ دہائیوں سے، جب سے مشینی دور شروع ہوا، ہر مقام پر ایندھن والی گاڑیاں، اور فضاء میں اڑتے جہازوں کی بہتات، اور مصنوعی روشنیوں کی فراوانی، اور موسم میں بے اعتدالی وغیرہ کے سبب سے، جس برق رفتاری کے ساتھ، فضاء میں فضائی آلودگی پیدا ہوئی ہے، ان حالات میں ہر کس وناکس کو طلوعِ صبح صادق کے ابتدائی، اور غروبِ شفقِ احمر، وابیض کے انتہائی لمحہ کے مشاہدات کا شوشہ چھیڑنا کسی طرح بھی معقول طریقہ نہیں ہوگا، جبکہ یہ سب کو معلوم ہے کہ نہ تو ہر کس وناکس کو صبح صادق وکاذب کی حقیقت اور اس کی کیفیت سے واقفیت حاصل ہے، اور نہ ہی دوسری نمازوں کے اوقات کا زندگی میں مشاہدہ کرنے کی ضرورت سمجھی جاتی، بلکہ اس فن کے معتبر وثقہ اصحابِ علم کی طرف سے اوقات کی تخریج کر کے جو جنتریاں بنادی گئی ہیں، ان کے مطابق عمل کا معمول ہے، اور دوسری نمازوں کے اوقات کی تخریج جن حضرات کی طرف سے کی گئی ہے، ان ہی کی طرف سے فجر اور عشاء کے نمازوں کے اوقات کی بھی تخریج کی گئی ہے، اور طلوعِ فجر وغروبِ شفق کے لئے جو اٹھارہ 18 درجہ کی تخریج کی گئی ہے، وہ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں قائم کی گئی ایسی رصدگاہوں کے ذریعہ سے سالہا سال، بلکہ صدیوں کے مضبوط ترین اور مستحکم نظام کے تحت کی گئی ہے، جس کے مطابق موجودہ زمانہ میں مشاہدات ومراصدات کا ہونا آسان

نہیں، اوراس کے درست نہ ہونے پر جن حضرات وافراد کی طرف سے مختلف دلائل پیش کیے جاتے ہیں، ان کی حیثیت شبہات واعتراضات سے زیادہ نہیں، مزید براں وہ امت میں تشویش واضطراب پیدا کرنے کا بھی باعث ہیں۔

پھر بھی اگر کسی کو جمہور متقدمین کی تحقیق، اور جمہور مسلمین کے تعامل پر اطمینان نہ ہو، تو وہ اپنے لئے جتنے چاہے، مشاہدات ومراصدات کرے، لیکن اس کو یہ حق نہیں کہ جمہور مسلمین اصول وقواعد کے مطابق، جس کے وہ مکلّف ہیں، اوران کواس کے مطابق عمل کرنا جائز ہے، ان کی نماز، روزہ کے معاملہ میں خلل وتشویش پیدا کرے۔

علامہ ابنِ عابدین شامی ''ردُ المحتار'' میں فرماتے ہیں:

فینبغی الاعتماد فی أوقات الصلاۃ وفی القبلۃ، علی ما ذکرہ العلماء الثقات فی کتب المواقیت، وعلی ما وضعوہ لها من الآلات کالربع والأسطرلاب فإنها إن لم تفد الیقین تفد غلبۃ الظن للعالم بها، وغلبۃ الظن کافیۃ فی ذلک (رد المحتار علی الدر المختار، ج ۱،ص ۴۳۱، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ)

ترجمہ: پس نماز کے اوقات، اور قبلہ کی جہت کے سلسلہ میں، ان چیزوں پر اعتماد کرنا جائز ہے، جن کا علمائے ثقات نے کتبِ مواقیت میں ذکر کیا ہے، اور جو اصول انہوں نے ربع اور اسطرلاب وغیرہ آلات کی صورتوں میں وضع کئے ہیں، کیونکہ یہ اگرچہ یقین کا فائدہ نہ دیں، لیکن، ان کو جاننے والے کے لئے غلبۂ ظن کا فائدہ ضرور دیتے ہیں، اوراس سلسلہ میں غلبۂ ظن کافی ہے (ردالمحتار)

اس طرح کی اور بھی عبارات ہیں۔

اس کے بعد صفحہ نمبر 21 کا جو جناب نے خصوصیت سے مطالعہ کرنے کا حوالہ دیا ہے، اس کی حقیقت ملاحظہ کرلی جائے۔

کاذب کے متعلق تسامحات ومغالطات پر مبنی موقف

مسلکہ رسالہ کے مؤلف تحریر فرماتے ہیں کہ:

فلکیات کی اصطلاح:......(مطلق صبح سے صبح کاذب مراد ہے) یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ فلکیات کا علم ایک دنیاوی علم ہے، اور جس طرح ہر علم وفن کی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں، اسی طرح فنِ فلکیات کی بھی اپنی اصطلاحات ہیں، جب تک یہ فن مسلمانوں کے ہاتھ میں نہیں آیا تھا، تو اس وقت تک لوگ صبح کی اس تقسیم سے ناواقف تھے کہ ایک صبح کاذب ہے، اور ایک صبح صادق ہے، بلکہ جس وقت سورج کی وہ روشنی جو رات کے اخیر میں افق سے معمولی سی اوپر آسمان کی طرف لمبائی میں اٹھی ہوئی نمودار ہوتی ہے، تو لوگ اسے دن کی ابتداء سمجھتے تھے، کیونکہ یہ روشنی ختم نہیں ہوتی، بلکہ نیچے کی طرف آہستہ آہستہ گھٹتے گھٹتے ختم ہونے کے قریب ہو کر اچانک نیچے کی طرف سے تھوڑی زیادہ روشن ہو کر آسمان کے کناروں پر پھیلتی ہے، اور پھر اس کے اثرات سے زمین بھی روشن ہو جاتی ہے۔

پس یہ روشنی دن کی ابتداء سمجھی جاتی تھی، اور اس کو لوگ صبح کہتے تھے۔

فلکیات کے اہلِ فن نے اس صبح کے نمودار ہونے کا اندازہ لگایا، تو معلوم ہوا کہ یہ 18 درجہ پر نمودار ہوتی ہے۔

چونکہ کاذب اور صادق کی اصطلاح سے اس وقت دنیا، ناواقف تھی، لہٰذا لفظِ ''صبح'' کے ساتھ ''کاذب'' یا ''صادق'' جیسا کوئی دوسرا لقب نہیں تھا۔

جب اللہ کا فضل ہوا، اور اسلام دنیا میں آیا، تو اسلام نے شرعی احکام کے اعتبار سے اس صبح کا اعتبار نہیں کیا، اور اسے دن کے بجائے رات کا حصہ قرار دیا۔

اور یہ روشنی جب ختم ہونے کے قریب ہو کر دوسری روشنی میں تبدیل ہوتی

ہے، اسلام نے اس دوسری روشنی کو دن کی ابتداء قرار دیا، اور وہ پہلی روشنی جس کو عام لوگ صبح سمجھتے تھے، اس کو رات کا حصہ قرار دیا، لہٰذا اس کے بعد دو صبح ہوگئیں، ایک وہ صبح جو پہلے سے معروف تھی، اور اسلام سے پہلے اہلِ فن کے تجربات کے مطابق 18 درجہ پر نمودار ہوتی تھی، وہ صبح، اسلام میں ''صبح کاذب'' کے نام سے مشہور ہوئی، اور اس کے بعد دوسری روشنی جو افق پر عرضاً پھیلنے والی ہوتی ہے، اسلام نے اسے دن کی ابتداء قرار دے کر اسے صبح صادق کا نام دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ فلکیات میں جو مطلق صبح کا لفظ ہے، وہ حقیقت میں صبح کاذب ہے۔

لیکن فلکیات والوں نے اس کے ساتھ کاذب کا لقب اس لئے نہیں لگایا کہ کاذب اور صادق کے القاب، اسلامی اور شرعی القاب ہیں، اسلام سے پہلے ان القاب کا وجود نہیں تھا، اس اصطلاح کو مسلمان ماہرین بھی استعمال کرتے ہیں کہ صبح کا لفظ مطلق استعمال کرتے ہیں، اور اس کے لئے 18 درجے بتاتے ہیں، لیکن مسلمان ماہرین کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ یہ صبح کاذب ہے، بعض مسلمان ماہرین کبھی کبھی اس کے ساتھ کاذب کی قید لگاتے ہیں، لیکن اکثر حضرات کے ذہن میں اس قید کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ ان کے یہاں یہ طے ہے کہ 18 درجہ پر جو صبح نمودار ہوتی ہے، وہ صبح کاذب ہے، چاہے، اس کے ساتھ کاذب کی قید ہو، یا نہ ہو۔

دارالعلوم کراچی کے مولانا حسین احمد صاحب نے اپنی تحریر میں، صفحہ ۷، ۸ پر بارہ فلکیین کی عبارات نقل فرمائی ہیں، ان سب عبارات میں جس صبح کا ذکر ہے، اس کے ساتھ صادق کا لفظ نہیں ہے، بلکہ مطلق صبح کا لفظ ہے، اور مطلق صبح سے کاذب مراد ہوا کرتی ہے، جیسا کہ اس کی وجہ ابھی اوپر کی عبارت میں ذکر ہوئی، لہٰذا، ان بارہ فلکیین کی عبارات میں صبح سے صبح کاذب مراد ہے، جو 18 درجے پر ہے۔

پس ایک بنیادی بات یہی ہے کہ فلکیین کے ہاں صبح کا وقت وہ ہوتا ہے، جو اسلام میں صبح کاذب کا وقت ہے، لیکن ہمارے بھائی اس صبح کو صبح صادق سمجھتے ہیں۔

پس یہ بات ذہن میں ہونی چاہیے کہ فلکیات کی کسی بھی کتاب میں جب مطلق صبح کے لئے 18 درجے ذکر کئے جائیں، تو اس صبح سے مراد صبح کاذب ہوگی، اور اس کے لئے 18 درجے مقرر ہیں، یہ ایسی آسان بات ہے کہ ہر شخص اسے سمجھ سکتا ہے۔

اب ہم اس پر بطور مزید ثبوت کے چند ماہرینِ فلکیات کی ایسی عبارات ذکر کرتے ہیں، جن میں تصریح ہے کہ فلکیات میں جس صبح کے لئے 18 درجے بتائے جاتے ہیں، اس سے مراد صبح کاذب ہے (صبح صادق اور عشاء کا صحیح وقت، حقیقت میں ۱۵ درجے کے مطابق ہے، صفحہ نمبر ۲۱، و۲۲، مطبوعہ: مدرسہ تعلیم الاسلام، چارسدہ، اشاعتِ اول ۱۴۳۹ھ)

تبصرہ: ہم نے مؤلفِ رسالہ کے اس موقع پر تحریر کئے گئے مکمل مدعیٰ کو لفظ بلفظ نقل کر دیا، تاکہ ان کی بات کو سمجھنے اور نقل کرنے میں کوئی خلطِ مبحث لازم نہ آئے۔

لیکن ہم سبحان اللہ! پڑھ کر افسوس کے ساتھ یہ بات کہنے پر مجبور ہیں کہ مذکورہ رسالہ کے اس اہم تمہیدی بیان سے ہی واضح ہوگیا کہ مؤلفِ رسالہ اس فن کے مبادیات سے بھی واقفیت نہیں رکھتے۔

ہم اس موضوع کے اہم نکات کو تو ان شاء اللہ تعالیٰ آگے الگ الگ فصول میں بیان کریں گے، یہاں مؤلف کے مذکورہ بیان پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالتے ہیں۔

(1)...... پہلے تو مؤلفِ رسالہ نے لکھا کہ:

”فلکیات کا علم ایک دنیاوی علم ہے“

تبصرہ: مؤلفِ رسالہ بحث تو ایسے مسئلہ پر کر رہے ہیں، جس سے وقتِ نمازِ مغرب، اور وقتِ نمازِ عشاء، و تہجد کی انتہاء، اور وقتِ نمازِ عشاء کی ابتداء کا تعلق ہے، اور اسی فنِ

فلکیات کے اعتبار سے اپنے رسالہ کا نام انہوں نے جو تجویز کیا ہے وہ یہ ہے:

’’صبح صادق اور عشاء کا صحیح وقت، حقیقت میں 15 درجے کے مطابق ہے‘‘

تبصرہ: موصوف نے اپنے رسالہ کے تجویز کردہ اس نام میں صبح صادق، اور عشاء کا صحیح وقت کا پندرہ درجہ کے ساتھ ذکر کر کے خود ہی اس فن کے ساتھ شریعت کے تعلق کو ثابت کر دیا۔

ایسی صورت میں اس کو دنیاوی علم قرار دینا مؤلف کو کیسے مفید ہوسکتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی کئی آیات میں شمس وقمر کی حرکت کے ایک منظّم حساب ورفتار کے ساتھ چلنے، اور شمس وقمر کی منازل کو سالوں کا عدد اور وقتوں کا حساب، اور قبلہ کی جہات معلوم کرنے کا ذریعہ بنانے کا ذکر موجود ہے۔ [1]

---

[1] فصل: واعلم أن العرب كان لها اعتناء بعلوم ذكرها الناس، وكان لعقلائهم اعتناء بمكارم الأخلاق، واتصاف بمحاسن الشيم، فصححت الشريعة منها ما هو صحيح وزادت عليه، وأبطلت ما هو باطل، وبينت منافع ما ينفع من ذلک، ومضار ما يضر منه.

فمن هذه العلوم:

علم النجوم:

وما يختص بها من الاهتداء فى البر والبحر، واختلاف الأزمان باختلاف سيرها، وتعرف منازل سير النيرين، وما يتعلق بهذا المعنى، وهو معنى مقرر فى أثناء القرآن فى مواضع كثيرة، كقوله تعالى:

”وهو الذى جعل لكم النجوم لتهتدوا بها فى ظلمات البر والبحر“

وقوله: ”وبالنجم هم يهتدون“

وقوله: ”والقمر قدرناه منازل حتى عاد كالعرجون القديم، لا الشمس ينبغى لها أن تدرک القمر ولا الليل سابق النهار“

وقوله: ”هو الذى جعل الشمس ضياء والقمر نورا وقدره منازل لتعلموا عدد السنين والحساب“

وقوله: ”وجعلنا الليل والنهار آيتين فمحونا آية الليل وجعلنا آية النهار مبصرة“ الآية

وقوله: ”ولقد زينا السماء الدنيا بمصابيح وجعلناها رجوما للشياطين“

وقوله: ”يسألونک عن الأهلة قل هى مواقيت للناس والحج“

وما أشبه ذلک (الموافقات، للشاطبى، ج۲، ص۱۱۲، ۱۱۳، كتاب المقاصد، القسم الاول، النوع الثانى)

وأما قوله تعالى: والشمس والقمر حسبانا ففيه مباحث:

المبحث الأول: معناه أنه قدر حركة الشمس والقمر بحساب معين كما ذكره فى سورة يونس فى قوله: ”هو الذى جعل الشمس ضياء والقمر نورا وقدره منازل لتعلموا عدد السنين والحساب“

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نماز، روزہ کے اوقات، اور جہاتِ قبلہ وغیرہ کے اعتبار سے یہ علم نہ صرف یہ کہ باعثِ فضیلت ہے، بلکہ نماز، روزہ کے اوقات، اور قبلہ کی جہات وغیرہ معلوم کرنے کے اعتبار سے ہی فلکیات کا محمود ومطلوب علم ہے، اور بہت سے حضرات کی تصریح کے مطابق فرضِ کفایہ ہے، اور اسی جہت سے اس کا قرآن وسنت میں ذکر موجود ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال فی سورة الرحمن:"الشمس والقمر بحسبان"وتحقيق الكلام فيه أنه تعالى قدر حركة الشمس مخصوصة بمقدار من السرعة والبطء بحيث تتم الدورة فى سنة، وقدر حركة القمر بحيث يتم الدورة فى شهر، وبهذه المقادير تنتظم مصالح العالم فى الفصول الأربعة، وبسببها يحصل ما يحتاج إليه من نضج الثمار،وحصول الغلات، ولو قدرنا كونها أسرع أو أبطأ مما وقع، لاختلت هذه المصالح فهذا هو المراد من قوله:والشمس والقمر حسبانا.

المبحث الثانى :فى الحسبان قولان :الأول :وهو قول أبى الهيثم أنه جمع حساب مثل ركاب وركبان وشهاب وشهبان .والثانى :أن الحسبان مصدر كالرجحان والنقصان .وقال صاحب الكشاف :الحسبان بالضم مصدر حسب، كما أن الحسبان بالكسر مصدر حسب، ونظيره الكفران والغفران والشكران.

إذا عرفت هذا فنقول :معنى جعل الشمس والقمر حسبانا جعلهما على حساب .لأن حساب الأوقات لا يعلم إلا بدورهما وسيرهما(التفسير الكبير للرازى،ج۱۳،ص۷۸، ۷۹،سورة الأنعام)

[1] قسم الفقهاء علم النجوم إلى قسمين:

الأول :حسابى :وهو تحديد أوائل الشهور بحساب سير النجوم.

ويسمى من يمارس ذلك المنجم بالحساب .ولا خلاف بين الفقهاء فى جواز ممارسة التنجيم بهذا المعنى، وتعلم ما يعرف بمواقيت الصلاة والقبلة، بل ذهب جمهورهم إلى أن ذلك فرض كفاية . وجاء فى حاشيةابن عابدين : والحسابى حق، وقد نطق به الكتاب فى قول الحق تبارك وتعالى :(الشمس والقمر بحسبان .

وأجاز الفقهاء الاعتماد عليه فى دخول أوقات الصلاة وتحديد جهة القبلة .

وقالوا :إن حساب الأهلة، والخسوف والكسوف قطعى، فالله سبحانه وتعالى أجرى حركات الأفلاك وانتقالات الكواكب على نظام واحد دائم، وكذلك الفصول الأربعة .والعوائد إذا استمرت أفادت القطع، فينبغى الاعتماد عليه فى أوقات الصلاة ونحوها، وفى جهة القبلة (الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۱۴،ص۵۳،مادة"تنجيم" حرف التاء)

وأما علم النجوم فهو فى نفسه حسن غير مذموم، إذ هو قسمان :حسابى وإنه حق وقد نطق به الكتاب .قال تعالى : "الشمس والقمر بحسبان" -أى سيرهما بحسبان .واستدلالى بسير النجوم وحركة الأفلاك على الحوادث بقضاء الله تعالى وقدره، وهو جائز كاستدلال الطبيب بالنبض على الصحة والمرض، ولو لم يعتقد بقضاء الله تعالى أو ادعى علم الغيب بنفسه يكفر(رد المحتار على الدر المختار،ج۴،ص ۲۴۳، كتاب الجهاد،باب المرتد)

www.idaraghufran.org

اور فرضِ کفایہ کا مطلب یہی ہے کہ اگر امت کے قابلِ ذکر افراد اس سے بے اعتنائی اختیار کریں گے، تو سب گناہ گار ہوں گے۔

پھر اس علم کے ذریعہ علمائے ثقات، جو اوقاتِ صلاۃ بیان کریں، ان پر اعتماد کر کے ان پر عمل کرنا بھی جائز ہے، جیسا کہ علامہ شامی کے حوالہ سے پیچھے گذرا۔ [1]

اور اسلام کی آمد کے بعد مسلمانوں نے اسی جہت سے اس فن کی طرف توجہ کی، اور اپنی صلاحیتوں کو اس میں خرچ کر کے ایسے اصول وقواعد معلوم اور وضع کیے کہ جن سے مذکورہ ضرورت بحسن وخوبی پوری ہو سکے، جس کے مطابق مسلمانوں کا عمل تا حال جاری وساری ہے۔

اس حیثیت سے مؤلفِ رسالہ کا اس کو دنیاوی علم قرار دینا، خود ان کے مدعیٰ کے خلاف ہے۔

البتہ مؤلف کا اس دعوے سے مقصود کچھ اور ہو، جیسا کہ آگے آتا ہے، تو الگ بات ہے۔

(2)......اس کے بعد مؤلفِ رسالہ نے لکھا کہ:

”جس طرح ہر علم وفن کی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں، اسی طرح فنِ فلکیات کی بھی اپنی اصطلاحات ہیں“

تبصرہ: مؤلفِ رسالہ کے قلم سے بہت جلد وہ بات نکل ہی گئی، جس کی خاطر انہوں نے اس کو دنیاوی علم قرار دینے کا دعویٰ کیا تھا، لیکن ابھی تک مؤلف نے واضح نہیں کیا کہ اس فن کی

---

[1] فیجب تعلم ما تعلم به القبلة كالفرقدين والجدى وما يجرى مجراها فى معرفة القبلة، وظاهر كلامهم أن تعلم هذا القسم فرض عين على كل أحد، قال ابن رشد :يتعلم من أحكام النجوم ما يستدل به على القبلة وأجزاء الليل، وما مضى منه وما يهتدى به فى ظلمات البر والبحر، وتعرف مواضعها من الفلك وأوقات طلوعها وغروبها، وهو مستحب لقوله تعالى :”وهو الذى جعل لكم النجوم لتهتدوا بها فى ظلمات البر والبحر“.

(قلت:) ومقتضى القواعد أن يكون ما يعرف به منها أوقات الصلاة فرضا على الكفاية لجواز التقليد فى الأوقات قال صاحب الطراز :يجوز التقليد فى أوقات الصلاة إلا الزوال فإنه ضرورى يستغنى فيه عن التقليد؛ فلذلك لم يكن فرضا على الأعيان، ومن جهة أن معرفة الأوقات واجبة يكون ما تعرف به الأوقات فرض كفاية(كتاب الفروق،للقرافى،ج۴،ص۳۵۸، ۲۵۹،الفرق بين قاعدة ما يجب تعلمه من النجوم وبين قاعدة ما لا يجب)

www.idaraghufran.org

وہ کون کون سی اصطلاحات ہیں، جن کو وہ اس فن کی قرار دینا چاہتے ہیں؟ اور ان کو کس فن کی اصطلاحات سے الگ کرنا چاہتے ہیں؟

امید ہے کہ اس تمہید میں چھپا ہوا مقدمہ جلد ہی سامنے آ جائے۔

(3)......اس کے بعد مؤلفِ رسالہ نے لکھا کہ:

''جب تک یہ فن مسلمانوں کے ہاتھ میں نہیں آیا تھا، تو اس وقت تک لوگ صبح کی اس تقسیم سے ناواقف تھے کہ ایک صبح کاذب ہے، اور ایک صبح صادق ہے''

تبصرہ: بالآخر مؤلف کے قلم سے وہ چیز سامنے آ ہی گئی، جس کے لئے انہوں نے اس علم کو دنیاوی قرار دیا تھا، اور اس کی مخصوص اصطلاحات کا دعویٰ بھی کیا تھا، لیکن کسی دوسری اصطلاح کا ذکر چھیڑے بغیر براہِ راست ''صبح کاذب ہے، اور ایک صبح صادق ہے'' کا ذکر چھیڑنا، اس بات کے لئے کافی ہے کہ وہ خراماں خراماں جانا کس طرف چاہتے ہیں۔

لیکن مؤلف نے اس موقع پر ''صبح'' کا ذکر تو کر دیا، فجر کا ذکر نہیں کیا، اور یہ واضح نہیں کیا کہ ''فجر'' کس فن کی اصطلاح ہے، اور مطلق ''فجر'' بول کر کون سی فجر مراد ہوا کرتی ہے۔

اور مؤلف نے یہ بھی واضح نہیں کیا کہ جو مسلم فلکیین دن، رات طلوع وغروب، زوال، نمازِ ظہر اور عصر کے ساتھ فجر وشفق کا بیان کرتے ہیں، وہاں نمازِ فجر وعشاء کو ترک کر کے کاذب کو بیان کرنے کا کیا مطلب؟ اور کوئی مطلب تھا بھی، تو پھر ایسی صورت میں فجر وعشاء کے اوقات پوری کتاب میں کہاں ملیں گے؟

نیز مؤلفِ رسالہ نے یہ بھی واضح نہیں کیا کہ کیا اسلام کی آمد سے پہلے لوگ، اس بیاضِ معترض، و مستطیل کی تقسیم، اور حقیقت سے واقف نہیں تھے، یعنی ان کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ایک شمالاً، جنوباً معترض ہوتی ہے، دوسری ذنبِ سرحان کے مثل ایک طرف کو مستطیل ہوتی ہے، یا پھر صادق وکاذب کے نام کے ساتھ اس کی تقسیم سے واقف نہیں تھے؟

اور یہ بھی واضح نہیں کیا کہ یہ تقسیم کب اور کہاں سے شروع ہوئی، اور نہ ہی ''صادق وکاذب''

کے معنیٰ بتلائے، تاکہ پتہ چلتا کہ ایک کا نام ''صادق'' اور دوسری کا نام ''کاذب'' کس حقیقت سے پردہ اٹھاتا ہے؟

پھر مؤلف نے یہ بھی واضح نہیں کیا کہ اس فن کے اصل موجد کون ہیں، آیا کہ مسلم ہیں، یا غیر مسلم ہیں، اور اگر غیر مسلم ہیں، تو وہ کون ہیں؟ اور یہ فن ان غیر مسلموں سے کب مسلمانوں کے ہاتھ میں آیا، اور اسلام کی آمد کے بعد مسلمانوں کا اس فن سے تعلق صرف دنیوی حیثیت سے قائم رہا، یا دینی حیثیت سے قائم ہوا، تاکہ نماز، روزہ کے اوقات، اور جہتِ قبلہ وغیرہ کا علم ہو، اور صبح کاذب کے ساتھ کون سا شریعت کا حکم وابستہ تھا، اور کیا مسلم فلکیین نے کاذب اور صادق پر روشنی نہیں ڈالی، اور انہوں نے صبح اور فجر کے درجہ کا ذکر کس موقع پر کیا؟

مؤلفِ رسالہ کو ان باتوں سے کیا مطلب؟ اسی لئے انہوں نے نہ تو پہلے ان باتوں کی باحوالہ وضاحت کی، نہ ہی آئندہ جرأت کرسکیں گے۔

واقعہ یہ ہے کہ اسلام کی آمد سے پہلے جاہلیت کے زمانہ میں بھی لوگ ان دونوں کی حقیقت سے واقف تھے، اور زمانہ جاہلیت کے اشعار میں صبح صادق کو ہی اصل صبح سمجھا جاتا تھا، جس کا مختلف طریقوں سے ذکر ہے، چنانچہ ''ابوداؤ دایادی'' جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے بھی پہلے قدیم زمانہ جاہلیت کے شعراء میں سے ہیں، ان کے شعر میں ''صبح'' کا لفظ، صادق ہی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ [1]

اور ہم اس پر مزید ترقی کرکے کہتے ہیں کہ صبح صادق تو ایسی چیز ہے کہ اس سے نہ صرف یہ کہ عامۃُ الناس کی رسمی عادات وابستہ ہیں، بلکہ حیوانات کی بھی عادات وابستہ ہیں، جیسا کہ

---

[1] وأما الخيط الأبيض فهو الفجر الثانى سمى أبيض لانتشار البياض فى الأفق معترضا.

وقال أبو دواد الأيادى:

فلما أضاء ت لنا سدفة ...ولاح من الصبح خيط أنارا:

أراد الفجر الثانى بقوله :خيط أنارا لأنه جعله منيرا وقرنه بالسدفه وهى اختلاط الضوء والظلمه معا وأما الشفق فهو عند العرب الحمره(الزاهر فى غريب ألفاظ الشافعى للأزهرى،ص ۵۲،أبواب الصلاة)

www.idaraghufran.org

ابو ریحان البیرونی آج سے ہزاروں سال پہلے صبح صادق سے متعلق ''القانونُ المسعودی''میں یہ واضح کر چکے تھے کہ:

''یَضِیئُ بِهِ الْعَالَمُ فَیَنْتَشِرُ لَهُ الْحَیْوَانَاتُ وَالنَّاسُ لِلْعَادَاتِ وَتَنْعَقِدُ بِهٖ شُرُوْطُ الْعِبَادَاتِ''

ظاہر ہے کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے مسلمان اس روئے زمین پر آباد ہیں، جن کی عباداتِ شرعیہ اس سے وابستہ ہیں، اسی طرح غیر مسلم بھی آباد ہیں، جن کی عاداتِ رسمیہ اس سے وابستہ ہیں، اور حیوانات بھی اسی وقت سے روئے زمین پر موجود ہیں، جن کی اپنی فطری عادت اس سے وابستہ ہے۔

کیا اللہ کی یہ ساری مخلوق اور انسانیت ایسی اہم چیز سے غافل رہ سکتی ہے؟

اسی وجہ سے مؤلف اپنے دعوے پر اب تک کوئی مستند دلیل قائم نہیں کر سکے۔

آگے وہ کیا ثبوت پیش کرتے ہیں، یہ ان شاء اللہ تعالیٰ جلد معلوم ہو ہی جائے گا۔

(4)......اس کے بعد مؤلفِ رسالہ نے لکھا کہ:

''بلکہ جس وقت سورج کی وہ روشنی، جورات کے اخیر میں افق سے معمولی سی اوپر آسمان کی طرف لمبائی میں اٹھی ہوئی نمودار ہوتی ہے، تو لوگ اسے دن کی ابتداء سمجھتے تھے''

تبصرہ: مؤلف کا یہ دعویٰ خلافِ واقعہ ہے، اسی لئے وہ اس کا کوئی ثبوت پیش کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔

مؤلف کے دعوے کا نتیجہ تو یہ ہوگا کہ اسلام کی آمد سے پہلے سینکڑوں انبیائے کرام علیہم السلام، اور ان کی شریعت کے احکام آنے کے باوجود نماز، روزہ، اور رات، دن کے کوئی احکام اور لوگوں کی عادات ہی نہیں تھیں، یا پھر وہ سب ہی بھول بھلیوں میں بھٹکتے رہے، اور طلوعِ صبح صادق سے پہلے، طلوعِ کاذب، اور غروبِ شفقِ صادق کے بعد غروبِ کاذب، جورات

ہے، اس کو دن سمجھتے رہے، اور حیوانات بھی اپنی فطرت کھو بیٹھے۔

جبکہ قرآن وسنت سے پہلی امتوں پر بھی نماز، روزہ کی فرضیت اور دن ورات کے بہت سے احکام کا ثبوت ملتا ہے۔

پھر اگر اس خلافِ واقعہ دعوے کو تھوڑی دیر کے لئے تسلیم بھی کرلیا جائے، اور یہ کہا جائے کہ اسلام کی آمد سے پہلے ساری دوسری شریعتیں، اور لوگ اس کی حقیقت معلوم نہ کرسکے، اور رات کو ہی صبح جان کر دن سمجھتے رہے، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کی آمد کے بعد تو اس کی حقیقت کھل چکی تھی، تو اس کے بعد مسلم فلکیین نے اس حقیقت کو کیوں چھپایا، اور جھوٹی کو سچی، اور رات کو دن بنا کر لوگوں کو کیوں بے وقوف بنایا، یا پھر وہ خود بھی جھوٹی، کو سچی، اور رات کو دن سمجھتے رہے، اور اس طرح دوسری نمازوں کے اوقات کے ساتھ فجر، اور مغرب وعشاء کی نماز کا وقت بیان کرتے وقت وہ اسی غلط فہمی کا شکار رہے، یہاں تک کہ اسی حال میں صدیاں گذرنے کے بعد مؤلفِ رسالہ، یا ان کے متبوعین نے آ کر ہی اس عقدہ کو حل فرمایا۔

پھر مذکورہ جملہ میں مؤلفِ رسالہ نے کاذب کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ’’افق سے معمولی سی اوپر آسمان کی طرف لمبائی میں اٹھی ہوئی‘‘ ہونے کا جو ذکر کیا ہے، یہ جس طرح ان ہی اصحابِ فن کی تصریحات کے خلاف ہے، جن کو وہ اہلِ فلکیات کہتے ہیں، کیونکہ ان حضرات نے کاذب کو افق سے دور اور فاصلہ پر قرار دیا ہے، اور افق سے اس کے تعلق کی نفی کی ہے۔

اسی طرح مؤلف کی یہ بات خود ان کی آگے آنے والی اپنی تحریر کے بھی خلاف ہے۔

(5)......اس کے بعد مؤلفِ رسالہ نے لکھا کہ:

’’کیونکہ یہ روشنی ختم نہیں ہوتی، بلکہ نیچے کی طرف آہستہ آہستہ گھٹتے گھٹتے ختم ہونے کے قریب ہوکر اچانک نیچے کی طرف سے تھوڑی زیادہ روشن ہوکر آسمان کے کناروں پر پھیلتی ہے، اور پھر اس کے اثرات سے زمین بھی روشن ہوجاتی ہے۔

پس یہ روشنی دن کی ابتداء سمجھی جاتی تھی، اوراس کولوگ صبح کہتے تھے‘‘

تبصرہ: مؤلفِ رسالہ نے کاذب کی روشنی کی ایسی زبردست توصیف فرمادی ہے، جو بیک وقت کاذب پر بھی صادق آتی ہے، اور صادق پر بھی، کیونکہ جب یہ روشنی ختم نہیں ہوتی، اور نیچے کی طرف گھٹتے گھٹتے زیادہ روشن بھی ہوجاتی ہے، اور آسمان کے کناروں پر بھی پھیلتی ہے، اور یہاں تک کہ اس سے زمین تک بھی روشن ہوجاتی ہے، تو یہ تعریف دین کا ایک ادنیٰ طالبِ علم بھی سمجھ سکتا ہے کہ کس پر صادق آتی ہے۔

کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ آسمان کے کناروں سے افق مراد ہے، اور افق پر صبح صادق ہی موجود ہوتی، اور پھیلتی ہے،، اور اسی سے زمین روشن ہوتی ہے، صبح کاذب نہ تو افق پر ہوتی، بلکہ افق سے دور ہوتی ہے، اور نہ ہی افق پر پھیلتی، اور نہ ہی اس سے زمین روشن ہوتی۔

جس کے پیشِ نظر اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ موصوف نہ تو صبح صادق کی حقیقت سے واقف ہیں، اور نہ ہی صبح کاذب کی حقیقت سے ان کو درست آگاہی حاصل ہے۔

پھر اگر مؤلفِ رسالہ یہ کہیں کہ وہ صبح کاذب کی روشنی کے ختم ہونے کے قائل نہیں، بلکہ آہستہ آہستہ نیچے کی طرف گھٹتے گھٹتے ختم ہونے کے قریب ہوتے ہی، اس کے نیچے سے زیادہ تیز روشنی پھوٹنے کے قائل ہیں، اور یہ روشنی دراصل ان کے نزدیک صبح صادق ہے۔

تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مؤلفِ رسالہ ہمیشہ کاذب کے کچھ اثرات کو طلوعِ صبح صادق کے بعد تک موجود ہونا تسلیم کرتے ہیں۔

لیکن مؤلفِ رسالہ خود ہی دوسری جگہ اس کو ’’اضحوکہ‘‘ بھی کہتے ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

(6)......اس کے بعد مؤلفِ رسالہ نے لکھا کہ:

’’فلکیات کے اہلِ فن نے اس صبح کے نمودار ہونے کا اندازہ لگایا، تو معلوم ہوا کہ یہ 18 درجہ پر نمودار ہوتی ہے‘‘

تبصرہ: لیکن ابھی تک مؤلف یہ ثابت ہی نہ کرسکے کہ جس روشنی کے متعلق وہ یہ باتیں کررہے ہیں، کیا وہ روشنی دن کی ابتداء سمجھی جاتی تھی، اور اس کو لوگ صبح کہتے تھے؟

اور اگر بالفرض لوگ ایسا سمجھتے ہی تھے، تو ان کی یہ سمجھ صحیح تھی، یا غلط تھی؟

اگر صحیح تھی، تو اس کا ثبوت پیش کرنا چاہیے تھا، اور اگر ان کی سمجھ غلط تھی، تو پھر یہ واضح کرنا ضروری تھا کہ کیا اس فن کے اصحاب بھی اسی غلط فہمی کا شکار تھے، اور تھے تو وہ کون سے فلکیات کے اہلِ فن ہیں، جنہوں نے یہ اندازہ لگایا، اور ان کا تعلق اسلام کی آمد سے پہلے سے ہے، یا اس کی آمد کے بعد سے ہے، جو اسلام کی تعلیمات سے واقف ہونے کے باوجود لوگوں کو اسی جھوٹی صبح کی تعلیم دیتے رہے؟ اور جس روشنی کی موصوف پیچھے توصیف بیان کرچکے، وہ کون سے فلکیات کے اہلِ فن کی بیان کردہ ہے؟

اسی کے ساتھ ہم مؤلفِ رسالہ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ انہوں نے پیچھے کاذب وصادق کے ملغوبہ کے ساتھ جو تعریف وتوصیف اور حقیقت وکیفیت بیان کی، اس ملغوبہ کا وہ اٹھارہ 18 درجہ پر طلوع ہونا، اور پھر اپنے دعوے کے مطابق اس کے تین درجات کے بعد صبح صادق کا طلوع ہونا، فلکیات کے اہلِ فن متقدمین میں سے کسی محقق سے، اس کی سنِ وفات سمیت باحوالہ نقل کرنے کی زحمت فرمائیں۔

(7)......اس کے بعد مؤلفِ رسالہ نے لکھا کہ:

''چونکہ کاذب اور صادق کی اصطلاح سے اس وقت دنیا، ناواقف تھی، لہٰذا لفظِ ''صبح'' کے ساتھ ''کاذب'' یا ''صادق'' جیسا کوئی دوسرا لقب نہیں تھا''

تبصرہ: مؤلفِ رسالہ نے یہاں بھی ''اس وقت'' کہہ کر معاملہ کو گول مول کردیا، ہماری بحث صبح صادق سے ہے، جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح صادق کہا ہے، اور دوسری کو کاذب فرمایا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی شریعت کے بعد ہی کے فلکیین کے حوالہ جات کا معاملہ زیرِ بحث ہے۔

Idara Ghufran

پھر مؤلفِ موصوف کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کسی چیز کا مخصوص لقب اور نام نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ لوگ اس کی حقیقت سے بھی ناواقف ہوں، اور اس طرح ان کو زمین وآسمان، اور چاند وسورج کی پیدائش اور روئے زمین پر اللہ کی عبادت، اور انبیائے کرام علیہم السلام کی آمد ہوتے رہنے کے سلسلہ کو صدیاں گذرنے کے باوجود اس غلطی پر قائم رہنے والا قرار دیا جائے کہ اسلام کی آمد سے پہلے، کسی کو ان دونوں قسم کی روشنیوں کا پتہ ہی نہ تھا، نہ ہی ان کی حقیقت سے واقفیت تھی۔

اور اگر مؤلف اپنے اتنے بڑے اور اہم دعوے میں اتنے ہی سچے ہیں، تو ان پر اس کا باحوالہ مضبوط ثبوت پیش کرنا لازم ہے۔

اور یہ بھی کہ اسلام کی آمد سے پہلے جو مختلف شریعتوں میں نماز، روزہ کے بے شمار احکام دن اور رات سے متعلق تھے، کیا ان میں سے ہر ایک کا تعلق بیاضِ مستطیل سے تھا، جس کو صبح سمجھا جاتا تھا، یا بیاضِ معترض سے تھا؟

(8)......اس کے بعد مؤلفِ رسالہ نے لکھا کہ:

”جب اللہ کا فضل ہوا، اور اسلام دنیا میں آیا، تو اسلام نے شرعی احکام کے اعتبار سے اس صبح کا اعتبار نہیں کیا، اور اسے دن کے بجائے رات کا حصہ قرار دیا“

تبصرہ: بالآخر مؤلفِ رسالہ نے یہاں اس بات کو تسلیم کر ہی لیا کہ اسلام نے کاذب کو ”صبح“ قرار نہیں دیا، اور اسے دن کے بجائے رات کا حصہ قرار دے دیا، اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ ”صبح“ دن کا حصہ کہلاتی ہے، رات کا حصہ نہیں کہلاتی، تو پھر صبح تو ایک ہی ہوئی، دو کہاں سے ہوگئیں، دوسری صبح کے ساتھ ”کاذب“ کی صفت بھی اس کے صبح ہونے کی نفی کرنے کے لئے ہے، اب موصوف کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ فلکیات کے فن میں اصل اور مطلق ”صبح“ صادق کے بجائے ”کاذب“ کہلاتی ہے، تاکہ معلوم ہوسکے کہ انہوں نے مطلق صبح بول کر اسی کو مراد لیا ہے۔

ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ نہ تو فلکیات کے فن میں مطلق ''صبح'' کا اطلاق، اس کاذب پر آتا، اور نہ ہی اسلام کی آمد سے پہلے اس کو دن کا حصہ سمجھا جاتا تھا، اور نہ ہی اسلام کی آمد کے بعد عوامی دنیا میں اس کو دن کا حصہ سمجھا جاتا، بلکہ اس کو صبح سمجھنے میں کسی ناواقف کو اشتباہ، یا التباس، یا دھوکہ پیدا ہوسکتا تھا، اس لئے اسلام نے اس سے آگاہ کرنے کے لئے اس کی نشاندہی ایسے طریقہ پر کردی، جس سے واضح امتیاز وفرق بھی ہوگیا، اور اس کا صبح نہ ہونا بھی معلوم ہوگیا۔

(9)......اس کے بعد مؤلفِ رسالہ نے لکھا کہ:

> ''اور یہ روشنی جب ختم ہونے کے قریب ہوکر دوسری روشنی میں تبدیل ہوتی ہے، اسلام نے اس دوسری روشنی کو دن کی ابتداء قرار دیا، اور وہ پہلی روشنی جس کو عام لوگ صبح سمجھتے تھے، اس کو رات کا حصہ قرار دیا''

تبصرہ: مؤلفِ رسالہ نے پھر کاذب کی روشنی کے ہی مخصوص طریقہ پر دوسری روشنی سے تبدیل ہونے کا حکم لگایا ہے، حالانکہ یہ دونوں، شرعی، فقہی، اور فلکی ہر اعتبار سے الگ الگ ہیں، اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ اس طرح کی باتیں ہی دراصل صادق کو، کاذب بنانے کی کوششوں کا حصہ ہیں، اور یہاں پھر جو مؤلفِ رسالہ نے عام لوگوں کے صبح سمجھنے کا حکم لگایا، یہ درست نہیں، مؤلفِ رسالہ کے ذمہ ہے کہ وہ اس کا باحوالہ ثبوت پیش کریں کہ وہ کون سے لوگ ہیں، جو کاذب کو صبح اور دن کا حصہ سمجھتے تھے، اور یہ ثبوت بھی پیش کریں کہ فلکیین اسلام کی آمد سے پہلے، اور آمد کے بعد کاذب کو ہی مطلق صبح سمجھتے، یا کہتے رہے، اور یہ سلسلہ کب آکر موقوف ہوا، یا کس مسلم کو یہ اصطلاح درست کرانا مقدر ہوا، یا ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے، اور اس پر فلکیات کا کونسا مسئلہ مبنی تھا؟

(10)......اس کے بعد مؤلفِ رسالہ نے لکھا کہ:

> ''لہٰذا اس کے بعد دو صبح ہوگئیں، ایک وہ صبح جو پہلے سے معروف تھی، اور اسلام

سے پہلے اہلِ فن کے تجربات کے مطابق 18 درجہ پر نمودار ہوتی تھی، وہ صبح، اسلام میں ''صبح کاذب'' کے نام سے مشہور ہوئی، اور اس کے بعد دوسری روشنی جو افق پر عرضاً پھیلنے والی ہوتی ہے، اسلام نے اسے دن کی ابتداء قرار دے کر اسے صبح صادق کا نام دیا''

تبصرہ: مؤلفِ رسالہ کا یہ جملہ بھی التباس واختلاط پر مبنی ہے، اس کے بعد دو صبح ہونے کا اگر یہ مطلب ہے کہ اس سے پہلے بیاضِ مستطیل، اور بیاضِ معترض کا وجود ہی نہیں تھا، اور اللہ کی طرف سے یہ تکوینی نظام، اسلام کی آمد کے بعد جاری ونافذ، بلکہ ایجاد کیا گیا، تو یہ خلافِ واقعہ بات ہے، جس کی کوئی دلیل نہیں، اور اگر یہ مطلب ہے کہ اسلام کی آمد سے پہلے، اس کا نام کاذب نہیں تھا، بعد میں کاذب رکھا گیا، تو اس سے فرق نہیں پڑتا، کیونکہ اسلام نے اور بھی بہت سی کائنات کی مخلوقات کا مخصوص ناموں سے ذکر کیا ہے، لیکن اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ اسلام کی آمد سے پہلے تک سب لوگ کاذب کو ہی صادق سمجھ کر اپنے سب دینی ودنیوی کام سرانجام دیتے رہے ہوں، نہ ہی تا حال مؤلف کسی معتبر دلیل سے یہ ثابت کر سکے کہ اسلام کی آمد سے پہلے اسی چیز کا صبح ہونا معروف تھا، جس کے صبح ہونے کی ''کاذب'' کے ساتھ تکذیب کی گئی، اور نہ ہی تا قیامت وہ کوئی بھی قرآن وسنت سے معتبر دلیل ایسی پیش کر سکتے کہ اسلام کی آمد سے پہلے لوگ اسی کو صبح سمجھتے تھے، یہاں تک کہ یہ سلسلہ زمانہ جاہلیت میں بھی اسلام کی آمد سے پہلے جاری تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ مذکورہ دعویٰ خود ساختہ ہے، جو دراصل دن کو رات اور غیرِ صبح کو صبح قرار دینے کی جدوجہد کے لئے گھڑا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں قرآن وسنت کی تصریحات آگے آتی ہیں۔

جس کے بعد مؤلف کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ بھی اپنے دعوے پر نصوص پیش کریں۔

اسی بناء پر اس سے پہلے تو مؤلف نے کاذب اور صادق کو صاف طور پر الگ الگ قرار دینے

کی زحمت نہیں فرمائی تھی، اور مذکورہ جملہ میں صاف طور پر دوسری روشنی کہہ ڈالا، لیکن دوسری اور پہلی روشنی کی کوئی تعریف باحوالہ وہ ابھی تک پیش نہیں کرسکے۔

(11)......اس کے بعد مؤلفِ رسالہ نے لکھا کہ:

''اس سے معلوم ہوا کہ فلکیات میں جو مطلق صبح کا لفظ ہے، وہ حقیقت میں صبح کاذب ہے''

تبصرہ: ابھی تک مؤلفِ رسالہ نے نہ تو قرآن وسنت سے کوئی ثبوت پیش کیا، اور نہ ہی فلکیات کے فن سے کوئی ایسا ثبوت پیش کیا کہ ان کے یہاں کسی قید وشرط کے بغیر مطلق ''صبح'' یا ''فجر'' کا لفظ ایسی صبح کے لئے استعمال ہوتا ہے، جو صادق نہیں، بلکہ کاذب، یعنی جھوٹی ہے، اور جب فلکیات کے فن دانوں کو بھی جھوٹی اور سچی صبح میں امتیاز حاصل نہ ہوسکا ہو، اور وہ رات کو صبح اور دن سمجھتے، یا لکھتے رہے ہوں، تو پھر اس فن کے دیگران اصول وقواعد کا تو اللہ ہی حافظ ہوگا، جن پر آج دنیا بھر کے مسلم عمل پیرا ہیں۔

مؤلف اپنے دعوے میں قید وشرط تو اسلام کی آمد سے پہلے اور بعد کی لگاتے ہیں، لیکن اسلام کی آمد کے بعد جب ان کے دعوے کے مطابق مسلمانوں کو سچی صبح کا طلوع ''یعنی دن کے آغاز'' اور جھوٹی صبح کا طلوع ''جورات کا حصہ ہے'' علم ہوگیا تھا، تو پھر ان کو صدیاں گذرنے کے باوجود کیا پریشانی لاحق رہی کہ وہ پھر بھی رات کو ہی صبح اور دن کہتے رہے، اور محض رات کے اس لمحہ کے درجہ کو بیان کرتے رہے، باقی نمازوں کے اوقات کو بھی بیان کرتے رہے، لیکن اصل صبح وفجر اور مغرب وعشاء کے درجہ کو بیان کئے بغیر پوری کتابیں فلکیات کی لکھتے رہے، کاذب کو بیان کرنے کے بعد یہ زحمت بھی نہ اٹھائی کہ کاذب کے اتنے اور اتنے درجات کے بعد صادق ہوتی ہے، اور اس سارے معمہ کو حل کرنا صدیوں بعد ہی ممکن ہوا، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

مؤلفِ رسالہ اپنے دعوے پر دلیل قائم کئے بغیر ہی آگے لکھتے ہیں کہ:

''اس سے معلوم ہوا''

حالانکہ ابھی تک یہ ہرگز کسی دلیل سے معلوم نہ ہوسکا، یہ صرف مؤلفِ رسالہ کی اپنی خوش فہمی اور ذہنی اختراع ہے۔

(12)......اس کے بعد مؤلفِ رسالہ نے لکھا کہ:

''لیکن فلکیات والوں نے اس کے ساتھ کاذب کا لقب اس لئے نہیں لگایا کہ کاذب اور صادق کے القاب، اسلامی اور شرعی القاب ہیں، اسلام سے پہلے ان القاب کا وجود نہیں تھا، اس اصطلاح کو مسلمان ماہرین بھی استعمال کرتے ہیں کہ صبح کا لفظ مطلق استعمال کرتے ہیں، اور اس کے لئے 18 درجے بتاتے ہیں''

تبصرہ: مؤلفِ رسالہ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ''کاذب'' محض ایک لقب نہیں، بلکہ اس کی صفت ہے، اور صفت بھی ایسی کہ جو اس کے صبح ہونے کی تکذیب ونفی کرنے کے لئے ہے۔

پھر مؤلفِ رسالہ بار بار ''فلکیات والوں، فلکیات والوں'' کا ذکر کرتے ہیں، لیکن یہ بتانے کی زحمت گوارا نہیں فرماتے کہ اسلام اور شریعت کی آمد کے بعد صدیوں تک جو مسلم اصحابِ فلکیین ''صبح، وفجر'' کا مخصوص درجہ پر ہونا بیان کرتے رہے، اور بعض تو فجر اور مغرب وعشاء کے اوقات کی ابتداء وانتہاء بیان کرنے کے موقع پر اس درجہ کی نشاندہی کرتے رہے، اور بعض صادق کی قید وشرط بھی لگاتے رہے، ان سب کو نعوذ باللہ کونسا خبط سوار ہوگیا تھا کہ وہ سب سالہا سال کے مشاہدات ومراصدات، اور کاذب وصادق کی تمام صفات کو بیان کرنے کے باوجود اسلامی القاب وآداب سے نہ صرف یہ کہ ناواقف رہے، بلکہ ان کی خود ہی اپنے تئیں اس کی اہمیت بھی ختم کرتے رہے کہ کاذب کے درجہ کو بیان کرتے کرتے ہی دنیا سے رخصت ہوگئے، نہ تو ان کو یہ بتلانے کی توفیق ہوئی کہ اصل صبح کے طلوع ہونے اور اصل شفق کے غروب ہونے کا کیا درجہ ہے، اور نہ ہی انہوں نے یہ بتانے کی زحمت فرمائی کہ ''صبح کاذب اور صبح صادق'' میں کتنے درجہ کا تفاوت ہوتا ہے، جس کی وجہ سے مسلم دنیا ''طلوعِ

صادق‘‘ اور شفق کے اصل درجہ کو معلوم کرنے پر کامیابی حاصل نہ کرسکی، اور جب صدیوں سے زائد کا عرصہ اسی حال میں گذر گیا، تو پھر اچانک کسی نے آ کر یہ معمہ وعقدہ حل کیا۔

(13)......اس کے بعد مؤلفِ رسالہ نے لکھا کہ:

’’لیکن مسلمان ماہرین کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ یہ صبح کاذب ہے‘‘

تبصرہ: ایسے مسلمان ماہرین کو مؤلفِ رسالہ ہی کی طرف سے فلکیات کا ماہر قرار دیا جاسکتا ہے، جو ذہن میں دن کا تصور قائم کر کے اس کی رات سے تعبیر کریں، کیونکہ ’’کاذب‘‘ کو صادق‘‘ کے اصل نام سے ذکر کرنے کا مآل یہی ہے۔

(14)......اس کے بعد مؤلفِ رسالہ نے لکھا کہ:

’’بعض مسلمان ماہرین کبھی کبھی اس کے ساتھ کاذب کی قید لگاتے ہیں، لیکن اکثر حضرات کے ذہن میں اس قید کی ضرورت نہیں ہوتی‘‘

تبصرہ: مؤلف نے نہ تو اس بات کی تحقیق کی کہ جن مسلمان ماہرین نے کبھی کبھی اس درجہ پر ’’طلوعِ صبح وطلوعِ فجر‘‘ کی تشریح’’ کاذب سے کی، وہ کونسے دور سے تعلق رکھتے ہیں، اور ان کی یہ تشریح اگر اپنے ہی متقدمین ومتبوعین کی تصریحات کے خلاف ہو، تو اس کی کیا حیثیت واہمیت ہے، اور اکثر حضرات کو اس قید کو لگانے کی ضرورت اس لئے نہیں ہوتی، جو مؤلفِ رسالہ کے ذہن میں تصور قائم ہے؟ یا اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اسلام میں، اور حقیقت میں صبح ایک ہی ہے، اور جو دوسری صبح ہے، وہ کاذب ہے، یعنی صبح ہے ہی نہیں؟

اگر کوئی بھی منصف ذی شعور اصول وقواعد پر غور کرے گا، تو وہ اس بات سے غافل نہیں رہ سکتا کہ کسی بھی فن میں اس کی اصطلاحات صادق اور سچی چیز کے لئے ہوتی ہیں، جھوٹی چیزوں کے لئے ہرگز نہیں ہوتیں، اس کے برخلاف نرالا اصول مؤلفِ رسالہ کا مخترع ہے۔

(15)......اس کے بعد مؤلفِ رسالہ نے لکھا کہ:

’’بلکہ ان کے یہاں یہ طے ہے کہ 18 درجہ پر جو صبح نمودار ہوتی ہے، وہ صبح

کاذب ہے، چاہے، اس کے ساتھ کاذب کی قید ہو، یا نہ ہو۔‘‘

تبصرہ: ہم اس کے برعکس برملا کہتے ہیں کہ اٹھارہ 18 درجہ پر طلوع ہونے والی روشنی کے کاذب ہونے کا قول اس کے برعکس طے شدہ قول کے مخالف اور تسامح وخطاء پر مبنی ہے۔

اور یہ اصول بھی طے شدہ ہے کہ جب مطلق ’’صبح وفجر‘‘ بولا جاتا ہے، تو عرفِ عام، اور فلکیات وشرعیات میں کسی بھی جگہ، اس سے رات کو مراد نہیں لیا جاتا، جس کے مراد ہونے کے لئے مؤلفِ رسالہ کوشاں ہیں۔

(16)......اس کے بعد مؤلفِ رسالہ نے لکھا کہ:

’’دارالعلوم کراچی کے مولانا حسین احمد صاحب نے اپنی تحریر میں، صفحہ ۷، ۸ پر بارہ فلکیین کی عبارات نقل فرمائی ہیں، ان سب عبارات میں جس صبح کا ذکر ہے، اس کے ساتھ صادق کا لفظ نہیں ہے، بلکہ مطلق صبح کا لفظ ہے، اور مطلق صبح سے کاذب مراد ہوا کرتی ہے، جیسا کہ اس کی وجہ ابھی اوپر کی عبارت میں ذکر ہوئی، لہٰذا، ان بارہ فلکیین کی عبارات میں صبح سے صبح کاذب مراد ہے، جو 18 درجے پر ہے‘‘۔

تبصرہ: مؤلفِ رسالہ کا مندرجہ بالا دعویٰ سراسر خلافِ واقعہ ہے، کیونکہ متقدمین ومتاخرین کی صرف بارہ عبارات ہی نہیں، بلکہ سینکڑوں عبارات، اس کے صادق، اور اصل صبح ہونے کی تعیین، اور تصریح کرتی ہیں، اور مطلق ’’صبح اور فجر‘‘ سے دن کی ابتداء مراد ہونے پر مستقل اصول وقواعد دلالت کرتے ہیں، اس لئے مؤلفِ رسالہ کا مذکورہ دعویٰ اصولی اور تفریعی ہمہ جہتی اعتبار سے خطاء پر مبنی ہے۔

پس مؤلفِ رسالہ کا دعویٰ تا حال درحقیقت محض ایک دعویٰ ہی ہے، جس کے معتبر ہونے کے لئے دلیل درکار ہے۔

پھر مؤلفِ رسالہ نے اپنے رسالہ میں صفحہ نمبر 60 پر درج ذیل عنوان قائم کیا ہے:

’’دوسرے فلکیین کی آراء‘‘

اور اس کے بعد صفحہ نمبر 63 تک دارالعلوم کراچی کے ایک فتوے میں تحریر کردہ ان بارہ عبارات کے اقتباسات کو نقل کیا ہے، جن کا مؤلفِ رسالہ نے اوپر ذکر کیا تھا۔

اور ان عبارات کو نقل کرنے کے بعد مؤلفِ رسالہ لکھتے ہیں:

’’ان سب عبارات میں خط کشیدہ الفاظ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر عبارت میں مطلق ’’صبح‘‘ یا مطلق ’’شفق‘‘ کا لفظ ہے، اور اس کے لئے 18 درجات کا ذکر ہے، اور ایک عبارت میں بھی یہ صراحت نہیں کہ صبح صادق 18 درجے پر ہوتی ہے (صبح صادق اور عشاء کا صحیح وقت، حقیقت میں ۱۵ درجے کے مطابق ہے، صفحہ نمبر ۶۳، مطبوعہ: مدرسہ تعلیم الاسلام، چارسدہ، اشاعتِ اول ۱۴۳۹ھ)

تبصرہ: مؤلفِ رسالہ نے جو دارالعلوم کراچی کے مفتی صاحب کی خود بارہ عدد عبارات نقل کی ہیں، ان میں اٹھارہ 18 درجہ پر جس چیز کو بیان کیا گیا ہے، وہ مشہور فلکی ابنِ جابر البتانی (المتوفیٰ: 317 ہجری) اور مشہور فلکی ابوالحسین عبدالرحمٰن بن عمر بن سہل صوفی (المتوفیٰ 376 ہجری) اور تیسرے مشہور فلکی ابن الزرقالہ (المتوفیٰ: 493 ہجری) اور ساتویں صدی کے ایک اور مشہور فلکی ابو علی مراکشی، اور مشہور مہندس محمد بن ابرہیم ابن الرقام (المتوفیٰ: 715 ہجری) اور مراکش کے مشہور مُوقِّت ابن المفتی (المتوفیٰ: 1020 ہجری) اور آٹھویں صدی ہجری کے مشہور فلکی علاء الدین ابن الشاطر علی بن ابراہیم، اور دیگر بعض حضرات کی عبارات میں مندرجہ ذیل عبارت مذکور ہے:

”طلوع الفجر ومغيب الشفق“

اور مذکورہ بالا تمام حضرات کا شمار اسلام کے مشہور فلکیین میں ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] الحسن بن عبد الرحمن بن محمد بن علی بدر الدين أبو علی المراكشی ثم الدمشقی الخدی سبط العلامة شهاب الدين أبی شامة.

روى لنا عن ابن عبد الدائم، توفی سنة اثنتين وعشرين وسبع مائة وقد شاخ.

سمعت منه منتقى من صحيح مسلم ومشيخة ابن عبد الدائم تخريج ابن الظاهری، خرجت عنه فی غير موضع.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اورطلوعِ فجر ومغیبِ شفق کی مرادخودان ہی فلکیین نے واضح کردی ہے،جن کےحوالہ جات آگے آتے ہیں۔

جبکہ مؤلف رسالہ نے مراکشی کی جوعبارت خودصفحہ نمبر61پرنقل کی ہے،اس میں یہ صراحت ہے:

"فصل فی تخطیط اوقات الصلاۃ"

اس میں فصل خاص نمازوں کےاوقات کی قائم کی گئی ہے،تواس میں کاذب کہاں سے داخل ہوگئی،جس سے کسی نماز کاتعلق ہی نہیں۔

نیز مذکورہ اکثرحضرات نے یہ اٹھارہ18 درجہ کی صراحت ظہراورعصرکی نمازکےاوقات کی تخریج کے بعد فجر،مغرب اورعشاء کی نمازوں کےاوقات کی تخریج کےضمن میں بیان کی

﴿گزشتہ صفحے کابقیہ حاشیہ﴾

وهو ابن أخي شيخنا علاء الدين علي، وكان يسكن بالعقيبة مما يلي ناحية الشامية، رحمه الله(معجم الشيوخ الكبير للذهبي، ج۱،ص۲۱۱،حرف الحاء)

المراكشي(نحو 660هـ - نحو 1262م)

الحسن بن علي بن عمر، أبو علي شرف الدين المراكشي :موقت، مغربي .له (جامع المبادء والغايات في علم الميقات -خ) في شستربتي (4487) وطوبقبو .قال الحاج خليفة :أعظم ما صنف في هذا الفن (الأعلام،للزركلي،ج۲،ص۲۰۳، حرف الحاء، مادة "حس")

أبو الحسين الصوفي(376 - 291هـ= 986 - 903 م) ع

عبد الرحمن بن عمر بن سهل الصوفي الرازي، أبو الحسين :عالم بالفلك، من أهل الري.

اتصل بعضد الدولة، فكان منجمه .له (الكواكب الثابتة -ط) بناه على كتاب المجسطي لبطليموس، ولم يكتف بمتابعته بل رصد النجوم كلها، نجما نجما، وعين أماكنها وأقدارها.

وكتاب (العمل بالأسطرلاب -خ) نسخة رديئة، في خزانة الرباط (1279د) وله (مطارح الشعاعات) و (أرجوزة في الفلك -خ) في الأزهرية باسم (صور الكواكب السماوية) أولها: باسم الإله العادل الموحد ورحمة الله على محمد، مصورة(الأعلام للزركلي،ج۳،ص۳۱۹، حرف العين، مادة "عب")

ابراهيم بن يحيى، أبو إسحاق التجيبي الطليطلي النقاش المعروف بابن الزرقالة .

كان واحد عصره في علم العدد والرصد، وعلل الأزياج .لم تخرج الأندلس أحدا مثله، مع ثقوب الذهن والبراعة في عمل الآلات النجومية، وله رصد بقرطبة.

وتوفي في ذي الحجة(تاريخ الإسلام ،ج۱۰ ،ص۷۳۵،الطبقة الخمسون، رقم الترجمة ۲۱۱)

www.idaraghufran.org

ہے، اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ مذکورہ نمازوں کا صبح صادق وشفقِ صادق کے ساتھ ہی تعلق ہے، کاذب کے ساتھ کسی نماز کا تعلق نہیں۔

ایسی صورت میں کاذب کو مراد لینا ’’**تاویل القول بما لا یرضی به القائل** ‘‘ کے قبیل سے کہلائے گا۔

پھر اس سے بھی زیادہ عجیب اور حیران کن بات یہ ہے کہ مؤلفِ رسالہ نے صفحہ نمبر 96، اور 70 پر توصبح کاذب کی محبت میں ایسی تاویل کی، جو صریح تحریف کی حدود میں داخل ہوگئی۔

چنانچہ ایسی صریح عبارات کہ جن میں مغرب، عشاء اور فجرِ صادق، اور فجر وشفق کے حصہ کی صاف تصریح موجود ومذکور ہے، ان کی تاویلِ تحریف کرتے ہوئے مؤلفِ رسالہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

> ’’ان سب میں بحث مسائلِ شرعیہ سے ہے، نہ کہ مسائلِ فلکیات سے، لہٰذا فقہی عبارات کو مسائلِ فلکیات میں پیش کرنا، درست نہیں، کیونکہ دونوں علموں کا مطمحِ نظر اور اصطلاحات الگ الگ ہیں، لہٰذا درج بالا عبارات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ماہرینِ فلکیات کے نزدیک مطلق صبح سے صبح صادق مراد ہے (صبح صادق اور عشاء کا صحیح وقت، حقیقت میں ۱۵ درجے کے مطابق ہے، صفحہ نمبر ۷۰، ۷۱، مطبوعہ: مدرسہ تعلیم الاسلام، چارسدہ، اشاعتِ اول ۱۴۳۹ھ)

تبصرہ: اس طرزِ عمل میں مؤلفِ رسالہ کی مثال ’’شترمرغ‘‘ کی طرح ہے، جو نہ اڑنے کے لئے راضی، اور نہ بوجھ اٹھانے پر راضی۔

مؤلفِ رسالہ نہ تو فلکی اصول وقواعد سے مطلق ’’صبح وفجر‘‘ سے کاذب مراد ہونا ثابت کرسکے، اور دلائل اس کے برعکس ہیں، اور نہ ہی فقہی اعتبار سے اس کا ثبوت پیش کرسکے، جس کے دلائل بھی مؤلف کے خلاف ہیں، اور ان کے پاس اس سلسلہ میں سوائے تاویلات کے اور کچھ بھی نہیں۔

اسلام کی ابتدائی صدیوں میں مسلم فلکیین نے فجر اور شفق کے حصوں کی خود ہی صادق کے ساتھ تشریح کردی تھی، اور مسئلہ صاف فرمادیا تھا۔

اس کے باوجود اگر مؤلفِ رسالہ اپنے اسی موقف پر قائم رہیں، تو چونکہ ان کی بحث کا اصل تعلق پندرہ درجہ سے ہے، جس کا مذکورہ عبارات میں دور دور تک کوئی ذکرِ خیر وشر نہیں، تو مؤلف کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود جس درجہ کے مدعی ہیں، اور اس درجہ کو انہوں نے اپنے اس رسالہ کے نام کا حصہ تک بھی بناڈالا ہے، تو مذکورہ محققینِ فلکیات سے پندرہ درجہ پر طلوعِ صادق کا حکم دکھلادیں؟ اور وہ اگر اس سے عاجز ہوجائیں، تو صرف اتنا دکھلادیں کہ اٹھارہ 18 درجہ کے تین درجات کے بعد صبح صادق طلوع ہوتی ہے، اور اگر اس سے بھی عاجز ہوجائیں، تو یہ دکھلادیں کہ صبح کاذب اور صبح صادق کے درمیان تین درجہ کا تفاوت ہوتا ہے؟ اور اگر اس سے بھی عاجز ہوجائیں، تو ان چیزوں کا ثبوت باحوالہ دیگر متقدمینِ فقہ وفلکیات سے ہی پیش کردیں؟ متقدمین ائمہ کی تصریحات کے خلاف تسامح میں مبتلاء حضرات کا قول، متقدمین پر حجت تو کیا ہوتا، متقدمین کی تصریحات اس قول کے تسامح وخطاء پر مبنی ہونے کی دلیل ہیں، لیکن مؤلفِ موصوف متاخرین خاطئین کے قول کے ذریعہ اس فن کے ائمہ متقدمین ومتبوعینِ صائبین کی اصلاح کا کام کرنا چاہتے ہیں۔

پھر مؤلفِ رسالہ صفحہ 64 پر لکھتے ہیں کہ:

> اس پر یہ اشکال کہ ان حضرات نے صبح کے ساتھ تو کاذب کی قید بھی نہیں لگائی، تو صبح کاذب کیوں مراد ہے؟ تو اس کا جواب پہلے ہوچکا کہ یہ فلکیین کی اصطلاح ہے کہ وہ صبح کاذب کو مطلق صبح کے لفظ سے یاد کرتے ہیں، جیسا کہ انڈے کا لفظ جب مطلق بولا جاتا ہے، تو اس سے مراد مرغی کا انڈا ہوتا ہے، نہ کہ دوسرے کسی جانور کا (صبح صادق اور عشاء کا صحیح وقت، حقیقت میں ۱۵ درجے کے مطابق ہے، صفحہ نمبر ۶۴، مطبوعہ: مدرسہ تعلیم الاسلام، چارسدہ، اشاعتِ اول ۱۴۳۹ھ)

www.idaraghufran.org

اس قسم کی باتوں سے مؤلفِ رسالہ کی علمی حدودِ اربعہ کا اندازہ بخوبی ہوجاتا ہے، مؤلفِ رسالہ تا حال کسی فلکی وغیر فلکی اصطلاح میں مطلق ''صبح وفجر'' کے الفاظ کاذب کے لئے استعمال ہونے کا ایک بھی حوالہ پیش نہ کرسکے،، اور نہ ہی وہ پیش کرنے کی قدرت رکھتے، فلکیات وغیر فلکیات کے تمام حوالہ جات اس بات کے شاہدِ عدل ہیں کہ ''کاذب'' کسی بھی جہت سے ''صبح وفجر'' ہے ہی نہیں، شریعت کی نظر میں ''صبح وفجر'' دن کا حصہ ہے، اور عوام کے عرف، اور غیر مسلم قدیم منجمین، اہلِ فارس، واہلِ روم کے نزدیک دن کا آغاز طلوعِ شمس سے ہوتا ہے، ان کے نزدیک یہی صبح ہے ''کاذب'' کسی کے نزدیک اور کسی بھی جہت سے صبح نہیں، اور اس کی شرعی صفتِ ''کاذب'' اس کے شرعی اعتبار سے، اور اس کا افق پر نہ ہونا، اور اس کی وجہ سے افق کا روشن نہ ہونا، وغیرہ، فلکی اعتبار سے اس کے صبح ہونے کی نفی کرتا ہے، اور جب یہ کسی بھی جہت سے صبح ہے ہی نہیں، اگر ہے بھی تو جھوٹی ہے، تو مؤلفِ رسالہ کا اس کی مثال مرغی کے انڈے سے پیش کرنا، یکسر غلط ہے، کیونکہ مرغی کا انڈا درحقیقت، اور سچا انڈا کہلاتا ہے، کاذب کی طرح ایسا انڈا نہیں کہلاتا، جس سے انڈے کا صرف اشتباہ ہوسکتا ہو، لیکن وہ انڈا نہیں، ایسی صورت میں اگر صادق کی مثال میں انڈا پیش کرنا ضروری تھا، یا اس کا زیادہ ہی شوق تھا، تو اس کی مثال ''بھینس وغیرہ کے انڈے'' کے ساتھ پیش کرنا زیادہ مناسب تھا، یعنی جس طرح بھینس کا انڈا نہیں ہوتا، اسی طرح کاذب بھی صبح نہیں ہوتی۔

پس معلوم ہوا کہ مسلکہ رسالہ نویس مثال پیش کرنے میں بھی کامیاب نہ ہوسکے، جس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ کاذب وصادق کی حقیقت کو سمجھنے، اور ان میں فرق کرنے سے قاصر رہے، ایسے میں صادق وکاذب کے درجات کی حد بندی، طے کرنے کی تحقیق کیونکر ممکن ہوسکتی ہے۔

(17)......اس کے بعد مؤلفِ رسالہ نے لکھا کہ:

''پس ایک بنیادی بات یہی ہے کہ فلکیین کے ہاں صبح کا وقت وہ ہوتا ہے، جو

اسلام میں صبح کاذب کا وقت ہے، لیکن ہمارے بھائی اس صبح کو صبح صادق سمجھتے ہیں“

تبصرہ: مؤلفِ رسالہ دراصل ابھی تک اس ایک بنیادی بات ہی کو خود صحیح سمجھنے سے قاصر ہیں، بلکہ ان کی یہ بنیاد ہی ریت سے زیادہ مضبوط نہیں، تو اس بنیاد پر وہ آگے چل کر جو عمارت قائم کریں گے، اس کی حیثیت ابھی سے معلوم ہو چکی ہے۔

فلکیین کے ہاں ”صبح“ کا وقت دراصل صبح کا ہی ہے، رات کا وقت صبح کا ہرگز نہیں۔

اور مؤلف کے بھائی ہی نہیں، ان کے ہر دور کے جمہور مسلمین آباء واجداد اسی صبح کو صبح سمجھتے رہے ہیں، جو درحقیقت صبح ہے، انہوں نے ہرگز رات کو صبح نہیں سمجھا۔

(18)......اس کے بعد مؤلفِ رسالہ نے لکھا کہ:

”پس یہ بات ذہن میں ہونی چاہیے کہ فلکیات کی کسی بھی کتاب میں جب مطلق صبح کے لئے 18 درجے ذکر کیے جائیں، تو اس صبح سے مراد صبح کاذب ہوگی، اور اس کے لئے 18 درجے مقرر ہیں“

تبصرہ: مؤلفِ رسالہ جو بات اپنے ذہن میں رکھے ہوئے ہیں، وہ صرف ان کے ہی ذہن کا خاصہ ہے۔

یہ بات ناممکن ہے کہ فلکیات والے جو دنیا بھر اور روئے زمین کے ہر ہر خطہ پر رات ودن کے اوقات وساعات اور ان کے درجات کو بیان کرنے کے لئے تحقیق وتصنیف اور تالیف کرتے ہیں، اور اس کے لئے پورے پورے ابواب اور فصول کو قائم کرتے ہیں، اور مسلم فلکیین نمازوں کے اوقات کے حسابات ودرجات کو خصوصیت کے ساتھ بیان کرنے کے لیے ان درجات کو بیان کرتے ہیں، وہ خود ہی رات کو دن کہہ بیٹھیں۔

(19)......اس کے بعد مؤلفِ رسالہ نے لکھا کہ:

”یہ ایسی آسان بات ہے کہ ہر شخص اسے سمجھ سکتا ہے“

تبصرہ: لیکن مؤلف نے اب تک جو بات کی، اس سے ہر شخص بآسانی جو کچھ سمجھ سکتا ہے، وہ یہی ہے کہ مسلمان اصحابِ فلکیین دراصل دن کو صبح کہتے ہیں، رات کو صبح ہرگز نہیں کہتے، بلکہ کسی غیر مسلم صاحبِ فن نے بھی رات کو صبح نہیں کہا، اور جن متاخرین مسلم اصحابِ فن نے یہ تشریح کی، ان کے تسامح کی وجہ آگے آتی ہے۔

(20)......اس کے بعد مؤلفِ رسالہ نے لکھا کہ:

''اب ہم اس پر بطورِ مزید ثبوت کے چند ماہرینِ فلکیات کی ایسی عبارات ذکر کرتے ہیں، جن میں تصریح ہے کہ فلکیات میں جس صبح کے لئے 18 درجے بتائے جاتے ہیں، اس سے مراد صبح کاذب ہے''

تبصرہ: اس کے بعد مؤلفِ رسالہ نے تیرہ حوالہ جات پیش کئے ہیں، لیکن ان میں سے کوئی بھی حوالہ ایسا نہیں، جس کا تعلق اسلام کی ابتدائی صدیوں سے ہو، بلکہ وہ بہت بعد کے حوالہ جات ہیں، اور سب ایک دوسرے کی اتباع وتسامح پر مبنی ہیں، اور جمہور متقدمین ومتاخرین کی تصریحات ان حوالہ جات کے برعکس ہیں، اور اٹھارہ 18 درجہ پر طلوعِ کاذب کا موقف اصول وقواعد کے خلاف ہے، جیسا کہ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آگے باحوالہ نقل کریں گے۔

جن مسلمان اصحابِ فلکیین نے نماز، روزہ کے اوقات کی تخریج کے موقع پر ''صبح'' کا مطلق لفظ استعمال کیا، اور اس سے ''کاذب'' کو مراد لیا، یا تو اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس کے ساتھ نماز، روزہ کا کوئی حکمِ شرعی حکم وابستہ تھا، یا پھر یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ فلکی اعتبار سے ''کاذب'' کو دن کا حصہ سمجھا جاتا ہو، اور اگر ان میں سے کوئی بھی بات نہ ہو، تو اس طرح کی مراد کوئی ایسا شخص ہی لے سکتا ہے، جسے نہ شریعت کے احکام سے واقفیت ہو، نہ ہی فلکی اصول وقواعد کا علم ہو۔

اِلا یہ کہ کاذب کو مراد لینے کو کسی تسامح پر محمول کیا جائے، جیسا کہ ہمارا موقف بھی یہی ہے۔

ہمارا برملا دعویٰ یہ ہے کہ فلکیات وارصادات کے مسلم ائمہ متبوعین نے یکے بعد دیگرے برسہا

www.idaraghufran.org

برس کے مشاہدات کے ذریعہ قبلہ کی جہات، تاریخی حسابات اور نمازوں کے اوقات کی تخریج کی، جس کے ضمن میں جھوٹی صبح وجھوٹی شفق کے مشاہدات بھی کیے، تاکہ نصوصِ شرعیہ کی روشنی میں اصل و سچی صبح وشفق کے درجات کی تعیین ہو سکے، اور جھوٹی صبح کی حقیقت کو پیشِ نظر رکھا جاسکے، اور جس طرح انہوں نے اپنے اپنے زمانہ میں زمین کی پیمائش اور اس کے عرض وطول کی تخریج کے طریقے معلوم کر کے وضع کیے، اسی طرح نمازوں کے اوقات کی صحیح صحیح تخریج بھی ضروری سمجھی، تاکہ نماز کے اداء وقضاء ہونے کی فرضیت اور ان کی ٹھیک ٹھیک ادائیگی سرانجام دی جاسکے، اور اس کے ساتھ ساتھ روزہ کے فرض کو بھی صحیح اداء کیا جاسکے، اور اس کے نتیجہ میں متقدمین ائمہ ارصاد نے طلوعِ صبح صادق کی ابتداء کو اور اس کے مقابلہ میں غروبِ شفق کی انتہاء کو سورج کے اٹھارہ 18 درجہ زیرِ افق پر ہونا معلوم کیا، اس ضمن میں بعض حضرات کا قول انیس درجہ کا بھی ہوا، پھر بعض نے شفقِ احمر کے غروب کو اس سے ایک، یا دو درجہ پہلے ہونا معلوم کیا، کیونکہ بہت سے مجتہدین، شفقِ ابیض کے بجائے شفقِ احمر کے غروب پر عشاء کے وقت کے داخل ہونے کے قائل ہیں، جبکہ فجر کے بیاضِ معترض پر داخل ہونے پر جملہ مجتہدین کا اتفاق ہے، اور اس کے برخلاف قول، شاذ و مردود ہے۔

اور یہ فرق اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے ایک طرف اگر احمر کے غروب کے درجہ کو بیان کیا ہے، تو دوسری طرف بیاضِ معترض وصبح صادق ہی کے طلوع کے درجہ کو بیان کیا ہے۔

بہرحال شریعت کی طرف سے نمازِ فجر، وروزہ وغیرہ کے لئے عام طور پر ''طلوعِ صبح وطلوعِ فجر'' کے الفاظ، اور مغرب وعشاء وغیرہ کے لئے ''غروبِ شفق'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، لیکن متعدد فلکیین نے ان دونوں اوقات کے بالکل ابتدائی وانتہائی لمحہ کی تعیین کے لئے ''طلوع وغروب'' سے پہلے لفظِ ''اول و آخر'' کا اضافہ کر دیا، جس کا مقصد طلوعِ صادق کے بالکل ابتدائی، اور غروبِ شفق کے بالکل انتہائی درجہ کو بیان کرنا تھا، لیکن بعض متاخرین نے اس ''اول، وآخر'' کے لفظ سے دوسرے طلوع کے مقابلہ پہلا، اور پہلے غروب کے مقابلہ

میں آخری غروب، یعنی ’’صبح کاذب وشفقِ کاذب‘‘ کا مراد ہونا سمجھ لیا، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اس کے بعد یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جملہ جدید وقدیم اصحابِ فلکیین مسلمین اس بات پر متفق ہیں کہ ’’طلوعِ فجر‘‘ سے پہلے، اور ’’غیوبِ شفق‘‘ کے بعد کا وقت نہار میں داخل نہیں، خواہ طلوعِ فجر سے پہلے، اور غیوبِ شفق کے بعد ’’ضیاءِ مستطیل، کذنبِ سرحان‘‘ نظر آئے، یا نہ آئے، بلکہ جانبین کے یہ دونوں اوقات رات میں داخل ہیں، اور طلوعِ فجر سے قبل اور غیوبِ شفق کے بعد کے اوقات کے رات میں داخل ہونے پر اس چیز سے فرق نہیں پڑتا کہ بیاضِ مستطیل نظر آئے، یا نہ آئے۔

اسلام کی آمد سے پہلے بھی کوئی سمجھ دار شخص ان دونوں اوقات کو دن کا حصہ نہیں سمجھتا تھا، کیونکہ مشرق ومغرب کی جہت اور ترتیب کے اعتبار سے فرق کے ساتھ ہر جگہ روزانہ سورج کے طلوع وغروب کا قاعدہ ایک ہی ہے، جس کی بناء پر جس طرح یہ طولانی وذنبِ سرحان کے مثل روشنی ’’طلوعِ فجر‘‘ سے قبل نظر آسکتی ہے، اسی طرح ’’غیوبِ شفق‘‘ کے بعد بھی نظر آسکتی ہے، ان دونوں اوقات میں اس کے نظر آنے، نہ آنے کا فلکی سبب ایک ہی ہے۔

پس جس طرح ہر عقل منداور سمجھ دار شخص ’’غیوبِ شفق‘‘ کے بعد باقی رہنے والی اس طولانی روشنی کو رات کا حصہ سمجھتا ہے، اسی طرح ’’طلوعِ فجر‘‘ سے قبل پیدا ہونے والی روشنی کو بھی رات کا حصہ ہی سمجھتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس طولانی روشنی کا مشرق کی جہت میں ظہور، اصل طلوعِ صبح سے بہت پہلے، اور کبھی کچھ وقت پہلے، اور اس کی نظیر شفقِ طولانی کا مغرب کی جہت میں غروب، غروبِ شفقِ صادق کے بہت بعد میں، اور کبھی جلدی ہوتا ہے۔

البتہ بعض نابلد وناواقف لوگوں کو رات کی طولانی وذنبِ سرحان کے مثل نظر آنے والی روشنی کو دن کا حصہ سمجھے جانے کی غلط فہمی ہوسکتی تھی، جس کے لئے شریعت کی طرف سے ایسے منظّم،

جامع ومانع قواعد واصول بتلادیے گئے، جن کو اگر صحیح معنیٰ میں سمجھ لیا جائے، تو ہرگز کبھی بھی غلط فہمی پیدا نہیں ہوسکتی۔

جس طرح غروبِ شمس کے بعد ''غیوبِ شفق'' کا مدار اس طولانی روشنی کے ظہور پر نہیں، اسی طرح ''طلوعِ فجر'' کا مدار بھی اس ''طولانی روشنی'' پر موقوف نہیں، اور جس کسی نے ایسا سمجھا، وہ شرعی وفنی لحاظ سے بالکل نامعقول وغیر منقول بات ہے۔

قرآن مجید میں کاذب کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں، جہاں بھی فجر، یا صبح کا صادق کی قید وغیرہ کے بغیر ذکر کیا گیا، اس سے یقینی طور پر صادق ہی کو مراد لیا گیا، کیونکہ فجر وصبح دراصل یہی ہے، کاذب مستطیل نہ تو فجر ہے، اور نہ ہی صبح ہے، بلکہ وہ کاذب اور جھوٹی فجر وصبح ہے، یہی حال شفقِ مستطیل کا بھی ہے، جس کا مطلب یہی ہے کہ وہ فجر وصبح، اور شفق نہیں ہے۔

سورہ بقرہ کا حوالہ

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فجر کا اطلاق صرف صادق پر فرمایا ہے، نہ تو کاذب کا ذکر فرمایا، اور نہ ہی فجر کے ساتھ صادق کی شرط وقید لگائی، چنانچہ فرمایا کہ:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۱۸۷)

اس آیت میں فجر سے اصل فجر ہی مراد ہے، نہ کہ جھوٹی فجر۔

سورہ انعام کا حوالہ

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ. وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا. ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (سورۃ الانعام، رقم الآیۃ ۹۶)

اس آیت میں ''اصباح'' سے مراد وہی ''صبح'' ہے، جو اصل ہوتی ہے، جس سے دن کا آغاز

www.idaraghufran.org

ہوتا ہے، اوراس آیت میں کسی قید کے بغیر یہی مراد ہے۔ ۱؎

سورہ ھود کا حوالہ

سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالُوْا يَالُوْطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْا إِلَيْكَ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا امْرَأَتَكَ إِنَّهُ مُصِيْبُهَا مَا أَصَابَهُمْ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ(سورة هود، رقم الآية ۸۱)

مذکورہ آیت میں ''رات'' کے مقابلہ میں دو مرتبہ مطلق ''صبح'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، اور دونوں جگہ رات کے مقابلہ میں دن کی ابتداء مراد ہے۔

سورہ حجر، صافات، قمر، اور سورہ قلم کا حوالہ

سورہ حجر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذٰلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَ هٰؤُلَاءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ(سورة الحجر، رقم الآية ٦٦)

اور سورہ حجر میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ(سورة الحجر، رقم الآية ۸۳)

اور سورہ صآفات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُصْبِحِيْنَ. وَبِاللَّيْلِ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ(سورة الصافات، رقم الآية ۱۳۷ و ۱۳۸)

اور سورہ صآفات میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱؎ قال :فالق الإصباح يعني :خالق الإصباح والإصباح والصبح واحد ويقال الإصباح مصدر أصبح يصبح إصباحا، والصبح اسم وقال :فالق الإصباح يعني خالق النهار(بحر العلوم للسمرقندي، ج ۱،ص ۴۷۰،سورة الأنعام)

www.idaraghufran.org

فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ (سورة الصافات، رقم الآية ١٧٧)

اورسورہ قلم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ . وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ . فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّنْ رَبِّكَ وَهُمْ نَائِمُوْنَ . فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ . فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ . أَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَارِمِيْنَ (سورة القلم، رقم الآية ١٧، الىٰ ٢٢)

اورسورہ قمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ (سورة القمر، رقم الآية ٣٨)

مذکورہ تمام آیات میں صبح کا لفظ، یا صبح کرنے کے الفاظ، رات کے مقابلہ میں ''دن کی ابتداء'' کے لئے استعمال ہوئے ہیں، اور ان میں سے کئی آیات کی تصریح کا تعلق اسلام کی آمد سے پہلے سے ہے۔ [1]

سورہ بنی اسرائیل کا حوالہ

سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ . اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا (سورة بنى اسرائيل، رقم الآية ٧٨)

مذکورہ آیت میں صادق و کاذب اور اول وثانی وغیرہ کی قید کے بغیر دو مرتبہ ''فجر'' کا اطلاق کیا گیا ہے، جس سے اصل فجر ہی مراد ہے۔ [2]

---

[1] (مصبحين) أى وقت الصباح يعنى بالنهار (تفسير الجلالين، ص ٢٥٨، سورة القلم)

[2] والمراد به الصلاة فى قوله: "وقرآن الفجر، إن قرآن الفجر كان مشهودا" والمراد صلاة الفجر كما جاء مصرحا به فى الصحيحين من أنه يشهدها ملائكة الليل وملائكة النهار فدل هذا كله على أنه لا بد من القراء ة فى الصلاة وهو اتفاق من العلماء (تفسيرابنِ كثير، ج ١، ص ٢٤، سورة الفاتحة، الكلام على ما يتعلق بهذا الحديث مما يختص بالفاتحة من وجوه)

Idara Ghufran

سورہ فجر کا حوالہ

سورہ فجر کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ (سورة الفجر ، رقم الآيات ١، ٢)

اس آیت میں بھی فجر سے اصل فجر ہی مراد ہے۔

سورہ قدر کا حوالہ

سورہ قدر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (سورة القدر، رقم الآية ٥)

مذکورہ آیت میں بھی طلوعِ فجر سے اصل فجر ہی مراد ہے۔

سورہ انشقاق کا حوالہ

اور سورہ انشقاق میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ. وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ (سورة الانشقاق، رقم الآية ١٦، و١٧)

اس آیت میں شفق سے غروب کے بعد، حمرہ، یا بیاضِ معترض مراد ہے، بعض نے اس سے نہار کو مراد لیا ہے "کاذب و مستطیل شفق" کسی کے نزدیک بھی مراد نہیں۔ [1]

---

[1] قوله عز وجل :فلا أقسم بالشفق تقدم الكلام فلا أقسم فى سورة القيامة.
وأما الشفق فقال مجاهد :هو النهار كله وحجته فى ذلك أنه عطف عليه فيجب أن يكون المذكور أولا هو النهار فعلى هذا الوجه يكون القسم بالليل والنهار اللذين فيهما معاش العالم وسكونه، وقيل هو ما بقى من النهار وقال ابن عباس، وأكثر المفسرين :هو الحمرة التى تبقى فى الأفق بعد غروب الشمس، وهو مذهب عامة العلماء ، وقيل هو البياض الذى يعقب تلك الحمرة وهو مذهب أبى حنيفة(تفسير الخازن، ج٤،ص ٤٠٩،سورة الانشقاق)

قوله تعالى :فلا أقسم بالشفق يعنى :أقسم بالشفق، والشفق الحمرة، والبياض الذى بعد غروب الشمس .وهذا التفسير، يوافق قول أبى حنيفة رحمه الله .وروى عن مجاهد، أنه قال :الشفق هو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اب مسلکہ رسالہ کے مؤلف سے التماس ہے کہ وہ کوئی ایک آیت ایسی پیش فرمادیں، جس میں اسلام کی آمد سے پہلے، اور اسلام کی آمد کے بعد مطلق ''صبح'' یا ''فجر''، یا ''شفق'' بول کر کاذب کو مراد لیا گیا ہو۔

جہاں تک قرآن مجید کے علاوہ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں مطلق صبح اور فجر بول کر صادق کو ہی مراد لیا، کاذب کو کبھی مطلق صبح، یا مطلق فجر نہیں فرمایا، اور کاذب کا جب بھی ذکر فرمایا، تو اس کے فجر و صبح ہونے کی نفی کے طور پر ہی ذکر فرمایا، پھر اکثر و بیشتر تو اس کا صبح و فجر کے نام سے ذکر ہی نہیں فرمایا، بلکہ اس کی صفت و کیفیت بتلا کر اس کے فجر و صبح ہونے کی نفی ہی فرمائی، اور جب کبھی اس کو اس نام سے ذکر

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ضوء النهار .وروى عنه أنه قال :الشفق النهار كله، وروى عن ابن عمر أنه قال :الشفق الحمرة، وهذا يوافق قول أبي يوسف، ومحمد، رحمهما الله(تفسيربحر العلوم للسمرقندى، ج٣، ص ٥٦١، سورة الانشقاق)

فلا أقسم بالشفق:هي الحمرة التي تشاهد في أفق المغرب بعد الغروب أو البياض الذي يليها سمي به لرقته(تفسير ابى السعود، ج٩،ص ١٣٣،سورة الانشقاق)

فلا أقسم بالشفق هي الحمرة التي تشاهد في أفق المغرب بعد الغروب وأصله من رقة الشيء ، يقال :شيء شفق أي لا يتماسك لرقته ومنه أشفق عليه رق قلبه والشفقة من الإشفاق وكذلك الشفق قال الشاعر:

تهوى حياتي وأهوى موتها شفقا ...والموت أكرم نزال على الحرم

وقيل :البياض الذي يلي تلك الحمرة ويرى بعد سقوطها، وفي تسمية ذلك شفقا خلاف(روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني،ج١٥ ،ص ٢٨٩، ٢٩٠،سورة الانشقاق)

ومما يحتج به للبياض قوله تعالى:"فلا أقسم بالشفق"قال مجاهد " :هو النهار ."ويدل عليه قوله: "والليل وما وسق"فأقسم بالليل والنهار ,فهذا يوجب أن يكون الشفق البياض ;لأن أول النهار هو طلوع بياض الفجر ,وهذا يدل على أن الباقي من البياض بعد غروب الشمس هو الشفق ومما يستدل به على أن المراد البياض قوله تعالى:"أقم الصلاة لدلوك الشمس إلى غسق الليل"وقد بينا أن الدلوك اسم يقع على الغروب ,ثم جعل غسق الليل غايته .وروى عن ابن عباس في غسق الليل: "أنه اجتماع الظلمة "وذلك لا يكون إلا مع غيبوبة البياض لأن البياض ما دام باقيا فالظلمة متفرقة في الأفق فثبت بذلك أن وقت المغرب إلى غيبوبة البياض ,فثبت أن المراد البياض(أحكام القرآن،للجصاص،ج٢،ص ٣٤٥،سورة الانشقاق)

Idara Ghufran

فرمایا، تو ساتھ ہی اس کے ساتھ کوئی حکم وابستہ ہونے کی نفی فرما کر اس کے دراصل فجر و صبح ہونے کی نفی ہی فرمائی۔

اس بارے میں چند احادیث و روایات ملاحظہ فرمائیں۔

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

صحیح بخاری میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کاذب کے فجر ہونے کی اس طرح نفی فرمائی:

وَلَيۡسَ الۡفَجۡرُ أَنۡ يَّقُوۡلَ هٰكَذَا (صحيح البخارى، رقم الحديث ۷۲۴۷، كتاب اخبار الآحاد، باب ما جاء فى إجازة خبر الواحد الصدوق فى الأذان الخ .)

ترجمہ: اور (فجر) اس طرح (مستطیل) نہیں ہوتی (بخاری)

اور صحیح مسلم میں مذکور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق فجر کے معترض ہونے کا ثبوت اور مستطیل کے فجر ہونے کی نفی اس طرح فرمائی کہ:

وَلَيۡسَ أَنۡ يَّقُوۡلَ هٰكَذَا وَلٰكِنۡ يَّقُوۡلَ هٰكَذَا، يَعۡنِى الۡفَجۡرَ هُوَ الۡمُعۡتَرِضُ وَلَيۡسَ بِالۡمُسۡتَطِيۡلِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۰۹۳ "۴۰" كتاب الصيام، باب بيان ان الدخول فى الصوم يحصل بطلوع الفجر وان له الخ)

ترجمہ: اور (فجر) اس طرح نہیں ہوتی، لیکن اس طرح ہوتی ہے، یعنی فجر معترض ہوتی ہے، اور مستطیل نہیں ہوتی (مسلم)

اور ابنِ ماجہ میں مروی ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق اس کے فجر ہونے کی نفی، اور فجر کے آسمان کے افق میں معترض ہونے کا اس طرح اعلان فرمایا کہ:

وَلَيۡسَ الۡفَجۡرُ أَنۡ يَّقُوۡلَ هٰكَذَا وَلٰكِنۡ هٰكَذَا يَعۡتَرِضُ فِىۡ أُفُقِ السَّمَآءِ

(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۶۹۶، ابواب الصيام، باب ماجاء فى تاخير السحور) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: اسناده صحيح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اور فجر اس طرح (مستطیل) نہیں ہوتی، لیکن اس طرح آسمان کے افق میں معترض ہوتی ہے (ابنِ ماجہ)

طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فجر ہونے کی نفی اس طرح فرمائی کہ اس کو فجر کا نام دینے کے بجائے اس کو محض ساطع ومسعد کہنے پر اس طرح اکتفاء فرمایا کہ:

كُلُوْا واشْرَبُوْا، وَلَا يَهِيْدَنَّكُمُ السَّاطِعُ الْمُصْعِدُ، فَكُلُوْا واشْرَبُوْا حَتّٰى يَعْتَرِضَ لَكُمُ الْأَحْمَرُ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۳۴۸، کتاب الصیام، وقت السحور) [1]

ترجمہ: اور تم کھاؤ پیو، اور تمہیں اوپر اٹھنے اور ابھرنے والی چیز دھوکہ میں نہ ڈالے، پس تم کھاؤ پیو، یہاں تک کہ تمہارے لئے چوڑائی والی احمر ظاہر نہ ہو جائے (ابوداؤد)

احمر کا اطلاق، ساطع، اور مسعد کے مقابلہ میں کیا گیا، اور اس کی صفت معترض ہونا بیان کی گئی، جس سے معلوم ہوا کہ کاذب صرف دھوکہ کی چیز ہے، وہ کسی صفت وکیفیت، اور حکم کے اعتبار سے صادق کے مثل نہیں۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فجر ہونے کی اس طرح نفی فرمائی کہ اس کا فجر نام رکھنے کے بجائے اس کو بیاض کہنے پر اکتفاء فرمایا اور اس کے مقابلہ میں ایک ہی سچی فجر ہونے کا اس طرح اعلان فرمایا کہ:

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشیۃ سنن ابی داود)

لَا يَغُرَّنَّكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ وَلَا هٰذَا الْبَيَاضُ حَتّٰى يَبْدُوَ الْفَجْرُ ، أَوْ قَالَ ، حَتّٰى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ (صحيح مسلم،رقم الحديث ١٠٩٤ "٤٤" كتاب الصيام، باب بيان أن الدخول فى الصوم يحصل بطلوع الفجر)

ترجمہ: تمہیں بلال کی اذان اور یہ بیاض (مستطیل) دھوکہ میں نہ ڈالے، یہاں تک کہ فجر ظاہر نہ ہوجائے، یا یہ فرمایا کہ یہاں تک کہ فجر شق نہ ہوجائے (مسلم)

اور صحیح مسلم ہی کی ایک روایت کے مطابق اصل وسچی فجر کے مستطیر ہونے، اور مستطیل کو بیاض کہنے کے ساتھ عمودی ہونے کی بھی وضاحت اس طرح فرمائی کہ:

لَا يَغُرَّنَّكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ، وَلَا هَذَا الْبَيَاضُ لِعَمُودِ الصُّبْحِ ،حَتّٰى يَسْتَطِيرَ هٰكَذَا (صحيح مسلم،رقم الحديث ١٠٩٤ "٤٢" كتاب الصيام،باب بيان أن الدخول فى الصوم يحصل بطلوع الفجر، وأن له الأكل وغيره حتى يطلع الفجر، وبيان صفة الفجر الذى تتعلق به الأحكام من الدخول فى الصوم، ودخول وقت صلاة الصبح وغير ذلك)

ترجمہ: تمہیں بلال کی اذان اور یہ بیاض ،عمودِ صبح کے لئے دھوکہ میں نہ ڈالے، یہاں تک کہ اس طرح مستطیر نہ ہوجائے (مسلم)

اور سنن ترمذی اور مسند احمد کی روایت کے مطابق افق میں مستطیر کے فجر ہونے، اور مستطیل کے فجر نہ ہونے کی ہونے کی اس طرح نفی فرمائی کہ:

لَا يَمْنَعَنَّكُمْ مِنْ سُحُورِكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيلُ وَلٰكِنَّ الْفَجْرَ الْمُسْتَطِيرَ فِي الْأُفُقِ (سنن الترمذى،رقم الحديث ٧٠٦، ابواب الصوم، باب ما جاء فى بيان الفجر،و مسند احمد، رقم الحديث ٢٠١٥٨)

ترجمہ: منع نہ کرے تمہیں تمہاری سحریوں سے بلال کی اذان اور نہ فجرِ مستطیل (یعنی لمبی روشنی والی فجر) بلکہ (منع کرنے والی) اُفق میں (جنوباً وشمالاً) فجرِ مستطیر

www.idaraghufran.org

(یعنی منتشر روشنی والی فجر) ہے (ترمذی، مسند احمد)

اور ابوداؤد طیالسی، اور ابنِ ابی شیبہ کی روایت کے مطابق اس طرح نفی فرمائی کہ:

لَا يَمْنَعَنَّكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ مِنَ السَّحُوْرِ وَلَا الصُّبْحُ الْمُسْتَطِيْلُ وَلٰكِنِ الصُّبْحُ الْمُسْتَطِيْرُ فِي الْأُفُقِ (مسند ابی داؤد الطیالسی، رقم الحدیث ۹۴۰، مصنف ابنِ ابی شیبۃ، رقم الحدیث ۹۱۶۳)

ترجمہ: منع نہ کرے تمہیں سحریوں سے بلال کی اذان اور نہ صبحِ مستطیل (یعنی لمبی روشنی) بلکہ (منع کرنے والی) اُفق میں (جنوباً و شمالاً) فجرِ مستطیر (یعنی منتشر روشنی) ہے (ابوداود طیالسی، ابنِ ابی شیبہ)

اور مسند احمد کی ایک روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح اعلان فرمایا کہ:

لَا يَغُرَّنَّكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ، وَهٰذَا الْبَيَاضُ حَتّٰى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ، أَوْ يَطْلُعَ الْفَجْرُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۰۰۷۹) [1]

ترجمہ: تمہیں بلال کی اذان اور یہ بیاض (مستطیل) دھوکہ میں نہ ڈالے یہاں تک کہ فجر ظاہر، یا طلوع ہو جائے (مسند احمد)

یہی الفاظ سحری کے وقت استغفار کرنے والے کی فضیلت کے بارے میں بھی حدیث میں آئے ہیں۔ [2]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: صحیح لغیرہ، وھذا إسناد حسن (حاشیۃ مسند احمد)

[2] عن أبی ھریرۃ. قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "إذا مضی شطر اللیل، أو ثلثاہ، ینزل اللہ تبارک وتعالی إلی السماء الدنیا. فیقول: ھل من سائل یعطی! ھل من داع یستجاب لہ! ھل من مستغفر یغفر لہ! حتی ینفجر الصبح." (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۷۵۸"۱۷۰"کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الترغیب فی الدعاء والذکر فی آخر اللیل والإجابۃ فیہ)

عن أبی سعید وأبی ھریرۃ. قالا: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "إن اللہ یمھل. حتی إذا ذھب ثلث اللیل نزل إلی السماء الدنیا. فیقول: ھل من مستغفر! ھل من تائب! ھل من سائل! ھل من داع! حتی ینفجر الفجر" (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۷۵۸"۱۷۲"کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب الترغیب فی الدعاء والذکر فی آخر اللیل والإجابۃ فیہ)

اور کبھی اس کے فجر ہونے کی اس طرح نفی فرمائی کہ:

عن بن مسعود، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" لا يمنعن أحدا منكم أذان بلال –أو قال: نداء بلال– من سحوره، فإنه يؤذن– أو قال: ينادى– بليل، ليرجع قائمكم، ويوقظ نائمكم ."وقال:" ليس الفجر أن يقول هكذا وهكذا "وضرب يده ورفعها، "حتى يقول هكذا "وفرج بين أصابعه (صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۳۴۶۸، کتاب الصوم، باب السحور)

ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث

اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو فجروں کا ذکر فرمایا، تو اس کے ساتھ ہی حکمِ شرعی وابستہ ہونے کی نفی فرما کر بھی دراصل اس کے حقیقی اور سچی فجر ہونے کی نفی فرما دی۔

جیسا کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس طرح مروی ہے کہ:

اَلْفَجْرُ فَجْرَانِ :فَأَمَّا الَّذِیْ کَأَنَّهٗ ذَنَبُ السَّرْحَانِ فَاِنَّهٗ لَایُحِلُّ شَیْئًا وَلَایُحَرِّمُهٗ وَلٰکِنَّ الْمُسْتَطِیْرَ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، رقم الحدیث ۹۱۶۴، کتاب الصیام، ما قالوا فی الفجر ، ما هو ؟)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر دو ہیں، پس وہ فجر جو کہ بھیڑیے کی دم کی طرح (مستطیل) ہوتی ہے، یہ نہ کوئی چیز حلال کرتی ہے اور نہ حرام (یعنی اس کی وجہ سے نہ تو فجر کی نماز حلال ہوتی اور نہ روزے دار کے لیے سحری حرام ہوتی) لیکن فجر مستطیر (یعنی منتشر ہونے والی فجر کی نماز کو حلال اور سحری کو حرام کرتی ہے) (ابنِ ابی شیبہ)

اس طرح ذنبِ سرحان کے ساتھ حلت وحرمت کا کوئی بھی حکم وابستہ نہ ہونے کے الفاظ میں اس کے فجر ہونے کی نفی فرمائی، اور مستطیر کے ساتھ حلت وحرمت کا حکم وابستہ فرما کر اس کے فجر ہونے کا ثبوت فرمایا۔

اس طرح کی تمام احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود دراصل کاذب کے فجر اور صبح ہونے کی نفی ہی فرمانا ہے، ان احادیث میں سے کسی حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کاذب کے صادق سے متصل ہونے نہ ہونے کی کوئی تعیین نہیں فرمائی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث سے بھی اس کے کاذب ہونے کی صفت معلوم ہوتی ہے، اور یہی نام زبان زد عام ہے۔ [1]

اور جو نوعیت ''مطلق صبح'' اور ''اولِ صبح'' کی ہے، وہی ''فجر'' اور ''اولِ فجر'' کی بھی ہے۔

اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ معترض سے مراد اس روشنی کا شمالاً وجنوباً افق پر ہونا، اور پھر مستطیر، منتشر ہونا اور پھیلنا، اور مستطیل سے مراد اس طرح شمالاً وجنوباً افق پر اس روشنی کے منتشر ہونے کے بجائے، اس کا ذنبِ سرحان کے مثل محض مستطیل ہونا ہے۔

موجودہ جدید ترقی یافتہ دور میں جہاں دور دراز کی متعدد روشنیوں کے وجود اور ان کی نقل وحرکت کا پتہ لگایا جا چکا، ان دونوں قسم کی روشنیوں کا پتہ لگانا کوئی بھی مشکل نہیں۔

چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ:

فَصَلَّى الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ، ثُمَّ رَقَدَ، حَتّٰى إِذَا طَلَعَ أَوَّلُ الْفَجْرِ، قَامَ فَصَلَّى

---

[1] عن جعفر بن نهار، قال: سألت القاسم: أهو الساطع، أم المعترض؟ قال: المعترض، والساطع: الصبح الكاذب(مصنف ابنِ ابی شیبۃ،رقم الحدیث ۹۱۶۶،ما قالوا فی الفجر، ما هو؟)

عن عمران، عن أبی مجلز، قال: الساطع ذلک الصبح الكاذب، ولكن إذا انفضح الصبح فی الأفق(مصنف ابنِ ابی شیبۃ،رقم الحدیث ۹۱۶۷،ما قالوا فی الفجر، ما هو؟)

الْغَدَاةَ(مسند أحمد،رقم الحديث ٣٨٩٣)

ترجمہ: پھر عشائے آخرہ کی نماز پڑھی، پھر لیٹ گئے، یہاں تک کہ جب اولِ فجر کا طلوع ہو گیا، تو کھڑے ہو کر صبح کی نماز پڑھی (مسند احمد)

اس روایت میں ''اولِ طلوعِ فجر'' کے الفاظ ہیں، جن سے بالاتفاق، صادق کا طلوع مراد ہے۔

اس طرح کا مضمون دوسری احادیث میں بھی آیا ہے۔ [1]

محدثین وفقہاء کی عبارات میں بھی اس طرح کا استعمال بکثرت ہے۔ [2]

برخلاف اس کے کہ ''الفجر الاول'' کہا جائے، کیونکہ اس کی اور ''أَوَّلُ الْفَجْر'' میں فرق بالکل اسی طرح ہے، جیسا کہ ''الباب الاول'' یا ''الفصل الاول'' کے مقابلہ میں ''أَوَّلُ الْباب'' یا ''أَوَّلُ الْفصل'' میں فرق ہے، جس کو علماء کے لئے سمجھنا مشکل نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَإِذَا صَلَّيْتُمُ الْمَغْرِبَ فَإِنَّهُ وَقْتٌ إِلَى أَنْ يَّسْقُطَ الشَّفَقُ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٦١٢ "١٧١" كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب أوقات الصلوات الخمس)

ترجمہ: پھر جب تم مغرب کی نماز پڑھو، تو اس کا وقت سقوطِ شفق تک ہے (صحیح مسلم)

---

[1] عن زيد بن حارثة، أن رجلا سأل النبي صلى الله عليه وسلم عن وقت صلاة الصبح؟ فقال :صلها معنا اليوم وغدا فلما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم بقاع نمرة من الجحفة، صلاها حين طلع أول الفجر(المعجم الكبير للطبراني، ج٥ص ٨٩،رقم الحديث ٤٢٦٩، باب الزاى)

عن ابن عباس رضى الله عنهما " :أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يأمر نساءه وثقله صبيحة جمع أن يفيضوا مع أول الفجر بسواد ,ولا يرموا الجمرة إلا مصبحين(شرح معانى الآثار،رقم الحديث٣٩٧٥، كتاب مناسك الحج، باب وقت رمى جمرة العقبة للضعفاء الذين يرخص لهم فى ترك الوقوف بالمزدلفة)

[2] للإجماع أن الصيام واجب من أول الفجر(شرح صحيح البخارى لابن بطال، ج٢،ص ٢٤٨، كتاب الصلاة،باب الأذان بعد الفجر)

اس حدیث میں شفق سے مراد، احمر، یا بیاضِ معترض ہے، بیاضِ مستطیل ہرگز مرادنہیں، کیونکہ وہ مغرب کے وقت میں داخل نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے:

وَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْمَا بَيْنَ أَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۵۶۹، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب النوم قبل العشاء لمن غلب)

ترجمہ: اور صحابہ عشاء کی نماز غروبِ شفق سے لے کر رات کے پہلے تہائی حصہ کے درمیانی وقت میں پڑھا کرتے تھے (بخاری)

اس حدیث میں بھی شفق سے مراد، احمر، یا بیاضِ معترض ہے، بیاضِ مستطیل مرادنہیں۔

اور بھی کئی احادیث میں شفق کا ذکر اسی معنیٰ میں ہے۔

چنانچہ حضرت اسلم سے روایت ہے:

كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، بِطَرِيْقِ مَكَّةَ، فَبَلَغَهُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ شِدَّةُ وَجَعٍ، فَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّفَقِ، ثُمَّ نَزَلَ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا، وَقَالَ: إِنِّيْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ، وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۰۰۰، کتاب الجهاد والسير، باب السرعة في السير)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا عَجِلَ عَلَيْهِ السَّفَرُ، يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ إِلٰى أَوَّلِ وَقْتِ الْعَصْرِ، فَيَجْمَعُ بَيْنَهُمَا، وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ، حِيْنَ يَغِيْبُ الشَّفَقُ (صحیح مسلم، رقم

www.idaraghufran.org

الحدیث،۷۰۴"۴۸"کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر)

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

فَأَقَامَ الْعِشَاءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ، ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْفَجْرَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرَ، فَلَمَّا أَنْ كَانَ الْيَوْمُ الثَّانِي أَمَرَهُ فَأَبْرَدَ بِالظُّهْرِ، فَأَبْرَدَ بِهَا، فَأَنْعَمَ أَنْ يُبْرِدَ بِهَا، وَصَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ أَخَّرَهَا فَوْقَ الَّذِي كَانَ، وَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ أَنْ يَغِيْبَ الشَّفَقُ، وَصَلَّى الْعِشَاءَ بَعْدَمَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ(صحیح مسلم،رقم الحدیث ۶۱۳"۱۷۶"کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب أوقات الصلوات الخمس)

اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ سَائِلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَهُ عَنْ مَوَاقِيْتِ الصَّلَاةِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ نُمَيْرٍ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ:فَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ أَنْ يَغِيْبَ الشَّفَقُ (صحیح مسلم،رقم الحدیث ۶۱۴"۱۷۹"کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب أوقات الصلوات الخمس)

اس طرح کی اور بھی بہت سی احادیث وروایات ہیں، اوران سب میں مطلق ''شفق'' اسی معنیٰ میں مراد ہے، جس کا ذکر پہلے گذرا۔

اور مسلمان اہلِ فلکیین نے مطلق ''شفق'' کا جو اطلاق کیا ہے، وہ قرآن وحدیث کی اتباع میں اسی معنیٰ میں کیا ہے۔

مؤلفِ رسالہ جس معنیٰ میں شفق کو مراد لینے پر اصرار کرتے ہیں، اس معنیٰ کے مراد ہونے کا قرآن وسنت میں دور دور تک ذکر نہیں۔

اور منسلکہ رسالہ کے مؤلف جو کاذب کے ''فجر، صبح وشفق'' ہونے پر زور دے رہے ہیں، ان کو

بھی کوئی ایک حدیث ایسی پیش کرنی لازم ہے، جس میں ان کے دعوے کا ثبوت موجود ہو۔

اب اس کے بعد فجرِ صبح کے متعلق محدثینِ عظام وفقہائے کرام، اور فلکیین کے چند حوالہ جات ملاحظہ کر لیے جائیں۔

''مطالعُ الانوار'' کا حوالہ

علامہ ابنِ قرقول ''مطالعُ الانوار'' میں فرماتے ہیں:

و"الفجر المستطير هو المنتشر فی الأفق لا الصاعد، وخلافه" :المستطيل وهو الصاعد إلى الأفق(مطالع الأنوار على صحاح الآثار،لابن قرقول،ج۳،ص ۲۸۹،حرف الطاء،الطاء مع الواو)

ترجمہ: اور فجرِ مستطیر وہ ہے، جو منتشر ہونے والی ہوتی ہے، اوپر کو چڑھنے والی نہیں ہوتی، اور اس (فجرِ مستطیر) کے مقابلہ میں ''مستطیل'' ہے، جو افق کے اوپر کی طرف چڑھنے والی ہوتی ہے (مطالع الانوار)

''لمعاتُ التنقیح'' کا حوالہ

مشکاۃ کی شرح ''لمعاتُ التنقیح'' میں ہے:

وقوله :(ولكن الفجر المستطير) أى :المنتشر ضوؤه المعترض فی نواحی السماء (لمعات التنقيح فی شرح مشكاة المصابيح،ج ۲،ص ۴۳۷،كتاب الصلاة،باب فضل الأذان وإجابة المؤذن)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ''لیکن فجرِ مستطیر'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی روشنی آسمان کے کناروں میں پھیلتی ہے (لمعات)

''شرحُ الطیبی'' کا حوالہ

مشکاۃ کی شرح ''شرحُ الطیبی'' میں ہے:

قوله :(الفجر المستطير)هو الذى انتشر ضوؤه واعترض فى الأفق، كأنه طار فى نواحى السماء ، بخلاف المستطيل الذى يسمى بذنب السرحان (شرح الطيبى على مشكاة المصابيح، ج٣،ص ٩٢١، كتاب الصلاة،باب تأخير الأذان)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ’’فجرِ مستطیر‘‘ اس سے وہ روشنی مراد ہے، جو منتشر ہوتی ہے، اور افق کی چوڑائی میں پھیلتی ہے، گویا کہ وہ آسمان کے کناروں میں اڑ رہی ہے، بخلاف ’’مستطیل‘‘ کے، جس کا نام ذنبِ سرحان رکھا جاتا ہے (وہ نہ تو افق کی چوڑائی میں منتشر ہوتی، نہ ہی آسمان کے کناروں میں ہوتی) (شرح طیبی)

’’المفاتيح شرح المصابيح‘‘ کا حوالہ

’’المفاتيح شرح المصابيح‘‘ میں ہے کہ:

قوله:ولا الفجر المستطيل (المستطيل) :الطويل، وأراد بالفجر المستطيل :الصبح الكاذب، وصف بالمستطيل؛ لأنه يرتفع قبل السماء طويلا.

ولا يتفرق نوره، ثم يزول، ثم بعد زواله بزمان يظهر الصبح الصادق.

"وهو يستطير"؛ أى :يتفرق نوره فى جانب الأفق.

و"الأفق :"جانب السماء والأرض (المفاتيح فى شرح المصابيح، ج٢، ص٥٧، ٥٨، كتاب الصلاة،باب فضل الأذان وإجابة المؤذن)

ترجمہ: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ’’نہ فجرِ مستطیل‘‘ تو طویل سے فجرِ مستطیل کو مراد لیا، جو صبح کاذب ہے، اس کی ’’مستطیل‘‘ صفت اس لئے بیان کی کہ وہ آسمان کی طرف لمبائی میں اوپر کو چڑھتی ہے، اور اس کی روشنی متفرق نہیں ہوتی، پھر اس کی روشنی زائل ہوجاتی ہے، پھر زائل ہونے کے کچھ زمانہ بعد، صبح صادق ظاہر ہوتی ہے، اور یہ روشنی مستطیر ہوتی ہے، یعنی اس کی روشنی افق کے کنارہ

پر متفرق ہوتی ہے۔

اور افق سے مراد، آسمان، اور زمین کا کنارہ ہے (الفاتح)

''مرقاۃُ المفاتیح'' کا حوالہ

اور مشکاۃ کی شرح ''مرقاۃُ المفاتیح'' میں ہے کہ:

(المستطير) "صفته أى: المنتشر المعترض (فى الأفق ("أى: أطراف السماء .قال ابن الملك: أى الذى ينتشر ضوؤه فى الأفق الشرقى، ولا يزال يزداد ضياؤه (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج ٢، ص ٥٧٤، كتاب الصلاة،باب تأخير الأذان)

ترجمہ: مستطیر صبح صادق کی صفت ہے، یعنی جو منتشر ہوتی ہے، معترض ہوتی ہے افق میں، ابنِ ملک نے فرمایا کہ جس کی روشنی افقِ شرقی میں منتشر ہوتی ہے، اور اس کی روشنی (وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ) زیادہ ہی ہوتی جاتی ہے (مرقاۃ)

''نخبُ الافکار'' کا حوالہ

اور علامہ عینیؒ ''نخبُ الافکار'' میں فرماتے ہیں:

قوله" :حتى يبدوا الفجر "أى :يظهر الفجر وأراد به الفجر الصادق وهو الذى يبدوا فى الأفق وينتشر ضياؤه فى العالم، فهذا يدخل به وقت الصبح، ويخرج به حكم الليل (نخب الأفكار فى تنقيح مبانى الأخبار فى شرح معانى الآثار، ج ٣، ص ٧٤، كتاب الصلاة،باب :التأذين للفجر أى وقت هو بعد طلوع الفجر أو قبل ذلك)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ''یہاں تک کہ فجر کا بدو ہو جائے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ فجر ظاہر ہو جائے، اور اس سے فجرِ صادق مراد ہے، جو افق میں ظاہر ہوتی ہے، اور اس کی روشنی عالم میں منتشر ہوتی ہے، پس اس پر ہی فجر کا وقت

داخل ہوتا ہے، اوراس سے رات کا حکم خارج ہوتا ہے (نخب الافکار)

ابوالفتح خازن، اور عبدالجبار خرقی کا حوالہ

ابوالفتح خازن (المتوفیٰ: 550 ہجری) اپنی مشہور تالیف ’’الزیج المعتبر السنجری‘‘ میں خاص نماز کے اوقات کا باب قائم فرما کر لکھتے ہیں:

فیطلع بعد السحر بیاض مستطیل مستدق الاعلیٰ ،یسمی الصبح الکاذب اذ لا حکم له فی الشریعة ویشبه بذنب السرحان من جهة الاستطالة والدقة والانتصاب وبقی مدة.

ثم یطلع الفجر معترضا ومنبسطا علی الافق وحکم الصوم والصلاة مربوط به،وبعده یحمر الافق لاقتراب الشمس الی الافق وسطوع ضیائها علی الکدورات القریبة من الارض ویتبعه الطلوع .

والحال عند غروبها کذلک بعکس هذا الترتیب،وهو ان الافق یبقی محمرا بعد غروب الشمس ثم تزول الحمرة ویبقی البیاض الذی هو نظیر الفجر.

وبه وبالحمرة حکم وقت صلاتی العشاء.

فاذا غاب البیاض المعترض بقی المستطیل المنتصب نظیر الصبح الکاذب مدة من اللیل (الزیج المعتبر السنجری،المقالة الثالثة فی الطوالع،القسم السادس فی سمتی الارتفاع والقبلة واوقات الصلاة،الباب الرابع فی اوقات الصلاة)

ترجمہ: سحر کے بعد بیاضِ مستطیل طلوع ہوتی ہے، جس کا اوپر والا حصہ دقیق ہوتا ہے، اس کا نام صبح کاذب رکھا جاتا ہے، کیونکہ اس کے لئے شریعت میں کوئی حکم نہیں، اور یہ بھیڑیے کی دم کے مشابہ ہوتی ہے، لمبائی اور دقیق، اور کھڑی ہونے کے اعتبار سے، اور یہ ایک مدت تک باقی رہتی ہے۔

پھر اس کے بعد فجرِ صادق، معترض اور افق پر پھیل کر ظاہر ہوتی ہے، اور نماز اور روزہ کا حکم اسی کے ساتھ مربوط ہے، اور اس کے بعد افق سرخ ہو جاتا ہے، سورج

www.idaraghufran.org

کے افق کے قریب ہونے کی وجہ سے، اور سورج کی روشنی کے زمین سے قریب کدورات پر چڑھنے کی وجہ سے، اور اس کے بعد سورج طلوع ہو جاتا ہے۔

اور سورج کے غروب کی حالت بھی، اس ترتیب کے برعکس، اسی طرح ہے، اور وہ یہ ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد افق سرخ ہو کر باقی رہ جاتا ہے، پھر سرخی زائل ہو جاتی ہے، اور وہ بیاضِ معترض باقی رہ جاتی ہے، جو فجر کی نظیر ہے۔

اور اس بیاضِ معترض اور حمرہ کے ساتھ مغرب وعشاء کی نمازوں کا حکم وابستہ ہے، پھر جب بیاضِ معترض غائب ہو جاتی ہے، تو مستطیل منتصب، جو صبح کاذب کی نظیر ہے، وہ رات کی ایک مدت تک باقی رہتی ہے (الزیج المعتبر)

اس عبارت میں طلوع سے پہلے، اور غروب کے بعد بیاض مستطیل کو رات کی ایک مدت تک باقی رہنے کا ذکر ہے، درجہ بندی کا کوئی ذکر نہیں، لیکن آگے پھر صبح صادق کے درجہ کو متعین کر کے بیان کیا ہے، جیسا کہ تفصیلاً آگے الگ فصل میں آتا ہے۔

اور عبد الجبار بن عبد الجبار بن محمد بن ثابت بن احمد، ابو محمد ثابتی، خرقی، مروزی (المتوفیٰ: 553ھ) اپنی تالیف ''کتابُ التبصرة'' میں ''الباب الثالث عشر فی معنی الفجر والشفق'' میں فرماتے ہیں:

''ان ضوء النهار من ضياء الشمس لا محالة''

''بلاشبہ دن کی روشنی، لامحالہ طور پر سورج کی روشنی سے ہوتی ہے''

پھر اس ذیل میں شفق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الشمس متى غربت احمر الافق فی ناحية المغرب، ويكون الهواء مضيئا بضياء واضح مثل ماكان قبل طلوع الشمس، ثم ياخذ الضياء، فی الضعف الى ان يغيب الحمرة، ويبقى البياض مثل بياض الصبح الصادق، ثم يزداد ضعفه شيئا فشيئا، الى ان يغيب، ثم يتبعه خط البياض المستطيل (كتاب التبصرة، ص ١٧٢، القسم الثانی فی ذكر مايختص هيئة الارض وكيفية انقسامها بالعام وغير العام، ومايتعلق بها من ذكر الطوالع والمطالع، الباب الثالث عشر فی معنى الفجر والشفق)

ترجمہ: سورج جب غروب ہوتا ہے، تو مغرب کی طرف کا افق سرخ ہوجاتا ہے، اور ہواء روشن ہوجاتی ہے، بالکل واضح روشنی کے ساتھ، جیسا کہ طلوعِ شمس سے پہلے تھی، پھر یہ روشنی کمزور ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ سرخی غائب ہوجاتی ہے، اور بیاضِ معترض صبح صادق کی طرح باقی رہ جاتی ہے، پھر یہ بیاضِ معترض لمحہ بلمحہ کمزور ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ غائب ہی ہوجاتی ہے (صبح صادق کی طرح) پھر اس کے بعد بیاضِ مستطیل کا خط آتا ہے (صبح کاذب کی طرح)

(کتاب التبصرہ)

اس عبارت میں صبح صادق کی بیاضِ معترض کی طرح شفقِ معترض کے غائب ہونے کے بعد بیاضِ مستطیل کے ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن اس کے درجہ کو بیان نہیں کیا گیا، اور اس کے مقابلہ میں صبح وشفق صادق کے درجہ کو بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

محقق طوسی کا حوالہ

نصیرُ الدین محقق طوسی (المتوفیٰ: 672ھ) اپنی کتاب ’’التذکرۃ فی الھیئۃ‘‘ عربی میں لکھتے ہیں:

ویکون ما یقرب من الأفق بعد مظلما، فلذلک یسمی ذلک النور بالصبح الأول والصبح الکاذب، واما تسمیتہ بالاول فظاھر، واما تسمیتہ بالکاذب فلکون الأفق مظلما أی لو کان یصدق انہ نور الشمس، لکان المنیر ما یلی الشمس دون ما یبعد منہ (التذکرۃ فی الھیئۃ للطوسی، ص ۵۹، الباب الثالث فی ھیئۃ الارض، الفصل التاسع فی الصبح والشفق، مکتبۃ قطر الوطنیۃ)

ترجمہ: اور وہ حصہ، جو اُفق کے قریب ہوتا ہے، اس (ظہورِ کاذب) کے بعد تاریک ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے اس روشنی کا نام ’’صبحِ اول‘‘ اور ’’صبحِ کاذب‘‘ رکھا جاتا ہے، اور جہاں تک اس کا ’’اول‘‘ نام رکھنے کا تعلق ہے، تو وہ ظاہر ہے، اور

جہاں تک اس کا ''کاذب'' نام رکھنے کا تعلق ہے، تو اس کی وجہ اُفق کا تاریک ہونا ہے، یعنی اگر یہ اس بات کی تصدیق کرتا کہ وہ سورج کی روشنی ہے، تو وہ حصہ روشن ہوتا، جو سورج کے قریب ہے (یعنی اُفق روشن ہوتا) نہ کہ اس سے دور والا حصہ (روشن ہونا) (التذکرۃ)

محقق طوسی کے مزید حوالہ جات آگے آتے ہیں۔

علاء الدین علی بن محمد قوشجی کا حوالہ

علاء الدین علی بن محمد قوشجی (المتوفیٰ: 879ھ) جو فلکی، ریاضی اور حنفی فقہاء میں سے ہیں، وہ اپنی تالیف ''الر سالۃ الفتحیۃ فی علم الھیئۃ'' میں فرماتے ہیں:

ومبدء النھار فی عرف المتشرعۃ من طلوع الصبح الصادق وفی عرف المنجمین والفرس والروم من طلوع مرکز الشمس (الرسالۃ الفتحیۃ فی علم الھیئۃ، صفحۃ ۳۴، البا ب السادس فی الایام بلیا لیھا واجزائھا من اللیل والنھار والساعۃ المستویۃ والمعوجۃ والصبح والشفق)

ترجمہ: اور دن کا آغاز اہلِ شریعت کے عرف میں، صبح صادق کے طلوع سے ہوتا ہے، اور منجمین اور اہلِ فارس وروم کے عرف میں مرکزِ شمس کے طلوع سے ہوتا ہے (الرسالۃ الفتحیۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ شریعت کے نزدیک دن کا آغاز صبح صادق سے اور غیر اہلِ شریعت کے نزدیک طلوعِ شمس سے ہوتا ہے، اور ان میں سے ہر ایک کے نزدیک دن کا مبداء ہی صبح کہلاتا ہے۔

اور ''فجر'' کی اصطلاح ''صبح'' کے مقابلہ میں مخصوص شرعی اصطلاح ہے، جس کا غیر اہلِ شریعت اطلاق نہیں کرتے، کیونکہ اس کی نسبت نمازِ فجر کی طرف ہے، جو شریعت کی مخصوص عبادت کا وقت ہے۔

اوران میں سے کسی کے نزدیک بھی صبح کا ''کاذب'' پر اطلاق نہیں آتا۔

پس مؤلف کا مذکورہ دعویٰ اصحابِ شریعت، اور اصحابِ غیر شریعت سب کے ہی خلاف ہے، کسی کے بھی موافق نہیں۔

چندلغات کا حوالہ

جس طرح مؤلف کا دعویٰ، قرآن وسنت اور، مفسرین ومحدثین، اوراصحابِ فلکیین کے خلاف ہے، اسی طرح اصحابِ لغت کے بھی خلاف ہے، جبکہ اہلِ لغت اسلام سے پہلے کے معنیٰ کے فرق کی بھی نشاندہی کردیا کرتے ہیں۔

یوں تو تقریباً تمام اہلِ لغت کی تصریحات ہی مؤلفِ رسالہ کے خلاف ہیں، جن کا احاطہ کرنا دشوار ہے، اس لئے ہم صرف چند عبارات پر اکتفاء کرتے ہیں۔

خلیل بن احمد فراہیدی (المتوفیٰ: 170ھ) ''کتابُ العین'' میں لکھتے ہیں:

والصبح والصباح :هما أول النهار (كتاب العين، ج٣،ص ١٢٦ ،باب الحاء والصاد والباء معهما ح ص ب، ص ح ب، ص ب ح، مستعملات)

ترجمہ: اورصبح اورصباح یہ دونوں دن کی ابتداء کے نام ہیں (کتاب العین)

اور''لسانُ العرب''میں ہے:

الصبح :أول النهار .والصبح :الفجر .والصباح :نقيض المساء، والجمع أصباح (لسان العرب، ج٢،ص ٥٠٢، حرف الجيم،فصل الصاد)

ترجمہ: ''صبح'' دن کی ابتداء کو کہا جاتا ہے، اور''صبح'' سے فجر مراد ہے، اور ''صباح'' شام کی ضد ہے، اوراس کی جمع ''اصباح'' آتی ہے (العرب)

اور'' القاموس المحیط''میں ہے:

الصبح: الفجر، أو أول النهار، ج: أصباح (القاموس المحيط،ص٢٢٧، باب الحاء، فصل الصاد)

ترجمہ: ''صبح'' کے معنیٰ ''فجر'' کے، اوردن کے آغاز کے ہیں، جس کی جمع اصباح

آتی ہے (القاموس المحیط)

اور ''القاموس المحيط'' میں ہی ہے:

والسحر: قبيل الصبح (القاموس المحيط، ص ۴۰۵، باب الراء، فصل السين)

ترجمہ: اور ''سحر'' صبح سے پہلے وقت کا نام ہے (القاموس المحیط)

اور ''القاموس المحيط'' میں ہی ایک مقام پر ہے:

الفجر: ضوء الصباح (القاموس المحيط، ص ۴۵۴، باب الراء، فصل الفاء)

ترجمہ: ''فجر'' صبح کی روشنی کو کہا جاتا ہے (القاموس المحیط)

اور قاضی محمد اعلیٰ تھانوی کی شاہکار تصنیف ''كشاف اصطلاحات الفنون'' میں ہے:

اليوم:

[فى الانكليزية]Day [فى الفرنسية]Jour

بالفتح وسكون الواو فى اللغة الوقت ليلا أو غيره قليلا أو غيره .وفى العرف من طلوع جرم الشمس ولو بعضها إلى غروب تمام جرمها، وهكذا عند منجمى الفارس والروم.

وفى الشرع من طلوع الصبح الصادق إلى غروب تمام جرم الشمس.

والليل على الأول من غروب تمام جرم الشمس إلى طلوعه.

وعلى الثانى من غروب تمام جرم الشمس إلى طلوع الصبح الصادق (كشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، ج ۲، ص ۱۸۱۵، حرف الياء)

ترجمہ: ''یوم'' زبر اور واؤ کے سکون کے ساتھ، وقت کا نام ہے، رات ہو، یا رات کے علاوہ ہو، تھوڑا ہو، یا زیادہ ہو۔

اور عرف میں سورج کی ٹکیہ کے طلوع ہونے سے لے کر، اگر چہ وہ ٹکیہ تھوڑی ہو، اس کے غروب تک کا نام ہے، یہی فارس اور روم کے اہلِ فلکیات کا قول ہے۔

اور شریعت میں ''صبح صادق سے لے کر سورج کی مکمل ٹکیہ غروب ہونے تک کا نام ہے۔

اور ''رات'' عرف میں سورج کی ٹکیہ کے غروب سے لے کر اس کے طلوع ہونے

تک کا نام ہے۔اور شریعت میں سورج کی مکمل ٹکیہ غروب ہونے سے لے کر صبح صادق کے طلوع ہونے کا نام ہے (کشاف)

اب مؤلفِ رسالہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ کاذب کا دن میں داخل ہونا، اور مطلق ''صبح فجر'' کے لفظ سے شریعت، فقہ، اور فلک کے فن میں ''کاذب'' مراد ہونا ثابت کریں، ورنہ اپنے دعوے کے بطلان کا اعتراف کریں۔

اور جو دلائل مؤلف کے دعوے کے بطلان کے ہیں، وہی دلائل ان حضرات کے لئے بھی موثر ہیں، جنہوں نے فقہ وفلکیات کے فن میں صبح وفجر سے ''کاذب'' کا مراد ہونا سمجھا، چہ جائیکہ ان کے حوالہ جات کو حجت قرار دیا جائے، جیسا کہ تفصیلاً اپنے مقام پر آتا ہے۔

اور ہمارا دعویٰ ہے کہ صبح کاذب کا جدید سائنسی زبان میں نام

''بروجی روشنی'' ''Zodiacal light'' ہے۔

اور جدید سائنسی زبان میں ''طلوعِ صبح وطلوعِ فجر'' کا نام

''Astronomical Twilight, Dawn''

اور جدید سائنسی زبان میں انتہائے غروبِ شفقِ ابیض کا نام

Astronomical Twilight Dusk

ہے، جیسا کہ تفصیلاً وتحقیقاً آگے آتا ہے۔

IdaraGhufran

(فصل نمبر2)

صبح کاذب کے متعلق ایک اضحوکہ کا بطلان

مسلکہ رسالہ نویس نے اس رسالہ میں ایک مقام پر تحریر کیا کہ:

مفتی رضوان صاحب کی باتیں بھی عجیب ہوتی ہیں، ان کی ایک کتاب ہے، جس کا نام ہے''کشفُ الغطا ''اس میں ایک جگہ لکھتے ہیں، جس کا مفہوم یہ ہے کہ بعض اوقات صبح صادق کے بعد بھی صبح کاذب نظر آ سکتی ہے۔

کیا یہ ''اضحوکہ'' نہیں ہے (صبح صادق اور عشاء کا صحیح وقت، حقیقت میں پندرہ درجے کے مطابق ہے، صفحہ نمبر ۱۳۷، مطبوعہ: مدرسہ تعلیم الاسلام، چارسدہ، اشاعتِ اول ۱۴۳۹ھ)

موصوف کو''اضحوکہ'' لکھ کر تمسخر کرنے سے قبل غور و تحقیق سے کام لینا ضروری تھا، موصوف نے اس لفظ کا استعمال بھی کسی خاص شخصیت کی جامد تقلید کی بنیاد پر کیا ہے۔ [1]

واقعہ یہ ہے کہ موصوف کا دعویٰ اور اس کے مستدلات ہی دراصل ان کے اوپر''اضحوکات'' بن کر لوٹ رہے ہیں۔

موصوف نے ہماری تالیف کی مکمل عبارت اور حوالہ تحریر کرنے کی جرأت وہمت نہیں کی کہ کہیں اس سے موصوف کو ہمارے موقف کے حوالہ جات وعبارات کے جوابات تحریر کرنے کی ذمہ داری عائد نہ ہو جائے۔

ہم نے اپنی تالیف''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق''میں اپنے دعوے پر متعدد

---

[1] أضحوكة [مفرد]: ج أضحوكات وأضاحيك:

1- كل ما يضحك منه، موضع سخرية "انكشف أمره فأصبح أضحوكة للناس- جاء بأضحوكة."

2- شخص يسمح لنفسه بأن يستغل لمصلحة شخص آخر(معجم اللغة العربية المعاصرة، ج ۲، ص ۱۳۴۸، حرف الضاد، مادة"ض ح ك")

www.idaraghufran.org

ومستند فقہی وفلکی عبارات وحوالہ جات تحریر کردیئے ہیں۔

جبکہ ہم نے اپنی دوسری تالیف ''کشف الغطاء عن وقت الفجر والعشاء ''میں جوکہ دراصل ایک معترض معاند کے اعتراضات کے جواب کے طور پر تحریر کی گئی ہے، اس میں ہم نے جو کچھ تحریر کیا گیا ہے، اس کو ذیل میں ملاحظہ کرلیا جائے۔

''کشفُ الغطاء عن وقت الفجر والعشاء'' کا حوالہ

اس تالیف میں ایک مقام پر ہم نے مختلف حوالہ جات کے تناظر میں یہ تحریر کیا ہے کہ:

لٰہذا بیاضِ مستطیل، خواہ بیاضِ مستطیر سے متصل نظر آئے، یا منفصل نظر آئے، فاصلہ خواہ تھوڑا ہو، یا زیادہ، یا بالکل بھی نہ ہو، بہر صورت مستطیل پر کاذب کا اور مستطیر پر صادق کا حکم لازم ہوگا، اور اس منصوص فرق کو نظر انداز کرکے غیر منصوص قیود کو بنیادی اور اصل حیثیت دینے کا جواز نہ ہوگا۔

نیز بروجی روشنی کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ ہمیشہ بہت پہلے ظاہر ہوکر غائب ہوجاتی ہے، درست نہیں، بلکہ وہ صادق کے ساتھ منفصل اور متصل، بلکہ اس میں منغمر بھی ہوسکتی ہے، جس کی وجہ سے کاذب کے اثرات طلوعِ صادق کے ابتدائی لمحات کے بعد تک بھی نظر آسکتے ہیں، جیسا کہ آگے حوالہ جات کے ذیل میں آتا ہے (کشف الغطاء عن وقت الفجر والعشاء، صفحہ نمبر ۴۱۲)

اور ہم نے اسی تالیف میں ایک مقام پر یہ تحریر کیا کہ:

بروجی روشنی، خطِ استواء، جدی وسرطان اور ان کے اقرب علاقوں میں پورے سال، جبکہ اوسط شمالی وجنوبی (تقریباً 45 درجے عرض البلد والے) علاقوں میں مخصوص زمانوں میں نظر آتی ہے، اور اس کا نچلا حصہ افق کی دھندلی پٹی سے چھپا ہوا ہوتا ہے، اس لئے وہ حصہ نظر نہیں آتا، اور یہ 18 درجے کے متصل بھی نظر آسکتی ہے۔

www.idaraghufran.org

یہ تفصیل فقہائے کرام کی دونوں کے متصل و منغمر ہونے، اور بعض اوقات صبح صادق کے کچھ بعد تک نظر آسکنے کی تصریحات کے مطابق ہے (کشف الغطاء عن وقت الفجر والعشاء، صفحہ نمبر ۲۹۲، مشمولہ: علمی و تحقیقی رسائل، جلد۲)

ہم نے اپنی مذکورہ تالیفات میں جو کچھ لکھا، اس کے حوالہ جات بھی نقل کئے۔

موصوف جتنا بھی چاہیں زور لگالیں، ہم ان شاء اللہ تعالیٰ موصوف کے بیان کردہ صبح کاذب کے درجہ کو صبح ہونے کی حیثیت سے ہرگز قبول نہیں کریں گے، تاآنکہ وہ اپنی درجہ بندی والی صبح کا سچی صبح ہونا ثابت نہ کردیں، اور اس کی جھوٹی صبح ہونے، یعنی صبح نہ ہونے کی تردید نہ کردیں، کیونکہ ہماری اور موصوف کی بحث کا محور سچی صبح کے ارد گرد دائر ہے۔

ہم نے جو کچھ مذکورہ تحریر میں بیان کیا، وہ مختلف حوالہ جات وعبارات کے ضمن میں بیان کیا۔

جس کی تفصیل ہماری مذکورہ تالیفات میں ساتھ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

موصوف نے ان پر تبصرہ کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔

اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی احادیث پر بھروسہ کرتے ہوئے بابانگِ دہل یہ اعلان کرتے ہیں کہ موصوف جب تک سچی احادیث سے اس کا سچی فجر ہونا ثابت نہ کردیں، اس وقت ان کا دعویٰ، اور اعتراض بے بنیاد شمار ہوگا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کاذب کے فجر ہونے کا انکار فرمایا ہے، اور اس کے جھوٹی ہونے کی صفت بھی بیان فرمائی ہے، اسی کے ساتھ اصل اور سچی فجر وصبح کی صفت بھی بیان فرمائی ہے، جن کا شروع میں ذکر گذر چکا ہے۔

شریعت کے احکام کا تعلق سچی فجر سے ہی ہے، اسی پر احکامِ شرعیہ کا مدار ہے، کاذب پر مدار نہیں، خواہ وہ نظر آئے، یا نظر نہ آئے، اور خواہ وہ کسی بھی درجہ پر نظر آئے، اور اصل اور سچی فجر کے متصل نظر آئے، یا منفصل نظر آئے، بلکہ اگر اس ”صفتِ مستطیل، ساطع، مسعد، ذنب سرحان“ کی شکل میں رات کے آخری حصہ کے بجائے، غروبِ شفق والے

حصہ کے متصل، یا منفصل نظر آئے، اس سے بھی شریعت کے کسی حکم پر فرق نہیں پڑے گا اور نہ ہی شریعت کا کوئی حکم ثابت ہوگا، اور اس کے بجائے صبحِ صادق وفجرِ اصل، اور شفقِ صادق سے ہی حکمِ شرعی وابستہ رہے گا، اور سچی صبح کو جھوٹی صبح کے تابع، اور اس پر کسی حیثیت سے موقوف قرار دینا صحیح نہ ہوگا، بلکہ یہی حکم ہوگا کہ اس سے کوئی بھی دھوکہ نہ کھائے، جس طرح صادق کو کاذب سمجھنے کے دھوکہ میں منسلکہ رسالہ کے مؤلف مبتلاء ہیں، جس سے شارع علیہ السلام نے آگاہ فرمایا تھا۔

اگر موصوف کے نزدیک صادق کے بجائے کاذب سے کوئی دوسرا حکمِ شرعی وابستہ ہو، جس کی وجہ سے ان کو اس کی درجہ بندی ضروری ہو، اور وہ صادق کو کو کاذب کے درجہ میں لاکر کھڑی کرنا چاہتے ہوں، اور جھوٹ کو سچ بنانا چاہتے ہوں، تو وہ ان کو ہی مبارک ہو۔

اور ہم نے جو کچھ کہا، اس پر بے شمار اصحابِ علم اور اصحابِ فن کی عبارات شاہدِ عدل ہیں، جن کو یہاں درج کرنے کی گنجائش نہیں، بطورِ نمونہ چند عبارات ذکر کی جاتی ہیں۔

ابوریحان البیرونی کا حوالہ

ابوریحان محمد بن احمد البیرونی (المتوفی: 440ہجری) لکھتے ہیں:

فَحَصَلُوْا مِنْ قَوَانِیْنِ وَقْتِهٖ اَنَّ اِنْحِطَاطَ الشَّمْسِ تَحْتَ الْاُفُقِ مَتٰی کَانَ ثَمَانِیَةَ عَشَرَ جُزْءً ا کَانَ ذَالِکَ الْوَقْتُ طُلُوْعَ الْفَجْرِ فِی الْمَشْرِقِ وَ وَقْتَ مُغِیْبِ الشَّفَقِ فِی الْمَغْرِبِ وَ لَمَّا لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مُعَیَّنًا بَلْ بِالْاَوَّلِ مُخْتَلِطًا اُخْتُلِفَ فِیْ هٰذَا الْقَانُوْنِ فَرَاٰهُ بَعْضُهُمْ سَبْعَ عَشَرَ جُزْءً ا (القانون المسعودی، جلد دوم، ص۳۳۷وص۳۳۸، اول المقالة الثامنة، الباب الثالث عشر :فی اوقات طلوع الفجر ومغیب الشمس، الناشر: دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان، الطبعة الأولىٰ: ۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۲م)

ترجمہ: پس اس وقت کے قوانین سے لوگوں نے یہ بات حاصل کی کہ جب سورج اُفق سے اٹھارہ 18 درجے نیچے ہوتا ہے، تو یہ وقت مشرق میں فجر کے

طلوع ہونے اور مغرب میں شفق کے غائب ہونے کا ہوتا ہے، اور جبکہ یہ معین چیز نہیں تھی، بلکہ اول (یعنی مستطیل) کے ساتھ مختلط تھی، تو اس قانون میں اختلاف ہوگیا، پس بعضوں نے اس کو سترہ درجے پر خیال کیا (القانون المسعودی)

ابو ریحان البیرونی نے طلوعِ فجر کو اٹھارہ 18 درجہ پر بیان کرنے کے بعد اس کے بعض کو سترہ درجہ پر خیال کرنے کی وجہ کاذب کے ساتھ مختلط ہونا بیان کی، ہم نے اسی کی تعبیر اپنے انداز میں کی۔

امامُ الحرمین عبدالملک بن عبداللہ الجوینی کا حوالہ

امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ الجوینی (المتوفیٰ:478ھ) فرماتے ہیں:

فيبدو الكاذب مستطيلا، ثم يمحق، ويبدو الصادق مستطيرا، ثم لا يزال الضوء إلى ازدياد، ولا حكم للفجر الكاذب أصلا، وسبيله سبيل كوكب يطلع ويغرب، وهذا متفق عليه (نهاية المطلب فى دراية المذهب، ج۲، ص ۲۲، كتاب الصلاة)

ترجمہ: پھر کاذب ”مستطیل“ ہوکر ظاہر ہوتی ہے، پھر وہ ختم ہوجاتی ہے، اور صادق ”مستطیر“ ہوکر ظاہر ہوتی ہے، پھر اس کی روشنی برابر تیز ہوتی چلی جاتی ہے، اور فجرِ کاذب کے لئے کوئی حکم بالکل بھی نہیں، اور اس کی حیثیت ایک ستارہ کی طرح ہے، جو طلوع وغروب ہوتا رہتا ہے، اور یہ بات متفق علیہ ہے (نہایۃ المطلب)

حاشیۃُ الشروانی کا حوالہ

تحفۃ المحتاج کے حاشیہ شروانی میں ہے:

(قوله: ثم تعقبه ظلمة) أى غالبا وقد يتصل بالصادق (حاشية الشروانى علىٰ تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، ج ۱ ص ۴۲۵، كتاب الصلاة)

ترجمہ: ماتن کا قول کہ پھر کاذب کے بعد ظلمت پیدا ہوتی ہے، یعنی غالب درجے

www.idaraghufran.org

میں ایسا ہوتا ہے، اور بعض اوقات کاذب صادق کے ساتھ متصل بھی ہوجاتی ہے (حاشیۃ الشروانی)

اس عبارت میں کاذب کے بعد اکثر اندھیرا طاری ہونے اور بعض اوقات کاذب کے صادق کے ساتھ متصل ہونے کا صاف طور پر ذکر ہے، اور اس اتصال کی کیفیت اور دوسرے اقوال میں تطبیق تفصیلاً آگے آتی ہے۔

علامہ بجیرمی کا حوالہ

علامہ بجیرمی فرماتے ہیں:

قوله: (ثم تعقبه) أى فى بعض الأوقات وقد يتصل بالصادق (...... وبعد اسطر......) قال الشيخ جلال الدين إمام الفاضلية: وهو يطلع إذا بقى من الليل السبع اهـ (حاشية البجيرمى على الخطيب = تحفة الحبيب على شرح الخطيب، ج ۱ ص ۳۹۴، کتاب الصلاۃ)

ترجمہ: ماتن کا قول کہ کاذب کے بعد اندھیرا پیدا ہوتا ہے، یعنی بعض اوقات ایسا ہوتا ہے، اور کبھی کاذب، صادق کے ساتھ متصل بھی ہوجاتی ہے (اور چند سطور کے بعد ہے) شیخ جلال الدین امامُ الفاضلیہ نے فرمایا کہ کاذب اس وقت طلوع ہوتی ہے، جب رات کا ساتواں حصہ باقی رہ جاتا ہے (تحفۃ الحبیب)

مذکورہ عبارت میں نہ صرف یہ کہ کاذب کے بعد بعض اوقات اندھیرا چھاجانے، اور بعض اوقات اس کے صادق کے ساتھ متصل ہونے کا صاف طور پر ذکر ہے، بلکہ اسی کے ساتھ سبعِ لیل باقی رہنے کے وقت، کاذب کے ظہور کی بھی تصریح ہے۔

شہاب الدین قیلوبی کا حوالہ

اور علامہ شہابُ الدین احمد القلیوبی فرماتے ہیں:

وهو يطلع على نحو سبع الليل مستطيلا الٰى جهة العلو مستدقا كذنب

www.idaraghufran.org

السرحان ای الذئب (الهداية من الضلالة فی معرفة الوقت و القبلة من غير آلة ص ۱۰، مكتبة جامعة الرياض، رقم المخطوطة ۷۹۴)

مذکورہ عبارت میں بھی کاذب کے سبعِ لیل میں ظاہر ہونے کی تصریح ہے۔

اب اگر موصوف ''سبعِ لیل'' کا اٹھارہ 18 درجہ پر، اور طلوعِ فجرِ صادق سے صرف تین درجہ پہلے ہونا ثابت کریں، تب ہی ان کا مقصود پورا ہوسکتا ہے۔

اور فقہاء نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ رات کا آغاز غروبِ شمس پر ہوجاتا ہے۔

اگر غروب سے لے کر طلوعِ صبح صادق تک چودہ گھنٹوں کا فاصلہ ہو، تو صادق سے دو گھنٹے پہلے، اور سات گھنٹوں کا فاصلہ ہو، تو صادق سے ایک گھنٹہ پہلے کاذب نظر آئے گی۔ [1]

سعید بن محمد شافعی کا حوالہ

سعید بن محمد شافعی فرماتے ہیں:

(وهو) أى: الفجر الصادق (المنتشر ضؤوه) من جهة المشرق فقط (معترضاً بالأفق) أى: نواحی السماء، وقبله يطلع الكاذب مستطيلاً أعلاه أضواء من باقيه، ثم تعقبه ظلمة، ثم يطلع الصادق مستطيراً وبينهما خمس درج، وقد يتصل بالصادق (شرح المقدمة الحضرمية، ص ۱۷۴، باب الصلاة، فصل فی مواقيت الصلاة)

ترجمہ: اور وہ، یعنی فجرِ صادق جس کی روشنی صرف مشرق کی جہت سے ظاہر ہوتی ہے، یہ افق، یعنی آسمان کے کنارے پر چوڑائی میں ظاہر ہوتی ہے، اور اس سے پہلے کاذب طلوع ہوتی ہے، جو مستطیل ہوتی ہے، اس کا اوپر والا حصہ باقی کے مقابلہ میں زیادہ روشن ہوتا ہے، پھر اس کے بعد اندھیرا طاری ہوجاتا ہے، پھر

---

[1] (تنبيه) يحرم الأذان للصبح قبل سدس الليل الأخير كما ذكره عج فی حاشيته على الرسالة ويعتبر الليل من الغروب وقول البدر القرافی السدس ساعتان مبنی على أن الليل اثنتا عشرة ساعة دائما وأن الساعة تصغر وتكبر (حاشية الدسوقی على الشرح الكبير، ج ۱ ص ۱۹۵، باب فی بيان أوقات الصلاة وما يتعلق بذلك من الأحكام، فصل فی الأذان والإقامة وما يتعلق بهما)

www.idaraghufran.org

صادق طلوع ہوتی ہے، مستطیر ہونے کی حالت میں، اور ان دونوں (یعنی کاذب وصادق) کے درمیان پانچ درجات کا تفاوت ہوتا ہے، اور بعض اوقات یہ صادق کے ساتھ متصل بھی ہوجاتی ہے (شرح المقدمہ)

فقہائے کرام نے عشاء کا وقت بیان کرتے ہوئے بھی ''بیاضِ کاذب'' پر بحث کی ہے، کیونکہ یہ بات فلکی لحاظ سے معلوم ہے کہ سورج کے غروب کے بعد اس کی روشنی کا قاعدہ بھی عکس کے ساتھ ایک ہی ہے، اور انہوں نے مغرب کا وقت ختم ہونے، اور عشاء کا وقت شروع ہونے کے بعد ''بیاضِ کاذب'' کے بعض اوقات نصف شب تک، بعض اوقات تہائی رات تک، اور بعض اوقات پوری رات متفرق حالتوں میں نظر آتے رہنے کا ذکر کیا ہے۔

شمس الائمہ سرخسی کا حوالہ

چنانچہ شمس الائمہ سرخسی نے ''المبسوط'' میں فرمایا کہ سورج غروب ہونے کے بعد ''بیاضِ صادق وشفقِ صادق'' ''شفقِ احمر'' کے تھوڑی دیر بعد ختم ہوجاتی ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک اسی بیاضِ صادق کے غروب پر عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے، اور جو بیاض، ایک قول کے مطابق تقریباً تہائی رات تک، اور ایک قول کے مطابق نصف رات تک، اور ایک قول کے مطابق پوری رات مختلف زاویوں، اور جہات پر بدلتے رہنے کی کیفیت والی ہے، اس سے نماز کے وقت کا تعلق نہیں۔ [1]

اور یہی دراصل ''صبح کاذب'' اور ''شفقِ کاذب'' کہلاتی ہے، جو افق پر نہیں ہوتی، بلکہ اس سے

---

[1] وهو الحمرة فبذهابها يدخل وقت العشاء ، وهذا لأن فى اعتبار البياض معنى الحرج فإنه لا يذهب إلا قريبا من ثلث الليل (وقال) الخليل بن أحمد راعيت البياض بمكة فما ذهب إلا بعد نصف الليل، وقيل :لا يذهب البياض فى ليالى الصيف أصلا بل يتفرق فى الأفق ثم يجتمع عند الصبح فلدفع الحرج جعلنا الشفق الحمرة، وأبو حنيفة -رحمه الله تعالى -قال :الحمرة أثر الشمس والبياض أثر النهار فما لم يذهب كل ذلك لا يصير إلى الليل مطلقا وصلاة العشاء صلاة الليل كيف وقد جاء فى الحديث وقت العشاء إذا ملأ الظلام الظراب وفى رواية إذا ادلهم الليل أى استوى الأفق فى الظلام وذلك لا يكون إلا بعد ذهاب البياض فبذهابه يخرج وقت المغرب (المبسوط،لشمس الأئمة السرخسى، ج ١، ص ١٤٥، كتاب الصلاة،باب مواقيت الصلاة)

www.idaraghufran.org

اوپر کی فضاء میں ہوتی ہے، اسی لئے اسے کاذب کہا جاتا ہے۔

''تبیینُ الحقائق'' کا حوالہ

اور کنزالدقائق کی شرح'' تبیینُ الحقائق '' میں ہے کہ:

''خلیل نے غروبِ کے بعد رات کے وقت جو بیاض نصف رات کے بعد تک مشاہدہ کی، وہ فضاء میں نظر آنے والی بیاض ہے، اور یہ رات کے آخری حصہ میں غائب ہوتی ہے، اور جو بیاضِ شفق ہے، اور وہ احمر کے کچھ دیر بعد ہی غروب ہوجاتی ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک اسی کا اعتبار ہے''۔انتہٰی۔ [1]

امام قدوری کا حوالہ

اور امام قدوری نے''مختصر القدوری ''میں فرمایا کہ:

وأول وقت المغرب إذا غربت الشمس وآخر وقتها ما لم يغب الشفق وهو البياض الذى فى الأفق بعد الحمرة عند أبى حنيفة (مختصر القدورى،ص ٢٣، كتاب الصلاة)

ترجمہ: اور مغرب کا اول وقت سورج غروب ہونے پر ہے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مغرب کا آخری وقت اس شفق کے غائب ہونے پر ہے، جو حمرہ کے بعد ہوتی ہے (مختصر القدوری)

اور امام قدوری نے''التجرید ''میں فرمایا:

الشفق الذى هو بياض الجو، وذلك لا يغيب إلى آخر الليل (التجريد للقدورى، ج ١،ص ٣٩٦، كتاب الصلاة،أول وقت العشاء)

---

[1] روى عن الخليل أنه قال راعيت البياض بمكة شرفها الله تعالى ليلة فما ذهب إلا بعد نصف الليل محمول على بياض الجو وذلك يغيب آخر الليل، وأما بياض الشفق وهو رقيق الحمرة فلا يتأخر عنها إلا قليلا قدر ما يتأخر طلوع الحمرة عن البياض فى الفجر(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ١،ص ٨١، كتاب الصلاة،مواقيت الصلاة)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: وہ شفق جو فضاء (میں موجود کرۂ بخاری) کی بیاض ہے، تو یہ (عشاء کے بعد شروع ہوکر) رات کے آخر تک بھی غائب نہیں ہوتی (التجرید)

اس طرح کی تمام تصریحات موصوف کے دعوے سے بہت بعید ہیں، کیونکہ وہ تو کاذب کو صادق کے ساتھ جوڑے بیٹھے ہیں، ان کے پاس متقدمین میں سے کسی کی طرف سے بھی یہ تصریح موجود نہیں کہ کاذب اٹھارہ 18 درجہ پر ہوتی ہے، اور صادق پندرہ درجہ پر ہوتی ہے، یا صبح کاذب کے طلوع، اور صادق کے طلوع کے مابین تین درجات کا فاصلہ ہوتا ہے، اور اسی حالت میں دونوں کا باہم اتصال ہوتا ہے، بلکہ انہوں نے متقدمین ومتاخرین کی بعض عبارتوں کو کسی طرح سے جوڑ کر یہ دعویٰ تیار کر رکھا ہے۔

اور اس کے باوجود وہ اتصال کی بعض ایسی صورتوں کے انکار پر تلے ہوئے ہیں، جن کا معتمد فقہاء، واصحابِ فن سے صاف طور پر ثبوت ملتا ہے۔

امام قرافی کا حوالہ

شہاب الدین احمد بن ادریس القرافی مالکی فرماتے ہیں:

وأول وقتها طلوع الفجر المستطير الصادق وهو الثانى ولا يعتبر الأول الكاذب وهو الذى لا يمتد مع الأفق بل يطلب وسط السماء وكثير من الفقهاء لا يعرف حقيقته ويعتقد أنه عام الوجود فى سائر الأزمنة وهو خاص ببعض الشتاء.

وسبب ذلك أنه المجرة فمتى كان الفجر بالبلدة ونحوها طلعت المجرة قبل الفجر وهى بيضاء فيعتقد أنها الفجر فإذا باينت الأفق ظهر من تحتها الظلام ثم يطلع الفجر بعد ذلك أما غير الشتاء فيطلع أول الليل أو نصفه فلا يطلع آخره إلا الفجر الحقيقى (الذخيرة، ج٢ص ١٩، كتاب الصلاة، الباب الاول فى الاوقات، الفصل السادس فى وقت الصبح)

ترجمہ: اور صبح کا اول وقت فجرِ مستطیر صادق ہے، اور یہ دوسری فجر ہے، اور پہلی

کاذب کا کوئی اعتبار نہیں، اور کاذب وہ ہے جو اُفق کے ساتھ چوڑائی میں ممتد نہیں ہوتی، بلکہ آسمان کے درمیان لمبائی میں ہوتی ہے، اور فقہاء میں سے بہت سے اس کی حقیقت سے واقف نہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام زمانوں میں بالعموم موجود ہوتی ہے، حالانکہ یہ بعض سردیوں کے موسم کے ساتھ خاص ہے۔

اوراس کا سبب، یہ ہے کہ یہ ''مجرہ'' (کہکشاں کی روشنی) ہے، پس جب شہر وغیرہ میں فجر ہوتی ہے، تو مجرہ فجر سے پہلے طلوع ہوتی ہے، اور سفید ہوتی ہے، جس سے یہ گمان کرلیا جاتا ہے کہ یہ فجر ہے، پھر جب وہ افق سے جدا ہوتی ہے، تو اس کے نیچے سے اندھیرا ظاہر ہوتا ہے، پھر اس کے بعد فجر طلوع ہوتی ہے۔

جہاں تک گرمیوں کے علاوہ کا تعلق ہے، تو یہ رات کے اول حصہ، یا نصف حصہ میں طلوع ہوتی ہے، اور رات کے آخری حصہ میں صرف فجرِ حقیقی ہی طلوع ہوتی ہے (کاذب طلوع نہیں ہوتی) (الذخیرہ)

اس سے صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ عام علماء کاذب کو ہمیشہ نظر آنے والی خیال کرتے ہیں، حالانکہ وہ ہمیشہ ہر جگہ نظر نہیں آتی، بلکہ بعض خاص موسموں میں ہی نظر آتی ہے۔

البتہ اس کو ''مجرہ'' سمجھنا، غلط فہمی ہے، امام قرافی نے مذکورہ عبارت میں جو صفت بیان کی وہ، مجرہ کے بجائے، بروجی پٹی کی ہے۔

جدید ماہرینِ فلکیات نے بھی بروجی روشنی سے مجرہ کی غلط فہمی پیدا ہونے کا ذکر اور اس کی وجہ بھی بیان کی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اور امام قرافی ہی نے اپنی دوسری تالیف ''الیواقیت فی علم المواقیت'' میں فرمایا:

قرص الشمس حوله دائرتان ابدا عند الطلوع وعند الغروب:
دائرة حمراء ودائرة بيضاء، والحمراء هى القريبة منها، والبيضاء هى البعيدة عنها، فمتى طلعت الشمس سبقتهاالبعيد ة، ثم القريبة، ثم الشمس، وإذا غربت تبعتها القريبة ثم البعيدة.

والدائرة البعيدة هى الفجر أول النهار، وهى الشَّفق الأبيض عند العشاء (كتاب اليواقيت فى علم المواقيت، ص ٢٧١، فائدة من علم المواقيت، رقم المسألة ٥: اول وقت العشاء اذا غاب الشفق)

ترجمہ: سورج کی ٹکیہ کے ہمیشہ دو دائرے ہوتے ہیں، طلوع کے وقت بھی، اور غروب کے وقت بھی، ایک تو ''دائرہ حمراء'' کہلاتا ہے، دوسرا ''دائرہ بیضاء'' کہلاتا ہے۔

اور ''دائرہ حمراء'' سورج کے قریب ہوتا ہے، جبکہ ''دائرہ بیضاء'' اس سے دور ہوتا ہے۔

پس جب سورج طلوع ہوتا ہے، تو اس سے پہلے دائرہ بعیدہ آتا ہے، پھر دائرہ قریبہ آتا ہے، اور پھر سورج آتا ہے۔

اور جب سورج غروب ہوتا ہے، تو اس کے بعد پہلے دائرہ قریبہ آتا ہے، پھر دائرہ بعیدہ آتا ہے۔

اور دائرہ بعیدہ ہی فجر ہے، جو اولِ نہار ہے، اور وہ عشاء کے وقت شفقِ ابیض ہے

(کتاب الیواقیت فی علم المواقیت)

امام قرافی نے صرف احمر وابیض کو ہی سورج کے دائروں میں داخل کیا، کاذب کو داخل نہیں کیا، کیونکہ وہ درحقیقت سورج کا دائرہ نہیں، بلکہ وہ دائرہ کے بغیر غیر افق کی دور کی روشنی ہے، اور انہوں نے بیاض معترض کو ہی فجر کہا۔

امام قرافی نے مذکورہ تالیف میں ہی کاذب کے سال میں صرف دو ماہ، اور ہمیشہ ہونے کے دونوں اقوال کا ذکر کیا ہے، لیکن بہر حال کاذب کے اکثر ابصار سے چلے جانے، اور اس کے بعد صادق کے طلوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔ [1]

---

[1] ولا خفاء أن هذا الفجر الأول يراد به بياض، يطلع قبل الفجر، ثم يذهب عند أكثر الأبصار. فقال بعض الفضلاء من أرباب علم المواقيت: هذا هو المجرة ويتصور منها هذا الفجر نحو شهرين فى السنة. ......وقال أرباب علم الهيئة: بل الفجر الأول هو جنب النهار يظهر ثم يخفى، ويكون ذلك ابدا الدهر (كتاب اليواقيت فى علم المواقيت، ٣٣٠ الىٰ ٣٣٦ ملخصاً، رقم المسألة ٧: الفجر الاول المستطيل وتأويله فلكيا)

اور اکثر ابصار سے چلے جانا، اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کاذب ہے، ورنہ ظہور کے بعد لمحہ بلمحہ روشنی کا زیادہ ہونا ضروری تھا، جبکہ اس کے کاذب ہونے کی ایک وجہ پیچھے افق پر نہ ہونا گذر چکی ہے۔

مفسر نیسابوری کا حوالہ

مشہور محدث نظام الدین حسن بن محمد نیسابوری (المتوفٰی: 850ھ) فرماتے ہیں:

يظهر الضلع المستنير منه من جانب الأفق الشرقي فيكون أول الفجر الكاذب إن كان الضوء مرتفعا عن الأفق بعد، وأول الفجر الصادق إذا قرب من الأفق جدا وانبسط النور (تفسير النيسابوري = غرائب القرآن ورغائب الفرقان، ج ۱، ص ۴۵۵، سورة البقرة)

ترجمہ: افقِ مشرقی کی طرف سے سورج سے روشن ہونے والی پسلی ظاہر ہوتی ہے، بشرطیکہ اس وقت روشنی، افق سے اونچی اٹھ رہی ہو، پس یہ فجرِ کاذب کی ابتداء کہلاتی ہے، اور فجرِ صادق کی ابتداء جب ہوتی ہے، جبکہ سورج افق کے بہت زیادہ قریب ہوجاتا ہے، اور افق پر روشنی پھوٹتی ہے (غرائب القرآن)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ کاذب کی روشنی مشرق کی طرف اسی وقت نظر آیا کرتی ہے، جب زمین کے نیچے موجود سورج کی عمودی و مستطیل روشنی کا جھکاؤ، اس طرف ہو، ورنہ اس کا مشرق کی جانب نظر آنا مشکل ہے۔

محقق طوسی کا حوالہ

فلکیات کے ماہر نصیرُ الدین محقق طوسی (المتوفٰی: 672ھ) اپنے فارسی رسالہ ''در بیان صبح کاذب'' میں لکھتے ہیں:

''صبح کاذب نورے مستطیل است کہ در ناحیۂ مشرق بآخر شب ظاہر شود ممتد از

Idara Ghufran

نزدیک کنارہ افقی تانزدیک وسطِ آں۔

وآں نوررا قاعدہ نبود، بلکہ ہواہی کہ زیراو بافق نزدیک تاریک باشد وازیں جہت اورابکاذب نسبت کند ومحتاج بیان دریں باب میانِ ظلمت ہوائے کثافت کہ مماس مطلع آفتاب دروقت استنارت ہوائے فوقانی وذکر وجہ استطالت‘‘ (رسالہ در بیان صبح کاذب، ص ۵۱، مجموعہ مجمع الحکم، کتابخانہ مجلس شورای ملی، نمبر ۵۱۸۰)

ترجمہ: صبح کاذب مستطیل روشنی ہوتی ہے، جومشرق کی جہت میں آخرِ شب میں ظاہر ہوتی ہے، افق کے کنارہ کے نزدیک سے وسطِ افق کے قریب تک ممتد ہوتی ہے۔

اوراس مستطیل روشنی کا کوئی قاعدہ مقرر نہیں، بلکہ اس کے نیچے کی فضاء جو افق کے قریب ہوتی ہے، وہ تاریک ہوتی ہے، اوراسی وجہ سے اس کی طرف کاذب (یعنی جھوٹی) ہونے کی نسبت کی جاتی ہے۔

اوراس باب میں بیان کی محتاج ’’ہواء کی کثافت کی ظلمت ہے، جو آفتاب کے طلوع ہونے کی جگہ ہوتی ہے، اوپر کی ہوا کے روشن ہونے کے وقت، اوراس کے مستطیل ہونے کی وجہ کا ذکر محتاجِ بیان ہے (رسالہ بیان صبح کاذب)

اس عبارت میں صبح کاذب کا کوئی قاعدہ مقرر نہ ہونے کا صاف ذکر ہے۔

اوراس سلسلہ میں محقق طوسی وغیرہ کی مزید تفصیلی عبارات اگلی فصل میں آتی ہیں۔

علامہ آلوسی کا حوالہ

علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر ’’روح المعانی ‘‘میں ایک مقام پر صبح کاذب پر مفصل ومحقق کلام کیا ہے، جس میں انہوں نے پہلے فرمایا:

الصبح صبحان، صادق وهو المنتشر ضوءه معترضا بالأفق .وكاذب وهو ما يبدو مستطيلا وأعلاه أضوأ من باقيه وتعقبه ظلمة (روح المعانی، ج۴ص ۲۱۵، تحت رقم الآية ۹۶، من سورة الانعام)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: صبح دو ہیں، ایک صادق، اور یہ وہ صبح ہے، جس کی روشنی منتشر اور افق کے ساتھ معترض ہوتی ہے، اور کاذب وہ ہے، جو مستطیل ہو کر ظاہر ہوتی ہے، اور اس کا اوپر والا حصہ باقی حصہ سے زیادہ روشن ہوتا ہے، پھر اس کے بعد اندھیرا ہو جاتا ہے (روح المعانی)

پھر اس کے بعد علامہ آلوسی نے اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے، جس میں انہوں نے فرمایا کہ:

''صبح کی صادق اور کاذب کی طرف جو تقسیم ذکر کی گئی، اس کی شہادت آنکھیں بھی دیتی ہیں، اور اس میں دو افراد بھی شک نہیں کر سکتے۔

البتہ اس کے سبب میں اہلِ ھیئت کا کلام ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ صبح اور شفق سورج کے مشرقی افق کے قریب، اور مغربی افق سے بعید ہونے کی وجہ سے کرۂ بخاریٰ میں روشنی کا نام ہے۔

اور یہ بات تحقیق سے ثابت ہو چکی ہے کہ کرۂ بخاریٰ، ہواءِ متکاثف سے عبارت ہے، جس میں اجزائے ارضیہ اور مائیہ ہوتے ہیں، جو ان دونوں کے کروں سے، سورج کی تسخین وغیرہ کی بناء پر ہواء میں چڑھتے ہیں، اور اس ہواء کی شکل زمین کے اردگرد اس کے مرکز پر محیط کرہ کی شکل میں ہے، اور اس کی سطح زمین کے مرکز سے ایک مخصوص اونچائی تک زمین کے ہر طرف سے برابر ہے، لیکن اس کثافت پر مشتمل ہوا کے قوام مختلف ہیں، جو زمین کے قریب ہیں، وہ دور کے مقابلہ میں زیادہ کثیف ہیں، کیونکہ زیادہ لطیف اجزاء تو اوپر چڑھ جاتے، اور زمین سے دور چلے جاتے ہیں، جو زیادہ کثیف کے مقابلہ میں اکثر ہیں، لیکن وہ تکاثف میں اس درجہ تک نہیں پہنچتے کہ اپنے سے پیچھے والے حصہ کے لئے حجاب بن سکیں۔

اور یہ کرہ ایک حد تک ہی منتہی رہتا ہے، اس سے آگے نہیں جاتا، جس کی زمین کی سطح سے دوری اکیاون (51) میل کے قریب ہے۔

دوسری طرف زمین کا ایک مخروط ولمبی شکل کا سایہ ہوتا ہے، جس کا قاعدہ زمین کے اوپر دائر رہتا ہے، جو قریب ہے کہ بڑا ہو، اور وہ سورج کے مقابلہ میں ہوتا ہے، جس کا سر، اس کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔

اوراس مذکورہ قاعدہ کے مطابق زمین دوقسموں میں منقسم ہے، اس کی ایک قسم تو بڑی ہے، جو سورج کے سامنے ہونے کی وجہ سے روشن ہوتی ہے، اور دوسری قسم جو اس کے مقابل ہوتی ہے، وہ اندھیرے میں ہوتی ہے۔

اورسورج کی روشنی اور ظلمت زمین پر ایک رات، اور دن میں حرکت کرتی ہے، جیسا کہ دومقابل جھنڈے ایک سفید اور دوسرا سیاہ، حرکت کرے۔

اورسورج کی شعاع مخروطی سایہ کی شکل میں اس کی تمام جوانب سے احاطہ کئے ہوئے ہوتی، اور تمام ستاروں میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے، تھوڑی سی چانداور عطارد کی مقدار کے علاوہ، جو زمین کے سایہ کی مخروط شکل میں واقع ہوتی ہے، لیکن ستارے چونکہ انتہائی چمکدار ہوتے ہیں، اس لئے ان میں شعاع نفوذ تو کرلیتی ہے، لیکن منعکس نہیں ہوتی، اسی وجہ سے ہم ستاروں کو روشن دیکھتے ہیں، اور اسی طرح سے وہ صاف ہوا بھی جو کرۂ بخاریٰ کو محیط ہے، روشنی کو قبول نہیں کرتی۔

اور جہاں تک کرۂ بخاریٰ کا تعلق ہے، تو ان کا قوام مختلف ہے، ان میں سے جو زمین کے قریب ہیں، وہ دور والے بخارات کے مقابلہ میں زیادہ کثیف ہیں، اور زیادہ کثیف بخارات روشنی کو زیادہ قبول کرتے ہیں، پس مخروطِ ظل کی سطح کے کثیف، سخت بخارات ھیئاتِ کثیرہ کے اختلاط کی وجہ سے روشنی کو قبول کرنے والے ہیں۔

اوردن اس مخروط کے افق کے نیچے کی مدت، اور رات، اس مخروط کے افق کے اوپر ہونے کی مدت ہے۔

اور جب یہ پوری بات محقق ہوگئی، تو اب کہا جائے گا کہ جب سورج مشرقی افق کے زیادہ قریب ہوجاتا ہے، تو مخروطی سایہ کا میلان مغرب کی طرف ہوجاتا ہے، اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کی محیط شعاع کو دیکھ لیا جاتا ہے۔

اور سب سے پہلے جو چیز نظر آتی ہے، وہ ناظر کے موضع کے قریب ترین ہوتی ہے، اور وہ خط ہوتا ہے، جو اس کی نظر سے نکل کر دائرہ سمتیہ کی سطح میں جاتا ہے، اور مرکزِ شمس سے عموداً گزرتے ہوئے اس خط پر پڑتا ہے، جو زمین اور سورج کو مس کررہا ہوتا ہے، اور فاصلہ کرنے والی چیز سطح میں ہوتی ہے، جو شعاع اور سایہ کے درمیان مشترک ہوتی ہے۔

پس اول افق سے اوپر عمود کے موقع وسمت میں سیدھے خط کی طرح مستطیل روشنی نظر آتی ہے، اور اس کے اور افق کے درمیان اندھیرا نظر آتا ہے، کیونکہ یہ افق سے دور ہوتی ہے، اگرچہ واقع میں وہ روشن ہوتی ہے، اور افق پر فضا کی کثافت (یعنی افق کی دھندلی پٹی) کو اس (کے نظر نہ آنے) میں دخل ہے، اور یہ صبح کاذب ہے، پھر جب سورج مشرقی اُفق کے قریب ہوتا ہے، تو معترض، منبسط روشنی نظر آتی ہے، جو لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جاتی ہے، اور پہلی (یعنی کاذب کی) روشنی اس (صادق کی) قوی روشنی کے ذریعہ سے مغلوب ہوجاتی ہے، جیسا کہ چراغوں اور ستاروں کی روشنی، سورج کی روشنی سے مغلوب ہوجاتی ہے، پس ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اول، یعنی کاذب ختم ہوچکی ہے، اور یہی صبح صادق ہے۔ [1]

---

[1] وما ذكر من تقسيم الصبح إلى صادق و كاذب مما يشهد له العيان ولا يمترى فيه اثنان. إلا أن فى سبب ذلك كلاما لأهل الهيئة حاصله أن الصبح و كذا الشفق استنارة فى كرة البخار لتقارب الشمس من أفق المشرق وتباعدها عن أفق المغرب.

وقد تحقق أن كرة البخار عبارة عن هواء متكائف بما فيه من الأجزاء الأرضية والمائية المتصاعدة من كرتيهما بتسخين الشمس وغيرها إياها وأن شكل ذلك الهواء شكل كرة محيطة بالأرض على مركزها وسطح مواز لسطحها المتساوى غاية ارتفاعها عن مركز الأرض فى جميع النواحى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پھر اس کے بعد علامہ آلوسی نے محقق طوسی کی ''التذکرۃ'' اور اس کی شرح کے حوالہ سے اس کی فنی توضیح ذکر کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ:

''آدھی رات میں، یعنی جب سورج سمتِ قدم میں ہوتا ہے، خواہ شمال، یا جنوب کی طرف مائل ہو، لیکن مشرق اور مغرب سے اس کا فاصلہ مساوی ہو، تو مخروطِ ظل کا سر زمین کے اوپر نصف النہار کے زاویہ پر ہوتا ہے، اور جب مخروطِ ظل کا سرا،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المستلزم لكرويتها وأنها مختلفة القوام لأن ما كان منها أقرب إلى الأرض فهو أكثف مما بعد لأن الألطف يتصاعد ويتباعد أكثر من الأكثف ولكن لا يبلغ فى التكاثف إلى حيث يحجب ما وراء ه .

وأن هذه الكرة تنتهى إلى حد لا تتجاوزه وهو من سطح الأرض أحد وخمسون ميلا تقريبا .

وأن للأرض ظلا على هيئة مخروط قاعدته دائرة عليها تكاد تكون عظيمة وهى مواجهة للشمس ورأسه فى مقابلها .

وتنقسم الأرض بهذه القاعدة إلى قسمين .أحدهما أكبر مستضىء مواجه للشمس والآخر مظلم مقابل لها .ويتحرك الضياء والظلمة على سطح الأرض فى يوم بليلته دورة واحدة كعلمين متقابلين أحدهما أبيض والآخر أسود .

وأن شعاع الشمس محيط بمخروط الظل من جميع جوانبه ومنبث فى جميع الأفلاک سوى مقدار يسير من فلک القمر وفلک عطارد وقع فى مخروط ظل الأرض لكن الأفلاک لكونها مشعة فى الغاية ينفذ فيها الشعاع ولا ينعكس عنها فلذلک لا نراها مضيئة .وكذا الهواء الصافى المحيط بكرة البخار لا يقبل ضوء ا.

وأما كرة البخار فهى مختلفة القوام لأن ما قرب منها إلى الأرض أكثف مما بعد والأكثف أقبل للاستضاء ة فالكثيف الخشن باختلاط الهيئات الكثيرة من سطح مخروط الظل قابل للضوء.

وأن النهار مدة كون ذلک المخروط تحت الأفق والليل مدة كونه فوقه .

وحيث تحقق كل ذلک يقال :إذا ازداد قرب الشمس من شرقى الأفق ازداد ميل المخروط إلى غربيه ولا يزال كذلک حتى يرى الشعاع المحيط به.

وأول ما يرى هو الأقرب إلى موضع الناظر وهو خط يخرج من بصره فى سطح دائرة سمتية تمر بمركز الشمس عمودا على الخط المماس للشمس والأرض وهو الذى فى سطح الفصل المشترک بين الشعاع والظل فيرى الضوء أولا مرتفعا عن الأفق عند موقع العمود مستطيلا كخط مستقيم وما بينه وبين الأفق يرى مظلما لبعده وإن كان مستنيرا فى الواقع ولكثافة الهواء عند الأفق مدخل فى ذلک أيضا وهو الصبح الكاذب.

ثم إذا قربت من الأفق الشرقى رئى الضوء معترضا منبسطا يزداد لحظة فلحظة وينمحى الأول بهذا الضياء القوى كما ينمحى ضياء المشاعل والكواكب فى ضوء الشمس فيخيل أن الأول قد عدم وهو الصبح الصادق(روح المعانى، ج۴،ص۲۱۶، تحت رقم الآية۹۶، من سورة الانعام)

سورج کے مشرق کی جانب مائل ہونے کی وجہ سے زمین کے اوپر نصف النہار کے زاویہ سے مغرب کی طرف مائل ہوجاتا ہے، تو سورج کی شعاع زمین کے درمیان میں حائل ہونے کی وجہ سے افق سے دور مشرق کی طرف بعید کے کرۂ بخاریٰ پر پڑتی ہے، جن کی کثافت کے کم ہونے کی وجہ سے مثلث نما مستطیل روشنی کا دقت کے ساتھ نظر آنا ممکن ہوجاتا ہے، اور اس روشنی کی استطالت سورج کے زاویہ کے اعتبار سے ہوتی ہے، کبھی سیدھی، جب سورج سمتِ قدم کی طرف ہو، اور کبھی ٹیڑھی، جب سورج شمال، یا جنوب کی طرف مائل ہو، اس کے نتیجہ میں آدھی رات کے بعد مشرق کی طرف کاذب کا دیکھا جانا ممکن ہوتا ہے، جس طرح آدھی رات سے پہلے مغرب کی طرف اس کاذب شفق کا دیکھا جانا ممکن ہوتا ہے''۔ [1]

---

[1] وتوضيح ما ذكر على ما فى التذكرة وشرح سيد المحققين أنه يتوهم لبيان ذلك سطح يمر بمركز الشمس والأرض وبسهم المخروط ومركز قاعدته فيحدث مثلث حاد الزوايا قاعدته على الأفق وضلعاه على سطح المخروط.

أما حدوث المثلث فلما تقرر أنه إذا مر سطح مستو بسهم المخروط ومركز قاعدته أحدث فيه مثلثا .وأما حدة الزوايا فلأن رأس المخروط فى نصف الليل يكون على دائرة نصف النهار فوق الأرض .وحينئذ إما أن يكون المخروط قائما على سطح الأفق .وذلك إذا كانت الشمس على سمت القدم أو مائلا إلى الشمال أو الجنوب مع تساوى بعده عن جهة المشرق والمغرب .وذلك إذا لم تكن الشمس على سمت القدم.

وأيا ما كان فذلك السطح المفروض ممتد فيما بين الخافقين أما على التقدير الأول فظاهر .وأما على التقدير الثانى فلتساوى بعد رأس المخروط عن جانبى المشرق والمغرب فيكون زاويتا قاعدة المثلث حادتين لوجوب تساويهما وامتناع وقوع قائمتين أو منفرجتين فى مثلث .وإذا مال رأس المخروط عن نصف النهار المغرب فوق الأرض بسبب انتقال الشمس عنه إلى جانب المشرق تحت الأرض تضايقت الزاوية الشرقية من ذلك المثلث فتصير أحد مما كانت واتسعت الزاوية الغربية حتى تصير منفرجة لكن المقصود لا يختلف .ولا شك أن الأقرب من الضلع الذى يلى الشمس إلى الناظر يكون موقع العمود الخارج من النظر الواقع على ذلك الضلع لا موضع اتصال الضلع بالأفق، وذلك أنه إذا خرج من البصر إلى الضلع الشرقى عمود فلا يمكن أن يقع على موضع اتصال هذا الضلع بالأفق وإلا انطبقت القائمة على بعض الحادة ولا أن يقع تحت الأفق بأن يقطع العمود قاعدة المثلث ويصل إلى الضلع المذكور بعد إخراجه تحته وإلا لزم فى المثلث

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پھر علامہ آلوسی نے فرمایا کہ:

’’اور امام رازی نے کاذب کا سورج کی ٹکیہ کے اثر سے تعلق ہونے کا انکار کیا ہے، اور امام رازی کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک صبح صادق کا بھی سورج سے تعلق نہیں، بلکہ یہ دونوں محض اللہ کی تخلیق سے تعلق رکھتی ہیں، سورج کے اثر سے تعلق نہیں رکھتیں۔

لیکن امام رازی نے جو اس کی دلیل ذکر کی ہے، وہ درست نہیں، ان کی کوئی بات بھی صبح کاذب وصادق کے پیچھے بیان کردہ سبب کی نفی کے لئے مؤثر نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحادث تحت الأفق من القدر المخرج من بعض القاعدة وبعض العمود قائمة ومنفرجة ولا أن يقع فی جهة رأس المثلث علی موضع اتصال أحد ضلعيه بالآخر ولا خارجا عنه فی تلک الجهة لما ذكرنا بعينه فوجب أن يقع داخل المثلث فيما بين طرفی الضلع الشرقی وقد تبين أن موضع أقرب إلی الناظر من موضع اتصاله بالأفق .ولا شک فی أن ما وقع من هذا الضلع فيما كشف من كرة البخار يكون مستنيرا بتمامه حال قرب الشمس من أفق المشرق إلا أن ما كان أقرب منه إلی الناظر يكون أصدق رؤية .وهو موقع العمود .ومن هنا يتحقق الصادق والكاذب .انتهی كلامهم(روح المعانی، ج۴،ص۲۱۶و۲۱۷، تحت رقم الآية۹۶، من سورة الانعام)

[1] والإمام الرازی أنكر كون الصبح الكاذب من أثر قرص الشمس وإنما هو بتخليق الله تعالی ابتداء قال :لأن مركز الشمس إذا وصل إلی دائرة نصف الليل فالموضع الذی يكون فلک الدائرة أفقا لهم قد طلعت الشمس من مشرقهم .وفی ذلک الموضع أضاء نصف كرة الأرض .وذلک يقتضی أنه حصل الضوء فی الربع الشرقی من بلدنا وذلک الضوء يكون منتشرا مستطيرا فی جميع أجزاء الجو ويجب أن يزداد لحظة فلحظة .وحينئذ يمتنع أن يكون الصبح الأول خطا مستطيلا فحيث كان كذلک علم أنه ليس من تأثير قرص الشمس ولا من جنس نوره .

ويفهم من كلامه أيضا أن الصبح الثانی كالصبح الأول ليس إلا بتخليق الفاعل المختار ويمتنع أن يكون من تأثير قرص الشمس، وبين ذلک بأن من المقدمات المتفق عليها أن المضیء شمسا كان أو غيره لا يقع ضوءه إلا علی الجرم المقابل له دون غير المقابل والشمس عند طلوع الصبح غير مرتفعة من الأفق فلا يكون جرم الشمس مقابلا لجزء من أجزاء وجه الأرض فيمتنع وقوع ضوء الشمس علی وجه الأرض وإذا امتنع ذلک امتنع أن يكون ضوء الصبح من تأثير القرص، ثم قال فإن قالوا :لم لا يجوز أن يقال الشمس حين كونها تحت الأرض توجب إضاءة ذلک الهواء المقابل لها وذلک الهواء مقابل للهواء الواقف فوق الأرض فيصير ضوء الهواء الواقف تحت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پھر اس کے بعد علامہ آلوسی نے فرمایا:

''اور علامہ ابنِ حجر ہیثمی نے یہ بات ذکر کی ہے کہ صبح کاذب کی تحقیق کے بارے میں اہلِ ھیئت کا طویل کلام ہے، جو اٹکل اور حکمائے باطلہ کے قاعدہ پر مبنی ہے۔

لیکن راجح بات یہ ہے کہ فقہاء نے جو کاذب کے ایک ساعت کے لئے غائب ہونے کا ذکر کیا ہے، اس سے ''مطلق زمانہ'' مراد ہے، جو کبھی تھوڑا اور کبھی زیادہ ہوسکتا ہے، اور یہی شان، ساعاتِ زمانیہ کی ہوتی ہے، جو ساعاتِ معوجہ کہلاتی ہیں، اور یہ ساعاتِ مستویہ کے مقابلہ میں ہوتی ہیں، جن کی مقدار ہمیشہ پندرہ درجہ (یا ایک گھنٹہ) ہوتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الأرض سببا لضوء الهواء الواقف فوق الأرض ثم لا يزال يسرى ذلک الضوء من هواء آخر ملاصق له حتى يصل إلى الهواء المحيط بنا.

وعلى هذا عول أبو على بن الهيثم فى المناظر.

فالجواب :أن هذا باطل من وجهين، الأول أن الهواء شفاف عديم اللون فلا يقبل النور واللون فى ذاته .وما كان كذلک يمتنع أن ينعكس منه النور إلى غيره فيمتنع أن يصير ضوء ه سببا لضوء هواء آخر مقابل له .فإن قالوا :فلم لا يجوز أن يقال :إنه حصل فى الأفق أجزاء كثيفة من الأبخرة والأدخنة وهى لكثافتها تقبل النور عن قرص الشمس ثم يفيض على الهواء المقابل له؟ فنقول :لو كان كذلک لكان كلما كانت الأبخرة والأدخنة فى الأفق أكثر وجب أن يكون ضوء الصباح أقوى وليس الأمر كذلک بل بالعكس، الثانى أن الدائرة التى هى دائرة الأفق لنا بعينها دائرة نصف النهار لقوم آخرين .

وإذا كان كذلک فالدائرة التى هى نصف النهار فى بلدناوجب كونها دائرة الأفق لأولئک الأقوام، وإذا ثبت هذا.

فنقول :إذا وصل مركز الشمس إلى دائرة نصف الليل وتجاوز عنها فالشمس قد طلعت على أولئک الأقوام واستنار نصف العالم هناک، والربع من الفلک الذى هو ربع شرقى لأهل بلدنا فهو بعينه ربع غربى بالنسبة إلى تلک البلدة، وإذا كان كذلک فالشمس إذا تجاوز مركزها عن دائرة نصف الليل قد صار جرمها محازيا لهواء الربع الذى هو الربع الشرقى لأهل بلدنا فلو كان الهواء يقبل كيفية النور من الشمس لوجب أن يحصل النور فى هذا الربع الشرقى من بلدنا بعد نصف الليل وأن يصير هواء هذا الربع فى غاية الإنارة حينئذ وحيث لم يكن كذلک علمنا أن الهواء لا يقبل كيفية النور فى ذاته وإذا بطل هذا بطل العذر الذى ذكره ابن الهيثم انتهى المراد منه .ولا أراه أتى بشىء يتبلج به صبح هذا المطلب كما لا يخفى على من أحاط خبرا بما قدمناه(روح المعانى، ج۴،ص۲۱۷و۲۱۸، تحت رقم الآية۹۶، من سورة الانعام)

www.idaraghufran.org

جبکہ بعض اہلِ ھیئت کا گمان یہ ہے کہ کاذب، بالکل منعدم وختم نہیں ہوتی، بلکہ وہ کم ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ صادق میں منغمر ہوجاتی ہے۔

اوراس کے بارے میں ہم پہلے اہلِ ھیئت سے نقل کر چکے ہیں کہ یہ مقدر ماننے کے طور پر ہے، حس کے طور پر نہیں"۔ [1]

پھر کاذب کے بارے میں مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے علامہ آلوسی نے فرمایا:

---

[1] وذكر أفضل المتأخرين العلامة أحمد بن حجر الهيثمى أن لأهل الهيئة فى تحقيق الصبح الكاذب كلاما طويلا مبنيا على الحدس المبنى على قاعدة الحكماء الباطلة كمنع الخرق والالتئام على أنه لا يفى ببيان سبب كون أعلاه أضوأ مع أنه أبعد من أسفله عن مستمده وهو الشمس ولا ببيان سبب انعدامه بالكلية حتى تعقبه ظلمة كما صرح به الأئمة وقدروها بساعة.
والظاهر أن مرادهم مطلق الزمن لأنها تطول تارة وتقصر أخرى وهذا شأن الساعات الزمانية المسماة بالمعوجة ويقابلونها بالساعات المستوية المقدر كل منها دائما بخمس عشرة درجة.
وزعم بعض أهل الهيئة عدم انعدامه وإنما يتناقص حتى ينغمر فى الصادق وقد تقدم لك ذلك فيما نقلناه لك عنهم ولعله بحسب التقدير لا الحس، وفى خبر مسلم لا يغرنكم أذان بلال ولا هذا العارض لعمود الصبح حتى يستطبر أى ينتشر ذلك العمود فى نواحى الأفق.
ويؤخذ من تسميته عارضا للثانى شيئان، أحدهما أنه يعرض للشعاع الناشء عنه الصبح الثانى انحباس قرب ظهوره كما يشعر به التنفس فى قوله سبحانه :والصبح إذا تنفس (التكوير 18 :) فعند ذلك الانحباس يتنفس منه شيء من شبه كوة، والمشاهد فى المنحبس إذا خرج بعضه دفعة أن يكون أوله أكثر من آخره.
وهذا لكون كلام الصادق قد يدل عليه ولإنبائه عن سبب طوله وإضاء ة أعلاه واختلاف زمنه وانعدامه بالكلية الموافق للحس أولى مما ذكره أهل الهيئة القاصر عن كل ذلك.
ثانيهما أنه صلى الله عليه وسلم أشار بالعارض إلى أن المقصود بالذات هو الصادق وأن الكاذب إنما قصد بطريق العرضية لينبه الناس به لقرب ذلك فينتبهوا ليدركوا فضيلة أول الوقت لاشتغالهم بالنوم الذى لولا هذه العلامة لمنعهم إدراك أول الوقت.
فالحاصل أنه نور يبرزه الله تعالى من ذلك الشعاع أو يخلقه حينئذ علامة على قرب الصبح ومخالفا له فى الشكل ليحصل التميز وتتضح العلامة العارضة من المعلم عليه المقصود فتأمل ذلك فإنه غريب مهم.
وفى حديث عند أحمد ليس الفجر الأبيض المستطيل فى الأفق ولكن الفجر الأحمر المعترض وفيه شاهد لما ذكر آخر .ومما يؤيد ما أشير إليه من الكوة ما أخرجه غير واحد عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما أن للشمس ثلاثمائة كوة تطلع كل يوم من كوة فلا بدع أنها عند قربها من تلك الكوة ينحبس شعاعها ثم يتنفس كما مر (روح المعانى، ج۴ص ۲۱۸، تحت رقم الآية۹۶، من سورة الانعام)

www.idaraghufran.org

’’اور امام قرافی مالکی وغیرہ اور اصبحی شافعی نے اس بارے میں کلام کیا ہے، جس سے کاذب کے ظاہر ہو کر غائب ہونے کی توضیح ہوتی ہے، جس میں انہوں نے صادق کے طلوع ہونے کے بعد کاذب کے اکثر نظروں سے غائب ہونے، اور عمدہ، قوی نظر والے راصد کی نظر میں غائب نہ ہونے کا حکم لگایا ہے۔

اور ابنِ بشیر مالکی نے یہ بات ذکر کی ہے کہ کاذب کی روشنی، ظاہر ہونے کے بعد غائب ہونا محسوس ہوتی ہے، لیکن حقیقت میں غائب نہیں ہوتی، اور اصبحی ودیگر بہت سے شافعیہ نے کاذب کے ظاہر ہونے کے بعد، ختم ہو جانے، اور اس کی جگہ رات کا اندھیرا طاری ہو جانے کا ذکر کیا ہے۔

اور ابو جعفر بصری نے کاذب کی تعریف کرنے کے بعد فرمایا کہ جب رات کی دو ساعتیں باقی رہ جاتی ہیں، تو یہ مستطیل روشنی چوتھائی آسمان تک عمودی شکل میں ظاہر ہوتی ہے، لیکن جب فضاء صاف ستھری، ہوتی ہے، اس حالت میں بسا اوقات اس کو دیکھا نہیں جاسکتا، اور جب فضاء میں آلودگی، اور کدورت وکثافت ہوتی ہے، تو یہ زیادہ نمایاں نظر آتی ہے۔

اور یہ ظاہر ہونے کے بعد غائب نہیں ہوتی، بلکہ یہ منحدر ہو کر معترض صادق کے ساتھ مل جاتی ہے، پھر دونوں ایک فجر کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔

اور اس کے غائب ہونے، اور پھر لوٹنے کا دعویٰ وہم پر مبنی ہے، یا پھر کسی نے مختلف موسموں میں مشاہدہ کیا، کبھی اس کو دیکھا، اور کبھی نہیں دیکھا، تو اس نے اس کے ظاہر ہو کر غائب ہونے کا گمان کر لیا۔

جبکہ بعض موقتین نے اس کے سال میں صرف دو ماہ نظر آنے کا حکم لگایا، جیسا کہ امام قرافی نے اس سلسلہ میں تفصیل ذکر کی ہے، اور اس ضمن میں بعض اقوال پر اشکال ظاہر کیا ہے، اور طویل کلام کیا ہے، جو صرف ہندسہ اور مناظر کا گہرا علم

رکھنے والا ہی سمجھ سکتا ہے"۔ [1]

پھر مذکورہ تمام اقوال نقل کرنے کے بعد علامہ آلوسی نے فرمایا کہ:

" فأولى منه أن يختلف باختلاف النظر لاختلافه باختلاف الفصول والكيفيات العارضة لمحله فقد يدق فى بعض ذلك حتى لا يرى أصلا وحينئذ فهذا عذر من عبر بأنه يغيب ثم تعقبه ظلمة، هذا"

"پس اس کاذب کے بارے میں اولیٰ یہ ہے کہ یہ دیکھنے کے اعتبار سے مختلف ہو، اور یہ اختلاف موسموں، اور اس کے مقام پر پیش آنے والی کیفیات کے

---

[1] وللقرافي المالكي وغيره كالأصبحي من الشافعية فيه كلام يوضحه ويبين صحة ما ذكر من الكوات ويوافق الاستشكال لكونه يظهر ثم يغيب .وحاصله وإن كان فيه طول لمس الحاجة إليه أنه بياض يطلع قبل الفجر ثم يذهب عند أكثر الأبصار دون الراصد المجد القوى النظر.
وذكر ابن بشير المالكى أنه من نور الشمس إذا قربت من الأفق فإذا ظهرت أنست به الأبصار فيظهر له أنه غاب وليس كذلك .ونقل الأصبحى أن بعضهم ذكر أنه يذهب بعد طلوعه ويعود مكانه ليلا وهو كثير من الشافعية.
وإن أبا جعفر البصرى بعد أن عرفه بأنه عند بقاء نحو ساعتين يطلع مستطيلا إلى نحو ربع السماء كأنه عمود وربما لم ير إذا كان الجو نقيا شتاء وأبين ما يكون إذا كان الجو كدرا صيفا أعلاه دقيق وأسفله واسع.
ولا ينافى هذا ما تقدم من أن أعلاه أضوأ لأن ذلك عند أول الطلوع وهذا عند مزيد قربه من الصادق وتحته سواد ثم بياض ثم يظهر بياض يغشى ذلك كله ثم يعترض رده بأنه رصده نحو خمسين سنة فلم يره غاب وإنما ينحدر ليلتقى مع المعترض فى السواد ويصيران فجرا واحدا .
وزعم غيبته ثم عوده وهم أو رآه يختلف باختلاف الفصول فظنه يذهب.
وبعض المؤقتين يقول :هو المجرة إذا كان الفجر بالسعود، ويلزمه أن لا يوجد إلا نحو شهرين فى السنة قال القرافى :وقال آخرون هو شعاع يخرج من طاق بجبل قاف ثم أبطله بأن جبل قاف لا وجود له وبرهن عليه بما يرده ما جاء عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما من طرق خرجها الحفاظ وجماعة منهم ممن التزموا تخريج الصحيح، وقول الصحابى ذلك ونحوه مما لا مجال للرأى فيه حكمه حكم المرفوع إلى النبى صلى الله عليه وسلم، منها أن وراء أرضنا بحرا محيطا ثم جبلا يقال له قاف ثم أرضا ثم بحرا ثم جبلا وهكذا حتى عد سبعا من كل، وأخرج بعض أولئك عن عبد الله بن بريدة أنه جبل من زمرد محيط بالدنيا عليه كتفا السماء ، وعن مجاهد مثله، وكما اندفع بذلك قوله :لا وجود له اندفع قوله أثره :ولا يجوز اعتقاد ما لا دليل عليه لأنه إن أراد بالدليل مطلق الأمارة فهذا عليه أدلة أو الأمارة العقلية فهذا مما يكفى فيه الظن كما هو جلى، ثم نقل عن القرافى عن أهل الهيئة أنه يظهر ثم يخفى دائما، ثم استشكله وأطال فى جوابه بما لا يتضح إلا لمن أتقن علمى الهندسة والمناظر(روح المعانى، ج۴ص ۲۱۸،و ۲۱۹، تحت رقم الآية۹۶، من سورة الانعام)

اختلاف کی وجہ سے ہو، پس یہ بعض موسموں، یا کیفیات میں بہت دقیق ہو کہ بالکل بھی دیکھی نہ جاسکے، اور ایسی صورت میں یہ ان لوگوں کی طرف سے بھی عذر ہوگا، جنہوں نے غائب ہونے، اور اس کے بعد اندھیرا طاری ہوجانے سے تعبیر کیا ہے، یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے"۔ [1]

پھر اس مفصل بحث کے آخر میں علامہ آلوسی نے فرمایا کہ:

ہم پہلے ہوا کے روشن ہونے والے کرۂ بخاریٰ کے بارے میں فنِ ھئیت کی تحقیق ذکر کرچکے ہیں، جس سے یہ بات ظاہر ہوجاتی ہے کہ آدھی رات میں زمین کا مخروط سایہ، نصف النہار کے دائرہ پر ہوتا ہے، اور اس کے بعد لحہ بلحہ مغرب کی طرف مائل ہونا شروع ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ پہلے ذکر کردہ تفصیل کے مطابق

---

[1] فأولى منه أن يختلف باختلاف النظر لاختلافه باختلاف الفصول والكيفيات العارضة لمحله فقد يدق في بعض ذلك حتى لا يرى أصلا وحينئذ فهذا عذر من عبر بأنه يغيب ثم تعقبه ظلمة، هذا.

ولا يخفى أن القول بحدوث ضوء الصبح بمجرد خلق الله تعالى لا عن سبب عادى كما يشير إليه كلام الإمام أهون من القول بأنه من شعاع يخرج من طباق جبل قاف . والقول بخروج الشعاع من هذا الطباق أهون من القول بخروج الشمس التي هي على ما بين في الأجرام مائة وستة وستون مثلا للأرض مع كسر تقدم على ما هو المشهور أو ثلاثمائة وستة وعشرون مثلا لها على ما قاله غياث الدين جمشيد الكاشي في رسالته سلم السماء أو ما يقرب من ذلك على ما في بعض الروايات من كوة من جبل محيط بالأرض.

والخبر في ذلك إن صح وقلنا :إن له حكم المرفوع مما ينبغي تأويله وباب التأويل أوسع من تلك الكوة فإن كثيرا من الناس قد قطعوا دائرة الأرض على مدار السرطان مرارا ولم يجدوا أثرا لهذا الجبل المحيط الشامخ .وإثبات سبعة جبال وسبعة أبحر على الوجه السابق مما لا يخفى ما فيه أيضا .وكون الله تعالى لا يعجزه شيء مما لا يشك فيه إلا ملحد لكن الكلام في وقوع ما ذكر في الخارج .والذي تميل إليه قلوب كثير من الناس في أمر الصبح ما ذكره أهل الهيئة.

وقد بين أرسطوخس في الشكل الثاني من كتابه في جرم النيرين أن الكرة إذا اقتبست الضوء من كرة أعظم منها كان المضيء منها أعظم من نصفها .وقد بين أيضا في الشكل الأول من ذلك الكتاب أن كل كرتين مختلفتين أمكن أن يحيط بهما مخروط مستدير رأسه يلي أصغرهما ويكون المخروط مماسا لكل منهما على محيط دائرة، ولا شك أنه محيط بالشمس والأرض مخروط مؤلف من خطوط شعاعية رأسه يلي الأرض فيكون هذا المخروط مماسا للأرض على دائرة فاصلة بين المضيء والمظلم منها وهي دائرة صغيرة لأن الجزء المضيء من الأرض أصغر(روح المعاني، ج۴ص ۲۱۹، تحت رقم الآية۹۶، من سورة الانعام)

www.idaraghufran.org

مشرق کی طرف بیاض نظر آنے لگتی ہے۔

اور اہلِ ھئیت کی بیان کردہ اس قسم کی باتوں کے التزام میں کوئی حرج نہیں۔

البتہ جو بات دین سے ضروری طور پر معلوم ہو، یا دلیلِ قطعی سے ثابت ہو، اس کے خلاف اہلِ ھئیت کی کسی بات کے صحیح ہونے کا اعتقاد رکھنا گمراہی اور کفر ہے“

(علامہ آلوسی کے کلام کا ماحصل ختم ہوا) [1]

علامہ آلوسی نے اوپر کی عبارت میں امام رازی کے مذکورہ بالا قول کی مفصل تردید کی ہے۔

علامہ آلوسی نے دوسری تالیف ”غرائبُ الاغتراب“ میں بھی امام رازی کا صادق وکاذب کے سورج سے تعلق نہ ہونے کا قول نقل کر کے اس کی تردید کی ہے۔

چنانچہ اس موقع پر علامہ آلوسی نے اہلِ ھئیت کے نزدیک اٹھارہ 18، یا سترہ 17 درجہ زیرِ افق پر طلوعِ فجر ہونے کا قول ذکر کر کے امام رازی کی طرف سے اس مذکورہ قول کی تردید کا ذکر کیا ہے، اور پھر امام رازی کے قول کی مفصل تردید کی ہے۔ [2]

---

[1] وقد حققوا أن المستنير من الهواء كرة البخار سوى ما دخل فى ظل مخروط الأرض وهى مستنيرة أبدا لكثافتها وإحاطة أشعة الشمس بها لكنها لا ترى فى الليل لبعدها عن البصر وأن سهم المخروط أبدا فى مقابلة جرم الشمس كما أشرنا إليه .

ففى منتصف الليل يكون على دائرة نصف النهار وبعد ذلك يميل إلى جانب الغروب لحظة فلحظة إلى أن يرى البياض فى جانب المشرق على ما تقدم تفصيله.

وعلى هذا لا يلزم فى الصورة التى ذكرها الإمام من مجاوزة مركز الشمس دائرة نصف الليل وطلوعها على أولئك الأقوام .واستنارة نصف العالم عندهم استنارة الربع الشرقى عندنا لاختلاف الوضع كما لا يخفى على المتأمل.

والتزام القول بالكروية والمخروط ونحو ذلك مما ذكره أهل الهيئة لا بأس به، نعم اعتقاد صحة ما يقولونه مما علم خلافه من الدين بالضرورة أو علم بدليل قطعى كفر أو ضلال فتدبر(روح المعانى، ج۴ص ۲۱۹و۲۲۰، تحت رقم الآية۹۶، من سورة الانعام)

[2] ومنها (ما جرى فى أمر نور الفجر .فأنى ذكرت له لا زال شيخ العصر .إن الفخر الرازى ادعى فى تفسيره عند الكلام على قوله تعالى) فالق الإصباح (أن نور الفجر ليس من ضياء الشمس وإنما هو نور يخلقه الله تعالى ابتداءً وأنه رد ما قاله أهل الهيئة من أنه من ضيائها حين تقرب من الأفق الشرقى نحو سبع عشرة أو ثمانى عشرة درجة) بما حاصله(غرائب الاغتراب ونزهة الألباب فى الذهاب والإقامة والإياب،ص۱۸۷ ،خاتمة)

علامہ آلوسی کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ کاذب کا صبح صادق سے بہت پہلے نظر آنا ممکن ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر جگہ اور ہمیشہ کاذب مستطیل کی روشنی کا سمت الرأس کی طرف سیدھا نظر آنا ممکن نہیں، کیونکہ جب سورج تحت القدم سیدھا نہیں ہوگا، تو اس کی یہ روشنی بھی سیدھی نہیں ہوگی، جدید تحقیق سے بھی بروجی روشنی کی یہی کیفیت معلوم ہوئی، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

علامہ آلوسی نے کاذب وصادق کی مفصل بحث کرتے ہوئے کاذب کے متعلق اختلافِ شدید اور اقوالِ مختلفہ کا جو ذکر کیا ہے، اور ان میں جو تطبیق دی ہے، اس سے ہمارے موقف کی واضح تائید ہوتی ہے۔

علامہ آلوسی کا ایک اور حوالہ

اس کے علاوہ علامہ آلوسی، اپنی مذکورہ تفسیر ''روحُ المعانی'' میں قرآن مجید کی آیت ''وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ'' کے ذیل میں فرماتے ہیں:

والظاهر أن التنفس فى الآية إشارة إلى الفجر الثانى الصادق وهو المنتشر ضوءه معترضا بالأفق بخلاف الأول الكاذب وهو ما يبدو مستطيلا وأعلاه أضوأ من باقيه ثم يعدم وتعقبه ظلمة أو يتناقص حتى ينغمر فى الثانى على زعم بعض أهل الهيئة أو يختلف حاله فى ذلك تارة وتارة بحسب الأزمنة والعروض على ما قيل.

وسمى هذا الكاذب عارضا. ففى خبر مسلم :لا يغرنكم أذان بلال ولا هذا العارض لعمود الصبح حتى يستطير، أى ينتشر ذلك العموم فى نواحى الأفق(روح المعانى للآلوسى، ج۱۵، ص۲۶۳، سورة التكوير تحت رقم الآية ۱۸)

ترجمہ: اور ظاہر وراجح یہ ہے کہ آیت میں تنفس سے فجرِ ثانی صادق کی طرف اشارہ ہے، اور صادق وہ ہے کہ جس کی روشنی افق پر معترضاً منتشر ہوتی ہے، بخلاف اول، یعنی صبح کاذب کے، اور کاذب وہ ہے جو کہ مستطیلاً ظاہر ہوتی ہے،

اوراس کا بالائی حصہ، باقی حصہ کے مقابلہ میں زیادہ روشن ہوتا ہے، پھر وہ ختم ہوجاتی ہے، اوراس کی جگہ اندھیرا آجاتا ہے، یا وہ کم ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ صادق میں غائب (اور صادق سے مغلوب) ہوجاتی ہے، جیسا کہ بعض اہلِ ھیئت کا گمان ہے، یا پھراس کا حال اس سلسلہ میں مختلف ہوتا رہتا ہے، کبھی کسی طرح اور کبھی کسی طرح، حسبِ ازمنہ وعروض (یعنی امکنہ) جیسا کہ کہا گیا ہے۔

اوراس کاذب کا نام ''عارض'' بھی رکھا گیا ہے، چنانچہ مسلم کی حدیث میں ہے کہ تمہیں بلال کی اذان دھوکہ میں نہ ڈالے، اور نہ یہ ''عارض'' جو صبح کے عمود کے لئے ہے، دھوکہ میں ڈالے، یہاں تک کہ مستطیر نہ ہوجائے، یعنی یہ عمود (وستون) افق کے کناروں میں منتشر نہ ہوجائے (روح المعانی)

پھراس کے بعد علامہ آلوسی نے فرمایا کہ:

ثم الظاهر أن تنفس الصبح وضياء ه بواسطة قرب الشمس إلى الأفق الشرقي بمقدار معين وهو في المشهور ثمانية عشر جزء ا (روح المعانی للآلوسي، ج ۱۵، ص ۲۶۳، سورة التكوير تحت رقم الآية ۱۸)

ترجمہ: پھر ظاہر یہ ہے کہ صبح کا تنفس (جس سے پیچھے صبح صادق کا مراد ہونا گذرا) اور صبح کی روشنی جو سورج کے، افقِ شرقی کے قریب ہونے کے واسطہ سے ہوتی ہے، وہ ایک معین مقدار پر ہوتی ہے، اور وہ مشہور قول کے مطابق اٹھارہ 18 درجہ پر ہے (روح المعانی)

علامہ آلوسی نے کاذب کی حالت کے ازمنہ وامکنہ کے اعتبار سے مختلف ہونے کا ذکر کیا، جس کے ضمن میں بعض اوقات کاذب و مستطیل کے صادق ومعترض میں منغمر اور غائب ہونے کا بھی صاف طور پر ذکر فرمادیا، ہم نے بھی اس کو اپنے الفاظ میں تعبیر کردیا۔

ظاہر ہے کہ جب صبح صادق موجود ہوگی، تب ہی اس میں کاذب غائب گی، جب تک غائب کرنے والی چیز کا وجود نہ ہو، اس وقت تک اس کے غائب ہونے کا حکم لگانا درست

ہی نہیں کہلایا جاسکتا۔

اور یہ ''اِنغمار'' اس طور پر نہیں ہوتا کہ کاذب بعینہ صادق کا حکم حاصل کرلیتی ہو، بلکہ مقدر ماننے کے طور پر ہے، یعنی اگر ایسا فرض کرلیا جائے، جیسا کہ دیکھنے والے کو بادی النظر میں نظر آتا ہے، ورنہ کاذب مستطیل، اور صادق معترض شرعاً، صورتاً، اور فقہی وفلکی اعتبار سے بالکل الگ الگ روشنیاں ہیں، چنانچہ ایک کا کاذب اور دوسرے کا صادق ہونا، شرعی اعتبار سے، اور ایک کا مستطیل اور دوسری کا معترض ہونا صورت وشکل کے اعتبار سے، اور ایک کے بعد اندھیرا ہونا، دوسری کے بعد اندھیرا نہ ہونا، اور ایک کا مستطیر ومنبسط، اور افق پر ہونا، اور دوسری کا ان اوصاف سے محروم ہونا، اور ان کے راستے ومنازل کا ایک دوسرے سے جدا ہونا، فقہی وفلکی اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہونے کی واضح دلیل ہیں۔

پھر اس کے بعد صبح صادق کا ذکر کرتے ہوئے علامہ آلوسی نے واضح فرمادیا کہ راجح وظاہر صبح صادق کا متعین درجہ پر ہونا ہے، اور وہ مشہور قول کے مطابق اٹھارہ 18 درجہ پر ہے۔

چنانچہ پہلے تو یہ فرمایا کہ:

”والظاهر أن التنفس فى الآية إشارة إلى الفجر الثانى الصادق“

اور پھر اسی کو اٹھارہ 18 درجہ پر ہونے کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ:

”ثم الظاهر أن تنفس الصبح وضياء ه.الخ“

علامہ آلوسی کی اپنی گذشتہ تفصیلی عبارت کے ضمن میں علامہ ابنِ حجر ہیثمی کے حوالہ سے صبح کاذب کے کبھی جلدی اور کبھی دیر سے ہونے، اور کبھی نظر آنے، کبھی نظر نہ آنے وغیرہ کے متعلق اہلِ ھیئت اور ائمہ رصد کے اختلاف اور اس کی تفصیل وتطبیق کا ذکر گذر چکا ہے۔

معارفُ السنن اور علامہ کشمیری کا حوالہ

حضرت مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ نے ''معارفُ السنن'' میں پہلے تو ان علمائے ہیئت

کے قول کا ذکر کیا ہے، جو صبح کاذب کے اٹھارہ درجہ زیرِ افق پر ہونے کے قائل ہیں، پھر علامہ شامی کے حوالہ سے تین درجہ کے تفاوت والی بات نقل کی ہے، پھر شارح ملخص چغمینی، اور صاحب تصریح کا قول ذکر کرکے فجرین کے درمیان فاصلہ کی مقدار منٹوں کے حساب سے ذکر کی ہے، پھر علامہ ابنِ حجر سے اس کی تردید نقل کی ہے، چنانچہ فرمایا کہ:

فکان الزمان الفاصل بین الفجرین ۱۲ دقیقة.

ویرد علیه الشیخ ابن حجر الهیتمی المکی الشافعی فی تحفة المحتاج بان الصبح قدیتقدم وقد یتاخر، وکذالک یقول الفقهاء وحکی الشیخ الآلوسی فی تفسیره "روح المعانی" ایضا قول ابنِ حجر هذا عن "تحفة المحتاج" قال شیخنا والحق ما قاله ابنِ حجر.

اقول لم یتسر لی مراجعة "تحفة المحتاج" لعدم وجوده عندی. ولم اعثر علی الموضع الذی حکاه فی الروح عنه (معارف السنن، ج۲، ص۲۸، ابواب الصلاة، بیان اول وقت الفجر، الناشر: ایچ ایم سعید کمپنی، کراتشی، الطبعة الرابعة)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوا کہ صبح کاذب کے درجہ کی تعیین اور دونوں صبحوں کے درمیان مخصوص تفاوت کو مقدر ماننے کی علامہ ابنِ حجر نے تردید کی ہے، اور علامہ بنوری کے شیخ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے ابنِ حجر کے موقف کو حق قرار دیا ہے۔

علامہ بنوری نے اپنے شیخ سے یہ بات نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ میرے پاس "تحفة المحتاج" موجود نہیں، اور روح المعانی میں جہاں یہ قول منقول ہے، وہ مجھے دستیاب نہیں ہوسکا۔

اس کے بعد مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ نے علامہ بنوری کی اس بات کو اپنے رسالہ "صبح صادق" میں نقل کرکے "تحفةُ المحتاج، وروح المعانی" میں اس جزئیہ کے تلاش کرنے کے باوجود دستیاب نہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔

جس کے بعد مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب نے فرمایا کہ:

روح المعانی، اور تحفۃ المحتاج کا حوالہ صحیح نہیں (صبح صادق، ص۳۳، مشمولہ "احسن الفتاویٰ، ج۲، ص۱۸۹، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

www.idaraghufran.org

پھر مفتی صاحب موصوف نے یہاں تک بھی فرمادیا کہ:

حضرت مولانا انور شاہ صاحب قدس سرہٗ کا مقام اس سے بہت بلند ہے کہ وہ ایسے غلط حوالے اور غلط نسبت بیان فرمائیں، پھر جس بات کا حوالہ دیا جارہا ہے، وہ ایسی بدیہی البطلان اور لچر ہے کہ علامہ ہیثمی اور حضرت شاہ صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ کا دامن اس سے یقیناً پاک ہے، اور یہ صرف ناقلینِ املی کے اختلاط کا کرشمہ ہے (صبح صادق، ص۳۳، مشمولہ''احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص۱۸۹، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

پھر مزید ترقی کرتے ہوئے فرمایا:

کیا علامہ ہیثمی اور حضرت شاہ صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ جیسے جبالِ علم صبح کے لئے اہلِ ہیئت کی تعیینِ درجات کا واضح مفہوم سمجھنے سے بھی قاصر تھے (صبح صادق، ص۳۳، مشمولہ''احسن الفتاویٰ، ج۲، ص۱۸۹، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

پھر مزید فرمایا:

اگر یہ اعجوبہ، بلکہ اضحوکہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ درجات کی تعیین، صبح کے تقدم وتاخر کے منافی ہے، تو سوال یہ ہے کہ اوقاتِ نماز کے پرانے نقشے بھی تو متعین درجات ہی کے حساب پر مبنی ہیں، وہ کیونکر صحیح تسلیم کیے جاتے ہیں؟ (صبح صادق، ص۳۳، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج۲، ص۱۸۹، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

حضرت مفتی صاحب موصوف نے فرطِ جذبات میں بہت کچھ تحریر فرمادیا۔

حسنِ ظن کی بنیاد پر اس کی وجہ یہی قرار پاسکتی ہے کہ مفتی صاحب موصوف کے دل ودماغ پر اٹھارہ درجہ کے صبح کاذب ہونے کے قول کے صادق ہونے کا اتنا غلبہ تھا کہ وہ اس کے برخلاف کہی جانے والی ہر بات میں کسی نہ کسی تاویل کی ضرورت سمجھتے تھے۔

حالانکہ ''تحفۃُ المحتاج، وروح المعانی'' دونوں کے حوالہ جات صحیح ہیں۔

صاحبِ روح المعانی نے صبح صادق کے درجہ کی حد بندی تو بیان کی ہے لیکن انہوں نے صبح کاذب کے درجہ کی حد بندی بیان نہیں کی، بلکہ اس کی نفی کی ہے، جیسا کہ گذرا۔

پھر قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگر علامہ ہیثمی، اور شاہ صاحب کا دامن مذکورہ چیز سے یقیناً پاک ہے، تو کیا صاحبِ معارف السنن کا دامن پاک نہیں، اور وہ کونسے اختلاط زدہ ناقلینِ امالی ہیں، اور کیا ان کو اس بات کا بدیہی البطلان، لچر، اور اس کا اعجوبہ، بلکہ اضحوکہ ہونا سمجھ نہیں آیا، اور علامہ ہیثمی اور حضرت شاہ صاحب جیسے جبالِ علم اگر اس بات کو سمجھنے سے قاصر نہیں تھے، تو کیا علامہ بنوری، حضرت شاہ صاحب جیسے جبالِ علم کے ترجمان نہ تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ علامہ کشمیری، اور علامہ بنوری کی یہ تحقیق کاذب کے درجہ کی تعیین اور کاذب وصادق کے درمیان تین درجات کی تحدید سے متعلق ہے، اور یہ تحقیق ''العرفُ الشذی'' میں بھی موجود ہے، جس میں پہلے علامہ کشمیری نے یہ فرمایا کہ:

> قوله :(يغيب الأفق) ظاهره يؤيد مذهب أبي حنيفة، فإن غيبوبة الأفق بغيبوبة الشفق الأبيض، قال الخليل بن أحمد شيخ سيبويه :إن الشفق الأبيض يبقى إلى ثلث الليل بل إلى نصفها أيضا في بعض الأحيان، أقول: إن الغوارب أربعة مثل الطوالع فإنها أيضا أربعة، أما الطوالع :فالصبح الأول، والثاني الأبيض، ثم الأحمر، ثم طلوع الشمس، فكذلك يكون في الغوارب .غروب الشمس، ثم الحمرة ثم البياض، وشيء آخر بدل الصبح الكاذب والمتمادي إلى ثلث الليل، ونصفها هو هذا الشيء، واختلط الأمر على الخليل فإنه ليس هو البياض الذي يبقى فيه وقت المغرب عند أبي حنيفة.
>
> وليعلم أن الوقت بعد طلوع الفجر الصادق إلى الطلوع، مثل الوقت بعد الغروب إلى غيبوبة الشفق الأبيض لذلك اليوم (العرف الشذي، ج ا ص ۱۷۲، ابواب الصلاة، باب ما جاء في مواقيت الصلاة عن النبي صلى الله عليه وسلم)

مذکورہ عبارت میں پہلے تو علامہ کشمیری نے یہ فرمایا کہ ''یغیب الافق'' کے الفاظ امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید کرتے ہیں، کیونکہ ''غیبوبتِ افق'' دراصل ''غیوبتِ شفقِ ابیض'' کے

ذریعہ سے ہی ہوسکتا ہے۔

پھر علامہ کشمیری نے خلیل احمد شیخ سیبویہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ شفقِ ابیض، تہائی رات، بلکہ بعض اوقات، نصف رات تک باقی رہتی ہے۔

پھر علامہ کشمیری نے چار طوالع اور چار غوارب کا ذکر فرمایا ہے، اور چوتھے غروب کے بارے میں فرمایا کہ وہ صبح کاذب کے مقابلہ میں تہائی، اور نصف رات تک باقی رہنے والی کھڑی چیز ہے۔

اور خلیل بن احمد پر معاملہ مشتبہ ہوگیا، یہ وہ بیاض نہیں ہے، جس پر امام ابوحنیفہ کے نزدیک مغرب کا وقت باقی رہتا ہے، بلکہ وہی بیاض ہے، جو کاذب کے مقابلہ میں پیچھے ذکر کی گئی۔

اور پھر فرمایا کہ جس دن طلوعِ فجر صادق سے طلوعِ شمس تک کا وقت ہوتا ہے، اس دن اتنا ہی غروب کے بعد شفقِ ابیض کے غروب میں ہوتا ہے۔

اس عبارت میں علامہ کشمیری صبح کاذب کے مقابلہ میں بیاضِ مستطیل کو تہائی، اور بعض اوقات نصف رات تک باقی رہنے والا قرار دے چکے ہیں، تو یہی صورتِ حال اس کی نظیر کاذب کے لئے بھی ہونا لازم آیا کہ وہ بھی آخری تہائی رات، یا نصف رات کے قریب نظر آ سکتی ہے۔

یعنی علامہ کشمیری ''صبح کاذب وشفقِ کاذب'' کے وقت اور درجہ کی تعیین کو راجح نہیں سمجھتے۔

جبکہ وہ ''الوقت بعد طلوع الفجر الصادق'' کے ساتھ ''صبح وشفقِ صادق'' کے وقت کو مساوی قرار دے کر صبح صادق کے طلوع، اور شفقِ معترض کے غیوب کے درجہ کی تعیین فرما چکے، جس میں یقیناً کاذب کا عمل دخل نہیں۔

اور مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ نے جو خلیل بن احمد کے قول کو کہکشاں پر محمول کیا ہے، اس کا جواب بھی علامہ کشمیری کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوگیا۔

خلیل بن احمد کے قول کی جو توجیہ علامہ کشمیری نے بیان فرمائی ہے، وہی توجیہ کئی دوسرے

فقہائے کرام سے بھی مروی ہے۔

پھر اس کے بعد علامہ کشمیری نے فرمایا:

قوله(حين يطلع الفجر اه)قال علماء الرياضى :إن طلوع الفجر الكاذب على ثمانية عشر درجة، وطلوع الفجر الصادق خمسة عشر، ورد عليهم ابن حجر المكى الشافعي فى تحفة المحتاج بأن الصبح قد يتقدم وقد يتأخر وكذلك قال الفقهاء ، وذكر الشيخ فى تفسيره روح المعانى قطعة تحفة المحتاج، أقول :إن قول ابن حجر صادق(العرف الشذى، ج ا ص ١٧٣، ابواب الصلاة، باب ما جاء فى مواقيت الصلاة عن النبى صلى الله عليه وسلم)

اس عبارت میں علامہ کشمیری نے طلوعِ فجرِ کاذب کو متعین درجہ پر قائل، اور دونوں کے درمیان مخصوص تفاوت کے قائل علمائے ریاضی پر علامہ ابنِ حجر کے رد کرنے، اور فقہاء کا قول بھی اس کے مطابق ہونے، اور ابنِ حجر کے قول کے صادق ہونے کا حکم لگایا ہے۔

اور یہی فرمایا تھا، علامہ بنوری نے۔

پس علامہ کشمیری کے اس مفصل کلام سے معلوم ہو چکا کہ وہ ان علمائے ہیئت کے قول سے متفق نہیں، جو کاذب کے درجہ کی تعیین، اور صادق سے اس کے مخصوص تفاوت کے قائل ہیں۔

اور جس جزئیہ کا علامہ کشمیری نے ذکر فرمایا، اور علامہ بنوری نے نقل فرمایا، وہ جزئیہ ''تحفۃُ المحتاج'' اور ''روحُ المعانی'' دونوں میں موجود ہے، نہ تو علامہ کشمیری نے کوئی غلط کہا، نہ ہی صاحبِ معارفُ السنن نے اور نہ ہی صاحبِ روح المعانی نے، اور نہ ہی ان میں سے کوئی کسی اعجوبہ، یا اضحوکہ میں مبتلاء ہوا۔

اور ''تحفۃُ المحتاج'' اور ''روحُ المعانی'' دونوں کی عبارات میں اصل بحث صبحِ کاذب کے بارے میں ہے، اسی کا صادق کے مقابلہ میں تقدم وتاخر زیرِ بحث ہے، اور اسی کاذب کے درجہ ومقام کی تعیین محلِ کلام ہے، صادق کا درجہ ومقام تو طے شدہ ہے، جس کا علامہ کشمیری بھی اعتراف فرما رہے ہیں۔

اور اسی لئے اوقاتِ نماز کے پرانے نقشے جو اٹھارہ 18 کے متعین درجہ کے حساب پر مبنی ہیں، وہ صحیح تسلیم کئے جاتے ہیں۔

علامہ بنوری نے بھی مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب موصوف کی تحقیق ملاحظہ کرنے کے بعد اس سے اختلاف کیا، اور پرانے نقشوں ہی کو صحیح قرار دیا۔

چنانچہ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

کچھ عرصہ سے کراچی اور چند اور شہروں میں نمازِ فجر اور سحری کے اوقات کے مختلف نقشے سامنے آئے، جن کی وجہ سے عوام خاصے پریشانی میں مبتلا ہو گئے کہ کس پر عمل کریں اور کس کو صحیح سمجھیں، اس وقت چونکہ پوری تحقیق کا موقعہ نہ مل سکا تھا، اس لیے احتیاطاً یہی فتویٰ دیا گیا کہ نماز کے لیے ان نقشوں پر عمل کیا جائے کہ جن میں صبح صادق کا وقت بعد تک ہے، اور انتہائے سحری کا وقت ان سے لیا جائے جن میں وقت پہلے ختم ہوتا ہے۔

لیکن بعد میں بعض مخلصین کی کوشش سے جو معلومات حاصل ہوئیں، ان سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچی کہ تمام نقشوں میں وہی سابق کراچی کا نقشہ جس کو مرحوم حضرت حاجی وجیہ الدین صاحب خان بہادر نے مرتب کروایا تھا اور چھاپا تھا، وہ بالکل صحیح ہے۔ ہاں جس کا جی چاہے نماز دیر سے پڑھے تاکہ اس کو بھی یقین ہو جائے کہ وقت ہو گیا ہے اور اچھا ہے۔ دین کی بات میں ضد کی حاجت نہیں۔ جو بات صحیح ہو، اس کو ماننا اور غلط بات سے رجوع کرنا یہ عین دین کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو صحیح سمجھ اور صحیح عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔

محمد یوسف بنوری صاحب۔ ۲ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ

(نوادرُ الفقہ، جلد ۲، صفحہ ۹۸، کذا فی احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۹۱، ۱۹۲)

معلوم ہوا کہ حضرت بنوری نے مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب کے برخلاف حتمی موقف پایۂ تحقیق کو پہنچنے کے بعد ہی اختیار فرمایا تھا، اور اس کا برملا اعلان بھی کیا تھا۔

علامہ بنوری کے علاوہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمہما اللہ نے بھی اسی قسم کا اعلان فرمایا تھا، جس کو دوسرے مقام پر نقل کیا جاچکا ہے۔

مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی نے اس پر بھی تنقید کی ہے۔

چنانچہ اس بارے میں موصوف لکھتے ہیں:

دونوں حضرات کی تحریر، بالکل مجمل، بلکہ مبہم ہے، ان میں نہ تو میری کسی دلیل کے جواب کی طرف کوئی اشارہ ہے، اور نہ ہی اپنی تائید میں کوئی دلیل ہے، دونوں بزرگوں کی تحریروں میں جس جدید انکشاف کا ذکر ہے، وہ وہی زوڈیکل لائٹ ہے، جس کی حقیقت میں بہت پہلے لکھ چکا تھا (صبح صادق، ص ۳۴، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۹۰، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ مذکورہ دونوں حضرات نے مشاہدات، اصحابِ فن سے مذاکرات، اور اس مسئلہ کی مکمل تحقیق کرنے کے بعد ہی اپنی آراء کا اظہار فرمایا، اور عام لوگوں کے لئے جو رائے شائع کی جاتی ہے، اس کا اس قدر مختصر ہونا ہی مفید تھا، جس سے ان کا مقصود پورا ہو جائے۔

اور جہاں تک مشترکہ مشاہدات کا معاملہ ہے، تو اس کی مکمل روئیداد بھی ان کی طرف سے سامنے آ گئی تھی، جو طبع بھی ہو چکی ہے، اور ہم اس پر اپنے سابق مطبوعہ مضامین میں تفصیلی کلام کر چکے ہیں، حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی کی طرف سے اس روئیداد کو کامل طریقہ پر شائع نہیں کیا گیا تھا، جو نا کافی ہے، مشاہدہ کاروں میں جس طرح حضرت مفتی رشید احمد صاحب شامل تھے، اسی طرح دوسرے حضرات بھی تھے، اور جس طرح حضرت مفتی رشید احمد صاحب کو اپنی روئیداد بیان کرنے، اور اس سے نتیجہ اخذ کرنے، اور اس کے بعد مزید تحقیق کرنے کا حق ہے، اسی طرح دوسروں کو بھی ان سب چیزوں کا حق ہے، جن کو ان سب نے اپنے اپنے طور پر سرانجام دیا۔

جملہ شرکائے کرام کو حضرت مفتی رشید احمد صاحب کی رائے کی پابندی ضروری نہیں۔

ورنہ تو جن فقہاء نے کاذب کا صادق سے بہت پہلے مشاہدہ کیا، اور صادق سے پہلے اس کے غائب ہوجانے کا حکم لگایا، یا کبھی نظر آنے اور کبھی نظر نہ آنے کا حکم لگایا، ان میں سے ہر ایک کا مشاہدہ بھی دوسرے پر حجت ہونا چاہیے، جو تناقض کا باعث ہے۔

رہا یہ کہ پھر مفتی رشید احمد صاحب کو ان حضرات نے اپنے دلائل سے کیوں آگاہ نہیں کیا، تو اس کا اصل جواب تو وہی حضرات دے سکتے ہیں، ممکن ہے کہ انہیں مفتی رشید احمد صاحب کے سامنے ان دلائل کے اظہار میں کوئی فائدہ محسوس نہ ہوا ہو، بالخصوص ایسی صورت میں جب ان کو دوسرے کا مطمئن نہ ہونا، اور ہر جزئیہ میں تاویل کرنے کا خدشہ ہو، جیسا کہ اس مسئلہ میں مفتی رشید احمد صاحب کا طرزِ عمل سامنے آیا۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ مذکورہ اکابر کے سر پر جمہور کے جملہ دلائل موجود ہیں، جن کے ہوتے ہوئے دوسرے مزید دلائل کی حیثیت ''سورج کو چراغ دکھانے'' کے مترادف ہے۔

رہا زوڈیکل لائٹ کو جدید انکشاف قرار دینا، تو یہ بھی درست نہیں، اس کا انکشاف بہت پہلے ہوچکا تھا، صبح کاذب یہی روشنی ہے، جس کو مسلمان بہت پہلے سے جانتے ہیں، غیر مسلموں نے بھی اس کا نام مسلمانوں سے ہی لیا، جس کو عمودی، اور مینار کی طرح ''بروجی روشنی'' کہا جاتا ہے، جو مستطیل وکاذب پر ہی صادق آتی، اور منطبق ہوتی ہے۔

چنانچہ انسائیکلو پیڈیا ''برٹانیکا'' میں ہے:

Zodiacal light, band of light in the night sky, thought to be sunlight reflected from cometary dust concentrated in the plane of the zodiac, or ecliptic. The light is seen in the west after twilight and in the east before dawn, being easily visible in the tropics where the ecliptic is approximately vertical. In mid-northern latitudes it is best seen in the evening in February and March and in the morning in September and October.

The zodiacal light can be followed visually along the ecliptic from a point 30° from the Sun to about 90°. Photometric measurements

indicate that the band continues to the region opposite the Sun where a slight enhancement called the gegenschein, or counterglow, is visible. There is some zodiacal light in all parts of the sky; it can be considered an extension of the F-corona of the Sun.

(https://www.britannica.com/science/zodiacal-light)

جبکہ کہکشاں بالکل الگ چیز ہے، جن حضرات نے اس کو کہکشاں کہا، محققینِ فلکیات نے اس کی تردید کی ہے۔

چنانچہ امریکی خلائی ادارے ''NASA'' نے کہکشاں کے بارے میں واضح کیا ہے کہ:

Galaxies consist of stars, planets, and vast clouds of gas and dust, all bound together by gravity. The largest contain trillions of stars and can be more than a million light-years across. The smallest can contain a few thousand stars and span just a few hundred light-years. Most large galaxies have supermassive black holes at their centers, some with billions of times the Sun's mass.

Galaxies come in a variety of shapes, mostly spirals and ellipticals, as well as those with less orderly appearances, usually dubbed irregular.

Most galaxies are between 10 billion and 13.6 billion years old. Some are almost as old as the universe itself, which formed around 13.8 billion years ago. Astronomers think the youngest known galaxy formed approximately 500 million years ago.

Galaxies can organize into groups of about 100 or fewer members held together by their mutual gravity. Larger structures, called clusters, may contain thousands of galaxies. Groups and clusters can be arranged in superclusters, which are not gravitationally bound. Superclusters, empty voids, "walls" of galaxies, and other large-scale structures make up the cosmic web of matter in the universe.

Our Milky Way

Our home galaxy is called the Milky Way. It's a spiral galaxy with a disk of stars spanning more than 100,000 light-years. Earth is located along one of the galaxy's spiral arms, about halfway from the center. Our solar system takes about 240 million years to orbit the Milky Way just once.

From our perspective on Earth, the Milky Way looks like a faint, milky band of light arcing across the entire sky, which is how it got its name. This feature marks the central disk of our home galaxy seen edge on.

The Milky Way sits in a neighborhood with over 50 other galaxies called the Local Group. Its members range in size from dwarf galaxies (smaller galaxies with up to a few billion stars) to Andromeda, our nearest large galactic neighbor.

The Local Group sits just off the edge of the Virgo cluster and is part of the Laniakea supercluster.

(https://science.nasa.gov/universe/galaxies/)

پس حضرت مفتی صاحب موصوف، یا کسی دوسرے کا اس زوڈیکل لائٹ کو کہکشاں کی روشنی قرار دینا، راجح نہیں، یہ روشنی ہرگز کہکشاں نہیں ہوتی، بلکہ وہی افق سے فاصلہ کی طولانی اور ذنبِ سرحان کے مثل روشنی ہوتی ہے، جو مسلم محققینِ فلکیات نے بتلائی ہے، اور جمہور مسلم محققینِ فلکیات کے نزدیک اس کا درجہ متعین نہیں ہوتا، برخلاف صادق کے۔

اب ''تحفۃُ المحتاج'' اور ''روحُ المعانی'' کے حوالہ جات کو بھی ملاحظہ کرلیا جائے۔

''تحفۃُ المحتاج'' کے اس جزئیہ میں پہلے تو صبح کاذب کے بعد ظلمت ہونے کا ذکر ہے۔

پھر اس کے بعد اہلِ ہیئت کے ''منعِ خرق والتئام'' کے باطل ہونے کا ذکر ہے، اور پھر ائمہ کے کاذب کے بعد ظلمت پیدا ہونے کی تصریح کرنے اور اس کے لئے ایک ساعت کو

مقدر ماننے، اور ساعت سے مطلق زمانہ مراد ہونے، اور کبھی اس ظلمت والی ساعت و مطلق زمانہ کے لمبا ہونے، اور کبھی مختصر ہونے کی تصریح ہے۔

جس کے بعد بعض اہلِ ہیئت کے نزدیک کاذب کے منعدم نہ ہونے، اور کم ہوکر فجرِ صادق میں منغمر ہوجانے، اور اس کے تقدیر کی جہت سے ہونے اور حس کی جہت سے نہ ہونے کا ذکر ہے۔

اور پھر مسلم کی حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس میں کاذب کے لئے مذکور لفظِ ''عارض'' سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے یہ بات مذکور ہے کہ کاذب کے زمانہ کا مختلف ہونا، اور اس کا بالکلیہ منعدم ہوجانا، جو حس کے موافق ہے، یہ اہلِ ہیئت کے قول سے اولیٰ ہے، نیز کاذب کے ''عارض'' ہونے سے، صادق کے اصل مقصود بالذات ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے۔[1]

پھر علامہ ابنِ حجر نے کاذب کے متعلق مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد بالکل آخر میں فرمایا:

''وأولى منه أنه يختلف باختلاف النظر لا اختلافه باختلاف الفصول،

---

[1] (وهو) بياض شعاع الشمس عند قربها من الأفق الشرقى (المنتشر ضوءه معترضا بالأفق) أى نواحى السماء بخلاف الكاذب وهو ما يبدو مستطيلا وأعلاه أضوأ من باقيه، ثم تعقبه ظلمة.
(تنبيه)فى تحقيق هذا وكونه مستطيلا كلام طويل لأهل الهيئة مبنى على الحدس المبنى على قواعد الحكماء الباطلة شرعا من منع الخرق، والالتئام، أو التى لم يشهد بصحتها.
على أنه لا يفى ببيان سبب كون أعلاه أضوأ مع أنه أبعد من أسفله من مستمده وهو الشمس ولا ببيان سبب انعدامه بالكلية حتى تعقبه ظلمة كما صرح به الأئمة،وقدروها بساعة، والظاهر أن مرادهم مطلق الزمن؛ لأنها تطول تارة وتقصر أخرى وزعم بعض أهل الهيئة عدم انعدامه وإنما يتناقص حتى ينغمر فى الفجر الصادق ولعله باعتبار التقدير لا الحس.
وفى خبر مسلم لا يغرنكم أذان بلال ولا هذا العارض لعمود الصبح حتى يستطير أى ينتشر ذلك العمود أى فى نواحى الأفق وقد يؤخذ من تسمية الفجر الأول عارضا للثانى شيئان أحدهما أنه يعرض للشعاع الناشىء عند الفجر الثانى انحباس قرب ظهوره كما يشعر به التنفس فى قوله تعالى : ''والصبح إذا تنفس''وعند ذلك الانحباس يتنفس منه شىء من شبه كوة، والمشاهد فى المنحبس إذا خرج بعضه دفعة أن يكون أوله أكثر من آخره وهذا لكون كلام الصادق قد يدل عليه ولإنبائه عن سبب طوله وإضاءة أعلاه واختلاف زمنه وانعدامه بالكلية الموافق للحس أولى مما ذكره أهل الهيئة القاصر عن كل ذلك. ثانيهما أنه -صلى الله عليه وسلم -أشار بالعارض إلى أن المقصود بالذات هو الصادق(تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، ج ۱، ص ۴۲۵، ۴۲۶، كتاب الصلاة)

www.idaraghufran.org

والكيفيات العارضة لمحله قد يدق فى بعض ذلك حتى لا يكاد يرى أصلا وحينئذ فهذا عذر من عبر بأنه يغيب وتعقبه ظلمة (تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، ج ۱،ص ۴۲۷، کتاب الصلاۃ)

اس عبارت میں کاذب کے مختلف موسموں میں، اوراس کے مقام پر پیش آنے والی کیفیات کے احوال مختلف ہونے، یہاں تک کہ بعض اوقات بالکل بھی نظر نہ آنے کی وجہ سے، اس کے مشاہدہ کاروں کے اختلاف میں تطبیق کے اولیٰ ہونے کی بھی صراحت ہے۔

اوراس طرح سے علامہ ابنِ حجر نے کاذب کے متعلق مختلف فلکی وفقہی اقوال کا استیعاب کرنے کے بعد مذکورہ بالا نتیجہ اخذ کیا ہے، جس کی علامہ کشمیری نے بھی تائید کی ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ علامہ ابنِ حجر نے اس سے قبل جو بعض حضرات کے حوالہ سے کاذب کے کہکشاں ہونے کے اقوال ذکر فرمائے ہیں، وہ راجح نہیں، البتہ اس سے ہٹ کر فی نفسہ کاذب کا بعض موسموں وعلاقوں میں نظر نہ آنا، علامہ ابنِ حجر کو مسلم ہے، جیسا کہ ان کے تمام اقوال کو نقل کرنے کے بعد بیان کردہ نتیجہ سے ظاہر ہے، اس لئے بعض علاقوں وموسموں میں نظر آنے والی چیز کو کہکشاں قرار دینا، اور بروجی روشنی کو بھی کہکشاں کہنا راجح نہیں، کیونکہ جدید سائنس سے خود کہکشاں کا بروجی روشنی سے الگ ہونا، اور بعض لوگوں کو اس سے کہکشاں کا دھوکہ ہوجانا، اور بروجی روشنی پر کاذب کی صفت کا صادق آنا، سب کچھ ثابت ہے، سوائے اس کے کہ وہ بعض موسموں میں بعض علاقوں میں نظر نہیں آتی، جبکہ بعض علاقوں میں پورے سال نظر آتی ہے، لیکن جب فقہاء سے بعض ازمنہ وامکنہ میں نظر آنے، نہ آنے کا قاعدہ ثابت ہوگیا، تو اس کے بعد بروجی روشنی کو کاذب قرار دینے اور جدید تحقیق سے اس کے نظر آنے نہ آنے والے مخصوص ازمنہ وامکنہ کی تعیین میں کوئی بھی مانع باقی نہیں رہتا، جس کی تفصیل ہم دوسرے مضامین میں تحریر کرچکے ہیں۔

اس کے علاوہ علامہ ابنِ حجر مکی شافعی نے اپنی دوسری تالیف ’’**المنهاج القويم**‘‘ میں بھی، کاذب کے ختم ہوجانے، اوراس کے بعد ظلمت ہوجانے کا ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

"وهو "أی الفجر الصادق "المنتشر ضوؤه معترضًا بالأفق "أی نواحی السماء. وقبله يطلع الكاذب مستطيلا ثم يذهب وتعقبه ظلمة (المنهاج القويم فی شرح المقدمة الحضرمية ،ص ۷۱،باب الصلاة،فصل فی مواقيت الصلاة)

اس عبارت میں تصریح ہے کہ صادق سے پہلے، کاذب مستطیل طلوع ہو کر ختم ہو جاتی ہے، اور اس جگہ اندھیرا ہو جاتا ہے، اس اندھیرے سے صادق کا طلوع ہوتا ہے۔

اور علامہ ابنِ حجر نے جو ساعت سے مطلق زمانہ مراد ہونے کو ترجیح دی، وہ اسی لئے دی کہ فقہاء نے کاذب کے ایک ساعت تک غائب رہنے کے بعد صادق کے طلوع ہونے کا حکم لگایا تھا۔

امام نووی فرماتے ہیں:

فالفجر الأول يطلع مستطيلا نحو السماء كذنب السرحان وهو الذئب ثم يغيب ذلک ساعة ثم يطلع الفجر الثانی الصادق مستطيرا (المجموع شرح المهذب، ج۳،ص ۴۴،كتاب الصلاة،باب مواقيت الصلاة)

اس طرح کی عبارات میں جو کاذب کے ایک ساعت غائب ہونے کے بعد صادق کے طلوع کا ذکر ہے، علامہ ابنِ حجر یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ایک ساعت سے ایک گھنٹہ مراد نہیں ہے، بلکہ مطلق زمانہ مراد ہے، جو کبھی زیادہ اور کبھی کم ہوسکتا ہے، جس کی وجہ یہی ہے کہ نہ کاذب کے طلوع کا درجہ متعین ہے، اور نہ غیوب کا۔

متعدد حنفیہ نے بھی کاذب کے غیوب کی اپنے الفاظ میں تصریح کی ہے۔

چنانچہ ''الهداية، البحر الرائق، الفتاوىٰ الهندية ''وغیرہ میں اس کا ذکر ہے۔ [1]

---

[1] ولا معتبر بالفجر الكاذب وهو البياض الذی يبدو طولا ثم يعقبه الظلام(الهداية فی شرح بداية المبتدی، ج ۱،ص ۴۰،كتاب الصلاة،باب المواقيت)

وقيد بالصادق احترازا عن الكاذب فإنه من الليل وهو المستطيل الذی يبدو كذنب الذئب، ثم يعقبه الظلام والأول المستطير وهو الذی ينتشر ضوءه فی الأفق وهی أطراف السماء (البحر الرائق، ج ۱ ،ص۲۵۷، كتاب الصلاة، وقت صلاة الفجر)

ولا عبرة بالكاذب وهو البياض الذی يبدو طولا ثم يعقبه الظلام(الفتاوی الهندية، ج ۱ ،ص ۵۱، كتاب الصلاة،الباب الاول،الفصل الاول)

بلکہ ''شرح النقاية ''میں تو یہ تصریح بھی ہے کہ اس کا نام کاذب، اس کے بعد ظلمت پیدا ہونے کی وجہ سے ہی ہے۔ [1]

اور''البناية شرح الهداية ''میں یہ تصریح ہے کہ اس کا نام کاذب ہونے کی ایک وجہ، اس کا روشن ہوکر ختم ہوجانا، اور روشنی کا چلے جانا، اور مختلف ہوجانا، اس کے پیچھے ظلمت کا آجانا ہے۔ [2]

شافعیہ وحنفیہ کے علاوہ مالکیہ، اور حنابلہ سب ہی نے یہ تصریح کی ہے۔ [3]

ظاہر ہے کہ فقہائے کرام کی یہ تصریح مشاہدہ پر مبنی ہے، جو شریعت سے متصادم نہیں، اگر کسی

---

[1] واحترز به عن الفجر المستطيل الذى يبدأ كذنب الذئب، ثم يعقبه الظلام، ولهذا يسمى كاذبا(فتح باب العناية بشرح النقاية، ج ١ ،ص ١٧٦ ، كتاب الصلاة)

[2] (وهو البياض الذى يبدو طولا ثم يعقبه الظلام) ش :هذا تفسير الفجر الكاذب وهو الذى يبدأ يظهر ضوؤه مستطيلا ذاهبا فى السماء كذنب السرحان وهو الذى يعقبه ظلمة.

يعنى :يمضى أثره ويصير الجو أظلم ما كان، ويسمى كاذبا لأنه يضىء ثم يسود ويذهب النور فيختلف ويعقبه ظلمة فكان كاذبا، والعرب تشبهه بذنب السرحان لمعنيين :أحدهما طوله.

والثانى :أن ضوءه يكون فى الأعلى دون الأسفل، كما أن الذنب يكثر شعره فى أعلاه لا فى أسفله، والأحكام متعلقة بالفجر الثانى دون الأول(البناية،شرح الهداية،ج ٢،ص ٤ ١ ، كتاب الصلاة،باب المواقيت)

[3] وخرج بالصادق الكاذب وهو ما يطلع مستطيلا بأعلاه ضوء كذنب السرحان وهو الذنب ثم يذهب وتعقبه ظلمة ثم يطلع الفجر الصادق مستطيرا بالراء أى منتشرا وسمى الأول كاذبا لأنه يضىء ثم يسود(أسنى المطالب فى شرح روض الطالب،ج ١ ،ص ١١٧ ،كتاب الصلاة،الباب الاول، اول وقت الفجر)

فالكاذب يطلع أولاً مستطيلاً نحو السماء ، ولا يخرج بطلوعه وقت العشاء ولا يدخل وقت الصبح، ولا يحرم الطعام والشراب على من يريد الصوم، ثم يغيب ذلك، ويطلع بعده الفجر الصادق مستطيراً ينتشر عرضاً فى الأفق، فبطلوعه يدخل وقت الصبح، ويحرم الطعام والشراب على الصائم؛ وهو أول النهار(التهذيب فى فقه الإمام الشافعى،ج ٢،ص ١١ ،كتاب الصلاة)

الفجر الكاذب الذى يبدو مستطيلا، ثم ينمحق (التاج والإكليل لمختصر خليل،ج ٢،ص ٣٢، كتاب الصلاة،باب فى مواقيت الصلاة)

والفجر الأول الذى يقال له الفجر الكاذب مستطيل بلا اعتراض وهو أزرق له شعاع ثم يظلم(كشف المخدرات والرياض المزهرات لشرح أخصر المختصرات،ج ١ ،ص ١١٢ ، كتاب الصلاة، فصل شروط صحة الصلاة)

www.idaraghufran.org

نے افق پر صادق معترض کے طلوع کے وقت افق سے فاصلہ پر مستطیل روشنی دیکھی ہو، اس کے اپنے مشاہدہ کی وجہ سے پے در پے فقہاء کی اس تصریح کی تردید درست نہ ہوگی، کیونکہ کاذب کی حالت ازمنہ وامکنہ کے مختلف ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوسکتی ہے۔

اس کے علاوہ ''تحفۃُ المحتاج'' کے محشی حضرات نے علامہ ہیثمی کے صبح کاذب سے متعلق کلام کی توضیح کی ہے، جس میں اکثر، کاذب کے بعد ظلمت پیدا ہونے، اور صادق سے فاصلہ مختلف ہونے، اور کاذب کے ظاہر ہونے کے بعد نہایت کمزور ہوجانے، اور بعض اوقات صادق سے متصل ہوجانے، یہاں تک کہ صادق میں منغمر ہوجانے، سب ہی چیزوں کا ذکر ہے۔ [1]

جبکہ مفتی صاحب موصوف ہر حال میں دونوں کے اتصال کے مدعی ہیں، جس کے لئے طلوعِ صادق تک کاذب کا موجود ہونا ضروری ہے۔

پھر حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب نے ''تحفۃ المحتاج'' تک رسائی بھی حاصل کی، لیکن اس کی عبارت کا ایک مخصوص حصہ نقل کرکے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ علامہ

---

[1] (قوله :أی نواحی السماء) أی فیما بین الجنوب، والشمال من جهة المشرق شیخنا (قوله : مستطیلا) أی ممتدا إلی جهة العلو كذنب السرحان بكسر السین وهو الذئب شیخنا(قوله :ثم تعقبه ظلمة) أی غالبا وقد یتصل بالصادق شیخنا وبجیرمی(قوله :فی تحقیق هذا) أی فی بیان حقیقة الفجر الكاذب (قوله :علی الحدس) أی :الوهم، والخیال قاموس (قوله :كمنع الخرق إلخ) أی :خرق السماء ، والتئامه (قوله :لم یشهد إلخ) أی الشرع یعنی لم یرد فی الشرع ما یصححها ولا ما یبطلها وكان الأولی إبراز الضمیر لأنه صلة جرت علی غیر ما هی له (قوله :علی أنه) أی: ذلك الكلام(قوله :مع أنه) أی :أعلاه (قوله :كما صرح به) أی :بانعدامه بالكلیة (قوله : وقدروها) أی :الظلمة (قوله :أن مرادهم) أی :بالساعة (قوله :حتی ینغمر فی الفجر الصادق) أی: یتصل به (قوله :ولعله) أی :ما زعمه ذلك البعض من عدم الانعدام (باعتبار التقدیر) أی تخمین القوة الواهمة(حاشیة الشروانی علیٰ تحفة المحتاج فی شرح المنهاج، ج ۱، ص ۴۲۵، و ۴۲۶، كتاب الصلاة)

(قوله :إنه یظهر) أی :الفجر الكاذب (قوله :وأولی منه) أی :من جواب القرافی (قوله :فقد یدق) یعنی بعد الظهور(حاشیة الشروانی علیٰ تحفة المحتاج فی شرح المنهاج، ج ۱، ص ۴۲۷، كتاب الصلاة)

Idara Ghufran

ابنِ حجر نے کاذب کے بعد ظلمت طاری ہونے کے قول کی تردید کی ہے (رسالہ ''صبح صادق'' ص ۳۲و۳۳، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ''، ج۲، ص۱۸۸و۱۸۹، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

جبکہ یہ نتیجہ صاحبِ کتاب، ان کے شارحین، علامہ آلوسی، علامہ کشمیری، اور علامہ بنوری، کسی کے بھی موافق نہیں۔

علامہ آلوسی نے بھی اس بات کا ابنِ حجر سے کاذب کے متعلق ہی ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ فرمایا کہ:

''وذكر أفضل المتأخرين العلامة أحمد بن حجر الهيثمی أن لأهل الهيئة فی تحقيق الصبح الكاذب كلاما طويلا''

پھر اس ضمن میں علامہ آلوسی نے فرمایا:

والظاهر أن مرادهم مطلق الزمن لأنها تطول تارة وتقصر أخرى وهذا شأن الساعات الزمانية المسماة بالمعوجة ويقابلونها بالساعات المستوية المقدر كل منها دائما بخمس عشرة درجة .وزعم بعض أهل الهيئة عدم انعدامه وإنما يتناقص حتى ينغمر فی الصادق وقد تقدم لک ذلک فيما نقلناه لک عنهم(روح المعانی، ج۴ص ۲۱۸، تحت رقم الآية۹٦، من سورة الانعام)

جس سے صاف ظاہر ہے کہ اہلِ ہیئت کے اقوال کاذب کے بارے میں مختلف ہیں، اور کاذب کا زمانہ ودرجہ متعین نہیں۔

پھر مختلف عبارات کو نقل کرنے کے بعد علامہ آلوسی نے درجِ ذیل الفاظ میں تطبیق بھی نقل فرمادی ہے:

''فأولى منه أن يختلف باختلاف النظر لاختلافه باختلاف الفصول والكيفيات العارضة لمحله فقد يدق فی بعض ذلک حتى لا يرى أصلا''

اسی طرح کی بات علامہ آلوسی نے دوسرے مقام پر بھی فرمائی ہے:

''ثم يعدم وتعقبه ظلمة أو يتناقص حتى ينغمر فی الثانی على زعم بعض أهل الهيئة أو يختلف حاله فی ذلک تارة وتارة بحسب الأزمنة والعروض''

www.idaraghufran.org

جیسا کہ تفصیلاً پیچھے گذرا۔

اور علامہ بنوری کے بقول ان کے شیخ علامہ انور شاہ کشمیری نے بھی اس کو حق قرار دے دیا، اور خود دوسرے مقام پر علامہ کشمیری نے ابنِ حجر کے قول کو صادق کہہ دیا، تو اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کاذب کے درجہ کی تعیین، اور کاذب وصادق کے درمیان تفاوت میں درجہ بندی کی تحدید راجح نہیں، اور کاذب کی حالت مشاہدہ کاروں کے مختلف موسموں، اور اس مقام پر پیش آنے والی مختلف کیفیات کی وجہ سے مختلف ہو جایا کرتی ہے، چنانچہ کبھی وہ نہایت دقیق ہوتی ہے، اور بعض موسموں میں اس کا مشاہدہ بھی نہیں ہو پاتا۔

پس جب اس میں اہلِ ہیئت کے اقوال مختلف ہیں، اور اس کی حالت موسموں اور کیفیتوں کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوسکتی ہے، تو اس کے لئے کسی خاص حالت وکیفیت، اور درجہ کی ہمیشہ کے لئے تعیین کیسے درست ہوسکتی ہے، جبکہ صادق کے درجہ کی تعیین خود علامہ آلوسی بھی واضح فرما چکے ہیں۔

مذکورہ عبارات کا مطلوب ومقصود بالکل واضح تھا، لیکن مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ، کاذب کے صادق کے ساتھ اتصال، اور کاذب کے لئے ہر مکان وزمان میں مخصوص کیفیت ودرجہ کی تعیین کے مدعی ہیں، جیسا کہ فرماتے ہیں کہ:

> صبح صادق سے کچھ قبل، صبح کاذب کی روشنی ظاہر ہوتی ہے، جو صبح صادق تک باقی رہتی ہے (صبح صادق، ص۴، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۶۰، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

> صبح کاذب ہر موسم میں ہوتی ہے (صبح صادق، ص۴، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۶۰، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

اور زوڈیکل لائٹ کے صبح کاذب ہونے کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

> یہ روشنی صبح صادق سے تین درجہ پہلے ظاہر ہونے کے بجائے بہت پہلے شروع

ہوتی ہے (صبح صادق، ص۴، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۶۰، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

اور فرماتے ہیں کہ:

صبح صادق وکاذب کے درمیان کوئی فصل نہیں، بلکہ دونوں آپس میں متصل ہیں

(صبح صادق، ص ۲۵، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۸۱، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

اس لئے مفتی صاحب موصوف نے مذکورہ بالا عبارات کو تلاش کرنے کی زیادہ جدوجہد نہیں فرمائی، البتہ بعد میں ان کی تاویل کرتے ہوئے یہ بھی فرمادیا کہ:

''اہلِ ہیئت کی طرف سے صبح صادق وصبح کاذب کے درجات کی تعیین صبح کے تقدم وتاخر کے منافی نہیں، اس لئے کہ ان درجات سے دائرۃ الارتفاع کے درجات مراد ہیں، چونکہ مختلف موسموں اور علاقوں میں آفتاب کی مدار مختلف حالات پر ہوتی ہے، اس لئے آفتاب کو دائرۃ الارتفاع کے متعین درجات طے کرنے میں مختلف زمانہ درکار ہے (صبح صادق، ص ۳۳، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۸۹، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

حالانکہ اول تو ''تحفۃُ المحتاج، و روحُ المعانی'' کی مذکورہ صریح عبارات میں یہ تاویل درست معلوم نہ ہوسکی۔

دوسرے علامہ ابنِ حجر اور علامہ آلوسی کی یہ بحث کاذب سے متعلق ہے، اس کو صادق سے کوئی مس نہیں، اسی کو علامہ کشمیری بھی حق وصادق قرار دیتے ہیں۔

اگر ایسا نہ ہوتا، تو علامہ آلوسی صادق کو اٹھارہ 18 درجہ پر کیوں قرار دیتے۔

تیسرے یہ بات تو ہر نماز کے وقت کے لئے ہے، جس میں کاذب کی کیا خصوصیت رہ جاتی ہے، جس سے کہ کسی نماز، روزہ کے وقت کا تعلق بھی نہیں۔

چوتھے جمہور فلکیین صبح صادق کے درجہ کو ہر مقام وزمان کے لئے متعین قرار دے رہے ہیں، جس کا اعتراف علامہ آلوسی بھی فرمارہے ہیں، اور اس کے مقابلہ میں کاذب کے درجہ، اور کیفیت کسی چیز پر اتفاق نہیں فرمارہے، اور اس کی حالت کو مختلف ازمنہ وامکنہ کے اعتبار سے مختلف اور کبھی متصل، کبھی منفصل، اور انفصال کے زمانہ کو بھی مختلف قرار دے رہے ہیں۔

خلیل کاملی کے حوالہ سے کاذب وصادق کے مابین تین درجہ تفاوت کے مرجوح ہونے پر مزید کلام آگے چوتھی فصل میں آتا ہے۔

پس ہم اس سلسلہ میں مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی کی اس تحقیق کو مختلف جہات سے تسامح وخطاء پر مبنی سمجھتے ہیں، کیونکہ کاذب کا نہ تو صادق کی طرح افق سے تعلق ہے، نہ ہی اس کے نظر آنے کا ہر جگہ اور ہمیشہ یکساں قاعدہ مقرر ہے، نہ ہی ائمہ فن وارصاد نے اس کے کسی درجہ کو متعین کیا، اور نہ ہی فقہاء واہلِ فلکیات نے کسی ایک نوعیت وکیفیت پر اتفاق کیا، جس نے جس جگہ اور جس زمانہ میں، جیسا مشاہدہ کیا، اس طرح بیان کردیا۔

البتہ بعد کے بعض علماء کو تسامح ہوا، جس کی بناء پر انہوں نے متقدمین کے صادق کے لئے بیان کردہ اٹھارہ 18 درجہ کو کاذب کے لئے سمجھ لیا، اور مفتی صاحب موصوف نے اسی تسامح کی پیروی کی، اور اس کے نتیجہ میں ان کو جابجا تاویلات کی ضرورت پیش آئی، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب کا حوالہ

مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب اپنے ایک رسالہ میں لکھتے ہیں:

مسلمانو! یہ دِین ہے، جس پر خدا کی دَین ہے، وہ جانتا ہے کہ اس کا سیکھنا مجھ پر دَین ہے، قواعد وبراہین ہیئات وہندسہ بالائے طاق سہی، وقت (نماز کا) پہچاننا تو

ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے۔

افسوس کہ ہزاروں آدمی حتیٰ کہ بہت ذی علم بھی صبح صادق وکاذب کی ٹھیک تمیز دیکھ کر نہیں بتا سکتے، اور اس پر کتبِ ہیئت وغیرہ کی پریشان بیانیوں نے انہیں اور دھوکے میں ڈالا ہے۔

سچ فرمایا امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہٗ العالی نے کہ ابتداء میں انسان کو ان دونوں صبح میں امتیاز مشکل ہوتا ہے، بکثرت بار بار بغور مشاہدہ کرتا رہے، تو بعنایتِ الٰہی دونوں صبحیں خوب نگاہ میں بچ جاتی ہیں، حتیٰ کہ بنگاہِ اولیں دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ ابھی صبح صادق ہوئی، یا نہ ہوئی (فتاویٰ رضویہ، ج۱۰، ص۵۷۶، و۵۷۷، کتاب الصوم، سحر وافطار کا بیان، مسئلہ ۲۶۲، ھدایۃ الجنان باحکامِ رمضان، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پھر موصوف آگے لکھتے ہیں:

ثانیاً: بعض کتب میں صبح کاذب کی وجہ تسمیہ یہ لکھی کہ ''**یعقبہ ظلمۃ فالافق یکذبہ**''، یعنی اس کے عقب میں ظلمت ہوتی ہے۔

اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ صبح کاذب کی سپیدی افق سے بہت اونچی ظاہر ہوتی ہے، اور اس کے عقب میں اس کے پیچھے، یعنی افق میں اس کے نیچے بالکل اندھیرا ہوتا ہے، جب صبح صادق پھیلتی ہے، یہ تاریکی بھی، روشنی سے بدل جاتی ہے۔

ثالثاً: بعض کتبِ ہیئت اور ان کے اتباع سے بعض کتبِ فقہ مثل ''**ردالمحتار**'' میں لکھ دیا کہ جب آفتاب افق سے پندرہ درجے نیچے رہتا ہے، وقتِ صبح صادق ہوتی ہے اور صبح کاذب اس سے صرف تین درجے پہلے، یعنی اٹھارہ 18 درجے کے انحطاط پر ہوتی ہے، مگر ہزاروں بار کا مشاہدہ شاہد ہے کہ یہ بھی محض غلط ہے، بلکہ جب آفتاب کا انحطاط قریباً اٹھارہ 18 درجے کے رَہ جاتا ہے، اس وقت یقیناً صبح صادق ہو جاتی ہے، صبح کاذب اس سے بہت درجوں پہلے ہو چکتی ہے، میں

نے آج ہی رات کہ شبِ ہشتم ماہِ مبارک ہے، بچشمِ خود معاینہ کیا کہ آفتاب ہنوز تینتیس درجے سے زیادہ افق سے نیچا تھا کہ صبح کاذب اپنی جھلک دکھا رہی تھی، صبح صادق ہونے کو ایک گھنٹے کامل سے بھی زیادہ وقت باقی تھا (فتاویٰ رضویہ، ج۱۰،ص ۵۷۷، کتاب الصوم، سحر وافطار کا بیان، مسئلہ ۲۶۲، ھدایۃ الجنان باحکامِ رمضان، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

موصوف مزید لکھتے ہیں:

یہ (کاذب کی) سفیدی افق سے بہت اونچی ہی ہماری نظروں میں پیدا ہوتی ہے۔

فرض کیجئے کہ آدمی جنگل، بلکہ سمندر میں ہو کہ نگاہ کے سامنے درخت، غبار، ابر وغیرہ کوئی شے اصلاً حائل نہ ہو، تو وہاں بھی یہ بیاض افق سے بہت اوپر ہی حادث ہوگی، اور اس کے نیچے کنارہ آسمان تاریک ہوگا، اسی کو ''یعقبہ ظلمۃ'' (اس عقب میں ظلمت ہوتی ہے۔ت) کہا گیا (فتاویٰ رضویہ، ج۱۰،ص ۵۷۸، کتاب الصوم، سحر وافطار کا بیان، مسئلہ ۲۶۲، ھدایۃ الجنان باحکامِ رمضان، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پھر موصوف اسی سلسلہ میں آگے لکھتے ہیں:

ان جمیع حالتوں میں عمود (مستطیل) کے تمام بالائی حصے کے آس پاس، نری سیاہی ہوتی ہے۔

اس کے بعد دونوں پہلوؤں کی یہ (افق سے متصل) سپیدی آناً فاناً جنوباً وشمالاً پھیلنا شروع ہوتی ہے، اور ایک خفیف دیر میں پھیل جاتی ہے، اس طور پر، یہ یقینی اجماعی صبح صادق ہے، اور ہنوز وہ عمود بدستور باقی، اور اس کے تین طرف سیاہی ہوتی ہے، مگر یہ سچی سپیدی جیسی جیسی جنوب، شمال میں پھیلتی ہے، ساتھ ہی نیچے سے اوپر چڑھتی جاتی ہے، برعکس سپیدی کاذب کے کہ اوپر سے نیچے بڑھتی آتی ہے، یہاں

تک کہ اب وہ عمود سپید رفتہ رفتہ اس منتشر سپیدی میں گم ہوتے ہوتے فنا ہو جاتا ہے، یعنی اس کے اطراف کی ساری سیاہی کو سپیدی گھیر لیتی ہے، اور اب اس عمود کی صورت متمیز نہیں رہتی (فتاویٰ رضویہ، ج۱۰، ص ۵۷۹، کتاب الصوم، سحر و افطار کا بیان، مسئلہ ۲۶۲، ھدایۃ الجنان باحکامِ رمضان، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مذکورہ عبارت میں جو کاذب کی روشنی کے اوپر سے نیچے آنے کا ذکر کیا گیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ سورج کے قریب آنے سے اس کی کاذب مستطیل کا عمود آگے بڑھتا رہتا ہے، جس سے اس کی جہت نیچے کی طرف آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے، ورنہ دونوں کا حقیقی اتصال ممکن نہیں، کیونکہ دونوں کے راستے ومنازل اور قرب وبعد میں بہت فرق ہوتا ہے، جیسا کہ پہلے گذرا۔

بہرحال اس عبارت میں مذکور مشاہدہ سے ہمارے موقف کی بھرپور تائید ہوتی ہے، کیونکہ اس میں یقینی اجماعی صبح صادق کے بعد بھی عمودِ کاذب کے بدستور باقی رہنے کی صراحت ہے۔

اور جس طرح طلوعِ صبح صادق، یعنی طلوعِ بیاضِ معترض کے بعد بیاضِ مستطیل کے نظر آنے کا امکان ہے، اسی طرح سورج غروب ہونے کے بعد بیاضِ معترض کے غروب سے پہلے بھی اس کا امکان ہے، کیونکہ یہ بھی صبح کی نظیر ہے۔

امدادُ الاحکام کا حوالہ

چنانچہ امدادُ الاحکام میں ایک صاحبِ فن، جو اوقاتِ نماز کی جنتری بھی تیار کیا کرتے تھے، ان کا چند اصحابِ علم کے ساتھ کئی دنوں تک مشاہدہ نقل کیا گیا ہے، جس میں شفقِ احمر کے غروب ہونے کے بعد یہ بات مذکور ہے:

اب سفیدی کا دور دورہ ہو جاتا ہے، اور مقامِ غروب سے سورج سے شمالاً وجنوباً سفیدی پھیل جاتی ہے، جو دودھ کی طرح سفید ہوتی ہے، پھر یہ سفیدی طول میں

گھٹتی ہے، مگر چوڑائی میں زیادہ اور صاف ہوتی ہے، اس کے بعد طول اور گھٹتا ہے، مگر اب اوپر ایک چھوٹی سی محراب پیدا ہوجاتی ہے، اور بعدہ سفیدی خوب روشن ہوجاتی ہے، چوڑان میں زیادہ ہوتی ہے، اور اس جگہ جہاں سورج ڈوبا تھا، محراب پیدا ہوتی ہے، اور وہ سفیدی جو طول میں مقامِ غروب سے شمالاً وجنوباً پھیلی تھی، دھیرے دھیرے غائب ہوجاتی ہے، اور صرف محراب جو ایک لمبی ستون کی طرح ہوتی ہے، باقی رہ جاتی ہے، یہی وہ وقت ہے، جس کو ہندسہ والے غروبِ شفق بتاتے ہیں، اور اس کے اختتام پر کل حضرات نے اپنی اپنی جنتریوں میں غروبِ شفق بتایا ہے (امدادالاحکام، ج۱، ص ۴۱۴، ۴۱۵، کتاب الصلاۃ، فصل فی المواقیت، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، تاریخِ طبع: ۲۰۰۹ء)

پھر مذکورہ عبارت کے بعد، موسمِ اعتدال میں بیاضِ معترض کے غروب ہونے کے پینتیس منٹ بعد، اس محرابی ستون کے غائب ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

مذکورہ عبارت میں صاف طور پر مذکور ہے کہ شفقِ احمر کے غروب ہونے کے بعد، شفقِ معترض کے غروب ہونے سے پہلے، اس کے اوپر، یعنی افق سے دور ”محراب نما، بشکلِ ستون سفیدی“ پیدا ہوجاتی ہے، اور پھر معترض کے بعد صرف اسی محرابی ستون کے موسمِ اعتدال میں پینتیس منٹ تک باقی رہنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ ”محراب نما، بشکلِ ستون سفیدی“ ہی کاذب مستطیل کی نظیر ہے، جو معترض کی موجودگی میں پیدا ہوچکی ہے۔

مذکورہ سوال کے جواب میں صاف طور پر تحریر کیا گیا کہ:

وہ سفیدی جو بشکلِ ستون 18 درجہ کے بعد آپ نے مشاہدہ کی ہے، نظر انداز کرنے کے قابل ہے، جیسا کہ سب جنتریوں میں کی گئی ہے (امدادالاحکام، ج۱، ص ۴۱۶، کتاب الصلاۃ، فصل فی المواقیت، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، تاریخِ طبع: ۲۰۰۹ء)

www.idaraghufran.org

اس عبارت میں غروب کے بعد اٹھارہ 18 درجہ کے بعد اسی سفیدی کو نظرانداز کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جو اٹھارہ 18 درجہ سے پہلے محراب کی شکل میں نظر آنا شروع ہوگیا تھا، جس کا مطلب یہی ہے کہ پرانی سب جنتریوں میں جو اٹھارہ 18 درجہ پر۔

پس اس سے واضح ہوا کہ جس طرح بیاضِ مستطیل، صبح کے وقت طلوعِ فجر کے بعد تک نظر آ سکتی ہے، اسی طرح سورج غروب ہونے کے بعد، بیاضِ معترض کے غروب سے قبل بھی نظر آ سکتی ہے، اس کو ''اضحوکہ'' قرار دینا خود ہی ''اضحوکہ'' ہے۔

اور مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب نے اپنے رسالہ ''صبح صادق'' میں امداد الاحکام کی ایک عبارت میں سہوِ قلم سے کاذب کے بجائے صادق ہونے کا جو حکم لگایا ہے، اس سے ہمیں اتفاق نہیں ہوسکا، کیونکہ وہ قدیم جنتریوں میں فجر، اور عشاء کے وقت کو اٹھارہ 18 درجہ کے مطابق تسلیم کرتے ہیں، اور امداد الاحکام میں اٹھارہ 18 درجہ کے بعد ہی کی بیاضِ مستطیل کو نظر انداز قرار دیا گیا ہے۔

اس بارے میں مزید عبارات آگے آتی ہیں۔

ہمارے نزدیک چونکہ موجودہ سائنسی زبان میں ''بروجی روشنی'' کہلائے جانے والی روشنی ہی دراصل کاذب ہے، جس کو کہکشاں قرار دینا غلط فہمی پر مبنی ہے، اور اس کے متعلق جدید مشاہدات سے بھی یہ بات ثابت ہوچکی ہے۔

چنانچہ اے ہینڈ بک آف اسٹرانومی (A Handbook of Astronomy) میں ہے:

At average northern latitude the Zodiacal Light can best be observed on moonless evenings in February and March in the west, or in October in the eastern morning sky. In spring when the last remnants of the have disappeared in the west, and when the Sun has reached the depression of 17 to 18o, we can find the pyramid of light steeply rising, and a little inclined to the south,

above the point where Sun has set. The basis of this pyramid is about 30o; according to J. SCHMIDT (Athens), the full development of the Zodiacal-Light pyramid is already reached when the Sun is 15.9o below the horizon. Objective photometric measurements of the Zodiacal Light show that the pyramid is in reality much wider than would estimate visually. Its lowest part is obscured by the haze band of the horizon which reaches up to 10 or 15o. The pyramid of light is not sharply defined, but rather its brightness decreases from the innermost brightest cone (which in its lowest part, nearest the Sun, lies immediately above the haze band of the horizon) to both sides, and towards the apex of the cone. The brightest parts of the Zodiacal Light are, at least in the tropics.

(A Handbook of Astronomy By Gunter Dietmar Roth P.419 (1975) Springer-Verlag New York Inc).

مذکورہ عبارت میں بروجی روشنی کے سورج کے 18 درجہ سے کم، یعنی 15.9 درجے نیچے ہونے پر واضح مشاہدہ ہونا بتلایا گیا ہے۔

اور ہم ان شاءاللہ آگے واضح کریں گے کہ صبح صادق کی ابتدائی روشنی جو ہمارے نزدیک یقینی طور پر آسٹرونومیکل ٹیولائٹ ہے، وہ ابتداء میں ستاروں کے نظر آنے میں بھی مانع نہیں بنتی، تو کاذب کے نظر آنے میں مانع نہ بننے میں کیا اشکال رہ جاتا ہے۔

ایسی صورت میں یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جو حضرات صبح کاذب کے ابتدائے طلوعِ صادق سے پہلے مکمل غائب ہونے کو لازم قرار دیتے ہیں، وہ افق کی مستطیر روشنی کو صادق کیسے قرار دے سکتے ہیں، اسی وجہ سے وہ صادق کو کاذب قرار دینے پر مجبور ہوئے۔

اور ہمارے نزدیک حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب سے مشاہدات کے بعد دیگر اکابر کا اختلاف اسی بنیاد پر رونما ہوا، دیگر اکابر نے تحقیق کے بعد افق سے فاصلہ پر مستطیل روشنی کو، جو اٹھارہ 18 درجہ کے بعد بھی نظر آئی، صبح صادق کے لئے مانع قرار نہیں دیا، جس کی

تفصیل ہم دوسرے مضمون میں ذکر کرچکے ہیں۔

اور ہم اتصال کے متعلق اسی تفصیل وتطبیق کو راجح سمجھتے ہیں، جو پیچھے مختلف حوالہ جات کی روشنی میں ذکر کی گئی، اور آگے بھی آتی ہے۔

اور صبح کاذب کا، صبح صادق سے اس طرح کے اتصال کا دعویٰ کہ کاذب ہمیشہ صادق سے تین درجہ پہلے طلوع ہوکر، اس کے تین درجہ بعد صادق کے طلوع ہونے تک باقی رہتی ہو، یہ حقیقت وبداہت، اور متواتر مشاہدات سب کے خلاف ہے۔

قدیم تحقیقات کی جدید تائیدات وتطبیقات

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ صبح کاذب کے ظہور ونظر آنے کا ہمیشہ اور ہر جگہ کے لئے کوئی یکساں قاعدہ وکلیہ اور درجہ متعین ومقرر نہیں، اس کی حالت ازمنہ وامکنہ کے مختلف ہونے سے مختلف ہوسکتی ہے، اسی لئے اس کی کسی مخصوص حالت وکیفیت پر جملہ فقہاء ومشاہدہ کار متفق نہیں، ہر ایک نے اپنے اپنے زمان ومکان کے لحاظ سے اس کی جیسی حالت کو اپنے مشاہدہ میں پایا، اس کا ذکر کردیا، جن میں سے کسی ایک کی بیان کردہ حالت کو دوسرے پر حجت، یا اصلِ کلی قرار نہیں دیا جاسکتا، اور اسی وجہ سے شریعت نے بھی اس پر کسی حکم کا مدار نہیں رکھا، برخلاف صبح صادق کے کہ اس کے ساتھ نماز، روزہ جیسے ارکانِ اسلام کی وابستگی ہے، پس جس طرح سے دیگر نمازوں کے اوقات کی فلکی اعتبار سے تعیین ممکن ہے، اور ان کے حساب واقات کے قواعد منضبط ہیں، اسی طرح اس کے بھی منضبط ہیں۔

اور جدید ترین پے درپے مشاہدات وحسابات سے بیاضِ مستطیل وکاذب، یا بروجی روشنی کے نظر آنے، نہ آنے کے مذکورہ اختلاف میں تطبیق بھی ہوچکی ہے، چنانچہ پے درپے جدید ترین تحقیقات ومشاہدات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ خطِ استوا کے علاقوں میں بروجی روشنی کا منظر تمام موسموں میں یکساں ہوتا ہے، کیونکہ یہاں اس روشنی کا زاویہ سیدھا ہوتا ہے، اور سورج کا

دائرۃ البرج، یا مدارِ شمس (Ecliptic) جتنا زیادہ اُفق پر عمودی ہوتا ہے، یہ بروجی روشنی اتنی ہی زیادہ واضح ہوتی ہے، اسی لئے بروجی روشنی کا مشاہدہ، خطِ استواء میں پورے سال، ہر موسم میں با آسانی ہوتا ہے۔

اور خطِ استواء کے قریب کم عرضِ بلد پر بھی قدرے آسانی سے پورے سال، ہر موسم میں مشاہدہ ممکن ہوتا ہے، بشرطیکہ کوئی مانع، مثلاً دھند موجود نہ ہو، جو عموماً ''موسمِ خزاں'' میں ہوا کرتی ہے۔

اور ''موسمِ خزاں'' شمالی عرضِ بلد، یا شمالی نصف کرہ میں (جس میں ہندوستان و پاکستان واقع ہے) ستمبر سے نومبر تک ہوتا ہے اور جنوبی نصف کرہ میں مارچ سے مئی تک ہوتا ہے۔

اور یہ دھند ''موسمِ بہار'' میں ختم ہونا شروع ہوجاتی ہے۔

اور ''موسمِ بہار'' شمالی عرض بلد، یا شمالی نصف کرہ میں (جس میں ہندوستان و پاکستان واقع ہے) مارچ سے مئی تک ہوتا ہے اور جنوبی نصف کرہ میں ستمبر سے نومبر تک ہوتا ہے۔

پھر شمالی عرضِ بلد، یا شمالی نصف کرہ میں سورج کا دائرۃُ البرج مغربی افق پر غروب کے بعد قریب بعمود ہوتا ہے، اس لئے یہاں موسمِ بہار (یعنی فروری اور مارچ) میں مغربی افق پر سورج غروب ہونے کے بعد اس بروجی روشنی کے نظر آنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، اور موسمِ خزاں (یعنی اکتوبر) میں مشرقی افق پر، یعنی صبح کے وقت بھی اگر دھند حائل نہ ہو، اس کے نظر آنے کے امکانات ہوتے ہیں۔

اور جنوبی عرضِ بلد، یا جنوبی نصف کرہ میں سورج کا دائرۃُ البرج مشرقی افق پر طلوع کے بعد قریب بعمود ہوتا ہے، اس لئے یہاں موسمِ بہار (یعنی فروری اور مارچ) میں مشرقی افق پر سورج طلوع ہونے کے بعد اس بروجی روشنی کے نظر آنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں،، اور موسمِ خزاں (یعنی اکتوبر) میں مغربی افق پر، یعنی سورج غروب ہونے کے بعد، اس کے نظر آنے کے امکانات ہوتے ہیں، بشرطیکہ دھند وغیرہ حائل نہ ہو۔

اور مذکورہ ایام کے علاوہ دوسرے ایام میں اس کا مشاہدہ نسبتاً مشکل ہوتا ہے۔

پھر دوسرے علاقوں کی بنسبت خطِ سرطان، یا خطِ جدی (یعنی خطِ استواء کے شمال اور جنوب میں 23، اور 23 درجہ عرض البلد) میں بروجی روشنی کا دورانیہ بہت مختصر ہوتا ہے۔

اس لئے مختلف ازمنہ وامکنہ کے مشاہدات کی وجہ سے فقہاء واصحابِ ہیئت کا بھی اختلاف رونما ہوا، اور تطبیق کی صورت وہی ہے، جو پیچھے ذکر کی گئی، جدید ترین مشاہدات نے اسی اختلاف کی صورت کو منقح ومنطبق کیا ہے، جس کے پیشِ نظر بروجی روشنی کو صبح کاذب قرار دینے میں کوئی بھی مانع نہیں۔

اور بعض حضرات کا کسی ایک زمانہ، یا علاقہ کے مشاہدہ کو بنیاد بنا کر اس کو جملہ ازمنہ وامکنہ کے لئے اصلِ کلی قرار دینا، مثلاً یہ کہ کاذب کا جملہ ازمنہ وامکنہ میں پورے سال صادق سے متصل اور صرف تین درجہ کے بقدر نظر آنا، ضروری ہے، اور جس روشنی میں یہ شرائط پوری نہ ہوں، اس کے کاذب ہونے کا انکار کرنا، اور اسی بنیاد پر بروجی روشنی کے صبح کاذب ہونے کا انکار کرنا، درست نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ بہت سے ازمنہ وامکنہ میں موسم کے ابر، یا دھند آلود ہونے کی وجہ سے قمری مہینہ کی تیس تاریخ کو سورج غروب ہونے کے بعد، بلکہ اگلے ماہ کی یکم تاریخ کو بھی چاند نظر نہیں آتا، لیکن اس کے باوجود اس کے موجود ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے۔

اسی طرح دھند کے موسم میں قرب وجوار کی چیزوں کو دیکھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

تو اس طرح کے مسلمہ موانعات کے ہوتے ہوئے، صبح کاذب کے ہمیشہ مشاہدہ پر اصرار کرنا، جبکہ اس کی روشنی دقیق اور کمزور بھی ہوتی ہے، نہایت ناانصافی کی بات ہے۔

اور یہ بات متعدد مسلم اہلِ رصد وفلکیات نے واضح کردی ہے کہ افق سے اوپر فاصلہ پر کاذب کی موجود روشنی کے بعد جب صادق کی روشنی ظاہر ہوتی ہے، تو اس صادق کی روشنی سے کاذب کی روشنی مغلوب ہو کر نظر آنا بند ہو جاتی ہے۔

Idara Ghufran

چنانچہ علامہ آلوسی کی یہ تصریح پیچھے گذر چکی ہے کہ:

فیری الضوء أولا مرتفعا عن الأفق عند موقع العمود مستطیلا کخط مستقیم وما بینه وبین الأفق یری مظلما لبعده وإن کان مستنیرا فی الواقع ولکثافة الهواء عند الأفق مدخل فی ذلک أیضا وهو الصبح الکاذب.

ثم إذا قربت من الأفق الشرقی رئی الضوء معترضا منبسطا یزداد لحظة فلحظة وینمحی الأول بهذا الضیاء القوی کما ینمحی ضیاء المشاعل والکواکب فی ضوء الشمس فیخیل أن الأول قد عدم وهو الصبح الصادق

(روح المعانی، ج۴،ص۲۱۶، تحت رقم الآیة۹۶، من سورة الانعام)

ترجمہ: پس پہلے افق سے اونچی موقعِ عمود میں بیاضِ مستطیل دکھائی دیتی ہے، خطِ مستقیم کی طرح، اور اس بیاض اور افق کے درمیان اندھیرا دکھائی دیتا ہے، کیونکہ وہ بیاض، اُفق سے دور ہوتی ہے، اگرچہ فی الواقع وہاں روشنی ہوتی ہے، اور افق کے قریب ہوا کی کثافت کو بھی اس کے نظر نہ آنے میں دخل ہے (کہ وہ کثیف ہوا، اس کے اور افق کے درمیان حائل ہوتی ہے، اس لئے وہ بیاضِ مستطیل افق پر نظر نہیں آتی) اور یہی صبح کاذب ہے۔

پھر جب سورج مشرقی افق کے قریب ہوجاتا ہے، تو شمالاً وجنوباً معترض اور منبسط روشنی دکھائی دیتی ہے، جو لحہ بلحہ زیادہ ہوتی جاتی ہے، اور پہلی (یعنی کاذب) اس قوی روشنی کے ذریعہ غائب ہوتی چلی جاتی ہے، جیسا کہ چراغ اور ستارے سورج کی روشنی میں غائب ہوتے چلے جاتے ہیں، پس ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پہلی (یعنی کاذب) منعدم ہوچکی ہے، اور یہی صبح صادق ہے (روح المعانی)

ساتھ ہی یہ بات بھی مسلم فلکیین نے واضح کی ہے کہ کاذب کی روشنی دقیق ہوتی ہے، اور اسی طرح یہ بات بھی واضح کی ہے کہ صادق کی روشنی بھی ابتداء میں ہلکی ہوتی ہے۔

تو اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ اگر طلوعِ صادق کے وقت کاذب موجود ہو، تو وہ طلوعِ صادق کے بعد بھی موجود ہوا کرتی ہے، اور وہ صادق کی روشنی کے قوی ہونے کی صورت میں

ہی ستاروں کی طرح نظر آنا بند ہوتی ہے۔

جس طرح طلوعِ صادق کے فوری بعد، اور غروبِ شفق سے کچھ پہلے افق سے فاصلہ پر ستارے نظر آتے ہیں، اور جہاں تک سورج کی روشنی افق پر پڑتی ہے، وہاں نظر نہیں آتے، بعینہ یہی صورتِ حال کاذب کے نظر آنے پر بھی منطبق ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں ستارے بکثرت نظر آ جانے تک نمازِ مغرب کو موخر کرنے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے، جس سے یہ بات صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے کہ جس طرح اس طرف سے یہ مغرب کا وقت ہے، اگرچہ غلس کی وجہ سے مکروہ ہے، دوسری طرف اسی حالت میں یہ فجر کا غلس والا وقت ہے۔ [1]

جو حضرات طلوعِ صبح کے بعد کاذب کے نظر آنے کو درست نہیں سمجھتے، وہ بھی اس کی نظیر میں غروبِ شفق سے پہلے ستارے نظر آنے کو قبول کرتے ہیں۔

اور جدید ترین تحقیق میں یہ بات مسلّم اور طے ہو چکی ہے کہ اٹھارہ ڈگری پر طلوعِ صبح وطلوعِ فجر ہونے، یعنی

Astronomical Twilight, Dawn"

کے بعد یہ روشنی ہلکی ہوتی ہے، اور اس وقت ستارے بھی نظر آ رہے ہوتے ہیں، اور کاذب موجود ہو، تو وہ بھی نظر آ رہی ہوتی ہے، اور یہ سلسلہ پندرہ ڈگری کے لگ بھگ تک جاری رہتا ہے، اس کے بعد جب یہ روشنی بڑھتی اور ترقی کرتی، یعنی ناٹیکل، اور پھر سول ٹیولائٹ کی شکل

---

[1] لا تزال أمتی بخیر -أو قال :علی الفطرة -ما لم یؤخروا المغرب إلی أن تشتبک النجوم(سنن ابی داوٗد،رقم الحدیث ۴۱۸،باب وقت المغرب،واسناده حسن)

(ما لم یؤخروا المغرب إلی أن تشتبک النجوم) : أی :تصیر مشتبکة کالشبکة قاله ابن الملک . أی :یظهر جمیعها ویختلط بعضها ببعض، وهذا یدل علی أن لا کراهة بمجرد الطلوع، وقال الطیبی :أی تختلط لکثرة ما ظهر منها، وفی شرح السنة اختار أهل العلم من الصحابة والتابعین ومن بعدهم تعجیل المغرب اهـ .وما وقع من تأخیره -علیه الصلاة والسلام -فی أحادیث صحیحة محمول علی بیان الجواز(مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح،ج۲،ص ۵۳۴،۵۳۵، کتاب الصلاة،باب تعجیل الصلوات)

اختیار کرتی ہے، تب ہی ستاروں وغیرہ کا نظر آنا بند، یا موقوف ہوتا ہے۔

پس گذشتہ تفصیل سے واضح ہوگیا کہ جو حضرات طلوعِ صبح صادق کے بعد، اور اسی طرح غیوبِ شفق سے پہلے بیاض مستطیل کے نظر آنے کو غلط اور اضحوکہ قرار دیتے ہیں، وہ خود ہی اضحوکہ میں مبتلاء ہیں۔

اور کاذب، صبح وفجر اور شفق کسی کے بارے میں جدید تحقیقات، قدیم تحقیقات کے خلاف تو کیا ہوتیں، بلکہ درحقیقت ان کی تائید، اور مختلف اقوال میں تطبیق کرتی ہیں۔

ہم اس مسئلہ میں بحمد اللہ تعالیٰ جمہور کے موقف اور قول کو درست سمجھتے ہیں، اس کی اتباع بھی کرتے ہیں، اور اس کے داعی بھی ہیں، جو کہ طلوعِ صبح صادق، اور غروبِ شفق ابیض کے اٹھارہ 18 درجہ پر ہونے کا قول ہے، اور جدید ترین فلکی مشاہدات کے ذریعہ جملہ سائنسدان بھی اسی اٹھارہ درجہ پر متفق ہیں۔

جس پر ہم اس سے پہلے بھی اپنی بعض مفصل تالیفات میں کلام کر چکے ہیں، تفصیل کے متلاشی ومتمنی حضرات ان کی طرف بھی رجوع فرماسکتے ہیں۔

وَاللہُ سُبۡحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُهٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

Idara Ghufran

(فصل نمبر 3)

فقہائے مسلمین واصحابِ فلکیین کے حوالہ جات

مسلکہ رسالہ کے مؤلف کا ایک بڑا دعویٰ یہ ہے کہ سابقہ ادوار میں جو متقدمین علماء، وفقہاء اور اصحابِ فنِ فلکیات نے اٹھارہ 18، یا کسی دوسرے درجہ پر ''طلوعِ صبح وطلوعِ فجر'' کا حکم بیان کیا، تو اس سے ''صبح کاذب'' مراد ہے، صبح صادق مراد نہیں، اور صبح صادق اس کے تین درجہ بعد، یعنی پندرہ درجہ پر ہوتی ہے۔

لیکن ہم مسلکہ رسالہ کے مؤلف کے درج بالا موقف کو صد فی صد خلافِ واقعہ، اور خطاء وتسامح پر مبنی سمجھتے ہیں، جس کے خلافِ واقعہ، اور خطاء پر مبنی ہونے کے سینکڑوں حوالہ جات موجود ہیں، جو اس کے صبح کاذب پر محمول کرنے کی تردید کرتے ہیں۔

اہلِ فلکیات، ہندسہ، وزیچ وغیرہ سے متعلق کتب ورسائل میں طلوعِ شمس، غروبِ شمس، طلوعِ فجر، وغیوبِ شفق کے طریقوں کی تخریج کے ساتھ نماز، روزہ کے اوقات کو، اور ساتھ ہی قبلہ کی تخریج کے طریقوں کو بیان کرنے کی جدوجہد واہتمام کرتے ہیں۔

اور جن متاخرین حضرات نے اٹھارہ 18 درجہ پر صبح وفجر، اور شفق کے بیان کو صبح کاذب پر محمول کیا، ان کا محمول کرنا خطاء اور تسامح پر مبنی ہونا ناقابلِ تردید دلائل وبراہین سے ثابت ہے، جن کو ملاحظہ کرنے کے باوجود کوئی اپنے اس حمل پر مصر رہے، تو ہم اس کی ضد وعناد پر محمول کرنے کے علاوہ کوئی دوسری بہتر تاویل نہیں پاتے، البتہ جس کی نظر سے وہ دلائل ہی نہ گذرے ہوں، اس کو ہم تسامح وخطاء میں معذور سمجھتے ہیں، اور اس کی نیک نیتی کے ساتھ اس کی تحقیق پر اجر وثواب کی بھی امید رکھتے ہیں، اور اس کی شان میں زبان درازی، یا بدگمانی کرنے کی راہ نہیں پاتے، البتہ علمی دلائل کے ذریعہ ان کے شائع شدہ موقف اور اس کے مستدلات کے خطاء وتسامح پر مبنی ہونے کے اظہار کو علمی ودینی فریضہ سمجھتے ہیں۔

اس لئے ہم اس فصل میں نہ صرف مسلم فلکیین ، بلکہ متعدد فقہاء کی بھی اس سلسلہ میں تصریحات ،عبارات وحوالہ جات پیش کرتے ہیں،جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ اگلی فصل میں اٹھارہ 18 درجہ پر صبح کاذب مراد ہونے کے چند حوالہ جات نقل کر کے،ان کا علمی وتحقیقی جائزہ لیں گے۔

اسی ضمن میں ان شاء اللہ تعالیٰ منسلکہ رسالہ میں مذکور موقف اوراس کے مستدلات کا بطلان بھی ظاہر ہوجائے گا،اور ہم امید کرتے ہیں کہ بنظرِ انصاف ملاحظہ کرنے والوں کے لئے یہ مضمون ان شاء اللہ تعالیٰ کافی وافی ثابت ہوگا۔

ابوالعباس فضل بن حاتم وبن جابر بتانی کا حوالہ

ابوالعباس فضل بن حاتم نیریزی (المتوفیٰ:290 ہجری) جو ریاضی،فلکیات اور زیچ کے ماہر ہیں۔[1]

وہ اپنی تالیف ''العمل بالاسطرلاب''میں فرماتے ہیں:

الباب ٢٣: فی استخراج طلوع الفجر ومغیب الشفق فی کل بلد،اذا اردنا ذلک فانا نرکب الشبکة علی العرض الذی نرید ثم نضع نظیر جزء الشمس علی الافق ونُعَلم علی منطقة الفلک المستقیم فی خط وسط السماء ونمد نظیر جزء الشمس حتی نضعه علی ١٨ جزء من

---

[1] الفضل بن حاتم النیریزی (ابو العباس) ریاضی، فلکی .توفی فی حدود سنة 290ھ .من تآلیفه :شرح کتاب المجسطی، شرح کتاب اقلیدس، البراهین وتهیئه آلات یتبین فیها ابعاد الاشیاء ، الزیج الکبیر، وسمت القبلة(معجم المؤلفین،لعمر رضا کحالة،ج٨،ص٦٦، باب الفاء)

النیریزی:الفضل بن حاتم النیریزی، أبو العباس(نحو: ٣١٠ھ ، نحو ٩٢٢ م)
مهندس فلکی .کان متصلا بالمعتضد العباسی، وألف له کتاب "أحداث الجو -خ "صغیر .ومن کتبه "رسالة فی سمت القبلة -خ "و "شرح کتاب أقلیدس -خ "وکتاب فی "معرفة آلات یعرف بها أبعاد الأشیاء الشاخصة فی الهواء والتی علی بسیط الأرض وأغوار الأودیة والآبار وعروض الأنهار -خ "و "زیج کبیر "علی مذهب السندهند(الأعلام،للزرکلی،ج٥،ص١٤٧، ١٤٨، حرف الفاء، مادة "فض")

مقنطرات الارتفاع، وننظر کم زالت تلک العلامة عن خط وسط السماء،فما کان فهو مایدورمن قوس اللیل الی وقت مغیب الشفق.

فان قسمناه علی ١٨ خرج ساعات مستویة،وان قسمناه علیٰ اجزاء ساعات نظیر درجة الشمس خرج ساعات زمانیة.

ثم نضع نظیر جزء الشمس علی الافق الغربی ونفعل کما فعلناه بالافق الشرقی فیخرج لنا ما یبقی من اللیل الی وقت طلوع الفجر فی ذالک العرض (العمل بالاسطرلاب ،صفحه ۴۲ و۴۳،باب نمبر ۲۳)

ترجمہ: باب نمبر۲۳: ہر شہر میں طلوعِ فجر اور مغیبِ شفق کے استخراج کے بارے میں ہے، جب ہم ان اوقات کی تخریج کرنا چاہیں،تو ہم شبکہ کو اس کے عرض پر رکھیں گے،جس کے اوقات کی ہم تخریج کرنا چاہتے ہیں، پھر ہم جزءِ شمس کی نظیر کو افق پر رکھیں گے اور ہم فلکِ مستقیم کے منطقہ پر وسطِ سماء میں علامت قائم کریں گے،اور ہم جزءِ شمس کی نظیر کو کھینچ کر اٹھارہ 18 درجات کے ارتفاع کے جزء پر رکھیں گے،اور دیکھیں گے کہ یہ علامت وسطِ سماء کے خط سے کتنی مقدار زائل ہوئی،پس وہ جتنی بھی ہوگی،تو وہی مقدار قوسِ لیل سے لے کر وقتِ مغیبِ شفق تک دائر ہوگی۔

پھر اگر ہم اس کو اٹھارہ 18 پر تقسیم کریں،تو ساعاتِ مستوی کی تخریج ہو جائے گی،اور اگر ہم اس کو درجہ شمس کی نظیر کی ساعات کے اجزاء پر تقسیم کریں،تو ساعاتِ زمانیہ کی تخریج ہو جائے گی۔

پھر ہم جزءِ شمس کو مغربی افق پر رکھیں گے،اور اسی طرح کا عمل کریں گے،جیسا کہ ہم نے افق شرقی میں کیا تھا،پس ہمارے لئے اس مقدار کی بھی تخریج ہو جائے گی،جتنا وقت اس عرض میں رات کا طلوعِ فجر تک کا باقی ہے(العمل بالاسطرلاب)

فائدہ: اٹھارہ 18 درجہ پر فجر اور عشاء کے درجات واوقات کی تخریج کا جامع انداز میں یہ نہایت منقح طریقہ،اسلام کی صرف تیسری صدی میں بیان کر دیا گیا تھا۔

اور اس موقع پر کاذب مستطیل کا کوئی ذکر ہی نہیں کہ اس کے درجہ کو زیرِ بحث لایا جائے۔

اور فلکیینِ مسلمین کے نزدیک ''طلوعِ فجر'' اور ''مغیبِ شفق'' کے الفاظ اصل فجر و شفق ہی کے لئے متعین ہیں، جن کے ساتھ نمازِ فجر، اور نمازِ عشاء کے وقت کا تعلق ہے، اور انہوں نے یہ الفاظ، قرآن وسنت کی اتباع میں ہی استعمال فرمائے ہیں۔

چنانچہ امام مسلم نے اوقاتِ صلاۃ کے ابواب میں جو حدیث روایت کی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں:

ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْعِشَاءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ، ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْفَجْرَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٦١٣ "١٧٦" كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب أوقات الصلوات الخمس)

اور ابنِ ماجہ نے اوقاتِ صلاۃ کے ابواب میں جو حدیث روایت کی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں:

فَأَقَامَ الْعِشَاءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ، ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْفَجْرَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٦٦٧، أبواب مواقيت الصلاة) [1]

بعض فلکیین نے ان الفاظ کے استعمال کرتے وقت نمازِ فجر اور نمازِ عشاء کے اوقات کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ وہ مسلمانوں کو معلوم تھا، اور فقہاء نے اس موقع پر فقہی مسئلہ بیان کرتے ہوئے یہ تصریح بھی کردی ہے کہ فلکیین، جو طلوعِ فجر وغیوبِ شفق کے درجہ کو بیان کرتے ہیں، اس سے فجر، اور عشاء کے وقت کی ابتداء مراد ہوا کرتی ہے۔

ابوعبداللہ محمد بن قاسم انصاری الرصاع (المتوفی: 894ھ) فرماتے ہیں:

(فإن قلت) ما هو عرف الفقهاء فى الوقت وما هو عرف أهل النجامة (قلت) الذى كان يمضى لنا فيه أن وقت الصلاة عند الفقهاء الزمن الذى يصح فيه إيقاع الصلاة المفروضة المقدر له أولا وآخرا فأول وقت الظهر زمن أخذ الارتفاع فى النقص بعد غايته وآخره أول وقت العصر وآخر وقته الاصفرار ووقت المغرب زمن مغيب قرص الشمس ووقت العشاء أول زمن مغيب الشفق وآخره ثلث الليل ووقت الصبح أول زمن مدة الفجر

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

www.idaraghufran.org

وآخره طلوع الشمس .ووقت الصلاة المفروضة عند المنجم أو الموقت هو أول زمن يصح فيه إيقاع العبادة المفروضة المتعينة له، فهذا الوقت أخص من الأول وهذا يحتاج إلى معرفة الآلة النجومية واصطلاحات معرفة الألقاب الوقتية ولما كان قصد الشيخ رضى الله عنه الثانى على ما فهمه عليه بعض العارفين بهذا الفن ذكر فيه ما رأيت من الدرجة والنظير ودائرة الأفق (الهداية الكافية الشافية لبيان حقائق الإمام ابن عرفة الوافية،ص٤٧، كتاب الصلاة،باب حد وقت الاداء والقضاء)

نیز فرماتے ہیں:

قال ووقت العشاء هو بارتفاع النظير عن أفق المغرب إلى مقنطرة بعدها من الأفق بمقدار ما يتحقق به غيبوبة الشفق .

قال ووقت الصبح هو بارتفاع النظير عن أفق المغرب إلى مقنطرة قدر بعدها من الأفق بمقدار ما يتحقق به طلوع الفجر وقدر البعد فى اليوم والليلة يختلف باختلاف الزمان والأفق فحصل من هذا أن النظير عرف به وقت العشاء ووقت الصبح والشمس عرف بها وقت الظهر والعصر والمغرب ظاهره أنه عرف بالشمس والنظير وهذا على ما فهم أن المراد وقت الصلاة باعتبار أول ما يصح أن توقع فيه وتقدم ما فيه(شرح حدود ابن عرفة الموسوم ”الهداية الكافية الشافية لبيان حقائق الإمام ابن عرفة الوافية“ص ٤٩، كتاب الصلاة،باب حد وقت الاداء والقضاء)

مزید فرماتے ہیں:

يتعين ذكر النظير لاعتماد أهل الصناعة فى تحقق وقتى مغيب الشفق وطلوع الفجر على ارتفاع النظير (شرح حدود ابن عرفة۔الموسوم ”الهداية الكافية الشافية لبيان حقائق الإمام ابن عرفة الوافية“ص ٥٠، كتاب الصلاة،باب حد وقت الاداء والقضاء)

اس سلسلہ میں مزید تصریحات آگے آتی ہیں۔

نیز بعض فلکیین کے نزدیک دن کا آغاز طلوعِ فجر پر اور دن کا اختتام غیوبِ شفق پر ہوتا ہے، مزید یہ کہ نمازوں کا آغاز طلوعِ فجر سے شروع ہو کر غیوبِ شفق تک جاری رہتا ہے، اور طلوعِ

صبح صادق، اور غروبِ شفق صادق کا درجہ ایک ہی ہے، اس لیے بھی وہ ان دونوں کے درجہ کو ایک ساتھ بیان کرتے ہیں۔ [1]

جبکہ شریعت، فقہ وفنِ فلکیات، کسی میں بھی بیاضِ مستطیل کے ظہور وغیوب سے دن، یا رات کی نہ تو ابتداء ہوتی، اور نہ ہی انتہاء واختتام ہوتا۔

پس فقہائے کرام، اور خود اصحابِ فلکیین کی تصریحات کے ہوتے ہوئے، بعض حضرات کا یہ دعویٰ کرنا کہ اس سے کاذب ومستطیل کے درجہ کو بیان کرنا مراد ہوا کرتا ہے، درست نہیں۔

ابوعبداللہ محمد بن جابر بن سنان بتانی (المتوفیٰ: 317ھ) کی کتاب ''زیج'' کے حوالہ سے محمد بن عبدالوہاب بن عبدالرزاق اندلسی لکھتے ہیں:

واذا اردت وضع مقنطرات طلوع الفجر ومغيب الشفق فتضع رأس الجدى على ثمانية عشر فى المقنطرات (الزيج الثانى عشر فى صناعة عمل الاسطرلاب، ايضاح القول الحق فى مقدار انحطاط الشمس وقت طلوع الفجر وغروب الشفق، لمحمد بن عبدالوهاب بن عبدالرزاق الاندلسى اصلا الفاسى المراكشى ص ۱۳)

ترجمہ: اور جب طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق کے مقنطرات کو رکھنا چاہیں، تو رأسِ جدی کو مقنطرات میں 18 درجے پر رکھیں (الزیج)

اس عبارت میں بھی ''طلوعِ فجر'' اور ''مغیبِ شفق'' کے الفاظ ہیں۔

اور اس کی پوری تصریح دیگر فلکیین نے کردی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ محمد بن جابر بتانی کے نزدیک طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق 18 درجے زیرِ افق ہے۔

محمد بن جابر بتانی علمِ فلکیات اور ارصاد میں معتبر اور مستند شخصیت شمار کی جاتی ہیں، انہوں نے تیسری صدی میں طویل ارصادات قائم کئے ہیں، اور ان کی یہ تحقیق طویل ارصادات

---

[1] وأول اليوم: الفجر ثم الصباح ثم الغداة ثم البكرة ثم الضحى ثم الهجيرة ثم الظهر ثم الرواح ثم المساء ثم العصر ثم الأصيل ثم العشاء الأولى ثم العشاء الأخيرة عند مغيب الشفق (الكليات معجم فى المصطلحات والفروق اللغوية للكفوى، ص ۹۸۱، فصل الياء)

www.idaraghufran.org

پر ہی مبنی ہے۔ [1]

اور مذکورہ عبارات میں طلوعِ فجر وغیوبِ شفق سے وہ فجر اور شفق مراد ہے، جو صادق، سچی اور اصل ہوتی ہے، اور اسی سے شرعی احکام وابستہ ہیں، کاذب اور جھوٹی مراد نہیں، کیونکہ اس سے نہ تو کسی نماز اور روزہ وغیرہ کے حکم کا تعلق ہے، نہ ہی فلکی اعتبار سے اس کے طلوع کے درجہ کی تعیین ممکن ہے۔

اور مذکورہ تحقیق کو ہزار صدیوں سے زیادہ گذرنے کے باوجود جدید ترین طریقوں سے بھی تائید حاصل ہوئی کہ اٹھارہ ڈگری پر ہی طلوعِ صبح وطلوعِ فجر ہوتی ہے، جس کا موجودہ زمانہ میں سائنسی نام ”Astronomical Twilight, Dawn“ ہے، جو افق پر ہوتی ہے، اور ظاہر ہونے کے بعد سورج کے طلوع ہونے تک مسلسل مستطیر ومنتشر ہوتی، اور بڑھتی رہتی ہے، اور اس روشنی کے مستطیر ومنتشر ہونے کی وجہ سے اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

اور دوسری طرف سے اس کے غروب کو Astronomical Twilight Dusk کہا جاتا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن عمر صوفی کا حوالہ

اسلام کی ابتدائی صدیوں کے مشہور فلکی ابوالحسین عبدالرحمٰن بن عمر بن سہل صوفی (المتوفی 376 ہجری) اپنی تصنیف ”**كتابُ العمل بالاسطرلاب**“ میں خاص ”طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق“ کا باب قائم کرکے فرماتے ہیں:

---

[1] وفيها :توفى محمد بن جابر بن سنان الحرانى الأصل البتانى الحاسب المنجم صاحب الزيج الصابى له الأرصاد المتقنة، ابتدأ بالرصد سنة اربع وستين ومائتين إلى سنة ست وثلثمائة وأثبت الكواكب الثابته فى زيجه لسنة تسع وتسعين ومائتين وزيجه نسختان الثانية أجود .والبتانى -بفتح الباء الموحدة وقد تكسر -نسبة إلى بتان ناحية من عمل حران(تاريخ ابن الوردى، ج ١، ص ٢٥٢، ثم دخلت سنة سبع عشرة وثلثمائة)

www.idaraghufran.org

فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فِي الْأُسْطُرْلَابِ هَاتَانِ الْقَوْسَانِ مَخْطُوطَيْنِ فَضَعْ نَظِيرَ جُزْءِ الشَّمْسِ عَلٰى ثَمَانِيَةَ عَشَرَ جُزْءً ا مِنْ اَجْزَاءِ الْإِرْتِفَاعِ فِي نَاحِيَةِ الْمَغْرِبِ اِنْ اَرَدْتَّ الطُّلُوْعَ لِلْفَجْرِ اَوْ فِي نَاحِيَةِ الْمَشْرِقِ اِنْ اَرَدْتَّ مُغِيبَ الشَّفَقِ، وَانْظُرْ رَأْسَ اَيِّ كَوْكَبٍ شِئْتَ عَلٰى كَمْ وَقَعَ مِنْ اَجْزَاءِ الْإِرْتِفَاعِ فَارْصُدْ ذٰلِكَ الْكَوْكَبَ حَتّٰى يَصِيرَ اِرْتِفَاعُهُ ذٰلِكَ الْمِقْدَارَ وَهُوَ وَقْتُ الْفَجْرِ اَوْ مُغِيبِ الشَّفَقِ اَيًّا عَمِلْتَ لَهُ(كتاب العمل بالاسطرلاب،صفحة ٦٤،فصل فى معرفة طلوع الفجر ومغيب الشفق،مخطوطه مكتبة:قطر الوطنية،رقم المخطوطة HC.MS.00716)

ترجمہ: پھر اگر اسطرلاب میں یہ قوسیں مخطوط نہ ہوں، تو (طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ) آپ سورج کے جزء کی نظیر کو 18 درجے پر رکھیں مغرب کی طرف کے ارتفاع کے اجزاء کے مقابلہ میں، جبکہ آپ طلوعِ فجر کا وقت معلوم کرنا چاہتے ہوں، یا مشرق کی طرف رکھیں، جبکہ آپ غیوبِ شفق کا وقت معلوم کرنا چاہتے ہوں، اور دیکھیں کہ جس کوکب کے سرے کا آپ نے ارادہ کیا ہے وہ اجزائے ارتفاع میں سے کتنی مقدار پر واقع ہوا ہے، پھر آپ اس کوکب پر نظر رکھیں، یہاں تک کہ اس کا ارتفاع اس (18 درجے کی) مقدار کا ہو جائے، تو یہی فجر کا وقت، یا غیوبِ شفق کا وقت ہے (ان دونوں میں سے) جس کے لئے بھی آپ نے عمل کیا ہے (کتاب العمل بالاسطرلاب)

مذکورہ عبارت میں ''وَهُوَ وَقْتُ الْفَجْرِ'' کا صاف ذکر ہے، جس میں اس طرح کی کسی دوسری تاویل کی ہرگز گنجائش نہیں، جو پندرہ درجہ پر طلوعِ صادق کے دعوے پر مبنی ہے کہ اس سے طلوعِ کاذب مراد ہے، کیونکہ طلوعِ صبح معترض سے پہلے، اور غروبِ شفقِ معترض کے بعد کا ہرگز فجر کے وقت سے تعلق نہیں، بلکہ وہ طرفین سے ''وقتِ عشاء'' میں داخل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان اہلِ سائنس وفلکیات نے اسلام کی ابتدائی صدیوں میں مسلسل رصد وتجربہ سے طلوعِ فجر وغیوبِ شفق، اور فجر اور عشاء کے وقت کو اٹھارہ 18 ڈگری پر ہونا

معلوم کرلیا تھا۔ [1]

ابوحیان التوحیدی کا حوالہ

مشہور فلکی ابوحیان التوحیدی (المتوفیٰ 400ھ) لکھتے ہیں:

القوس آخر انحطاطها فی ثمانی عشرة درجة منه (البصائر والذخائر، ج۳ص۲۸، الناشر: دار صادر، بیروت، الطبعة الأولیٰ: ۱۴۰۸ھ ۔ ۱۹۸۸م)

ترجمہ: سورج کے آخری انحطاط کا قوس اس کے 18 درجے میں ہوتا ہے (البصائر)

قوس سے مراد، بیاضِ معترض ہے، سورج کے زمین سے نیچے ہونے کی صورت میں افق پر اس کی روشنی قوس کی شکل میں پڑتی ہے، جس کا نیچے والا حصہ اوپر کے حصہ کے مقابلہ میں زیادہ معترض ہوتا ہے، اور اس سے بیاض مستطیل خارج ہے، ویسے بھی وہ روشنی افق پر نہیں پڑتی، اور جب قوس کا آخری انحطاط اٹھارہ 18 درجہ پر ہوتا ہے، تو اس سے صاف طور پر بیاضِ معترض کا طلوع وغروب اٹھارہ 18 درجہ پر ہونا معلوم ہوا۔

اب اگر مؤلفِ رسالہ بیاضِ مستطیل کا قوس نما ہونا ثابت کریں، تب ہی ان کے صادق کو کاذب بنانے کے مقصد کی تکمیل کا راستہ ہموار ہوسکتا ہے۔

اور جدید ترین سائنسی تحقیقات سے بھی سورج کے آخری انحطاط کا قوس اٹھارہ 18 درجہ پر ہونا ہی ثابت ہو چکا ہے۔

---

[1] عبد الرحمن بن عمر بن محمد بن سهل الصوفی أبو الحسين الرازی الفاضل الكامل النبيه النبيل صاحب الملك عضد الدولة فناخسرو شاهنشاه بن بويه ومصنف الكتب الجليلة فِی علم الفلك وَكَانَ من أهل لسا فارسی النسبة ولد بالری وَكَانَ عضد الدولة يقول إِذَا افتخر بالعلم والمعلمين معلمی فِی النحو أبو علی الفارسی النسوی ومعلمی فِی حل الزيج الشريف ابن الأعلم ومعلمی فِی الكواكب الثابتة وأماكنها وسيرها الصوفی.

ومن تصانيفه . كتاب الكواكب الثابتة مصوراً . كتاب الأرجوزة فِی الكواكب الثابتة مصوراً . كتاب التذكرة ومطارح الشعاعات . قال هلال بن المحسن فِی كتابه فِی سنة ست وسبعين وثلاثمائة فِی الثالث عشر من المحرم يوم الثلاثاء توفی أبو الحسين عبد الرحمن بن عمر الصوفی فِی منجم عضد الدولة وَكَانَ مولده بالری فِی الليلة الَّتِی صبيحتها يوم السبت الرابع عشر من المحرم سنة إحدى وتسعين ومائتين (أخبار العلماء بأخيار الحكماء، للقفطی، ص ۹۹، حرف الطاء المهملة)

اور بعض لوگوں کا اس آخری انحطاط کو کاذب پر منطبق کرنے کا دعویٰ صریح خطاء ہے، کیونکہ انحطاط سے مراد زیرِ افق ہونا ہے، ڈگری اور درجہ کی پیائش افق سے ہی ہوا کرتی ہے، جو قوس کے زیریں حصہ سے متعین کی جاتی ہے۔

جبکہ کاذب کا افق سے تعلق ہے ہی نہیں، وہ تو افق سے فاصلہ پر اور دور، اور کبھی بہت زیادہ دور مستطیل شکل میں ہوتی ہے، لہٰذا اس کے ہر جگہ اور ہمیشہ کے لئے انحطاط اور زیرِ افق ہونے کی تعیین ممکن ہی نہیں، اور اسی وجہ سے مستطیل کا فلکی اعتبار سے، ہر جگہ اور ہمیشہ کے لئے سورج کے مخصوص ومتعین انحطاط وزیرِ افق ہونا، آج تک بھی ثابت نہیں ہو سکا۔

مستطیل، دراصل، معترض سے بالکل الگ تھلگ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کاذب کی جو صفات بیان فرمادی ہیں، ان سے ایک عامی شخص کو بھی معرفت حاصل کرنا، نہایت سہل ہے، چہ جائیکہ جملہ اہلِ فلکیات کو اس سے نابلد قرار دیا جائے، بلکہ سب کو اس خداع میں مبتلاء قرار دیا جائے۔

ابوالقاسم اصبغ بن محمد قرطبی کا حوالہ

ابوالقاسم اصبغ بن محمد بن سمح مہری قرطبی (المتوفیٰ: 426ہجری) اپنی تالیف ''**کتاب العمل بالاسطرلاب**'' کے چودھویں باب میں فرماتے ہیں:

> **الباب "عد" الرابع عشر: فی معرفة علی کم ساعة من اللیل یغیب الشفق ویطلع الفجرمن جزء الشمس.**
>
> **تضع نظیر جزء الشمس علی مقنطرة ثمانیة عشر** (کتاب العمل بالاسطرلاب، ص ۴۵، مخطوطة ، مکتبة قطر الوطنیة)

ترجمہ: باب نمبر چودہ اس چیز کی معرفت کے بارے میں ہے کہ کون سے وقت میں، رات کو شفق کا غیوب ہوتا ہے، اور سورج کے جزء سے فجر کا طلوع ہوتا ہے۔

تم (اس مقصد کے لئے) جزءِ شمس کی نظیر کو اٹھارہ 18 درجہ پر رکھو (کتاب العمل)

اس باب میں کاذب وصادق، اور اقسامِ شفق کی کوئی بحث ہی نہیں کی گئی، اور رات کے وقت

میں شفق غائب اور فجر طلوع ہونے کو اٹھارہ 18 درجہ پر بیان کیا گیا، اور یہ بات ظاہر ہے کہ فجر کا طلوع بھی شرعی رات سے ہوتا ہے، اور شفق کا غیوب بھی شرعی رات کو ہی ہوتا ہے۔

یہاں ''صبح'' کے بجائے ''فجر'' کے الفاظ ہیں، جو خاص اسلامی نام ہے، اور یہ نام نمازِ فجر کی نسبت سے تجویز کیا گیا ہے، اور اس میں وہ تاویل بھی ممکن نہیں، جو صبح کے متعلق منسلکہ رسالہ کے مؤلف کرتے ہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہوا کہ اسی طلوعِ فجر کی ابتداء، اور غروبِ شفق کی انتہاء کو بیان کرنا مقصود ہے، جس کا طرفین سے فلکاً ایک درجہ ہوتا ہے، اور شرعاً اس پر احکام جاری ہوتے ہیں۔

اور بعض لوگوں کا اس سے کاذب کو مراد لینا، شرعی وفلکی اعتبار سے درست نہیں۔

موجودہ دور کے اصحابِ فلکیین اپنی تمام تر تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ احادیث میں بیان کردہ معترض ومستطیر اور منبسط کی صفات پر مشتمل روشنی کا مشرقی افق پر ابتدائی ظہور اٹھارہ درجہ پر ہوتا ہے، اور اسی روشنی کا مغربی افق میں انتہائی غروب، اٹھارہ درجہ پر ہی ہوتا ہے، اسی کو انہوں نے بالترتیب:

“Astronomical Twilight, Dawn”

اور

Astronomical Twilight Dusk

کا نام دیا ہے۔

اصبغ بن محمد کا شمار مسلمانوں کے متقدمین فلکیین میں ہوتا ہے، جو ابوریحان البیرونی سے بھی پہلے فوت ہو چکے تھے۔ [1]

---

[1] أصبغ بن محمد (426 - 361هـ = 1035 - 972م)

أصبغ بن محمد بن السمح المهرى، أبو القاسم :عالم بالحساب والهندسة والهيئة والفلك وله عناية بالطب، من أهل قرطبة .انتقل إلى غرناطة وتأثل فيها نعمة واسعة، ومات بها .كان من مفاخر الأندلس .له كتاب (المدخل إلى الهندسة) و (ثمار العدد) ويعرف بالمعاملات، و (تفسير كتاب إقليدس) وكتاب كبير فى (الهندسة) وكتاب فى (الأسطرلاب) و (تاريخ) كبير ذكره صاحب الإحاطة ولم يسمه(الأعلام،للزركلى الدمشقى،ج ١ ،ص ٣٣٣، حرف الألف، مادة ”اص“)

www.idaraghufran.org

حافظ ذہبی نے ''تاریخِ اسلام'' میں ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اہلِ براعہ، ہندسہ، عدد وغیرہ میں سے ہیں، ان کی سکونت غرناطہ میں تھی، اور انہوں نے مذکورہ علوم کو مسلمہ بن احمد سے لیا تھا۔ [1]

اور حافظ ذہبی نے ہی مسلمہ بن احمد (المتوفی: 400ہجری) کا ذکر کرتے ہوئے، ان کو علمِ ہیئت اور ہندسہ اور رصاد کا استاذِ اول قرار دیا ہے۔ [2]

علامہ زرکلی نے مسلمہ بن احمد کو اندلس میں ریاضیین کا امام، اور علمِ افلاک وحرکاتِ نجوم میں سب سے اوسع علم والا کہا ہے۔ [3]

---

[1] أصبغ بن محمد بن أصبغ بن السمح، أبو القاسم المهری القرطبی. صاحب الهندسة.
كان من أهل البراعة فی الهندسة والعدد والنجامة والطب، وهذه الأشياء .أخذ عن مسلمة بن أحمد القرطبی، وسكن غرناطة، وتقدم عند صاحبها وتمول، وله تصانيف.
توفی فی رجب كهلا.
أخذ عنه سليمان بن محمد بن الناشء المهندس، وغيره .وله مصنفات(تاريخ الإسلام للذهبی، ج۹، ص۴۱۶، الطبقة الثالثة والأربعون، رقم الترجمة ۱۹۳)

[2] أبو القاسم، مسلمة بن أحمد القرطبی.
كان أستاذا مقدما فی علم الهيئة والهندسة والأرصاد وهذه الصنائع المظلمة، وكان حاذقا بمعرفة كتاب المجسطی لبطلميوس، وله تصانيف عديدة فی العلوم الرياضية،
وأنجب له تلامذة منهم :ابن السمح، وابن الصفار، وابن خلدون، والكرمانی، والزهراوی.
وتوفی فی حدود سنة ثمان وتسعين وثلاثمائة(تاريخ الإسلام للذهبی، ج۸، ص۸۴۰، الطبقة الاربعون، المتوفون قبل الأربعمائة، رقم الترجمة ۳۹۵)

[3] أبو القاسم المجريطی :(398 - 338هـ = 1007 - 950م)
مسلمة بن أحمد بن قاسم بن عبد الله المجريطی، أبو القاسم :فيلسوف رياضی فلكی.
كان إمام الرياضيين بالأندلس، وأوسعهم إحاطة بعلم الأفلاك وحركات النجوم .مولده ووفاته بمجريط (مدريد) ذهب بعض المؤرخين إلى أنه مؤلف (رسائل إخوان الصفاء -ط) ولم يثبت ذلک من كتبه (ثمار العدد) فی الحساب، يعرف بالمعاملات، و (اختصار تعديل الكواكب من زيج البتانی) و (رتبة الحكيم -خ) و (غاية الحكيم -ط) و (كتاب الأحجار -خ) و (روضة الحدائق -خ) رسالة صغيرة .وعنی بزيج محمد بن موسى الخوارزمی فنقل تاريخه الفارسی إلى التاريخ العربی، وزاد فيه جداول حسنة، إلا أنه -كما يقول القفطی -اتبعه على خطأه ولم ينبه على مواضع الغلط فيه (الأعلام، للزركلی الدمشقی، ج۷، ص۲۲۴، حرف الميم، مادة "مس")

www.idaraghufran.org

عضدُ الدین ایجی، اور سید شریف جرجانی کا حوالہ

عضدُ الدین عبدالرحمٰن بن احمد الایجی (المتوفی 756ھ) جن کا شمار مستند شخصیات میں ہوتا ہے، اور آپ اپنے دور میں حنفی المسلک قاضی تھے، وہ اپنی مشہور تالیف ''المواقف'' میں فرماتے ہیں:

سبب الصبح كرة البخار تتكيف بالضوء لأنها تقبل نور الشمس كما تقدم والشفق مثله (المواقف للإيجى، مع شرحه، ص ۱۵۸)

ترجمہ: صبح کا سبب کرۂ بخار (گرد وغبار) ہیں، جو روشنی سے متکیف ہوتے ہیں، کیونکہ وہ سورج کی روشنی کو قبول کر لیتے ہیں، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔
اور شفق بھی اسی کی طرح ہے (المواقف)

اور ''المواقف'' کی شرح میں سید شریف علی بن محمد جرجانی (المتوفی: 816ھ) جو ''سید میر شریف'' کے نام سے موسوم ہیں، اور جو فقہ وفلکیات، فلسفہ اور لغت کے ماہر اور فقہ حنفی کے کبار علماء میں شمار کئے جاتے ہیں، انہوں نے فقہ، اصولِ حدیث، منطق، لغت وغیرہ کے علاوہ، علمِ ھیئت میں چغمینی کی شرح، اور محقق طوسی کی ''التذکرۃ'' کی شرح، اور ''ملخص'' کی شرح جیسی کئی کتابیں، اس فن سے متعلق تصنیف کی ہیں، لغت کی مشہور تصنیف ''التعریفات'' بھی ان کی کتب میں شامل ہے، وہ ''المواقف'' کی شرح میں مذکورہ عبارت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

المقصد الثامن: مدى تاثير الشمس على الارض.
(سبب الصبح كرة البخار تتكيف بالضور لأنها تقبل نور الشمس كما تقدم) فى آخر مباحث المبصرات، فإذا قربت الشمس من الأفق فى جانب الشرق ولم يبق من قوس انحطاطها إلا مقدار ثمانى عشرة درجة على ما عرف بالتجربة، استنار بضوئها البخار الكثيف الواقع فى ذلك الجانب، فيرى ذلك النور المتزايد بزيادة قرب الشمس وهو الصبح (والشفق مثله) لكنه عكسه، فى أن أوله كآخر الصبح وآخره كأوله (شرح المواقف،

www.idaraghufran.org

الجزء السابع،ص ۱۵۸،المرصد الأول، القسم الثالث، المقصد الثامن، الناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، الطبعة الأولیٰ: ۱۴۱۹ھ- ۱۹۹۸م)

ترجمہ: آٹھواں مقصد: سورج کی زمین پر تاثیر کا لمبا ہونا ہے۔
صبح کا سبب کرۂ بخارات (گرد وغبار) ہیں، جو روشنی سے متکیف ہوتے ہیں، کیونکہ وہ سورج کی روشنی کو قبول کر لیتے ہیں، جیسا کہ مبصرات کی مباحث کے آخر میں گزر چکا ہے، پس جب سورج مشرقی جانب میں اُفق کے قریب ہوجاتا ہے، اوراس کے انحطاط کے قوس سے صرف 18 درجے کی مقدار باقی رہ جاتی ہے، جیسا کہ تجربہ سے یہ بات پہچان لی گئی ہے، تو سورج کی روشنی سے اس جانب میں واقع کثیف بخارات روشن ہوجاتے ہیں، پس وہ روشنی سورج کے قریب ہونے کی زیادتی کے ساتھ ساتھ (لحہ بہ لحہ) زیادہ ہوتی جاتی ہے، اوراس کا نام صبح ہے، اور شفق بھی اسی کی طرح ہے، لیکن اس کے عکس کے ساتھ کہ اس (شفق) کا اول صبح کے آخر کی طرح اور شفق کا آخر صبح کے اول کی طرح ہوتا ہے (شرح المواقف)

سید شریف جرجانی نے جو آٹھواں مقصد کا عنوان قائم کر کے، اس کی توضیح میں سورج کی زمین پر تاثیر کے پڑنے، اور لمبا ہونے کا ذکر کیا، اس سے طلوعِ فجر، اور صبح صادق، یا فجر کے وقت کی ابتداء مراد ہے، کیونکہ یہ بات مسلّم ہے کہ صبح صادق، یا طلوعِ فجر کی روشنی زمین پر پڑنے کے بعد لمبی ہوتی جاتی ہے، اوراس کی ابتداء مشرق کے اُفق سے ہوتی ہے، اور اُفق بھی زمین اور آسمان کے متصل نظر آنے والے حصہ کو کہا جاتا ہے، ابتدائے طلوعِ فجر کی اُفق پر پڑنے والی روشنی بھی زمین پر سورج کی تاثیر میں داخل ہے۔

اوراس کے برعکس ''کاذب'' کی روشنی، زمین پر نہیں پڑتی، اور نہ ہی زمین پر لمبی ہوتی، بلکہ اس کا وجود زمین سے دور، فضاء میں ہوتا ہے، اوراس کا طول بھی فضاء میں ہوتا ہے، اس لیے صبح کاذب پر، مذکورہ تعریف صادق نہیں آتی۔

اوراس کے مقابلہ میں ''شفق'' کو جو اس کے عکس کے ساتھ اسی طرح کہا گیا، اس سے بھی

www.idaraghufran.org

''شفقِ ابیض'' مراد ہے، جس سے عشاء کی نماز کے وقت کا تعلق ہے، اور عکس کا مطلب یہ ہے کہ سورج کی زمین پر وہ تاثیر لمبی ہونے کے بجائے، گھٹ کر ختم ہو جاتی ہے۔

پس مذکورہ عبارت میں صبح اور شفق سے صادق و سچی ہی صبح وشفق مراد ہے، جس کو اٹھارہ درجہ پر بیان کیا گیا، اور جدید ماہرینِ فلکیات کا جدید ترین تحقیقات کے بعد اسی اٹھارہ درجہ پر طلوعِ فجر وغیوبِ شفق ہونے پر اتفاق ہو چکا ہے، جیسا کہ گذرا، اور آگے بھی آتا ہے۔

ابوریحان البیرونی کا حوالہ

ابوریحان محمد بن احمد البیرونی (المتوفیٰ: 440ھ) جو اہلِ خوازم کے فلکیات وریاضی کے عالم ابو نصر منصور بن علی بن عراق (المتوفیٰ: 427ھ) کے شاگرد ہیں، اور مسلمان اہلِ فلکیات میں معتبر ومستند شخصیت شمار کئے گئے ہیں، انہوں نے بذاتِ خود طویل ارصادات قائم کیے ہیں۔

ابوریحان البیرونی نے ریاضی، علمِ ہیئت، طبعیات، تاریخ، تمدن، مذاہبِ عالم، ارضیات، کیمیا اور جغرافیہ وغیرہ پر ڈیڑھ سو سے زائد کتابیں اور مقالہ جات لکھے ہیں۔

البیرونی کی سب سے ضخیم تصنیف ''القانونُ المسعودی'' ہے جس کا نام انہوں نے سلطان محمود غزنوی کے بیٹے اور اس وقت کے حکمران مسعود کے نام پر رکھا ہے، یہ علمِ فلکیات اور ریاضی کی بڑی اہم کتاب ہے، جس کی وجہ سے البیرونی کو ایک عظیم سائنس دان اور ریاضی دان سمجھا جاتا ہے۔

البیرونی نے پنجاب بھر کی سیر وسیاحت کی اور ''کتابُ الھند'' تالیف کی، علمِ ہیئت وریاضی میں البیرونی کو مہارت حاصل تھی۔

اہلِ مغرب نے البیرونی کے فلکی معارف سے بہت استفادہ کیا ہے، البیرونی کے کارناموں کے پیشِ نظر چاند کے ایک دہانے کا نام ''البیرونی کریٹر'' رکھا گیا ہے۔ [1]

---

[1] البیرونی: محمد بن أحمد أبو الريحان البيرونى "بيرون بالباء الموحدة والياء المثناة مدينة بالسند" ولد سنة 362 بخوارزم دار البلاد ثم رجع إلى بلده ومات بها فى رجب من سنة 440 أربعين وأربعمائة. له من الكتب الآثار الباقية عن القرون الخالية فى التاريخ والجغرافية ألفه لشمس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

انہوں نے اپنی متعدد تالیفات میں فجر اور عشاء کی نماز کے اوقات و درجات پر کلام کیا ہے۔

ذیل میں ان کے چند حوالہ جات ذکر کئے جاتے ہیں۔

اور اگرچہ ابو ریحان البیرونی کی عبارات طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق کے درجہ کی توضیح و تعیین کے لئے کافی وافی ہیں، جن میں کوئی ابہام نہیں، لیکن بعض حضرات کی طرف سے بیرونی کی بعض عبارات میں مختلف تاویلات کر کے ابہام و التباس پیدا کرنے کی کوشش کی گئی، اس لئے ہمیں ابو ریحان البیرونی کی بعض عبارات کے ضمن میں کچھ تشریح کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المعالی قابوس .أخبار المبیضة والقارمطة .اختصار کتاب البطلیموس القلوذی .الاستشهاد. باختلاف الأرصاد .استیعاب فی تسطیح الکرة .تجرید الشعاعات والأنوار .تعلیل باجالة الوهم فی معانی النظم .التفهیم لأوائل صناعة التنجیم .التنبیه علی صناعة التمویه .تحدید نهایات الأماکن لتصحیح مسافات المساکن .تهذیب الأقوال .الجماهر فی الجواهر .دلائل القبلة .الزیج المسعودی .شرح دیوان أبی تمام .الشموس الشافیة للنفوس .عجائب الطبیعة وعرائب الصناعیة. قانون المسعودی فی الهیئة .کتاب الأرقام .کتاب المقالات والآراء والدیانات .مطرح الشعاع تابعا علی تغیر البقاع .مفتاح علم الهند .مقالید الهیئة .مختار الأشعار والآثار .تلافی عوارض الزلة فی کتاب دلائل القبلة .تمهید المستقر لتحقیق معنی الممر .إبطال الهتان بإیراد البرهان .تحدید المعمورة لتصحیحها فی الصورة .تنویر المنهاج إلی تحلیل الازیاج .الأجوبة والأسئلة لتصحیح سمت القبلة .تحصیل الآن من الزمان .تهذیب شروط العمل لتصحیح سموت القبل .اختلاف الأقاویل لاستخراج التحاویل .تحصیل الشعأعات بأبعد لطرق عن الساعات .تهذیب فصول الفرغانی .الإرشاد إلی ما یدرک ولا ینال من الأبعاد .التحلیل والتقطیع للتعدیل .جلاء الذهان فی زیج البتان .استخراج الکعاب والأضلاع ما وراء من مراتب الحساب .تسطیح الصور وتبطیح الکور .جمع الطرق السائرة فی معرفة أوتار الدائرة .الاستیعاب لوجوه الممکنة فی صنعة الإسطرلاب .تسهیل التصحیح الإسطرلابی والعمل بمرکباته من الشمالی والجنوبی .أفراد المقال فی أمر الظلال .تصحیح التواریخ .جوامع الموجود فی خواطر الهنود .الأمر الممتحن وتبصیر ابن کیسوم المفتتن .تصحیح الطول والعرض لمساکن المعمور من الأرض .خیال الکسوفین عند الهند .الانبعاث لتصحیح القبلة کاث .تصحیف المنقول من العرض والطول .طالع قبة الأرض وحالات الثوابت ذوات العرض .تصور أمر الفجر والشفق فی جهتی الشرق والغرب من الأفق. الکتابة فی المکاییل والموازین وشرائط الطیارة والشواهین .إیضاح الأدلة علی کیفیة سمت القبلة .تعبیر المیزان لتقدیر الأزمان .المسائل المفیدة والجوابات السدیدة .تکمیل زیج حبش بالعلل وتهذیب أعماله من الزلل .المضیات الجو الحادثة فی العلو .ریاض المنجمین .(هدیة العارفین للبابانی، ج۲ص ۶۵، ۶۶، باب المیم، تحت ترجمة "البیرونی")

www.idaraghufran.org

ابو ریحان محمد بن احمد البیرونی نے اپنی تالیف ''افرادُ المقال فی امرِ الظلال ''میں ایک باب اس طرح قائم کیا ہے:

''الباب الخامس والعشرون فی حکایة آراء الائمة فی اوقات الصلاة وما یضطر الیه فی تحقیقیها''

اس ضمن میں فجر اور عشاء کی نماز کے اوقات کا ذکر کرتے ہوئے البیرونی لکھتے ہیں:

والصلاتان اللتان علی طرفی النهار واللیل، احداهما قبل طلوعها، والاخری بعد غروبها فی وقتی غیبة جرمها.

ومن اجل انه لا یعد منها فی تعرف الاوقات لانها بسبب العدد الواقع علی الزمان ، جعل من شعاعها الصبح الناشر للناس فی التصرف علامة.

وقت صلاة الفجر، نظیر صلاة العتمة التی وقتها غیبة الشفق المقابل للصبح فی السبب والکون، وصلاة المغرب لاول اللیل.

ولم یجعل لاول النهار صلاة، لما ذکرنا من عکوف عباد الشمس فیه علی عبادتها ، وابدل بها صلاة العصر فی النصف الآخر من النهار.

فصلاتا الفجر والعتمة علی شعاع الشمس والمغرب علی جرمها، والظهر والعصر علی عدم شعاعها، اعنی الظل ، والیها یتصرف الکلام فیما نحن فیه

(افراد المقال فی امر الظلال ، ص ۱۶۱، الباب الخامس والعشرون فی حکایة آراء الائمة فی اوقات الصلاة وما یضطر الیه فی تحقیقیها ، الطبعة الاولیٰ بمطبعة جمعیة دائرة المعارف العثمانیة ، حیدر آباد الدکن، سنة ۱۳۶۷ھ، ۱۹۴۸ م)

ترجمہ: اور وہ دو نمازیں، جو دن اور رات کے کناروں پر ہیں، ایک نماز تو دن کے طلوع ہونے سے پہلے ہے، اور دوسری نماز دن کے غروب ہونے کے بعد ہے، سورج کی ٹکیہ غائب ہونے کے وقت۔

اور اس وجہ سے کہ اوقات کی معرفت میں ان کو شمار نہیں کیا جاتا، کیونکہ وہ زمانہ پر عدد واقع ہونے کی وجہ سے ہیں، تو سورج کی شعاع سے اس صبح کو جو لوگوں کو تصرف کے لئے اٹھانے والی ہے، اس کی علامت بنادیا گیا۔

www.idaraghufran.org

فجر کی نماز کا وقت، نظیر ہے، اس نماز کے وقت کی، جس کا وقت شفق کے غائب ہونے کے وقت ہے، صبح کی سبب اور کون کے سلسلہ میں۔

اور مغرب کی نماز رات کی ابتداء میں ہے۔

اور دن کی ابتداء میں (یعنی طلوعِ شمس کے وقت) نماز نہیں رکھی گئی، جس کی وجہ وہی ہے، جو ہم نے ذکر کی، یعنی سورج کے پجاری اس وقت میں اپنی عبادت کے لئے ٹھہرتے ہیں، اور اس کے بدلہ میں دن کے آخری حصہ میں عصر کی نماز مقرر کر دی گئی ہے۔

پس فجر اور عشاء کی نماز سورج کی شعاع پر ہے، اور مغرب کی نماز سورج کی ٹکیہ پر ہے، اور ظہر اور عصر کی نماز سورج کی شعاع نہ ہونے، یعنی اس کے سایہ پر ہے، اور انہیں نمازوں کی طرف ہمارے مبحوث فیہ کلام کا تصرف ہے (افراد المقال)

ابو ریحان البیرونی نے مذکورہ عبارت میں یہ فرما کر کہ:

”فصلاتا الفجر والعتمة على شعاع الشمس والمغرب على جرمها، والظهر والعصر على عدم شعاعها، اعنى الظل ، واليها يتصرف الكلام فيما نحن فيه“

واضح کر دیا کہ ان کی یہ بحث نمازوں کے اوقات کے اعتبار سے ہے۔

لہٰذا جن امور سے نماز، روزہ کے اوقات کا تعلق ہوگا، ان کے اوقات کے حسابات ودرجات کو ہی زیرِ بحث لایا جائے گا، جیسا کہ فجر کا وقت، اور عشاء کا وقت، اور جن امور سے نماز، روزہ کا تعلق نہ ہوگا، جیسا کہ صبح کاذب، اور شفقِ کاذب، ان کے حسابات ودرجات کی ضرورت نہ ہوگی۔

پھر اسی ضمن میں ابو ریحان البیرونی لکھتے ہیں کہ:

واما عند ابى حنيفة وصاحبيه فلوقته اول هو غروب الشمس وآخرهو مغيب الشفق،الا ان الشفق عند ابى حنيفة هو البياض وعند ابى يوسف ومحمد بن الحسن والشافعى هو الحمرة.

وذهب احمد بن حنبل للاحتياط فى آخر اوقات المغرب الىٰ انه الحمرة فى الفضاء والصحراء والبياض فى العمران بين البنيان لان الحمرة تلاصق

الافق فتسترها السواتر.
وذهب مالک الیٰ انه طلوع الفجر.
فصار مابين الشفق وطلوع الفجر مشتركا لصلاتى المغرب والعشاء.
والصلاة الثانية من صلوات الليل هى صلاة العتمة واول وقتها عند الجميع مغيب الشفق علٰى اختلا فهم فى ماهيته وآخره طلوع الفجر وتاخيرها الى ثلث الليل اونصفه من جهة الافضل لا من جهة الوقت.
والصلوة الثالثة من صلوات الليل هى صلوة الفجر،واول وقته طلوع الفجر الثانى بعد الصبح الكاذب ولم يختلفوا فى الفجر انه البياض المنبسط على الافق بالعرض،بعد المستطيل القائم عمودا عليه المشبه بذنب السرحان.
وقيل الخضرة التى تسبق طلوع الشمس.
كما اختلفوا فى الشفق وان كان مابينهمامن التباين انما هو من اجل الوضع من الشمس فى جا نبيها ومن الافق فى نواحيه (افراد المقال فى امر الظلال ، ص١٦٧و١٦٨ ، الباب الخامس والعشرون فى حكاية آراء الائمة فى اوقات الصلاة وما يضطر اليه فى تحقيقيها ، الطبعة الاولٰى بمطبعة جمعية دائرة المعارف العثمانية ، حيدر آباد الدكن، سنة ١٣٦٧هـ ، ١٩٤٨م)

ترجمہ: اور جہاں تک امام ابوحنیفہ اور آپ کے صاحبین کا تعلق ہے، تو مغرب کی نماز کا اول وقت غروبِ شمس ہے، اور آخری وقت غیوبِ شفق ہے، البتہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ’’شفق‘‘ سے ’’بیاض‘‘ مراد ہے، اور امام ابو یوسف، اور امام محمد اور امام شافعی کے نزدیک ’’حمرۃ‘‘ مراد ہے۔
اور امام احمد بن حنبل مغرب کے آخری اوقات میں احتیاط کی طرف گئے ہیں کہ وہ فضاء، اور صحراء میں ’’حمرۃ‘‘ ہے، اور آبادی کے درمیان عمارتوں میں ’’بیاض‘‘ ہے، کیونکہ ’’حمرۃ‘‘ افق کے ساتھ متصل ہوتی ہے، اس لئے اس کو ڈھانپنے والی چیزیں ڈھانپ دیتی ہیں۔
اور امام مالک اس طرف گئے ہیں کہ آخری وقت طلوعِ فجر ہے۔

پس شفق اور طلوعِ فجر کے مابین کا وقت ''مغرب اور عشاء'' کے لئے مشترک ہوگیا۔

اور رات کی نمازوں میں دوسری نماز ''صلاۃِ عتمہ'' ہے، جس کا اول وقت غیوبِ شفق ہے، اس کی ماہیت میں اختلاف کے مطابق، اور اس نماز کا آخری وقت طلوعِ فجر ہے، اور اس کو ثلثِ لیل، یا نصفِ لیل تک مؤخر کرنا افضل ہونے کی جہت سے ہے، وقت ختم ہونے کی جہت سے نہیں۔

اور رات کی نمازوں میں سے تیسری نماز ''صلاۃِ فجر'' ہے، جس کا اول وقت طلوعِ فجر ہے، صبح کاذب کے بعد، اور فجر کے اس بیاض کے ہونے میں (جمہور کا) کوئی اختلاف نہیں، جو افق پر چوڑائی میں پھیلتی ہے، اس مستطیل کے بعد جو افق پر عموداً کھڑی ہوتی ہے، اور ذنبِ سرحان کے مشابہ ہوتی ہے۔

اور ایک ضعیف قول اس سبز کا ہے، جو طلوعِ شمس سے پہلے ہوتی ہے۔

جیسا کہ شفق کے بارے میں اختلاف ہے، اگرچہ ان دونوں (یعنی فجر، اور شفق) میں تباین ہے، لیکن وہ سورج کی دونوں جانب کی وضع، اور افق کے دونوں اطراف کے اعتبار سے ہے (افراد المقال)

البیرونی نے مالکیہ کے نزدیک جو مغرب کے وقت کا طلوعِ فجر تک ہونا بیان کیا، اور شفق سے طلوعِ فجر تک کے وقت کو مغرب وعشاء کا وقتِ مشترک بیان کیا، یہ ''وقتِ ضرورت'' ہے، جس میں ضرورت کے وقت مغرب اور عشاء کو جمع کرنا بھی جائز ہے، جیسا کہ سفر اور مخصوص بیماری، اور بارش وغیرہ میں۔ [1]

---

[1] وأول وقت العشاء المستحب مغيب الشفق، وهو الحمرة عند مالک، وآخر وقتها المستحب ثلث الليل الأول، وقيل :نصفه .وآخر وقت المغرب والعشاء للضرورة إلى طلوع الفجر .وتشارک العشاء المغرب فی وقتها المستحب لها من أول الغروب للعذر .وقد قيل :إن المغرب تختص من أول الغروب بمقدار ثلاث رکعات لا تشارکها فيه العشاء (المقدمات الممهدات، للقرطبی، ج ا ، ص ۱۴۹ ، کتاب الصلاة،فصل فی تحقيق حدود الأوقات)

www.idaraghufran.org

اور غالباً طلوعِ فجر پر وقتِ فجر داخل ہونے پر اتفاق ہونے، اور شفق میں فقہی اختلاف، اور اس سے مغرب اور عشاء کے وقت کے تعلق کی وجہ سے مسلمان اصحابِ فلکیین نے فجر کا وقت داخل ہونے کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے، تو واضح فجر کے الفاظ استعمال کیے، لیکن غروب کے بعد کے لئے غیوبِ شفق کے الفاظ پر اکتفاء کیا۔

البیرونی کی مذکورہ عبارت میں جتنے مقامات پر بھی ''طلوعِ فجر'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، وہ سب صبح صادق کے بارے میں استعمال ہوئے ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ اسی سے عشاء کی نماز، اور سحری کے وقت کے ختم اور فجر کی نماز اور روزہ کے وقت کے شروع ہونے کا تعلق ہے، جن کو بیان کرنا مقصود ہے، جیسا کہ باب کے عنوان سے ظاہر ہے۔

صبح کاذب تو دراصل صبح ہے ہی نہیں، اسی لئے اس کے ساتھ کاذب کی صفت لگا کر اس کے صبح ہونے کی تکذیب وتردید کی جاتی ہے، اور اسی لئے یہ عشاء کے وقت میں بھی رات کے مختلف اوقات میں ظاہر ہوتی ہے، جس کو کوئی بھی فجر، یا صبح سے تعبیر نہیں کرتا، بلکہ اس کو بھی ابو ریحان البیرونی نے دوسرے مقام پر ''شفقِ کاذب'' کہا ہے، اور کاذب کو بیان کرتے وقت اس کے درجہ کو کہیں بھی بیان نہیں کیا، اور اس کی وجہ یہی ہے کہ کاذب کے ظہور ونظر آنے کا ہمیشہ اور ہر علاقہ میں کوئی متعین درجہ نہیں۔

پھر اس کے بعد ابو ریحان البیرونی لکھتے ہیں کہ:

فلنذكر الآن مايضطر اليه القيم باوقات الصلاة (افراد المقال فی امر الظلال، ص ۱۷۵، الباب الخامس والعشرون فی حكاية آراء الائمة فی اوقات الصلاة وما يضطر اليه فی تحقيقها، الطبعة الاولیٰ بمطبعة جمعية دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد الدكن، سنة ۱۳۶۷ھ، ۱۹۴۸م)

ترجمہ: پس اب ہم ان اوقات کا ذکر کرتے ہیں، جن کی طرف نماز کے اوقات کا علم حاصل کرنے والے کو ضرورت پیش آتی ہے (افراد المقال)

پھر اس کے بعد البیرونی نے مذکورہ کتاب میں ایک باب اس طرح قائم کیا ہے:

”الباب السادس والعشرون فی ثبات خطوط اوقات الصلوات والساعات علی الآلات“(افراد المقال فی امر الظلال ، ص ۱۸۰)

ترجمہ: چھبیسواں باب نماز کے اوقات اور آلات پر ساعات کے خطوط کے ثبوت میں ہے(افرادالمقال)

اور پھر اس کے ضمن میں ابو ریحان البیرونی نے پانچوں نمازوں کے اوقات کے درجات وحسابات کو بیان کیا ہے، جس کے ضمن میں ابو ریحان البیرونی، فجر اور عشاء کی نماز کے وقت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یعمل فی الصفیحة خط طلوع الفجر، بوضع نظیر درجة الشمس علی المقنطرة الثامنة عشر ابدا، من جانب المغرب، وخط مغیب الشفق بوضعه علی تلک المقنطرة من جانب المشرق (افراد المقال فی امر الظلال، ص ۱۸۴ و۱۸۵، الباب السادس والعشرون فی ثبات خطوط اوقات الصلوات والساعات علی الآلات ، الطبعة الاولٰی بمطبعة جمعیة دائرة المعارف العثمانیة ، حیدر آباد الدکن، سنة ۱۳۶۷ھ، ۱۹۴۸م)

ترجمہ: صفیحہ میں طلوعِ فجر کے خط کو سورج کے درجہ کی نظیر، مغرب کی طرف ہمیشہ اٹھارہ 18 درجہ پر رکھ کر عمل کیا جائے گا، اور غیوبِ شفق کے خط کو اسی درجہ پر مشرق کی جانب رکھ کر عمل کیا جائے گا (افرادالمقال)

مذکورہ عبارت میں ابو ریحان البیرونی نے طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق، یعنی فجر اور عشاء کے وقت کے ہمیشہ اٹھارہ 18 درجہ پر ہونے کی تصریح کردی ہے، جس میں کوئی ابہام نہیں، اور بعض ابنائے زمانہ کا ابو ریحان البیرونی کی اس طرح کی تصریحات کو نظر انداز کرکے ”طلوعِ فجر“ اور غیوبِ شفق“ سے صبح کاذب، اور شفقِ کاذب کو اٹھارہ 18 درجہ پر قرار دینے کی کوشش کرنا، علمی دیانت داری میں داخل نہیں کہلایا جاسکتا۔

اب اس تفصیل کو ذہن میں رکھ کر مذکورہ اور ان جیسی عبارات کے متعلق منسلکہ رسالہ نگار کا فلسفہ بھی ملاحظہ کرلیا جائے، فرماتے ہیں:

فلکیات میں جو مطلق صبح کا لفظ ہے، وہ حقیقت میں صبح کاذب ہے، لیکن فلکیات والوں نے اس کے ساتھ کاذب کا لقب اس لئے نہیں لگایا کہ کاذب اور صادق کے القاب، اسلامی اور شرعی القاب ہیں، اسلام سے پہلے ان القاب کا وجود نہیں تھا، اس اصطلاح کو مسلمان ماہرین بھی استعمال کرتے ہیں کہ صبح کا لفظ مطلق استعمال کرتے ہیں، اور اس کے لئے 18 درجے بتاتے ہیں، لیکن مسلمان ماہرین کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ یہ صبح کاذب ہے، بعض مسلمان ماہرین کبھی کبھی اس کے ساتھ کاذب کی قید لگاتے ہیں، لیکن اکثر حضرات کے ذہن میں اس قید کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ ان کے یہاں یہ طے ہے کہ 18 درجہ پر جو صبح نمودار ہوتی ہے وہ صبح کاذب ہے، چاہے اس کے ساتھ کاذب کی قید ہو، یا نہ ہو (صبح صادق اور عشاء کا صحیح وقت، حقیقت میں پندرہ درجے کے مطابق ہے، صفحہ نمبر ۲۲، مطبوعہ: مدرسہ تعلیم الاسلام، چارسدہ، اشاعتِ اول ۱۴۳۹ھ)

پھر موصوف آگے فرماتے ہیں کہ:

ان سب عبارات میں جس صبح کا ذکر ہے، اس کے ساتھ صادق کا لفظ نہیں ہے، بلکہ مطلق صبح کا لفظ ہے، اور مطلق صبح سے کاذب مراد ہوا کرتی ہے (صبح صادق اور عشاء کا صحیح وقت، حقیقت میں پندرہ درجے کے مطابق ہے، صفحہ نمبر ۲۲، مطبوعہ: مدرسہ تعلیم الاسلام، چارسدہ، اشاعتِ اول ۱۴۳۹ھ)

واقعہ یہ ہے کہ موصوف کی اس طرح کی باتوں کی حیثیت ان کی ذاتی خوش فہمی سے زیادہ نہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ کاذب کے معنیٰ جھوٹی کے ہیں، اور صادق کے معنیٰ سچی کے ہیں، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ کاذب دراصل صبح ہے ہی نہیں، صبح دراصل صادق ہی ہے، اور جب کسی چیز کو مطلق بولا جاتا ہے، تو اس سے اصل اور کامل ہی مراد ہوا کرتا ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ مسلمان اصحابِ فلکیین نے اکثر وبیشتر اس کے درجہ کا بیان نمازوں کے اوقات کے ذیل میں کیا ہے، جو کہ حکمِ شرعی ہے، اور کاذب، اور اس کے درجہ کے ساتھ کونسی نماز کا وقت وابستہ ہے، جو اس کو بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی، اور صادق کے درجہ سے بالکلیہ سکوت اختیار کرلیا، جس کے لئے باب قائم کیا گیا۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس کے درجہ کو بیان کرتے وقت بہت سے حضرات نے صادق کی قید بھی لگائی ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ جن متاخرین نے اس کو صادق کے بجائے کاذب سمجھا، وہ خود تسامح پر مبنی ہے، چہ جائیکہ ان کے قول کو سابق حضرات پر حجت قرار دیا جائے۔

اور اس ضمن میں منسلکہ رسالہ نگار نے جو حوالہ جات ذکر کیئے ہیں، وہ سب مذکورہ متقدمین کے بعد متاخرین کے ہیں، جن میں ایک دوسرے کی تسامح میں اتباع کی گئی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اور موجودہ دور کی تمام تر تحقیقات البیرونی کے اسی موقف کی تائید کرتی ہیں کہ انہوں نے جو صادق کی یہ صفت بیان کی کہ:

"البیاض المنبسط علی الافق بالعرض"

تو اس صفت والی روشنی جو افق پر معترض حالت میں ظاہر ہوکر منبسط، ومنتشر ہوتی اور پھیلتی ہے، اور وہ اٹھارہ درجہ پر ظاہر ہوتی ہے، اس کی ابتدائے طلوع کو:

"Astronomical Twilight, Dawn"

کہا جاتا ہے، اور دوسری طرف سے اسی اٹھارہ درجہ پر اس کے انتہائے غروب کو:

Astronomical Twilight Dusk

کہا جاتا ہے۔

ابوریحان البیرونی کا دوسرا حوالہ

اور ابوریحان البیرونی نے "**مقالۃ فی الطریق بإستعمال فنون الأسطرلاب**" میں

پہلے نصفِ نہار، زوال، اور ارتفاعِ عصر کی الگ الگ فصلیں، قائم کی ہیں، پھر اس کے بعد طلوعِ فجر اور مغیبِ شفق کے اوقات کی معرفت کی ایک مستقل فصل قائم کی ہے، چنانچہ اس میں البیرونی نے تحریر کیا:

الفصل الرابع: فی معرفة وقتی طلوع الفجر ومغیب الشفق: للشمس من ضوئها ثلث طلائع تطلع أمامها، وأولاها الصبح الكاذب المستطيل المرتفع مستدقا ويعرف بذنب السرحان شبيها ولايجرى عليه حل أو عقد.

والثانية الفجر المعترض المنبسط على الأفق وعليه يجرى أحكام الصوم والصلوة.

والثالثة الحمرة المنتشرة على الأفق إذا أزف طلوع الشمس وهى تحتفّ بها حتى تطلع فيها ويبقى فى عقابيلها إلى أن يصفر عند إرتفاعها ويبقى فيها.

وللشمس منها أيضا ثلث ساعات تتبعها بعد غيابها، هى تطانب تلك الطلائع منعكسة الترتيب وأولاها الحمرة المنتشرة على الأفق بعد مغيبها نظيرة الطليعة الثالثة وهى الشفق عند أصحاب الحديث، والثانية البياض المنبسط على الأفق نظيرة الطليعة الثانية التى هى الفجر وهو الشفق عند أصحاب الرأى، والثالثة البياض المستطيل المستدق الباقى إلى العتمة وبعدها نظيرة الطليعة الأولى فسمه شفقا كاذبا أو ما شئت فليس يجرى عليه حكم بل لا يكاد يفطن له العوام كما يشعرون بالصبح الكاذب .

وللذى تجرى عليه الأحكام (فى) بعض الأسطرلابات قوسان مشابهتان لخطوط الساعات المعوجة، مكتوب عند شرقيهما طلوع الفجر وعند الغربية مغيب الشفق يبلغهما درجة الشمس عند وقتيهما (مقالة فى الطريق بإستعمال فنون الأسطرلاب، صفحه ٣٠، الباب الثامن، الفصل الرابع)

ترجمہ: چوتھی فصل: طلوعِ فجر اور غروبِ شفق کی معرفت کے بارے میں ہے۔

سورج کی روشنی کے تین طلائع ہیں، جو سورج سے پہلے طلوع ہوتے ہیں، پہلا صبح کاذب ہے، جو مستطیل ہوتا ہے اوپر کی طرف دقیق انداز میں ہوتا ہے، اور اس کو ذنبِ سرحان کی مشابہت سے پہچانا جاتا ہے، لیکن اس پر کوئی حل وعقد کا معاملہ

جاری نہیں ہوتا، اور دوسرا فجرِ معترض کہلاتا ہے، جو افق پر پھیلنے والا ہوتا ہے، اور اسی پر نماز اور روزہ کے احکام جاری ہوتے ہیں۔

اور تیسرا حُمرہ کہلاتا ہے، جو افق پر منتشر ہوتا ہے، جب طلوعِ شمس قریب ہوجاتا ہے، اور وہ افق کو گھیر لیتا ہے، یہاں تک کہ اسی کے اندر سورج طلوع ہوجاتا ہے، اور یہ سورج کے طلوع کے ساتھ باقی رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ سورج طلوع ہوتے وقت پیلا ہوجاتا ہے، اور یہ اسی میں باقی رہتا ہے۔

اور سورج کے غروب ہونے کے بعد بھی تین ہی ساعات ہیں، جو غروب کے بعد آتی ہیں، اور اس مذکورہ ترتیب کے برعکس اسی طرح سے ہوتی ہیں، جن میں سے پہلی حمرہ ہے، جو سورج غروب ہونے کے بعد افق پر منتشر ہوتی ہے، اور یہ تیسرے طلوع کی نظیر ہے، اور اصحاب حدیث کے نزدیک یہی شفق ہے، اور دوسری ساعت وہ بیاض ہے جو افق پر پھیلتی ہے، جو اس دوسرے طلوع کی نظیر ہے، جو کہ دراصل فجر ہے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہی شفق ہے، اور تیسری بیاضِ مستطیل ہے، جو دقیق ہوتی ہے، اور عشاء کے وقت، اور دیر تک باقی رہتی ہے، جو پہلے طلوع کی نظیر ہے، پس اس کا شفقِ کاذب نام رکھ لیجئے، یا جو نام چاہیں، وہ رکھ لیں، پس اس پر کوئی حکم جاری نہیں ہوتا، بلکہ قریب ہے کہ اس سے عوام آگاہ بھی نہ ہوں، جس طرح وہ صبح کاذب سے واقف ہوتے ہیں۔

اور جس روشنی پر احکام جاری ہوتے ہیں، اس کے لئے بعض اسطرلاب میں دو قوسیں ہوتی ہیں، جو ساعاتِ معوجہ کے خطوط کے مشابہ ہیں، ان کے مشرق میں طلوعِ فجر اور مغرب میں غیوبِ شفق لکھا ہوا ہوتا ہے، ان دونوں کو سورج کا درجہ اپنے اوقات میں پہنچ جاتا ہے (مقالة فی الطریق بإستعمال فنون الأسطرلاب)

فائدہ: اس کے بعد البیرونی نے ان دونوں اوقات کی معرفت کے طریقہ کو بیان کیا ہے، جن کے ضمن میں پہلے قوسیں مخطوط ہونے کی صورت میں دونوں اوقات کو معلوم کرنے کا طریقہ،

ساعاتِ مستویہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اور پھر اس کے بعد اُس زمانہ میں رائج مختلف طرح کے اسطرلابات کے ذریعہ سے طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق کے درجہ کو معلوم کرنے کی صورتوں پر کلام کیا ہے، جن میں سب جگہ اٹھارہ 18 درجہ پر طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق کا حکم بیان کیا ہے۔

چنانچہ فرمایا:

فإن لم يكن هاتان القوسان مخطوطين، فضع نظير درجة الشمس على المقنطرة الثامنة عشر فى جانب المغرب وعلّم على موضع المرى علامة ثم ادر العنكبوت مستويا حتى توافى درجة افق المشرق، فما تحرك المرى عن عند العلامة فهو الدائر من الازمان ، فاجعل ساعات وكسورها .
ولمعرفة ما بين معرفة غروب الشمس و مغيب الشفق، ضع درجة الشمس على أفق المغرب وعلّم على موقع المرى ثم ضع نظير درجة الشمس على المقنطرة الثامنة عشرة فى جانب المشرق.
وانظر كم زال المرى من العلامة، فهو الدائر بينهما فاجعله ساعات(مقالة فى الطريق بإستعمال فنون الأسطرلاب، صفحه ٣١، الباب الثامن، الفصل الرابع)

ترجمہ: پھر اگر یہ قوسین مخطوط نہ ہوں، تو (طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ) آپ سورج کے جزء کی نظیر کو 18 درجے پر رکھیں مغرب کی طرف، اور اس کے موضعِ مری میں علامت قائم کردیں، پھر عنکبوت کو مستوی طریقہ پر گھمائیں، یہاں تک کہ وہ مشرقی افق کے درجہ کے موافق ہوجائے، پس مری علامت کے وقت جہاں حرکت کرے، تو وہی زمانوں کا دائرہ ہے، پھر آپ اس کو گھنٹے اور منٹ بنالیں۔

اور غروبِ شمس اور غیوبِ شفق کے مابین کی معرفت کے لئے سورج کے درجہ کو مغربی افق میں رکھ کر اس کے موضعِ مری میں علامت قائم کردیں، پھر سورج کے درجہ کی نظیر کو 18 درجے پر رکھیں، مشرق کی طرف، اور دیکھیں کہ مری کتنا علامت

www.idaraghufran.org

سے زائل ہوا، پس وہی دونوں کے درمیان کا دائرِ وقت ہے، پھر اس کو آپ گھنٹوں میں بنالیں (مقالة فی الطریق بإستعمال فنون الأسطرلاب)

اس کے بعد دوسرے انواع کے اسطرلاب کے ذریعہ معرفت کے طریقے بیان کئے ہیں، ان میں بھی اٹھارہ 18 درجہ کو ہی بیان کیا ہے۔

ابوریحان البیرونی نے طلوعِ فجر کے وقت کی معرفت میں پہلے تو یہ فرمایا کہ:

”والثانیة الفجر المعترض المنبسط علی الأفق وعلیه تجری أحکام الصوم والصلوٰة“

اور پھر اس کے بعد اسی فجرِ معترض، جس پر نماز روزہ کے احکام جاری ہوتے ہیں، اس کے اٹھارہ 18 درجہ پر طلوع کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”وللذی تجری علیه الأحکام فی بعض الأسطرلابات قوسان“

پس ابوریحان البیرونی نے مذکورہ عبارت میں جس فجر پر احکام جاری ہوتے ہیں، یعنی صبح صادق، اور اس کی اور اس کی نظیر شفق کی دو متشابہ قوسوں کے ہونے کا ذکر فرمایا تھا، اس کے بعد اسی کی قوس کے اٹھارہ 18 درجہ پر طلوع ہونے کی، اور غروب کے بعد اس کی نظیر بیاضِ صادق کے بھی اٹھارہ 18 درجہ پر غروب ہونے کی تصریح فرمائی ہے، انہوں نے نہ تو صبح کاذب کے ظہور کے درجہ کو بیان کیا، اور نہ ہی شفقِ کاذب کے ظہور کے درجہ کو بیان کیا، بلکہ اس کے رات گئے تک باقی رہنے کی تصریح کردی، یہی حال صبح کاذب کا بھی ہے کہ وہ بھی صبح صادق سے کافی پہلے ظاہر ہوسکتی ہے، کیونکہ دونوں کا تکون اور صفت ایک ہی ہے۔ [1]

---

[1] (العتمة) وقت صلاة العشاء .قال الخلیل :العتمة الثلث الأول من اللیل بعد غیبوبة الشفق . وقد (عتم) اللیل من باب ضرب .و (عتمته) ظلامه و (أعتمنا) من العتمة کأصبحنا من الصبح و (عتم تعتیما) سار فی ذلک الوقت(مختار الصحاح، ص ۲۰۰ ،باب العین،مادة”ع ت م“)

عتمة [مفرد]: ج عتمات:

1– ظلمة اللیل "سار فی العتمة– استتر اللص بعتمة اللیل محاولا السرقة."

2– وقت صلاة العشاء، وهو الثلث الأول من اللیل بعد غیبوبة الشفق(معجم اللغة العربیة المعاصرة، ج ۲، ص ۱۴۵۵ ،باب العین،مادة”ع ت م“)

www.idaraghufran.org

ابو ریحان البیرونی نے دیگر مقامات پر بھی تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ یہی حکم بیان کیا ہے۔

پس ابو ریحان البیرونی کی بعض عبارات میں اٹھارہ 18 درجہ پر طلوعِ فجر اور غروبِ شفق سے بعض حضرات کا صبح کاذب کے طلوع اور شفقِ کاذب کے غروب کو مراد لینا، شدید تسامح پر مبنی ہے، جو بعض متاخرین شراح کو لگی ہوئی ایک غلط فہمی سے پیدا ہوئی اور پھر بعض حضرات نے اس کو تسامح سمجھنے کے بجائے ''صواب'' سمجھ کر شدومد کے ساتھ آگے چلانے کی کوشش کی۔

اس موقع پر یہ بھی ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ صبح کے وقت کاذب کو سب سے پہلے طلوع ہونے کا جو ذکر کیا جاتا ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوا کرتا کہ پہلے کاذب طلوع ہوتی ہے، اور وہ مسلسل جاری رہتی ہے، پھر اسی سے صادق کا طلوع ہو جاتا ہے۔

ایسا سمجھنا، فقہی، اور فلکی کسی بھی اعتبار سے درست نہیں، کیونکہ فقہاء تو دونوں کے درمیان ظلمت کی تصریح کر چکے ہیں، اور فلکی اعتبار سے کاذب، افق سے دور اور فاصلہ پر ہوتی ہے، اسی لئے وہ مستطیل ہوتی ہے، اور اس کا زیرِ افق فاصلہ ہر جگہ اور ہمیشہ کے لئے متعین نہیں کیا جا سکتا، جبکہ صادق ہمیشہ افق پر ہوتی ہے، اسی لئے وہ معترض اور منتشر ہوتی ہے، اور اس کا ہمیشہ کے لئے زیرِ افق متعین فاصلہ معلوم کرنا ممکن ہے۔

اور یہ بات ناقابلِ تردید شواہد اور جدید ترین تحقیقات سے ثابت ہو چکی ہے کہ اٹھارہ درجہ پر ظاہر ہونے والی روشنی ''Astronomical Twilight, Dawn'' افق پر ہوتی ہے، اور ظاہر ہونے کے بعد سورج کے طلوع ہونے تک مسلسل مستطیر و منتشر ہوتی، اور بڑھتی رہتی ہے، اور اسی بنیاد پر اس کی چند اقسام عمل میں لائی گئی ہیں۔

ابو ریحان البیرونی کا تیسرا حوالہ

ابو ریحان البیرونی اپنی مشہور تالیف ''القانون المسعودی'' میں لکھتے ہیں:

اَلْـفَـجْـرُ وَهُـوَ ثَـلَاثَـةُ اَنْوَاعٍ :اَوَّلُهَا مُسْتَدِقٌّ مُسْتَطِيْلٌ مُنْتَصِبٌ يُعْرَفُ بِالصُّبْحِ

www.idaraghufran.org

الْكَاذِبِ وَ يُلَقَّبُ بِذَنَبِ السَّرْحَانِ وَ لَا يَتَعَلَّقُ بِهٖ شَيْئٌ مِّنَ الْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ وَ لَا مِنَ الْعَادَاتِ الرَّسْمِيَّةِ.وَالنَّوْعُ الثَّانِیُ مُنْبَسِطٌ فِیْ عَرْضِ الْاُفُقِ مُسْتَدِيْرٌ كَنِصْفِ دَائِرَةٍ يَضِيْئُ بِهِ الْعَالَمُ فَيَنْتَشِرُ لَهُ الْحَيْوَانَاتُ وَالنَّاسُ لِلْعَادَاتِ وَتَنْعَقِدُ بِهٖ شُرُوْطُ الْعِبَادَاتِ.وَالنَّوْعُ الثَّالِثُ حُمْرَةٌ تَتْبَعُهَا وَ تَسْبِقُ الشَّمْسَ وَ هُوَ كَالْاَوَّلِ فِیْ بَابِ الشَّرْعِ وَ عَلٰى مِثْلِهٖ حَالُ الشَّفَقِ فَاِنَّ سَبَبَهُمَا وَاحِدٌ وَكَوْنُهُمَا وَاحِدٌ . وَ هُوَ اَيْضًا ثَلَاثَةُ اَنْوَاعٍ مُخَالَفَةَ التَّرْتِيْبِ لِمَا ذَكَرْنَا ، وَ ذٰلِكَ اَنَّ الْحُمْرَةَ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ اَوَّلُ اَنْوَاعِهٖ ، وَ الْبَيَاضَ الْمُنْتَشِرَ ثَانِيُهَا ، وَ اِخْتِلَافُ الْاَئِمَّةِ فِیْ اِسْمِ الشَّفَقِ عَلٰى اَيِّهِمَايَقَعُ اَوْجَبَ اَنْ يُّتَنَبَّهَ لَهُمَا مَعًا . وَالثَّالِثُ اَلْمُسْتَطِيْلُ الْمُنْتَصِبُ الْمُوَازِیُّ لِلذَّنَبِ السَّرْحَانِ ، وَ اِنَّمَا لَا يَتَنَبَّهُ النَّاسُ لَهٗ لِأَنَّ وَقْتَهٗ عِنْدَ اِخْتِتَامِ الْاَعْمَالِ وَاِشْتِغَالِهِمْ بِالْاِكْتِنَانِ، وَاَمَّا وَقْتُ الصُّبْحِ فَالْعَادَةُ فِيْهِ جَارِيَةٌ بِاِسْتِكْمَالِ الرَّاحَةِ وَ التَّهَيُّئِ لِلتَّصَرُّفِ فَهُمْ فِيْهِ مُنْتَظِرُوْنَ طَلِيْعَةَ النَّهَارِ لِيَأْخُذُوْا فِی الْاِنْتِشَارِ فَلِذٰلِكَ ظَهَرَ لَهُمْ هٰذَا وَ خَفِیَ ذَالِكَ ، وَ بِحَسْبِ الْحَاجَةِ اِلَى الْفَجْرِ وَ الشَّفَقِ رَصَدَ اَصْحَابُ هٰذِهِ الصِّنَاعَةِ اَمْرَهٗ فَحَصَلُوْا مِنْ قَوَانِيْنِ وَقْتِهٖ اَنَّ اِنْحِطَاطَ الشَّمْسِ تَحْتَ الْاُفُقِ مَتٰى كَانَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ جُزْءًا كَانَ ذَالِكَ الْوَقْتُ طُلُوْعَ الْفَجْرِ فِی الْمَشْرِقِ وَ وَقْتَ مُغِيْبِ الشَّفَقِ فِی الْمَغْرِبِ وَ لَمَّا لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مُعَيَّنًا بَلْ بِالْاَوَّلِ مُخْتَلِطًا اُخْتُلِفَ فِیْ هٰذَا الْقَانُوْنِ فَرَاٰهُ بَعْضُهُمْ سَبْعَ عَشَرَ جُزْءًا (القانون المسعودی،جلد دوم،ص۳۳۷وص۳۳۸،اول المقالة الثامنة ،الباب الثالث عشر : فی اوقات طلوع الفجر ومغيب الشمس ،مطبوعة:دارالكتب العلمية،بيروت لبنان،الطبعة الأولٰى: ۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۲م)

ترجمہ: فجر: جس کی تین انواع ہیں:

پہلی نوع وہ ہے، جو باریک، لمبی اور کھڑی ہوتی ہے، جو صبح کاذب کے نام سے معروف ہے، اور اس کو ذنبُ السرحان (یعنی بھیڑیے کی دُم) کا لقب بھی دیا جاتا ہے، اور اس کے ساتھ شرعی احکام اور رسمی عادات میں سے کسی چیز کا تعلق نہیں ہے۔

اور دوسری نوع وہ ہے، جو اُفق کی چوڑائی میں نصف گول دائرے (یعنی قوس) کی شکل میں پھیلی ہوئی (یعنی معترض) ہوتی ہے، جس سے عالَم روشن ہوجاتا ہے، پھر اُس روشنی سے حیوانات اور انسان اپنی عادات کے مطابق اُٹھ جاتے ہیں، اور عبادات کی شرائط (مثلاً فجر کی نماز کی صحت اور روزے کی ابتداء) اسی کے ساتھ وابستہ ہیں۔

اور تیسری نوع وہ ہے جو سُرخ رنگ کی ہوتی ہے، اور یہ دوسری نوع کے بعد اور سورج طلوع ہونے سے پہلے آتی ہے، اور یہ بھی شریعت کے باب میں پہلی نوع کی طرح ہے (کہ اس سے بھی شرعی احکام کا تعلق نہیں)

اور اسی طرح (سورج غروب ہونے کے بعد) شفق کا بھی معاملہ ہے، اس لیے کہ دونوں (یعنی طلوع سے پہلے اور غروب کے بعد کی روشنی) کا سبب اور تکوّن ایک ہے، جس کی ترتیب فجر کی مذکورہ تفصیل سے اُلٹی ہے، اور وہ اس طرح کہ سورج غروب ہونے کے بعد سُرخی پہلی نوع ہے، اور منتشر سفیدی دوسری نوع ہے، اور ائمہ کے اس اختلاف نے کہ شفق کا نام ان دونوں میں سے کس پر واقع ہوگا؟ ضروری ہوا کہ ایک ساتھ دونوں سے آگاہ ہوا جائے، اور تیسری نوع لمبی اور کھڑی ہوتی ہے، جو ذنبِ سرحان (یعنی بھیڑیے کی دُم) کے مثل ہوتی ہے، اور لوگ (شفق کی اس تیسری) نوع سے اس لیے آگاہ نہیں ہوتے کہ اس کا وقت لوگوں کے معمولات ختم ہونے اور سَر چھپانے (یعنی نیند) کا وقت ہوتا ہے، اور چونکہ صبح کے وقت لوگ اپنی عادت کے مطابق رات کو آرام کرکے نہار (شرعی) کے طلوع ہونے کا انتظار کرتے ہیں، تاکہ وہ اپنے اپنے معمولات کی طرف نکلیں، پس اس وجہ سے لوگوں پر یہ (صبح کاذب کی روشنی) ظاہر ہوگئی، اور وہ (یعنی شفقِ ابیض کے بعد کی بیاضِ مستطیل) مخفی رہ گئی۔

اور فجر اور شفق کی ضرورت (دینی ضرورت، مثلاً روزے اور فجر وعشاء کی نماز کے

اوقات اور دنیوی ضرورت وعادت، مثلاً استراحت کے آغاز واختتام اور معاش اور کام کاج کے لئے نکلنے) کی وجہ سے اس فن کے لوگوں نے اس معاملے کی جستجو کی اور اس وقت کے قوانین سے یہ بات حاصل کی کہ:

جب سورج اُفق سے اٹھارہ 18 درجے نیچے ہوتا ہے، تو یہ وقت مشرق میں فجر کے طلوع ہونے اور مغرب میں شفق کے غائب ہونے کا ہوتا ہے، اور جبکہ یہ معین چیز نہیں تھی، بلکہ اول (یعنی مستطیل) کے ساتھ مختلط تھی، تو اس قانون میں اختلاف ہو گیا، پس بعضوں نے اس کو سترہ درجے پر خیال کیا (القانون المسعودی)

اس عبارت میں بھی طلوعِ فجر کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، جس سے وہی فجر مراد ہے، جو اصل اور سچی ہے، اور اس کے ساتھ مسلمانوں کے احکامِ شرعیہ اور لوگوں کی عاداتِ رسمیہ وابستہ ہیں، اور اتنی اہم چیز کے درجہ سے سکوت اختیار کر کے، ایسی چیز کے درجہ کو بیان کرنے کے کوئی معنیٰ نہیں کہ جس سے ان میں سے کوئی چیز بھی وابستہ نہ ہو، جیسا کہ بعض ابنائے زمانہ کی نرالی منطق ہے، جس کی ہم نے اپنی دوسری مفصل تالیفات میں مزید توضیح کر دی ہے۔

اور مذکورہ عبارت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ چونکہ کاذب کے ساتھ مختلط ہوتی ہے، اس اختلاط والتباس کی وجہ سے بعض نے اس کو اٹھارہ 18 کے بجائے، سترہ 17 درجہ پر گمان کیا۔

مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ، اپنے رسالہ ''صبح صادق'' میں فرماتے ہیں:

''یہ امر احادیث وفقہ سے ثابت ہے، اور اس پر پوری امت کا اجماع ہے کہ صبح کاذب کی روشنی افق سے اوپر کو مستطیل ہوتی ہے، اور صبح صادق معترض (شمالاً، جنوباً پھیلنے والی) ہوتی ہے، اور بقول بیرونی، نصف دائرہ کی شکل بن جاتی ہے، اس معیار کو مدِ نظر رکھ کر ہر شخص مشاہدہ کر کے یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ پرانے نقشوں کے وقت پر ظاہر ہونے والی روشنی، صبح کاذب ہے، کیونکہ یہ مستطیل ہو گی۔

حضرت مفتی (محمد شفیع) صاحب کی خود نوشتہ روئیداد کے مطابق بھی اس وقت ٹنڈو آدم اور کراچی میں طولانی روشنی نظر آئی۔

فلکیاتِ قدیمہ میں بھی اس کی تصریح ہے کہ اس وقت ظاہر ہونے والی روشنی مستطیل ہوتی ہے، انہوں نے یہ فیصلہ رصد گاہ سے مشاہدات کے بعد کیا ہے، جب اس روشنی کے طول سے اس کا عرض زیادہ ہونے لگے، تب صبح صادق کی ابتداء ہوگی، جس کا وقت میرے نقشے کے مطابق ہوگا، جیسا کہ ٹنڈو آدم کے مشاہدات میں ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے صبح صادق کی واضح علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ صبح کا سفید تاگہ، سیاہ تاگے سے متمیز ہو جائے، یہ سفید اور سیاہ تاگے، پرانے نقشوں کے وقت پر آپ کو کہیں نظر نہیں آئیں گے، ۱۵ درجہ زیرِ افق کے وقت صبح کی روشنی اور اس کے نیچے افق کی ظلمت کے مقامِ اتصال پر شمالاً جنوباً سفید اور سیاہ تاگے کی صورت نظر آتی ہے، مطلع صاف نہ ہو، تو اس کا مشاہدہ ذرا، اور بھی مشکل اور دیر سے ہوتا ہے......

صبح صادق کی ابتداء میں قدرے سرخی کی آمیزش ہوتی ہے، پرانے نقشوں کے وقت آپ کو خالص سفیدی نظر آئے گی، سرخی کا احساس ۱۵ درجہ زیرِ افق سے قبل کسی حالت میں بھی نہیں ہوگا، اور مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں ۱۵ درجہ زیرِ افق سے بھی بعد میں ہوگا (صبح صادق، ص۳ ''خلاصۂ تحقیق''، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۵۹، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

اس سلسلہ میں پہلی بات تو عرض ہے کہ کاذب کی روشنی صرف افق سے اوپر کو مستطیل ہی نہیں ہوتی، بلکہ وہ سرے سے افق پر ہوتی ہی نہیں، بلکہ افق سے دور اور فاصلہ پر ہوتی ہے، جو خود اس کے کاذب ہونے کی دلیل ہے، جبکہ صادق درحقیقت افق پر ہوتی ہے، جو اس کے صادق ہونے کی دلیل ہے، اور البیرونی نے افق کی صادق روشنی کو ہی کاذب مستطیل کے مقابلہ میں نصف دائرہ کی شکل میں معترض کہا ہے، اور اسی کو دوسرے حضرات نے قوس نما کہا ہے، ظاہر ہے کہ قوس بھی نصف دائرہ کی شکل میں معترض ہوتی ہے۔

اس لئے اگر البیرونی ہی کی بات کو لے لیا جائے، تو جب انہوں نے خود اٹھارہ 18 درجہ پر ظاہر

ہونے والی روشنی کو صبح صادق قرار دے دیا، تو پھر اسی سے اس کے فجرِ کاذب ہونے کی نفی، اور بیاضِ معترض، اور نصف دائرہ کی شکل میں ہونے، یعنی سب چیزوں کا ثبوت بھی ہوگیا۔

اگر ابوریحان البیرونی ہی کو اپنی بیان کردہ صادق کی شکل اٹھارہ 18 درجہ پر دکھائی دے رہی ہو، تو اس کے مقابلہ میں مفتی صاحب موصوف کی کوئی دوسری تاویل وتوجیہ مقصود میں مخل نہ ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ البیرونی نے صرف ایک مقام پر یہ فرمایا ہے کہ:

”مُنبَسِطٌ فِیْ عَرْضِ الْاُفُقِ مُسْتَدِیْرٌ کَنِصْفِ دَائِرَۃٍ“

اس کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ سورج مستدیر اور زمین سے بڑا، اور فاصلہ پر ہے، اس لئے زمین کے اوٹ میں ہونے کی صورت میں، اس کی افق پر جب بھی ابتدائی روشنی پڑتی ہے، وہ نصف دائرہ کے مثل معترض ہی ہوتی ہے، اور نصف دائرہ کا عرض اس کی لمبائی سے زیادہ ہوا کرتا ہے، پس اس سے ”مستطیل“ کے مقابلہ میں ”معترض“ ہونے کو ہی بتلانا مقصود ہے، یہی وجہ ہے کہ خود البیرونی نے ہی دوسری عبارات میں اس نصف دائرہ کے مثل ہونے کے بیان کی بھی ضرورت نہیں سمجھی، بلکہ دوسرے انداز میں اس کے درجہ کے بیان کرنے پر اکتفاء کیا اور ایک مقام پر صرف یہ فرمایا کہ:

”البیاض المنبسط علی الافق بالعرض“

یہی صادق کی بنیادی صفتِ صادق ہے، جس میں ”افق پر“ ہونے کی صاف تصریح ہے، اور یہاں معترض کی بحث میں افق پر ظاہر ہونے والی روشنی ہی دراصل زیرِ بحث ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب موصوف نے جو یہ فرمایا کہ:

”اس معیار کو مدِ نظر رکھ کر ہر شخص مشاہدہ کر کے یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ پرانے نقشوں کے وقت پر ظاہر ہونے والی روشنی صبح کاذب ہے، کیونکہ یہ مستطیل ہوگی“

تو خود البیرونی کی یہ تصریح آگے آتی ہے کہ:

”وھذا المقدار مأخوذ من التجربۃ المتواترۃ والامتحان المترادف“

www.idaraghufran.org

اوراسی کے متعلق جمہور متقدمین ومتاخرین کا بھی موقف ہے، تو وہ یہ فیصلہ خود ہی کر چکے ہیں کہ پرانے نقشوں کے مطابق (جو مفتی صاحب موصوف کے بیان واعتراف کے مطابق اٹھارہ 18 درجہ کے مطابق ہیں) اٹھارہ 18 درجہ پر ظاہر ہونے والی روشنی صبح صادق، اور معترض ہوتی ہے، تو جمہور رصد گاہوں سے مسلسل مشاہدات کرنے کے بعد اس کے کاذب ہونے کی بھی نفی فرما چکے ہیں، اور مستطیل ہونے کی بھی نفی فرما چکے ہیں، اور مفتی صاحب موصوف نے جن حوالہ جات کو فلکیاتِ قدیمہ کی تحقیق سمجھا ہے، وہ حوالہ جات متاخرین کے ہیں، اور ٹنڈو آدم اور کراچی کے مشاہدات کے اصل نتائج، جو مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ودیگر شرکاء نے خود اپنے قلم سے بیان وتحریر کیے، وہ مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی کے بیان کردہ اس نتیجہ سے یکسر مختلف ہیں، جس کی مکمل روئیداد ہم نے اپنی دوسری مطبوعہ تالیفات میں ذکر کر دی ہے۔

اور جمہور متقدمین نے مسلسل رصد گاہوں کے ذریعہ جو اٹھارہ 18 درجہ پر صبح صادق کا مشاہدہ کیا، اور مفتی رشید احمد صاحب کے بقول اسی کے مطابق پرانے نقشے ہیں، تو انہوں نے قرآن وسنت کی تعلیمات کو ملحوظ رکھ کر ہی سفید دھاگہ کو سیاہ دھاگہ سے متمیز ہو کر کیا، اور ان کو اٹھارہ 18 درجہ پر ہی شمالاً جنوباً معترض روشنی نظر آئی۔

اور صبح صادق کے اس ابتدائی لمحہ میں اگر کسی کو افق پر معترض روشنی کے باوجود، افق سے اوپر فاصلہ پر کوئی طولانی روشنی نظر آئے، تو یہ طلوعِ صبح صادق کے منافی نہیں، جس کی تفصیل ہم نے باحوالہ دوسری تالیف ''کشف الغطاء'' میں بیان کر دی ہے۔

اور ہم دوسرے مقام پر واضح کر چکے ہیں کہ اگر افق پر بیاضِ معترض موجود ہو، تو اس سے فاصلہ پر طولانی روشنی کا نظر آنا، طلوعِ صادق کے لئے مانع نہیں، کیونکہ صادق کی معترض روشنی کے افق پر ہونے کی حدِ تام موجود ہے، اور افق سے دور کا حصہ اس سے خارج ہے۔

اس لئے مفتی صاحب موصوف کی نہ تو البیرونی، یا جمہور متقدمین کی طرف اس درجہ پر ظاہر ہونے والی روشنی کے کاذب قرار دینے کی نسبت کا راجح ہونا ثابت ہوا، نہ ہی اس کے متعلق

دوسری تاویلات کا راجح ہونا ثابت ہوا، بلکہ ہر جہت سے مرجوح ہونا ثابت ہوا، اسی لئے مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا یوسف بنوری صاحب ودیگر جمہور نے اس سے اتفاق نہیں کیا، بلکہ برملا اختلاف کا اعلان کیا۔

اس حقیقت سے واقف ہونے کے باوجود مذکورہ حضرات کی طرف دوسری نسبت کرنا، درست نہیں کہلایا جاسکتا۔

رہا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب کا صبح صادق کی ابتدائی روشنی میں سرخی کی آمیزش ہونے اور اٹھارہ 18 درجہ پر ظاہر ہونے والی روشنی کے خالص سفید ہونے کا دعویٰ، تو اگر مفتی صاحب موصوف کو یہ بات مسلم ہو کہ اٹھارہ 18 درجہ پر سفید روشنی افق پر موجود ہوتی ہے، تو یہی اس کے صادق ہونے کی دلیل ہے، جس کے بعد سرخی کی آمیزش کی ہرگز ضرورت نہیں، جیسا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک سورج غروب ہونے کے بعد ''شفقِ ابیض'' کا غروب ضروری ہے، جس کے غروب ہوتے وقت سرخی کی آمیزش ہرگز ضروری نہیں، بعض اوقات سرخی کی آمیزش کا احساس موسمی تغیرات کی وجہ سے ممکن ہے، لیکن اس پر نہ تو شفقِ ابیض کا غروب موقوف ہے، نہ ہی طلوعِ صبح کا وجود موقوف ہے، جبکہ عربی میں بعض اوقات ''ابیض'' پر ''احمر'' کا اطلاق بھی ہوتا ہے، جس کا بعض احادیث میں بھی ذکر ہے، اور ہم نے اپنی دوسری تالیف میں اس پر تفصیلی کلام کردیا ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض محققینِ فلکیات نے 18 درجہ پر، صبح صادق کی ابتداء میں سرخی کا بھی ذکر کیا ہے، جیسا کہ طوسی کے حوالہ سے آگے آتا ہے۔ [1]

پھر جب جمہور نے مسلسل مشاہدات کے بعد اٹھارہ 18 درجہ پر ظاہر ہونے والی روشنی کو صبح صادق وطلوعِ فجر قرار دے دیا، تو ان کے مقابلہ میں، اس قسم کی باتوں اور تاویلوں کی زیادہ اہمیت نہیں، خواہ ایسی باتوں کو کتنے زوردار انداز میں کیوں نہ بیان کیا جائے۔

---

[1] ثم تتلاشی النور ، ویحمر الافق، اذ یخرج النور من المخروط بالتدریج، ویسمی الصبح الصادق، ویکون حینئذ بین الافق والشمس "یح"(18) درجة(زبدة الادراک فی هیئة الافلاک ، المعروف،الزبدة فی الهیئة مع رسالة الابهریة فی علم الهیئة للطوسی، فصل فی معرفة السنة والشهور والنهار واللیل والساعات المستویة،صفحه ۲۴، مخطوطة نمبر ۱۳۳۹)

www.idaraghufran.org

واقعہ یہ ہے کہ مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی کے پندرہ درجہ پر طلوعِ صبح صادق کے اختیار کردہ موقف کی متقدمین میں سے کسی سے بھی تائید نہیں ہوتی، اور جمہور متاخرین کا قول بھی اس کے برخلاف ہے، سوائے چند متسامحین کے، جس کی تفصیل اگلی فصل میں آتی ہے۔

ابوریحان البیرونی کا چوتھا حوالہ

نیز ابوریحان البیرونی نے اپنی تالیف ''کتابُ الاستیعاب'' میں نمازوں کے اوقات کی تخریج اوران کے حسابات پر بحث کی ہے، اور پہلے طلوعِ فجر اور مغیبِ شفق کا بیان کیا ہے، جس کے ضمن میں لکھتے ہیں:

عمل قوسی طلوع الفجر ومغیب الشفق فی الصفایح ،وقد یعمل فی الاسطرلاب قوسا معرفة طلوع الفجر ومغیب الشفق وهما من مقنطرة واحدة علی حسب ما تقدم ذکره ،وعند اهل هذه الصناعة أن طلوع هذه الضیا ومغیبه یتفق بکون الشمس منحط عن الافق تحت الارض سبعة عشر جزءً ا علی دائرة الارتفاع وعند بعضهم ثمانیة عشر جزءً ا، وهذا المقدار مأخوذ من التجربة المتواترة والامتحان المترادف، وما کان وجوده بذالک فلن یخلوا عن وقوع التفاوت والاختلاف فیه، فبایتهما عملنا فانا نستخرج فی الصفیحة مقنطرة الانحطاط المساوی لذالک العدد، ونخطها موثرة فیما بین مداری المنقلبین، فاما مایقع منها داخل دائرة السرطان فلا یوثر ولایعتد به ثم یکتب عند القطعة المشرقیة منها طلوع الفجر وعند المغربیة مغیب الشفق لئلا یختلط بخطوط الساعات.

عمل اول وقت العصر فی صفائح: وقد یعمل ایضا فی الصفیحة خط وقت العصر علی مذهب امامی الفقه الشافعی و ابی حنیفة رحمهما الله (کتاب الاستیعاب للوجوه الممکنة فی صنعة الاسطرلاب، صفحه ۲۹ ،عمل قوسی طلوع الفجر ومغیب الشفق فی الصفایح، مکتبة قطر الوطنیة ، قطر نیشنل لائبریری، مخطوطة)

ترجمہ: صفائح میں طلوعِ فجر اور مغیبِ شفق کے قوسی عمل کی بحث۔

اور بعض اوقات اسطرلاب میں، طلوعِ فجر اور مغیبِ شفق کی معرفت کے لئے قوس

کا عمل کیا جاتا ہے، اور یہ دونوں ایک مقنطرۃ پر ماقبل میں ذکر شدہ طریقہ کے مطابق ہوتے ہیں، اور اس اہلِ فن کے نزدیک اس روشنی کا طلوع اور غیوب سورج کے دائرہ ارتفاع سے سترہ درجہ پر ہوتا ہے، اور بعض کے نزدیک اٹھارہ 18 درجہ پر ہوتا ہے، اور یہ مقدار متواتر تجربہ اور پے در پے امتحان سے ماخوذ ہے، اور اس کا وجود اس درجہ میں تفاوت اور اس میں اختلاف کی بناء پر واقع ہونے سے خالی نہیں، پس ان میں سے جس کے مطابق بھی ہم عمل کریں گے، تو ہم صفیحہ میں اس عدد کے مساوی انحطاط کے مقنطرۃ پر عمل کریں گے۔

اور ہم اس کا موثر خط کھینچ دیں گے، منقلبین کے مدار کے درمیان، اور جو حصہ سرطان کے دائرہ میں داخل ہوگا، تو وہ موثر نہیں ہوگا، اور نہ اس کا اعتبار کیا جائے گا، پھر اس کے مشرقی قطعہ میں ''طلوعِ فجر'' لکھ دیا جائے گا، اور مغربی قطعہ میں ''مغیبِ شفق'' لکھ دیا جائے گا، تاکہ وہ ساعات کے خطوط کے ساتھ خلط ملط نہ ہوں۔

صفائح میں اولِ وقتِ عصر کا عمل: اور بعض اوقات صفیحہ میں فقہ کے دو اماموں، یعنی شافعی اور ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق عصر کے وقت کے خط کا عمل کیا جاتا ہے

(کتاب الاستیعاب)

فائدہ: مذکورہ عبارت میں ابو ریحان البیرونی دراصل نمازوں کے اوقات کی تخریج کر رہے ہیں، جس کے لئے انہوں نے پہلے طلوعِ فجر، اور شفق کا ذکر کیا ہے، جس کے ساتھ فلکی اعتبار سے تین نمازوں کی اداء وقضاء کا تعلق ہے، اور روزہ جیسے فریضہ کے احکامِ شرعی اور لوگوں کی عاداتِ رسمی وابستہ ہیں، اور طلوعِ فجر اور مغیبِ شفق کے درجہ کو اٹھارہ 18، یا سترہ 17 ڈگری پر بیان کیا ہے، اور اس اختلاف کی وجہ پہلے گذر چکی اور آگے بھی آتی ہے۔

اور اس بارے میں البیرونی نے یہ بھی فرمایا کہ:

''وهذا المقدار مأخوذ من التجربة المتواترة والامتحان المترادف''

ظاہر ہے کہ متواتر تجربہ، اور امتحانِ مترادف، دو چار دن نہیں، بلکہ صدیوں پر محیط ہے۔

اور مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ نے مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی سرکردگی میں تین روز کے جس مشاہدہ اور نتیجہ کا اپنے رسالہ ''صبح صادق'' میں ذکر کیا ہے، جس سے خود مفتی محمد شفیع صاحب بھی متفق نہ ہوسکے، اور انہوں نے اس کے برخلاف اٹھارہ 18 درجہ پر صبح صادق کے طلوع کو ہی ترجیح دی، حضرت لدھیانوی کے اس مشاہدہ ونتیجہ کی حیثیت البیرونی کے بیان کردہ اس وضاحت کے سامنے زیادہ اہمیت کی حامل نہیں۔

اور اس کے بعد البیرونی نے عصر کی نماز کے وقت کا ذکر کیا ہے، جس میں عصرِ شافعی وحنفی تک کے اوقات کی تخریج کا بھی ذکر کیا ہے۔

اور پھر آگے چل کر زوال کے وقت کی تخریج کا بھی ذکر کیا ہے، اور اس طرح پانچوں نمازوں کے اوقات کی تخریج کا استیعاب کیا ہے۔

اس موقع پر پوری بحث میں ابوریحان البیرونی نے نہ تو کاذب کا ذکر کیا، نہ ہی اس کے درجہ کا ذکر کیا، اور نہ ہی صادق سے اس کے کسی درجہ کے تفاوت کا ذکر کیا، اور نہ ہی پندرہ درجہ کا کہیں سے کہیں تک نام تک لیا، جس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ کاذب کے ساتھ پانچ فرض نمازوں میں سے کسی بھی نماز کے وقت کا تعلق نہیں، بلکہ کسی نفل ومستحب نماز کے وقت تک کا بھی تعلق نہیں، نہ ہی شریعت کی طرف سے اس کے ساتھ کوئی حکم وابستہ کیا گیا، اور جن احادیث میں اس کا ذکر کیا گیا، ان کا مقصود بھی سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اس کو کسی قسم کی خاطر میں نہ لایا جائے۔

پھر ابوریحان البیرونی نے اٹھارہ 18، یا سترہ 17 درجہ پر ''طلوعِ فجر'' اور ''مغیبِ شفق'' لکھنے کا حکم کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ آج تک کسی عقل مند نے جنتری میں ''کاذب'' کو ''طلوعِ فجر'' کا عنوان دینے اور لکھنے کی جرأت نہیں کی۔

لیکن منسلکہ رسالہ کے مؤلف کی حالت کچھ زیادہ ہی عجیب وغریب، اور حیران کن ہے کہ وہ اس نوعیت کے متنوع ومتعدد درجات ومناصب ''کاذب'' کو سپرد، اور حوالہ کرنے، کرانے کے درپے ہیں۔

ابوریحان البیرونی کا پانچواں حوالہ

نیز ابوریحان البیرونی نے ”کتاب فی إخراج ما فی قوّة الأسطرلاب إلى الفعل“ میں پہلے ”معرفة اوقات الصلوات“ کا عنوان قائم کیا ہے، جس کے ضمن میں ظہر اور عصر کی نمازوں کے اوقات کی تخریج کا طریقہ بیان کیا ہے، پھر اس کے بعد ”معرفة طلوع الفجر ومغيب الشفق“ کا عنوان قائم کیا ہے، جس کے ضمن میں لکھتے ہیں:

اما لمعرفة طلوع الفجر، فضع درجة الشمس على افق المشرق، وعلم على المرى ثم ادر العنكبوت معكوسا حتى يرتفع نظير درجة الشمس على افق المغرب سبعة عشر جزءا وزعم بعض اصحاب التجاريب انه يجب ان يرتفع ثمانية عشر جزءا.

ثم انظر الى المرى كم زال،فلكل خمسة عشر جزءا ساعة مستوية .

وذلك مابين اسفار الفجر وطلوع الشمس.

واما لمعرفة مغيب الشفق ، فاعمل نظير درجة الشمس ما عملت بدرجتها فی طلوع الفجر ، فيخرج لک مابين غروب الشمس ومغيب الشفق

(کتاب فی إخراج ما فی قوّة الأسطرلاب إلى الفعل، صفحه ۳۵،معرفة طلوع الفجر ومغيب الشفق)

ترجمہ: سورج کے درجہ کی نظیر کو مغربی افق میں سترہ درجہ پر رکھیں، اور بعض اہلِ تجاریب کا گمان ہے کہ اٹھارہ 18 درجہ ارتفاع پر رکھنا واجب ہے۔

پھر تم مری کی طرف دیکھو کہ کتنا زائل ہوا، پس ہر پندرہ جزء کے لئے ایک ساعتِ مستوی ہوگی (نہ کہ ساعتِ زمانی) اور یہ مقدار (جو اٹھارہ 18، یا سترہ 17 درجہ کی بیان کی گئی) اسفار اور طلوعِ شمس کے درمیان کی ہے، اور جہاں تک مغیبِ شفق کی معرفت کا تعلق ہے، تو آپ سورج کے درجہ کی نظیر کا اسی مذکورہ درجہ کے مطابق عمل کریں، جو تم کو طلوعِ فجر میں معلوم ہو چکا (کتاب فی إخراج ما فی قوّة الأسطرلاب إلى الفعل)

فائدہ: اس موقع پر البیرونی نے سترہ، اور اٹھارہ 18 درجہ کے جو اقوال ذکر کئے، وہ نمازِ فجر اور

www.idaraghufran.org

عشاء ومغرب کے اوقات کے لئے بیان کئے، جس میں انہوں نے ان اوقات کے دورانیہ کا فلکی طریقہ بھی ذکر کردیا۔

اور سترہ درجہ کے بعد بعض اہلِ تجاریب کے اٹھارہ 18 درجہ پر وجوب کا حکم اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ انہوں نے اٹھارہ 18 درجہ سے تنزلی کو جائز نہیں رکھا۔

یہ بھی ممکن ہے کہ شفقِ احمر کا اعتبار کرنے کی وجہ سے بعض نے سترہ درجہ کا ذکر کیا ہو، جس کو بعض نے طلوعِ فجر کے لئے بھی سمجھ لیا ہو۔

یہی وجہ ہے کہ ابوریحان البیرونی نے بعض دیگر کتب میں صرف اٹھارہ 18 درجہ کا ذکر کیا ہے، اور ہمیں ان کی کسی تالیف میں صرف سترہ درجہ پر اکتفاء نہیں ملا۔

پس ابوریحان البیرونی کے نزدیک 18 درجہ کا ہونا راجح ہے۔

دونوں اقوال میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ جن حضرات نے 18 درجہ پر اس کا مشاہدہ کیا، وہ مشاہدہ اس کے ابتدائی لمحات کا تھا، اور جن حضرات نے 18 درجہ کے بعد سے 17 درجہ کے درمیان مشاہدہ کیا، اس کو کسی مانع وعارض کی وجہ سے، تاخیر سے دیکھے جانے پر محمول کیا جانا ہی متعین ہے۔

جبکہ بعض نے صبح وشفق میں فرق کیا کہ جمہور کے شفقِ احمر کے مذہب کا اعتبار کرتے ہوئے اس کو ایک درجہ پہلے قرار دیا، اور اس طرح شفق کا درجہ سترہ اور فجر کا درجہ اٹھارہ 18 قرار دیا۔

ممکن ہے کہ سترہ درجہ سے مراد یہی شفقِ احمر کا غروب مراد ہو، اور فجر میں اٹھارہ 18 درجہ ہی پر اتفاق ہو۔

اور جدید ماہرینِ فلکیات کا تمام تر تحقیقات کے بعد اٹھارہ درجہ پر ہی اتفاق ہو چکا ہے۔

جمہور متقدمین مسلم اہلِ فلکیات کا بھی یہی قول ہے۔

حکیم ابوالفتح خازن کا حوالہ

حکیم ابوالفتح خازن (المتوفی: 550 ہجری) جن کو ''خازنی'' بھی کہا جاتا ہے، یہ پانچویں،

چھٹی صدی ہجری کے عرصہ میں مسلمانوں کے انتہائی مستند فلکی اورمہندس شمار کیے گئے ہیں، اورسلطان سنجر کے زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ [1]

ابنِ فندمہ بیہقی (المتوفی: 565 ہجری) جوابوالفتح کے معاصر ہیں، انہوں نے ابوالفتح کے حالات کچھ تفصیلی ذکر کئے ہیں، اوران کوانتہائی زاہد، اورعلومِ ہندسہ اورمعقولات کا ماہر عالم قراردیاہے، اوران کی ''زیج'' کے موضوع پر ایک نہایت مفصل مستند ومعتبر کتاب تالیف کا ذکرکیاہے، جس کی نسبت سلطان سنجر کی طرف ہے۔ [2]

حکیم ابوالفتح خازن نے اپنی مشہورتالیف ''الزیج المعتبر السنجری ''میں تیسرا مقالہ

---

[1] الخازن: (نحو 550هـ - نحو 1155م)
عبد الرحمن الخازن، أو الخازنى، أبو الفتح: حكيم فلكى مهندس. قال البيهقى: كان غلاما روميا لعلى الخازن المروزى، فنسب إليه. حصل علوم الهندسة والمعقولات، وصنف (ميزان الحكمة - ط) و (الزيج) المسمى بالمعتبر السنجرى، نسبة إلى السلطان سنجر.
وكان متقشفا يلبس لباس الزهاد. بعث إليه السلطان سنجر ألف دينار فأخذ منها عشرة، ورد بقيتها وقال: يكفينى كل سنة ثلاثة دنانير وليس معى فى الدار إلا سنور! (الأعلام،للزركلى ،ج٣، ص ٣٠٥ ،حرف العين، مادة "عب")

[2] الحكيم أبو الفتح عبد الرحمن الخازن: كان غلاماً محبوباً رومياً لعلى الخازن المروزى، وحصل علوم الهندسة وكمل فيها، والمعقولات ما وافقت طبعه مع جهده فى تحصيلها، وهو الذى صنف الزيج المعنون بالمعتبر السنجرى وجميع ما فيه من الأوساط والتعديلات، فيه بحث فى تقويم عطارد خصوصاً فى حال رجوعه فإنه موفق الروية والإمتحان (كذا) وكان نقى الجيب عن الأطماع الخسيسة، بعث السلطان الأعظم سنجر إليه ألف دينار على يد الأمير الإمام شافع الطبيب فرده وقال: لا أحتاج إليها، وبقى لى عشرة دنانير، ويكفينى كل سنة ثلاثة دنانير، وليس معى فى تلك الدار إلا سنور.
وكان عبد الرحمن يأكل اللحم فى كل أسبوع ثلاث مرات ويتغذى كل يوم بجردقين. وبعثت إليه زوجة الأمير لاحى آخور بك الكبير ألف دينار فردها أيضاً.
وكان يلبس لباس الزهاد ولا يأكل إلا طعام الأبرار، والحكيم الحسين السمرقندى من جملة تلامذته. وله كتاب فى ميزان الحكمة، وهذا الميزان منسوب إلى أرشميدس. وعرض عليه طالع من استخراجى فكتب عليه: أما الحساب فقد حفظا أجزاءه بالموازين، وأما الأعمال فقد ألف بينها وبين المؤتمرات، وأما الأحكام فقد جمع فيها بين المنقول والمسموع والمطبوع، والله تعالى يطرف عنه عين الكمال. ومن سعادة هذا الطالع أن مستخرجه كامل فى تلك الصناعة متصف (بها) والسلام(تتمة صوان الحكمة لابنِ فندمة ،ص ٣٢،٣٣، تحت ترجمة "الحكيم أبو الفتح عبد الرحمن الخازن")

’’طوالع‘‘ کے بارے میں قائم کیا ہے، جس کے ضمن میں ’’چھٹی قسم، ارتفاع اور قبلہ کی سمت، اور اوقاتِ صلاۃ‘‘ کے بارے میں بیان کی ہے، اور اس چھٹی قسم کے ضمن میں چوتھا باب، خاص نماز کے اوقات میں اس عنوان سے قائم کیا ہے کہ:

’’الباب الرابع فی اوقات الصلاۃ‘‘

پھر اس کے ضمن میں نماز کی اہمیت اور ان کے اوقات کو پہچاننے کے لئے علامات کا ذکر کیا ہے۔

پھر اس کے بعد پہلی فصل میں مغرب کے ابتدائی وقت کا ذکر کیا ہے، جس کے بعد فرمایا:

وطلوع الفجر لصلاۃ الغداۃ،وذالک ان اللیل ھو کوننا فی ظلام ظل الارض،فاذا قربت الشمس منا فی حال غیبتھا احسسنا ضیائھا المخیط بالظل وھو الفجر فی المشرق،طلیعۃ امام المشرق.

والشفق فی المغرب ساقۃ شعاعھا من خلف.

فاما فی المشرق فیطلع بعد السحر بیاض مستطیل مستدق الاعلیٰ ،یسمی الصبح الکاذب اذ لا حکم لہ فی الشریعۃ ویشبہ بذنب السرحان من جھۃ الاستطالۃ والدقۃ والانتصاب وبقی مدۃ.

ثم یطلع الفجر معترضا ومنبسطا علی الافق وحکم الصوم والصلاۃ مربوط بہ،وبعدہ یحمر الافق لاقتراب الشمس الی الافق وسطوع ضیائھا علی الکدورات القریبۃ من الارض ویتبعہ الطلوع .

والحال عند غروبھا کذلک بعکس ھذا الترتیب،وھو ان الافق یبقی محمرا بعد غروب الشمس ثم تزول الحمرۃ ویبقی البیاض الذی ھو نظیر الفجر.

وبہ وبالحمرۃ حکم وقت صلاتی العشاء.

فاذا غاب البیاض المعترض بقی المستطیل المنتصب نظیر الصبح الکاذب مدۃ من اللیل.

فصل: والشفق والفجر ھما انتصاب الضیاء علی الافق فی دائرۃ الانحطاط. فادت التجربۃ لمقدارھا باختلاف الازمنۃ والامکنۃ انہ مابین سبعۃ عشر جزءا الی ثمانیۃ عشر جزءا،فاذا بلغ نظیر جزء الشمس من دوائر المقنطرات علی ثمانیۃ عشر جزءا نحو المشرق کان آخر غروب الشفق نحو المغرب،واذا کان نحو المغرب کان اول طلوع الفجر نحو

المشرق (الزیج المعتبر السنجری، المقالة الثالثة فی الطوالع، القسم السادس فی سمتی الارتفاع والقبلة واوقات الصلاة، الباب الرابع فی اوقات الصلاة، مکتبہ قطر الوطنیة، مخطوطة)

ترجمہ: اور طلوعِ فجر، صبح کی نماز کے لئے ہے، اور یہ اس لئے ہے کہ رات، دراصل ہمارے زمین کے سایہ کی ظلمت میں ہونے کا نام ہے، پھر جب سورج ہم سے غائب ہونے کی حالت میں قریب ہوتا ہے، تو ہم اس کی محیط روشنی کو ظل کی وجہ سے محسوس کرتے ہیں، اور یہ مشرق میں فجر کہلاتی ہے، مشرق میں سورج کے طلوع ہونے سے پہلے۔

اور شفق، مغرب میں سورج کے بعد اس کی شعاع کے آخری آثار کا نام ہے۔

اور جہاں تک مشرق کا معاملہ ہے، تو سحر کے بعد بیاضِ مستطیل طلوع ہوتی ہے، جس کا اوپر والا حصہ دقیق ہوتا ہے، اس کا نام صبح کاذب رکھا جاتا ہے، کیونکہ اس کے لئے شریعت میں کوئی حکم نہیں، اور یہ بھیڑیے کی دم کے مشابہ ہوتی ہے، لمبائی اور دقیق، اور کھڑی ہونے کے اعتبار سے، اور یہ ایک مدت تک باقی رہتی ہے۔

پھر اس کے بعد فجرِ صادق معترض اور افق پر پھیل کر ظاہر ہوتی ہے، اور نماز اور روزہ کا حکم اسی کے ساتھ مربوط ہے، اور اس کے بعد افق سرخ ہو جاتا ہے، سورج کے افق کے قریب ہونے کی وجہ سے، اور سورج کی روشنی کے زمین سے قریب کدورات پر چڑھنے کی وجہ سے، اور اس کے بعد سورج طلوع ہو جاتا ہے۔

اور سورج کے غروب کی حالت بھی، اس ترتیب کے برعکس، اسی طرح ہے، اور وہ یہ ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد افق سرخ ہو کر باقی رہ جاتا ہے، پھر سرخی زائل ہو جاتی ہے، اور وہ بیاضِ معترض باقی رہ جاتی ہے، جو فجر کی نظیر ہے۔

اور اس بیاضِ معترض اور حمرہ کے ساتھ مغرب وعشاء کی نمازوں کا حکم وابستہ ہے، پھر جب بیاضِ معترض غائب ہو جاتی ہے، تو مستطیل منتصب، جو صبح کاذب کی

نظیر ہے، وہ رات کی ایک مدت تک باقی رہتی ہے۔

فصل: اور شفق اور فجر دونوں افق پر دائرہ انحطاط میں منتصب روشنی ہے۔

پھر تجربہ نے اس کی مقدار کے لئے مختلف زمانوں، اور مکانوں کے اختلاف کی وجہ سے اس بات تک پہنچایا کہ وہ سترہ درجہ سے اٹھارہ 18 درجہ کے درمیان ہوتی ہے، پس جب جزءِ شمس کی نظیر مقنطرات کے دائروں میں اٹھارہ 18 درجہ پر مشرق کی طرف پہنچ جائے، تو غروب شفق کی مغرب کی طرف انتہاء ہوتی ہے، اور جب مغرب کی طرف ہو، تو مشرق کی طرف طلوعِ فجر کی ابتداء ہوتی ہے

(الزیج المعتبر)

فائدہ: اٹھارہ 18 اور سترہ درجہ میں اختلاف کی وجہ پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔

ابوالفتح نے پہلی فصل میں جو تفصیل بیان کی ہے، وہ نمازِ فجر کے وقت سے متعلق ہے، جسے انہوں نے طلوعِ فجر کا نام دیا ہے، اور بیاضِ مستطیل کو ''صبح کاذب'' کہا ہے، اور اس کے سحر کے بعد ظاہر ہو کر، ایک مدت تک باقی رہنے کا حکم لگایا ہے، جس کی مدت اور درجہ کی کوئی تعیین نہیں کی، پھر اس کے بعد طلوعِ فجر کا ذکر کیا ہے، اور اسی کے ساتھ نماز اور روزے کے حکم کو مربوط قرار دیا ہے۔

اور پھر اس کے بعد شفق کا ذکر کیا ہے، اور شفقِ احمر کے بعد، اس بیاض کے باقی رہنے کا حکم فرمایا ہے، جو فجر کی نظیر ہے، اور اس سے ''بیاضِ معترض وشفقِ معترض'' مراد ہے، کیونکہ ''احمر'' کے بعد، وہی باقی رہتی ہے، برخلاف کاذب کے کہ وہ اس ''صادق'' کا غیر ہے، اور اسی وجہ سے اس کے بعد ''شفقِ معترض وحمرہ'' کے ساتھ، مغرب وعشاء کی نماز کے وقت کو مربوط ہونے کا حکم لگایا ہے، جس میں امام ابوحنیفہ ودیگر فقہاء کے احمر وابیض کے ساتھ دونوں مذاہب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

اور پھر بیاضِ معترض کے غائب ہونے کے بعد، مستطیل کے رات کی ایک مدت تک باقی رہنے کا حکم لگایا ہے، اس کی بھی مدت اور درجہ کی کوئی تعیین نہیں کی۔

www.idaraghufran.org

پھر دوسری فصل میں شفق اور فجر کے مختلف ازمنہ وامکنہ میں کیے گئے تجربہ کے تناظر میں 17 سے 18 درجات کے مابین مشاہدہ کئے جانے کا ذکر کیا ہے، اور ان کے درجہ کے استخراج کا طریقہ بیان کرتے وقت 18 درجہ کو ترجیح دی ہے۔

اس پوری عبارت میں مطلق ''شفق وفجر'' صادق کے لیے ہی بولا گیا ہے'' کاذب'' کو اس کی اسی صفت کے ساتھ مقید کر کے بیان کیا گیا ہے، اور مقصود چونکہ نماز، روزہ کے اوقات کو بیان کرنا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اس سے اصل فجر وصبح، اور شفق کو مراد لیا جائے۔

اور یہ بات عقل ونقل کی رُو سے، سراسر باطل ہے کہ اس کو'' کاذب'' پر محمول کیا جائے، جو کہ ''فجر وصبح'' ہے ہی نہیں، اور محلِ بیان، جو کہ مبحوث فیہا نمازوں کے اوقات سے متعلق ہے، اس میں ان اوقات کو بیان کیے بغیر ہی پوری فصل کو ختم کر دیا جائے۔

ابوالفتح نے طلوعِ فجر کے درجہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

'' اول طلوع الفجر''

اور یہ الفاظ طلوعِ صادق کے لئے متعین ہیں۔

علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں ایک مقام پر ان ہی الفاظ سے صبح صادق کی توصیف کی ہے، فرماتے ہیں:

والفجر أول طلوع الصبح لانفجار ظلمة الليل عن نور الصباح (روح المعانی، ج۸، ص ۱۳۰، سورة الاسراء)

ترجمہ: اور فجر ''اولِ طلوع صبح'' ہے، کیونکہ رات کی تاریکی، صبح کی روشنی سے چھٹ جاتی ہے (روح المعانی)

اور ابوالفتح نے غروب شفق کے درجہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

'' آخر غروب الشفق''

ان جیسی عبارات میں ''اول الفجر'' یا ''اول الصبح'' سے مراد ''فجر اور صبح کا اول وقت، یعنی طلوعِ فجر'' اور '' آخرِ شفق'' سے شفق کا آخری وقت، یعنی غروبِ شفق مراد

ہے، کیونکہ فجر، یا صبح کی طرف اول کی اضافت کی گئی ہے، اور اسی طرح ''شفق'' کی طرف ''آخر'' کی اضافت کی گئی ہے۔

برخلاف اس کے کہ اگر موصوف، صفت کے طور پر ''الصبح الاول'' اور ''الشفق الآخر'' جیسے الفاظ ہوتے، تو صورتِ حال مختلف ہوتی۔

اور جن شارحین نے اس کے برعکس سمجھا، وہ خطاء وتسامح پر مبنی ہے۔

جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے:

فَجَاءَ الْخَبَرُ فِيْ أَوَّلِ النَّهَارِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۲۳۳، كتاب الوضوء ،باب أبوال الإبل والدواب والغنم ومرابضها)

اس حدیث میں ''اول'' کی اضافت ''النہار'' کی طرف کی گئی ہے، اور اس ''اول'' سے دن کی ابتداء مراد ہے۔

اور جیسا کہ صحیح بخاری ہی کی ایک حدیث میں ہے:

كُنَّا فِيْ آخِرِ اللَّيْلِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۳۴۴، كتاب التيمم، باب: الصعيد الطيب وضوء المسلم يكفيه من الماء)

اس حدیث میں ''آخر'' کی اضافت ''اللیل'' کی طرف کی گئی ہے، اور اس ''آخر'' سے رات کی انتہاء مراد ہے۔

اور جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے:

لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۶۱۵، كتاب الأذان، باب الاستهام فى الأذان)

اس حدیث میں ''الصف'' موصوف، اور ''الاول'' صفت واقع ہوا ہے، اس لئے اس کے معنیٰ ''صف کی ابتداء کے بجائے، پہلی صف کے ہوں گے۔

اور جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِهِمَا: يَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ

صِيَـامِـكُمْ، وَالْيَوْمُ الْآخَرُ تَأْكُلُوْنَ فِيْهِ مِنْ نُسُكِكُمْ(صحيح البخارى،رقم الحديث ۱۹۹۰، كتاب الصوم،باب صوم يوم الفطر)

اس حدیث میں ''الیوم'' موصوف، اور ''الآخر'' صفت واقع ہوا ہے، اس لئے اس کے معنیٰ ''دن کی ابتداء کے بجائے، دوسرے دن کے ہوں گے۔

اور عربی لغت کی کتاب ''القاموسُ المحيط'' میں ہے:

والأول: ضد الآخر (القاموس المحيط،ص ۱۰۶۶، باب اللام،فصل الواو)

ترجمہ: اور ''اول'' ضد ہے ''آخر'' کی (القاموس المحیط)

ایک اور عربی لغت کی کتاب ''الصحاح تاجُ اللغة'' میں ہے:

والاول نقيض الآخر (الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية، ج۵،ص۱۸۳۸، باب اللام، فصل الواو)

ترجمہ: اور ''اول'' نقیض ہے ''آخر'' کی (الصحاح)

اور عربی لغت کی کتاب ''لسانُ العرب' میں ہے:

والأول :المتقدم وهو نقيض الآخر (لسان العرب،ج ۱۱،ص۷۱۶، حرف اللام،فصل الواو)

ترجمہ: اور ''اول'' ابتدائی چیز کا نام ہے، اور یہ ''آخر'' کی نقیض ہے (لسان العرب)

اور اسی وجہ سے ''اول الشئی'' کسی چیز کی ''اصل، واساس، اور بنیاد'' کو بھی کہا جاتا ہے، جس پر کوئی چیز قائم ہوتی ہے۔

اور ''آخر الشیء'' اس چیز کی غایت وانتہاء، اور ختم کو کہا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] آخر الشيء خلاف أوله (الفروق اللغوية، ج ۱ ص ۲۹۳، الفرق بين آخر الشيء ونهايته، الباب التاسع والعشرون)

أ ص ل:أصل [مفرد]: ج أصل وأصول:

أساس يقام عليه، أول الشيء ومادته التي يتكون منها "أصل الموضوع–"ما قطعتم من لينة أو تركتموها قائمة على أصولها " " في الأصل: في البداية، أساسا(معجم اللغة العربية المعاصرة، ج ۱ ص ۱۰۰ ،حرف الألف،مادة "ا ص ل")

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اوراگر''الفجر الاول'' یا''الصبح الاول'' جیسے الفاظ استعمال ہوتے، تو پھر یہ موصوف اور صفت ہوتا، تو ایسی صورت میں اس کے معنیٰ''فجر، یا صبح کے اول وقت'' کے بجائے''پہلی فجر، یا پہلی صبح'' ہوتے۔

''التاج والاکلیل'' میں ہے:

أول الصبح طلوع الفجر الصادق المستطير ضوؤه لا الفجر الكاذب الذى يبدو مستطيلا ثم ينمحق (التاج والإكليل لمختصر خليل، ج٢،ص ٣٢، كتاب الصلاة،باب فى مواقيت الصلاة)

ترجمہ:''اولِ صبح'' سے''طلوعِ فجر'' مراد ہے، جو صادق ہے، اس کی روشنی مستطیر ہوتی ہے، فجرِ کاذب، مراد نہیں، جو مستطیل طور پر ظاہر ہوتی ہے، پھر وہ غائب ہوجاتی ہے (التاج والاکلیل)

اور بھی بے شمار حضرات کی عبارات وحوالہ جات میں''اولِ صبح، واولِ فجر'' سے یہی مراد لیا گیا ہے، جو ہم نے ماقبل میں بیان کی۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ''صبح'' دراصل فجر، اور اولِ نہار کو کہا جاتا ہے، یعنی وہ حصہ جس سے دن کا آغاز ہوتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ أول الشىء وبدايته "ثورة الفاتح من سبتمبر"(معجم اللغة العربية المعاصرة، ج٣ص ١٦٦٥، حرف الفاء،مادة "ف ت ح")

ن هـ ى:نهاية [مفرد]: آخر الشىء وغايته "نهاية سعيدة(معجم اللغة العربية المعاصرة، ج٣ص ٢٢٩٨، حرف النون،مادة "ن هـ ى")

(ختم) الخاء والتاء والميم أصل واحد، وهو بلوغ آخر الشىء(معجم مقاييس اللغة لابنِ فارس، ج٢ص ٢٤٥، كتاب الهمزة ،باب الخاء والتاء وما يثلثهما، مادة "ختم")

[1] (ص ب ح): الصبح الفجر والصباح مثله وهو أول النهار والصباح أيضا خلاف المساء (المصباح المنير فى غريب الشرح الكبير للفيومى، ج١ ،ص ٣٣١،كتاب الصاد)

(الصبح) ، بالضم :الفجر، أو أول النهار، ج أصباح(تاج العروس، ج٦،ص ٥١٦،فصل الصاد المهملة مع الحاء المهملة،مادة"صبح")

الصبح :أول النهار .والجمع أصباح، وهو الصبيحة والصباح والإصباح والمصبح(المحكم والمحيط الأعظم، ج٣،ص ٥٦٨"الحاء والصاد والباء "مادة "ص ب ح")

www.idaraghufran.org

اسی طرح ’’شفق‘‘ یا تو ’’حمرہ‘‘ کو کہا جاتا ہے، یا بیاضِ معترض کو کہا جاتا ہے، تو آخرِ شفق سے شفق کی انتہاء مراد ہوگی، اور وہ انتہاء بیاضِ معترض کے غروب پر ہوتی ہے، اس سے پہلے تک فلکی و حنفی فقہی شفق کا وجود ہوتا ہے۔

جہاں تک بعد کی بیاضِ مستطیل کا تعلق ہے، تو وہ کاذب ہے، یعنی شفق ہے ہی نہیں، اسی لئے اس کو اکثر اصحابِ فن نے شفق کا نام تک بھی نہیں دیا، اور جنہوں نے دیا، انہوں نے بھی بیاضِ مستطیل، یا زیادہ سے زیادہ ’’شفقِ کاذب‘‘ کا نام دیا۔

اور مسلم فلکیین نے شفق کے الفاظ کا استعمال دراصل نمازِ مغرب وعشاء کے وقت کو بیان کرنے کے لئے کیا ہے، کیونکہ احادیث میں بھی اس کا استعمال مذکورہ مقاصد کے لئے ہی کیا گیا ہے۔[1]

تو مسلم فلکیین جو نماز، روزہ کے اوقات کو بیان کرنے کے لئے ’’اولِ صبح، واول فجر‘‘ کہتے ہیں، وہ اسی صبح وفجر کے مبدأ کو بیان کرنے کے لئے ان الفاظ کا انتخاب فرمائیں گے، تاکہ فلکی اعتبار سے اس کا صحیح صحیح مبدأ معلوم ہوسکے۔

---

[1] (ش ف ق) : (الشفق) الحمرة عن جماعة من الصحابة وهو عمرو بن عمر وابن عباس وعبادة بن الصامت وشداد بن أوس ومن التابعين مكحول وطاوس ومالك والثورى وابن أبى ليلى وهو قول أبى يوسف ومحمد رحمهما الله (وعن أبى هريرة -رضى الله عنه -) أنه البياض وإليه ذهب أبو حنيفة -رحمه الله تعالى -والأول قول أهل اللغة وفى جمع التفاريق قال أبو حنيفة -رحمه الله -آخر الشفق الحمرة(كتاب المغرب فى ترتيب المعرب للمطرزى،ص ۲۵۴، باب الشين،الشين مع الفاء)

(شفق)فى مواقيت الصلاة حتى يغيب الشفق الشفق من الإضداد، يقع على الحمرة التى ترى فى المغرب بعد مغيب الشمس، وبه أخذ الشافعى، وعلى البياض الباقى فى الأفق الغربى بعد الحمرة المذكورة، وبه أخذ أبو حنيفة(النهاية فى غريب الحديث والأثر لابنِ اثير الجزرى، ج۲، ص۴۸۷،باب الشين مع الفاء، مادة ”شفق“)

الشفق: هو البياض الذى بعد الحمرة بعد غروب الشمس عند أبى حنيفة وزفر رحمهما الله تعالى وهو قول أبى بكر الصديق وأنس ومعاذ وعائشة رضى الله تعالى عنهم ورواية عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما .وعندهما الشفق هو الحمرة المذكورة وعليه الفتوى كما فى شرح الوقاية(دستور العلماء = جامع العلوم فى اصطلاحات الفنون لأحمد نكرى،ج۲،ص ۱۵۹ ،باب الشين مع الفاء)

www.idaraghufran.org

البتہ عرفی اعتبار سے اولِ صبح کا آغاز ''طلوعِ شمس'' پر ہوتا ہے، لیکن شرعی، فقہی، فلکی، اور عرفی کسی بھی اعتبار سے کاذب پر اولِ صبح کا اطلاق نہیں آتا، اور جب اس کی تعبیر کی جاتی ہے، تو کاذب و مستطیل کی قید لگا کر کی جاتی ہے، جو اس کے سچی واصل صبح و فجر ہونے کی تردید کرتی ہے۔ [1]

لیکن بعد کے بعض شراح کو یہ تسامح ہوا کہ انہوں نے اول وہلہ میں اس کو صفت موصوف سمجھ کر اس کی تعبیر ''فجرِ کاذب، اور شفقِ کاذب سے کردی، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اور جدید سائنس دانوں نے بھی افق پر روشنی کی ابتداء وانتہاء کی تعبیر Dawn اور Dusk کے الفاظ کی قید لگا کر کی ہے، چنانچہ انہوں نے طلوعِ صبح، وفجر کو:

''Astronomical Twilight, Dawn''

اور غروبِ شفق کو:

Astronomical Twilight Dusk

کے الفاظ سے تعبیر کیا۔

اور 18 درجہ پر بیاضِ معترض کے طلوع، وشفقِ معترض کے غروب ہونے کی تائید، خود ابوالفتح کی طرف سے اگلی فصل میں بیان کیے ہوئے ایک قاعدہ سے بھی ہوتی ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

اس کے بعد ابوالفتح نے عصر کی نماز کے وقت کی تخریج کی فصل قائم کی ہے۔

اور اس کے بعد اگلی فصل میں ابوالفتح فرماتے ہیں:

فصل: وقد سبق فی بعض البلدان الشمالیة والبلغار حیث عرض بلد انهم مط(۴۹)او اکثر اذا نزلت الشمس حوالی نقطه الانقلاب الصیفی فلایغیب شفقهم ویتصل آخره بطلوع الفجر فیفوتهم وقت صلاة العتمة، فیجب

---

[1] المراد صلاة الصبح والمغرب فإن كان النهار من أول الفجر إلى غروب الشمس فالمغرب طرف مجازا وهو حقيقة طرف الليل، وإن كان من طلوع الشمس إلى غروبها فالصبح كالمغرب طرف مجازی(روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ج۶، ص ۳۴۹، سورة هود)

www.idaraghufran.org

علیهم قضائها کمالو فاتت لعلة غیرها.

وذلک اذا کانت الشمس نازلة فی نظائر البروج الجنوبیة التی غایة ارتفاع درجاتها فی دائرة نصف النهار ثمانیة عشر جزء ا اودونها.

واما اذا کانت فی زائدها فیغیب الشفق عنهم ویطلع الفجر (الزیج المعتبر السنجری، المقالة الثالثة فی الطوالع، القسم السادس فی سمتی الارتفاع والقبلة واوقات الصلاة، الباب الرابع فی اوقات الصلاة، مکتبہ قطر الوطنیة، مخطوطة)

ترجمہ: فصل: اور یہ بات گذر چکی ہے کہ بعض شمالی، اور بلغار کے علاقوں میں جہاں کے شہروں کا عرض انچاس درجہ، یا اس سے زیادہ ہوتا ہے، جب سورج انقلابِ صیفی (ماہِ جون) کے نقطہ کے اردگرد نزول کرتا ہے، تو ان کی شفق غائب نہیں ہوتی، اور شفق کا آخری حصہ (یعنی شفقِ معترض کا آخری حصہ) طلوعِ فجر (یعنی بیاضِ معترض کے آخری حصہ) کے ساتھ مل جاتا ہے، جس کے نتیجہ میں ان کی نمازِ عشاء کا وقت فوت ہوجاتا ہے، پھر ان کے ذمہ اس کی قضاء واجب ہوجاتی ہے، جیسا کہ اگر کسی دوسری وجہ سے (نماز، قضاء اور) فوت ہوجائے۔

اور یہ (یعنی 49 درجہ و مابعد کے جنوبی عرضِ بلد والے علاقوں میں شفق کا غائب نہ ہونا، اور وقتِ عشاء کا نہ ملنا) اس صورت میں ہوتا ہے، جب سورج اس طرح کے جنوبی بروج والے علاقوں میں نازل ہوتا ہے، جن کا غایتِ ارتفاعِ درجات، نصف النہار کے دائرہ، یعنی اٹھارہ 18 درجہ میں ہوتا ہے، یا اس سے کم میں۔

لیکن جب (ان جنوبی علاقوں میں) سورج اٹھارہ 18 درجہ سے زائد کے دائرہ میں ہوتا ہے، تو مذکورہ شمالی علاقوں میں شفق بھی غائب ہوتی ہے، اور فجر بھی طلوع ہوتی ہے (الزیج المعتبر)

فائدہ: اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ 18 درجہ پر بیاضِ معترض کے طلوع، اور شفقِ ابیض کے غروب کے اصول کا تقاضا یہ ہے کہ 49 درجہ عرض البلد شمالی میں انقلابِ صیفی (ماہِ جون) کے بعض ایام میں عشاء کا وقت مفقود ہوجاتا ہے، یعنی بیاضِ مستطیل وکاذب کا وجود ہی نہیں ہوتا۔

اورآگے باحوالہ تفصیل کے ساتھ آتا ہے کہ 49+ درجے عرض بلد پر 11 جون سے 3 جولائی تک ،سورج اٹھارہ 18 درجہ سے نیچے نہیں جاتا،اور وہاں شفق غائب نہیں ہوتی،اور یہی انقلابِ صیفی کہلاتا ہے،جس میں مسلم فلکیین نے پانچویں صدی سے ہی عشاء کا وقت فوت ہونے کا حکم لگانا شروع کردیا تھا۔

اور یہ قاعدہ 15 درجہ پر طلوعِ معترض کی ابتداء وانتہاء کا دعویٰ کرنے پر ہرگز صادق نہیں آتا، کیونکہ اس کے مطابق وہاں عشاء فوت ہونے کے کوئی معنیٰ نہیں، بلکہ یہ قاعدہ 18 درجہ پر ہی پوری طرح صادق آتا ہے،جس سے پندرہ درجہ پر صادق کی ابتداء کے دعوے کا بطلان ثابت ہوتا ہے۔

ابومحمد خرقی مروزی کا حوالہ

عبدالجبار بن عبدالجبار بن محمد بن ثابت بن احمد،ابومحمد ثابتی،خرقی،مروزی (المتوفی: 553ھ) جو فقیہ وفاضل اور حساب اور ہندسہ میں ماہر شمار کئے گئے ہیں،جیسا کہ حافظ ذہبی نے تاریخِ اسلام میں ذکر کیا ہے۔ [1]

انہوں نے ”کتابُ التبصرة“ میں ایک باب اس طرح قائم کیا ہے:

”الباب الثالث عشر فی معنی الفجر والشفق“

پھر اس کے شروع میں فرمایا:

---

[1] عبد الجبار بن عبد الجبار بن محمد بن ثابت بن أحمد، أبو محمد الثابتی، الخرقی، المروزی.

فقیه فاضل بارع، تفقه علی تاج الإسلام أبی بکر ابن السمعانی، وعلی الإمام أبی إسحاق إبراهیم بن أحمد المروروذی، ثم اشتغل فی الحساب والهندسة، وتجاوزها إلی علوم الأوائل، ومع ذلک کان حسن الصلاة .سمع الکثیر من الحدیث فانتفع به، وجمع تاریخا لمرو .وسمع أبا بکر محمد ابن السمعانی، وإسماعیل بن أحمد البیهقی.

روی عنه عبد الرحیم ابن السمعانی، وقال :ولد بقریة خرق فی سنة سبع وسبعین وأربع مائة. وتوفی بمرو یوم عید الفطر؛ قاله أبو سعد وحدث عنه فی "التحبیر ."(تاریخ الإسلام للذهبی، ج۱۲،ص۶۹،الطبقة السادسة والخمسون، رقم الترجمة ۹۶)

"ان ضوء النهار من ضياء الشمس لا محالة"

"بلاشبہ دن کی روشنی لامحالہ طور پر سورج کی روشنی سے ہوتی ہے"

پھر اس باب کے ذیل میں انہوں نے فرمایا:

واول مايظهر الضوء عند قرب الصباح ،يظهر مستدقا مستطيلا كالعمود وهو الصبح الكاذب ويشبه بذنب السرحان لدقته واستطالته ،ويكون ضعيفا دقيقا ويبقى وجه الارض على ظلامه بظل الارض.

ثم يزداد هذا الضوء الى ان ياخذ طولا وعرضا فيبسط فى عرض الافق كنصف دائرة،وهو الصبح الصادق،فيمتلى افق المشرق ضياء ونورا،ويبلغ الى وسط السماء.

ولايزال يزداد ذلك الضوء الى ان يحمر الافق ثم تطلع الشمس.

والحال فى امر الشفق كالحال فى امر الصبح،لكن على العكس،لان الشمس متى غربت احمر الافق فى ناحية المغرب،ويكون الهواء مضيئا بضياء واضح مثل ماكان قبل طلوع الشمس،ثم ياخذ الضياء،فى الضعف الى ان يغيب الحمرة،ويبقى البياض مثل بياض الصبح الصادق،ثم يزدادضعفه شيئا فشيئا،الى ان يغيب،ثم يتبعه خط البياض المستطيل،لكن قلما يدرك ذلك لانه وقت النوم والراحة.ويدرك ظهوره عند الصباح لانتظار الناس اياه لانتشارهم فى معايشهم.

وتبين بما شاهدناه من انتصاب اول الفجر واول الشفق انهما كاينان على دايرة الارتفاع للشمس اذ هى والقوس من هذه الدايرة فيما بين الافق ومركز الشمس قدر انحطاط الشمس هناك سبعة عشر جزء ا أو ثمانية عشر على ما عرف بالتجربة (التبصرة فى علم الهيئة ،ص ١٧١،و١٧٢،القسم الثانى فى ذكر مايختص هيئة الارض وكيفية انقسامها بالعام وغير العام،ومايتعلق بها من ذكر الطوالع والمطالع،الباب الثالث عشر فى معنى الفجر والشفق)

ترجمہ: اور صبح کے قریب پہلے جو روشنی ظاہر ہوتی ہے، وہ دقیق، مستطیل حالت میں ظاہر ہوتی ہے، ستون کی طرح، اور یہی صبح کاذب ہے، اور یہ "ذنبِ سرحان" کے مشابہ ہوتی ہے، اس کے باریک اور لمبا ہونے کی وجہ سے، اور یہ کمزور، اور

باریک ہوتی ہے، اور اس وقت بھی زمین کے اوپر اندھیرا باقی ہوتا ہے، زمین کے ظل (یعنی سایہ) کی وجہ سے۔

پھر روشنی طول وعرض کی طرف زیادہ ہوتی جاتی ہے، اور افق کی چوڑائی میں آدھے دائرہ (نصف قوس) کی شکل میں پھیل جاتی ہے، اور یہی صبح صادق ہے، پھر اس کے بعد مشرقی افق، روشنی اور نور سے بھر جاتا ہے، اور وسطِ سماء تک پہنچ جاتا ہے، اور یہ روشنی لگاتار زیادہ ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ افق سرخ ہوجاتا ہے، پھر اس کے بعد سورج طلوع ہوجاتا ہے۔

اور شفق کے معاملہ کی حالت صبح کی حالت کی طرح ہے، لیکن اس کے عکس کے طریقہ پر، کیونکہ سورج جب غروب ہوتا ہے، تو مغرب کی طرف کا افق سرخ ہوجاتا ہے، اور ہواء روشن ہوجاتی ہے، بالکل واضح روشنی کے ساتھ، جیسا کہ طلوعِ شمس سے پہلے تھی، پھر یہ روشنی کمزور ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ سرخی غائب ہوجاتی ہے، اور بیاضِ معترض صبح صادق کی طرح باقی رہ جاتی ہے، پھر یہ بیاضِ معترض، لمحہ بلمحہ کمزور ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ غائب ہی ہوجاتی ہے (صبح صادق کی طرح) پھر اس کے بعد بیاضِ مستطیل کا خط آتا ہے (صبح کاذب کی طرح) لیکن اس کا کم ہی ادراک کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ وقت سونے، اور راحت کا ہے۔

البتہ اس (خطِ بیاضِ مستطیل) کا صبح کے وقت ادراک کرلیا جاتا ہے، کیونکہ وہ لوگ اس کا اپنی معاشی ضروریات کے لئے نکلنے کی غرض سے انتظار کررہے ہوتے ہیں۔

اور ہم نے جو ابتدائے فجر اور انتہائے شفق کے منتصب ہونے کا مشاہدہ کیا، تو وہ دونوں (یعنی فجر کی ابتداء اور شفق کی انتہاء) سورج کے دائرہ ارتفاع پر ہوتی

ہیں، پس یہ (یعنی سورج) اور اس دائرہ کا قوس، اس لمحہ ہوتا ہے، جب افق اور مرکزِ شمس کے درمیان اس مقام پر (خواہ مغربی کنارہ ہو، یا مشرقی کنارہ ہو) سورج کا انحطاط سترہ، یا اٹھارہ 18 درجہ پر ہوتا ہے، جیسا کہ تجربہ کے ذریعہ سے پہچان لیا گیا ہے (التبصرة)

فائدہ: علامہ عبدالجبار خرقی کی اس عبارت سے یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ انہوں نے اٹھارہ 18 اور سترہ 17 درجہ پر، جس چیز کو بیان کیا، وہ بیاضِ معترض کا طلوع وغروب ہے، جیسا کہ ابوریحان البیرونی کے کلام کے ضمن میں ہم نے بیان کیا۔

لیکن آج کے دور کے بعض ابنائے زمانہ طرح طرح کی تاویلات کر کے اس کو ''بیاضِ مستطیل کے طلوع وغروب'' کے دعویدار ہیں، جو کسی طرح بھی درست نہیں۔

علامہ خرقی نے، جس چیز کے لئے مذکورہ باب قائم کیا، یعنی ''معنی الفجر والشفق'' اسی کے درجہ کو انہوں نے بیان کیا ہے، اور انہوں نے اس پورے باب میں کاذب مستطیل پر نہ تو ''فجر'' کا اطلاق کیا، اور نہ ہی شفق کا اطلاق کیا، جب ان کی نظر میں یہ فجر اور شفق ہے ہی نہیں، تو جس کو انہوں نے فجر اور شفق کہا ہے، اسی کے درجہ کی تعیین ضروری، بلکہ متعین ہے۔

علامہ خرقی نے اس باب اور اس کے آغاز سے ہی واضح کر دیا کہ وہ سورج کی افق پر پڑنے والی روشنی کی ابتداء وانتہاء کی حقیقت اور اس کے درجہ کو بیان کرنا چاہتے ہیں، اور افق پر صادق کی روشنی ہوتی ہے، کاذب کی روشنی تو اُفق پر ہوتی ہی نہیں، پھر اس کے افق سے انحطاط کا درجہ کیسے معلوم ہو سکے گا، اسی لئے علامہ خرقی نے کاذب کی تعبیر یا تو ''ضوء'' سے کی، اور اس کے ظہور کو ''عند قرب الصباح'' کہا، صبح نہیں کہا، جس سے صاف ظاہر ہوا کہ ان کے نزدیک صبح، اس کے علاوہ ہے، یا کاذب کی تعبیر ''خطِ بیاضِ مستطیل'' وغیرہ سے کی۔

اور اگر پھر بھی کوئی اس کو کاذب پر محمول کرے، تو اس کے ذمہ لازم ہے کہ وہ علامہ خرقی سے صادق کے درجہ کی تصریح کرے، یا اس کے اور صادق کے مابین، ان درجات کے تفاوت کی

تصریح پیش کرے، جن کو اس نے درمیان میں داخل کردیا ہے۔

رہا بعض متاخرین، اوران کے متبعین کی عبارات سے استدلال، تو وہ خود خطاء وتسامح پرمبنی اور قابلِ اصلاح ہے، چہ جائیکہ اس خطاء وتسامح کو ''صحیح وصواب'' کا مصلح ومعالج اور حجت بنا کر پیش کیا جائے۔

علاءُالدین ابنِ شاطر کا حوالہ

علاءُالدین ابن الشاطر علی بن ابراہیم، جن کی وفات سات سو چوالیس (744) یا سات سو ستتر (777) ہجری بتائی جاتی ہے، ان کا شمار مسلمانوں کے عظیم ترین اصحاب فلکیین اور موقتین میں ہوتا ہے۔ [1]

یہ چونکہ صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبداللہ صفدی (المتوفیٰ: 764ھ) کے ہم عصر ہیں، اس لئے علامہ صفدی نے ''الوافی بالوفیات'' میں ان کا قدرے تفصیلی تعارف کرایا ہے، اور ان کو ''فریدِ زماں، محقق، متقن، بارع، ریاضی، اعجوبۃ الدہر'' کی صفات سے ذکر کیا ہے، اوران کو دمشق کی جامع مسجد اموی کا رئیس المؤذنین کہا ہے، اوران کے فلکیات

---

[1] علی بن إبراهيم بن محمد بن أبی محمد بن إبراهيم بن حسان الدمشقی أبو الحسن ابن الشاطر ولد فی ربيع الأول سنة 704، ومهر فی علم الهيئة والفلک والنجوم وتلمذ لعلی بن إبراهيم بن يوسف الشاطر (الدرر الكامنة فی أعيان المئة الثامنة، لابنِ حجر العسقلانی، ج۴، ص ۹، حرف العين المهملة، ذكر من اسمه علی، رقم الترجمة ۱۴)

ابن الشاطر (777 - 704هـ = 1375 - 1304م)

علی بن إبراهيم بن محمد الأنصاری الموقت، أبو الحسن علاء الدين، المعروف بابن الشاطر: عالم بالفلک والهندسة والحساب. من أهل دمشق، مولدا ووفاة. كان رئيس المؤذنين فيها. ويقال له "المطعم" لاحترافه فی صغره تطعيم العاج. رحل إلى مصر والإسكندرية. من كتبه "إيضاح المغيب فی العمل بالربع المجيب - خ" و "أرجوزة فی الكواكب - خ" و "الأسطرلاب - خ" رسالة، و "مختصر فی العمل بالأسطرلاب - خ" و "النفع العام فی العمل بالربع التام - خ" و "نزهة السامع فی العمل بالربع الجامع - ط" رسالة، و "كفاية القنوع فی العمل بالربع المقطوع - خ" رسالة. وهو الذی صنع "البسيط" فی منارة العروس بجامع دمشق. وله "الزيج الجديد - خ" اختصره محمد بن عبد الرحيم المخللاتی وسماه "نزهة الناظر باختصار زيج ابن الشاطر - خ (الأعلام، للزركلی، ج۴، ص ۲۵۱، حرف العين، مادة "عل")

www.idaraghufran.org

واسطرلاب کے تجربہ اور اس کی مہارت پر بہت کچھ لکھا ہے۔ ۱؎

۱؎ علاء الدين ابن الشاطر على بن إبراهيم بن محمد بن الهمام أبى محمد بن إبراهيم بن حسان بن عبد الرحمن بن ثابت الأنصارى الأوسى هو الإمام فريد الزمان المحقق المتقن البارع الرياضى أعجوبة الدهر الشيخ علاء الدين أبو الحسن على المعروف بابن الشاطر رئيس المؤذنين بالجامع الأموى بدمشق قرأ على على بن إبراهيم بن يوسف وكان يعرف بابن الشاطر فسمى هو بذلك سألته عن مولده فقال فى خامس عشر شعبان سنة خمس وسبعمائة بدمشق رأيته غير مرة ودخلت إلى منزله فى شهر رمضان سنة ثلاث وأربعين وسبعمائة لرؤية الإسطرلاب الذى أبدع وضعه فوجدته قد وضعه فى قائم حائط فى منزله داخل باب الفراديس فى درب الطيار ورأيت هذا الإسطرلاب فأنشأ لى طربا وجدد لى فى المعارف أربا وعلمت به أن من تقدمه من الأفاضل عند جبل علمه الراسخ هباء فلو رآه النصير الطوسى لما كانت متوسطاته إلا مبادى أو المؤيد الفرضى لخذل عند الحواضر والبوادى أو القطب الشيرازى لما خرج عن دائرته إلى يوم التنادى بل لو رآه أقليدس كما كان إلا نقطة من خطه أرشميدس لتراء ى شكله قطاعا فى تحريره وضبطه فسبحان من يفيض على بعض النفوس ما يشاء من المواهب ويجدد فى كل عصر من يحيى رسوم الفضل الذى عدم فى الليالى الذواهب لا إله غيره وصورة هذا الإسطرلاب المذكور قطره مقدار نصف أو ثلث بذراع العمل تقريبا يدور أبدا على الدوام فى اليوم والليلة من غير رمل رحى ولا ماء على تحركات الفلك لكنه نسق بتثاقيل قد رتبها على أوضاع مخصوصة تعلم منه الساعات المستوية والساعات الزمانية بحركة واحدة وهنا من اغرب ما يكون ويعلم من الطالع والغارب والمتوسط والوتر ويعلم منه ارتفاع الشمس وسمتها وسعة مشرقها ووقت طلوع الكواكب وتوسطها وغروبها وما يتعلق بذلك من سعة الطلوع والغروب والبعد والمطالع وبالجملة فكل ما فى رسائل الإسطرلاب من الأبواب والأعمال فانه يظهر فى هذا الإسطرلاب للعيان من غير عمل يوضع يد أو غيرها وفوق الإسطرلاب دائرة تدور دورة كاملة فى ربع درجة والزوايا مقسومة بخمسين قسما متساوية ومقسومة أيضا بخمسة عشر قسم متساوية وفى مركز هذه الدائرة شخص يمتد إلى محيطها وكلها وصل رأس الشخص إلى أول قسم من الخمسة عشر كان جزء ا واحدا من ستين جزء من الدرجة الواحدة وهو دقيقة وهو واضح مقداره فى العين مساحة إصبعين وذا وصل الشخص المذكور إلى أول قسم من الأقسام الخمسينية كان جزء ا من مائتى جزء من الدرجة الواحدة فعلى هذا تكون الساعة منقسمة بستين قسما بكمال الدورة وبتسعمائة قسم من الأقسام الثانية وبثلاثة آلاف قسم من الأقسام الثالثة فيكون اليوم بلياليه منقسما مائتين وسبعين ألفا قسم متساوية وكل منها مدرك بالبصر مساحة عرضه دون الإصبع وفى كل قسم من هذه الأقسام الاثنين والسبعين ألفا يسمع عند مضى كل قسم دقة من آلة تذهبا وتجء على أعلى الإسطرلاب وفى أعلاه ثلاثة أبواب إذا مضت ساعة مستوية والباب الثالث الأوسط يسقط منه بندقة فى الكأس الأيمن عند أول كل وقت من أوقات الصلوات الخمس فيعلم بلك دخول أول الوقت الشرعى ومجموع هذا الإسطرلاب وما يحركه من الآلات فى مساحة ذراع تقريبا طولا وعرضا وعمقا وأما حسن هذا الإسطرلاب ووضعه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ابنِ شاطر نے اسطرلاب پر ایک رسالہ تالیف کیا ہے، اپنے اسطرلاب سے متعلق اس رسالہ میں ابنِ شاطر نے پہلے یہ باب قائم کیا ہے:

"باب معرفة وقت الظهر العصر وآخر وقتيهما"

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وتحرير آلاته وإتقانها وظرفها ففى غاية الحسن والذى أقوله فى هذا أن الإنسان العارف لو سمع بها فى إقليم بعدى من مكانه وكانت الطريق مشقة وكابد أهوالها فى السعى إلى رؤيته وظفر برؤيته لما أضاع زمانا ولا تعبا فان هذا أمر لم اسمع به أنه اتفق لغيره فى الوجود ولما رأيت الإسطرلاب خطر لى معنى فنظمته وهو(من الكامل)

(أفلاك شوقى مذ تغيب شخصكم ...دارت على قطب الجوى فى خاطرى)

(لا يعتريها فترة فى دورها ...فكأنها اسطرلاب ابن الشاطر)

وذكر لى أن الإشكالات التى وقعت فى أرصاد المتقدمين وفى الطرق التى حد سوها على هيئة أفلاك الكواكب السيارة الجامعة لحركاتها الموجودة بالعيان جملة الأول قرب فلك البروج من معدل النهار الثانى حركة الإقبال والإدبار الثالث كون حامل تدوير القمر بقطه قسيا متساوية فى أزمنة متساوية إلى مركز العالم لا إلى مركزه الرابع محاذاة قطر فلك تدوير القمر إذا تحرك من الأوج إلى الحضيض الخامس أفلاك معدلات المسير للكواكب السيارة السادس عروض الكواكب السابع الأفلاك الخوارج المراكز العلوية فإنها فى الأوضاع المشهورة تقطع قسيا متساوية فى أزمنة مختلفة لأن استواء حركتها مرصود عند مراكز أفلاك معدلات المسير الثامن فلك مسير عطارد التاسع الخارج المركز لعطارد فان استواء حركته عند مركز معدل المسير له العاشر كون عرض الزهرة غير ثابت بل ينتقل من الجنوب على الشمال وبالعكس قال النصير الطوسى حاولنا إزالة الإشكالات وما يتفرع منها فلم يمكن إلى الآن قال علاء الدين صاحب هذه الترجمة ثم ظهر لى إشكالات آخر منها عشرة فى القمر وأربعة من كل كوكب من الكواكب السيارة خلا عطارد ففيه خمس اشكالات قال فأما الإشكال الأول والثانى وهما قرب فلك البروج من معدل النهار وحركة الإقبال والإدبار فإنى وضعت فى ذلك مقالتين بينت فيهما ما وقع للأقدمين والمتأخرين من الأرصاد إلى تاريخى وثبت بما ظهر لى من تلك الأرصاد عدم الإشكالين ثم فرضت صحة الإشكالين وتتبع به الأرصاد المذكورة فلم يتطابق الرصد من زمان البرخس إلى تاريخنا ووجدت الخلل من ثلاثة أشياء أحدها الذى كان ظهر لبعض الأقدمين إنما كان بسبب ما حد سوه من أوضاع هيئة أفلاك الشمس والثانى من حركات الشمس والثالث أن الأقدمين بنوا أمرهم فى ذلك على إضاءة الهدفة المقابلة الهدفة القريبة إلى الشمس بإضاءة تامة ومن المعلوم أن ظل الهدفة العليا إذا وقع على الهدفة الوسطى لم يسترها من الجهات الثلاث سترا تاما دفعة واحدة فمن هنا ظهر أن فى الارتفاع على وضع الأقدمين يكون تفاوت وقع من قبله الإشكال وأما الإشكالات الباقية فيما يتعلق بالكواكب فقد وضعت لها أوضاعا أزلت بها تلك الإشكالات وأقمت عليها براهين هندسية ورصدية ذكرتها فى كتاب مختص بذلك وسميته تعليق الأوتاد وتكلمت فى ذلك كله على ما يلزم من الأمور الحسابية والهندسية ووضعت فى بعض ذلك طرقا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جس کے ضمن میں فلکی وفنی اعتبار سے ظہر اور عصر کی نماز کے اوقات اور حساب کو بیان کیا ہے۔

پھر اس کے بعد متصل یہ باب قائم کیا ہے:

"باب معرفة وقت الشفق وطلوع الفجر"

ظاہر ہے کہ جب ظہر اور عصر کی نمازوں کے ابتدائی وانتہائی اوقات کا علم ہوگیا، تو اس کے بعد مغرب، عشاء اور فجر کے اوقات کے علم کی ضرورت ہے، اور ان تینوں اوقات کا علم موقوف ہے طلوعِ فجر، اور غروبِ شفق کے علم پر، کیونکہ فجر کا وقت طلوعِ فجر پر شروع ہوتا ہے، اور مغرب کا وقت شفق کے غیوب تک جاری رہتا ہے، جس کے بعد عشاء کا وقت شروع ہوجاتا ہے، اس لئے فلکی اعتبار سے طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق کی معرفت سے مذکورہ تینوں نمازوں کے اوقات کا تعلق تھا، اس لئے ابنِ شاطر نے اس کے ضمن میں تحریر کیا کہ:

واعلم أن مقنطرة مغيب الشفق هى مقنطرة ثمانى عشرة فى ناحية المغرب وقد يعرف هذا الوقتان بوقوع درجة الشمس على الخطوط الموضوعة لهما. فاذاردت مغيب الشفق ففى ناحية المغرب واما اذا اردت طلوع الفجرففى ناحية المشرق (رسالة ابنِ شاطر، ص ٧، باب معرفة وقت الشفق وطلوع الفجر، مخطوطة)

ترجمہ: اور یہ بات جان لیجیے کہ مغیبِ شفق کا مقنطرہ مغربی جہت میں اٹھارہ 18 درجہ ہے اور یہ دونوں (یعنی طلوعِ فجر وغیوبِ شفق) کے اوقات، سورج کے درجہ ان خطوط پر واقع ہونے سے پہچانے جاتے ہیں، جو ان دونوں اوقات کی معرفت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ مختصرة تغنى عما بسطه الأقدمون من ذلك انه حصل لى مقوم القمر من تعديل واحد مع مطابقة الترصد وفى المشهور أربع تعاديل ومن علوم علاء الدين بن الشاطر كتاب أرقليدس والهندسة الثانية وما يتعلق بالحساب والجبر والمقابلة وفن المساحة وأما من وضعه من آلات الوقت فمنها آلة سماها الربع التام لمواقيت الإسلام والربع الجامع والممرات الآفاقية والربع المجبع والآلة الجامعة وكل آلة من هذه وضع لها رسالة تخصها.

ووضع كتابا سماه نهاية الغايات فى أعمال الفلكيات وكتابا فى المساحة وكتابا فى الحساب وكتابا فى الهندسة سماه المحصول فى ضبط الأصول وكتاب الذبح السيفى وضعه للأمير سيف الدين تنكز واما صناعة التطعيم والنجارة والنحت فله فى ذلك اليد الطولى مع الإتقان والتحرير (الوافى بالوفيات للصفدى، ج ٢٠، ص ١٢ الىٰ ١٦، رقم الترجمة ١٧)

کے لئے وضع کئے جاتے ہیں، پس جب آپ غیوبِ شفق کو معلوم کرنا چاہیں، تو مقنطرہ کے مغربی کنارہ میں، اور جب طلوعِ فجر کو معلوم کرنا چاہیں، تو مشرقی کنارہ میں مذکورہ درجہ پر ہوگی (رسالہ ابنِ شاطر)

ابنِ شاطر نے اس عبارت میں اور اس سے آگے پیچھے نہ تو صبحِ کاذب کا ذکر کیا، اور نہ ہی شفقِ کاذب کا ذکر کیا، کیونکہ ان کا مقصود فجر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کے اوقات کے درجات کو بیان کرنا ہے، پس لازم ہوا کہ جس چیز سے ان اوقات کا تعلق وابستہ ہے، اسی کا ذکر کیا جائے، کاذب سے کسی نماز کے وقت کا تعلق ہی نہیں، پس بعض ابنائے زمانہ کا اس قسم کی عبارات کو صبح کاذب پر محمول کرنا، اگر خطاء و تسامح قرار نہ دیا جائے، تو تلبیس و تحریف کے زمرہ میں ہی داخل قرار دیے جانے کے قابل ہے۔

علاءُ الدین ابنِ شاطر کا دوسرا حوالہ

اور ابنِ شاطر ہی نے اپنے دوسرے رسالہ ''تخبیرُ الاحباب فی الضروری فی علم الاسطر لاب'' میں بھی اس کی صاف طور پر صراحت کی ہے۔

چنانچہ موصوف نے مذکورہ رسالہ میں صفحہ ۳ پر پانچواں باب اس طرح قائم کیا ہے:

''الباب الخامس فی معرفة اوقات الصلاة''

اور پھر اس کے ضمن میں اوقاتِ صلاۃ سے متعلق حدیثِ جبریل لکھنے کے بعد فرمایا:

واما وقت صلاة العشاء فلذلک تضع النظير على مقنطرة ثمانية عشر .. واما وقت صلاة الصبح فهو عند طلوع الفجر ومعرفة ذلک ان تجعل النظير على مقنطرة ثمانية عشر (تخبير الاحباب فی الضروری فی علم الاسطر لاب، صفحة ۳، الباب الخامس فی معرفة اوقات الصلاة، مکتبة قطر الوطنية، مخطوطة)

ترجمہ: اور جہاں تک نمازِ عشاء کے وقت کا تعلق ہے، تو اس کے لئے سورج کی نظیر کو اٹھارہ 18 درجہ پر رکھیں۔

اور جہاں تک کہ صبح کی نماز کے وقت کا تعلق ہے، تو وہ طلوعِ فجر کے وقت ہوتا ہے، اور

اس کی معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ آپ نظیر کو اٹھارہ 18 درجہ پر رکھیں (تخمیر الاحباب)

ابنِ شاطر کی یہ عبارت اپنے مقصود میں بالکل واضح اور اس کے علاوہ کسی بھی دوسری تاویل کے بطلان کی واضح دلیل ہے، جس پر کلام کرنا بے معنٰی ہے۔

غیاثُ الدین شیرازی کا حوالہ

غیاث الدین منصور بن محمد شیرازی (المتوفٰی: 948ہجری) جو فلکیات کے ماہر ہیں۔ [1]
وہ فرماتے ہیں:

فيستنير الافقَ معترضا،وهو الصبح الصادق،وذالک عند وصول الشمس الیٰ قريب يح"18"درجة منحطا من الافق الشرقی وهو اول اليوم شرعا(سفير الغبراء والخضراء،ص ٦٠،الباب الرابع، الفصل الاول، مكتبة قطر الوطنية، مخطوطة)

ترجمہ: پھر افق چوڑائی میں روشن ہوتا ہے، اور یہی صبح صادق ہے، اور یہ اس وقت ہوتا ہے، جب سورج اٹھارہ 18 درجہ قریب مشرقی پر افق کے نیچے پہنچ جاتا ہے، اور یہی شرعی اعتبار سے دن کی ابتداء کہلاتی ہے (سفیر الغبراء)

اس عبارت میں بھی صبح صادق کے اٹھارہ 18 درجہ پر ہونے کی صاف طور پر تصریح ہے۔

ابوالعقول فلکی کا حوالہ

آٹھویں صدی ہجری کے فلکی ''ابوالعقول، محمد بن احمد طبری'' جو یمن کے باشندے، اور ابنِ یونس فلکی (المتوفی: 399ہجری) کے شاگرد تھے، وہ اپنی تالیف ''الزیج المختار'' میں ''طلوعِ فجر ومغیبِ شفق'' کا باب قائم کرکے تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] الدشتكی(948ھ= 1541 م)
منصور بن محمد صدر الدين بن إبراهيم الحسينی الدشتكی الشيرازی، غياث الدين :باحث، من كبار العلماء بالحكمة والإلهيات .نسبته إلى (دشتک) من قرى أصبهان .تنسب (الأعلام، للزركلی، ج٧،ص ٣٠٤، حرف الميم، مادة "من")

www.idaraghufran.org

اذاردت معرفة طلوع الفجر ومغيب الشفق فزد علىٰ مكان الشمس المقومة ستة بروج فما حصل فهو نظير مكان الشمس،فاحسب به الدائر من الفلک على ان الارتفاع ثمانى عشرة درجة بما اذكره لک فى معرفة الدائر من الفلک بالارتفاع .فماكان فهو مايدور من قوس الليل الىٰ مغيب الشفق وهو ايضا مايبقى من قوس الليل فى وقت طلوع الفجر فاقسمه علىٰ اجزاء ساعات نظير درجة الشمس فما خرج فساعات زمانية ودقائق وثوانى وثوالث هى الماضى من الليل فى وقت مغيب الشفق وهى ايضا الباقى فى وقت طلوع الفجر.

فان اردت ان تعلم كم هو من الساعات المعتدلات والدقائق والثوانى فاقسم الدائر على خمسة عشر (الزيج المختار،ص ٣٧،الباب الرابع عشر فى طلوع الفجر ومغيب الشفق،مكتبة قطر الوطنية، مخطوطة)

ترجمہ: جب تم طلوعِ فجر اور مغیبِ شفق کی معرفت حاصل کرنا چاہو،تو ''شمسِ مقومہ'' کی جگہ پر چھ بروج کا اضافہ کریں،پس جو حاصل ہو،وہ سورج کے مقام کی نظیر ہے،پھر اس کے ذریعہ فلکی دائرہ کو اٹھارہ 18 درجہ پر شمار کریں،جیسا کہ میں آپ کے سامنے اس کا ذکر،فلکی دائرہ کے ارتفاع کی معرفت کے ذیل میں کروں گا،پس جو حاصل ہوگا،تو وہ قوسِ لیل سے مغیبِ شفق تک دائر ہوگا،اور یہی قوسِ لیل سے طلوعِ فجر کے وقت میں باقی ہوگا،جس کو تم درجۂ شمس کی نظیر کی ساعات کے اجزاء پر تقسیم کرلو،جو حاصل نکلے وہی رات کے گذرے ہوئے مغیبِ شفق کے وقت میں ساعاتِ زمانیہ،اور دقائق،اور ثوانی وثوالث کہلائیں گے،اور یہی طلوعِ فجر کے وقت میں باقی کہلائیں گے۔

پھر جب تم اس کی ساعاتِ معتدلہ اور دقائق،اور ثوانی کی مقدار معلوم کرنا چاہو،تو اس دائر کو پندرہ پر تقسیم کردیں (الزیج المختار)

مذکورہ عبارت میں اٹھارہ 18 درجہ پر طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق،اور اس کے وقت کی تصریح ہے،اور اس کے مقابلہ میں رات کا ذکر اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس سے اصل فجر

وصادق کا وقت مراد ہے، اور اس میں کھینچ تان کر کاذب کو داخل کرنے کی تاویل درست نہیں، جس کا یہاں سرے سے ذکر ہی نہیں۔

شہابُ الدین ابنِ مجدی کا حوالہ

شہابُ الدین احمد بن رجب المعروف بابن المجدی، الفرضی المیقاتی (المتوفیٰ: 850ھ) فرماتے ہیں:

نقلت الیٰ مقنطرة یط(یعنی 19) للفجر او یز(یعنی 17) للشفق (رسالة العمل بالربع المرسوم بالمقنطرات، الفصل السابع فی معرفة ارتفاع العصر وحصتی الفجر والشفق، المخطوطة ۲۲۵۸، صفحة ۲، موجود فی جامعة الملک سعود" King Saud University" الریاض، السعودیة)

ترجمہ: منتقل کردیں آپ 19 درجات پر فجر کے لیے، یا 17 درجات شفق کے لیے (رسالة العمل بالربع المرسوم)

موصوف نے نمازِ فجر اور مغرب وعشاء کے اوقات کو بیان کرنے کے لئے مذکورہ حکم بیان کیا، لیکن مؤلفِ رسالہ اور ان کے متبوعین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے دوسری نمازوں کے اوقات کو تو بیان کردیا، لیکن مذکورہ اوقات کے درجات کو بیان کرنے سے سے سکوت اختیار کیا، اور محض ایسی چیز، یعنی کاذب کے درجہ کو بیان کرنے پر اکتفاء فرمایا، جس سے کسی نماز کے وقت کا تعلق بھی نہیں، اور نہ ہی وہ ''صبح'' ہے، بلکہ طلوعِ شمس سے پہلے اس کا طلوع، اور غروبِ شمس کے بعد، اس کا غروب رات کا حصہ ہے، اور اس کو'' کاذب'' بھی اسی لئے کہا جاتا ہے، تاکہ اس کے صبح ہونے کی تکذیب کی جائے۔

پس مؤلفِ رسالہ کی یہ عجیب وغریب تاویل ''صبح صادق'' کو'' صبح کاذب'' قرار دینے پر مبنی ہے۔

احمد بن احمد سنباطی کا حوالہ

احمد بن احمد بن عبدالحق السنباطی (المتوفیٰ: 995 ہجری) ''شرح الرسالة فی العمل

الربعُ المجیب“ میں فرماتے ہیں:

الباب الثانی عشر فی معرفة مقدار حصة الشفق،وهی المدة التی بین غروب قرص الشمس وغروب الشفق الاحمر،ومقدار حصة الفجر وهی المدة التی بین طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس.

اذا اردت معرفة حصة الشفق فاستخرج قوس سبعة عشر..

وان اردت معرفة مقدار حصة الفجر فهو قوس تسعة عشر (شرح الرسالة فی العمل الربع المجیب،صفحة،۱۲،الباب الثانی عشر ، مکتبة قطر الوطنیة، مخطوطة)

ترجمہ: بارہواں باب شفق کے حصہ کی مقدار کی معرفت کے بارے میں ہے،اور یہ وہ مدت ہے جو غروبِ شمس،اور غروبِ شفقِ احمر کے درمیان ہوتی ہے،اور فجر کے حصہ کی مقدار کی معرفت کے بارے میں ہے،اور یہ وہ مدت ہے، جو طلوعِ فجرِ صادق،اور طلوعِ شمس کے درمیان ہوتی ہے۔

جب آپ شفق کے حصہ کی معرفت حاصل کرنا چاہیں،تو تم سترہ درجہ قوس کی تخریج کریں،اور اگر آپ فجر کے حصہ کی مقدار کی معرفت حاصل کرنا چاہیں،تو وہ انیس درجہ کی قوس ہے (شرح الرسالة فی العمل الربع المجیب)

احمد بن احمد سنباطی کا شمار شافعی فقہاء میں ہوتا ہے، جو مصر کے فاضل ہیں،اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں،اور انیس (19) درجہ کی وجہ آگے آتی ہے۔ [1]

---

[1] السنباطی(995ھ= 1587م)

أحمد بن أحمد بن عبد الحق السنباطی، شهاب الدین الشافعی :فاضل مصری، من أهل سنباط (فی المحلة الکبری بمصر) له کتب، منها (فتاوی -خ) فی خزانة الرباط (124ک) جمعه بعض تلامیذه، فی 432صفحة، و (شرح مقدمة زکریا الأنصاری فی الکلام علی البسملة -خ) فی خزانة زهیر الشاویش ببیروت و (روضة الفهوم -ط) نظم نقابة العلوم للسیوطی، و (فتح الحی القیوم بشرح روضة الفهوم -خ) مجلدان، فی دار الکتب، و (رسالة فی عمل الربع المجیب فلک، و (حاشیة علی کتاب الورقات) للجوینی و (شرح الهمزیة)(الأعلام للزرکلی، ج ۱،ص ۹۲، حرف الألف، مادة "اح")

امیہ بن عبدالعزیز بن ابی صلت کا حوالہ

امیہ بن عبدالعزیز بن ابی صلت (المتوفی: 528ھ) جو علمِ ہیئت اور اسطرلاب میں مہارت کے حامل تھے، جیسا کہ حافظ ذہبی نے تاریخِ اسلام میں ذکر کیا ہے۔ [1]

وہ نمازوں کے اوقات کا بیان کرتے ہوئے طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق کے بارے میں فرماتے ہیں:

اذا اردت معرفة وقت طلوع الفجر فضع نظير جزء الشمس علىٰ مقنطرة جزء ثمانية عشر من المغرب......و ان اردت معرفةمغيب الشفق فضع نظير درجة الشمس ايضا على مقنطرةثمانية عشرناحية المشرق (رسالة فى العمل بالاسطرلاب، ص ۹، ۱۰، الباب السادس عشر فى معرفة طلوع الفجر ومغيب الشفق، مكتبة قطر الوطنية ، مخطوطة)

ترجمہ: جب آپ طلوعِ فجر کے وقت کی معرفت حاصل کرنا چاہیں، تو سورج کے جزء کی نظیر کو مغرب کی طرف اٹھارہ 18 درجہ پر رکھیں......اور اگر آپ غیوبِ شفق کی معرفت حاصل کرنا چاہیں، تو بھی سورج کے جزء کی نظیر کو مشرق کی طرف اٹھارہ 18 درجہ پر رکھیں (رسالةفى العمل بالاسطرلاب)

---

[1] أمية بن عبد العزيز بن أبى الصلت، أبو الصلت الأندلسى الدانى.
مصنف كتاب "الحديقة ."
كان عالما بالفلسفة، ماهرا فى الطب، إماما فيه وفى علوم الأوائل، سكن الإسكندرية مدة، وكان مولده بدانية فى سنة ستين وأربعمائة، أخذ عن :أبى الوليد الوقشى قاضى دانية، وغيره.
وقدم الإسكندرية سنة تسع وثمانين، ونفاه الأفضل شاهنشاه من مصر فى سنة خمس وخمسمائة، ثم دخل إلى المهدية، وحل من صاحبها على بن يحيى بن باديس بالمحل الجليل.
وكان بارعا فى معرفة النجوم والوقت، بارعا فى الموسيقى وفى الشعر، حاذقا بلعب الشطرنج، وله رسالة مشهورة فى الأسطرلاب، وله كتاب "الوجيز "فى علم الهيئة، وكتاب "الأدوية المفردة "، وكتاب فى المنطق، وكتاب "الانتصار "فى أصول الطب، صنف بعضها فى سجن الأفضل (تاريخ الإسلام للذهبى، ج ۱۱، ص ۴۷۰، الطبقة الثالثة والخمسون، الوفيات، سنة ثمان وعشرين وخمسمائة، رقم الترجمة ۲۵۲)

محقق طوسی کا حوالہ

نصیر الدین محقق طوسی (المتوفیٰ: 672ھ) کا شمار اہلِ ہیئت کے متقدمین ومبتدئین میں کیا جاتا ہے، جنہوں نے اس موضوع پر متعدد تصانیف کیں، اور وہ قبولیتِ عامہ کے درجہ کو پہنچیں۔ [1]

محقق طوسی اپنی کتاب ''التذکرة فی الهیئة'' میں لکھتے ہیں:

ویکون ما یقرب من الأفق بعد مظلما، فلذلک یسمی ذلک النور بالصبح الأول والصبح الکاذب، اما تسمیته بالاول فظاهر، واما تسمیته بالکاذب فلکون الأفق مظلما أی لو کان یصدق انه نور الشمس، لکان المنیر ما یلی الشمس دون ما یبعد منه.

وهذه صورة الافق والمثلث والعمود والشمس والارض:

ثم اذا قربت الشمس جدا ، انبسط النور، فصار الافق منیراً ویصیر الصبح صادقا.

والشفق تکون کعکس الصبح.

وقدعرف بالتجربة أن انحطاط الشمس من الارض عند اول طلوع الصبح، وآخر غروب الشفق، یکون ثمانیة عشر جزءا، ففی البلاد التی تکون

---

[1] محمد بن محمد بن حسن، الشیخ نصیر الدین، أبو عبد الله الطوسی، الفیلسوف.
کان رأسا فی علم الأوائل، لا سیما معرفة الریاضی وصنعة الأرصاد، فإنه فاق بذلک علی الکبار، قرأ علی المعین سالم بن بدران المصری المعتزلی، الرافضی وغیره، وکان ذا حرمة وافره ومنزلة عالیة عند هولاکو .وکان یطیعه فیما یشیر به والأموال فی تصریفه .فابتنی بمدینة مراغة قبة ورصدا عظیما واتخذ فی ذلک خزانة عظیمة عالیة، فسیحة الأرجاء وملأها بالکتب التی نهبت من بغداد والشام والجزیرة، حتی تجمع فیها زیادة علی أربعمائة ألف مجلد .وقرر بالرصد المنجمین والفلاسفة والفضلاء وجعل لهم الجامکیة.
وکان سمحا، کریما، حلیما، حسن العشرة، غزیر الفضائل، جلیل القدر، لکنه علی مذهب الأوائل فی کثیر من الأصول، نسأل الله الهدی والسداد .
توفی فی ذی الحجة ببغداد وقد نیف علی الثمانین .ویعرف بخواجا نصیر(تاریخ الإسلام للذهبی، ج۱۵،ص۲۵۲،الطبقة الثامنة والستون، رقم الترجمة ۸۹)

عروضها ثمانية واربعين ونصفا، يتصل الشفق بالصبح، اذا كانت الشمس فى المنقلب الصيفى، وفيما جاوزت عروضها ذلك المقدار، يكون ذلك فى زمان اكثر بحسب تناقص انحطاط الشمس عن الافق القدر المذكور، وتبين مما وصفنا السبب تحديد الصبح والشفق المذكور فيما مر بالافق الرحوى اھ (التذكرة فى الهيئة للطوسى، ص ٦١، ٦٢، الباب الثالث فى هيئة الارض، الفصل التاسع فى الصبح والشفق، مكتبة قطر الوطنية، مخطوطة)

ترجمہ: اور وہ حصہ، جو اُفق کے قریب ہوتا ہے، اس (ظہورِ کاذب) کے بعد تاریک ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے اس روشنی کا نام "صبحِ اول" اور "صبحِ کاذب" رکھا جاتا ہے، جہاں تک اس کا "اول" نام رکھنے کا تعلق ہے، تو وہ ظاہر ہے، اور جہاں تک اس کا "کاذب" نام رکھنے کا تعلق ہے، تو اس کی وجہ اُفق کا تاریک ہونا ہے، یعنی اگر یہ اس بات کی تصدیق کرتا کہ وہ سورج کی روشنی ہے، تو وہ حصہ روشن ہوتا، جو سورج کے قریب ہے (یعنی اُفق روشن ہوتا) نہ کہ اس سے دور والا حصہ۔

اور یہ اُفق اور مثلث اور عمود اور شمس اور ارض کا نقشہ ہے (نقشہ تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں)

پھر جب سورج بہت زیادہ قریب ہوجاتا ہے، تو روشنی پھوٹنے لگتی ہے، پھر اُفق روشن ہوجاتا ہے، اور اس طرح صبح صادق ہوجاتی ہے۔

اور شفق، صبح کے برعکس ہوتی ہے۔

اور تجربہ سے یہ بات پہچان لی گئی ہے کہ "اولِ طلوعِ صبح" (یعنی صبح کے طلوع کی ابتداء) اور "آخرِ غروبِ شفق" (یعنی غروبِ شفق کی انتہاء) 18 درجے پر ہوتی ہے، پس وہ علاقے، جن کا عرض البلد ساڑھے اڑتالیس درجے ہو، وہاں صبح، شفق کے ساتھ مل جاتی ہے، جب سورج منقلبِ صیفی (ماہِ جون) میں ہوتا ہے، اور جن علاقوں کے عروض البلد اس مقدار سے زیادہ ہوں، تو وہاں یہ صورتِ حال زیادہ زمانے (زیادہ ایام) تک جاری رہتی ہے، اُفق سے انحطاطِ شمس کی مذکورہ مقدار

سے کم ہونے کے اعتبار سے، اور ہم نے صبح اور شفقِ مذکور کی تحدید کا سبب گزشتہ بحث میں ''افقِ رحوی'' کے ساتھ (فصلِ سادس میں) بیان کردیا ہے(التذکرۃ)

مذکورہ عبارت میں ''اولِ طلوعِ صبح'' سے ''صبحِ ثانی'' (یعنی صبح صادق) کے مقابلہ میں ''صبحِ اول'' (یعنی صبح کاذب) مراد نہیں، بلکہ ''طلوعِ صبح'' کا اول حصہ مراد ہے، اسی طرح ''آخرِ غروبِ شفق'' سے ''شفقِ کاذب'' مراد نہیں، بلکہ ''شفق'' کے غروب کی انتہاء اور آخری حصہ مراد ہے، کیونکہ اصل عبارت اس طرح ہے:

''عند اول طلوع الصبح ،وآخر غروب الشفق''

اور اگر'' کاذب'' مراد ہوتی، تو عبارت اس طرح ہوتی:

''عند طلوع الصبح الأول،وغروب الشفق الآخر''

جس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی عبارت میں ''اول'' کی اضافت ''طلوعِ صبح'' اور ''آخر'' کی اضافت ''غروبِ شفق'' کی طرف ہے، اور مضاف ومضاف الیہ کا قاعدہ معلوم ہے۔

جبکہ دوسری عبارت میں ''الصبح الاول'' اور ''الشفق الآخر'' میں موصوف صفت کا تعلق ہے، جس کا قاعدہ بھی معلوم ہے۔

اور ''اولِ طلوعِ صبح'' اور ''آخرِ غروبِ شفق'' سے ''صبح صادق'' کے طلوع کی ابتداء، اور ''شفقِ ابیض'' کے غروب کی انتہاء، مراد ہونے اور'' کاذب'' مراد نہ ہونے کی تائید، ایک تو دیگر محققین متقدمین کی عبارات سے ہوتی ہے، دوسرے خود محقق طوسی کی اگلی آنے والی عبارات سے ہوتی ہے، اور تیسرے محقق طوسی نے خود جو ساڑھے اڑتالیس درجے عرض البلد سے ''صبح'' اور ''شفق'' کے متصل ہونے کے آغاز کا جو قاعدہ بیان کیا، اس سے بھی ہوتی ہے، کیونکہ یہ اصول 18 درجے پر ''صادق'' مراد لینے پر ہی منطبق ہوتا ہے'' کاذب'' مراد لینے پر منطبق نہیں ہوتا، کیونکہ اس عرض البلد پر محققینِ فقہ وفلکیات نے انقلابِ صیفی (ماہِ جون) کی بعض راتوں میں، شفق غائب نہ ہونے، اور عشاء کا وقت مفقود ہونے کا حکم لگایا ہے، اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جو حضرات اٹھارہ 18 درجہ پر کاذب کو مراد لیتے ہیں، وہ تین درجات

کے بعد صادق کے طلوع کا دعویٰ کرتے ہیں، تو ان کے نزدیک تو امام ابو حنیفہ تک کے نزدیک دونوں طرف کے درجات کو جمع کر کے کم از کم چھ درجات کا وقت عشاء کے لئے پایا جانا ضروری ہے، اور دوسرے فقہاء، جو غروبِ حمرہ پر عشاء کے قائل ہیں، اور وہ مزید تین درجات کم کر کے بارہ درجہ پر غیوبِ حمرہ کے قائل ہیں، جیسا کہ مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب، تو ان کے نزدیک مزید تین درجات کا اضافہ کر کے کل نو درجات کا وقت عشاء کے لئے ملتا ہے۔

اور ''التذکرۃ'' کے بعض شارحین نے جو 18 درجے پر ''کاذب'' کو مراد لیا، وہ تسامح پر مبنی ہے، جس کی تفصیل اگلی فصل کے ذیل میں آتی ہے۔

محقق طوسی کا دوسرا حوالہ

اور محقق طوسی اپنی فارسی زبان کی تالیف ''زبدۃُ الھیئۃ'' میں لکھتے ہیں:

وآں مخروط در مقابل آفتاب حرکت می کند، اول از مشرق برآید، وبلندی شود۔

ووقتِ غروب آفتاب بمغرب فروشود، ودرمیان شب از ہم جوانب درمیان ظلمت باشد وہیچ نور نبیند۔

وچوں آفتاب بافقِ مشرق نزدیک شود انجا کہ بسطحِ محیط مخروط نزدیک تر بود، نور آفتاب ازمیان ظلمت پیدا کرد، وآن نور را ''صبح'' خوانند (زبدۃُ الھیئۃ، فارسی ص ۴۷، باب بیست وچہارم، درہیئتِ صبح وشفق)

ترجمہ: اور یہ مخروط، سورج کے بالمقابل حرکت کرتا ہے۔

پہلے مشرق کی طرف سے برآمد ہوتا ہے، اور بلند ہوتا ہے۔

اور غروب آفتاب کے وقت مغرب کی طرف جا کر ختم ہو جاتا ہے۔

اور رات کے درمیان میں ہر طرف سے درمیان میں اندھیرا ہوتا ہے، اور کوئی

روشنی نظر نہیں آتی۔

اور جب سورج مشرقی افق کے قریب ہو جاتا ہے، تو خطِ مخروط کی سطح والی جو جگہ اس سورج کے نزدیک ترین ہوتی ہے، وہاں درمیان میں سورج کی روشنی ظلمت پیدا کر دیتی ہے، اور اس سورج کی روشنی کو صبح کہتے ہیں (زبدۃُ الھیئۃ)

محقق طوسی نے صبح صادق کو ''صبح'' کہا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ سچی اور اصل صبح یہی ہے، اور جب بغیر کسی قید کے ''صبح'' کا لفظ بولا جائے، تو اس سے یہی صبح مراد ہوا کرتی ہے۔

اس لئے آگے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے محقق طوسی نے اٹھارہ 18 درجہ پر جو صبح کی ابتداء کو اٹھارہ 18 درجہ پر بیان کیا، اس سے بھی یہی صبح مراد ہے۔

پھر محقق طوسی چند سطروں کے بعد صبح کاذب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وآں نور را ''صبحِ اول'' خوانند، وبسبب آنکہ بافق پیوستہ نباشد وافق ہنوز تاریک باشد، آنرا صبح کاذب خوانند، یعنی اگر صادق بودے کہ نور آفتاب است، در جہت آفتاب پیوستہ بودے بافق تا بآفتاب رسیدن۔

وبعد ازاں مخروط چوں ظل مایل تر شود۔

وروشنی بر افق شود وعریض منبسط کردہ، آنرا صبح دوم وصبح صادق خوانند وچوں نور آفتاب بسطحی رسد کہ مجاورِ افق باشد سرخی پدید آید۔

وبرصد معلوم شدہ باشد کہ چوں بعد آفتاب از دائرہ افق یعنی انحطاط از دائرہ ارتفاع ھشت دہ درجہ بود ''اولِ صبح'' بود۔

وشفق بعکسِ صبح بود، بعد از غروب۔

اول سرخی باشد، پس بیاضِ عریض منبسط، پس بیاضِ مستطیل۔

ودر آخرِ شفق بعدِ آفتاب از دائرہ افق ھمیں مقدار بود کہ در صبح گفتیم (زبدۃُ الھیئۃ، فارسی ص۴۷، باب بیست وچہارم، درہیئتِ صبح وشفق)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اور اس روشنی کو ’’صبح اول‘‘ کہتے ہیں۔

اور اس وجہ سے کہ یہ روشنی افق کے ساتھ پیوستہ نہیں ہوتی، اور افق تا حال تاریک ہوتا ہے، اس کو کاذب کہتے ہیں، یعنی اگر وہ روشنی اس بارے میں صادق وسچی ہوتی کہ وہ سورج کی روشنی ہے، تو وہ سورج کی طرف افق کے ساتھ پیوستہ ہوتی، سورج کے پہنچنے تک قائم وموجود رہتی۔

اور اس کے بعد یہ طولانی بیاض، ظل کی طرف زیادہ مائل ہوجاتی ہے، اور سورج کی روشنی افق پر پڑتی ہے، اور (افق پر) چوڑی روشنی پھوٹتی ہے، تو اس کو صبحِ دوم اور صبح صادق کہتے ہیں، اور جب سورج کی روشنی زمین کی سطح تک پہنچ جاتی ہے، یعنی افق کے ساتھ مل جاتی ہے، تو سرخی پیدا ہوجاتی ہے۔

اور رصد کے ذریعہ معلوم ہوچکا ہے کہ جب سورج کی افق کے دائرہ سے دوری، یعنی دائرہ ارتفاع سے انحطاط اٹھارہ 18 درجہ ہوتا ہے، تو صبح کی ابتداء (یعنی طلوعِ فجر) ہوجاتی ہے۔

اور شفق، صبح کے برعکس ہوتی ہے، غروب کے بعد۔

شروع میں سرخی ہوتی ہے، پھر بیاضِ عریض منبسط، پھر بیاضِ مستطیل۔

اور شفق کی انتہاء میں آفتاب کی دائرہ سے بعد (وفاصلہ) اسی مقدار میں ہوتا ہے، جتنی مقدار میں صبح کے بارے میں ہم نے کہا (زبدۃُ الھیئۃ)

فائدہ: محقق طوسی نے اس سے پہلی عبارت میں صادق کے بارے میں خود یہ تصریح کی تھی کہ:

’’وآن نور را ’’صبح‘‘ خوانند‘‘

جس سے صبح صادق کی طرف اشارہ تھا۔

تو اس کے بعد جو خود محقق طوسی نے ’’اولِ صبح‘‘ کہا، اس سے اسی صادق کی ابتداء مراد ہے۔

محقق طوسی نے مذکورہ عبارت میں پہلی جگہ ''صبح اول'' تحریر کیا ہے، اور دوسری جگہ ''اولِ صبح'' تحریر کیا ہے، پہلی جگہ صبح کاذب مراد ہے، اور دوسری جگہ اصل صبح کی ابتداء مراد ہے، یعنی صبح صادق کا طلوع، کیونکہ اس کا صبح نام ہونا، خود محقق طوسی پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اس کے بعد محقق طوسی نے اٹھارہ 18 درجہ پر صبح صادق کے طلوع اور شفقِ معترض کے غروب کی تفریع کرتے ہوئے مختلف عروض البلاد کے اعتبار سے صبح و شفق کے اوقات کی مقدار کا ذکر کیا ہے، جس میں پہلے خطِ استواء، جو کہ دائرہ عظیمہ ہے، اس کے بارے میں محقق طوسی نے واضح کیا ہے کہ خطِ استواء کے علاقوں میں جب سورج معتدل حرکت، یعنی اوسطِ ایام (مارچ، وستمبر) میں ہوتا ہے، یعنی سورج خطِ استواء کے اوپر چلتا ہے، تو دائرۃ البروج، اور سماوی دائرہ ارتفاع ایک ہوجاتا ہے، اور سورج ایک درجہ کو چار 4 منٹ میں طے کرتا ہے، جس کی وجہ سے اس وقت خطِ استواء کے کسی بھی علاقہ میں طلوعِ صبح اور طلوعِ شمس کے مابین اور غروبِ شمس و غروبِ شفق کے مابین ایک گھنٹہ بارہ منٹ (یعنی 72 منٹ) سے کم فاصلہ نہیں ہوتا، اور خطِ استواء سے آگے کے عرض البلد پر مذکورہ دونوں زاویوں میں فرق ہونا شروع ہوجاتا ہے، اس لئے حسبِ عرض وحسبِ تفاوت ان دونوں اوقات کے مابین کا دورانیہ زیادہ ہوجاتا ہے۔ [1]

مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب اپنے فتاویٰ میں اس کی توضیح میں تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] چنانچہ محقق طوسی لکھتے ہیں:

ودر خطِ استواء ایں ہشت دہ درجہ انحناط بہمیں قدر از حرکت معدل النہار بریدہ شود، ووقتی کہ آفتاب در دو نقطہ اعتدال بود، چنانکہ معدل النہار ودائرہ ارتفاع یکے بود، وآن وقت، ساعاتِ صبح و شفق، یعنی از اول صبح، تا طلوع، واز غروب، تا آخرِ شفق ساعتے وخمسے باشد، وبہ ہیچ موضع از سطح کرہ زمین، زمانِ صبح و شفق، از ایں کمتر نبود۔

ودیگر اجزائے فلکی چوں مدار یومی، آفتاب غیر دائرہ ارتفاع بود، ساعاتِ صبح و شفق ازیں مقدار زیادت باشد بقدر آنچہ کہ در مدتے کہ ایں ہشت دہ درجہ تفاوت افتد، از دورِ فلک معدل النہار واقع کردد، وباختلاف مدارات مختلف باشد (زبدۃُ الھیئۃ، فارسی ص ۷۴ و ۷۵، باب بیست وچہارم، در ہیئتِ صبح و شفق)

صبح اپنی کمی بیشی میں میلِ شمسی کی تابع ہے، اعتدالین پر کہ میلِ کلی منتفی ہوتا ہے، صبح سب سے چھوٹی مقدار پر ہوتی ہے، پھر جتنا میل بڑھتا جاتا ہے، صبح کی مقدار زیادہ ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ انقلاب پر، اپنی اعظم مقادیر پر آتی ہے (فتاویٰ رضویہ، ج۱۰، ص۵۷۲، کتاب الصوم، سحر وافطار کا بیان، مسئلہ۲۶۱، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس طرح کی اور بھی تصریحات آگے آتی ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذکورہ قاعدہ پندرہ درجہ کے مطابق صبح صادق کے طلوع اور شفقِ صادق کے غروب کا دعویٰ کرنے پر ہرگز صادق نہیں آتا، بلکہ اٹھارہ 18 درجہ کے مطابق ہی صادق آتا ہے۔

سال میں دو مرتبہ، دائرۃ البروج، اور سماوی دائرہ ارتفاع، آپس میں ملتے ہیں، ایک کو اعتدالِ ربیعی کہا جاتا ہے، جو کہ تقریباً 21 مارچ کو واقع ہوتا ہے، اور دوسرے کو اعتدالِ خریفی کہا جاتا ہے، جو کہ تقریباً 23 ستمبر کو واقع ہوتا ہے، ان دونوں زمانوں کو ''اعتدالین'' کہا جاتا ہے۔

اور بعض دیگر محققین نے اس قاعدہ کو بیان کرتے وقت یہ تصریح بھی کی ہے کہ ان ایام میں مذکورہ مواضع پر عشاء کا وقت ہاتھ نہیں آتا، جو اٹھارہ 18 درجہ پر صبح کاذب مراد لینے والوں کی صریح تردید کے لئے کافی وافی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

پھر اس کے بعد محقق طوسی لکھتے ہیں:

ودر ہر بقعہ کہ عرض از چہل ونہ درجہ ونیم بگذردد، ساعتِ صبح وشفق در اولِ سرطان بیک دیگر متصل باشد وظلمت نباشد (زبدۃ الھیئۃ، فارسی ص۴۷، باب بیست وچہارم، در ہیئتِ صبح وشفق)

ترجمہ: اور جب (سورج) ہر اس بقعہ سے گذرتا ہے، جس کا عرض ساڑھے انچاس درجہ ہوتا ہے، تو صبح اور شفق کی ساعت اولِ سرطان (یعنی منقلبِ صیفی، یا ماہِ جون) میں ایک دوسرے کے ساتھ متصل ہوجاتی ہے، اور (وہاں شب کا) اندھیرا نہیں ہوتا (زبدہ)

فائدہ: اس مقام پر محقق طوسی نے ایک درجہ کا اضافہ کرکے ساڑھے انچاس درجہ عرض البلد پر شفق وصبح کے متصل ہونے کا ذکر کیا ہے۔

پہلے زمانہ میں جب محقق طوسی وغیرہ نے یہ تحقیق بیان کی، زمین کے عروض البلاد کی پیائش موجودہ دور کے مطابق نہیں ہوسکی تھی، جس کی وجہ سے ایک آدھ درجہ کا فرق کوئی بڑا فرق نہیں۔

بہرحال ہم ایک سے زیادہ مقامات پر واضح کرچکے ہیں کہ مذکورہ اوراس کے قرب وجوار کے عرض البلد والے علاقوں کے انقلابِ صیفی (ماہِ جون) کے مخصوص ایام میں دیگر فلکیین وفقہاء نے رات، اورعشاء کی نماز کا وقت مفقود ہونے اور رات بھر شفق کے موجود رہنے کی تصریح کی ہے، جو اٹھارہ 18 درجہ پر طلوعِ صبح صادق، وغروبِ شفقِ صادق کو تسلیم کرکے ہی درست قرار پاسکتی ہے، اوراس کا پندرہ درجہ پر منطبق ہونا، درست نہیں بنتا۔

محقق طوسی کا تیسرا حوالہ

نصیرالدین محقق طوسی (المتوفیٰ:672ھ) اپنی عربی تالیف ’’**زبدۃ الادراک فی ھیئۃ الافلاک**‘‘ میں لکھتے ہیں:

ثم تتلاشی النور، ویحمر الافق، اذ یخرج النور من المخروط بالتدریج، ویسمی الصبح الصادق، ویکون حینئذ بین الافق والشمس ”یح“(18) درجة.

والشفق نظیرہ فی الغرب بالعشایا، وبینھا وبین المغرب مثلہ (زبدۃ الادراک فی ھیئۃ الافلاک، المعروف ،الزبدۃ فی الھیئۃ مع رسالۃ الابھریۃ فی علم الھیئۃ للطوسی، فصل فی معرفۃ السنۃ والشھور والنھار واللیل والساعات المستویۃ،صفحہ ۲۴، مخطوطۃ نمبر ۱۳۳۹)

ترجمہ: پھر وہ (صبح کاذب کی) روشنی مضمحل ہونے لگتی ہے، اوراُفق سرخ ہوجاتا ہے، اچانک مخروط سے تدریجاً روشنی نکلتی ہے، اوراس کا نام صبح صادق ہے، اور

www.idaraghufran.org

اس وقت افق اور سورج کے درمیان اٹھارہ 18 درجہ کا فاصلہ ہوتا ہے۔
اور شفق مغرب میں اس کی نظیر ہے عشاء کے وقت اور اس شفق اور غروب کے درمیان اسی جیسا فاصلہ ہوتا ہے (زبدۃ)

اس عبارت میں صبح صادق کی صاف تصریح کے بعد اس کے اٹھارہ 18 درجہ پر ہونے کا ذکر ہے، جس میں سرخی کی تصریح ہے، اور اس کی صبح کاذب سے تشریح کرنا درست نہیں۔

محقق طوسی کا چوتھا حوالہ

نصیرُ الدین محقق طوسی (المتوفی 672ھ) اپنی کتاب ''بیست باب'' کے نویں باب میں جو انہوں نے صبح اور شفق کی معرفت کے بارے میں قائم کیا ہے، فرماتے ہیں:

باب نہم: در معرفتِ ساعاتِ صبح وشفق۔

نظیر درجہ آفتاب را بر مقنطرہ ہشتدہ درجہ غربے نہیم، ونشان کنیم، پس بر افق مغرب نہیم ومری نشان کنیم ومیان ہر دو نشان بشمریم وبر پانزدہ قسمت کنیم، آنچہ بیرون آید ساعات باشد میانِ طلوع صبح وطلوعِ آفتاب۔

وہمچنین نظیر جزوِ آفتاب را بر افق مشرق نہیم ومری نشان کنیم، پس بر مقنطرۂ ہشتدہ درجہ شرقے نہیم ونشان کنیم ومیان ہر دو نشان بشمریم وبر پانزدہ قسمت کنیم وآنچہ بیرون آید، ساعات باشد میان طلوع صبح ومیان طلوع آفتاب۔

وہمچنین نظیر جزوِ آفتاب را بر مشرق نہیم ومری نشان کنیم، پس بر مقنطرہ ہشتدہ درجہ شرقے نہیم ونشان کنیم ومیان ہر دو نشان بشمریم وبر پانزدہ قسمت کنیم، آنچہ بیرون آید ساعات بود، میان غروب آفتاب وغروب شفق۔

واگر از کوکبے ارتفاع گرفتہ باشیم آں ارتفاع را بر مقنطرۃ او (یعنی ہشت دہ درجہ) نہیم، پس نگاہ کنیم جزوِ آفتاب بر کدام مقنطرۃ است، از مقنطراتِ ارتفاع چنداں

www.idaraghufran.org

کہ بود ارتفاع سرِ مخروطِ ظل زمین بود۔

واگر (نظیر) شرقی بود کمتر از ہشت دہ درجہ ہنوز شفق فرونشدہ باشد، واگر بیشتر بود فرو شدہ باشد۔

واگر (نظیر) غربی بود پیشتر از ہشت دہ درجہ ہنوز صبح بر نیامدہ باشد، واگر کمتر از ہشت دہ درجہ باشد صبح برآمدہ باشد، واگر بر خط وسطِ سماء باشد، نیم شب باشد (رسالہ بیست باب در معرفت اسطرلاب، ص۸۹، ۹۰، باب نہم: در معرفت صبح وشفق، مکتبۃ قطر الوطنیۃ، وص۱۵، ۱۶، ناشر: انتشارات دانش گاہ، تہران، تاریخِ طبع: ۱۳۳۵ھ)

ترجمہ: نواں باب: صبح وشفق کی ساعات کی معرفت کے بارے میں۔

سورج کے درجہ کی نظیر کو ہم اٹھارہ 18 درجہ مغرب میں رکھیں گے، اور نشان لگائیں گے، پھر مغرب کے افق پر رکھیں گے، اور مری کا نشان لگائیں گے، اور ہر دو نشان کے درمیان کو شمار کریں گے، اور پندرہ پر تقسیم کریں گے، جو نتیجہ برآمد ہوگا، وہ ساعات ہوگی، طلوعِ صبح وطلوعِ آفتاب کے درمیان کی۔

اور اسی طرح سے سورج کے جزو کی نظیر کو مشرق میں رکھیں گے، اور مری کا نشان لگائیں گے، پھر اٹھارہ 18 درجہ مشرق کے مقنطرہ پر رکھیں گیں، اور ہر دو نشان کے درمیان کو شمار کر کے پندرہ پر تقسیم کریں گے، اور جو نتیجہ برآمد ہوگا، وہ طلوعِ صبح اور طلوعِ آفتاب کے درمیان کی ساعات ہوگی۔

اور اسی طرح سے سورج کے جزو کی نظیر کو مشرق میں رکھیں گے، اور مری کا نشان لگائیں گے، پھر اٹھارہ 18 درجہ مشرق کے مقنطرہ پر رکھیں گے، اور نشان لگائیں گے، اور ہر دو نشان کے درمیان کو شمار کریں گے، اور پندرہ پر تقسیم کریں گے، جو نتیجہ برآمد ہوگا، وہ ساعات ہوگی، سورج غروب ہونے، اور شفق غروب ہونے کے درمیان کی۔

اور اگر کوکب کے ذریعے سے ہم ارتفاع کو نکالیں، تو اس ارتفاع کو مذکورہ مقنطرۃ (یعنی 18 درجے) پر رکھیں گے، پھر دیکھیں گے کہ سورج کے جزو کی نظیر مقنطراتِ ارتفاع میں سے کون سے مقنطرۃ پر ہے، جہاں بھی زمین کے سائے کے مخروط کے سرے کا ارتفاع ہو، وہی وقت ہوگا۔

اور اگر سورج کی نظیر مشرق میں ہو، اور 18 درجے سے کم ہو، تو ابھی شفق ختم نہیں ہوئی، اور اگر 18 درجے سے زیادہ ہے، تو شفق ختم ہو چکی ہے۔

اور اگر سورج کی نظیر مغرب میں ہو، اور 18 درجے سے زیادہ ہے، تو بھی صبح طلوع نہیں ہوئی، اور اگر 18 درجے سے کم ہے، تو صبح برآمد ہو چکی ہے، اور اگر آسمان کے درمیانی خط پر ہو، تو آدھی رات کا وقت ہے (بیست باب)

فائدہ: محقق طوسی نے اس پورے باب میں نہ تو کاذب مستطیل کا ذکر کیا، نہ ہی مستطیل کو شفق کا نام دیا، اور ہر مقام پر صبح وشفق کا اطلاق کیا، جس سے صاف ظاہر ہے کہ طلوعِ صبح صادق، وطلوعِ شفقِ صادق کا بیان مقصود ہے، اور طلوعِ شمس سے طلوعِ صبح، وغروبِ شمس سے غروبِ شفق کے درمیان کی ساعات کو بیان کرنے سے بھی یہی صاف ظاہر ہے کہ وہ ایسی صبح وشفق کو بیان کرنا چاہتے ہیں، جس سے نماز، روزہ کا تعلق ہوتا ہے۔

نیز صبح وشفق کے وقت کی تخریج میں مغربی افق اور مشرقی افق کی قید بھی صادق کے وقت کی تخریج کی دلیل ہے، کیونکہ صادق ہی افق پر ہوتی ہے، کاذب ہرگز افق پر نہیں ہوتی۔

پھر اس باب کے آخر میں محقق طوسی نے شفق وصبح کو اٹھارہ 18 درجہ پر بیان کرنے کے بعد جو آدھی رات کے وقت کو معلوم کرنے کا طریقہ بیان کیا، یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان دونوں کے درمیان کے وقت کی تخریج بیان کر رہے ہیں، اور اسی کو ''نیم شب'' کہہ رہے ہیں، اور یہ بات ظاہر ہے کہ طلوعِ صبح سے پہلے مستطیل کا طلوع رات میں ہوتا ہے، اور اسی طرح غروبِ شفق کے بعد مستطیل کا غروب بھی رات میں ہوتا ہے، صبح وشفق کے مقابلہ میں

ان دونوں کے درمیان والے حصہ کو ”شب قرار دینا“ اسی صورت میں درست قرار پاسکتا ہے، جبکہ صبح وشفق کو صادق پر محمول کیا جائے۔

پس کاذب، جوکہ نہ تو اُفق پر ہوتی، بلکہ افق سے بہت اوپر ہوتی ہے، اور نہ ہی اس کی افق سے حساب لگانے کی کوئی وجہ بنتی، اور نہ ہی، اس سے کوئی شرعی حکم وابستہ ہے، نہ ہی وہ یہاں زیرِ بحث ہے، اس کا یہاں بلاوجہ تداخل کر کے، صادق کو نظر انداز کرنا، عقلاً ونقلاً کسی طرح درست نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ طلوعِ فجر کی ابتداء اور صبح صادق 18 درجے پر طلوع ہوتی ہے۔

اور بعض حضرات کا یہ خیال کرنا کہ یہاں صبح سے بیاضِ مستطیل مراد ہے، یہ قطعاً درست نہیں، بلکہ جمہور اصحابِ فلکیین اور فقہائے کرام کی تصریحات، بلکہ خود محقق طوسی کی گذشتہ، اور آگے آنے والی تصریح کے خلاف ہے۔

حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ”صبح صادق“ میں ”حوالہ جات تحقیقاتِ قدیمہ“ کا عنوان قائم کر کے اس کے ذیل میں جو چند متاخرین کے حوالہ جات نقل کئے ہیں، اور ان کو تحقیقاتِ قدیمہ قرار دیا ہے، ان حوالہ جات میں ایک حوالہ محقق طوسی کی بیست باب کا بھی نقل کیا ہے، جس میں محقق طوسی کی اوپر نقل کردہ عبارت:

”میانِ طلوع صبح وطلوعِ آفتاب“

کو اس طرح نقل کیا ہے:

”میانِ طلوع صبح (کاذب، شرح) وطلوعِ آفتاب“

(ملاحظہ ہو: صبح صادق، ص ۹، مشمولہ ”احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۶۵، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

اس عبارت میں مفتی صاحب موصوف نے لفظِ ”کاذب“ برجندی وغیرہ کی شرح سے اضافہ کیا ہے، جو کہ خطاء وتسامح پر مبنی، اور خود محقق طوسی کی دوسرے مقامات پر ذکر کردہ تصریح کے خلاف ہے۔

مفتی صاحب موصوف چونکہ ان حوالہ جات کو جو انہوں نے ذکر کیے، قدیم محققین کی تصریحات سمجھے ہوئے تھے، اور ان کو ان سے پہلے کے مسلم ائمہ ارصاد وفلکیات کی تصریحات نہ پہنچ سکی تھیں، اس لئے انہوں نے اس اضافہ کی ضرورت سمجھی، جبکہ اصل خطاء وتسامح ان ہی شارحین ومحشیین کو ایک دوسرے کی اتباع میں پیدا ہوا، اور جب یہ تشریح ''صواب'' کے بجائے ''خطاء'' پر مبنی ہے، تو اس شرح کو حجت قرار دینا کیسے درست ہوسکتا ہے۔

محقق طوسی کا پانچواں حوالہ

محقق طوسی اپنے فارسی رسالہ ''در بیان صبح کاذب'' میں لکھتے ہیں:

''صبح کاذب نورے مستطیل است کہ در ناحیۂ مشرق بآخر شب ظاہر شود ممتد از نزدیک کنارہ افقی تا نزدیک وسطِ آں۔

وآں نور را قاعدہ نبود، بلکہ ہوا ہی کہ زیر او بافق نزدیک تاریک باشد واز یں جہت اور ابکاذب نسبت کند ومحتاج بیان دریں باب میانِ ظلمت ہوائے کثافت کہ مماس مطلع آفتاب در وقت استنارت ہوائے فوقانی وذکر وجہ استطالت'' (رسالہ در بیان صبح کاذب، ص ۵۱، مجموعہ مجمع الحکم، کتابخانہ مجلس شورای ملی، نمبر ۵۱۸۰)

ترجمہ: صبح کاذب مستطیل روشنی ہوتی ہے، جو مشرق کی جہت میں آخرِ شب میں ظاہر ہوتی ہے، افق کے کنارہ کے نزدیک سے وسطِ افق کے قریب تک ممتد ہوتی ہے۔

اور اس مستطیل روشنی کا کوئی قاعدہ مقرر نہیں، بلکہ اس کے نیچے کی فضاء جو افق کے قریب ہوتی ہے، وہ تاریک ہوتی ہے، اور اسی وجہ سے اس کی طرف کاذب (یعنی جھوٹی) ہونے کی نسبت کی جاتی ہے۔

اور اس باب میں بیان کی محتاج ''ہواء کی کثافت کی ظلمت ہے، جو آفتاب کے طلوع ہونے کی جگہ ہوتی ہے، اوپر کی ہوا کے روشن ہونے کے وقت، اور اس کے

مستطیل ہونے کی وجہ کا ذکر محتاجِ بیان ہے (رسالہ بیان صبح کاذب)

اس کے بعد محقق طوسی نے کاذب کی فلکی وفنی توجیہ کی تفصیل بیان کی ہے، لیکن اس پورے رسالہ میں کہیں سے کہیں تک کاذب کے درجہ کا ذکر تک نہیں کیا۔

اسی کے ساتھ محقق طوسی نے مذکورہ عبارت میں تصریح کردی ہے کہ صبح کاذب کا کوئی قاعدہ مقرر نہیں، اور یہ مستطیل شکل میں ہوا وفضاء کی مخصوص کثافت پر پڑ کر نظر آنے والی روشنی ہوتی ہے، اور اس کے نظر آتے وقت اصل افق پر چونکہ اندھیرا ہوتا ہے، اس لئے اس کو کاذب کہا جاتا ہے۔

قطبُ الدین فاسی، شیرازی کا حوالہ

قطبُ الدین محمود بن مسعود شیرازی فاسی (المتوفیٰ: 710ھ) علمِ ہیئت وفلکیات کی معتبر شخصیت شمار کی جاتی ہیں، انہوں نے اس موضوع پر متعدد کتب تالیف کی ہیں، جن میں محقق طوسی کی ''التذکرۃ'' کی شرح بھی ہے۔ [1]

---

[1] القطب الشيرازى(710 - 634هـ = 1311 - 1236م)
محمود بن مسعود بن مصلح الفارسى، قطب الدين الشيرازى :قاض، عالم بالعقليات، مفسر. ولد بشيراز، وكان أبوه طبيبا فيها، فقرأ عليه، ثم قصد نصير الدين الطوسى وقرأ عليه .ودخل الروم فولى قضاء سيواس وملطية .وزار الشام .ثم سكن تبريز، وتوفى بها .وكان ظريفا لا يحمل هما ولا يغير زى الصوفية، يجيد لعب الشطرنج ويديمه، ويتقن الشعبذة، ويضرب بالرباب ويجلس فى حلق المساخر .وهو من بحور العلم .من كتبه (فتح المنان فى تفسير القرآن) نحو 40مجلدا، منه الجزء الأول مخطوط، و (مشكلات التفاسير -خ) و (حكمة الإشراق -ط) و (تاج العلوم -خ) و (شرح كليات القانون فى الطب لابن سينا -خ) رأيت منه المجلد الرابع بخط مشرقى مشرق، كتب سنة 731فى خزانة الرباط (148كتانى) و (مفتاح المفتاح -خ) فى البلاغة، و (غرة التاج فى الحكمة، و (نهاية الإدراک فى دراية الأفلاک -خ) فى علم الهيئة، و (شرح الأسرار للسهروردى) و (رسالة فى بيان الحاجة إلى الطب وآداب الأطباء ووصاياهم -خ) و (الانتصاف، شرح الكشاف -خ) و (شرح مختصر ابن الحاجب -خ) و (التحفة الشهية -خ) فى الهيأة، و (التبصرة -خ) هيأة، و (شرح التذكرة الناصرية -خ) و (رسالة فى البرص -خ) (الأعلام،للزركلى، ج۷،ص۱۸۷، ۱۸۸، حرف الميم، مادة "مح")

www.idaraghufran.org

اس کے علاوہ موصوف نے علمِ ہیئت پر ایک تالیف ’’التحفة الشاهية فی علم الهيئة‘‘ کے نام سے تالیف کی ہے، جس میں موصوف فرماتے ہیں:

الصبح والشفق استنارة فی كرة البخار لاقبال الشمس على الافق الشرقی وادبارها عن الغربی، والا لما اثر قربها وبعدها فيه.

لكن علم بالتجربة ان اول الفجر وآخر الشفق انما يوجد وانحطاطها ثمانی عشرة درجة .ولايرى ان كان اكثر.

فعلم أنه من ضيائها الواقع لا على ظاهر الارض، اذ الشمس تحتها بعد، وهو مظلم ، ولا على الافلاك والهواء الصافی المحيط بكرة البخار اذ النور ينفذ فيها ولا ينعكس عنهما ، لكونهما مشفين فی الغاية .

بل ما خشن وكثف من سطح مخروط الظل المسمى بالليل لاستنارة الاجزاء الارضية فيه بضيائها كما يشاهد عند دخول الشعاء من كوة فی بيت الى الظلمة ما هو.

وهما متشابهان شكلا متقابلان وضعا، لان اول طلوع الفجر كآخر غروب الشفق.

اذ الفجر تبدو من ضياء ضعيف، هو البياض المستدق المستطيل ، ويسمى بالصبح الاول، لانه اول نور، يظهرو بذنب السرحان لدقته واستطالته، ولان الضوء فی اعلاه دون اسفله، كما ان الشعر يكثر على اعلى الذنب، دون اسفله، وبالصبح الكاذب اذ لو صدق انه نور الشمس لكان المنير ما يقرب منها لا ما يبعد ، لكن الافق مظلم.

ثم البياض المستطير وهو العريض المنبسط ، ولهذا قال عليه السلام لا يغرنكم الفجر المستطيل فكلوا واشربوا حتى يطلع الفجر المستطير ، ويسمى بالصبح الصادق، لان ضياء ه اصدق من الاول، لانه لا يعقبه ظلمة ، بخلاف الكاذب فانه يعقبه ظلمة، تكذبه على ما ظن، لان الصحيح على ما يتبين ، ان الاول لا ينتفی بل يخفى لغلبة الضوء الطارئ عليه، كما يخفى ضوء الشمس اضواء المشاعل .

ثم الحمرة.

www.idaraghufran.org

والشفق بعكس ذلك، اذ بعد الغروب يكون حمرة ، ثم البياض العريض المنبسط ، ثم البياض المستدق المستطيل الٰى ان يخفى (التحفة الشاهية فى علم الهيئة، ص ۱۴۵ ، الباب الثالث فى هيئة الارض، الفصل العاشر فى الصبح والشفق، مكتبة قطر الوطنية، مخطوطة)

ترجمہ: صبح، اور شفق، کرۂ بخار میں اس روشنی کا نام ہے، جو سورج کے افق شرقی پر متوجہ ہونے، اور افقِ غربی سے چلے جانے کی وجہ سے ہوتی ہے، ورنہ تو سورج کے افق میں قریب اور دور ہونے کا کوئی اثر نہ ہوتا۔

(صبح اور شفق کی یہی حقیقت ہے) لیکن تجربہ سے یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ فجر کی ابتداء اور شفق کی انتہاء، صرف اور صرف سورج کے اٹھارہ 18 درجہ نیچے ہونے پر پائی جاتی ہے۔

اور افق پر یہ روشنی دکھائی نہیں دیتی، جب افق سے سورج کا اٹھارہ 18 درجہ سے زیادہ کا فاصلہ ہو۔

پس یہ بات معلوم ہوچکی کہ یہ (18 درجہ والی) روشنی سورج کی واقعی روشنی ہے، لیکن وہ زمین کے اوپر نہیں ہوتی (بلکہ افق پر ہوتی ہے) کیونکہ سورج تو ابھی زمین کے نیچے ہوتا ہے، اور زمین پر اندھیرا ہوتا ہے، اور نہ ہی یہ روشنی ستاروں پر اور اس صاف ہوا میں ہوتی، جس نے کرۂ بخار کا احاطہ کر رکھا ہوتا ہے، کیونکہ روشنی تو اس میں نفوذ کر لیتی ہے، اور ان دونوں (یعنی فلک اور صاف ہوا) سے منعکس نہیں ہوتی، کیونکہ یہ دونوں انتہائی شفاف ہیں۔

بلکہ یہ وہ سخت اور کثیف ذرات ہیں، جو مخروطِ ظل کی سطح سے تعلق رکھتے ہیں، جس کا نام ''رات'' ہے، کیونکہ اس میں سورج کی روشنی کی وجہ سے وہ اجزاءِ ارضیہ روشن ہوجاتے ہیں، جیسا کہ کسی سوراخ سے گھر میں اندھیرے کی طرف شعاع داخل ہونے پر اسی طرح کی چیز کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

اور یہ دونوں (صبح اور شفق) شکل میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں، اور وضع میں ایک دوسرے کے مقابل ہیں، کیونکہ طلوعِ فجر کی ابتداء، غروبِ شفق کی انتہاء کی طرح ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ''فجر'' ظاہر ہوتی ہے، ضعیف روشنی سے، جو کہ بیاضِ مستدق، مستطیل ہے، اور اس کا نام ''الصبحُ الاول'' ہے، کیونکہ یہ پہلی روشنی ہے، اور اس کا نام ذنبِ سرحان (بھیڑیے کی دم) بھی رکھا جاتا ہے، کیونکہ یہ دقیق ہوتی ہے، اور لمبی ہوتی ہے، اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ روشنی اس کے اوپر والے حصہ میں ہوتی ہے، نیچے والے حصہ میں نہیں ہوتی، جیسا کہ بھیڑیے کی دم کے اوپر والے حصہ میں بال زیادہ ہوتے ہیں، نیچے والے حصہ میں اتنے نہیں ہوتے، اور ''صبح کاذب'' اس لئے نام رکھا جاتا ہے کہ اگر یہ اس بارے میں سچی ہوتی کہ وہ سورج کی روشنی ہے، تو سورج کے قریب والا حصہ روشن ہوتا، نہ کہ دور والا حصہ، دراں حالیکہ افق (جو سورج کے قریب والا حصہ ہے، وہ) اندھیرے میں ڈوبا ہوتا ہے۔

پھر بیاضِ مستطیر ہوتی ہے، اور وہ چوڑی اور منبسط ہوتی ہے، اور اسی وجہ سے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کو فجرِ مستطیل دھوکہ میں نہ ڈالے، پس تم کھاؤ، اور پیو، یہاں تک کہ فجرِ مستطیر طلوع ہو جائے، اور اس کا نام صبح صادق رکھا جاتا ہے، کیونکہ اس کی روشنی، پہلی کے مقابلہ میں زیادہ سچی ہوتی ہے، کیونکہ اس کے بعد اندھیرا نہیں آتا، بخلاف کاذب کے، کیونکہ اس کے بعد اندھیرا آتا ہے، جو اس چیز کی تکذیب کر دیتا ہے، جس کا گمان کیا گیا تھا۔

کیونکہ صحیح بات جو ظاہر ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ پہلی ختم نہیں ہوتی، بلکہ مخفی ہو جاتی ہے، اس پر طاری ہونے والی روشنی کے غلبہ کی وجہ سے، جیسا کہ سورج کی روشنی، چراغوں کی روشنیوں کو مخفی کر دیتی ہے۔

پھر حمرہ آتی ہے۔

اور شفق کا معاملہ اس کے برعکس ہے، کیونکہ غروب کے بعد پہلے حمرہ ہوتی ہے، پھر بیاضِ عریض منبسط ہوتی ہے، پھر دقیق وباریک، مستطیل بیاض ہوتی ہے، یہاں تک کہ وہ بھی مخفی ہوجاتی ہے (التحفہ)

فائدہ: مسلم علمائے فلکیین، اور اصحابِ فقہ، صبح اور شفق کے موقع پر احادیثِ رسول کی اتباع کرتے ہوئے ضمنی طور پر کاذب کا بیان کردیتے ہیں، ورنہ اس سے نہ تو کسی فلکی مسئلہ کا تعلق ہے، اور نہ ہی شرعی وفقہی مسئلہ کا تعلق ہے، بلکہ اس کی حقیقت سے واقفیت کی محض اس لئے ضرورت ہے، تاکہ اسے کوئی صبح وفجر نہ سمجھ بیٹھے، اسی وجہ سے اس کے درجۂ انحطاط کو بیان کرنے، اور صادق کے درجہ سے سکوت اختیار کرنے کی نہ کوئی ضرورت ہے، اور نہ ہی عقل ونقل کی رو سے یہ کوئی قابلِ قبول، طرزِ عمل کہلائے جانے کا مستحق ہے۔

یہی طرزِ عمل قطب شیرازی نے بھی اختیار کیا کہ پہلے اصل صبح، اور اس کے درجہ کو بیان کیا، جب تک کاذب کا ذکر بھی نہیں کیا، اور شروع میں ہی صبح کی تعریف کرتے ہوئے افق پر روشنی پڑنے کی قید لگادی، اور یہ بات معلوم ہے کہ کاذب کی روشنی افق پر نہیں ہوتی، بلکہ افق سے دور ہوتی ہے۔

اور ابتدائے فجر، وانتہائے شفق کا درجہ بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ:

"اول الفجر و آخر الشفق"

جس میں "فجر وشفق" دراصل "اول وآخر" کا مضاف الیہ ہے، جس سے مراد اسی فجر کی ابتداء، اور اسی شفق کی انتہاء مراد ہے، جس کا اس سے پہلے ذکر ہوا، اور وہ صادق ومعترض ہے۔

پھر اس کے بعد کاذب کو موصوف، صفت کے ساتھ اس طرح بیان کیا کہ:

"الصبح الاول"

جس سے، دوسری کے مقابلہ میں پہلی صبح، یعنی کاذب مراد ہے۔

بعد کے بعض شارحین نے یہ فرق ملحوظ رکھے بغیر مضاف، ومضاف الیہ والے جملہ کا ترجمہ موصوف، صفت کے ساتھ کردیا، اور یہاں سے صبح صادق کے بجائے، صبح کاذب کے اٹھارہ 18 درجہ پر ہونے کی غلطی کا آغاز ہوا، جس کا سلسلہ اہلِ علم کے ایک طبقہ میں آج تک جاری ہے، اور یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی جاتی کہ ان سب متقدمین کو ایسی کونسی پریشانی لاحق تھی کہ نماز، روزہ کے اوقات کے درجات کو بیان کرنے کے موقع ومحل میں ایسی چیز کے درجہ کو بیان کرنے پر صدیوں تک اکتفاء کیا جاتا رہا، جس سے نہ کسی نماز کا حکم وابستہ ہے، نہ روزہ، یا کسی دوسرے شرعی حکم کا تعلق ہے، اور پھر اگر اس کے درجہ کو بیان کرنے کی کوئی ضرورت ہی پیش آ گئی تھی، تو اس کے ساتھ صبح صادق وشفقِ کاذب کے درجہ کو بھی تو بیان کرنا ضروری تھا، یا کم از کم اتنا ہی واضح کردیا جاتا کہ کاذب وصادق کے درمیان اتنے درجات کا تفاوت ہوتا ہے، لیکن صدیوں تک ان تمام چیزوں سے سکوت اختیار کیا جاتا رہا ہو، اور نعوذ باللہ تعالیٰ اسلامی دنیا، اور جملہ فلکیین اس کے درجہ سے غافل رہے ہوں، اور پھر یہ کام بارہویں صدی میں شیخ خلیل کاملی (المتوفیٰ: 1207ھ) کے ذریعہ حل ہوا ہو۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کی تاویلات کا حقیقت سے زیادہ تعلق نہیں، لیکن ہم نے دیکھا کہ ان باتوں کو بار بار بڑی اہمیت وجرأت کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، اور اس کے نتیجہ میں تمام متقدمین کی عبارتوں کو توڑ مروڑ کر، دور دراز کی توجیہات کی جاتی ہیں، جو تحریف کی حدود کو چھونے لگتی ہیں۔

قطبُ الدین فاسی، شیرازی کا دوسرا حوالہ

قطبُ الدین محمود بن مسعود شیرازی فاسی نے اس کے بعد آگے اٹھارہ 18 درجہ پر صبح صادق کے طلوع اور شفقِ معترض کے غروب کی تفریع کرتے ہوئے خطِ استواء کے علاقوں میں سورج کی معتدل حرکت، یعنی اوسطِ ایام (مارچ، وستمبر) میں طلوعِ صبح اور طلوعِ شمس کے مابین اور

غروبِ شمس وغروبِ شفق کے مابین ایک گھنٹہ بارہ منٹ سے کم فاصلہ نہ ہونے، اور خطِ استواء سے آگے کے عرض البلد پر حسبِ عرض اس دورانیہ کے زیادہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

واذا عرفت ذلک فاعلم انه وان کان انحطاط الشمس من الافق عند اول الصبح وآخر الشفق ثمانی عشرة من دائرة ارتفاعها لکن لاختلاف مطلع قوس الانحطاط یختلف ساعاتهما اعنی التی بین طلوعی الصبح والشمس وبین غروبی الشمس والشفق.

اما فی خط الاستواء فساعات کل "ساعة وخمس" ان کانت الشمس فی الاعتدال لانقطاع درجات الانحطاط بقدرها من حرکة المعدل. لانه دائرة ارتفاعها حینئذ، ولایکون فی موضع من سطح الارض زمان الصبح والشفق اقل من هذا.

واکثر منها ان کانت فی غیره بقدر التفاوت بین درجات الانحطاط (التحفة الشاهية فی علم الهیئة، ص ۱۴۶، الباب الثالث فی هیئة الارض، الفصل العاشر فی الصبح والشفق، مکتبة قطر الوطنیة، مخطوطة)

ترجمہ: اور جب تم اس کی معرفت حاصل کر چکے، تو یہ بات جان لیجیے کہ اگرچہ سورج کا افق سے انحطاط صبح کی ابتداء اور شفق کی انتہاء کے وقت دائرہ ارتفاع سے اٹھارہ 18 درجہ پر ہوتا ہے، لیکن انحطاطِ قوس کے مطلع کے اختلاف کی وجہ سے اس کی ساعات، یعنی طلوعِ صبح، وطلوعِ شمس، اور غروبِ شمس وغروبِ شفق کا دورانیہ مختلف ہوجاتا ہے۔

جہاں تک خطِ استواء کا تعلق ہے، تو اگر سورج اپنی رفتار کو طے کرنے کے اعتدال والے زمانہ میں ہو، تو اس کے انحطاط کے درجات اس کے حرکتِ معتدل کے اعتبار سے ہی ہوتے ہیں، ایسی صورت میں (طلوعِ صبح وطلوعِ شمس، اور غروبِ شمس وغروبِ شفق کے دورانیہ) کی مجموعی مقدار ایک گھنٹہ، اور پانچویں ساعت (یعنی ایک گھنٹہ بارہ منٹ، اور مجموعی طور پر 72 منٹ) ہوتی ہے۔

www.idaraghufran.org

کیونکہ اس وقت میں یہی سورج کا دائرہ ارتفاع بھی ہے(اس لئے سورج کا دائرۃ البروج، اور سماوی دائرہ ارتفاع ایک ہوجاتا ہے)

اور زمین کی سطح میں کوئی موضع ومقام بھی ایسا نہیں کہ جس میں صبح اور شفق کا زمانہ اس مذکورہ مقدار سے کم ہو۔

البتہ اس سے زیادہ مقدار ہوتی ہے، اگر وہ اس کے علاوہ میں ہو، اور وہ زیادتی انحطاط کے درجات کے مابین تفاوت کے اعتبار سے ہوتی ہے(التحفۃ الشاہیہ)

فائدہ: مذکورہ اصول اٹھارہ 18 درجہ کے مطابق درست قرار پاتا ہے۔

چنانچہ خطِ استواء اور قرب وجوار کے ہندوستان وپاکستان وغیرہ کے تمام علاقوں کے اوسطِ ایام (مارچ، وستمبر) میں اس اصول کو اٹھارہ 18 درجہ کے نقشوں کے مطابق جائزہ لے کر ہر شخص تصدیق کرسکتا ہے۔

نیز مکہ مکرمہ (جس کا عرض البلد 21 درجہ ہے) اور مدینہ منورہ (جس کا عرض البلد 25 درجہ ہے) میں بھی 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق تیار شدہ نقشوں میں اوسطِ ایام میں اس کا تقابل کر کے بآسانی معلوم کیا جاسکتا ہے۔

قطبُ الدین فاسی، شیرازی کا تیسرا حوالہ

قطبُ الدین محمود بن مسعود شیرازی فاسی نے اس کے بعد خطِ استواء کے بعد کے عرض البلد میں طلوعِ فجر صادق وغروبِ شفق کے اقات واحوال کا ذکر کرنے کے بعد ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد پر منقلبِ صیفی (ماہِ جون) میں شفق کے صبح کے ساتھ مل جانے کا ذکر کیا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

وحیث العرض ثمانیة واربعون ونصف اذا کانت الشمس فی المنقلب الذی فی جهة العرض تتصل الشفق بالصبح،لان قوس انحطاطها من دائرة نصف النهار،حینئذ یکون ثمانیة عشر جزء ا والآن الذی هو آخر غروب

الشفق لكون اول طلوع الصبح،وفيما جاوز العرض ذلك يكون اتصالهما في زمان بحسب مناقص انحطاطها عن الافق لان طلوع الصبح يكون قبل غروب الشفق (التحفة الشاهية في علم الهيئة،ص۱۴۷، الباب الثالث في هيئة الارض،الفصل العاشر في الصبح والشفق، مكتبة قطر الوطنية، مخطوطة)

ترجمہ: اور جہاں کا عرض ساڑھے اڑتالیس درجہ ہوتا ہے، وہاں جب سورج منقلبِ صیفی (ماہِ جون) میں جہتِ عرض میں ہوتا ہے،تو شفق،صبح کے ساتھ متصل ہوجاتی ہے، کیونکہ سورج کے انحطاط کی قوس نصف النہار کے دائرہ سے اس وقت اٹھارہ 18 درجہ پر ہوتی ہے،اوراب یہ غروبِ شفق کی انتہاء کا وقت ہے، جو کہ طلوعِ صبح کی ابتداء کا بھی وقت ہے(یعنی دونوں کا اٹھارہ 18 درجہ، باہم متصل ہوجاتا ہے)اور پھر جتنا عرض البلد آگے بڑھتا ہے،تو ان دونوں کا یہ اتصال افق سے انحطاط کے کم ہونے کے زمانہ میں زیادہ ہوجاتا ہے، کیونکہ طلوعِ صبح،غروبِ شفق سے پہلے ہوتی ہے(التحفۃ الشاہیہ)

اور ہم یہ کئی مرتبہ ذکر کرچکے ہیں کہ یہ بات فقہائے کرام اور اصحابِ فلکیین کی تصریح،اور مشاہدات کے تناظر میں اٹھارہ 18 درجہ پر طلوعِ صادق کو قرار دینے پر ہی صادق آتی ہے، پندرہ درجہ پر ہرگز صادق نہیں آتی۔

قطبُ الدین فاسی، شیرازی کا چوتھا حوالہ

نیز قطب الدین محمود بن مسعود شیرازی فاسی اپنی دوسری تالیف ’’**نہایۃُ الادراک فی نہایۃ الافلاک**‘‘ میں فرماتے ہیں:

قد عرفت بالتجربة ان انحطاط الشمس من الافق عند اول طلوع الصبح وآخر غروب الشفق يكون ثمانية عشر جزءا من دائرة الارتفاع المارة بمركز الشمس ، لكن لاختلاف مطالع قوس الانحطاط تختلف ساعات الصبح والشفق اعني الساعات التي بين طلوعي الصبح والشمس والتي

بین غروبی الشمس والشفق.

اما فی خط الاستواء فهذه الدرجات ثمانی عشرة اعنی للانحطاط تنقطع بهذا القدر من حركة معدل النهار ، اذا كانت الشمس فی احدی نقطتی الاعتدالین، لاتحاد دائرة الارتفاع ومعدل النهار حینئذ ، واذ ذاک یكون ساعات الصبح والشفق ساعة وخُمس ساعة (72دقائق)لانها مقدار ثمان عشرة درجة، ولا یكون فی موضع من سطح الارض زمان الصبح والشفق اقل من هذا.

واذ كانت الشمس هناک فی غیر الاعتدالین كانت دائرة الارتفاع غیر المدار الیومی للشمس فیزید ساعات الصبح والشفق علی ما قلنا (نهایة الادراک فی درایة الافلاک للشیرازی، ص ۱۲۲ ، المقالة الثالثة فی هیئة الارض، الباب التاسع فی الصبح والشفق، المكتبة البریطانیة، رقم المخطوطة: ADD-7482)

ترجمہ: تجربہ سے اس چیز کی معرفت حاصل کی جا چکی ہے کہ طلوعِ صبح کی ابتداء، اورغروبِ شفق کی انتہاء کے وقت سورج کا افق سے انحطاط اٹھارہ 18 درجہ پر ہوتا ہے،اس دائرہ ارتفاع سے جو مرکزِ شمس سے گذرتا ہے،لیکن قوسِ انحطاط کے مطالع کے اختلاف صبح اور شفق کی ساعات،یعنی طلوعِ صبح وطلوعِ شمس کے مابین،اورغروبِ شمس وغروبِ شفق کے مابین کےاوقات مختلف ہوتے ہیں۔

جہاں تک خطِ استواء کا تعلق ہے،تو یہ درجات اٹھارہ 18 ہیں،یعنی اس انحطاط کے لئے کہ سورج اس مقدار کو معتدل حرکت میں طے کرتا ہے،جب سورج اعتدال کے دونوں نقطوں پر ہوتا ہے،کیونکہ دائرہ ارتفاع اور معدلِ نہار اس وقت میں متحد ہوجاتا ہے،اوراس حالت میں صبح اور شفق کی ساعات ایک گھنٹہ اور گھنٹہ کا پانچواں حصہ (یعنی ایک گھنٹہ بارہ منٹ،یا مجموعی 72 منٹ)ہوتی ہے۔

کیونکہ یہی مقدار اٹھارہ 18 درجہ کی ہے،اورزمین کی کسی سطح کے مقام پر بھی صبح اور شفق کا زمانہ اس سے کم نہیں ہوتا۔

اور جب اس خطِ استواء میں سورج غیر معدل ایام میں ہوتا ہے،تو دائرہ ارتفاع

www.idaraghufran.org

سورج کے یومی مدار کے علاوہ ہوتا ہے، اس لئے صبح اور شفق کی ساعات واوقات کا دورانیہ زیادہ ہوجاتا ہے، اسی وجہ سے جو ہم نے بیان کی (نہایۃ الادراک)

قطبُ الدین فاسی، شیرازی کا پانچواں حوالہ

پھر چند سطور کے بعد قطبُ الدین محمود بن مسعود شیرازی فاسی فرماتے ہیں:

وفی المواضع التی یکون عروضها ثمانیة واربعون ونصف ، اذا کانت الشمس فی المنقلب الصیفی، یتصل الشفق بالصبح ، ولا یوجد ظلمة اللیل، عند وصول الشمس علی دائرة نصف النهار تحت الارض، لان قوس انحطاطها من دائرة نصف النهار حینئذ علی هذا الموضع، یکون ثمانیة عشر جزء ا ، فالآن الذی یکون آخر غروب الشفق، یکون بعینه اول طلوع الصبح.

وفی ما جاوزت عروضها ذلک المقدار، یکون ذلک اعنی اتصال الصبح بالشفق فی زمان اکثر بحسب تناقض انحطاط الشمس عن الافق القدر المذکور، وعلی هذا یکون طلوع الصبح قبل تمام غروب الشفق، بخلاف الموضع الاول، فیکون زمانها من ساعات الشفق وساعات الصبح ایضاً ،ویکثر هذا الزمان لما ذکرنا (نهایة الادراک فی درایة الافلاک للشیرازی، ص ۱۲۲ ،۱۲۳، المقالة الثالثة فی هیئة الارض، الباب التاسع فی الصبح والشفق، المکتبة البریطانیة، رقم المخطوطة: ADD-7482)

ترجمہ: اوران مواضع میں جن کا عروض البلد ساڑھے اڑتالیس درجہ ہوتا ہے، جب سورج منقلبِ صیفی میں ہوتا ہے، تو شفق، صبح کے ساتھ متصل ہوجاتی ہے، اور رات کی ظلمت نہیں پائی جاتی، سورج کے زمین کے نیچے نصف النہار کے دائرہ پر پہنچنے کے وقت، کیونکہ سورج کے افق سے انحطاط کی قوس، نصف النہار کے دائرہ سے اس وقت، اس موضع پر اٹھارہ 18 درجہ ہوتی ہے، پس یہ وقت جو شفق کے غروب کی انتہاء کا ہوتا ہے، وہی بعینہٖ طلوعِ صبح کی ابتداء کا بھی ہوتا ہے۔

اور جتنا عرض البلد بھی اس مقدار سے بڑھتا جاتا ہے، تو یہ یعنی صبح کا شفق کے ساتھ اتصال بھی اکثر زمانہ میں سورج کے افق سے مذکورہ مقدار کے انحطاط کے اعتبار سے ہوتا ہے، اور اس پر طلوعِ صبح غروبِ شفق کے مکمل ہونے سے پہلے ہوتی ہے، برخلاف پہلے موضع کے (جو ساڑھے اڑتالیس درجہ، یا اس کے لگ بھگ ہو) کہ اس میں شفق کی مکمل ساعات، اور صبح کی مکمل ساعات بھی ہوتی ہیں، اور اس زمانہ کی تکثیر اسی وجہ سے ہوتی ہے، جو ہم نے ذکر کی (نہایۃ الادراک)

اس عبارت میں تصریح ہے کہ اتصالِ شفق وصبح کے زمانہ میں سورج کے زمین کے نیچے دائرہ نصف النہار پر پہنچنے پر (یعنی صبح وشفق کے بالکل درمیانی حصہ میں) رات کی ظلمت موجود نہیں ہوتی، جس کا مطلب واضح طور پر متعین ہے کہ دونوں کے درمیان میں اس رات کی ظلمت کا وجود نہیں ہوتا، جو طلوعِ صبح سے پہلے، اور غروبِ شفق کے بعد ہوتی ہے۔

جبکہ کاذب کی بیاض، رات میں داخل ہے، اور وہ نہ زمین پر ہوتی، نہ افق پر ہوتی، اس کا زمین، یا اس کے افق کی روشنی اور اندھیرے سے تعلق ہی نہیں۔

نیز مذکورہ عبارت سے صراحت کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد پر منقلبِ صیفي (یعنی ماہِ جون) میں صبح وفجر کا مکمل وقت ہوتا ہے، اور شفق کا بھی مکمل وقت ہوتا ہے، لیکن ابیض کے بعد امام ابوحنیفہ کے نزدیک عشاء کا وقت نہیں ہوتا، کیونکہ اس سے صبح صادق کا اتصال ہوجاتا ہے، جیسا کہ دیگر حضرات نے بھی تصریح کی ہے، اگر کاذب کا باہم اتصال مانا جائے، تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک وقتِ عشاء فوت ہونے کا کیا مطلب؟

اور مذکورہ عرض البلد سے زیادہ کے علاقوں میں فجر وشفق کے وقت میں کمی ہونے لگتی ہے، کیونکہ سورج کا انحطاط اٹھارہ 18 درجہ سے کم ہونے لگتا ہے، پھر ابیض بھی غائب نہیں ہوتی، احمر ہی رہتی ہے۔

پس اس قسم کی صریح عبارات وحوالہ جات کو ملاحظہ کرنے کے بعد بھی بعض ابنائے زمانہ کا

اٹھارہ 18 درجہ پر طلوع ہونے والی روشنی کو کاذب کی بیاض قرار دینے پر اصرار کرنا، انتہائی تعجب خیز ہوگا۔

شہابُ الدین ابوعلی مراکشی کا حوالہ

ساتویں صدی کے ایک عظیم فلکی، علامہ شہابُ الدین ابوعلی مراکشی نے بھی فلکیات پر ایک عمدہ تالیف فرمائی ہے، حافظ ذہبی نے ان کا شیوخِ کبیر میں ذکر کیا ہے۔ [1]

علامہ موصوف اس تالیف میں پانچوں نمازوں کے اوقات کی تخریج کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

واما خطی الفجر ومغیب الشفق فرسمهما ظاهر لما تقدم وليس هما مما يحتاج الى رسمه لانهما علٰى مذهب ابى حنيفة رحمة الله عليه يعلمان من مقنطرة "يح"(۱۸) وعلٰى مذهب مالك والشافعى رحمة الله عليهما،اما لفجر فيعلم من مقنطرة "يح"(۱۸)واماالشفق فيعلم من مقنطرة"يز"(۱۷) على مايذكر فى العمل بالاسطرلاب (المبادى والغايات فى اعمال الفلكيات،الجزء الثانى، القسم السادس، الباب : ۳، الفصل : ۲، مخطوطة)

ترجمہ: اور جہاں تک کہ فجر اور مغیبِ شفق کا تعلق ہے، تو ان کی علامت ظاہر ہے،

---

[1] الحسن بن عبد الرحمن بن محمد بن على بدر الدين أبو على المراكشى ثم الدمشقى الخدى سبط العلامة شهاب الدين أبى شامة.

روى لنا عن ابن عبد الدائم، توفى سنة اثنتين وعشرين وسبع مائة وقد شاخ.

سمعت منه منتقى من صحيح مسلم ومشيخة ابن عبد الدائم تخريج ابن الظاهرى، خرجت عنه فى غير موضع.

وهو ابن أخى شيخنا علاء الدين على، وكان يسكن بالعقيبة مما يلى ناحية الشامية، رحمه الله(معجم الشيوخ الكبير للذهبى،ج ۱،ص ۲۱۱،حرف الحاء)

المراكشى(نحو 660هـ نحو 1262م)

الحسن بن على بن عمر، أبو على شرف الدين المراكشى :موقت، مغربى .له (جامع المبادء والغايات فى علم الميقات -خ) فى شستربتى (4487) وطوبقبو .قال الحاج خليفة :أعظم ما صنف فى هذا الفن (الأعلام،للزركلى، ج ۲،ص ۲۰۳، حرف الحاء، مادة "حس")

جیسا کہ گذرا، اور یہ اوقات ایسے نہیں ہیں کہ جن کے لئے علامت قائم کی جائے، کیونکہ یہ دونوں اوقات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق اٹھارہ 18 درجہ پر معلوم کئے جاتے ہیں، اور امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے مذہب کے مطابق، فجر تو اٹھارہ 18 درجہ پر ہی معلوم کیا جاتا ہے، جہاں تک شفق کا معاملہ ہے، تو اس کو سترہ درجہ پر معلوم کیا جاتا ہے، جیسا کہ اسطرلاب کے ذریعہ عمل کے ذیل میں ذکر کیا جائے گا (المبادی والغایات فی اعمال الفلکیات)

احمر وابیض کے درجات کا فرق واضح کررہا ہے کہ فجر میں اٹھارہ درجہ پر بالیقین صادق کا طلوع مراد ہے، جو حضرات احمر کے غروب کو اس کے پانچ درجہ بعد، بارہ درجہ پر قرار دیتے ہیں، مذکورہ عبارت ان کے قول کے بطلان کی واضح دلیل ہے۔

بدرالدین ابوعبداللہ الکنانی کا حوالہ

محمد بن ابراہیم بن سعد اللہ بن جماعۃ، قاضی القضاۃ بدرُ الدین ابوعبداللہ کنانی، حموی شافعی (المتوفی: 733ھ) جو بڑے محقق اور اسطرلاب کے ماہر گذرے ہیں، جیسا کہ علامہ صفدی نے ذکر کیا ہے۔ [1]

---

[1] محمد بن إبراهيم بن سعد الله بن جماعة بن على بن جماعة بن حازم بن صخر .الإمام العالم. قاضى القضاة بدر الدين أبو عبد الله الكنانى، الحموى الشافعى .ولد بحماة سنة تسع وثلاثين وستمائة .وتوفى رحمه الله سنة ثلاث وثلاثين وسبعمائة فى حمادى الأولى بمصر.
سمع سنة خمسين من شيخ الشيوخ الأنصارى، وبمصر من المرضى بن البرهان والرشيد العطار وإسماعيل بن عزون وعدة .وبدمشق من إبن أبى يسر وابن عبد وطائفة .وأحاز له عمر بن البراذعى والرشيد بن مسلمة وطائفة .وحدث بالشاطبية عن إبن عبد الوارث صاحب الشاطبى .وسمعتها أنا عليه، مع جماعة بمنزله بمصر مجاوراً لجامع الناصرى .وأجاز لى فى سنة ثمان وعشرين وسبعمائة .وحدث بالكثير، وتفرد فى وقته .وكان قوى المشاركة فى علوم الحديث والفقه والأصول والتفسير، خطيباً تام الشكل، ذا تعبد وأوراد .وحج .وله تصانيف .درس وأفتى واشتغل. نقل إلى خطابة القدس ثم طلبه الوزير شمس الدين بن السلعوس، فولاه قضاء مصر ورفع شأنه .ثم حضر إلى الشام قاضيا .وولى خطابة الجامع الأموى مع القضاء .ثم طلب لقضاء مصر بعد الشيخ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

وہ اپنے ایک رسالہ میں فرماتے ہیں:

فضع نظير جزء الشمس علىٰ ثمانية عشر درجة من مقنطرات المغرب ان اردت الفجر اوعلىٰ ثمانية عشر درجة من مقنطرات المشرق ان اردت الشفق (ملخص الأياب فى العمل بالاسطرلاب،الباب التاسع عشر،فى معرفة طلوع الفجر وغياب الشفق،المكتبة الرقمية)

ترجمہ: تو آپ سورج کے جزو کی نظیر کو مغرب کے مقنطرات میں سے اٹھارہ 18 درجہ پر رکھیں، اگر آپ فجر کا وقت معلوم کرنا چاہتے ہیں، یا مشرق کے مقنطرات میں سے اٹھارہ 18 درجہ پر رکھیں، اگر آپ غروبِ شفق کا وقت معلوم کرنا چاہتے ہیں (ملخص الایاب فی العمل بالاسطرلاب)

ابوعبداللہ اندلسی کا حوالہ

ابوعبداللہ اندلسی، محمد بن علی بن یحییٰ بن علی ابن العطاح (المتوفی: 715ہجری) نے ''**كتاب العمل بالاسطرلاب**'' میں پہلے تو ''**باب معرفة وقت الظهر والعصر**'' کے ضمن میں ظہر اور عصر کی نماز کے اوقات کی تخریج کا طریقہ بیان کیا ہے، پھر اس کے بعد یہ باب قائم کیا ہے:

''**باب معرفة مغيب الشفق وطلوع الفجر**''

پھر اس باب کے ذیل میں فرمایا:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تقى الدين بن دقيق العيد .وامتدت أيامه إلى أن شاخ وكبر وأضر وثقل سمعه .فعزل بقاضى القضاة جلال الدين محمد بن عبد الرحمن القزوينى سنة سبع وعشرين وسبعمائة .وكثرت أمواله .وباشر آخراً بلا معلوم على القضاء .ولما رجع السلطان الملك الناصر من الكرك سنة تسع وسبعمائة، صرفه وولى جمال الدين الزرعى فاستمر نحو السنة .ثم أعيد قاضى القضاة بدر الدين، وولى المناصب الكبار .وكان يخطب من إنشائه .وصنف فى علوم الحديث وفى الأحكام .وله رسالة فى الإصطرلاب(نكت الهميان فى نكت العميان،للصفدى،ص ٢٢١،٢٢٢،حرف الميم، حرف الميم)

www.idaraghufran.org

واعلم ان مقنطرة مغيب الشفق من مقنطرة ثمانية عشرة فى ناحية المشرق ومقنطرة طلوع الفجر ثمانى عشرة فى ناحية المغرب (كتاب العمل بالاسطرلاب، ص ١٣، باب معرفة مغيب الشفق وطلوع الفجر، مكتبة قطر الوطنية، مخطوطة)

ترجمہ: اور یہ بات جاننی چاہیے کہ غروبِ شفق کا مقنطرہ، مشرق کے کنارہ میں اٹھارہ 18 مقنطرہ پر ہے، اور طلوعِ فجر کا مقنطرہ، مغرب کے کنارہ میں اٹھارہ 18 مقنطرہ ہے (کتاب العمل بالاسطرلاب)

ابوعبداللہ اندلسی کا علامہ سخاوی نے ذکر کیا ہے، اور حافظ ذہبی کے حوالہ سے ان کو اندلس غرناطہ کا باشندہ اور حرمین میں نزول کرنے والا، اور علمِ فلکیات کا عارف قرار دیا ہے۔ [1]

ابنُ البناء مراکشی کا حوالہ

''ابنُ البناء'' ابوالعباس احمد بن محمد ازدی، مراکشی (المتوفیٰ: 721ھ) نے بھی 18 درجے پر صبح صادق کا قول کیا ہے، چنانچہ انہوں نے اپنی تالیف ''رسالة على الصحيفة الزرقالية الجامعة'' میں ایک باب ان الفاظ میں قائم کیا ہے:

---

[1] محمد بن على بن يحيى بن على: أبو عبد الله الأندلسى الغرناطى المالكى نزيل الحرمين ويعرف بالشامى لنزول أبيه الشام ولد سنة إحدى وسبعين وستمائة بأحوال غرناطة وسمع بها من جماعة وتلى بالسبع على أبى جعفر بن الزبير وبيونس من أبى محمد بن هارون الطائى وقدم القاهرة فى سنة سبعمائة متوجها للحج فسمع بالمدينة على القاسم خلف بن عبد العزيز النشورى والكمال عبد الله بن محمد بن أبى بكر العثمانى المالكى وابى عبد الله الفاسى وشرح الجمل للزجاجى وله نظم كثير منه الكثير فى المديح النبوى أثنى عليه الذهبى فى طبقات القراء فقال: فقد وصفه بالإمام العلامة المتفنن كان بارعا فى مذهب مالك والشافعى عارفا بالنحو وعلم الفلك له شعر رائق فيمن اشتغل بالعربية ولذا كان فيه قوة نفس على أكثر هذا ابن المطرى صاحب يعنى به العتيق بن الجمال قلت: وقد روى عنه الأقشهرى قصيدة فى حمزة عم النبى صلى الله عليه وسلم وأنه كتبها من إملائه عليه فى رمضان سنة ثلاث عشرة وسبعمائة وأنشدها قبل ذلك فى رجب من السنة ووصفه: بالشيخ المرحوم نزيل الحرمين البليغ وأرخ وفاته بالمدينة برباط وكالة منها فى صبيحة يوم الاثنين سابع صفر سنة خمس عشرة وسبعمائة (التحفة اللطيفة فى تاريخ المدينة الشريفة، للسخاوى، ج٢، ص٥٤٨، رقم الترجمة ٤٠١٨، حرف الميم)

”الباب الثالث عشر فی معرفة الدائر من الفلک من غروب الشمس الیٰ مغیب الشفق ومن طلوع الفجر الی طلوع الشمس“

”تیرہواں باب غروبِ شمس سے غروبِ شفق تک، اور طلوعِ فجر سے طلوعِ شمس تک، فلک کے دائرہ کی معرفت کے بارے میں ہے“

پھر طلوعِ فجر اور غروبِ شفق کے درجہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فان وافقت العلامة مدار ثمانية عشر ابدا فذلک المطلوب (رسالة علی الصحیفة الزرقالیة الجامعة،مشمولة:”علم الیواقیت اصوله،ومناهجه“ ص ۱۶۲، الناشر: مطبعة فضالة المحمدیة، المغرب)

ترجمہ: پس اگر وہ علامت اٹھارہ 18 درجہ کے مدار کے موافق ہوجائے، تو یہی مطلوب وقت ہے، ہمیشہ کے لئے (رسالة علی الصحیفة الزرقالیةالجامعة)

ابن البناء مراکشی نے یہ بات ابنِ زرقالیہ (المتوفی: 493ھ) کی اتباع میں کہی ہے، جو رصد کے امام اور علمِ زیج کے متقدمین سے تعلق رکھتے ہیں، قرطبہ میں ان کی رصدگاہ قائم تھی۔[1]

مذکورہ عبارات میں فجر کے وقت، اور شفق کے غیوب کے درجہ کو بیان کیا گیا ہے، جو اٹھارہ 18 ڈگری ہے، جن کے ساتھ نماز، روزہ کے احکام وابستہ ہیں، لیکن اس قسم کی عبارات کو صبح کاذب پر محمول کرنے، اور پھر اس میں تین درجات کا تداخل کرکے پندرہ درجہ پر طلوعِ فجر کا دعویٰ کرنے والے حضرات کی عجیب تاویل یہ ہے کہ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں جملہ مسلمان موقتین، مصلیین، وصائمین صرف صبح کاذب اور شفقِ کاذب کے درجہ کو بیان کرنے پر اپنی جدوجہد کو صرف کرتے رہے، جس کے ساتھ نہ تو کسی نماز کے وقت کا تعلق ہے، نہ کسی کے روزہ کا تعلق ہے، اور جس چیز کے ساتھ ان اہم احکام کا تعلق ہے، اس سے گونگے

---

[1] ابراهیم بن یحیی، أبو إسحاق التجیبی الطلیطلی النقاش المعروف بابن الزرقالة.
کان واحد عصره فی علم العدد والرصد، وعلل الأزیاج .لم تخرج الأندلس أحدا مثله، مع ثقوب الذهن والبراعة فی عمل الآلات النجومیة، وله رصد بقرطبة.
وتوفی فی ذی الحجة(تاریخ الإسلام للذهبی،ج۱۰،ص۷۳۵،الطبقة الخمسون، رقم الترجمة ۱۱۲)

www.idaraghufran.org

بہرے بن کر سکوت اختیار کرتے رہے، اور انیس درجہ، یا اٹھارہ 18 درجہ ہونے پر فجر کی نمازیں بھی اداء کرتے رہے، اور مغرب کو بھی اداء سمجھتے رہے، تا آنکہ کئی صدیاں اسی حال میں گذرنے کے بعد چند شارحین و حاشیہ نگار نہ آ گئے، جنھوں نے آ کر ایک دوسرے کی اتباع میں اس راز سے پردہ اٹھایا، جس کے نتیجہ میں اب لوگوں کو اپنی نمازوں کے فلکی اوقات کا صحیح پتہ چلا۔

مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب اپنے رسالہ ''صبح صادق'' میں فرماتے ہیں:

> علمائے عرب و مراکش سے مکاتبت کے بعد ۱۴۰۲ ہجری میں معلوم ہوا کہ مراکشی فلکیین کے ہاں بوقتِ صبح صادق ۱۸، ۱۹، اور ۲۰، زیرِ افق کے اقوال بھی ہیں۔
>
> ان کے ابطال کے لئے بندہ کی سابق تحریر ہی کافی ہے، کسی جدید بحث کی حاجت نہیں (صبح صادق، ص۵، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص۱۶۱، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

مفتی صاحب موصوف نے اس سے پہلے جو کچھ تحریر کیا ہے، وہ ہرگز ان اقوال کے ابطال کے لئے کافی نہیں، کیونکہ ان سب اقوال میں بحث صادق سے ہے، کوئی قول بھی کاذب سے متعلق نہیں، لہٰذا ان تمام اقوال کو جو صادق سے متعلق ہیں، نظر انداز کر کے پندرہ درجہ پر صادق کا، اور اٹھارہ 18 درجہ پر کاذب کا حکم لگانا، صریح تسامح ہے، جس کی وجہ اگلی فصل میں آتی ہے۔

اور یہ بات واضح ہے کہ صبح صادق سے متعلق جمہور کا قول 18 درجہ والا ہی ہے، اور یہی قول راجح بھی ہے، جس کی تمام تر جدید فلکی تحقیقات سے تائید بھی ہو چکی ہے۔

علی بن محمد قوشجی کا حوالہ

علاء الدین علی بن محمد قوشجی (المتوفی: 879ھ) جو فلکی، ریاضی اور حنفی فقہاء میں سے ہیں، اور

ان کی اصل سمرقند سے ہے، انہوں نے علمِ ھیئت پر فارسی زبان میں ایک رسالہ تالیف کیا ہے۔ [1]

اس رسالہ میں صبح اور شفق کا بیان کرتے ہوئے موصوف تحریر فرماتے ہیں:

وتجربہ وامتحان معلوم شدہ کہ درابتداءِ صبح وانتہاءِ شفق، انحطاط آفتاب ہشت دہ درجہ می باشد، پس درافقے کہ عرضش چہل وہشت درجہ ونیم باشد وقتے کہ آفتاب در منقلب ظاہر باشد آخرِ شفق، باولِ صبح متصل شود، چہ غایتِ انحطاط آفتاب دریں عرض دریں وقت از ہشد دہ نمی رسد ودرافقے کہ عرضش زیادہ از مذکور باشد شفق بنہایت نارسیدہ، صبح پیدا شود (رسالہ درہیئت، ص ۶۹، مقالہ دوئیم، باب ہشتم، دربیانِ صبح وشفق)

ترجمہ: اور تجربہ اور امتحان سے معلوم ہو چکا ہے کہ صبح کی ابتداء، اور شفق کی انتہاء میں سورج کا انحطاط 18 درجہ ہوتا ہے، پس ایسے افق میں کہ جس کا عرض البلد ساڑھے اڑتالیس درجہ ہو، سورج منقلبِ صیفی (ماہِ جون) میں، شفق کی انتہاء، صبح کی ابتداء کے ساتھ متصل ہو جاتی ہے، کیونکہ اس عرض البلد میں سورج کا انتہائی انحطاط، اس وقت میں 18 درجہ کو نہیں پہنچتا، اور ایسے افق میں کہ جس کا عرض،

---

[1] القوشجی(879 ھ = 1474 م)

علی بن محمد القوشجی، علاء الدین:

فلکی ریاضی، من فقهاء الحنفية .أصله من سمرقند .كان أبوه من خدام الأمير "ألغ بک "ملک ما وراء النهر، يحفظ له البزاة (ومعنى القوشجی فی لغتهم حافظ البازی "وقرأ علی الأمير ألغ بک – وكان ماهرا فی العلوم الرياضية – ثم ذهب إلی بلاد كرمان فقرأ علی علمائها، وصنف فيها "شرح التجريد – ط "للطوسی، وعاد .وكان ألغ بک قد بنی "رصدا "بسمرقند، ولم يكمل، فأكمله القوشجی .ثم رحل إلی تبريز فأكرمه سلطانها (الأمير حسن الطويل) وأرسله فی سفارة إلی السلطان محمد خان (سلطان بلاد الروم) ليصلح بينهما، فاستبقاه محمد خان عنده، فألف له رسالة فی الحساب سماها "المحمدية – خ "أجاد فيها، ورسالة فی علم الهيئة سماها "الفتحية – خ " فأعطاه محمد خان مدرسة "أيا صوفية "فأقام بالآستانة وتوفی فيها.

وله "حاشية علی أوائل حواشی الكشاف للتفتازانی "و "عنقود الزواهر – ط "فی الصرف، و " حاشية علی شرح السمرقندی علی الرسالة العضدية – ط "فی الوضع، وكتب أخری بالعربية والفارسية (الأعلام للزركلی، ج۵ ص ۹، حرف العين، مادة "عل")

www.idaraghufran.org

مذکورہ مقدار سے زیادہ ہو، شفق اپنی انتہاء کو نہیں پہنچتی کہ صبح پیدا ہو جاتی ہے (رسالہ درھیئت)

بلغار کا عرض البلد بھی 48 درجہ سے زیادہ ہے، جس کے منقلبِ صیفی کے ایام میں شفق غروب نہیں ہوتی، مذکورہ عبارت میں اسی کی تعبیر انتہاء کو پہنچنے سے پہلے، صبح پیدا ہو جانے سے کی گئی ہے، جس کی باحوالہ تفصیل آگے آتی ہے۔

علی بن محمد قوشجی کا دوسرا حوالہ

اور موصوف اپنی دوسری عربی تالیف ''الرسالة الفتحية في علم الهيئة'' میں فرماتے ہیں:

ومبدء النهار في عرف المتشرعة من طلوع الصبح الصادق وفي عرف المنجمين والفرس والروم من طلوع مركز الشمس (الرسالة الفتحية في علم الهيئة، صفحة ٣٤، الباب السادس في الايام بليا ليها واجزائها من الليل والنهار والساعة المستوية والمعوجة والصبح والشفق، مكتبة شبكة الألوكة، مخطوطة)

ترجمہ: اور دن کا آغاز اہلِ شریعت کے عرف میں صبح صادق کے طلوع سے ہوتا ہے، اور منجمین اور اہلِ فارس وروم کے عرف میں مرکزِ شمس کے طلوع سے ہوتا ہے (الرسالة الفتحية)

اس کے بعد موصوف فرماتے ہیں:

فاذا اول مايرى نور الشمس، يرى فوق الافق كخط مستقيم، يخرج منطبقا على الضلع المذكور، ويكون ما يقرب من الافق بعد مظلما، فلذلک يسمى ذلک النور بالصبح الكاذب، اذ لو كان يصدق انه نور الشمس، لكان المستنير مما يلي الشمس اعني حوالي الافق، دون ما فوقه.

وهذه صورة المثلث والافق والعمود والشمس :

ثم اذا قربت الشمس من الافق الشرق جدا، انبسط النور.

وقد عرف بالتجربة ان انحطاط الشمس من الافق الحسی، عند اول طلوع

الصبح، وآخر غروب الشفق ، یکون ثمان عشرة درجة (الرسالة الفتحیة فی علم الھیئة،صفحة ۳۴،البا ب السادس فی الایام بلیا لیھا واجزائھا من اللیل والنھار والساعة المستویة والمعوجة والصبح والشفق، مکتبة شبكة الألوكة، مخطوطة)

ترجمہ: پس پہلے جو سورج کی روشنی دکھائی دیتی ہے،تو وہ افق سے اوپر خطِ مستقیم کی طرح دکھائی دیتی ہے، جو ضلعِ مذکور پر منطبق ہو کر نکلتی ہے،اوراس کے بعد افق کے قریب کی جگہ اندھیرا ہوتا ہے،اوراسی وجہ سے اس کا نام صبح کاذب رکھا جاتا ہے، کیونکہ اگر وہ اس بات میں سچی ہوتی کہ وہ سورج کی روشنی ہے،تو سورج کے قریب ،یعنی افق کے اردگرد والی جگہ روشن ہوتی ، نہ کہ اس افق سے اوپر والی جگہ۔

اورمثلث اورافق،اورعموداورسورج کی شکل اس طرح ہوتی ہے(پھراس کا نقشہ لکھنے کے بعد لکھتے ہیں) پھر جب سورج،افق کے بہت زیادہ قریب ہوجاتا ہے، تو روشنی پھوٹ پڑتی ہے،اور تجربہ سے پہچان لیا گیا ہے کہ طلوعِ صبح کی ابتداء،اور غروبِ شفق کی انتہاء میں سورج کا افقِ حسی سے انحطاط، اٹھارہ 18 درجہ پر ہوتا ہے(الرسالۃ الفتحیۃ)

علی بن غانم مقدسی کا حوالہ

علی بن محمد بن علی بن خلیل نورالدین خزرجی،مقدسی (المتوفی: 1004 ہجری) جو ابنِ غانم کے نام سے مشہور ہیں،انہوں نے اپنے رسالہ''توضیح النسمة النفحیة''میں گیارہواں باب ظہراورعصر کی نمازوں کے اوقات کی معرفت کا قائم کیا ہے،جس کے بعد اگلے باب میں فرمایا:

الباب الثانی عشر فی معرفة مقدار حصة الشفق :وھی مابین غروب الشمس وغروب الشفق الاحمر وعند ابی حنیفة البیاض المعترض بعد الحمرة،وحصة الفجر مابین طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس،فان

اردت حصة الشفق زد بعد المقنطرة فوق جيب "يز" اى تسعة عشر اذا كنت شماليا اى ان كانت الشمس فى بروج الشمال وان كنت فى الجنوب "ير" اى سبعة عشر (توضيح النسمة النفحية، ص ١٠، الباب الثانى عشر، مكتبة قطر الوطنية، مخطوطة)

ترجمہ: بارہواں باب شفق کے حصہ کی مقدار کی معرفت میں ہے، اور شفق کا حصہ غروبِ شمس سے، غروبِ شفقِ احمر کے درمیان کا وقت ہے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک حمرہ کے بعد بیاضِ معترض کا غروب ہے، اور فجر کا حصہ طلوعِ فجرِ صادق سے طلوعِ شمس کے درمیان کا حصہ ہے، پس اگر آپ شفق کے حصہ کا ارادہ کریں، تو مقنطرہ کے بعد (وفاصلہ) کو انیس درجہ پر زیادہ کریں، جب سورج بروجِ شمال میں ہو، اور اگر جنوب میں ہو، تو سترہ درجہ (توضيح النسمة النفخية)

ابنِ غانم کا شمار اپنے زمانہ میں اکابرِ حنفیہ میں ہوتا تھا، ان کی ولادت اور وفات قاہرہ میں ہوئی۔ [1]

موصوف نے غروبِ شفقِ احمر کو سترہ درجہ پر اور طلوعِ صبح صادق کو انیس درجہ پر بیان کیا، انیس درجہ احتیاط پر مبنی ہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ذکر کیا جاچکا۔

ابنِ نجار کا حوالہ

احمد بن محمد مقری تلمسانی (المتوفی: 1041ھ) لکھتے ہیں:

سمعت ابن النجار يقول: مر عمل الموقتين على تساوى فضلى ما بين

[1] ابن غانم المقدسى (1004 - 920ھ = 1596 - 1514 م)

على بن محمد بن على، من ولد سعد ابن عبادة الخزرجى، نور الدين ابن غانم: أحد أكابر الحنفية فى عصره. أصله من بيت المقدس، ومولده ومنشأه ووفاته فى القاهرة. من كتبه "الرمز فى شرح نظم الكنز - خ" "فى الصادقية بتونس، أربعة مجلدات، شرح به "نظم الكنز" فى فقه الحنفية، لابن الفصيح، و "نور الشمعة فى أحكام الجمعة - خ" و "بغية المرتاد فى تصحيح الضاد - ط" و "حاشية على القاموس - خ" "صغير، أورد فيه استدراكات وزيادات مفيدة (الأعلام، للزركلى، ج٥، ص ١٢، حرف العين، مادة "عل")

www.idaraghufran.org

المغرب والعشاء والفجر والشمس، فيؤذنون بالعشاء لذهاب ثمانی عشرة درجة، وبالفجر لبقائها.

والجاری علی مذهب مالک أن الشفق الحمرة، وأن تكون فصلة ما بين العشائين أقصر، لأن الحمرة ثانية الغوارب والطوالع، فتزيد فصلة الفجر بمقدار ما بين ابتداء طلوع الحمرة والشمس(نفح الطيب من غصن الأندلس الرطيب، المجلد الخامس، صفحة ٢٣، مطبوعة، دارصادر بيروت، لبنان،سن الاشاعة 1968ء:)

ترجمہ: میں نے ابنِ نجار (ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن علی) سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ موقتین کا عمل جاری ہے، مغرب اور عشاء اور فجر اور طلوعِ شمس تک کا فاصلہ برابر ہونے پر، پس وہ عشاء کی اذان، سورج کے 18 درجے نیچے جانے پر، اور فجر کی اذان، سورج کے 18 درجے باقی رہ جانے پر دیتے ہیں۔

اور امام مالک کے مذہب کے مطابق شفقِ احمر کا غروب معتبر ہے، جس کا تقاضا یہ ہوگا کہ مغرب اور عشاء کے درمیان کا فاصلہ (فجر کے وقت سے) کم ہو، کیونکہ حمرہ غوارب اور طوالع میں دوسرے نمبر پر ہے، اس لئے فجر کا فاصلہ اتنی مقدار میں زیادہ ہوگا، جتنا حمرہ اور سورج کے طلوع کے درمیان وقت ہوتا ہے (نفح الطیب)

ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن علی بن النجار، المعروف بابن النجار (المتوفیٰ: 972ھ) نے دسویں صدی ہجری میں اپنے زمانہ میں عشاء، اور فجر کی اذان اٹھارہ 18 ڈگری پر دیئے جانے کے معمول کا ذکر کیا ہے۔

عبدالرحمان بن ابی غالب فاسی کا حوالہ

ابو زید عبدالرحمان بن ابی غالب الجادری الفاسی (المتوفیٰ: 839ھ) نے اشعار کے انداز میں ایک رسالہ ''روضة الأزهار فی علم وقت الليل والنهار'' کے نام سے تالیف کیا ہے، جس میں صبح صادق اور شفق کے غروب کو اٹھارہ 18 درجہ پر بیان کیا ہے۔

موصوف کا شمار آٹھویں صدی کے عمدہ ترین موقتین میں ہوتا ہے، یہ فاس میں جامع قروین کے موقت مقرر تھے۔ [1]

لیکن اشعار کے انداز میں چونکہ اغلاق ہوتا ہے، اس لئے ان کے رسالہ کی متعدد حضرات نے شروحات لکھی ہیں۔

عبدالرحمٰن بن عمرو بعقیلی کا حوالہ

ابوزید عبدالرحمٰن بن عمرو بن احمد بعقیلی (المتوفیٰ: 1006ھ) نے ''روضة الأزهار في علم وقت الليل والنهار'' کی شرح ''قطف الأنوار من روضة الأزهار'' میں پہلے ظہر اور عصر کی نماز کے اوقات کا ذکر کیا ہے، اور اس کے بعد مغرب، فجر اور عشاء کی نماز کے اوقات کو بیان کرنے کی غرض سے مغیبِ شفق اور طلوعِ فجر کا باب قائم کیا ہے، جس کے ضمن میں فرمایا کہ:

اِعْلَمْ اَنَّ مُغِيْبَ الشَّفَقِ كَطُلُوْعِ الْفَجْرِ وَذٰلِكَ عِنْدَ مَا يَكُوْنُ انْخِفَاضُ الشَّمْسِ تَحْتَ الْاُفُقِ ثمانية عشرة دَرَجَةً من الدائرة الشمسية......فَلَزِمَ عَلٰى هٰذَا اَنْ تَكُوْنَ مُدَّةُ الشَّفَقِ مُسَاوِيَةً لِمُدَّةِ الْفَجْرِ وَهِىَ دَائِرَةٌ مِّنَ الْفَلَكِ حين الْغُرُوْبِ اِلٰى حِيْنَ كَوْنِ الْاِنْخِفَاض يح(١٨) اَوْ مِنْ حِيْنَ كَوْنِ الْاِنْخِفَاض يح(١٨) اِلٰى حِيْنَ الشُّرُوْقِ وَهٰذَا عَلٰى اَنْ اِنْخِفَاضَ الشَّمْسِ لِلْوَقْتَيْن يح(١٨) وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَ لِلشَّفَقِ نز(١٧) وَلِلْفَجْر يط(١٩) فَتَكُوْنُ عَلٰى

---

[1] الجادری : هو العلامة المحدث الميقانى أبو زيد عبد الرحمن ابن محمد بن عبد الرحمن المديونى الجادرى، بها عرف، الفاسى، ولد سنة 777بفاس، وكان بها عدلاً مبرزاً، وولى توقيت جامع القرويين بها .يروى عن الترجالى والبرهان ابن صديق والرئيس ابن الأحمر والمكودى وأبى الحسن ابن الإمام وأبى عبد الله بن الفخار وغيرهم.

له فهرسة مليحة عد فيها مشيخته، وشرح على البردة، وهو عندى .أروى بالسند إلى ابن غازى عن أبى الحسن علىّ بن منون المكناسى عنه .مات المترجم له سنة 818على ما فى الجذوة وغيرها أو سنة نيف وأربعين وثمانمائة أو سنة 39، ودفن داخل باب الفتوح بفاس(فهرس الفهارس والأثبات ومعجم المعاجم والمشيخات والمسلسلات لعبدالحيى الكتانى،ج ا ،ص ٢٩٥،٢٩٦، رقم الترجمة ١١٤ ،حرف الجيم)

هٰذَا مُدَّةُ الْفَجْرِ اَوْسَعَ مِنْ مُدَّةِ الشَّفَقِ وَذٰلِكَ اَنَّ الشَّفَقَ هُوَ الْحُمْرَةُ كَمَا عَلِمْتَ ، وَالْحُمْرَةُ قَبْلَ الشُّرُوْقِ كَالْحُمْرَةِ بَعْدَ الْغُرُوْبِ ، وَلِلْفَجْرِ ضِيَاءٌ يَبْدُوْ قَبْلَ الْحُمْرَةِ فَكَانَتِ الْمُدَّةُ اَوْسَعَ مِنَ الْمُدَّةِ وَلٰكِنَّ الْاِحْتِيَاطَ لِدُخُوْلِ الْوَقْتِ وَتَبَيُّنِهٖ عَلٰى رَأْيِ مَنْ جَعَلَ لَهُمَا يح (١٨) وَهُوَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْعَمَلُ كَثِيْرًا وَلَايَخْفٰى وجه كَوْن ذٰلِكَ اِحْتِيَاطًا ،وَاللّٰهُ اَعْلَمُ (قطف الأنوار من روضة الأزهار،ص ١٢٦ ،ساعات مغيب الشفق وطلوع الفجر وما فى مدتيهما من ادراج،مؤسسة الملك عبدالعزيز آل سعود ، الدار البيضاء، رقم المخطوطة: LITHO 024)

ترجمہ: شرح: یہ بات جان لینی چاہئے کہ شفق کا غروب، فجر کے طلوع کی طرح ہے، اور یہ اس وقت ہوتا ہے، جبکہ سورج کے دایرہ شمسیۃ کا انخفاض افق سے 18 درجے ہو......تو اس سے یہ بات لازم آئی کہ شفق کی مدت برابر ہو، فجر کی مدت کے، اور مدتِ شفق فلک کا دائرہ ہے، غروب سے لے کر سورج کا انخفاض 18 درجے ہونے تک، یا سورج کے 18 درجے انخفاض کے وقت سے طلوع ہونے تک، اور یہ اس بناء پر ہے کہ سورج کا انخفاض دونوں وقتوں کے لئے 18 درجے ہے، اور بعض نے شفق کے لئے 17 درجے اور فجر کے لئے 19 درجے قرار دیئے ہیں، اس قول پر فجر کی مدت شفق کی مدت سے زیادہ وسیع ہوگی، کیونکہ یہاں ان کے نزدیک شفق سے حمرہ مراد ہے، جیسا کہ آپ جان چکے ہیں، اور حمرہ طلوع سے قبل اسی طرح ہے، جس طرح غروب کے بعد، اور فجر کی روشنی حمرہ سے پہلے ظاہر ہوتی ہے، پس اس لئے فجر کی مدت وسیع ہوگی شفق کی مدت سے، لیکن وقت داخل ہونے اور اس کے تبین کے لئے احتیاط انہی حضرات کے قول پر ہے، جنہوں نے دونوں کے لئے 18 درجے مقرر کئے ہیں، اور اسی پر اکثر حضرات کا عمل ہے، اور اس (18 درجے پر مغیبِ شفق) میں احتیاط کا ہونا مخفی نہیں ہے، واللّٰہ أعلم

(قطف الانوار)

www.idaraghufran.org

ابنُ المفتی کا حوالہ

مراکش کے مشہور مُوقّت ابوزید عبدالرحمٰن بن عمروسوسی، جزولی (المتوفیٰ: 1020ھ) جو ابن المفتی کے نام سے مشہور ہیں، انہوں نے ''روضۃُ الازھار'' کی شرح میں بھی یہی تفصیل بیان فرمائی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

ش: اِعۡلَمۡ اَنَّ مُغِیۡبَ الشَّفَقِ کَطُلُوۡعِ الۡفَجۡرِ وَذٰلِکَ عِنۡدَ مَا یَکُوۡنُ اِنۡخِفَاضُ الشَّمۡسِ تَحۡتَ الۡاُفُقِ ۱۸ دَرَجَۃً من الدائرۃ الشمسیۃ ...... فَلَزِمَ عَلٰی ھٰذَا اَنۡ تَکُوۡنَ مُدَّۃُ الشَّفَقِ مُسَاوِیَۃً لِمُدَّۃِ الۡفَجۡرِ وَھِیَ دَائِرَۃٌ مِّنَ الۡفَلَکِ حین الۡغُرُوۡبِ اِلٰی حِیۡنَ کَوۡنِ الۡاِنۡخِفَاض یح(۱۸)اَوۡ مِنۡ حِیۡنَ کَوۡنِ الۡاِنۡخِفَاضِیح(۱۸) اِلٰی حِیۡنَ الشُّرُوۡقِ وَھٰذَا عَلٰی اَنِ اِنۡخِفَاضَ الشَّمۡسِ لِلۡوَقۡتَیۡنِیح(۱۸) وَمِنۡھُمۡ مَنۡ جَعَلَ لِلشَّفَقِ نز(۱۷) وَلِلۡفَجۡر یط(۱۹) فَتَکُوۡنُ عَلٰی ھٰذَا مُدَّۃُ الۡفَجۡرِ اَوۡسَعَ مِنۡ مُدَّۃِ الشَّفَقِ وَذٰلِکَ اَنَّ الشَّفَقَ ھُوَ الۡحُمۡرَۃُ کَمَا عَلِمۡتَ ، وَالۡحُمۡرَۃُ قَبۡلَ الشُّرُوۡقِ کَالۡحُمۡرَۃِ بَعۡدَ الۡغُرُوۡبِ ، والۡفَجۡرِ ضِیَاءٌ یَبۡدُوۡ قَبۡلَ الۡحُمۡرَۃِ فَکَانَتِ الۡمُدَّۃُ اَوۡسَعَ مِنَ الۡمُدَّۃِ وَلٰکِنَّ الۡاِحۡتِیَاطَ لِدُخُوۡلِ الۡوَقۡتِ وَتبیُّنِہٖ عَلٰی رَأۡیِ مَنۡ جَعَلَ لَھُمَا یح (۱۸) وَھُوَ الَّذِیۡ عَلَیۡہِ الۡعَمَلُ کَثِیۡرًا وَلَایَخۡفٰی وجہ کَوۡنِ ذٰلِکَ اِحۡتِیَاطًا ،وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ (نتائج الافکار،شرح روضۃ الازھار،صفحہ ۲۰،ساعات مغیب الشفق وطلوع الفجر وما فی مدتیھما من ادراج)

ترجمہ: شرح: یہ بات جان لینی چاہئے کہ شفق کا غروب، فجر کے طلوع کی طرح ہے، اور یہ اس وقت ہوتا ہے، جبکہ سورج کے دائرہ شمسیۃ کا انخفاض افق سے 18 درجے ہو...... تو اس سے یہ بات لازم آئی کہ شفق کی مدت برابر ہو، فجر کی مدت کے، اور مدتِ شفق فلک کا دائرہ ہے، غروب سے لے کر سورج کا انخفاض 18 درجے ہونے تک، یا سورج کے 18 درجے انخفاض کے وقت سے طلوع ہونے تک، اور یہ اس بناء پر ہے کہ سورج کا انخفاض دونوں وقتوں کے لئے 18 درجے ہے، اور بعض نے شفق کے لئے 17 درجے اور فجر کے لئے 19 درجے قرار دیئے

ہیں، اس قول پر فجر کی مدت، شفق کی مدت سے زیادہ وسیع ہوگی، کیونکہ یہاں ان کے نزدیک شفق سے حمرہ مراد ہے، جیسا کہ آپ جان چکے ہیں، اور حمرہ طلوع سے قبل اسی طرح ہے، جس طرح غروب کے بعد، اور فجر کی روشنی حمرہ سے پہلے ظاہر ہوتی ہے، پس اس لئے فجر کی مدت وسیع ہوگی شفق کی مدت سے، لیکن وقت داخل ہونے اور اس کے تبین کے لئے احتیاط انہی حضرات کے قول پر ہے، جنہوں نے دونوں کے لئے 18 درجے مقرر کئے ہیں، اور اسی پر اکثر حضرات کا عمل ہے، اور اس (18 درجے پر مغیبِ شفق) میں احتیاط کا ہونا مخفی نہیں ہے، واللّٰہ أعلم

(شرح روضۃ الازہار)

جمال الدین ماردینی کا حوالہ

جمال الدین عبداللہ ماردینی (المتوفی: 843ھ) نے ایک رسالہ ''الدر المنثور فی العمل بربع الدستور'' تصنیف کیا ہے۔ [1]

موصوف اس رسالہ میں لکھتے ہیں:

الباب الثامن والعشرون فی معرفة حصة الشفق والفجر.

الشفق هو الحمرة التی تبقی فی افق المغرب بعد مغیب الشمس ، وحصته قوس من مدار الجر ومابین الافق والمقنطرة المنحطة ، تحته "یز"(17) درجة.

والفجر هو البیاض المعترض فی افق المشرق آخر اللیل ،وحصته قوس من مدار الجر ومابین الافق والمقنطرة "یط " (19)درجة .

---

[1] عبد الله المارديني(كان حيا 843هـ 1439م)

عبد الله المارديني (جمال الدين)

فلكي من آثاره : كتاب في النجوم الزاهرات في العمل بربع المقنطرات فرغ من تأليفه سنة 843هـ.

(ط) حاجي خليفة : كشف الظنون 1932(معجم المؤلفين،لعمر رضا كحالة،ج٦،ص١٠٥، باب العين)

www.idaraghufran.org

وهما حادثان من تشبت الأبخرة الصاعدة من الارض بالاشعة ، وقد اختلف فيهما كلام الرصاد.

فقال المتقدمون ان الشفق يغيب بانحطاط الشمس تحت الافق ثمانية عشر درجة من الدائرة المارة بها، وبقطبى الافق .ويطلع الفجر اذا كان بين الشمس وبين الافق هذا المقدار ايضا .وهذا القول ليس بطائل ، لان القائل به قد قال بتساوى الحصتين ، ومعلوم ان بينها مقدار ، لان البياض تسبق الحمرة فى الطلوع، ويتاخر عنها فى المغيب.

وقال بعض المتاخرين فى الشفق ستة عشر ، وفى الفجر عشرين من الدائرة الارتفاعية ، وهو ضعيف لعله من قال به من الرصاد .

وقد امتحنها بعض حذاق المتاخرين فى سنين متوالية ، فوجد الثمانية عشر، وقت اسفار، والعشرين غلس.والحق فيهما الزيادة والنقص بحسب العوارض الحادثة مثل صفا الجر وكدرته ، وقوة الابخرة وضعفها، وشدة الهوا ، ووجود القمر وغيوبته وعدمه ، وضعف نظر الراصد وحدته.

والذى اعتمد عليه محققوا هذا العلم سبعة عشر فى الشفق ، وتسعة عشر فى الفجر(رسالة الدر المنثور فى العمل بربع الدستور، صفحه ۳۶، ۳۷، الباب الثامن والعشرون، مخطوطة : University of Michigan)

ترجمہ: اٹھائیسواں باب، شفق اور فجر کے حصہ کی معرفت کے بارے میں۔

اور (امام ابو حنیفہ کے علاوہ) شفق سے مراد وہ ''حمرہ'' ہے، جو مغربی افق میں غروبِ شمس کے بعد باقی ہوتی ہے، اور اس کا حصہ، افق سے نیچے اور افق کے درمیان فضا میں نظر آنے والی ''قوس'' ہے، اور افق کی زیریں اس کا درجہ سترہ درجہ ہے۔

اور فجر مشرقی افق میں رات کے آخر میں بیاضِ معترض کو کہا جاتا ہے، اور اس کا حصہ قوسِ زیریں ہے، اور اس کا درجہ افق کی زیریں انیس ہے۔

اور یہ دونوں زمین سے چڑھنے والے بخارات کی شعاعوں سے پیدا ہوتی ہیں، اور فجر اور شفق دونوں کے بارے میں اہلِ رصاد کا اختلاف ہے، پس

www.idaraghufran.org

متقدمین کا قول یہ ہے کہ شفق، سورج کے قطبین افقی کے نیچے اٹھارہ 18 درجہ انحطاط پر غروب ہوتی ہے، اور فجر بھی اسی وقت طلوع ہوتی ہے، جب سورج اور افق کے درمیان یہی مقدار ہو۔

لیکن یہ قول طائل نہیں، کیونکہ اس کا قائل فجر اور عشاء کے حصہ کے مساوی ہونے کا قائل ہے، حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ طلوع میں بیاض، حمرہ سے پہلے ہوتی ہے، اور غروب میں اس سے موخر ہوتی ہے (اور عشاء کا وقت امام ابو حنیفہ کے علاوہ حمرہ پر مقدر مانا گیا ہے)

اور بعض متاخرین کا قول شفق کے بارے میں سولہ، اور فجر میں بیس درجہ کا ہے، لیکن یہ ضعیف قول ہے، جو شاید بعض اہلِ رصاد کا قول ہے۔

اور فجر کا بعض ماہر متاخرین نے پے درپے کئی سالوں تک مشاہدہ کیا، تو انہوں نے اٹھارہ 18 درجہ پر اسفار (یعنی واضح روشنی) کے وقت کو پایا، اور بیس درجہ پر اندھیرے کو پایا (جس سے معلوم ہوا کہ طلوعِ فجر اٹھارہ 18 درجہ سے پہلے، اور بیس درجہ کے بعد ہے) اور حق بات یہ ہے کہ پیش آنے والے عوارض، یعنی فضا کے صاف اور کثیف ہونے، اور بخارات کے قوی وضعیف ہونے، اور ہوا کی شدت، اور چاند کے وجود اور غیوب اور عدمِ وجود، اور مشاہدہ کار کی نظر کی کمزوری، اور تیزی کی وجہ سے، ان دونوں کے درجات میں کمی اور زیادتی کی جائے۔

اور جس بات پر اس علم کے محققین نے اعتماد کیا ہے، وہ شفق میں سترہ درجہ اور فجر میں انیس درجہ ہے (الدر المنثور)

مذکورہ عبارت میں ماردینی نے نویں صدی ہجری میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ متقدمین کے نزدیک طلوعِ فجر اور غروبِ شفق سورج کے اٹھارہ 18 درجہ زیرِ افق پر ہوتی ہے۔

پھر اس قول پر یہ اعتراض کیا ہے کہ عشاء کا وقت تو اکثر فقہاء کے نزدیک حمرہ کے غروب پر ہوتا ہے، لہٰذا غروبِ شفق کو طلوعِ فجر کی طرح اٹھارہ 18 درجہ پر قرار دینے کا قول ضعیف ہے۔

لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ متقدمین نے جو دونوں کا اٹھارہ 18 درجہ پر ہونا بیان کیا، وہ فلکی اعتبار سے ہے، اور مطلب یہ ہے کہ غروب کے بعد فلکی اعتبار سے سورج کی اس روشنی کا بالکلیہ غروب اٹھار درجہ پر ہوتا ہے، جس طرح طلوع سے پہلے سورج کی اس روشنی کا آغاز اٹھارہ (18) درجہ پر ہوتا ہے۔

رہا عشاء کے وقت کے فقہی مسئلہ کا معاملہ، تو وہ اس سے جدا ہے، جس میں امام ابوحنیفہ اور دوسرے فقہاء کا اختلاف ہے۔

اور جہاں تک ماوردی کے بعض ماہر متاخرین کی طرف سے پے درپے کئی سالوں تک مشاہدہ کرنے کے نتیجہ میں اٹھارہ 18 درجہ پر اسفار کو پانے کے تعلق ہے، تو اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ موسم اور علاقوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے سورج کو ایک درجہ کو طے کرنے کے دورانیہ میں فرق ہو جاتا ہے، پس ممکن ہے کہ بعض متاخرین مشاہدہ کاروں نے اٹھارہ 18 درجہ ہونے کے کچھ وقت بعد مشاہدہ کیا ہو، یا بعض اوقات فضا کے صاف، یا نظر کے قوی ہونے وغیرہ کی وجہ سے واضح روشنی نظر آئی ہو۔

اس لئے متقدمین کے قول کی تضعیف مشکل ہے، بالخصوص جبکہ انیس درجہ پر طلوعِ فجر کے مشاہدات کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ محض اٹھارہ 18 درجہ پر اسفار، یعنی شرعی دن کو، اور بیس درجہ پر غلس، یعنی رات کو پائے جانے پر ایک درجہ کا اضافہ کر دینا نامناسب طریقہ ہے، الا یہ کہ اس کو بعض جہات سے احتیاط پر محمول کیا جائے۔

بہرحال اس سے اتنی بات واضح ہوگئی کہ متقدمین اور مذکورہ متاخرین کا طلوعِ فجر کے اٹھارہ 18 درجہ سے موخر نہ ہونے پر اتفاق ہے، اور جب سترہ درجہ پر طلوعِ فجر کا قول ضعیف ہے، تو آج کل پندرہ درجہ کے جس قول کو بعض لوگ تشہیر دینے کی کوشش کرتے ہیں، اس کی کیا

حیثیت ہوگی، اس کا سمجھنا مشکل نہیں، بالخصوص جب پے در پے متعدد سالوں تک اٹھارہ 18 درجہ پر واضح فجر کا مشاہدہ کیا جاچکا، اور اس پر اسفار کا حکم بھی لگایا جاچکا، تو ایسی صورت میں پندرہ درجہ پر طلوعِ فجر کا حکم لگانا، واضح خطاء وتسامح پر مبنی ہے۔

امام سبط المارديني کا حوالہ

امام بدرُالدین محمد بن محمد سبط المارديني (المتوفی: 907ھ) کو فقہ، اور فلکیات وریاضیات میں نہایت معتمد شخصیت شمار کیا گیا ہے، یہ اپنے زمانہ میں جامعہ ازہر کے موقت تھے، اور انہوں نے فلکیات اور اوقات کے موضوع پر کئی کتب ورسائل تحریر کئے ہیں۔ [1]

امام سبط مارديني نے اپنے مشہور رسالہ ''حاوی المختصرات فی العمل بربع

---

[1] سبط المارديني: محمد بن محمد بن أحمد. الإمام الفقيه الفرضي الحيسوب الموقت النحوي بدر الدين المصري الشافعي، صاحب المؤلفات الكثيرة الشهيرة منها: شرح الفصول، وشرح الرحبية، وكشف الغوامض وشرحه وشرح القطر. توفي سنة 907(ديوان الاسلام لشمس الدين ابن الغزي، ج٣،ص ٣٤،حرف السين،الفصل الرابع في الأنساب)

سبط المارديني(912 - 826هـ = 1506 - 1423م)

محمد بن محمد بن أحمد الغزال الدمشقي، بدر الدين، الشهير بسبط المارديني: عالم بالفلك والرياضيات. أصله من دمشق. ومولده ووفاته بالقاهرة. كان موقتا بالجامع الأزهر. من كتبه (تحفة الأحباب في علم الحساب -خ) و (جداول رسم المنحرفات على الحيطان -خ) في الميقات، و (حاوي المختصرات في العمل بربع المقنطرات -خ) فلك، و (شرح الرحبية -خ) فرائض، و (تعليق مختصر على لامية ابن الهائم في الجبر والمقابلة -خ) عندي، و (دقائق الحقائق في حساب الدرج والدقائق -خ) فلك، و (الدر المنثور في العمل بربع الدستور -خ) فلك، و (الرسالة الفتحية في الأعمال الجيبية -ط) فلك، والمواهب السنية في أحكام الوصية -خ) فقه، و (القول المبدع في شرح المقنع -خ) في الجبر والمقابلة، و (كفاية القنوع في العمل بالربع المقطوع -خ) و (كشف الغوامض -خ) في الفرائض، وشرحه (إرشاد الفارض إلى كشف الغوامض -خ) و (اللمعة الشمسية -خ) في الفرائض، و (لقط الجواهر في تحديد الخطوط والدوائر -ط) و (هداية السائل إلى الربع الكامل -خ) و (قرة العين -خ) فرائض، و (ترتيب مجموع الكلائي -خ) في الفرائض، و (شرح فصول ابن الهائم -خ) و (وسيلة الطلاب ونزهة الألباب إلى معرفة الأوقات بالحساب -خ) رسالة، عندي في مجموعة(الأعلام للزركلي،ج٧،ص ٥٤،٥٥، حرف الميم، مادة "مح")

المقنطرات‘‘ میں انیسواں باب ظہر اور عصر اور غروب کا اس طرح قائم کیا ہے:

’’الباب التاسع عشر: فی معرفة الدائربین الظهر والعصر و الدائر بین العصر والغروب‘‘

پھر اس کے بعد بیسواں باب ’’عشاء اور فجر کے اوقات اور ان کے حصوں اور ان کی حد بندی اور ان کے اوقات کی تخریج‘‘ کا قائم کیا ہے، جس کے شروع میں انہوں نے فرمایا:

الباب العشرون: فی معرفة وقت العشاء ووقت الفجر وحصتهما وحدهما واستخراجهما.

وقت العشاء بغروب الشفق باتفاق الأئمة أو بمضى قدر حصّته من الغروب والشفق هو الحُمُرَة المتعرضة فی أفق المغرب بعد الغروب عند إمامنا الشافعی ومالک وأحمد فی اصح قوليه وصاحبی أبی حنيفة، وقال أبو حنيفة وأحمد فی القول الثانی أنه البياض الذی بعده الحمرة وفرق الخرفی من أصحابه فجعله فی السفر كالأول وفی غيره كالثانی كما هو مبين فی كتب الفقه .

وحدقوس من مدار الشمس فيما بين مركزها والأفق الغربی حال كونها محنطة عن الأفق الغربی١٧ ”سبعة عشر“ درجة علی الصحيح .

ويعرف وقت الصبح بطلوع الفجر الثانی،وهو المنتشر ضوءه معترضا بالافق الشرقی،او بمضی قوس الليل خلا حصة الفجر وهی المدة التی بين طلوع لفجر وطلوع الشمس وحدها قوس من مدار الشمس فيما مركزها والافق الشرقی فی حال كون الشمس منحطة عن افق المشرق ١٩ ”تسعة عشر“ درجة علی الصحيح.

وقيل ان المعتبر فی الحصتين ان تكون الشمس منحطة ١٨ ”ثمانية عشر“درجة فيهما .وهذا مردود عقلا وشرعا الاعلی قول ابی حنيفة من جهة تساوی الحصتين.

وقيل يعتبر ١٩ ”تسعة عشر“فی الشفق،و ١٩ ”تسعة عشر“ فی الفجر،وقيل غير ذلک.

قال الاستاذ طيبعا البلكمينی ثم رأی المراكشی وفضلاء البصريين الفجر

علی ۲۰ ”عشرین“ والشفق علی ۱۴ ”اربعة عشر“درجة.

ورأى النصير الطوسی وفضلاء المشرق والشام الفجر علی ۱۹ ”تسعة عشر“والشفق علیٰ ۱۷ ”سبعة عشر“درجة،کما تقدم.

قال الشيخ جمال الدين الماردینی رحمه الله وقد امتحنها بعض حذاق المتاخرين فی سنين متوالية،یعنی الشيخ علاء الدين بن الشاطر فوجد الثمانية عشر وقت اسفار،والعشرين وقت غلس،قال والحق فيهما الزيادة والنقص بحيث العوارض الحادثة مثل صفاء الجو وكدورته وقوة البخار وخفته،وشدة الهواء ورقته ووجود القمر وغيبوبته وضعف نظر الراصد وحدته.

والذی اعتمد عليه محققو هذا العلم من الرصاد وغيرهم یعنی کا لنصير الطوسی والمويد العرضی وابن الوفازرقانی وابی الريحان البيرونی وغيرهم من ائمة الرصاد وتبعهم ابن الغزولی وابو الظاهر وغيرهما ان الشمس اذا انحطت عن افق المغرب ۱۷ ”سبعة عشر“ درجة غرب الشفق واذاصارت منحطة عن افق المشرق ۱۹ ”تسعة عشر“درجة يطلع الفجر.

قلت وهذا عليه عامة فضلاء الموقتين وعامة مشائخنا فی هذا الزمان ولا عبرة بمايفعله بعض الجهال المدعيين.

والفجر فجران فجر صادق وهو المعتبر،وكاذب ويسبق الصادق فی الطلوع ويطلع مستطيلا فوق العصابة السودی التی تكون فی آخر الليل وهذه العصابة هی الخط الاسود الذی يتبين من تحته الخيط الابيض وهو الفجر الصادق (حاوی المختصرات فی العمل بربع المقنطرات، ۲۱،۲۲،الباب العشرون فی معرفة وقت العشاء ووقت الفجر وحصتهما، مكتبة قطر الوطنية، مخطوطة)

ترجمہ: بیسواں باب عشاء کا وقت اور فجر کا وقت ،اوران دونوں کے حصے اوران دونوں کی حد اوران دونوں کے استخراج کا طریقہ معلوم کرنے کے بارے میں ہے۔

عشاء کا وقت سورج غروب ہونے سے شروع ہو جاتا ہے،تمام ائمہ کے اتفاق کی

رو سے، یا غروب سے شفق کے حصہ کی مقدار گذرنے پر شروع ہو جاتا ہے۔

اور شفق اس معترض حمرہ کا نام ہے، جو مغربی افق میں غروب کے بعد موجود ہوتی ہے، ہمارے امام شافعی، اور امام مالک اور امام احمد کے نزدیک، دو قولوں میں سے اصح قول کے مطابق، اور امام ابو حنیفہ کے صاحبین کے نزدیک، اور امام ابو حنیفہ نے، اور امام احمد نے دو قولوں میں سے ایک قول کے مطابق فرمایا کہ شفق وہ بیاض ہے، جو حمرہ کے بعد ہوتی ہے، اور امام احمد کے صاحب، خرقی نے فرق کیا ہے، پس انہوں نے سفر میں اول کو مقرر کیا، اور غیر سفر میں دوسری کو مقرر کیا، جیسا کہ یہ کتبِ فقہ میں بیان کر دیا گیا ہے۔

اور سورج کے مدار کی اس کے مرکز اور افقِ غربی کے مابین شفقی قوس کی حد، سورج کے افقِ غربی سے سترہ درجہ نیچے ہونے پر ہوتی ہے، صحیح قول کے مطابق۔

اور صبح کا وقت، طلوعِ فجرِ ثانی سے معلوم کیا جاتا ہے، اور اس کی روشنی منتشر، اور افقِ مشرقی میں معترض ہوتی ہے، یا رات کی قوس کے گذرنے سے پہچانا جاتا ہے، سوائے فجر کے حصہ کے، اور یہ (یعنی فجر کا حصہ) وہ مدت ہے، جو طلوعِ فجر اور طلوعِ شمس کے درمیان ہوتی ہے، اور اس کی حد سورج کے مدار سے، اس کے مرکز اور افق شرقی کے درمیان سورج کے افقِ مشرقی سے انیس درجہ نیچے ہونے کی قوس ہے، صحیح قول کے مطابق۔

اور ایک قول فجر اور شفق دونوں کے حصوں میں سورج کے اٹھارہ 18 درجہ زیرِ افق ہونے کا ہے، لیکن یہ قول عقلی وشرعی اعتبار سے مردود ہے، سوائے امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق، دونوں کے حصے مساوی ہونے کی جہت سے (یعنی امام ابو حنیفہ کے نزدیک دونوں کے حصے برابر ہوتے ہیں، اس کے مطابق یہ قول درست ہے، لیکن دیگر فقہاء کے نزدیک شفق کا حصہ فجر کے حصہ سے کم ہوتا ہے، اس کے

مطابق یہ قول درست ہے)

اور ایک قول شفق اور فجر دونوں میں انیس درجہ کا ہے، اور اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔

استاذ **طبیعا بلکمینی** نے کہا کہ مراکشی اور فضلائے بصریین کی رائے فجر کے بیس درجہ پر اور شفق (احمر) کے چودہ درجہ پر ہونے کی ہے۔

اور نصیر طوسی اور فضلائے مشرق وشام کی رائے فجر کے انیس درجے پر اور شفق (احمر) کے سترہ درجے پر ہونے کی ہے، جیسا کہ گذرا۔

اور شیخ جمال الدین ماردینی رحمہ اللہ کا فرمانا یہ ہے کہ فجر کا بعض ماہر متاخرین نے پے در پے کئی سالوں تک مشاہدہ کیا، یعنی شیخ علاء الدین بن شاطر نے، تو انہوں نے اٹھارہ 18 درجہ پر اسفار (یعنی واضح روشنی) کے وقت کو پایا، اور بیس درجہ پر اندھیرے کو پایا (جس سے معلوم ہوا کہ طلوعِ فجر اٹھارہ 18 درجہ سے پہلے، اور بیس درجہ کے بعد ہے) پھر فرمایا کہ اور حق بات یہ ہے کہ ان دونوں کے درجات میں کمی اور زیادتی کی جائے، پیش آنے والے عوارض، یعنی فضاء کے صاف اور کثیف ہونے، اور بخارات کے قوی وضعیف ہونے، اور ہوا کی شدت، اور رقت، اور چاند کے وجود اور غیوب، اور مشاہدہ کار کی نظر کی کمزوری، اور تیزی کی وجہ سے۔

اور جس بات پر اس علمِ رصاد وغیرہ کے محققین، یعنی نصیر طوسی، اور موید عرضی، اور ابن الوفا زرقانی اور ابو ریحان البیرونی وغیرہ ائمہ رصاد نے، اور ان ہی کی اتباع ابنِ غزولی اور ابو الظاہر وغیرہما نے کی ہے، وہ یہ ہے کہ سورج جب افق مغرب سے سترہ درجہ نیچے چلا جائے، تو شفق غروب ہوگئی، اور جب مشرق سے انیس درجہ نیچے ہو، تو فجر طلوع ہوگئی۔

میں کہتا ہوں کہ اسی پر عام فضلائے موقتین اور ہمارے اس زمانہ کے عام مشائخ ہیں۔

اور بعض جہال مدعین جو کرتے ہیں، اس کا اعتبار نہیں۔

اور فجر دو ہوتی ہیں، ایک صادق، اور یہی معتبر ہے، اور دوسری کاذب، اور یہ طلوع میں صادق سے پہلے آتی ہے، اور مستطیل حالت میں اس سیاہ پٹی کے اوپر طلوع ہوتی ہے، جو رات کے آخری وقت میں ہوتی ہے، اور یہ عصابہ وہ سیاہ ترین خط ہے، جس کے نیچے سے خیطِ ابیض ظاہر ہوتا ہے، اور یہی فجرِ صادق ہے (حاوی المختصرات فی العمل بربع المقنطرات)

پھر امام سبط ماردینی نے آگے اسی باب میں مقنطرہ کے ذریعہ سے فجر کا حصہ انیس درجہ پر اور شفق کا حصہ سترہ درجہ پر معلوم کرنے کا طریقہ بیان کیا ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ غروبِ شمس کے بعد سترہ اور انیس درجات کے مابین رات کا حصہ ہے۔

یہ بات ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ جن حضرات نے فجر اور شفق کے حصوں میں ایک، یا دو درجات کا فرق کیا ہے، وہ شفقِ احمر، اور جمہور کے مطابق ہے، اور جنہوں نے دونوں کا ایک ہی درجہ بیان کیا، وہ یا تو امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق ہے، یا اس فقہی اختلاف سے قطع نظر کرتے ہوئے، محض فلکی اعتبار سے شفق کی انتہاء کو بیان کرنے کے اعتبار سے ہے۔

اس کے علاوہ ہم پیچھے اس فن، اور ارصاد کے ائمہ ''ابو ریحان البیرونی، فضل بن حاتم نیریزی، ابوالحسین عبدالرحمٰن صوفی، عضدالدین ایجی، ابنِ ابی صلت، بدرالدین کنانی، طوسی، مراکشی، ابن شاطر اور ان کے متبعین کی عبارات کی روشنی میں اٹھارہ 18 درجہ پر طلوعِ فجر کی تصریحات بیان کر چکے ہیں، ان ائمہ سے انیس درجہ کا قول ہمیں باحوالہ دستیاب نہیں ہو سکا، اس لئے یہی قول زیادہ راجح کہلائے جانے کا مستحق ہوگا، باقی اٹھارہ 18 درجہ پر تبینِ فجر کا جواب پہلے جمال الدین ماردینی کی عبارت کے ضمن میں گذر چکا ہے۔

امام سبط المارديني کا دوسرا حوالہ

اور امام سبط مارديني اپنے ایک رسالہ میں فرماتے ہیں:

الباب السادس فی معرفة حصتی الفجر والشفق :حصة الفجر هی المدة التی من البياض المعترض من افق المشرق ”لا البياض المستطيل قبله“ الى طلوع الشمس،واذا وجد البياض المعترض ای الفجر الصادق،يخرج وقت العشاء عند الائمة الاربعة،ويدخل وقت الصبح.

وحصة الشفق من غروب الشمس الى الشفق الابيض الذی بعد الحمرة،واذا غاب يدخل وقت العشاء ويخرج وقت المغرب عند الامام الاعظم (رسالة: دلائل المعامل بربع المقطوع الشمالی الموصل الى الميقات وحركات السماوات والساعات الزمانی ،ص ۹ ، الباب السادس فی معرفة حصتی الفجر والشفق”مجموع خمسة رسائل فلكية“)

ترجمہ: چھٹا باب فجر اور شفق کے حصہ کی معرفت کے بارے میں ہے۔

فجر کے حصہ سے وہ مدت مراد ہے، جو مشرقی افق میں بیاضِ معترض سے شروع ہوتی ہے ”نہ کہ بیاض مستطیل سے، جو بیاضِ معترض سے پہلے ہوتی ہے“ اور طلوعِ شمس تک جاری رہتی ہے، اور جب بیاضِ معترض، یعنی فجرِ صادق پائی جائے، تو ائمہ اربعہ کے نزدیک عشاء کا وقت نکل جاتا ہے، اور صبح (یعنی فجر) کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔

اور شفق کا حصہ غروبِ شمس سے لے کر اس شفقِ ابیض تک جاری رہتا ہے، جو حمرہ کے بعد ہوتی ہے، اور جب یہ شفق غائب ہو جائے، تو عشاء کا وقت داخل ہو جاتا ہے،، اور مغرب کا وقت نکل جاتا ہے امام اعظم کے نزدیک (دیگر فقہاء کے نزدیک حمرہ کے غیوب پر ہی نکل جاتا ہے) (دلائل المعامل)

پھر امام سبط مارديني فرماتے ہیں:

www.idaraghufran.org

واما معرفة حصتى الفجر والشفق علم على مرية الشمس وانقلها الى قوس الفجر وقوس الشفق ان كانا موضوعين يحصل الحصة المطلوبة من اول قوس الارتفاع اذاكانا فى جانب خط الزوال.

واما اذا لم يكن القوسان موضوعين فعلم على نظير الدرجة من المنطقة الاخرىٰ وانقل الخيط الى "يز" (١٧) من المقنطرات ان اردت حصة الشفق، والى "يط" (١٩) ان اردت حصة الفجر (رسالة: دلائل المعامل بربع المقطوع الشمالى الموصل الى الميقات وحركات السماوات والساعات الزمانى ،ص ١٠ ،الباب السادس فى معرفة حصتى الفجر والشفق "مجموع خمسة رسائل فلكية")

ترجمہ: اور جہاں تک فجر اور شفق کے حصوں کی معرفت کا تعلق ہے، تو تم سورج کی مری پر علامت قائم کرو، اور اس کو فجر کی قوس، اور شفق کی قوس کی طرف منتقل کرو، اگر وہ موضوع ہوں، اس سے مطلوبہ حصہ حاصل ہو جائے گا، جب وہ دونوں قوسیں خطِ زوال کی جانب میں ہوں۔

لیکن جب یہ دونوں قوسیں، موضوع نہ ہوں، تو تم دوسرے منطقہ سے سورج کے درجہ کی نظیر پر علامت قائم کرو، اور خیط کو سترہ درجات کی طرف منتقل کرو، اگر تم شفق کا حصہ معلوم کرنا چاہتے ہو، اور اگر فجر کا حصہ معلوم کرنا چاہتے ہو، تو انیس درجات کی طرف منتقل کرو (دلائل المعامل)

امام سبط المارديني کا تیسرا حوالہ

اور امام سبط ماردینی اپنے ایک اور رسالہ میں فرماتے ہیں:

وان وضعت جزء النظير على افق المشرق وتعلم قبالة المرى فى الحجرة علامة وتدير العنكبوت على التوالى، ان يقع ذالك الجزء على "يز" (١٧) من المقنطرات الشرقية فمابين العلامة و المرى هو مقدار حصة الشفق وهو المدة التى بين غروب الشمس وغروب الشفق الاحمر ويقال لها

www.idaraghufran.org

حصة المغرب،وان وضعت جزء النظير على "يط"(١٩) من المقنطرات الشرقية فما بين العلامة والمرى هو مقدار حصة الشفق ايضا وهو المدة التى بين غروب الشمس وغروب الشفق الابيض.

وان وضعت جزء النظير على افق المغرب وتعلم قبالة المرى فى الحجرة وتدير العنكبوت على خلاف التوالى الى ان يقع ذالک الجزء على "يط"(١٩) من المقنطرات الغربية فمابين العلامة والمرى هو حصة الفجر وهو المدة التى بين طلوع الصادق وبين طلوع الشمس (رسالة اسطرلاب،ص ۴۳ و ۴۴،الباب الثامن فى معرفة اوقات الصلاة،مخطوطة "مجموع خمسة رسائل فلكية")

ترجمہ:اوراگرتم سورج کی نظیر کے جزء کومشرقی افق میں رکھیں،اورحجرہ میں مری کے آگے علامت قائم کردیں،اورعنکبوت کوتوالی کے طور پر گھمادیں،اگر وہ جزء مشرق کے سترہ درجات پرواقع ہوجائے،تواس علامت،اورمری کے درمیان اس شفق کا حصہ ہوگا،جوکہ غروبِ شمس اورغروبِ شفقِ احمر کے درمیان کی مدت ہے،اوراس کومغرب کا حصہ کہا جاتا ہے،اوراگرتم سورج کی نظیر کے جزء کومشرق میں انیس درجات پررکھیں،تواس علامت اورمری کے درمیان کا وقت بھی شفق کا ہی حصہ کہلائے گا،اوروہ غروبِ شمس اورغروبِ شفقِ ابیض کے درمیان کی مدت ہوگی۔

اوراگرتم سورج کی نظیر کے جزء کومغربی افق میں رکھیں،اورحجرہ میں مری کے سامنے علامت قائم کردیں،اورعنکبوت کوخلافِ توالی گھمائیں،یہاں تک کہ وہ جزء مغرب کے انیس درجات پرواقع ہوجائے،توعلامت اورمری کے درمیان فجر کا حصہ ہوگا،اوروہ طلوعِ صادق اورطلوعِ شمس کے درمیان کی مدت ہے (رسالہ اسطرلاب)

امام سبط ماردینی نے صبح صادق،اورغروبِ شفقِ ابیض کے انیس درجہ پر ہونے،اورغروبِ

www.idaraghufran.org

شفقِ احمر کے سترہ درجہ پر ہونے کی تصریح کردی ہے۔

اور حصۂ فجر اور حصۂ شفق کی بھی امام اعظم اور دوسرے فقہاء کے نزدیک اس قدر وضاحت فرمادی ہے کہ جس کے بعد اٹھارہ 18 درجہ پر کاذب کا، اور پندرہ درجہ پر صادق کا دعویٰ کرنے والوں کا بھی جواب ہوگیا، اور مرسلہ رسالہ کے مؤلف کی عجیب وغریب تاویلات کا بھی قلع قمع ہوگیا۔

رضوان بن عبداللہ فلکی کا حوالہ

رضوان بن عبداللہ (المتوفی: 1123ھ) علمِ فلکیات اور ھندسہ کے ماہر شمار کیے گئے ہیں، اور انہوں نے اس موضوع پر مختلف تصانیف تحریر کی ہیں۔ [1]

انہوں نے ایک تالیف ''الزیج المفید علی اصول الرصد الجدید'' کے نام سے تالیف کی ہے، اور انہوں نے اپنی اس تالیف میں ایک باب نمازوں کے اوقات کے طریقہ کی تخریج کا اس طرح قائم کیا ہے:

''الباب السادس عشر فی معرفة ظل اول وقت العصر وارتفاع الظل وفضل الدائر لذلک الارتفاع وحصتی الشفق والفجر''

پھر اس باب کے تحت شفق اور فجر کے حصوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

واما حصتی الشفق والفجر فاستخرج دائرة ارتفاع سبعة عشر لدرجة

---

[1] الفلکی(1123 هـ 1711م)

رضوان بن عبد الله الفلکی :مهندس مصری فلکی .حج سنة 1091وقرأ علی بعض علماء الحرمین .له کتب، منها (دستور أصول علم المیقات، ونتیجة النظر فی تحریر الأوقات -خ) بخطه، فی الأزهریة ودار الکتب (3833ک) و (بغیة الطلاب فی استخراج الأعمال الفلکیة بالحساب -خ) فی دار الکتب (4024ک) و (تقویم فلکی -خ) بخطه، ببغداد، ورسالة فی (معرفة الاجتماع والاستقبال والکسوف والخسوف -خ) فی دار الکتب (4019ک) و (زیج رضوان أفندی -خ) فیها (3985ک) و (الزیج المفید علی أصول الفلک السمرقندی صاحب الرصد الجدید -خ) شرح أصول الفلک لألغ بک، فی دار الکتب أیضا (3771ک) (الأعلام،للزرکلی،ج۳،ص۲۷، حرف الراء، مادة ''رض'')

النظير يحصل حصة الشفق ودائر ارتفاع تسعة عشر لدرجة النظير كذلك يحصل حصة الفجر (الزيج المفيد على اصول الرصد الجديد، ص۱۷، الباب السادس عشر فى معرفة ظل اول وقت العصر وارتفاع الظل وفضل الدائر لذلك الارتفاع وحصتى الشفق والفجر، مكتبة قطر الوطنية، مخطوطة)

ترجمہ: اور جہاں تک کہ شفق اور فجر کے حصوں کا تعلق ہے، تو تم سورج کی نظیر کے درجہ سے سترہ درجہ کے ارتفاع کے دائرہ پر تخریج کریں، جس سے شفق کا حصہ حاصل ہو جائے گا، اور اسی سورج کی نظیر سے انیس درجہ ارتفاع کے دائرہ سے اسی طرح فجر کا حصہ حاصل ہو جائے گا (الزیج المفید)

ظاہر ہے کہ فجر اور شفق کے حصے وہی کہلائیں گے، جو درحقیقت فجر و شفق کے حصے ہوں، طلوعِ فجر سے قبل اور شفقِ ابیض کے بعد کے اوقات فجر اور شفق کے حصے ہرگز نہیں کہلائے جاسکتے، جیسا کہ دیگر محققین کی تصریحات اس بارے میں موجود ہیں۔

شیخ ابو البحر ابنِ مامون الشنجوری کا حوالہ

علامہ محمد مختار بن عطارد البوغوری الشافعی (المتوفی: 1349ھ) کی تصنیف ''تقريب المقصد فى العمل بالربع المجيب'' کے حاشیہ میں ''شيخ ابو البحر مفتاح بن مامون بن عبدالله المرتى الشنجورى الجاوى'' فرماتے ہیں:

وسمى بالصادق لأنه كالمخبر الصادق عن وجود النهار إذ لا تعقبه ظلمة،اه. لآلى الطل (قوله وقت الفجر) مثال ذلك كما تقدم وضعنا الخيط على (يط) من اول القوس (حاشية تقريب المقصد فى العمل بالربع المجيب، ص۱۵، الباب التاسع فى معرفة اوقات الصلاة الخمس)

ترجمہ: اور اس کا نام صادق بھی رکھا جاتا ہے، کیونکہ وہ دن کے وجود کی سچی خبر دینے والی ہے، اس لئے کہ اس کے بعد اندھیرا نہیں ہوتا (جس طرح کاذب کے بعد ہوتا ہے) اور وقتِ فجر کا طریقہ پہلے گذر چکا ہے کہ ہم خیط کو انیس درجہ پر رکھیں گے، اولِ قوس سے (حاشیہ تقریب)

اور شیخ موصوف ''وقتِ عشاء'' کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یدخل وقت العشاء عند مالک وإمامنا الشافعی واحمد بانحطاط الشمس تحت الأفق الغربی قدر(یز)درجة وهو غیوب الشفق الاحمر وهو العشاء الاول وعند ابی حنیفة قدر(یط)درجة وهو غیوب الشفق الابیض وهو العشاء الثانی(حاشیة تقریب المقصد فی العمل بالربع المجیب،ص ۱۴،الباب التاسع فی معرفة اوقات الصلاة الخمس)

ترجمہ: عشاء کا وقت امام مالک اور ہمارے امام شافعی کے نزدیک اور امام احمد کے نزدیک سورج کے افق کے نیچے سترہ درجہ کے بقدر جانے پر داخل ہوجاتا ہے، اور اس سے شفقِ احمر کا غروب مراد ہے، اور اس کو (متن میں) عشاءِ اول کہا گیا ہے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک انیس درجہ کے بقدر نیچے چلے جانے پر داخل ہوتا ہے، جس سے شفقِ ابیض کا غروب مراد ہے، اور اس کو عشاءِ ثانی کہا گیا (حاشیہ تقریب)

انیس درجہ کے احتیاط کی بنیاد پر ہونے اور جمہور کی تصریح اٹھارہ درجہ پر ہونے پر کلام بار بار گذر چکا ہے۔

ابوزید التاجوری کا حوالہ

مغرب طرابلس کے علاقہ کے مشہور فلکی، عبد الرحمان بن محمد بن احمد، ابو زید التاجوری (المتوفیٰ: 999ہجری) اپنی تالیف ''**ورقات تعلم منها اوقات الصلوات بطریق الربع المجیب**'' میں ظہر اور عصر کے اوقات بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اعلم ان مغیب الشفق کطلوع الفجر وذلک عند مایکون انخفاض الشمس تحت الافق ۱۸ درجة(ورقات تعلم منها اوقات الصلوات بطریق الربع المجیب،ص ۶۰، ساعات مغیب الشفق وطلوع الفجر وما فی مدتیها من ادراج ، مخطوطة)

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہیے کہ شفق کا غروب، طلوعِ فجر کی طرح ہے، اور یہ اس وقت ہوتا ہے، جب سورج کا افق کے نیچے انخفاض 18 درجہ پر ہوتا ہے۔

(ورقات تعلم منها اوقات الصلوات بطریق الربع المجیب)

ابوزید التاجوری کا دوسرا حوالہ

اور مغرب طرابلس کے علاقہ کے مشہور فلکی، عبد الرحمان بن محمد بن احمد، ابو زید التاجوری (المتوفیٰ: 999ھ) دوسری تالیف ''شرح الرسالة المارديني في العمل بالربع المجيب'' میں فرماتے ہیں:

وسقطت صلاة العشاء عند ابی حنيفة رحمه الله فی هذاالعرض وفيما اكثر منه لانعدام المسبب بانعدام سببه ويقع ذالک حيث كان العرض تسعا واربعين درجة فاكثر..وفيه بعض الصقالية ..وبلغار...ويقع ذالک حيث كان العرض تسعا واربعين (شرح الرسالة المارديني فى العمل بالربع المجيب، ص ۸۸، الباب العاشر فى مقدار حصتى الفجر والشفق، المكتبة الأزهرية، رقم المخطوط: ۳۷۶ فلک وميقات، ۴۲۷۵۵ العروسى)

ترجمہ: اور عشاء کی نماز امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک، اس عرض البلد میں اور اس سے زیادہ عرض البلد کے علاقوں میں ساقط ہوجاتی ہے، مسبب کے منعدم ہونے کی وجہ سے سبب کے منعدم ہونے کی بناء پر، اور یہ صورتِ حال اس مقام پر واقع ہوتی ہے، جب عرض البلد انچاس درجہ، یا اس سے زیادہ ہو، اور اس عرض البلد میں بعض صقالیہ اور بلغار کے علاقے آتے ہیں، اور ماردینی کے بقول یہ اس جگہ ہوتا ہے، جہاں انچاس درجہ عرض البلد ہو (شرح الرسالة المارديني)

ابو زید التاجوری دسویں صدی ہجری میں مغربی علاقہ کے نہایت مشہور مسلم فلکی شمار ہوتے ہیں، اس موضوع پر ان کی متعدد تالیفات ہیں۔ [1]

---

[1] التاجوری (999هـ = 1590م)

عبد الرحمن بن محمد بن أحمد، أبو زيد التاجوری: فلكی، نسبته إلى التاجور (قرية بالمغرب) له كتب فى الفلک منها رسالة فى العمل بربع المقنطرات - خ) صغيرة، فى تمكروت، و (رسالة فى الفصول الأربعة - خ) و (شرح الرسالة الفتحية لسبط المارديني - خ) فى الفلک، كلها فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اورہم نے دوسرے مقام پر یہ بات ذکر کردی ہے کہ انچاس درجہ عرض البلد پر امام ابوحنیفہ کے نزدیک شفقِ ابیض کے عدمِ غروب کو نہ ماننے کا قاعدہ اسی صورت میں درست قرار پاسکتا ہے، جب طلوعِ فجرِ صادق اور غروبِ شفقِ معترض کو اٹھارہ 18، یا انیس درجہ پر ہونا تسلیم کیا جائے۔

اور جو حضرات مذکورہ طلوع وغروب کے پندرہ 15 درجہ پر ہونے، اور ''طلوعِ صبح کاذب'' وغروبِ شفقِ کاذب'' کے 18 درجہ پر ہونے اور دونوں کے مابین تین درجات کے تفاوت کے دعویدار ہیں، ان کے قول پر یہ قاعدہ منطبق نہیں ہوتا، کیونکہ ان کے قول کے مطابق مذکورہ عرض البلد والے علاقہ میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک شفقِ ابیض کے غروب نہ ہونے کی وجہ سے وقتِ عشاء کا فوت ہونا ہرگز درست نہیں بنتا۔

یحییٰ بن محمد حطاب کا حوالہ

یحییٰ بن محمد الحطاب (المتوفیٰ: 995ھ) جو مالکی فقہ سے تعلق رکھتے ہیں، اور اپنے زمانہ میں مکہ مکرمہ میں فقیہ شمار ہوتے تھے، اور فلکیات میں بھی مہارت رکھتے تھے، انہوں نے فلکیات

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأزهرية .وله فى الفلك أيضا (مقدمة -خ) فى شستربتى 4793)/6) و (ورقات فى معرفة وضع بيت الإبرة على الجهات الأربع -خ) فى الرباط، ورقتان (لأعلام،للزركلى،ج٣،ص ٢٣١، ٢٣٢، حرف العين، مادة "عب")

شرح الرسالة الماردينية فى العمل بالربع المجيب:......

دار الكتب المصريّة ميقات 959ورقة 20؛ 1200هـ؛ رقم ,621ورقة 18؛ 1050هـ؛ رقم 418ورقة 23؛ 1096هـ؛ رقم 634ورقة 11؛ 1150هـ؛ مصطفى فاضل ميقات 17ورقة 42؛ 1050هـ؛ المكتبة القادريّة 1 /1284ورقة 78 - 39؛ 1183هـ؛ دار الكتب الوطنيّة بتونس 4497؛ رقم 2 /7118ورقة 49 - 24؛ 1118هـ؛ رقم 2 /4497؛ رقم 2113ورقة 99، 1198هـ؛ خزانة المدرسة العليا بالرباط 7 /236ورقة 157 - 126، 1273هـ؛ وفيه إسمه "شرح المطلب فى العمل بالربع المجيب"(معجم التاريخ التراث الإسلامى فى مكتبات العالم،المخطوطات والمطبوعات،ج٣،ص ١٦٨١)

میں متعدد رسائل تالیف کئے ہیں، ایک رسالہ ''**وسيلة الطلاب في علم الفلك بطريق الحساب**'' کے نام سے تالیف کیا ہے۔ [1]

موصوف مذکورہ رسالہ میں فرماتے ہیں:

فَصْلٌ فِيْ مَعْرِفَةِ حِصَّةِ الْفَجْرِ وَهِيَ الْمُدَّةُ الَّتِيْ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ الصَّادِقِ اِلٰى طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَطَرِيْقُ تَحْصِيْلِهَا اَنْ تَسْتَخْرِجَ الدَّائِرَ لِاِرْتِفَاعِ تِسْعَةَ عَشَرَ

(وسيلة الطلاب لمعرفة اعمال الليل والنهار بطريق الحساب، ليحيىٰ بن محمد الحطاب ،الباب السادس فى معرفة الظل المبسوط والظل المنكوس وظل الزوال الخ، ص٢٨، مكتبة جامعة الرياض، قسم المخطوطات، رقم المخطوطة، ٤٥٦٧ف ١/٩٠١)

ترجمہ: یہ فصل ہے فجر کے حصہ کی پہچان کے بارے میں، اور وہ فجرِ صادق کے طلوع ہونے سے لے کر سورج طلوع ہونے تک کی مدت ہے، اور اس کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ دائرہ ارتفاع کی 19 درجے پر تخریج کریں (وسیلۃ الطلاب)

اس عبارت میں فجرِ صادق کی تصریح ہے۔

لہٰذا یہ خیال کرنا کہ ماہرینِ فلکیات نے، جو طلوعِ فجر کے درجہ کو بیان کیا ہے، وہ درحقیقت کاذب کا درجہ ہے، یہ فہم درست نہیں۔

یحییٰ بن محمد حطاب کا دوسرا حوالہ

اس کے علاوہ موصوف نے اپنے دوسرے رسالہ ''**معرفة استخراج اعمال الليل والنهار**''

---

[1] الحطاب(995 - 902ھ= 1496 - 1587 م)

يحيى بن محمد بن محمد بن عبد الرحمن الحطاب، الرعينى الأصل، المكى المالكى :فقيه المالكية فى عصره بمكة .مولده ووفاته بها .له معرفة بالفلك .من كتبه "وسيلة الطلاب فى علم الفلك بطريق الحساب -ط "و "الأجوبة فى الوقف -ط "و "إرشاد السالك المحتاج إلى بيان المعتمر والحاج -خ "و "مختصر سلك الدرين فى حل النيرين -خ "فى الميقات، و " شرح ألفاظ الواقفين والقسمة على المستحقين -ط "(الأعلام،للزركلى،ج٨،ص ١٦٩، حرف الياء، مادة "يا")

Idara Ghufran

میں پانچوں نمازوں کے اوقات کی تخریج پر کلام کیا ہے، جس میں فجر اور عشاء کے اوقات کی تخریج کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الباب الخامس عشر فی مقدار حصة الشفق ومقدار حصه الفجر فطریق معرفة حصةالشفق ان تنصب اول قوس الارتفاع سبعة عشر درجة واعرف جیبها.

فهو مقدار حصة الشفق وهی المدة التی من غروب مرکز الشمس الی اول وقت العشاء.

وان فعلت جمیع ماذکر بجیب ارتفاع تسعة عشر حصل مقدار حصة الفجر وهی المدة التی من طلوع الفجر الصادق الی طلوع مرکز الشمس،والله اعلم (معرفة استخراج اعمال اللیل والنهار،من ربع الدائرة،المسمیٰ بربع المجیب،ص ۲۱،الباب الخامس عشر،مکتبة : جامعة الریاض)

ترجمہ: پندرہواں باب شفق کے حصہ کی مقدار اور فجر کے حصہ کی مقدار کے بارے میں ہے، پس شفق کے حصہ کی معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ تم ارتفاع کی قوس کے مبدأ کو سترہ درجہ پر رکھیں، اور اس کی جیب کو پہچانیں۔

پس وہ شفق کے حصہ کی مقدار ہوگی، اور یہ وہ مدت ہے، جو مرکزِ شمس کے غروب سے شروع ہوکر ابتدائے وقتِ عشاء تک ہے۔

اور اگر تم مذکورہ جمیع عمل انیس درجہ ارتفاع کی جیب پر کریں گے، تو فجر کے حصہ کی مقدار حاصل ہوجائے گی، اور یہ وہ مدت ہے، جو طلوعِ فجرِ صادق سے مرکزِ شمس کے طلوع تک ہے (نفح الطیب)

اس سے واضح ہوا کہ فجر کے حصہ سے مراد نمازِ فجر کا حصہ ہے، جو طلوعِ فجر سے شروع ہوکر طلوعِ شمس تک جاری رہتا ہے، اور شفق کے حصہ سے مراد مغرب کا حصہ ہے، جس کو شفق کا حصہ اس لئے کہا گیا کہ مغرب کی نماز کے قضاء اور عشاء کی نماز کے اداء ہونے میں شفق کے اندر اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک مکمل شفق مغرب کا حصہ ہے، اور دوسرے فقہاء

کے نزدیک احمر تک مغرب کا حصہ ہے اور اس کے بعد عشاء کا حصہ ہے، اس لئے اگر اس بات پر امام ابوحنیفہ کے ساتھ دوسرے فقہاء کا اتفاق ہوتا، تو اس کو بلا شبہ مغرب کا حصہ کہنے میں کوئی مانع نہ ہوتا، اور جب یہ اختلاف ہو گیا، تو ہر ایک اپنے اعتبار سے شفق کا حصہ کہنے لگا، جب دوسرے فقہاء کے نزدیک ''غروبِ شفقِ احمر'' کا اعتبار ہے، تو ان کے نزدیک یہی شفق کا حصہ کہلائے گا، مذکورہ مؤلف چونکہ مالکی ہیں انہوں نے اسی لئے اس کو شفق کا حصہ کہا اور اگر امام ابوحنیفہ کے مذہب کو ملحوظ رکھا جائے، تو شفق کا حصہ اس دن کے فجر کے حصہ کے برابر ہوگا، اور جب اس فقہی اختلاف کو نظر انداز کر کے خالص فلکی اعتبار سے اطلاق کیا جائے، تو بھی مکمل شفق مراد ہوگی، اور شفق کا حصہ فجر، یا صبح کے مساوی ہوگا، جیسا کہ بہت سے فلکیین اطلاق کیا کرتے ہیں، برخلاف دونوں طرف کی بیاضِ مستطیل کے کہ وہ ''کاذب'' ہے، اور اس کے ساتھ کاذب کی صفت خود اس کے فجر اور شفق ہونے کی نفی کے لئے لگائی جاتی ہے۔

پھر طلوعِ فجر کو انیس درجہ پر اور غیوبِ شفق کو سترہ درجہ پر بیان کرنا، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ایک طرف سے طلوعِ فجرِ صادق کو، اور دوسری طرف سے غیوبِ شفقِ احمر کو بیان کرنا مقصود ہے، کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا، تو دونوں طرف کے درجات میں ہرگز فرق نہ کیا جاتا، کاذب مراد لینے کی صورت میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ شفق کو کاذب کیوں مراد نہیں لیا گیا، اس فرق سے صاف ظاہر ہے کہ ان کا اصل مقصود نمازوں کے اوقات کو بیان کرنا ہے، جن کا تعلق کاذب سے ہرگز نہیں۔

محمد بن ہاشم بن طاہر حضرمی کا حوالہ

محمد بن ہاشم بن طاہر العلوی الحضرمی نے علامہ سید محمد بن احمد بن عمر شاطری علوی حضرمی کی تالیف ''منظومة اليواقيت من فن المواقيت'' کی شرح ''الخريت'' میں ''معرفة

حصه الشفق الاحمر“ کے ذیل میں تحریر فرمایا کہ:

حصة الشفق الاحمرهی المدة التی من غروب الشمس الٰی غروب الشفق الاحمر (الخريت على منظومة اليواقيت من فن المواقيت،ص ٢٠٦، باب فلک البروج، معرفة حصة الشفق الأحمر)

ترجمہ: شفقِ احمر کا حصہ ہی دراصل وہ مدت ہے، جو غروبِ شمس سے غروبِ شفقِ احمر کے درمیان ہوتی ہے (الخریت)

پھر موصوف نے اگلے صفحہ پر اس کی توضیح کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

حصة الشفق هی المدة التی بین غروب الشمس وغروب الشفق الاحمر،وهی الحمرة التی ترى فی المغرب بعد سقوط قرص الشمس،فاذا مضت هذه المدة دخل وقت العشاء عند الشافعية والمالكية والجمهورية،واما عند ابی حنيفة فلا يدخل الا بغروب الشفق الابيض وهو البياض المعترض الذی يظهر بعد غروب الشفق الاحمر.

ويقول الرصاد وائمة هذا الفن ان الشفق يغيب بانحطاط الشمس تحت الافق ١٧ درجة(الخريت على منظومة اليواقيت من فن المواقيت،ص ٢٠٧ ، باب فلک البروج، معرفة حصة الشفق الأحمر)

ترجمہ: شفق کا حصہ وہ مدت ہے، جو غروبِ شمس، اور غروبِ شفقِ احمر کے درمیان ہوتی ہے، اور یہ وہ سرخی ہے، جو سرخ ہوتی ہے، مغربی افق میں سورج کی ٹکیہ کے ساقط ہونے کے بعد نظر آتی ہے، پس جب یہ مدت گذر جاتی ہے، تو شافعیہ اور مالکیہ اور جمہور کے نزدیک عشاء کا وقت داخل ہو جاتا ہے، جہاں تک امام ابوحنیفہ کا تعلق ہے، تو ان کے نزدیک شفق ابیض کے غروب کے بعد ہی داخل ہوتا ہے، جو کہ بیاضِ معترض ہے، اور وہ شفقِ احمر کے غروب کے بعد ظاہر ہوتی ہے۔

اور اہلِ رصاد اور اس فن کے ائمہ کا قول ہے کہ یہ مذکورہ شفق (احمر جس کا ذکر چل رہا ہے) سورج کے سترہ درجہ زیرِ افق چلے جانے پر غائب ہوتی ہے (الخریت)

پھر اس بحث کے آخر میں موصوف نے فرمایا کہ:

www.idaraghufran.org

یکن ذلک قدر المدۃ التی من غروب الشمس الیٰ غروب الشفق الاحمر من الدرج وھو المسمیٰ بحصۃ الشفق الاحمر (الخریت علی منظومۃ الیواقیت من فن المواقیت،ص ۲۰۷، باب فلک البروج، معرفۃ حصۃ الشفق الأحمر)

ترجمہ: یہ مقدار، جو غروبِ شمس سے غروبِ شفقِ احمر کے درمیان درجات کی ہے، اسی کا نام شفقِ احمر کا حصہ رکھا جاتا ہے (الخریت)

پھر اس کے بعد موصوف نے اس باب:

”باب معرفۃ حصۃ الفجر“

کے ذیل میں فرمایا کہ:

اذا اردت حصۃ الفجر وھی المدۃ التی من طلوع الفجر الصادق الیٰ طلوع الشمس فافرض ان معک ارتفاع ۱۹ (الخریت علی منظومۃ الیواقیت من فن المواقیت،ص ۲۰۸،باب معرفۃ حصۃ الفجر)

ترجمہ: جب تم فجر کے حصہ کو معلوم کرنا چاہو، اور فجر کے حصہ سے مراد طلوعِ فجرِ صادق سے طلوعِ شمس تک کی مدت مراد ہے، تو آپ اپنے ساتھ انیس درجہ ارتفاع کو فرض کریں (الخریت)

پھر موصوف اس کی تفصیل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

یحصل قدر المدۃ التی من طلوع الفجر الصادق الیٰ طلوع الشمس ویسمی ذالک حصۃ الفجر.

الایضاح: ذکرنا عند حصۃ الشفق ان الرصاد نصوا علیٰ انہ یغیب بانحطاط الشمس تحت الافق سبع عشر درجۃ وھنا نقول ذکروا ایضا ان الفجر یطلع اذا کان بین الشمس والافق ۱۹ درجۃ ولھذا جعلوا اذا اردت معرفۃ حصتہ ان تستخرج الدائر الارتفاع تسعۃ عشر علیٰ الشمس فی نظیر درجتھا فنعمل کما مر فی المعنیٰ قبل ھذا (الخریت علی منظومۃ الیواقیت من فن المواقیت،ص ۲۰۸ و ۲۰۹،باب معرفۃ حصۃ الفجر)

ترجمہ: اس سے اس مدت کا حساب نکل آئے گا، جو طلوعِ فجرِ صادق سے طلوعِ

www.idaraghufran.org

شمس تک ہوتی ہے، اور اس کا نام ہی فجر کا حصہ رکھا جاتا ہے۔

جس کی توضیح وہ ہے، جو ہم نے شفق کے حصہ کو بیان کرتے وقت ذکر کی، کہ اہلِ رصاد نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ شفق (احمر) سورج کے نیچے سترہ درجہ چلے جانے پر غائب ہوتی ہے، اور یہاں ہم کہتے ہیں کہ اہلِ رصاد نے ہی یہ بھی ذکر کیا ہے کہ فجر اس وقت طلوع ہوتی ہے، جب سورج اور افق کے درمیان ۱۹ درجہ کا فرق ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے جب آپ فجر کے حصہ کو معلوم کرنا چاہو، تو اہلِ ارصاد کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق دائرہ ارتفاع کی انیس درجہ پر تخریج کریں، سورج پر اس کے درجہ کی نظیر میں، پس ہم اسی طرح عمل کریں گے، جیسا کہ اس کا اس سے پہلے طریقہ گذرا (الخریت)

پھر اس بحث کے آخر میں موصوف نے فرمایا کہ:

وھوقدر المدة من طلوع الفجر الصادق الٰی طلوع الشمس وھی المسماة بحصة الفجر (الخريت على منظومة اليواقيت من فن المواقيت، ص ۲۰۹، باب معرفة حصة الفجر)

ترجمہ: اور یہی طلوعِ فجرِ صادق سے طلوعِ شمس تک کی مدت ہے، اور اسی کا نام فجر کا حصہ رکھا جاتا ہے (الخریت)

مذکورہ عبارات میں انیس درجہ پر طلوعِ صبح صادق اور سترہ درجہ پر غروبِ شفقِ احمر کی صاف طور پر تصریح موجود ہے، اور پہلے گذر چکا ہے کہ متقدمین فلکیین نے طلوعِ فجر، یا طلوعِ صبح صادق کے لئے اٹھارہ 18 درجہ کی تصریح کی ہے، لیکن بعض متاخرین اہلِ ارصاد واہلِ فن نے اٹھارہ 18 درجہ پر صبح صادق کے تبین کا مشاہدہ کرنے کی وجہ سے احتیاطاً ایک درجہ بڑھا دیا، جس سے اس کا درجہ انیس ہو گیا، اور اس طرح انہوں نے انیس درجہ پر طلوعِ فجرِ صادق کا حکم لگایا، اور متقدمین کی طرف سے اٹھارہ 18 درجہ پر شفقِ ابیض کے غروب میں سے احمر کے غروب کے لئے ایک درجہ کو کم کر دیا، جس سے اس کی

ایک درجہ مقدار کم ہو کر سترہ درجہ رہ گئی۔

اب مسلکہ رسالہ کے مؤلف جو پندرہ درجہ پر طلوعِ فجرِ صادق کے طلوع اور شفقِ ابیض کے غروب کا، اور اٹھارہ 18 درجہ پر طلوعِ کاذب، وشفقِ کاذب کے غروب کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کو غور کرنا چاہیے کہ وہ مذکورہ فقہاء واصحاب فلکیین کے نزدیک جب تک شفقِ احمر کا بھی غروب نہیں ہوتا، اس سے دو درجہ پہلے غروبِ شفقِ ابیض کا حکم لگا رہے ہیں، اور جب طلوعِ فجرِ صادق کو تین، یا چار درجات گذر چکے ہوتے ہیں، اس وقت اس کے طلوع کا حکم لگاتے ہیں، جو کہ خلافِ عقل ونقل بات ہے۔

عزالدین الوفائی کا حوالہ

عزالدین عبدالعزیز بن محمد وفائی شافعی (المتوفیٰ: 811ھ) جو بڑے فلکی اور اپنے دور کے موقت گذرے ہیں، اور انہوں نے فلکیات پر کئی رسائل تالیف کئے ہیں۔ [1]

وہ اپنے ایک رسالہ میں فرماتے ہیں:

ان فعلت ذالک الارتفاع "یط" (۱۹) حصلت حصة الفجر.. (رسالة فی دائرة المعدل، ص ٦، الباب العاشر فی معرفة حصتی الشفق و الفجر، مکتبة: جامعة الریاض)

ترجمہ: اگر تم اس ارتفاع کو انیس درجہ پر کریں گے، تو فجر کا حصہ حاصل ہو جائے گا

(رسالہ فی دائرالمعدل)

---

[1] عبد العزیز الوفائی (876 - 811ھ 1471 - 1408 م)

عبد العزیز بن محمد بن محمد القاهری، الشافعی، الوفائی، ویعرف قدیما بابن الاقباعی (ابو الفضل، ابو الفوائد، عز الدین)

فلکی ولد بالقاهرة، ونشأ بها، وعین موقتا بالجامع المؤیدی .من آثاره :الدرر المنتشرات فی العمل بالربع المقنطرات، وسیلة الطلاب فی استخراج الاعمال بالحساب، قطف الزهرات فی العمل بربع المقنطرات، نظم العقود فی عمل الساعات علی العمود، ونزهة النظر فی العمل بالشمس والقمر (معجم المؤلفین، ج٥، ص ٢٦١، باب العین)

www.idaraghufran.org

عبدالرزاق الجزائری کا حوالہ

عبدالرزاق الجزائری، جو بارہویں صدی ہجری میں فوت ہوئے۔ [1]

انہوں نے ایک رسالہ ''رسالة فی العمل بالکورة الفلکیة'' کے نام سے تالیف کیا ہے، جس کی چوہترویں (74) فصل اس طرح قائم کی ہے:

''الفصل الرابع والسبعون فی معرفة وقت مغیب الشفق وطلوع الفجر''

اور پھر اس کے ذیل میں طلوعِ فجر کا انیس درجہ پر اور غروبِ شفق کا سترہ درجہ پر ہونا بیان کیا ہے۔

اسماعیل بن مصطفیٰ الکلنبوی کا حوالہ

اسماعیل بن مصطفیٰ الکلنبوی حنفی (المتوفیٰ 1205ھ) نے اپنی تالیف ''العمل بالربع المجیب'' میں دسواں مرصد ''اوقاتِ صلاۃ وصوم'' کی معرفت کا قائم کیا ہے، جس کے مقدمۃ میں موصوف نے فرمایا:

ومنه الٰی مغیب الشفق الاحمر عندهما والٰی مغیب الابیض عنده حصة المغرب، ومنه الی طلوع الفجر الصادق حصة العشاء، ومنه الی طلوع جرم الشمس فی الافق المرئی حصة الفجر، والی غروبه حصة الصوم (رسالة فی العمل بالربع المجیب، المرصد العاشر فی معرفة اوقات الصلاة والصوم، الفصل الثانی فی حصتی الفجر، والشفق الاحمر، المخطوطة ۴۲۶۷۱، صفحة ۱۲، موجود فی جامعة الملک سعود"King Saud University"الریاض، السعودیة)

ترجمہ: اور سورج غروب ہونے سے لے کر شفقِ احمر کے غروب ہونے تک

---

[1] عبد الرزاق الجزائری (کان حیا 1156هـ 1743 م)

عبد الرزاق بن محمد بن حمادوش الجزائری، مؤرخ، نسابة. من تصانیفه: لسان المقال فی النبأ عن النسب والحسب والآل، ورحلة رحل فیها من بلاد الجزائر إلی المغرب الأقصی سنة 1156هـ فی مجلد. (ط) ابن سودة: دلیل مؤرخ المغرب (معجم المؤلفین لعمر رضا کحالة، ج۵، ص ۲۱۹، باب العین)

www.idaraghufran.org

صاحبین کے نزدیک، اور شفقِ ابیض کے غروب ہونے تک امام ابو حنیفہ کے نزدیک مغرب کا حصہ ہے، اور شفق کے غروب ہونے سے لے کر طلوعِ فجرِ صادق تک عشاء کا حصہ ہے، اور طلوعِ فجرِ صادق سے لے کر نظر آنے والے افق میں سورج کی ٹکیہ کے طلوع ہونے تک فجر کا حصہ ہے، اور سورج کے غروب ہونے تک روزہ کا حصہ ہے (رسالۃ فی العمل الربع المجیب)

پھر موصوف نے اس کے بعد پہلی فصل ظہر اور عصر کے حصوں کی قائم کی ہے۔

اور دوسری فصل فجر اور شفقِ احمر کے حصوں کی قائم کی ہے، جس کے ضمن میں موصوف نے فرمایا:

اَلْفَصْلُ الثَّانِیُ فِیْ حِصَّتَیِ الْفَجْرِ وَالشَّفَقِ الْاَحْمَرِ قَدْ وَقَعَ بَیْنَ الْقَوْمِ اِخْتِلَافٌ کَثِیْرٌ فِیْ وَقْتِ طُلُوْعِ الْفَجْرِ الصَّادِقِ وَمُغِیْبِ الْاَحْمَرِ وَالْمُعْتَمَدُ عِنْدَ الْمُحَقِّقِیْنَ اَنَّ الْاَوَّلَ عِنْدَ اِنْحِطَاطِ الشَّمْسِ عَنْ اُفُقِ الْمَشْرِقِ "یط" ای تِسْعَةَ عَشَرَ دَرَجَةً ، وَالثَّانِیَ عِنْدَ اِنْحِطَاطِهَا عَنْ اُفُقِ الْمَغْرِبِ "یز" ای سَبْعَةَ عَشَرَ دَرَجَةً (رسالة فی العمل بالربع المجیب ،المرصد العاشر فی معرفة اوقات الصلاة والصوم،الفصل الثانی فی حصتی الفجر،والشفق الاحمر، المخطوطة ٤٦٧١، صفحة ١٣، موجود فی جامعة الملک سعود" King Saud University"الریاض، السعودیة)

ترجمہ: دوسری فصل فجر اور شفقِ احمر کے حصوں کے بارے میں ہے، قوم کے درمیان بہت زیادہ اختلاف ہوا ہے، فجرِ صادق کے طلوع کے اور احمر کے غیوب کے وقت میں، اور محققین کے نزدیک معتمد یہ ہے کہ اول (یعنی فجرِ صادق کا طلوع) سورج کے مشرقی افق کی طرف سے انحطاط کے وقت 19 درجے پر، اور دوسرا (یعنی شفقِ احمر کا غروب) سورج کے مغربی افق کی طرف سے انحطاط کے وقت 17 درجے پر ہوتا ہے (رسالۃ فی العمل الربع المجیب)

پھر موصوف نے اسی صفحہ پر آگے فرمایا:

واما حصة الشفق الابيض فمساوية لحصة الفجر (ایضاً)

ترجمہ: اور شفقِ ابیض کا حصہ فجر کے حصہ کے برابر ہوتا ہے (رسالۃ فی العمل الربع المجیب)

علامہ کلنبوی حنفی علماء میں سے تھے، اور ''کیی'' شہر میں قاضی کے منصب پر مامور تھے، انہوں نے علمِ ہیئت اور ہندسہ میں کئی تصانیف فرمائی ہیں۔ [1]

انہوں نے سترہ درجہ پر انتہاءِ شفقِ احمر کے مطابق بیان کیا، جو جمہور فقہاء، اور صاحبین کا مذہب ہے، اور بعض حنفیہ کا اسی پر فتویٰ ہے۔

علامہ آلوسی کا حوالہ

مفتیٔ بغداد، صاحبِ روح المعانی علامہ آلوسی (المتوفیٰ 1270ھ) سورۂ شمس کی آیت ''والصبح اذا تنفس'' کے ذیل میں فرماتے ہیں:

والظاهر ان التنفس فی الآية اشارة الى الفجر الثانی الصادق وهو المنتشر ضوء ه معترضا بالافق (روح المعانی، ج۱۵ ص ۲۶۳، سورة التكوير)

ترجمہ: اور ظاہر یہ ہے کہ اس آیت میں فجرِ ثانی، یعنی صبح صادق کی طرف اشارہ ہے، اور صبح صادق وہ ہے، جس کی روشنی منتشر اور اُفق کی چوڑائی میں ہوتی ہے (روح المعانی)

پھر اس کے بعد فرماتے ہیں:

ثُمَّ الظَّاهِرُ اَنَّ تَنَفُّسَ الصُّبحِ وَضِيَائَهُ بِوَاسِطَةِ قُربِ الشَّمْسِ اِلَى الْاُفُقِ الشَّرقِ بِمِقْدَارٍ مُعَيَّنٍ وَهُوَ فِی الْمَشْهُوْرِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ جُزْءًا (روح المعانی، ج۱۵ ص ۲۶۳، سورة التكوير)

---

[1] الكلنبوی: إسماعيل بن مصطفى الكلنبوی الرومی الحنفی تولى القضاء ببلدة كيى شهر توفی سنة 1205 خمس ومائتين وألف له من التصانيف أضلاع مثلثات فی الهندسة. البرهان فی علم الميزان أعنی ميزان المنطق. حاشية على تهذيب المنطق. حاشية على شرح جلال. حاشية على قاضی مير والكفوی. رسالة الآداب فی المناظرة. رسالة الإمكان. شرح جداول الأنساب. كتاب المراصد لتبيين الحال فی المبادء والمقاصد (هدية العارفين للبابانی، ج ۱ ص ۲۲۲، باب الالف)

ترجمہ: پھر ظاہر یہ ہے کہ صبح کا تنفس (جس سے مراد صبح صادق ہے) اوراس کی روشنی ایک مقرر مقدار سے سورج کے مشرقی افق کے قریب ہونے کے واسطہ سے ہوتی ہے، اور وہ مقدار مشہور قول کے مطابق اٹھارہ 18 درجہ ہے (روح المعانی)

علامہ آلوسی بھی اپنے زمانہ میں عراق کے خطیب اور مفتی ہونے کی حیثیت سے فجرِ ثانی وصادق کو مشہور قول کے مطابق اٹھارہ درجہ پر قرار دے رہے ہیں، پھر بعض حضرات کا اس فجرِ ثانی وصادق کے درجہ کو صبح کاذب پر منطبق کرنا کیسے حقیقت کے مطابق قرار پاسکتا ہے۔

سبعِ شداد کا حوالہ

امامِ کبیر ابن کمال الدین حسین الطباطباعطاءاللہ الحکیم فرماتے ہیں:

فَصُلٌ :اَلصُّبُحُ اِسْتِنَارَةٌ فِی الْبُخَارِ نَحْوَالْمَشْرِقِ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَالشَّفَقُ نَحْوَ الْمَغْرِبِ بَعْدَ غُرُوْبِهَا ، وَيَتَشَابَهَانِ شَكْلًا وَيَتَقَابَلَانِ وَضْعًا وَانْحِطَاطُهَا عِنْدَاَوَّلِ الْاَوَّلِ وَآخِرِ الْآخِرِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ جُزْءًا ففی عرض ثمانية واربعين ونصف يتصلان معا (السبع الشداد ص۳۷، مطبوعة: مجتبائی ،دهلی)

ترجمہ: فصل: صبح مشرق کی طرف سورج طلوع ہونے سے پہلے فضائی بخارات میں روشنی کا ہونا اور شفق مغرب کی طرف سورج غروب ہونے کے بعد فضائی بخارات میں روشنی کا ہونا ہے، اور یہ دونوں شکل میں ایک دوسرے کے مشابہ اور وضع میں ایک دوسرے کے مقابل ہیں (کہ ایک طلوعِ شمس سے قبل ہے، اور دوسرا غروبِ شمس کے بعد ہے، اور ایک میں شعاعِ شمس کی ابتداء ہے، اور دوسرے میں انتہاء ہے، وقس علیٰ ھٰذا) اور پہلی (یعنی صبح) کی ابتداء کے وقت اور دوسری (یعنی شفق) کی انتہاء کے وقت سورج (اُفق سے) اٹھارہ 18 درجے نیچے ہوتا ہے۔

پس ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد میں یہ دونوں باہم متصل ہوجاتی ہیں (السبع)

اور مذکورہ تالیف کے فارسی ترجمہ میں ہے:

وتجربہ وامتحان معلوم شدہ است در ابتدائے صبح وانتہاءِ شفق انحطاط آفتاب ہشت دہ درجہ باشد۔

پس در افقے کہ عرضش چہل وہشت درجہ ونیم باشد وقتیکہ آفتاب در منقلب ظاہر باشد آخرِ شفق باولِ صبح متصل شود، چہ غایتِ انحطاط آفتاب دریں عرض دریں وقت از ہشت دہ درجہ نمیکند ودر افقے کہ عرضش زیادہ از عرض مذکور باشد بنہایت نا رسیدہ صبح پیدا شود (ترجمہ فارسی سبعِ شداد، بابِ ہشتم)

ترجمہ: اور تجربہ وامتحان سے معلوم ہوا کہ ابتدائے صبح اور انتہائے شفق کے وقت سورج اٹھارہ 18 درجہ نیچے ہوتا ہے۔

پس ایسا افق کہ جس کا عرض ساڑھے اڑتالیس درجے ہو، اس میں سورج پلٹ کر ظاہر ہو جاتا ہے، آخرِ شفق میں ابتدائے صبح کے ساتھ متصل ہو کر، کیونکہ اس درجہ عرض البلد میں سورج کا انحطاط اس وقت میں اٹھارہ 18 درجہ سے نیچے نہیں جاتا، اور جس افق کا عرض اس مذکورہ عرض سے بھی زیادہ ہو، وہاں انتہاء کو نہیں پہنچتا، اور صبح نمودار ہو جاتی ہے (ترجمہ فارسی سبعِ شداد، بابِ ہشتم)

اور یہ بات حقیقت کے مطابق ہے، کیونکہ مذکورہ عرض البلد والے علاقوں میں برملا مشاہدہ کیا جاتا ہے، جس کے پیشِ نظر اٹھارہ 18 درجہ پر صبح صادق ہونے کا ثبوت ہوتا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

محمد جواد بن سعد کاظمی کا حوالہ

بہاء الدین عاملی کے شاگرد اور شیعہ فقیہ محمد جواد بن سعد الکاظمی (المتوفی:1065ہجری) اپنی تالیف ''شرح صحیفۃ الاسطرلاب'' میں لکھتے ہیں:

وقد علم بالتجربة والامتحان بالألات لائقة به عند اهل هذا الفن أن الشمس إذا كانت منحطة عن الأفق الشرقي ثمانية عشر درجة يبتدى

طلوع الصبح الصادق وإذا كانت منحطة عن الأفق الغربي ثمانية عشر درجة ينتفي الشفق(شرح صحيفة الاسطرلاب،ص ٧٦، مخطوطة)

ترجمہ: اور تجربہ اور اس فن والوں کے نزدیک معتبر آلات کے امتحان سے یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ سورج جب مشرقی افق سے اٹھارہ 18 درجہ نیچے ہوتا ہے، تو طلوعِ صبح صادق کی ابتداء ہوتی ہے، اور جب سورج مغربی افق سے اٹھارہ 18 درجہ نیچے ہوتا ہے، تو شفق ختم ہوجاتی ہے(شرح صحیفۃ الاسطرلاب)

مذکورہ عبارت میں صبح صادق کی صاف تصریح ہے، اور جملہ متقدمین کے نزدیک یہی راجح ہے کہ وہ سب کے سب اس اٹھارہ 18 درجہ پر طلوعِ فجر، یا طلوعِ صبح، اور غیوبِ شفق سے صادق ہی مراد لیتے ہیں، جس نے اس کے خلاف سمجھا، وہ درست نہیں۔

بہاءُ الدین عاملی کا حوالہ

بہاء الدین محمد بن حسین عاملی (المتوفی:1031ھ) لکھتے ہیں:

فإن كان شرقياً أقل من ثمانية عشر لم يغرب الشفق بعداً وأكثر فقد غرب، أو مساوياً فابتداء غروبه وإن كان غربياً أقل فقد طلع الفجر، أو أكثر لم يطلع بعد، أو مساوياً فابتداء طلوعه(الكشكول ،ج٢ ص٢٣،مسألة فلكية ،الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان،الطبعة: الأولى، 1418هـ- 1998م)

ترجمہ: پس اگر (غروب کے بعد) اٹھارہ 18 درجہ سے کم (مقدار) مشرقی ہے، تو شفق (ابیض) ابھی تک غروب نہیں ہوئی، اور اٹھارہ 18 درجہ سے زیادہ ہے، تو شفق غروب ہوچکی ہے، اور اگر اٹھارہ 18 درجہ کے بالکل برابر ہے، تو شفق (ابیض) کے غروب ہونے کی ابتداء ہے۔

اور اگر (طلوع سے پہلے) اٹھارہ 18 درجہ سے کم (مقدار) مغربی ہے تو فجر طلوع ہوچکی ہے، اور اٹھارہ 18 درجہ سے زیادہ (مقدار) ہے، تو فجر ابھی تک طلوع نہیں ہوئی، اور اگر اٹھارہ 18 درجہ کے بالکل برابر ہے، تو طلوعِ فجر کی ابتداء ہے(الکشکول)

اس عبارت میں کاذب اور صادق کی قید نہیں، اور متقدمین کی تصریح کے مطابق اس کو صادق پر ہی محمول کیا جانا راجح ہے، جیسا کہ گزرا، اور اس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

علامہ ابنِ عابدین شامی حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی ''ردُّ المحتار''میں سفر کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ثم إن من الفجر إلى الزوال فى أقصر أيام السنة فى مصر وما ساواها فى العرض سبع ساعات إلا ربعا فمجموع الثلاثة الأيام عشرون ساعة وربع، ويختلف بحسب اختلاف البلدان فى العرض (ردالمحتار، ج۲ ص۱۲۳، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر)

ترجمہ: پھر فجر سے زوال تک سال کے چھوٹے دنوں میں مصر اور اس کے برابر عرضِ بلد والے علاقوں میں، پونے سات گھنٹے ہوتے ہیں، اور یہ اوقات عرض البلد کے اختلاف کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں (ردُّ المحتار)

علامہ ابنِ عابدین شامی نے ایک اور مقام پر بھی اسی طرح کی تفصیل کو ذکر کیا ہے، جس سے مصر اور شام میں اٹھارہ درجہ پر صبح صادق کا طلوع ثابت ہوتا ہے، اس کا ہم اپنی دوسری تالیف ''صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق'' میں تفصیلی ذکر کر چکے ہیں۔

مصر جس کا کم از کم عرضِ بلد 22 درجے ہے، علامہ ابنِ عابدین شامی کی بیان کردہ (صبح صادق سے زوال تک پونے سات گھنٹے کی) تفصیل کے مطابق 22 درجہ عرض البلد کے اعتبار سے اقصرِ ایام، یعنی 22 دسمبر کی تاریخ میں مذکورہ وقفہ 15 درجے زیرِ افق کے بجائے 18 درجے زیرِ افق کے مطابق درست بنتا ہے۔

چنانچہ مصر کا کم از کم عرض البلد والا علاقہ ''الوادی'' ہے، جس کا عرض البلد 22 اور طول البلد 31 درجہ ہے، اس علاقہ میں اقصرِ ایام کی تاریخ، یعنی 22 دسمبر کو 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق صبح صادق، پانچ بجکر گیارہ (5:11am) منٹ پر اور زوال گیارہ بجکر پچپن

منٹ (11:55am) پر ہے، اور صبح صادق سے زوال تک کا یہ وقفہ 6 گھنٹہ چوالیس منٹ بنتا ہے، جو کہ علامہ ابنِ عابدین شامی کی پونے سات گھنٹے کی تصریح کے مطابق بالکل درست بنتا ہے۔

حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ نے علامہ ابنِ عابدین شامی کی بیان کردہ، مذکورہ تحقیق کو اٹھارہ درجہ پر محمول کیا ہے، لیکن ساتھ ہی اس میں یہ تاویل بھی کی ہے کہ:

> بہر کیف اشکال یہ ہے کہ اس عبارت میں 18ر زیرِ اُفق کو صبح صادق قرار دیا گیا ہے۔
> اس اشکال کا جواب بھی مندرجہ بالا تفصیل سے حاصل ہو جاتا ہے، یعنی ماہرینِ فلکیات کا دستور یہ رہا ہے کہ وہ صبح کاذب کو مطلق صبح سے تعبیر کرتے ہیں، اس سے بعض حضرات کو اشتباہ ہو گیا اور وہ اسے صبح صادق سمجھنے لگے، نیز انتہاءِ سحر کے باب میں احتیاط کے پیشِ نظر عمداً بھی صبح کاذب کے اوقات لکھنے کا دستور رہا ہے، ہم گزشتہ مضمون میں اس کی چند مثالیں بھی پیش کر چکے ہیں، بہر کیف مصر و شام کے مذکورہ اوقات صبح صادق کے نہیں، بلکہ صبح کاذب کے ہیں (صبح صادق، ص ۲۹، مشمولہ "احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۸۵، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

لیکن مفتی صاحب موصوف کی اس تاویل سے کسی طرح اتفاق نہیں ہو سکتا، جیسا کہ ہم نے دوسری تالیف "صبح صادق و کاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق" میں تحریر کر دیا ہے۔

یہ بات درست نہیں کہ "ماہرینِ فلکیات کا دستور یہ رہا ہے کہ وہ صبح کاذب کو مطلق صبح سے تعبیر کرتے ہیں" جس کی تردید ہم دوسرے مقامات پر بیان کر چکے ہیں، اور واضح کر چکے ہیں کہ ماہرینِ فلکیات نے اپنے دستور کو اس کے برعکس خود ہی متعین اور واضح فرما دیا۔

پھر انتہائے سحر و فجر کے الفاظ صبح صادق پر دلالت کرتے ہیں، نہ کہ کاذب پر، کاذب کے ظہور وغروب پر کوئی بھی مسلمان سحری کے اختتام، یا روزہ کے آغاز کا قائل نہیں۔

اگر احتیاط پیشِ نظر ہوتی، تو اس کا مسئلہ علیٰحدہ بتایا جاتا، پھر اگر روزے کو جلدی بند کرنے میں

احتیاط ہے، تو نمازِ فجر کو صبح صادق سے پہلے پڑھنے میں ذرا بھی احتیاط نہیں، اس کا تقاضا یہ تھا کہ صبح صادق کے تیقن سے پہلے اس کا حکم نہ لگایا جائے۔

علامہ شامی نے اس موقع پر لفظِ فجر اور زوال بول کر روزہ کے درست ہونے نہ ہونے کے ایک حکمِ شرعی کو بیان کیا ہے، جس میں آدھے درجہ تک کے حکم کو بھی نظر انداز نہیں کیا، تو یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ نصف درجہ تک کا تو حکم بیان کر دیں اور دوسری طرف تین درجات کو نظر انداز کر کے ایک اہم فریضہ کا حکم بیان نہ کریں۔

رہا علامہ شامی کا خلیل کاملی کے حوالہ سے صبح کاذب وصادق میں تین درجات کے تفاوت کو نقل کرنے کا معاملہ، تو اس پر ہم نے دوسرے مقام پر تفصیلی کلام کر دیا ہے۔

اگر پھر بھی کوئی اصرار کرے، تو اس کے ذمہ لازم ہوگا کہ وہ علامہ شامی کے اوپر بیان کردہ وقت میں تین درجات کا اضافہ کر کے تطبیق کا شوق پورا کر لے، اور صبح کاذب کو اکیس درجات پر لے جائے، جس سے ہمارے کسی شرعی حکم میں خلل نہیں آئے گا۔

مولانا اشرف علی تھانوی کا حوالہ

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر اپنا آخری رسالہ ''**الساعات للطاعات**'' تحریر فرمایا، اس میں حضرت فرماتے ہیں:

> صبح صادق اور طلوعِ شمس میں فرق کم سے کم بماہِ فروری و مارچ وستمبر و اکتوبر ایک گھنٹہ 20 منٹ، اور زیادہ سے زیادہ بماہِ جون وشروع جولائی ایک گھنٹہ 37 منٹ ہوتا ہے (اور یہ فاصلہ اٹھارہ درجہ پر منطبق ہوتا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے) (بوادر النوادر، ص ۴۲۹، سینتالیسواں نادرۃ، وامداد المفتین صفحہ ۳۰۵، کتاب الصلاۃ، فصل فی مواقیت الصلاۃ)

امداد الاحکام کا حوالہ

اور امداد الاحکام میں ہے:

www.idaraghufran.org

صبح صادق، طلوع آفتاب سے 18 درجہ پہلے ہوتی ہے (امدادالاحکام ج ا ص ۴۰۱، کتاب الصلاۃ، فصل فی المواقیت)

امدادُالاحکام کا دوسرا حوالہ

امدادُالاحکام میں ہی ایک مقام پر ہے:

اور طلوعین (یعنی طلوعِ صبح صادق وطلوعِ آفتاب، ناقل) میں کم از کم فاصلہ ایک گھنٹہ 20 منٹ ہوتا ہے، اور زائد سے زائد ایک گھنٹہ 35 منٹ (فتویٰ محررہ ۱۸/شوال ۱۳۵۱ھ)

(امدادالاحکام ج ا ص ۴۱۱، کتاب الصلاۃ، فصل فی المواقیت)

یہ بھی ملحوظ رہے کہ امدادالاحکام وغیرہ میں یہ فاصلہ اٹھارہ درجہ پر منطبق ہوتا ہے، اور بعض مقامات پر، اٹھارہ درجہ پر فجرِ کاذب کی بعض عربی عبارات کا بھی ذکر ہے، لیکن وہ چونکہ اس سے پہلے بعض حضرات کے تسامح پر متفرع ہے، جن پر ہم نے اگلی مستقل فصل میں مفصل کلام کردیا ہے، جس سے اس قسم کی عبارات کا جواب بھی بآسانی معلوم ہوجاتا ہے، اس لئے ہم یہاں ان پر الگ سے کلام کرنے کی زیادہ ضرورت نہیں سمجھتے۔

مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی کا حوالہ

مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی کی ''کفایتُ المفتی'' میں ہے:

مغرب کا وقت غروبِ آفتاب سے ایک گھنٹہ 20 منٹ سے ایک گھنٹہ 35 منٹ تک مختلف موسموں کے لحاظ سے رہتا ہے، ایک گھنٹہ 20 منٹ سے کم نہیں ہے، اور ایک گھنٹہ 35 منٹ سے زیادہ نہیں ہے (کفایتُ المفتی، جلد سوم، صفحہ ۲۸، کتاب الصلاۃ، دوسرا باب اوقاتِ نماز، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی، طباعت: جولائی 2001ء)

Idara Ghufran

فتاویٰ دارُالعلوم دیوبند کا حوالہ

فتاویٰ دارُالعلوم دیوبند میں ہے:

شفقِ ابیض، غروبِ آفتاب سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد غائب ہوتا ہے، اور اس میں صیفاً وشتاءً چند منٹ کا تفاوت ہوتا ہے، چنانچہ جنتری طلوع وغروب آفتاب سے جس میں وقتِ عصر ووقتِ عشاء حسبِ مذہبِ امام اعظم رحمہ اللہ درج ہے، واضح ہوتا ہے کہ یکم اگست 1921ء کو غروبِ آفتاب 7 بجکر 17 منٹ پر ہے، اور وقتِ عشاء موافقِ مذہبِ امام اعظم 8 بجکر 47 منٹ ہے، اس سے واضح ہوا کہ تفاوت مابین مغرب وعشاء ایک گھنٹہ 30 منٹ ہے، اور 31 اگست 1921ء کو غروبِ آفتاب 6 بجکر 48 منٹ پر ہے، اور وقتِ عشاء 8 بجکر 13 منٹ پر ہے، اس وقت تفاوت مابین مغرب وعشاء ایک گھنٹہ پچیس منٹ ہے (فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل، ج۲ص۴۶، کتاب الصلاۃ، الباب الاول فی المواقیت وما یتصل بہا، فصل اول اوقات الصلاۃ، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی، طبع اول: مئی 1986ء)

مذکورہ فتاویٰ جن علاقوں سے جاری ہوئے، وہاں کے اعتبار سے مذکورہ اوقات، اٹھارہ 18 درجہ کے مطابق درست قرار پاتے ہیں، اور جنتریوں میں چند منٹوں کی احتیاط خود جنتری بنانے والوں کی طرف سے شامل کی جایا کرتی ہے۔

اور منسلکہ رسالہ کے مؤلف نے جو مذکورہ عبارات کی مختلف تاویلات کی ہیں، وہ درست ثابت نہ ہوسکیں۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا حوالہ

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سوال میں بحوالہ قاعدہ ھیئت ہر موسم اور ہر جگہ میں صبح کا وقت جو ڈیڑھ گھنٹہ بتلایا

www.idaraghufran.org

گیا ہے، یہ علی الاطلاق صحیح نہیں ہے، بلکہ صرف متوسط ایام میں صحیح ہے، دن اور رات کے بڑھنے اور گھٹنے سے اس میں فرق آنا حسبِ قواعدِ ھیئت ضروری ہے، کمی اَواخرِ فروری میں دس منٹ تک، اور زیادتی ماہِ جون میں سات منٹ تک ہوگی، جس کسی نے ڈیڑھ گھنٹہ کہا ہے، وہ محض تقریبی ہے، تحقیقی نہیں، کتبِ ھیئت شرح چغمینی وغیرہ سے اس کی تائید ہوسکتی ہے، اور ازروئے قواعدِ ھیئت صبح صادق کا وقتِ صحیح اور محقق وہی ہے، جس کو سوال میں بحوالہ ابنِ حزم اور فتاویٰ رضویہ نقل کیا گیا ہے کہ وقتِ فجر، گرما میں زیادہ سے زیادہ، اور سرما میں کم سے کم ہوتا ہے۔

سیدی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ نے بھی اپنے آخری رسالے میں جو اس موضوع پر لکھا گیا ہے، اس کی تصریح فرمادی ہے، وہ رسالہ ''الساعات للطاعات'' ہے، اس میں حضرت موصوف کی تحریر یہ ہے: ''صبح صادق اور طلوعِ شمس میں فرق کم سے کم بماہِ فروری و مارچ وستمبر واکتوبر، ایک گھنٹہ بیس منٹ، اور زیادہ سے زیادہ بماہِ جون وشروع جولائی ایک گھنٹہ سینتیس منٹ تک ہوتا ہے''

(امداد المفتین جامع، جلد سوم، ص ۴۶، کتاب الصلاۃ، باب مواقیت الصلاۃ، ناشر: ادارۃ المعارف، کراچی، طبع جدید: جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ، جنوری ۲۰۲۰ء)

مذکورہ عبارات میں جن علاقوں کے طلوعِ فجر سے طلوعِ شمس تک اور غروبِ شمس سے غروبِ شفق کے اوقات کی نشاندہی کی گئی ہے، وہ ثقہ فلکیین کے بیان کردہ اس اصول کے عین مطابق ہے، جو انہوں نے اٹھارہ 18 درجہ کے اعتبار سے ''خطِ استواء'' کے علاقوں کے اندر، اوسطِ ایام (یعنی مارچ، وستمبر) میں کم ازکم ایک گھنٹہ بارہ منٹ اور خطِ استواء سے آگے کے علاقوں میں یہ دورانیہ مزید بڑھنے کے ضمن میں بیان کیا ہے، اور یہ پندرہ درجہ کے حساب سے کسی طرح بھی صحیح شمار نہیں ہوتے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔

اور مذکورہ عبارات کو پندرہ درجہ کے مدعی حضرات کا کھینچ تان کر اپنے موقف کا موید بنانے کی کوشش کرنا سراسر ناانصافی ہے۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا دوسرا حوالہ

نیز مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ہی تحریر فرماتے ہیں:

۱۳۶۸ ہجری اور ۱۹۴۸ عیسوی میں جب احقر پاکستان کراچی میں آ کر مقیم ہوا، تو یہاں کی عام مساجد وغیرہ میں اوقات کی ایک جنتری طبع کردہ حضرت حاجی وجیہ الدین صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ آویزاں دیکھی، اور بہت سے قابلِ اعتماد حضرات سے معلوم ہوا کہ اُنہوں نے اس جنتری کے طلوع وغروب کو مختلف مقامات پر مختلف زمانوں میں جانچا ہے اور صحیح پایا ہے، خود بھی جب کبھی جانچنے کا موقعہ ملا، تو اس کے طلوع وغروب کو صحیح پایا، اس لیے دوسرے اوقات کے معاملہ میں بھی اس پر اعتماد کیا گیا۔

اب سے چند سال پہلے اپنے احباب میں سے بعض اہلِ علم نے کچھ نئی تحقیق کر کے یہ قرار دیا کہ اس جنتری میں جو وقت صبح صادق کا دیا گیا ہے، درحقیقت وہ صبح کاذب کا ہے، اور اس پر جدید وقدیم کے کچھ اہلِ فن کے اقوال بھی پیش کیے۔ چونکہ یہ احتمال غالب تھا کہ نئے اہلِ فن نے صبح کاذب اور صادق میں فرق نہ کر کے کاذب ہی کو صبح کہہ دیا ہو، اس لیے مجھے بھی صبح صادق کے معاملہ میں تردُّد ہو گیا، اسی بناء پر ہر رمضان میں نقشۂ اوقات کے ساتھ یہ نوٹ شائع کرنا شروع کیا کہ سحری کا کھانا تو قدیم جنتری کے وقت پر ختم کر دیا جائے، مگر صبح کی نماز اس کے بعد پندرہ بیس منٹ انتظار کے بعد پڑھی جائے۔ سالِ رواں میں بعض اہلِ فن حضرات کے ساتھ بحث وتمحیص اور جدید فلکیات کی بعض کتابوں کی مراجعت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جدید ماہرینِ فلکیات نے خود صبح کاذب کو الگ کر کے بیان کیا ہے، اور وہ درحقیقت رات کا حصہ ہے، اس کے بعد جو صبح صادق ہوتی

ہے، اسی کوانہوں نے صحیح کہا ہے، اس نئی تحقیق اور بحث سے میرا تردُّد رفع ہوگیا۔
اور میں قدیم جنتری کے اوقات کو حسابی اعتبار سے صحیح سمجھتا ہوں، البتہ یہ حسابات خود یقینی نہیں ہوتے، نماز روزہ ہر معاملہ میں احتیاط ہی کا پہلو اختیار کرنا چاہیے۔
واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔ بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔ ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ (فتاویٰ دار العلوم کراچی ''امداد السائلین''، ج۳، ص۷۰، کتاب الصوم، مطبوعہ: ادارۃ المعارف کراچی، تاریخِ طبع: 2016)

مولانا سید علی الزینبی کا حوالہ

حضرت مولانا سید علی الزینبی الامروہوی (سابق معلم: ندوۃُ العلماء، وجامعہ لکھنؤ، وناظم مدرسہ عالیہ فرقانیہ، لکھنؤ) فرماتے ہیں:

واعلم ان الهيئة قديما وحديثا قد صرحوا واتفقوا على ان الصبح الصادق يطلع حين كون الشمس على بعد ثمانى درجة من الافق تحته وكذا الشفق يغيب بعد انحطاط الشمس بهذا المقدار من الافق وقد استشهدوا فيه بالتجربة الصحيحة، فاذا اردنا استخراج وقت الصبح الصادق او العشاء عند ابى حنيفة رحمه الله فعلينا ان نفرض بعد الشمس فى هذا الوقت مائة وثمانى درجة تسعين من سمت الرأس الى الافق وثمان عشرة درجة تحت الافق ونضيف اليه درجة للكسور المذكورة قبل فصارت مائة وتسع درجات (كتاب تخريج الاوقات للصيام والصلاة، صفحه نمبر ۵، مطبوعة: سرفراز قومى پريس، لكهنؤ، انڈيا)

ترجمہ: یہ بات جان لیجئے کہ قدیم اور جدید اہلِ ھیئت نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے، اور اس بات پر ان کا اتفاق ہے کہ صبح صادق اس وقت طلوع ہوتی ہے، جبکہ سورج افق سے نیچے 18 درجے کی دُوری پر ہوتا ہے، اور اسی طریقہ سے شفق اتنی مقدار کے سورج کے افق سے نیچے چلے جانے کی دوری پر غائب ہوتی ہے، اور اہلِ ھیئت نے صحیح تجربہ کے ذریعہ سے اس کا مشاہدہ کیا ہے، پس جب ہم صبح

Idara Ghufran

صادق، یا امام ابوحنیفہ کے نزدیک عشاء کے وقت کی تخریج کرنا چاہیں، تو ہم پر یہ ضروری ہوگا کہ ہم اس وقت میں سورج کی دوری کو اس وقت میں ایک سو آٹھ درجات کی دوری پر فرض کریں، 90 درجات سمت الرأس سے افق تک، اور 18 درجے افق سے نیچے، اور اس سے قبل اس کی طرف ایک درجہ کا مذکورہ کسور کے لئے اضافہ کریں، تو یہ کل ایک سو نو (109) درجات ہوجاتے ہیں (کتاب تخریج الاوقات)

مولانا احمد رضا خان صاحب کا حوالہ

بریلوی مکتبِ فکر کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب (المتوفیٰ: 1340ھ) کو فلکیات کے فن پر غیر معمولی عبور حاصل تھا، انہوں نے خود بھی سالہا سال ''طلوعِ صبح صادق'' اور ''غروبِ شفق ابیض'' اور ''صبح کاذب'' کا بنفسِ نفیس مشاہدہ کیا، اور اس پر فتاویٰ ورسائل تحریر کیے، ان کا اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بھی ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

موصوف ایک سوال کے جواب میں عشاء کے وقت کی مقدار کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''غروبِ شرعی شمس کے ایک گھنٹہ انیس منٹ بعد سے ایک گھنٹہ پینتیس (۳۵) منٹ بعد تک (عشاء کا وقت شروع) ہوتا ہے'' (فتاویٰ رضویہ، ج۵، ص۱۵۲و۱۵۳، کتاب الصلاۃ، باب الاوقات، مسئلہ ۲۷۹، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

پھر اسی سوال کے جواب میں آگے فرماتے ہیں:

''بعینہٖ یہی مقداریں وقتِ صبح کی ہیں، ہاں ہمارے بلاد میں صرف بقدر ثلث سال بھر، یعنی تقریباً نصف دلو سے نصف حمل اور نصف سنبلہ سے نصف عقرب تک، یہ اوقات ایک گھنٹہ بیس منٹ کے قریب قریب رہتے ہیں، باقی تمام سال میں اُس سے زائد'' (فتاویٰ رضویہ، ج۵، ص۱۵۳، کتاب الصلاۃ، باب الاوقات، مسئلہ ۲۷۹، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مولانا احمد رضا خان صاحب کا دوسرا حوالہ

موصوف ایک اور سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

’’اور یہ وقت ان شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ، بعد غروبِ آفتاب ہوتا ہے، آخر مارچ وآخر ستمبر میں، اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ ہوتا ہے، آخر جون میں، اور موسمِ سرما میں بڑھ سے بڑھ ایک گھنٹہ چوبیس منٹ ہوتا ہے، آخر دسمبر میں (فتاویٰ رضویہ، ج۵،ص۱۵۴، کتاب الصلاۃ، باب الاوقات، مسئلہ ۲۸۰، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مولانا احمد رضا خان صاحب کا تیسرا حوالہ

موصوف ایک اور سوال کے جواب میں صبح صادق کے بعد سے لے کر طلوعِ شمس کے مابین مقدار کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

’’ان شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹہ انیس منٹ کی ہوتی ہے، یعنی صبح صادق ہونے سے طلوعِ آفتاب تک اتنا وقت رہتا ہے، یہ مارچ کے مہینہ میں ہے، پھر وقت بڑھتا جاتا ہے، اخیر جون میں ایک گھنٹہ پینتیس منٹ ہوجاتا ہے، اس سے زیادہ صبح کی مقدار اُن شہروں میں نہیں ہوتی، پھر گھٹتا جاتا ہے، اخیر ستمبر وہی ایک گھنٹہ انیس منٹ رہ جاتا ہے، جوبیس اکتوبر تک یہی رہتا ہے، پھر بڑھتا ہے، ۲۲ دسمبر کو ایک گھنٹہ ۲۸ منٹ ہوجاتا ہے، جاڑے کے موسم میں اس سے زیادہ نہیں بڑھتا، پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے، مارچ میں وہی ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ رہ جاتا ہے، انہیں ۱۶ منٹ کے اندر دورہ کرتا ہے، یعنی کم سے کم ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ، اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ‘‘ (فتاویٰ رضویہ، ج۵،ص۳۳۰، کتاب الصلاۃ، باب الاوقات، مسئلہ ۳۰۶، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صبح صادق سے طلوعِ شمس اور غروب سے عشاء کے درمیان کے مذکورہ اوقات بھی اٹھارہ 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق درست بنتے ہیں، جو اس سے پہلے اکابرِ دیوبند اور اکابرِ لکھنؤ کے بیان کردہ اوقات کے موافق ہیں۔

جس کی امام احمد رضا خان بریلوی صاحب نے ہی دوسرے مقامات پر خود ہی تصریح بھی کی ہے کہ صبح صادق کا اٹھارہ 18 درجہ پر ہونا ہی درست ہے، اور پندرہ درجہ کا قول دلائل کے لحاظ سے درست نہیں۔

مولانا احمد رضا خان صاحب کا چوتھا حوالہ

مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب ایک رسالہ میں رقمطراز ہیں:

فقیر نے اس فن (ھیئت وھندسہ) میں نہ نری کتابی باتوں پر اعتماد کیا، نہ خالی دلائلِ ہندسیہ پر، نہ تنہا تجربہ ومشاہدہ پر، بلکہ سب کو جمع کیا، اور بتوفیقِ الٰہی اپنی ذہنی جدتوں سے بہت کچھ کام لیا، یہاں تک کہ بفضلہٖ تعالیٰ برہان وعیان کو مطابق کر دیا، میرا نقشہ بفضلہٖ تعالیٰ جزاف (اندازہ پر مبنی) نہیں ہوتا، جو ہیئات وھندسہ جانتا ہو، وہ اسے براہین کے مطابق پائے گا، اور جو نگاہ رکھتا ہو، صبح صادق وکاذب کو دیکھ کر پہچان سکتا ہو، وہ اسے مشاہدہ سے موافق پائے گا۔

میرے نقشوں میں بریلی کی سحری وافطار میں پانچ پانچ منٹ کی احتیاط ہوتی ہے، اور دوسرے شہروں کا تقریبی وقت بھی اسی صحت کے ساتھ دیا جاتا ہے کہ کم وبیش چار پانچ منٹ احتیاطی رہیں، جو نقشہ میرے بتائے ہوئے وقت سے جتنا مخالف ہو، یقین جانئے کہ وہ اتنا ہی غلط ہے، اگرچہ کسی کا بنایا ہوا ہو (فتاویٰ رضویہ، ج۱۰،ص ۵۷۵، کتاب الصوم، سحر وافطار کا بیان، مسئلہ ۲۶۲، ھدایۃ الجنان باحکامِ رمضان، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

www.idaraghufran.org

پھر موصوف اسی ضمن میں آگے لکھتے ہیں:

بعض کتبِ ہیئت اوران کے اتباع سے بعض کتبِ فقہ مثل ''ردالمحتار'' میں لکھ دیا کہ جب آفتاب افق سے پندرہ درجے نیچے رہتا ہے، وقتِ صبح صادق ہوتی ہے اور صبح کاذب اس سے صرف تین درجے پہلے، یعنی اٹھارہ درجے کے انحطاط پر ہوتی ہے، مگر ہزاروں بار کا مشاہدہ شاہد ہے کہ یہ بھی محض غلط ہے، بلکہ جب آفتاب کا انحطاط قریباً اٹھارہ 18 درجے کے رَہ جاتا ہے، اس وقت یقیناً صبح صادق ہوجاتی ہے، صبح کاذب اس سے بہت درجوں پہلے ہوچکتی ہے، میں نے آج ہی رات کہ شبِ ہشتم ماہِ مبارک ہے، بچشمِ خود معاینہ کیا کہ آفتاب ہنوز تینتیس درجے سے زیادہ افق سے نیچا تھا کہ صبح کاذب اپنی جھلک دکھا رہی تھی، صبح صادق ہونے کو ایک گھنٹے کامل سے بھی زیادہ وقت باقی تھا (فتاویٰ رضویہ، ج۱۰،ص۵۷۷، کتاب الصوم، سحر وافطار کا بیان، مسئلہ ۲۶۲، ہدایۃ الجنان باحکامِ رمضان، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مولانا احمد رضا خان صاحب کا پانچواں حوالہ

اور موصوف اپنے فارسی رسالہ ''تاجِ توقیت'' میں لکھتے ہیں:

مقدمہ ششم: درانحطاطِ صبح صادق وشفق:

برمذہب صحیح معتمد کہ تجربہ ومشاہدہ قویہ وجماہیر متاخرین اہلِ ہیأتِ قدیمہ وجدیدہ رابرآں اجماع شدہ است ''یح'' بود۔

نہ ''خہ'' کماھو المشھور ،وفی حاشیۃ شرح الچغمینی للبرجندی، بلفظ ''قیل''

وفی ردالمحتار علی وجہ الاعتماد مذکور (تاجِ توقیت فارسی، ص۱۱، مقدمہ ششم:، مطبوعہ: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی۔ تاریخِ اشاعت ۱۹۹۶ء)

ترجمہ: چھٹا مقدمہ: صبح صادق اور شفق کے انحطاط کے بارے میں ہے۔
مذہبِ صحیح، معتمد کے مطابق، جو تجربہ، اور قوی مشاہدہ، اور اہلِ ھیئات کے قدیم وجدید، متاخرین جمہور کا اس پر اجماع ہے کہ وہ اٹھارہ 18 درجہ پر ہوتی ہے۔
نہ کہ پندرہ 15 درجہ پر، جیسا کہ یہ مشہور ہوگیا ہے، اور برجندی کے حاشیہ چغمینی میں اس (پندرہ 15 درجہ) کو لفظِ ''قیل'' کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔
اور ردالمحتار میں اعتماد کے طریقہ پر ذکر کیا گیا ہے (تاجِ توقیت)

پھر موصوف اسی رسالہ میں لکھتے ہیں:

مح، ونصف، دریں عرض شمالی راس السرطان را عشاء نبود، واین اولیں عرضے ست کہ دروے عشاء معدوم شود (تاجِ توقیت فارسی، ص ۱۳، مقدمہ ششم: مطبوعہ: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی۔ تاریخِ اشاعت ۱۹۹۶ء)

ترجمہ: ساڑھے اڑتالیس درجہ عرضِ شمالی کے راس السرطان (یعنی منقلبِ صیفی، ماہِ جون) میں عشاء نہیں ہوتی، اور یہ پہلا عرض البلد ہے کہ جہاں عشاء معدوم ہوتی ہے (تاجِ توقیت)

اور ہم یہ دوسرے مقام پر ذکر کر چکے ہیں کہ ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد پر شفق غائب نہ ہونے کا آغاز ہوتا ہے، جس سے عشاء مفقود ہونا مراد ہے، یہ اصول اٹھارہ درجہ پر صبح صادق کے طلوع پر منطبق ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صبح صادق اور وقتِ عشائے حنفی کے اٹھارہ 18 درجہ پر ہونے کے قول پر جمہور متقدمین ومتاخرین کا اجماع ہے، اور قیامِ پاکستان سے بھی پہلے سے اس پر اہلِ دیوبند اور اہلِ بریلوی دونوں متفق ہیں۔

اور منسلکہ رسالہ نویس نے جو اس قسم کے فتاویٰ کے بارے میں یہ تاویل کی ہے کہ:

یہ فتوے سحری اور عشاء میں احتیاط کے طور پر دیے گئے ہیں (صبح صادق اور عشاء کا صحیح

www.idaraghufran.org

وقت، حقیقت میں پندرہ درجے کے مطابق ہے، صفحہ نمبر ۱۰۶، مطبوعہ: مدرسہ تعلیم الاسلام، چارسدہ، اشاعتِ اول ۱۴۳۹ھ)

تو مسلکہ رسالہ کے مؤلف کی یہ تاویل درست نہیں، نہ ہی ان کے لئے یہ تاویل مفید ہے، کیونکہ اول تو ان فتووں میں سحری کا ذکر ہی نہیں، بلکہ نمازِ فجر اور نمازِ مغرب وعشاء کا ذکر ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ منسلکہ رسالہ نویس جس درجہ پر صبح صادق ہونے، اور وقتِ عشاء داخل ہونے، اور اس سے پہلے وقتِ مغرب موجود ہونے کے مدعی ہیں، اس کی رو سے غیر معمولی وقت کا فرق پڑ جاتا ہے، اور نماز کے اداء وقضاء ہونے، بلکہ بعض صورتوں میں اداء نہ ہونے کا ہی مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔

دوسرے احتیاط میں چند منٹوں کا فرق ہوا کرتا ہے۔

تیسرے یہ فتاویٰ مختلف علاقہ جات سے جاری ہوئے، جن کا ایک دوسرے کے علاقوں سے چند منٹوں کا فرق ہوسکتا ہے۔

چوتھے پہلے زمانہ میں ہر ہر علاقہ کی الگ الگ جنتریاں شائع ہونے کا بھی رواج نہیں تھا، اس لئے بعض اوقات ایک علاقہ کی جنتری سے دوسرے علاقہ والے بھی استفادہ کرلیا کرتے تھے۔

پانچویں بعض جنتریوں میں احتیاط شامل ہوتی تھی، بعض میں شامل نہیں ہوتی تھی۔

چھٹے پہلے زمانہ میں منٹوں، سیکنڈوں کا حساب کم رائج تھا، بعد میں اس میں جدت وتنوع پیدا ہوا، اور ہر ہر علاقہ کے منٹوں کے فرق کے حساب کی تخریج کی گئی۔

اور منسلکہ رسالہ نویس چونکہ حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی کی اتباع کرتے ہیں، اور مفتی صاحب موصوف خود اپنی اس بارے میں تحقیق کے شروع میں ہی یہ اعتراف فرما چکے ہیں کہ:

اس تحقیق میں مختلف حوالوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ پرانے نقشوں میں دیے

www.idaraghufran.org

ہوئے صبح صادق کے وقت آفتاب، افق سے ۱۸ درجہ نیچے ہوتا ہے (صبح صادق، ص

۳، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج۲، ص ۱۵۹، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

اور منسلکہ رسالہ نویس اٹھارہ 18 درجہ پر صبح کاذب کے طلوع اور شفقِ کاذب کے غروب، اور پندرہ درجہ پر صبح صادق کے طلوع اور شفقِ ابیض کے غروب کے قائل ہیں، جس کی رو سے اتنا فرق پڑ جاتا ہے، جو ان فتاویٰ پر کسی طرح منطبق نہیں ہوتا۔

واقعہ یہ ہے کہ منسلکہ رسالہ نویس صبح و دن کے حصہ کو رات کا حصہ، اور صادق کو کاذب قرار دینے کے درپے ہیں، جس کا متقدمین میں سے کسی سے ثبوت نہیں ملتا۔

اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ بہت سے محققین پہلے زمانہ کے نقشوں کو انتہائی غور وفکر کے بعد اٹھارہ 18 درجہ کے مطابق ہونا محقق فرما چکے ہیں، اور مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی، جن کے منسلکہ رسالہ نویس پیروکار ہیں، وہ ان نقشوں کو صبح کاذب کے مطابق قرار دے چکے ہیں، جن کے مقابلہ میں منسلکہ رسالہ نویس کی اس طرح کی تاویل ذرا بھی اہمیت ووقعت نہیں رکھتیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کا حوالہ

وفاق المدارس العربیہ، پاکستان کے سابق سرپرستِ اعلیٰ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب ایک تفصیلی سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

> ہندوپاکستان اور بنگلہ دیش میں تقسیمِ ھند سے بہت پہلے سے لے کر اب تک جن نقشوں پر عمل چلا آرہا ہے، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اٹھارہ 18 درجے زیرِ اُفق کے مطابق ہیں۔
>
> ہمارے استادِ محترم حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم کی تحقیق یہ ہے کہ صبح صادق کے وقت آفتاب پندرہ درجہ زیرِ اُفق ہوتا ہے، لیکن اس تحقیق کو

ہمارے بزرگوں مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور شیخ الحدیث حضرت مولانا علامہ سید محمد یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہما نے اور جمہور علماءِ برصغیر نے اختیار نہیں کیا، اور پُرانے نقشوں پر عمل کو برقرار رکھا، ان دونوں بزرگوں کی تحریروں کی فوٹو کاپی منسلک کی جارہی ہے، تفصیلی وجہ اس سے معلوم ہوجائے گی، دارالعلوم کراچی کی طرف سے جو نقشہ اوقاتِ نماز اور نقشہ اوقاتِ سحر وافطار شائع ہوتا ہے، وہ بھی انہی پُرانے نقشوں کے مطابق ہے، اور ہماری طرف سے لوگوں کو یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ سحری تو وہ ان نقشوں میں دیے گئے وقت پر ختم کردیں، لیکن اذانِ فجر دس بارہ منٹ بعد دیں، اور نماز اس کے بھی کم از کم دس منٹ بعد پڑھیں، تاکہ روزے میں بھی احتیاط پر عمل ہوسکے اور نمازِ فجر میں بھی (نوادرُ الفقہ، جلد۲، صفحہ۹۰، ۹۱، مضمون: سحری کے سلسلہ میں صبح صادق وکاذب کی تحقیق ناشر: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: صفر۱۴۳۶ھ)

نیز مفتی صاحب موصوف ایک مقام پر فرماتے ہیں:

تقسیمِ ہند اور قیامِ پاکستان سے پہلے متحدہ ہندوستان میں جو نقشے، اوقاتِ صلوٰۃ اور سحر وافطار کے رائج تھے، بالاتفاق انہی پر پورے برصغیر میں عمل کیا جارہا تھا، اور پاکستان بننے کے بعد بھی اب تک انہی پر تمام اکابر علماء کا عمل اور فتویٰ جاری ہے (اور چند سطور کے بعد فرماتے ہیں) دارالعلوم کراچی میں بھی ہمارا عمل اور فتویٰ اسی پر ہے، اور جب ان نقشوں کو فلکیات اور ریاضی کے اُصولوں پر جانچا گیا، تو یہ صورت سامنے آئی کہ ان نقشوں میں جو وقت شفقِ ابیض کے غروب ہونے کا اور صبح صادق کے طلوع ہونے کا دیا گیا ہے، اس وقت آفتاب اٹھارہ 18 درجے زیرِ افق ہوتا ہے، جس کا حاصل یہ ہوا کہ برصغیر کے تمام علماءِ محققین اٹھارہ 18 درجے زیرِ افق کے حساب سے بنائے گئے نقشوں کے مطابق عمل کرتے رہے ہیں، لہٰذا

حسابی اعتبار سے اس کو اصول کے درجے میں تسلیم کیا جا سکتا ہے (نوادرُ الفقہ، جلد ا، صفحہ ۲۲۰ ''لیسٹر برطانیہ میں وقتِ عشاء کی تحقیق'' ناشر: مکتبہ دار العلوم کراچی، طبع جدید: صفر ۱۴۳۶ھ)

جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب کا حوالہ

جناب پروفیسر عبداللطیف بن عبدالعزیز صاحب مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

برِ صغیر پاکستان اور ہندوستان میں جتنے بھی اوقاتِ نماز کے نقشے اور جنتریاں موجود ہیں، ان سب میں ایک چیز مشترک ہے، اور وہ یہ ہے کہ ان تمام نقشوں میں جو اوقات صبح صادق یا ابتدائے وقتِ صلاۃِ فجر یا وقتِ منتہائے سحر درج ہیں، دراصل یہ اوقات اس مخصوص لمحہ کے ہیں، جبکہ سورج طلوع ہونے سے قبل 18 درجات زیرِ افق ہوتا ہے (تسہیل الفلکیات، ص ۱۸۴، ناشر مکتبہ خالد و عابد، ناظم آباد، کراچی)

جناب شبیر احمد کاکاخیل صاحب کا حوالہ

اور جناب سید شبیر احمد کاکاخیل صاحب زید مجدہٗ تحریر فرماتے ہیں:

راقم نے تقریباً ایک مہینہ صبح صادق کے مشاہدات کئے، جس میں ہفتہ، دس دن کے مشاہدات کے بعد یہ واضح ہوا کہ 18 درجے کی تحقیق صحیح ہے، اور 15 درجے کی تحقیق ایک فنی سہو کی بنیاد پر ہے......اور چونکہ صبح صادق اور شفقِ ابیض کا اصول ایک ہی ہوتا ہے، اس لئے اس پر بھی یہی بات منطبق ہوگی (فہم الفلکیات ص ۱۲۲، ۱۲۳، ناشر: مکتبہ دار العلوم کراچی، تاریخِ طباعت: جمادی الثانی ۱۴۲۵ھ)

محمد شوکت عودۃ کا حوالہ

محمد شوکت عودۃ ''رئیس: المشروع الاسلامی لرصد الأهلة'' اپنے مضمون ''کیفیة

www.idaraghufran.org

التحقق من صحة مواقيت الصلاة فى التقاويم ”میں تحریرفرماتے ہیں:

يحين موعد صلاة الفجر أو العشاء عندما يكون انخفاض مركز الشمس تحت الأفق بمقدار 18درجة،وبالنسبة للفجر فان هذا هو موعد الفجر الصادق الذى يسبقه ظهور الفجر الكاذب، وبالنسبة للعشاء فان هذا هو موعد اختفاء الشفق ويبقى ظاهرا فى السماء بعده ما يسمى بالعشاء الكاذب (نظير الفجر الكاذب). والفلكيون، سواء المسلمون منهم أو غير المسلمين، لم يحددوا الزاوية 18الا بعد معرفتهم وتفريقهم الجيد للفجر الكاذب،فهذه الزاوية لا توافق الفجر الكاذب كما يذكر بعض المنتقدين، فالفجر الكاذب معروف جيدا لدى الفلكيين وهو يظهر قبل الزاوية 18بكثير.

فالفجر الكاذب عبارة عن اضاء ة بيضاء باهتة تظهر فى جهة الشرق قبل طلوع الفجر الصادق على شكل مثلث كبير، قاعدته على الأفق ورأسه فى الأعلى.

والفجر الصادق عبارة عن اضاء ة بيضاء تظهر بشكل معترض على كامل الأفق الشرقى، وتبدأ كاضاء ة باهتة متداخلة مع الفجر الكاذب سرعان ما تزداد ضياء ويظهر لها فى الغالب ألوان ما بين الأصفر والبرتقالى والأحمر.

بدأت المشكلة من مراقبة بعض المهتمين لموعد ظهور الفجر الصادق بأعينهم، ولاحظوا أن الاضاء ة لا تنتشر فى السماء عندما يؤذن المؤذن لصلاة الفجر.

فى أغلب التقاويم تحين صلاة الفجر ما بين الزاوية 19و 18، ونعتقد أن كلا الزاويتين صحيح كمابينا ذلك فى البحث السابق مع تفضيلنا للزاوية 18. فأما بالنسبة للتقاويم التى تجعل صلاة الفجر لزاوية أو زمن أكبر من الزاوية 19درجة فعندها يكون المنتقدون على حق، الا أن هذا غير موجود الا فى دولة أو دولتين فى العالم الاسلامى مثل دولة الامارات (كيفية التحقق من صحة مواقيت الصلاة فى التقاويم”تحرى وقتى صلاة الفجر والعشاء“،مشمولة: علمى وتحقيقى رسائل،ج٢ص ٧٧٣،و٧٧٤، الناشر: ادارة غفران، راولبندى، الباكستان)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: فجر، یا عشاء کی نماز کا وقت، اس وقت ہوتا ہے، جب مرکزِ شمس کا افق کے نیچے انخفاض 18 درجہ پر ہوتا ہے، اور فجر کے اعتبار سے یہ وقت اس صبح صادق کا لمحہ ہے، جس سے پہلے فجرِ کاذب کا ظہور ہوتا ہے، اور عشاء کے اعتبار سے، یہ اس شفق کے مخفی ہونے کا لمحہ ہے، جس کے بعد آسمان میں وہ چیز ظاہر ہوکر باقی رہ جاتی ہے، جس کا نام عشاءِ کاذب رکھا جاتا ہے''جو کہ فجرِ کاذب کی نظیر ہے''اور فلکیین خواہ وہ مسلم ہوں، یا غیر مسلم ہوں، انہوں نے 18 درجہ کے زاویہ کو اس کی معرفت حاصل کرنے، اور اس کو بہت اچھے طریقہ پر فجرِ کاذب سے تفریق کرنے کے بعد مقرر کیا ہے، پس مذکورہ زاویہ فجرِ کاذب کے موافق نہیں ہوتا، جیسا کہ بعض تنقید کرنے والے ذکر کرتے ہیں، پس فجرِ کاذب، فلکیین کے نزدیک بہت اچھی طرح معروف ہے، اور وہ 18 درجہ کے زاویہ سے بہت پہلے ظاہر ہوتی ہے۔

پس فجرِ کاذب سے مراد وہ سفید روشنی ہے، جو جو طلوعِ فجرِ صادق سے پہلے مشرقی جہت میں بڑی مثلث شکل میں اچانک ظاہر ہوتی ہے، جس کا قاعدہ افق کے اوپر ہوتا ہے، اور اس کا سرا اونچا ہوتا ہے۔

جبکہ فجرِ صادق مکمل مشرقی افق میں چوڑائی کی شکل میں ظاہر ہونے والی سفید روشنی کا نام ہے، اور اس کی ابتداء اچانک روشنی کے طور پر ہوتی ہے، جو فجرِ کاذب کے ساتھ سرعت کے ساتھ تداخل اختیار کرتی ہے، اور اس کی روشنی زیادہ نہیں ہوتی، اور یہ اکثر و بیشتر پیلے، نیلے، اور سرخ رنگوں کے درمیان ہوتی ہے۔

فجرِ صادق کے ظہور کے لمحہ کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے والے بعض اہتمام کنندہ لوگوں کو مشکل پیدا ہوئی، اور انہوں نے ملاحظہ کیا کہ جب موذن فجر کی نماز کے لئے اذان دیتا ہے، تو اس وقت آسمان میں روشنی نہیں پھیلتی۔

اکثر جنتریوں کے مطابق فجر کی نماز کا وقت اٹھارہ (18) اور انیس (19) زاویہ

کے درمیان ہے، اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ دونوں زاویے صحیح ہیں، جیسا کہ ہم نے یہ بات سابق بحث میں بیان کردی ہے، البتہ اسی کے ساتھ ہم اٹھارہ (18) زاویہ کو ترجیح دیتے ہیں، اور جہاں تک، ان تقاویم کا تعلق ہے، جن میں نمازِ فجر کے لئے زاویہ، یا زمانہ کوانیس (19) زاویہ کے درجہ سے زیادہ مقرر کیا گیا ہے، تو اس پر تنقید کرنے والے حق پر ہیں، لیکن اس درجہ کے مطابق جنتری عالمِ اسلام کے صرف ایک، یا دوملکوں میں ہے، جیسا کہ عرب امارات میں (کیفیۃ التحقق من صحۃ مواقیت الصلاۃ فی التقاویم)

جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کا فتویٰ

جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی سے ایک فتوے میں تحریر کیا گیا کہ:

سورج کے 18 درجہ زیرِ افق پر صبح صادق ہونے والے جمہور کے قول کے مطابق مجموعی وقت گھنٹوں اور منٹوں کے اعتبار سے طلوعِ آفتاب سے قبل ایک گھنٹہ بیس منٹ سے ایک گھنٹہ اڑتیس منٹ تک ہوتا ہے، جو مختلف موسم وایام میں بدلتا رہتا ہے، ہر وقت یک ساں نہیں رہتا، جب کہ مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے اس کا کم از کم وقت 57 منٹ بتلایا ہے، دوسرے موسم میں اس سے زیادہ بھی ہوسکتا ہے۔ [1]

ان دونوں اقوال میں سے 18 درجہ زیرِ افق والا قول معتبر، راجح، اصح ومفتیٰ بہ ومعمول بہ ہے، جب کہ مفتی رشید احمد رحمہ اللہ کی تحقیق سے جمہور نے اتفاق نہیں کیا ہے، بلکہ اسے ان کا تفرد قرار دیا ہے، نیز مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے بھی بعد میں نماز اور روزے میں 18 درجہ والے قول کی رعایت کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔

[1] اور یہ دورانیہ ہمارے یہاں خطِ استواء اور اس کے قرب وجوار کے علاقوں میں جمہور فلکیین کی تصریح سے مطابقت نہیں رکھتا، جیسا کہ پیچھے گذرا۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

مفتیِ اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی 18 درجہ زیر افق والے قول کو اختیار فرمایا ہے، جیسا کہ کفایت المفتی میں ہے:

یہ وقفہ ہمیشہ یک ساں نہیں رہتا، ماہ بماہ، یعنی تھوڑے تھوڑے دن میں اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، مگر یہ وقفہ ایک گھنٹہ اڑتیس منٹ سے کبھی زیادہ نہیں ہوتا اور ایک گھنٹہ اکیس منٹ سے کبھی کم نہیں ہوتا، جون کے مہینے میں وہ سب سے زائد، یعنی ایک گھنٹہ اڑتیس منٹ کا ہوتا ہے، اور ستمبر میں سب سے کم، یعنی ایک گھنٹہ اکیس منٹ کا ہوتا ہے۔(کتاب الصلاۃ،۳/ ۷۲، ط: دارالاشاعت)

حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ اور مفتی محمد عبدالسلام چاٹ گامی دامت برکاتہم العالیہ سمیت جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے تمام اکابر مفتیانِ کرام کے نزدیک جمہور کا قول راجح ہے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں صبح صادق کے حوالہ سے جمہور کے قول (18 درجہ زیر افق) والے قول کے مطابق سحری ختم کرنی چاہیے، اس وقت کے بعد ہرگز کھانا پینا جاری رکھنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔فقط واللہ اعلم (دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، فتوی نمبر: 144008201183، بعنوان: صبح صادق کے تحقق میں جمہور کے قول ۱۸ درجہ زیر افق پر عمل کیا جائے)

دارُالعلوم دیوبند کا فتویٰ

اس سلسلہ میں دارُالعلوم دیوبند، انڈیا سے ایک فتویٰ جو جاری ہوا، اس میں تحریر کیا گیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی (صاحبِ احسن الفتاویٰ) کی تحقیق یہ ہے کہ صبح صادق 15 ڈگری پر ہوتی ہے، 18 ڈگری پر نہیں؛ لیکن اکابر علمائے دیوبند کے نزدیک قدیم وجدید فلکیات اور کثیر مشاہدات کی روشنی میں یہ قول مرجوح ہے اور صحیح یہ ہے کہ صبح صادق 18 ڈگری پر ہوتی ہے؛ اس لیے صاحبِ احسن الفتاویٰ

www.idaraghufran.org

نے 18 ڈگری کے حساب پر تیار کی جانے والی قدیم وجدید جنتریوں کی جو تغلیط وتردید فرمائی ہے اور ان جنتریوں میں مذکور صبح صادق کے اوقات کو صبح کاذب پر محمول کیا ہے، یہ صحیح نہیں ہے۔......

سوال وجواب نمبر: "161784"

فتویٰ نمبر

(Fatwa:977-848/N=9/1439)

darulifta-deoband.com

نیز دارالعلوم دیوبند سے جاری شدہ ایک اور فتوے میں تحریر کیا گیا:

صبح صادق کے باب میں محققین قدیم وجدید ماہرینِ فلکیات اور اکابر علمائے دیوبند کے نزدیک 18 ڈگری کا حساب ہی صحیح ہے، 15 ڈگری کا حساب مرجوح ہے......

اکابر علمائے دیوبند کے نزدیک قدیم وجدید فلکیات اور کثیر مشاہدات کی روشنی میں 18 ڈگری پر صبح صادق کا قول ہی صحیح وراجح ہے، اور 15 ڈگری کا قول مرجوح ہے، جو اکابرین میں میری معلومات کے مطابق صرف حضرت مولانا رشید احمد صاحب لدھیانوی (صاحبِ احسن الفتاوی) کا ہے......

18 ڈگری پر صبح صادق کا قول ہی صحیح وراجح ہے، اس لیے اس حساب پر تیار کردہ جنتریاں ہی صحیح ہیں، 15 ڈگری صبح صادق کے حساب پر تیار کردہ جنتریاں صحیح نہیں ہیں۔

سوال وجواب نمبر: "172521"

فتویٰ نمبر

(Fatwa:1027-141T/N=1/1441)

darulifta-deoband.com

www.idaraghufran.org

مفتی سید محمد افضل حسین صاحب کا حوالہ

حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب کے موقف کی اشاعت کے بعد جس طرح اس سے اکابرِ دیوبند نے اختلاف کیا تھا، اسی طرح بریلوی مکتبِ فکر کے علماء نے بھی اختلاف کیا تھا۔ چنانچہ بریلوی مکتبِ فکر کے ایک مشہور مفتی سید محمد افضل حسین صاحب نے اسی زمانہ میں ایک مضمون تحریر کیا تھا، جو شائع بھی ہوا تھا، جس کے شروع میں موصوف نے لکھا:

صدہا سال سے ائمہ کرام، فقہاءِ عظام، علماءِ اعلام اور خواص وعوام کا یہ معمول ہے کہ آفتاب جب افق سے اٹھارہ درجہ نیچے رہتا ہے، تو سحری بند کر کے اپنے روزوں کا آغاز کرتے ہیں، اور جب غروب آفتاب کے بعد آفتاب، افق سے اٹھارہ درجہ نیچے ہو جاتا ہے، تو (حنفیہ کی) ظاہرُ الروایۃ کے مطابق عشاء کے وقت کا آغاز جانتے ہیں، لیکن حال ہی میں مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی، مفتی اشرف المدارس ناظم آباد، کراچی کی کتاب ''صبح صادق'' نظر سے گذری، جس میں تمام فقہائے کرام کا تخطئہ کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ صبح صادق پندرہ درجہ زیرِ افق پر ہوتی ہے۔

اس کے بعد میں نے انہیں ایک مکتوب بھیجا، جو اِن کی لغزش پر تنبیہ کے لئے کافی ہے، لیکن ان کے جوابی مکتوب سے اندازہ ہوا کہ وہ بعض وجوہ سے اپنی رائے بدلنے کے لئے تیار نہیں ہیں، پھر لطف کی بات یہ ہے کہ لدھیانوی صاحب نے اپنے مکتوب میں اپنی ایک اور کتاب ''ارشاد العابد'' کا بھی تذکرہ کیا، تو مجھے اس کتاب میں بھی کچھ علمی کمزوریاں نظر آئیں، تو میں نے لدھیانوی صاحب کی توجہ ان چیزوں کی طرف بھی دلائی، لیکن وہ اپنی غلطیاں تسلیم کرنے سے اجتناب ہی کرتے رہے، دوسری طرف مفتی رشید احمد صاحب کے مندرجہ بالا فتوے سے کافی

انتشار بھی پھیلا ہوا ہے، اندریں حالات میں نے مناسب یہی سمجھا کہ غلط فہمیوں میں مبتلا ہونے سے عوام کو بچانے کے لئے ایک مختصر مضمون شائع کروں (صبح وشفق، ص۲و۳، عرضِ ناشر، طابع: سیدہ دختر حضرت بحرالعلوم، نشاط آباد، فیصل آباد، پاکستان)

قابلِ شکر بات یہ ہے کہ برِ صغیر، اور بالخصوص ہندوستان وپاکستان میں مختلف مکاتبِ فکر کی طرف سے جو اوقاتِ نماز کے نقشے رائج ہیں، وہ جمہور مسلمین کے مطابق اٹھارہ 18 درجہ کے مطابق ہیں، جن پر کسی محقق کی جانب سے کوئی قابلِ ذکر اختلاف سامنے نہیں آیا، اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب کی طرف سے جو اختلاف کیا گیا تھا، اور اس سے وقتی طور پر تشویش لاحق ہوئی تھی، اس سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، اور حضرت مولانا یوسف بنوری صاحب ودیگر جمہور مشائخ نے اتفاق نہیں فرمایا تھا، اور اس کا تسامح پر مبنی ہونا محسوس کیا تھا، اسی کے ساتھ دوسرے مکاتبِ فکر کے علماء نے بھی اس کی مدلل تردید کردی تھی، جس کی وجہ سے وہ قول عوام میں رواج نہ پاسکا، پھر بعد میں تفصیلی دلائل کی تحقیق کے تناظر میں اس موقف کا مزید وضاحت کے ساتھ خطاء پر مبنی ہونا ہی معلوم ہوا۔

اگر حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب کو خود رجوع، اور زیادہ تحقیق کا موقع میسر نہیں آیا، تو ان کے بعد ان کے خطاء وتسامح پر مبنی موقف کو آگے چلانے اور انتشار پیدا کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے تھا، لیکن افسوس کہ آج تک ایک طبقہ اس موقف کو وقتاً فوقتاً عوام کے سامنے لاکر تشویش پیدا کرتا رہتا ہے، جس سے علماء کو آگاہ رہنا، اور عوام کو حسبِ ضرورت آگاہ کرنا ضروری ہے۔

جدید ماہرینِ فلکیات کے حوالہ جات

جدید ماہرینِ فلکیات، اور سائنس دانوں نے بھی سورج کے مشرقی افق میں اٹھارہ 18 درجہ زیرِ افق رہ جانے پر ہی طلوعِ صبح وفجر، اور اس کے برعکس سورج کے مغربی افق میں اسی اٹھارہ

درجہ زیرِ افق چلے جانے پر غروبِ شفق کا فیصلہ کیا ہے، جس پر ان کی بے شمار تحریری شہادتیں موجود ہیں۔

انہوں نے صبح اٹھارہ ڈگری پر طلوع ہونے والی روشنی کے مستطیر ومنتشر ہونے کی بھی تین اقسام کی ہیں۔

اوراسی طرح شام کواس کے برعکس اس روشنی کے رفتہ رفتہ ختم اور کم ہونے کی بھی تین اقسام کی ہیں۔

اور یہ تینوں اقسام مسلسل ہیں، ان میں کوئی وقفہ اور انقطاع نہیں ہوتا، اور جس طرح سورج غروب ہونے کے بعد اس کی روشنی مسلسل ، اور لگا تار گھٹتی رہتی ہے، اور سورج کے اٹھارہ ڈگری زیرِ افق چلے جانے پر وہ ختم ہوجاتی ہے، اسی طرح سورج طلوع ہونے سے پہلے سورج کے اٹھارہ ڈگری زیرِ افق پر یہ روشنی شروع ہوجاتی ہے، اور سورج طلوع ہونے تک مسلسل اور لگا تار بڑھتی رہتی ہے۔

قدیم فلکیات کی طرح جدید سائنسی تحقیق میں بھی یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ صبح طلوعِ شمس سے پہلے اور غروبِ شمس کے بعد سورج کی روشنی کی کیفیت کا قاعدہ ایک دوسرے کے عکس کے ساتھ ایک جیسا ہے، جس میں سورج زمین کے نیچے ہوتا ہے، لیکن اس کی روشنی کے آثار اوپر ہوتے ہیں، اور یہ آثار سورج کے، ہماری طرف پیش قدمی کرتے وقت اٹھارہ درجہ زیرِ افق رہ جانے پر شروع ہوتے ہیں، اور سورج کے ہم سے زیرِ زمین جاتے وقت اٹھارہ ڈگری پر ہی ختم ہوجاتے ہیں۔

جس کی تفصیل یہ ہے کہ طلوعِ صبح وطلوعِ فجر سے لے کر طلوعِ شمس تک، اور اسی طرح غروبِ شمس سے غروبِ شفق تک کے درمیانی عرصہ کو، جس میں سورج زمین سے نیچے، مگر اس کی روشنی کے آثار، اوپر ہوتے ہیں، یعنی مکمل دن اور مکمل رات کے درمیان کا وقت ہوتا ہے، اس کو اردو زبان میں ''جھٹپٹا، گودھلی'' کہا جاتا ہے، اور سائنسی زبان میں ''ٹیولائٹ'' ''Twilight''

کہا جاتا ہے۔

پھر طلوعِ صبح وطلوعِ فجر کے بعد کی اس ابتدائی، اور غروبِ شفق سے پہلے کی انتہائی معترض روشنی کو، جو اُفق پر ہلکی ہوتی ہے، اس روشنی کا نام جدید سائنسی زبان میں:

Astronomical Twilight

ہے۔

پھر صبح کے وقت کی اس ابتدائی اور ہلکی درجہ کی روشنی کا جدید سائنسی زبان میں نام ہے:

Astronomical Twilight, Dawn

اسلامی شریعت میں اس کو ''طلوعِ صبح وطلوعِ فجر'' کہا جاتا ہے۔

اور جدید سائنسی زبان میں شام کے وقت اسی نوعیت کی روشنی کے غروب کا نام ہے:

Astronomical Twilight, Dusk

جبکہ اسلامی شریعت میں اس کو ''غروبِ شفقِ ابیض'' کہا جاتا ہے۔

اور جدید سائنسی تحقیق میں صبح کی اس روشنی کی صفت مستطیر ومنتشر ہونا تسلیم کی گئی ہے، اور اسی بنیاد پر اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، اور تینوں مراحل کو الگ الگ ناموں سے موسوم کیا گیا ہے کہ پہلے مرحلہ میں یہ روشنی بہت زیادہ دھیمی اور ہلکی ہوتی ہے، جس کا ہر جگہ اور ہر شخص کو مشاہدہ کرنا مشکل ہوتا ہے، پہلے مرحلہ میں اس کا نام تجویز کیا گیا ہے:

Astronomical Twilight, Dawn

پھر آہستہ آہستہ اس میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، اور دوسرے مرحلہ میں یہ مزید مستطیر ومنتشر ہوجاتی ہے، جس کا نام تجویز کیا گیا ہے:

Nautical Twilight,Dawn

اور تیسرے مرحلہ میں اس کا نام تجویز کیا گیا ہے:

Civil Twilight, Dawn

شام کے وقت ان تینوں مراحل کی ترتیب الٹ ہوتی ہے، اور ان تینوں کے ساتھ غروب کی

تعیین کے لئے Dusk کا اضافہ کردیا جاتا ہے۔

اور ان تین مراحل، یا تین اقسام کے نام مخصوص نسبت، اور عادت سے رکھے گئے ہیں، چنانچہ ''Civil Twilight'' (شہری جھٹپٹا) نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس روشنی کے اثرات، شہری ماحول میں عام لوگوں کی طرف سے، پوری طرح محسوس کرلیے جاتے ہیں، اور شہری لوگ اس کی موجودگی میں اپنی عام سرگرمیوں کو انجام دینے کے لئے مصنوعی روشنی کے محتاج نہیں ہوتے۔

اور ''Nautical Twilight'' (سمندری جھٹپٹا) نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کمزور روشنی میں اس روشنی کے طلوع وغروب کے مقام کے ذریعے، اور چاند وستاروں کے نظر آنے کی وجہ سے، ان کے ذریعے سمندری جہازوں کے ملاح، مختلف جہات کی پوزیشنوں کو معلوم کرلیا کرتے تھے، اور بعض سمندری فوجیں، اس وقت کو اپنی حکمتِ علمی کی کارروائیوں کی منصوبہ بندی کے لیے استعمال کرتی ہیں۔

گویا کہ مذکورہ بالا دونوں قسموں کا تعلق، فی الجملہ زمینی ماحول سے ہے۔

اور ''Astronomical Twilight'' (فلکیاتی جھٹپٹا) نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت میں روشنی، کمزورترین ہوتی ہے، اور اس کے اثرات، شہری وسمندری، یعنی زمینی ماحول میں نمایاں نہیں ہوتے، بلکہ اس کے اثرات، مخصوص افق پر ہوتے ہیں، اور اس کو صرف ''فلکیاتی'' طریقے پر ہی معلوم کیا گیا ہے، پس اس کا بنیادی تعلق ''فلکیات'' کے علم اور مخصوص مراصدات ومشاہدات سے ہے، جس کا ہر موسم اور ہر جگہ سے کھلی آنکھوں کے ذریعے مشاہدہ بھی مشکل ہوتا ہے۔

اور شرعی وفقہی اعتبار سے بھی یہ بات مسلّم ہے کہ ''بیاضِ معترض'' کی صبح کو ابتدائی، اور شام کو انتہائی روشنی مخصوص اُفق پر ہی ہوتی ہے، اور اس کے درجہ کو جمہور مسلم اہلِ فلکیین نے مخصوص ومسلسل مراصدات کے ذریعے ہی معلوم کیا ہے۔

"astronomyscope" کے مضمون نگار "Jeremy Williams"

"طلوعِ شمس" سے پہلے کی روشنی سے متعلق، اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

Dawn Vs Twilight [What Is The Difference Between These?]

Written By: Jeremy Williams

Published Date: March 31, 2021

Dawn and twilight are terms used to describe particular times of day, but what are they and how are they different? I spent some researching to find out. Here is what you want to know.

So, what is the difference between dawn vs twilight? Dawn and twilight are two different periods. Dawn occurs in the morning, it is the first appearance of light before sunrise. Twilight, is the period between dawn and sunrise, or sunset, and dusk when light is still visible from the Sun. Dawn only happens in the morning.

Twilight happens during both sunrise and sunset.

Quite the tricky one to get your head around.

Nevertheless, both are related to the movement and positioning of the sun in relation to earth.

Let us now take a closer look at dawn and twilight in further detail to better understand the differences involved.

Dawn and twilight are terms used to describe particular times of day, but what are they and how are they different? I spent some researching to find out. Here is what you want to know.

What Is Dawn?

Dawn is the term given to the first appearance of light in the sky before sunrise.

Dawn is technically the beginning of twilight, and occurs before the sun rises.

At this stage, the sun is still below the horizon, and as such, sunlight is relatively weak.

Idara Ghufran

To help differentiate further, dawn has been broken down into three distinct phases:

Astronomical dawn the period when the Sun is 18 degrees below the horizon. During this time, the sky will not be entirely dark.

Nautical dawn the period where the Sun is 12 degrees below the horizon. With more light, it is possible to start to observe objects and items.

Civil dawn is the period where the Sun is 6 degrees below the horizon. This is when you can begin to do things without supplemental street lighting.

What Is Twilight?

Twilight is the term given to the period between dawn and sunrise, or between sunset and dusk.

During this time there will be a soft glowing light from the sky. While the sun is below the horizon, the light is caused by a reflection of the suns rays from the atmosphere.

In other words, twilight is simply the time between daylight and darkness.

We experience twilight because Earth has an atmosphere, that light small amounts of light can pass through. This results in light in the sky even before the sun has risen or set.

Again, there are three types of distinct phases:

Astronomical twilight the period when the Sun is 18 degrees below the horizon.

Nautical twilight the period where the Sun is 12 degrees below the horizon.

Civil twilight is the period where the Sun is 6 degrees below the horizon.

Twilight can occur both during the morning and the evening.

Idara Ghufran

Difference Between Dawn And Twilight

The main difference between dawn and twilight is the time that they each occur. Dawn will only take place in the morning, whereas twilight can take place during the morning and the evening.

Secondly, dawn and twilight are considered as two separate and distinct phases.

Consider it this way:

Dawn is the beginning of twilight.

Dawn is the beginning of twilight, before sunrise.

Twilight occurs between dawn and sunrise, and between sunset and dusk.

Dawn is the beginning of twilight.

Twilight starts with the dawn.

Is Twilight Before Dawn?

Twilight does not come before dawn, it is in fact the opposite way around. Dawn is the time that marks the beginning of twilight before sunrise.

Finally

Dawn and twilight – it can be confusing for sure.

But put simply.

Dawn is the time before the sunrise, twilight is the period of light that transpires from the incoming or departing Sun.

And while there is a small distinction here. Its important.

Especially to astronomers who are awaiting for true darkness to fall.

From there, they can begin their observations.

(https://www.astronomyscope.com/dawn-vs-twilight/)

اور Time and Date کی اداراتی ٹیم کے سربراہ "Konstantin Bikos"

Idara Ghufran

اور ریسرچر ''Aparna Kher'' ''طلوعِ شمس'' سے پہلے اور ''غروبِ شمس'' کے بعد کی روشنی سے متعلق، ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

Twilight, Dawn, and Dusk

By Konstantin Bikos and Aparna Kher

Twilight is the time between day and night when there is light outside, but the Sun is below the horizon.

Scattering Sunlight

Twilight occurs when Earth's upper atmosphere scatters and refracts sunlight which illuminates the lower atmosphere. A number of atmospheric phenomena and colors can be seen during twilight.

Types of Twilight

There are three types of twilight:

Civil twilight

Nautical twilight

Astronomical twilight

Astronomers define the three stages of twilight on the basis of how far the Sun is below the horizon.

The morning twilight is often called dawn, while the evening twilight is also known as dusk.

Civil Twilight, Dawn, and Dusk

Civil twilight occurs when the Sun is less than 6 degrees below the horizon. In the morning, civil twilight begins when the Sun is 6 degrees below the horizon and ends at sunrise. In the evening, it begins at sunset and ends when the Sun reaches 6 degrees below the horizon.

Civil dawn is the moment when the center of the Sun is 6 degrees below the horizon in the morning.

Civil dusk is the moment when the center of the Sun is 6 degrees below the horizon in the evening.

www.idaraghufran.org

Brightest Form of Twilight

Civil twilight is the brightest form of twilight. There is enough natural sunlight during this period that artificial light may not be required to carry out outdoor activities. Only the brightest celestial objects can be observed by the naked eye during this time.

Several countries use this definition of civil twilight to make laws related to aviation, hunting, and the usage of headlights and street lamps.

Nautical Twilight, Dawn, and Dusk

Nautical twilight occurs when the center of the Sun is between 6 degrees and 12 degrees below the horizon. This twilight period is less bright than civil twilight and artificial light is generally required for outdoor activities.

Nautical dawn occurs when the Sun is 12 degrees below the horizon during the morning.

Nautical dusk occurs when the Sun is 12 degrees below the horizon in the evening.

The term, nautical twilight, dates back to the time when sailors used the stars to navigate the seas. During this time, most stars can be easily seen with naked eyes, and the horizon is usually also visible in clear weather conditions.

In addition to being important to navigation on the seas, nautical twilight also has military implications. For example, the military forces of the United States use nautical twilight, as reflected by the terms begin morning nautical twilight (BMNT) and end evening nautical twilight (EENT), to plan tactical operations.

Astronomical Twilight, Dawn, and Dusk

Astronomical twilight occurs when the Sun is between 12 degrees and 18 degrees below the horizon.

Idara Ghufran

Astronomical dawn is the time when the center of the Sun is at 18 degrees below the horizon.

Astronomical dusk is the instant when the center of the Sun is at 18 degrees below the horizon.

During astronomical twilight, most celestial objects can be observed in the sky. However, the atmosphere still scatters and refracts a small amount of sunlight, and that may make it difficult for astronomers to view the faintest objects.

Before astronomical dawn and after astronomical dusk, it is astronomical nighttime, when no indirect sunlight is visible and even faint celestial objects can be seen, weather permitting.

Shorter Twilight at the Equator

The length of twilight depends on the latitude. Equatorial and tropical regions have shorter twilight than locations on higher latitudes.

During summer months at higher latitudes, there may be no distinction between astronomical twilight after sunset and astronomical twilight before sunrise. This happens when the Sun never goes more than 18 degrees below the horizon during the night.

Similarly, higher latitudes may experience an extended period of nautical or civil twilight.

Twilight at the Poles

Around the North Pole and the South Pole, each day-night cycle spans an entire year. In the summer, the poles experience Polar Day or Midnight Sun, when the Sun is up in the sky for several months; in the winter, during the Polar Night, the Sun does not rise for several months.

The transitions between Polar Day and Polar Night are marked by lengthy twilight periods. Once the Sun has disappeared behind

Idara Ghufran

the horizon in the fall, it slowly sinks lower each day, resulting in about two weeks of civil twilight, followed by nautical and astronomical twilight periods of roughly the same length. The opposite occurs in the spring, as the Polar Night draws to a close and the Sun begins to illuminate the atmosphere several weeks before it actually rises.

(https://www.timeanddate.com/astronomy/different-types-twilight.html)

اور Time and Date کی ادارتی ٹیم کے سربراہ ''Konstantin Bikos'' ''طلوعِ شمس'' سے پہلے کی روشنی سے متعلق تفصیل کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

What Is Dawn?

(By Konstantin Bikos)

Dawn refers to the transition from night to day as the sky gets brighter and the morning twilight heralds the beginning of a new day. The term has different colloquial meanings, but there is also a scientific definition.

Scientific Definition

Science specifies dawn as a particular moment defined by the solar elevation angle, which is the position of the Sun in relation to the horizon. As with dusk, astronomers differentiate between three different stages of dawn, each marking the beginning of one of the three phases of morning twilight:

1-: Astronomical dawn – the geometric center of the Sun's disk is 18 degrees below the horizon.

2-:Nautical dawn – the geometric center of the Sun's disk is 12 degrees below the horizon.

3-:Civil dawn – the geometric center of the Sun's disk is 6 degrees below the horizon.

Astronomical Dawn

When the Sun passes the elevation angle of -18 degrees as it ascends towards the horizon before sunrise, a very small portion

of its rays begin to permeate the firmament. The Earth's upper atmosphere begins to scatter and reflect the sunlight, illuminating the lower atmosphere.

However, at this point, the twilight is so faint that it is generally indistinguishable from night, especially in areas with light pollution. Astronomers may be unable to observe some of the fainter stars and galaxies as the Sun passes this mark.

Astronomical dawn marks the beginning of astronomical twilight, which lasts until nautical dawn.

Nautical Dawn

At nautical dawn, the geometric center of the Sun's disk reaches an angle of 12 degrees below the horizon. The sunlight reflected by the atmosphere is now generally sufficient to distinguish the sky from land or water in clear weather conditions. As the horizon becomes faintly visible during this stage, seafarers can use it as a reference point when navigating by the stars.

Nautical dawn rings in the period of nautical twilight, which ends at civil dawn

Civil Dawn

Civil dawn, the brightest instance of dawn, occurs when the geometric center of the Sun's disk is 6° below the horizon. If the sky is clear, it is now enveloped in bright orange and yellow colors. At this point, only the brightest stars and planets, like Venus and Jupiter, are visible to the naked eye.

Even on a cloudy morning, there is now probably enough indirect natural light to make it possible to carry out most outdoor activities without artificial lighting.

This moment marks the beginning of civil twilight, the period of daybreak just before sunrise. It ends as the upper edge of the Sun touches the horizon.

Popular Usage

Colloquially, dawn is used to denote daybreak in general. It is

Idara Ghufran

also often seen as a synonym for the period of morning twilight when the Sun is still below the horizon, but its rays are already reflected by the Earth's atmosphere, lighting up the sky.

The term is also sometimes used as another word for sunrise—the moment when the upper edge of the Sun's disk appears above the horizon and the first direct sunlight of the day becomes visible.

Religious Significance

As the beginning of a new day, dawn has a special significance in many of the world's religions. However, the definition of the term varies from one faith and religious community to another.

For example, Muslims are required to offer the Fajr prayer, which is one of the five obligatory daily prayers in Islam constituting one of the Five Pillars of the Islamic faith, during the morning twilight period. Even within Islam, however, there are differing opinions about the correct moment for the prayer.

The Jewish Holy Scripture also dictates dawn as a time for prayer. The Talmud defines dawn as the moment 72 minutes before sunrise. However, some Jewish communities claim that this definition pertains only to the situation in Mesopotamia on the days of the equinoxes. These groups calculate the correct moment of dawn for each day and location, based on a solar elevation angle of 16.1 degrees below the horizon.

(https://www.timeanddate.com/astronomy/dawn.html)

اور موصوف ''غروبِ شمس'' کے بعد کی روشنی سے متعلق تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

What Is Dusk?

(By Konstantin Bikos)

Dusk generally refers to the transition from day to night, and the term is often used as another word for evening twilight. However, there is a formal definition that is more specific.

Idara Ghufran

Scientific Definition

As with dawn, scientists define dusk as specific moments in time based on the solar elevation angle, which is the position of the Sun in relation to the horizon. There are 3 stages of dusk, each marking the end of 1 of the 3 phases of evening twilight:

1: Civil dusk – the geometric center of the Sun's disk is 6 degrees below the horizon.

2: Nautical dusk – the geometric center of the Sun's disk is 12 degrees below the horizon.

3: Astronomical dusk – the geometric center of the Sun's disk is 18 degrees below the horizon.

Civil Dusk

Civil dusk is when the geometric center of the Sun's disk goes 6 degrees below the horizon. It marks the end of civil twilight, which begins at sunset. At this moment, the Earth's atmosphere still reflects a large portion of sunlight, coloring a clear sky in different shades of orange and red. This is a good time for photographers to capture the sky and the soft glow of the sunlight.

Beyond this point, artificial light is generally needed to carry out most outdoor activities. The brightest stars and planets, like Venus and Jupiter, are now visible to the naked eye and more celestial bodies begin to appear in the sky.

Nautical Dusk

At nautical dusk, the Sun is 12 degrees below the horizon. It marks the end of nautical twilight.

In clear weather conditions, it is now becoming difficult to distinguish the sky from land or water, making it impossible for sailors to use the horizon as a reference point when navigating by the stars. Most stars and constellations are now visible to the naked eye.

Astronomical Dusk

This moment is the official beginning of night time. The Sun is now 18 degrees below the horizon and the last shimmer of daylight has left the sky.

Even before astronomical dusk, during the period of astronomical twilight, the sky may look completely dark. However, even the small portion of sunlight that is still scattered across the sky before the moment of astronomical dusk may hinder astronomers from observing some of the fainter stars and galaxies.

Popular Usage

In everyday language, the term dusk is commonly used as another word for evening twilightthe period from sunset until nighttime. Other colloquial synonyms include nightfall, sundown, and eventide. In some contexts, dusk is also used to denote the setting of the Sun.

Religious Significance

While it is common for Christians and adherents of other faiths to offer a prayer in the evening, Islam specifically defines dusk as the proper moment for the Maghrib evening prayer. It is one of the five obligatory daily prayers, which together constitute one of the Five Pillars of Islam.

During the Islamic month of Ramadan, Muslims are required to fast from dawn to the break of night. The iftar is an evening meal that occurs at dusk, when fasters are allowed to eat again.

(https://www.timeanddate.com/astronomy/dusk.html)

جدید سائنس دانوں کی تحقیق سے متعلق اس قسم کی تصریحات بہت زیادہ ہیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ جدید سائنسی تحقیقات سے بھی اٹھارہ 18 درجہ پر طلوعِ فجر وغیوبِ شفق ہونے کی تائید ہوتی، اور اٹھارہ 18 درجہ کی اس روشنی پر معترض ہونے کے ساتھ ساتھ دوسری شرعی صفات، بالخصوص مستطیر ومنتشر ہونے کی صفت بھی منطبق ہوتی ہے، اور اس کو ''صبح کاذب'' یا

''شفقِ کاذب'' قرار دینا صریح غلط فہمی پر مبنی ہے، جو مستطیل ہوا کرتی ہے، اہلِ فلکیات نے کاذب کی مستطیل روشنی کو اس سے الگ بروجی روشنی اور زوڈیکل لائٹ کے نام سے ذکر کیا ہے، جس کی تفصیل دوسرے مقام پر ذکر کی جا چکی ہے۔

موجودہ زمانہ میں یہ بات نہایت تعجب خیز کہلائی جانے کی مستحق ہے کہ سائنسی وفلکیاتی امور میں تیز ترین دوربینوں کے ذریعہ سے دور دراز کی چیزوں کی نقل وحرکات کے مراصدات ومشاہدات کو قبول کرلیا جائے، ان کارات دن اپنی تحریر وتقریر میں ذکر کیا جائے، بلکہ اس فن کی کتب کا حصہ بنادیا جائے، اور صبح صادق وکاذب جیسی چیزوں کے بارے میں نہ صرف موجودہ تمام تر مسلمہ سائنسی تحقیقات کو یکسر مسترد کردیا جائے، بلکہ شعوری، یا غیر شعوری طور پر جمہور فلکیین مسلمین کی پہلے سے طے شدہ اسی کے مطابق تحقیق کو نظر انداز کردیا جائے، اور خطاء وتسامح پر مبنی قول کو لے کر اس پر تکیہ کرلیا جائے، اور اپنے بعض بزرگواروں کی فرطِ محبت وعقیدت میں تمام حقائق سے آنکھیں بند کرلی جائیں۔

اللہ اس طرزِ عمل سے حفاظت عطاء فرمائے۔ آمین۔

Idara Ghufran

(فصل نمبر4)

18درجہ پر صبح کاذب کا قول، اور اس پر مفصل کلام

اب چند ایسی عبارات ذکر کی جاتی ہیں، جن سے اٹھارہ 18 درجہ پر صبح کاذب کا طلوع ہونا معلوم ہوتا ہے، ساتھ ہی ان پر کلام بھی کیا جاتا ہے۔

منسلکہ رسالہ کے مؤلف نے صفحہ نمبر۲۳ پر یہ عنوان قائم کیا ہے کہ:

''ماہرینِ فن کی تصریحات کہ 18 درجے پر صبح کاذب ہے''

اور پھر اس کے ضمن میں تیرہ حوالہ جات اپنے مدعیٰ کے ثبوت پر نقل کئے ہیں، جن میں سے پہلا حوالہ ''التصریح'' کا نقل کیا ہے، اور بارہوں حوالہ ''بہاء الدین محمد بن حسین عاملی (المتوفیٰ:1031ھ) کی ''تشریح الافلاک'' کا نقل کیا ہے، اور آخری حوالہ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ کی احسن الفتاویٰ کا نقل کیا ہے، جس کے بعد مؤلف رسالہ لکھتے ہیں کہ:

> درج بالا (۱۳) حوالوں سے ثابت ہوا کہ فلکیین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ 18 درجے پر جو صبح نمودار ہوتی ہے، وہ صبح کاذب ہوتی ہے، اور جن فلکیین نے لفظِ صبح کے ساتھ کاذب کی قید نہیں لگائی، تو ان کے شارحین نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ان کے نزدیک بھی صبح کاذب مراد ہے (صبح صادق اور عشاء کا صحیح وقت، حقیقت میں پندرہ درجے کے مطابق ہے، صفحہ نمبر ۲۸، مطبوعہ: مدرسہ تعلیم الاسلام، چارسدہ، اشاعتِ اول ۱۴۳۹ھ)

سبحان اللہ! مؤلف نے جو دعویٰ کیا، لازم تھا کہ اس کے حوالہ جات کا آغاز اسلام کی ان ابتدائی صدیوں کے مسلمان فلکیین کی عبارات سے ہوتا، جب طلوعِ فجر اور غیوبِ شفق کے درجات کو اس فن کے اصول ومشاہدات اور مراصدات کے ذریعہ معلوم کرلیا گیا تھا، اور اسی وقت سے مسلمانوں نے پانچوں نمازوں کے اوقات کی فنی تخریج اور حساب پر کلام کردیا تھا، جیسا کہ ہم گذشتہ مستقل فصل کے ضمن میں تفصیلاً نقل کرچکے ہیں، ان سے نہ صرف یہ کہ

متقدمین ماہرینِ فن کی تصریحات معلوم ہوجاتیں، اسی کے ساتھ ان حوالہ جات کی تصریح کی بھی حقیقت واضح ہوجاتی، جو اسلام کی دس صدیاں گذرنے کے بعد آئے، جس کے تناظر میں اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھ جاتا کہ اصل ماہرینِ فن کی تصریحات کیا ہیں، اور جن حوالہ جات کو مؤلفِ رسالہ ماہرینِ فن کی تصریحات کے عنوان سے حجت بنا کر پیش کرنا چاہتے ہیں، وہ حجت تو کیا ہوتیں، متقدمین ماہرین کی دوسری تصریحات ہی ان کے خلاف حجت بھی ہیں، اور مؤلفِ رسالہ کی طرف سے پیش کردہ ان متاخرین کے حوالہ جات کے خطاء وتسامح پر مبنی ہونے کی بھی دلیل ہیں۔

اس کے بعد عرض ہے کہ ''پہلا حوالہ جو مؤلف نے ''التصریح'' کا نقل کیا ہے، یہ دراصل ''تشریح الافلاک'' نامی کتاب کی شرح ہے، جو امام الدین بن لطف اللہ لاہوری (المتوفیٰ: 1145 ہجری) کی تالیف ہے، یہ کتاب 1103 ہجری میں تالیف ہوئی، مذکورہ مصنف ہی کا ایک حاشیہ شرح چغمینی پر بھی ہے۔

اور جبکہ تشریح الافلاک خود بہاء الدین محمد بن حسین عاملی (المتوفیٰ: 1031ھ) کی تالیف ہے، تو اس کی شروح اور حواشی بھی یقینی طور پر اس کے بعد کے ہی تحریر شدہ ہیں (ملاحظہ ہو: ظفر المحصلین، ص ۵۸۳، و۳۸۶، مطبوعہ: دار الاشاعت، کراچی)

شرح چغمینی، اور ''تشریح الأفلاک'' نامی کتاب کی عبارات اور ان پر کلام آگے آتا ہے۔

اور مؤلف نے باقی جو حواشی کے حوالہ جات نقل کئے ہیں، وہ بھی اسی پر متفرع ہیں، اور احسن الفتاویٰ میں بھی ان ہی حوالہ جات کی اتباع کی گئی ہے۔

اور جہاں تک محقق طوسی کی بیست باب کا تعلق ہے، تو ان میں صبح کاذب کی قید نہیں، بلکہ محقق طوسی تو کاذب کے کسی قاعدہ کو ہی تسلیم نہیں کرتے، جن کا ذکر ہم اس سے پہلی فصل کے ذیل میں کرچکے ہیں، اور رہا ان کتب کے بعد کے زمانہ کے حاشیہ نگاروں کا معاملہ، تو وہ تشریح الافلاک اور اس کی شروح وحواشی سے ماخوذ ہے۔

اور ہمارے نزدیک اس سلسلہ میں راجح متقدمین کی وہی تصریحات ہیں، جو پچھلی فصل میں نقل

کی گئیں، اب رہ گیا شرح چغمینی، برجندی، اور تشریح الافلاک کے حوالہ جات کا معاملہ، تو آگے ان پر کلام کیا جاتا ہے، اور علامہ داغستانی، اور خلیل کاملی کے حوالہ جات پر ان شاء اللہ بعد میں کلام کیا جائے گا۔

شارح چغمینی کا حوالہ

صلاح الدین قاضی زادہ رومی شرح چغمینی میں فرماتے ہیں:

وقد عرف بالتجربة ان اول الصبح وآخر الشفق انما يكون اذا كان انحطاط الشمس ثمانية عشر جزءا.

ففي بلد يكون عرضه اقل من تمام الميل ثمانية عشر جزء، يتصل الشفق بالصبح الكاذب، اذا كانت الشمس في المنقلب الصيفي، وهو اول بلد يكون فيه ذلک (شرح چغميني، الباب الثالث من المقالة الثانية فى أشياء منفردة، صفحه ١٢٢، مكتبة امدادية، ملتان، پاكستان)

ترجمہ: اور تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ صبح کی ابتداء اور شفق کی انتہاء اس وقت ہوتی ہے، جبکہ آفتاب اُفق سے اٹھارہ 18 درجہ نیچے ہوتا ہے۔

پس ایسے بلد میں کہ جس کا عرض اٹھارہ درجہ سے کم ہو، اس میں شفق، صبح کاذب سے متصل ہوجاتی ہے، جبکہ سورج منقلبِ صیفی (ماہِ جون) میں ہوتا ہے، اور یہ سب سے پہلا بلد ہے، جس میں یہ اتصال کا عمل ہوتا ہے (شرح چغمینی)

اس عبارت میں جو کاذب کا لفظ ہے، وہ شرف الدین محمود بن محمد بن عمر چغمینی (المتوفی: 618 ہجری) کی ''الملخص'' کے متن میں موجود نہیں۔[1]

---

[1] الجغمينى (618هـ؟ = 1221م)

محمود بن محمد بن عمر، أبو علي، شرف الدين الجغميني الخوارزمي: فلكي، من العلماء بالحساب. نسبته إلى (جغمين) من أعمال خوارزم. من كتبه (الملخص -ط) في علم الهيئة، ترجم إلى الألمانية ونشر في مجلة جمعيتها الشرقية، و (رسالة في الحساب -خ) و (قوة الكواكب وضعفها -خ) و (شرح طرق الحساب في مسائل الوصايا -خ (الأعلام، للزركلي، ج٧، ص ١٨١، ١٨٢، حرف الميم، مادة "مح")

www.idaraghufran.org

اور قاضی زادہ سے پہلے یہ بات ہمیں کسی دوسرے محقق سے نہیں مل سکی، جس سے معلوم ہوا کہ اٹھارہ درجہ پر صبح کاذب ہونے کے قول کا اسلام کی ابتدائی آٹھ صدیوں میں وجود نہیں تھا۔

قاضی زادہ نے محقق طوسی کی ''التذکرۃ'' کی شرح بھی لکھی ہے۔

اور قاضی زادہ کا شمار بنیادی طور پر شارحین میں ہوتا ہے۔ [1]

قاضی زادہ کو کاذب کا تسامح دراصل محقق طوسی کی ایک عبارت سے لگا ہے، جس پر کلام پہلے گذر چکا ہے، مزید بھی آگے آتا ہے۔

اصولی اعتبار سے بھی اٹھارہ درجہ پر طلوعِ کاذب کا حکم لگانا درست نہیں بنتا، کیونکہ جس علاقہ کا عرض اٹھارہ درجہ میلِ کلی سے کم ہو، اس میں رات بھر شفق موجود رہتی، اور عشاء مفقود ہوجاتی ہے، جس کی وجہ یہی ہے کہ سورج کے اٹھارہ درجہ زیرِ افق پر جانے سے ہی شفق غائب ہوتی ہے، اور جہاں کا تمام میل اٹھارہ درجہ سے کم ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں صبح وشفق کی روشنی مفقود نہیں ہوگی۔

اسی پر ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد والے علاقہ سے منقلبِ صیفی میں شفق وصبح کے اتصال کے آغاز ہونے کا اصول متفرع ہے، جس کا سلسلہ 66 درجہ تک جاتا ہے، جہاں وہ

---

[1] قاضی زادہ(نحو 840؟ هـ -نحو 1436م)

موسى بن محمد بن القاصى محمود الرومى، صلاح الدين المعروف بقاضى زاده موسى جلبى: عالم بالرياضيات والفلك والحكمة .من أهل بروسه (كما يكتبها الأتراك بالحروف العربية، وكانت فى أيام صاحب الترجمة تكتب :بروصا) سافر إلى خراسان وما وراء النهر .وكان فى شيراز سنة 811هـ وفى سمرقند سنة 815وعهد الأمير (ألغ بک) إلى غياث الدين جمشيد بإنشاء (رصد) فى سمرقند، فتوفى غياث الدين (سنة 832) قبل إتمامه، فتولاه قاضى زاده .ولم تعرف وفاته، وإنما المعروف أنه مات قبل إتمام الرصد، وأكمله بعده على القوشجى (المتوفى سنة 879) ومصنفات قاضى زاده المعروفة، كلها عربية، منها (شرح التذكرة -خ) فى الفلک، رأيته فى مكتبة اللورنزيانة بفلورنس (رقم 271شرقى) أنجزه فى شيراز سنة 811و (شرح أشكال التأسيس للسمرقندى -خ) فى الهندسة، أكمله فى سمرقند سنة 815و (حاشية على شرح الهداية -خ) علق بها على شرح الهروى لهداية الحكمة للأبهرى، و (شرح الملخص فى الهيئة - ط)(الأعلام ،للزركلى ،ج۷،ص ۳۲۸، حرف الميم، مادة "مو")

شفق غائب نہیں ہوتی، جس پر عشاء کی ابتداء اور مغرب کی انتہاء ہوتی ہے، اور اس کے بعد فجر کا وقت داخل ہوجاتا ہے۔ [1]

اسی خطہ میں فقہاء نے عشاء کے مفقود ہونے کا حکم لگایا ہے، جس میں بلغار وغیرہ کے علاقوں کو بھی داخل مانا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اور خود شارح چغمینی قاضی زادہ نے بھی مذکورہ تالیف میں ہی اقلیمِ سابع کا ذکر کرتے ہوئے اس کا آغاز سینتالیس درجہ بارہ دقیقہ سے قرار دیا ہے، اور بلغار کو اس اقلیم کے وسط میں اڑتالیس درجہ، اور باون دقیقہ (یعنی قریب انچاس درجہ) پر ہونے کا حکم لگایا ہے، ساتھ ہی ہفت اقلیم کے جمہور کے نزدیک پچاس درجہ اور بیس دقیقہ پر ختم ہونے کا حکم لگایا ہے، اور اس کو محقق طوسی کی ''التذکرۃ'' اور قطب الدین محمود بن مسعود شیرازی فاسی کی تالیف ''التحفۃ'' کے موافق کہا ہے، اور پچپن درجہ پر اس اقلیم کے ختم ہونے کے قول کو غیر معتمد کہا ہے۔

چنانچہ شارح چغمینی قاضی زادہ، مذکورہ تالیف ہی میں فرماتے ہیں:

وابتداء السابع حيث النهار "يه مه" اى خمس عشرة ساعة ونصف وربع.

والعرض "مزيب" اى سبع واربعون درجة واثنتا عشرة دقيقة.

ووسطه حيث النهار "ى و" اى ست عشره ساعة .

والعرض "مح نب" اى ثمان واربعون درجة واثنان وخمسون دقيقة ، وفيه بعض بلاد الصقالية والروس وبلغار وغياض وجبال، ياوى اليها اتراك كالوحوش ، وشمال بلاد ياجوج وماجوج، ونهايات مساكن اتراك الشرق ، وفيه من الجبال والانهار ، كما فى السادس وكون اهله بين الشقرة والبياض، وآخره آخر العمارة عند بعضهم ، وهو من اعتبر ابتداء الاقليم الاول من خط الاستواء.

وعند بعضهم وهو الجمهور تنتهى الى حيث العرض "ن ك" اى

---

[1] گرمیوں میں سورج، شمالی نصف کرہ میں شمال کی طرف رواں دواں ہوتا ہے، لیکن تقریباً 21 جون کو واپس ہوکر مائل بہ جنوب ہوجاتا ہے، اس کو انقلاب شمس صیفی کہتے ہیں۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

خمسون درجة وعشرون دقيقة ، والنهار ست عشرة ساعة وربع، وهو الموافق لما فى التذكرة وتحفه، واما ما يوجد فى بعض النسخ من ان آخره حيث العرض خمس وخمسون درجة، فلا اعتماد عليه.

وانما صار عرض ما بين ابتداء الاقليم الاول الٰى وسطه ، وما بين وسط السابع الى آخره علٰى مذهب من جعل اول خط الاستواء، وآخر الآخر آخر العمارة اكثر بكثير مما بين اوائل الاقاليم الباقية، واوساطها ، ومما بين اوساطها واواخرها.

لتفرق العمارة فيهما جبرا للنقصان الناشى من التفرق فى العمارة بالكثرة الحاصلة فيهما بزيادة العرض.

ولهذا المعنٰى اى لتفرق العماره وقلتها بحيث لا يعتد بها ، لايعدون بالاتفاق من الاقاليم ما وراء خط الاستواء من العمارة ، ولهذا ايضا لا يعد بعضهم اى الجمهور من الاقاليم ما بين خط الاستواء الى عرض "يب م" مع وجود العمارة فيه بلا اشتباه ، ولا ما بين عرض "ن ك" (57) الى آخر العماره ، فان وراء هذا العرض اى عرض "ن ك" (57) عمارات على ما زعموا ان فى عرض "س ح" اى ثلاث وستين درجة جزيرة معمورة تسمى تولى اهلها يسكنون الحمامات لشدة البرد فى اوانه ، والنهار هناك عشرون ساعة، والمشهور انها منتهى العمارة.

وفى عرض "س د" اى اربع وستين درجة ، والمذكوره فى الكتب كما فى التحفة اربع وستون درجة ونصف عمارة اهلها قوم من الصقالية ، لايعرفون شيئا على ما ذكره بطليموس فى المجسطى ، فعلى هذا يكون هو منتهى العمارة ، والنهار هناك احدى وعشرون ساعة.

وفى عرض "س و" (61) عمارات سكانها شبيهة بالوحوش، وهو آخر العمارة ، كما ذكر فى جغرافيا ، والنهار هناك ثلاث وعشرون ساعة (شرح چغمينى، ص۹۸، ۹۹، الباب الاول من المقالة فى المعمور من الارض، مكتبة امدادية، ملتان، پاكستان)

یاقوت بن عبداللہ حموی (المتوفیٰ:626 ہجری) نے بھی "معجمُ البلدان" میں "بلغار" اور

www.idaraghufran.org

’’بلغر‘‘ کے ساتویں اقلیم میں واقع ہونے کی تصریح کی ہے۔ [1]

ابنِ حائک ہمدانی نے بھی اقلیمِ سابع کی انتہاء پچاس درجہ عرض البلد پر قرار دی ہے۔ [2]

اور سبط ابنِ جوزی نے بھی بلادِ بلغار کے ہفت اقلیم میں واقع ہونے کی تصریح کی ہے۔ [3]

شرح چغمینی کی مذکورہ عبارت میں ایک تو محقق طوسی (المتوفیٰ: 672ھ) کی ’’التذکرة‘‘ کا حوالہ دیا گیا ہے، اس کتاب میں بھی ہفت اقلیم کے متعلق یہی بات ذکر کی گئی ہے۔

چنانچہ اس کتاب میں پہلے تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ بڑی عمارات 50 درجہ شمالی عرض البلد تک پہنچی ہوئی ہیں، جس کی وجہ سے اہلِ فن نے ان کو ہفت اقلیم میں تقسیم کیا ہے۔ [4]

پھر اس کے بعد ساتویں اقلیم کے متعلق تحریر کیا گیا کہ ساتویں اقلیم کی ابتداء 47 درجہ 12 دقیقہ سے ہوتی ہے، اور یہاں کا دن 15 گھنٹے 45 منٹ کا ہوتا ہے۔

---

[1] الإقليم السابع :أوله حيث يكون النهار فى الاستواء سبعة أقدام ونصفا وعشرا وسدس عشر قدم، كما هو فى الإقليم السادس، لأن آخره أول هذا، وآخره حيث يكون الظل نصف النهار فى الاستواء ثمانية أقدام ونصفا ونصف عشر قدم، وليس فيه كثير عمران، إنما هو فى المشرق غياض وجبال يأوى إليها فرق من الترك كالمستوحشين، ويمر على جبال باشغرد، وحدود البجناكية، وبلدى سرار، وبلغار، والروس، والصقالبة، والبلغرية، وينتهى إلى البحر المحيط(معجم البلدان، ج ١، ص ٣٢، الباب الثانى، الإقليم السابع)

[2] ويمر الإقليم السابع بوسطه من المشرق إلى المغرب على المواضع التى يكون عرضها وساعات نهارها الأطول ما قد طواه الشرح وابتداؤه من الموضع الذى انتهى إليه عرض الإقليم السادس، وساعاته إلى حيث يكون نهارها الأطول ست عشرة ساعة وربعاً، وعرضه خمسين درجة(صفة جزيرة العرب، ص ٩، ١٠، معرفة قسمة الأقاليم لبطليموس، الإقليم السابع)

[3] الإقليم السابع :إقليم الصين، يبتدء من المشرق على شمال بلاد يأجوج ومأجوج، ثم على بلاد الترك، ثم على سواحل بحر جُرجان، ثم يقطع بحر الروم ويمرُّ على بلاد الصقالبة والقفجاق، ثم بلاد البُلغار وباشقِرُد وما والاها(مرآة الزمان فى تواريخ الأعيان، ج ١، ص ٥٢، فصل فى ذكر الأقاليم الدالة على حكمة الحكيم)

[4] ومعظم العمارة فى طرف الشمال، يقع بين ما تجاوز عشر درجات فى العرض الٰى حدود الخمسين.

فقسمها اهل الصناعة بالاقاليم السبعة طولا(التذكرة للطوسى، ص ٤٦، الباب الثالث فى هيئة الارض وما يلزمها بحسب اختلاف العلويات، الفصل الاول فى جملة من هية الارض واحوالها، مكتبة قطر الوطنية، مخطوطة)

www.idaraghufran.org

اور ہفت اقلیم کا وسط 48 درجہ 54 دقیقہ ہے، اور یہاں کا دن 16 گھنٹے کا ہوتا ہے۔

اور ہفت اقلیم کی انتہاء 50 درجہ 20 دقیقہ ہے، اور یہاں کا دن 16 گھنٹے 15 منٹ کا ہوتا ہے۔ ۱

اور یہ تقسیم موجودہ دور کی تحقیق کے لحاظ سے بھی واقع کے مطابق ہے۔ ۲

محقق طوسی کی طرف سے صبح وشفق کے بارے میں بیان کردہ تفصیل ہم پیچھے ذکر کر چکے ہیں، مزید ذکر آگے آتا ہے۔

اور جہاں تک ''شرح چغمینی'' کی مندرجہ بالا عبارت میں مذکور دوسرے حوالہ ''التحفة الشاهية'' کا تعلق ہے، تو دراصل اس کتاب کا پورا نام ''التحفة الشاهية'' ہے، جو قطب الدین محمود بن مسعود شیرازی فاسی (المتوفی: 710 ہجری) کی تالیف ہے، اس کتاب میں بھی مؤلف نے جمہور کے نزدیک ہفت اقلیم کی انتہاء 50 درجہ اور 20 دقیقہ پر قرار دی ہے، اور بعض کے نزدیک آبادی کی انتہاء پر ہونے کا قول نقل کیا ہے۔ ۳

اور موصوف ہی نے اپنی دوسری تالیف ''نهاية الادراک فی نهاية الافلاک'' میں بھی

---

۱ وأما السابع : فمبدأه حيث النهار خمس عشرة ونصف وربع، والعرض سبع واربعون وخمس. ووسطه حيث النهار ست عشرة، والعرض ثمان واربعون ونصف وربع وثمن. وآخره حيث النهار ست عشرة وربع، والعرض خمسون وثلث (التذكرة للطوسى، ص۴۷، الباب الثالث فى هيئة الارض وما يلزمها بحسب اختلاف العلويات، الفصل الاول فى جملة من هية الارض واحوالها، مكتبة قطر الوطنية، مخطوطة)

۲ پروفیسر عبداللطیف صاحب نے ''تسہیل الفلکیات'' میں عرض البلد کے لحاظ سے اُن مقامات کی تفصیل درج کی ہے، جہاں موسمِ گرما میں شفق غروب نہیں ہوتی، جس میں اُن مقامات کی تاریخوں اور طویل ایام اور مختصر راتوں کے اوقات کا دورانیہ بھی نقل کیا ہے، اور مشہور ممالک اور شہر اور جزائر کے نام بھی درج کیے ہیں (ملاحظہ ہو: تسہیل الفلکیات، ص۳۰۵، باب نہم، مطبوعہ: مکتبہ خالد و عابد، ناظم آباد، کراچی، سنِ اشاعت: 2006ء)

۳ ومبدء السابع حيث النهار خمس عشرة ونصف وربع، والعرض سبع واربعون وخمس. ووسطه حيث النهار ست عشرة، والعرض ثمانى واربعون ونصف وربع وثمن. وآخره عند الجمهور حيث النهار ست عشرة وربع، والعرض خمسون وثلث، وعند البعض منتهى العمارة، وسيجيئ تفصيله (التحفة الشاهية فى علم الهيئة، ص ۲۷۳، الباب الثالث فى هيئة الارض، مكتبة قطر الوطنية، مخطوطة)

www.idaraghufran.org

یہی تحریر فرمایا ہے۔[1]

نیز موصوف مذکور کی تالیف ''التحفة الشاهية'' کے حوالہ سے ہم اٹھارہ درجہ پر طلوعِ صبح وغروبِ شفق کی تفصیل نقل کرنے کے بعد یہ عبارت پہلے نقل کرچکے ہیں:

واذا عرفت ذلک فاعلم انه وان كان انحطاط الشمس من الافق عند اول الصبح وآخر الشفق ثمانی عشرة من دائرة ارتفاعها لكن لاختلاف مطلع قوس الانحطاط يختلف ساعاتهما اعنى التى بين طلوعى الصبح والشمس وبين غروبى الشمس والشفق.

اما فی خط الاستواء فساعات كل "ساعة وخمس" ان كانت الشمس فی الاعتدال لانقطا ع درجات الانحطاط بقدرها من حركة المعدل. لانه دائرة ارتفاعها حينئذ،ولايكون فی موضع من سطح الارض زمان الصبح والشفق اقل من هذا.

واكثر منها ان كانت فی غيره بقدر التفاوت بين درجات الانحطاط (التحفة الشاهية فی علم الهيئة،ص ۱۴۶ ، الباب الثالث فی هيئة الارض،الفصل العاشر فی الصبح والشفق، مكتبة قطر الوطنية، مخطوطة)

اوراسی تالیف کے حوالہ سے یہ عبارت بھی ہم پہلے نقل کرچکے ہیں:

وحيث العرض ثمانية واربعون ونصف اذا كانت الشمس فی المنقلب الذی فی جهة العرض تتصل الشفق بالصبح،لان قوس انحطاطها من دائرة نصف النهار،حينئذ يكون ثمانية عشر جزء ا والآن الذی هو آخر غروب الشفق لكون اول طلوع الصبح،وفيما جاوز العرض ذلک يكون اتصالهما فی زمان بحسب مناقص انحطاطها عن الافق لان طلوع الصبح يكون قبل غروب الشفق (التحفة الشاهية فی علم الهيئة،ص ۱۴۷ ، الباب الثالث فی هيئة الارض،الفصل العاشر فی الصبح والشفق، مكتبة قطر الوطنية، مخطوطة)

---

[1] واما السابع حيث النهار خمس عشرة ونصف وربع، والعرض سبع واربعون وخمس. ووسطه حيث النهار ست عشرة ، والعرض ثمانی واربعون ونصف وربع وثمن.
وآخره حيث النهار ست عشرة وربع، والعرض خمسون وثلث (نهاية الادراک فی دراية الافلاک للشيرازی،الباب الاول فی جملة من هيئة الارض واحوالها، المكتبة البريطانية، رقم المخطوطة: ADD-7482)

نیز قطب الدین محمود بن مسعود شیرازی فاسی کی دوسری تالیف کے حوالہ سے ہم یہ بھی پہلے نقل کر چکے ہیں کہ:

وفی المواضع التی یکون عروضها ثمانیة واربعون ونصف ، اذا کانت الشمس فی المنقلب الصیفی، یتصل الشفق بالصبح ، ولا یوجد ظلمة اللیل، عند وصول الشمس علی دائرة نصف النهار تحت الارض، لان قوس انحطاطها من دائرة نصف النهار حینئذ علی هذا الموضع، یکون ثمانیة عشر جزء ا ، فالآن الذی یکون آخر غروب الشفق، یکون بعینه اول طلوع الصبح.

وفی ما جاوزت عروضها ذلک المقدار، یکون ذلک اعنی اتصال الصبح بالشفق فی زمان اکثر بحسب تناقض انحطاط الشمس عن الافق القدر المذکور، وعلی هذا یکون طلوع الصبح قبل تمام غروب الشفق، بخلاف الموضع الاول، فیکون زمانها من ساعات الشفق وساعات الصبح ایضاً ،ویکثر هذا الزمان لما ذکرنا (نهایة الادراک فی درایة الافلاک للشیرازی، ص ۱۲۲ ،۱۲۳ ، المقالة الثالثة فی هیئة الارض، الباب التاسع فی الصبح والشفق، المکتبة البریطانیة، رقم المخطوطة: ADD-7482)

معلوم ہوا کہ ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد پر منقلبِ صیفی میں صبح اور شفق کا مکمل حصہ موجود ہوتا ہے، یعنی شفق ابیض غروب ہوتی ہے، لیکن ساتھ ہی فجر طلوع ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک عشاء کا وقت نہیں ملتا، جیسا کہ دیگر حضرات نے صراحت فرمائی ہے۔

چنانچہ مغرب طرابلس کے علاقہ کے مشہور فلکی، عبدالرحمان بن محمد بن احمد، ابوزید التاجوری (المتوفی: 999ھجری) کے حوالہ سے ہم پہلے اٹھارہ درجہ پر طلوعِ صبح کا ذکر کرنے کے بعد ان کی تالیف ''شرح الرسالة الماردینیة فی العمل بالربع المجیب'' کے حوالہ سے یہ بھی ذکر کر چکے ہیں کہ:

وسقطت صلاة العشاء عند ابی حنیفة رحمه الله فی هذاالعرض وفیما اکثر

منہ لانعدام المسبب بانعدام سببہ ویقع ذالک حیث کان العرض تسعا واربعین درجۃ فاکثر..وفیہ بعض الصقالیۃ ..وبلغار...ویقع ذالک حیث کان العرض تسعا واربعین (شرح الرسالۃ الماردینی فی العمل بالربع المجیب،ص ۸۸،الباب العاشر فی مقدار حصتی الفجر والشفق،المکتبۃ الأزھریۃ، رقم المخطوط: ۳۷۶ فلک ومیقات، ۴۲۷۵۵ العروسی)

ان عبارات کا مقصود بالکل واضح ہے کہ صبح صادق کا طلوع، اور غروبِ شفقِ معترض کا غیوب اٹھارہ درجہ پر ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے ساڑھے انچاس درجہ عرضِ بلد کے علاقوں میں شفقِ ابیض کی موجوگی میں صبح وفجر ہوجاتی ہے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک عشاء کا وقت ہاتھ نہیں آتا۔

مذکورہ فلکی قاعدہ پندرہ درجہ سے پہلے طلوعِ صادق کا دعویٰ کرنے والے حضرات کے صریح خلاف ہے، کیونکہ ان کے نزدیک تو مذکورہ عرض البلد پر، دونوں طرف سے تین تین (جمع آٹھ) درجات عشائے حنفی کے موجود ہونا لازم ہے کہ وہ مستطیل کا مستطیل کے ساتھ اتصال، اور کاذب وصادق کے مابین تین درجات کے فصل کے قائل ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

ملکِ فرانس کے شہر پیرس، اور مغربی جرمنی کے بعض علاقے، اور کولمبیا، اور کینیڈا، اور روس کے بعض ایسے علاقوں میں جن کا عرضِ بلد اڑتالیس درجہ سے زیادہ، اور انچاس درجہ سے کم، یا انچاس درجہ ہے، ان علاقوں میں بعض ایام میں شفق اور صبح کا اتصال ہوتا ہے، اور یہاں 11 / جون سے 1 جولائی تک (یعنی اکیس یوم) شفق غائب نہیں ہوتی۔

اور پھر مزید عرض البلد بڑھنے پر شفق وصبح کے اتصال کے ایام کا دورانیہ بڑھتا رہتا ہے۔

چنانچہ پچاس درجہ عرض البلد والے علاقوں میں 1 جون سے 11 جولائی تک (یعنی چالیس یوم) شفق اور صبح کا اتصال ہوتا ہے، جس میں برطانیہ کے بعض علاقے، اور منگولیا، کینیڈا، بلجیم، جرمنی، یوکرین، ہالینڈ، اور برلن وغیرہ کے بعض علاقے شامل ہیں۔

اورساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد ہی سے اتصالِ شفق وصبح کی ابتداء ہونے کے قاعدہ پر بلغار کی بعض راتوں میں وقتِ عشاء مفقود ہونے کا مسئلہ بھی متفرع تھا۔

چنانچہ ’’مراقی الفلاح ‘‘ کی شرح ’’حاشیۃ الطحطاوی‘‘ اوردیگر فقہی کتب کے حوالہ سے آگے آتا ہے کہ بلغار کے بعض علاقوں میں سال کی گرمیوں کی چالیس راتوں تک عشاء کا وقت نہیں ملتا۔ [1]

علامہ ابنِ عابدین شامی نے بھی یہی تصریح کی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اوراحمد بن فضلان کے حوالہ سے آگے آتا ہے کہ انہوں نے تین سونو ہجری میں بلغار کا دورہ کیا، اور وہاں متعدد ایام تک عشاء کے وقت کو نہیں پایا۔ [2]

---

[1] قوله" :کبلغار "قال فی القاموس بلغر کقرطق یعنی بضم فسکون والعامة تقول بلغار مدینة الصقالبة ضاربة فی الشمال شدیدة البرد اهـ قوله" :فی أقصر لیالی السنة "وهو أربعون لیلة فی أول الصیف عند حلول الشمس رأس السرطان فإن الشمس تمکث عندهم علی وجه الأرض ثلاثا وعشرین ساعة وتغرب ساعة واحدة علی حسب عرض البلد (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص۱۷۸، کتاب الصلاة)

(ومن لم یجد وقتهما) أی العشاء والوتر بأن کان فی بلدة یطلع الفجر فیه کما یغرب الشمس قبل أن یغیب الشفق قال فی المعراج :والثانی واقع فی بلاد بلغار انتهی .وقیل :إنهم یمکثون أربعین لیلة فی أقصر أیام السنة کما تغرب الشمس یطلع الفجر(النهر الفائق، ج۱، ص۱۶۱، کتاب الصلاة)

(قوله :بأن کان فی بلد یطلع الفجر فیه إلی آخره) قال العینی -رحمه الله -ویذکر أن بعض أهل بلغار لا یجدون فی کل سنة وقت العشاء أربعین لیلة فإن الشمس کما تغرب من ناحیة المغرب یظهر الفجر من المشرق اهـ(حاشیة الشلبی علیٰ تبیین الحقائق، ج۱، ص۸۱، کتاب الصلاة، مواقیت الصلاة)

[2] قال:ودخلت أنا وخیّاط کان للملک من أهل بغداد– قد وقع إلی تلک الناحیة– قبّتی لنتحدّث، فتحدّثنا بمقدار ما یقرأ إنسان أقلّ من نصف سبع ونحن ننتظر أذان العتمة.
فإذا بالأذان فخرجنا من القبّة وقد طلع الفجر فقلت للمؤذّن: أی شیء أذّنت؟ قال:أذان الفجر قلت: فالعشاء الآخرة؟ قال: نصلّیها مع المغرب قلت: فاللّیل؟ قال: کما تری وقد کان أقصر من هذا إلا أنّه قد أخذ فی الطول، وذکر أنه منذ شهر ما نام خوفا أن تفوته صلاة الغداة، وذلک أنّ الإنسان یجعل القدر علی النّار وقت المغرب ثم یصلی الغداة وما آن لها أن تنضج.
قال:ورأیت النهار عندهم طویلا جدا، وإذا أنه یطول عندهم مدة من السنة ویقصر اللیل ثم یطول اللیل ویقصر النهار، فلما کانت اللیلة الثانیة جلست خارج القبة، وراقبت السماء، فلم أر من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بلغار کے ان علاقوں کی ہی بات ہے، جو پچاس درجہ عرض البلد پر واقع ہیں، جیسا کہ پیچھے گذرا۔

پس اس مسئلہ سے کاذب مستطیل اور شفقِ مستطیل کے اتصال کا دور دراز سے بھی تعلق نہ تھا۔

لیکن ایک تسامح کی بنیاد پر ایسا سمجھا گیا، اور بات کہیں سے کہیں نکل گئی۔

احمد بن علی بن احمد فزاری اور حکیم ابوالفتح خازن کا حوالہ

احمد بن علی بن احمد فزاری قلقشندی قاہری (المتوفیٰ: 821ہجری) نے اپنی تالیف ''صبح الاعشی ''میں چوتھے باب کے ذیل میں ایک عنوان اس طرح قائم کیا ہے:

"الإقليم السابع بلاد البلغار"

پھر اس ضمن میں انہوں نے تحریر کیا کہ:

بضم الباء الموحدة وسكون اللام وفتح الغين المعجمة وألف ثم راء مهملة فى الآخر .وهـم جنس معروف أيضا .قـال صاحب حماة فى تاريخه :وهم منسوبون إلى بلدان يسكنونها.

وقاعدتها مدينة (بلار) بضم الباء الموحدة وفتح اللام وألف وراء مهملة فى الآخر .

قال فى تقويم البلدان :ويقال لها بالعربى بلغار -وموقعها فى الإقليم السابع من الأقاليم السبعة، أو فى الشمال عنه .

قـال فـى الأطـوال وطولها ثمانون درجة، والعرض خمسون درجة وثلاثون دقيـقة؛ وهـى بـلـدة فى نهاية العمارة قريبة من شط نهر إتل من البر الشمالى الشرقى، وهى وصراى فى بر واحد، وبينهما فوق عشرين مرحلة، وهى فى

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الـكـواكـب إلا عـددا يسيـرا ظننت أنه نحو الخمسة عشر كوكبا متفرقة، وإذا الشفق الأحمر الذى قبـل الـمـغـرب لا يغيب بتة، وإذا الليل قليل الظلمة يعرف الرجل الرجل فيه من أكثر من غلوة سهم .255

قـال:ورأيـت الـقـمر لا يتوسط السماء بل يطلع فى أرجائها ساعة ثم يطلع الفجر فيغيب القمر(رساله ابن فضلان = رحلة ابن فضلان الى بلاد الترک والروس والصقالبة،ص۸۳، ۸۴، الصقالبة)

www.idaraghufran.org

وطاة والجبال عنها أقل من يوم؛ وأهلها مسلمون حنفية، وليس بها شيء من الفواكه ولا أشجار الفواكه لشدة بردها، والفجل الأسود في غاية الكبر.

قال السلطان عماد الدين صاحب حماة :وقد حكى لي بعض أهلها أن في أول الصيف لا يغيب الشفق عنها ويكون ليلها في غاية القصر .ثم قال : وهذا الذي حكاه صحيح موافق لما يظهر بالأعمال الفلكية، لأن من عرض ثمانية وأربعين ونصف يبتدیء عدم غيبوبة الشفق في أول فصل الصيف، وعرضها أكثر من ذلك، فصح ما تقدم على كل تقدير (صبح الاعشى في صناعة الانشاء، ج۴،ص ۴۶۰،الباب الرابع،الفصل الاول، المقصد الثانى، القسم الثانى، الإقليم السابع بلاد البلغار)

ترجمہ: ''بلغار'' بائے موحدہ کے پیش اور ''لام'' کے سکون اور ''غین معجمہ'' کے فتحہ اور الف کے ساتھ ہے، جس کے آخر میں ''رائے مہملہ'' ہے، اور یہ معروف جنس بھی ہے، صاحبِ ''حماۃ'' نے اپنی تاریخ میں یہ فرمایا کہ ''یہ لوگ ایسے شہروں کی طرف منسوب ہیں، جن میں وہ رہتے ہیں''۔

اور اس کا قاعدہ ''مدینۃ بلار'' بائے موحدہ کے پیش، اور ''لام'' کے فتح، اور الف اور آخر میں رائے مہملہ کے ساتھ ہے۔

''تقویم البلدان'' میں فرمایا کہ اس کو عربی میں ''بلغار'' کہا جاتا ہے، جس کا محلِ وقوع، سات اقالیم میں سے، ساتویں اقلیم میں ہے، یا اس کے شمال میں ہے۔

''الاطــــــوال ''میں فرمایا کہ اس کا طول 80 درجے ہے، اور اس کا عرض 50 درجے اور 30 دقیقے ہے، اور یہ شہر، آبادی کی انتہاء میں واقع ہے، جو ''بِرِ شمالی شرقی'' کے ''نہرِ اتلی'' کے کنارے کے قریب میں ہے، اور وہ اور ''صرای'' بِرِ واحد میں واقع ہیں، اور ان کے درمیان 20 مرحلہ سے زیادہ کا فاصلہ ہے، اور یہ نشیب میں واقع ہے، اور پہاڑ اس سے ایک دن سے کم کے فاصلہ پر ہیں، اور اس کے رہنے والے حنفی مسلمان ہیں، اور وہاں کوئی بھی میوہ اور میوہ دار درخت نہیں ہیں، سردی کی شدت کی وجہ سے، اور ان کی (سبزی کی قسم) کالی مولی انتہائی بڑی ہے۔

سلطان عماد الدین ''صاحبِ حماۃ'' کہتے ہیں کہ مجھ سے بلغار کے بعض باشندوں نے روایت کیا کہ گرمی کی ابتداء میں ان سے شفق غائب نہیں ہوتی، اور اس کی رات بہت چھوٹی ہوتی ہے، پھر فرمایا کہ یہ بات جو انہوں نے کہی، صحیح ہے، اعمالِ فلکیہ سے ظاہر ہونے والے قواعد کے موافق ہے، کیونکہ ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد سے، گرمیوں کی ابتداء میں عدمِ غیوبتِ شفق کا آغاز ہوجاتا ہے، اور بلغار کا عرض البلد اس سے زیادہ ہے، پس مذکورہ قول بہر تقدیر صحیح ہے (صبح الاعشیٰ)

اس سے معلوم ہوا کہ بلغار میں عدمِ غیوبتِ شفق کا نہ ہونا، ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد سے، گرمیوں کی ابتداء میں عدمِ غیوبتِ شفق کا آغاز ہونے کے اصول پر ہی متفرع ہے۔

اور اس زمانہ میں بلغار کا اطلاق، جس علاقہ پر کیا جاتا تھا، اس کا جمہور کے نزدیک عرض البلد سینتالیس درجہ بارہ دقیقہ سے زیادہ، اور پچاس درجہ اور بیس دقیقہ سے کم تھا، قاضی زادہ، اور صاحب معجم البلدان نے بلغار کا عرض البلد اڑتالیس درجہ، اور باون دقیقہ (یعنی انچاس درجہ کے قریب) قرار دیا ہے۔

اسی درجہ پر محققین متقدمین امام ابوحنیفہ کے نزدیک، عشاء کے مفقود ہونے کا صاف طور پر حکم بھی لگا چکے ہیں۔

اور ہم پانچویں، چھٹی صدی ہجری کے عرصہ میں مسلمانوں کے انتہائی مستند فلکی اور مہندس، حکیم ابوالفتح خازن (المتوفیٰ: 550 ہجری) کی مشہور تالیف ''الزیج المعتبر السنجری'' کے حوالہ سے یہ تصریح پہلے نقل کر چکے ہیں کہ:

فصل: وقد سبق فی بعض البلدان الشمالیة والبلغار حیث عرض بلد انهم مط(۴۹)او اکثر اذا نزلت الشمس حوالی نقطه الانقلاب الصیفی فلایغیب شفقهم ویتصل آخره بطلوع الفجر فیفوتهم وقت صلاة العتمة ،فیجب علیهم قضائها کمالو فاتت لعلة غیرها.

وذلک اذاکانت الشمس نازلة فی نظائر البروج الجنوبیة التی غایة ارتفاع درجاتها فی دائرة نصف النهار ثمانیة عشر جزء ا اودونها.

www.idaraghufran.org

واما اذا کانت فی زائدها فیغیب الشفق عنهم ویطلع الفجر (الزیج المعتبر السنجری، المقالة الثالثة فی الطوالع، القسم السادس فی سمتی الارتفاع والقبلة واوقات الصلاة، الباب الرابع فی اوقات الصلاة، مکتبه قطر الوطنية، مخطوطة)

ترجمہ: فصل: اور یہ بات گذر چکی ہے کہ بعض شمالی، اور بلغار کے علاقوں میں جہاں کے شہروں کا عرض انچاس درجہ، یا اس سے زیادہ ہوتا ہے، جب سورج انقلابِ صیفی (ماہِ جون) کے نقطہ کے اردگرد نزول کرتا ہے، تو ان کی شفق غائب نہیں ہوتی، اور شفق کا آخری حصہ (یعنی شفقِ معترض کا آخری حصہ) طلوعِ فجر (یعنی بیاضِ معترض کے آخری حصہ) کے ساتھ مل جاتا ہے، جس کے نتیجہ میں ان کی نمازِ عشاء کا وقت فوت ہوجاتا ہے، پھر ان کے ذمہ اس کی قضاء واجب ہوجاتی ہے، جیسا کہ اگر کسی دوسری وجہ سے فوت ہوجائے۔

اور یہ (یعنی 49 درجہ و مابعد کے جنوبی عرض بلد والے علاقوں میں شفق کا غائب نہ ہونا، اور وقتِ عشاء کا نہ ملنا) اس صورت میں ہوتا ہے، جب سورج اس طرح کے جنوبی بروج والے علاقوں میں نازل ہوتا ہے، جن کا غایتِ ارتفاعِ درجات، نصف النہار کے دائرہ، یعنی اٹھارہ 18 درجہ میں ہوتا ہے، یا اس سے کم میں۔

لیکن جب (ان جنوبی علاقوں میں) سورج اٹھارہ 18 درجہ سے زائد کے دائرہ میں ہوتا ہے، تو مذکورہ شمالی علاقوں میں شفق بھی غائب ہوتی ہے، اور فجر بھی طلوع ہوتی ہے (الزیج المعتبر)

حضرت مفتی رشید احمد صاحب جو شرح چغمینی اور بعد کے حضرات کی اتباع کرتے ہیں، وہ چونکہ اٹھارہ درجہ پر طلوعِ کاذب، اور اس کے تین درجہ بعد پندرہ درجہ پر طلوعِ صادق کے قائل ہیں، ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد پر مذکورہ تفصیل ان کے موقف کے خلاف تھی، اس لئے وہ اس میں ایسی تاویلات کرنے پر مجبور ہوئے، جو جمہور فلکیین وفقہائے محققین کی تصریحات سے مطابقت نہیں رکھتیں۔

چنانچہ انہوں نے اپنے رسالہ ''صبح صادق'' میں فرمایا:

''بلغار، اور بلغاریہ میں اشتباہ واقع ہوا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ دو الگ الگ مقام ہیں، بلغاریہ کا عرض البلد ۴۳ ہے، اور بلغار تقریباً ۶۳ عرض البلد پر ہے (پھر شیخ خلیل کاملی کی عبارت، جس پر کلام آگے آتا ہے، نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں)

علاوہ ازیں تحقیقاتِ جدیدہ اور مشاہدات سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

بڑے دنوں میں شفق ابیض مستطیل (۱۸، زیرِ افق) کے عدمِ غروب کا مقام ۵´ ۴۸ عرض البلد سے اوپر ہے، اور شفقِ ابیض مستطیر (۱۵ زیرِ افق) کے عدمِ غروب کا ۵ ´۵۱ سے اوپر، اور شفقِ احمر (۱۲ زیرِ افق) کے عدمِ غروب کا ۵ ´۵۴ سے اوپر ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ ۵ ´۵۱ عرض البلد تک بالاتفاق عشاء کا وقت پایا جاتا ہے، بلکہ اس سے بھی آگے ۵ ´۵۴ عرض البلد تک بھی فقدان وقتِ عشاء کے قول کی گنجائش نہیں، اس لئے کہ وہاں تک شفقِ احمر ہر موسم میں غروب ہوتی ہے۔

اور وقتِ عشاء کے لئے مفتیٰ بہ قول یہی ہے، شفقِ ابیض کے قائلین بھی ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر ترکِ نماز کی اجازت دینے کے بجائے قولِ شفقِ احمر ہی کو واجب العمل قرار دیں گے۔

بلغاریہ (۴۳ عرض البلد) میں تو شفقِ ابیض مستطیل (۱۸ زیرِ افق) بھی ہر موسم میں غروب ہو جاتی ہے۔

لہٰذا اگر کوئی معاند، وقتِ عشاء کے لئے غروبِ شفقِ ابیض مستطیل ہی پر مصر ہو، تو اس کے نظریہ کے مطابق بھی بلغاریہ میں ہر موسم میں وقتِ عشاء پایا جاتا ہے۔

البتہ بلغار کا عرض البلد چونکہ ۵ ´۵۴ سے زائد ہے، اس لئے وہاں بڑے بڑے دنوں میں شفقِ احمر بھی غروب نہیں ہوتی، اور باتفاق وقتِ عشاء مفقود ہے (صبح

صادق،ص ۳۰ و۳۱، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج ۲،ص ۱۸۶، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ ،ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع:۱۴۲۵ھ)

پھر مفتی صاحب موصوف نے یاقوت حموی، اور شرح چغمینی وغیرہ کی عبارات تحریر کی ہیں، لیکن وہ عبارات مکمل نقل نہیں کیں، حالانکہ ان عبارات میں بھی بلغار کے بارے میں یہی حکم مذکور ہے، جو ہم نے ذکر کیا۔

اور مفتی صاحب موصوف نے کوئی ایک حوالہ بھی بلغار کے تریسٹھ درجہ عرض البلد پر ہونے کا نقل نہیں کیا، جو ساتویں اقلیم میں داخل نہیں کہلاتا۔

ہم یاقوت حموی اور شرح چغمینی ودیگر کی عبارات وتصریحات پہلے نقل کر چکے ہیں۔

تحقیقاتِ جدیدہ ،مشاہدات، نیز محققین کی تصریحات کا مفتی صاحب موصوف کے موقف کے خلاف ہونا، محققین کے متعدد حوالہ جات سے ثابت ہو چکا ہے۔

اور متعدد اہلِ لغت نے ''بلغار'' اور ''بلغر'' کا اطلاق ایک ہی چیز پر کیا ہے۔

چنانچہ ''القاموسُ المحیط''میں ہے:

بلغر، کقرطق، والعامة تقول:بلغار: مدینة الصقالبة، ضاربة فی الشمال، شدیدة البرد (القاموس المحیط،۳۵۴، باب الراء، فصل الباء)

اور ''تا جُ العروس''میں ہے:

بلغر: :(بلغر، کقرطق) ، أهمله الجوهری وصاحب اللسان، (والعامة تقول :بلغار) ، وهاذا هو المشهور، وهو الذی جزم به غیر واحد، کیاقوت وصاحب المراصد، قالوا :هی مدینة الصقالبة، ضاربة فی الشمال، شدیدة البرد) ، وقد نسب إلیها بعض المتأخرین (تاج العروس للزبیدی، ج ۱۰ ،ص ۲۵۰ ،باب الراء ، مادة ''بلغر'')

اور ابنِ فندمہ بیہقی (المتوفیٰ:565ھ) لکھتے ہیں:

وکان ملک البلغار وتلک النواحی التی تدعی بمجموعها البلغر (تاریخ بیهق، ج ۱ ،ص ۱۵۶ ، القسم الأول،باب فی بناء سبزوار، والوقائع العظیمة التی حدثت هناک)

اور قاضی زادہ کے حوالہ سے بلغار کا وسطِ ہفت اقلیم میں ہونا، اور ہفت اقلیم کی انتہاء کا پچاس درجہ بیس دقیقہ سے زیادہ، بالخصوص پچپن درجہ قرار دینے کے قول کا جمہور کے نزدیک غیر معتمد ہونا پہلے گذر چکا ہے۔

جس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بلغار کے عرض البلد کو پچاس درجہ بیس دقیقہ سے زیادہ قرار دینے، بالخصوص پچپن درجہ قرار دینے کا قول بھی غیر معتمد ہے، چہ جائیکہ اس کو تریسٹھ درجہ عرض البلد پر قرار دیا جائے، اور اس کو ہفت اقلیم سے بالکلیہ خارج کر دیا جائے۔

قابلِ حیرت امر یہ ہے کہ مفتی صاحب موصوف نے قاضی زادہ کی شرح چغمینی کی عبارت کو بھی مکمل نقل نہیں کیا، اور اس عبارت میں بلغار کے وسطِ ہفت اقلیم میں واقع ہونے، اور بلغار کے اڑتالیس درجہ، اور باون دقیقہ پر واقع ہونے، اور ہفت اقلیم کے پچپن درجہ تک اطلاق کیے جانے کے قول کے غیر معتمد ہونے کو بھی نظر انداز کر دیا۔

اب اگر شارح چغمینی وغیرہ کے حوالہ کو سامنے رکھ کر بلغار کا عرض البلد زیادہ سے زیادہ پچاس درجہ اور بیس دقیقہ بھی تسلیم کر لیا جائے، اور مفتی صاحب موصوف کے موقف کے مطابق شفقِ بیاضِ معترض کا غیوب پندرہ درجہ پر قرار دیا جائے، تو بلغار میں ایک رات کا بھی ایسا آنا ممکن نہیں کہ جس میں شفق غائب ہونے سے پہلے طلوعِ فجر ہو جائے، اور عشاء کی نماز کا وقت فوت ہو جائے۔

جبکہ فقہائے کرام کی تصریح یہ ہے کہ وہاں ایک نہیں، کئی راتیں ایسی آتی ہیں۔

اور جن حضرات نے بلغار کا عرض البلد 55 درجے شمالی بیان کیا ہے۔ [1]

---

[1] ومدینۃ "بلغار" کانت علی خمس وخمسین درجۃ من العرض الشمالی، وعرض "قزان" اکثر منہ بخمس واربعین دقیقۃ، وطولھا فی ست وستین درجۃ وست واربعین دقیقۃ من الجزائر الخالدات، وطول "بلغار" اکثر منہ بشیئ نحو ست عشر دقیقۃ (ناظورۃ الحق فی فرضیۃ العشاء وان لم یغب الشفق، صفحۃ ۳۸۴، القسم الخامس، المطلب الرابع فی ان الصلوات الخمس فرض فی جمیع البلاد، مطلب: مدینۃ بلغار، تالیف: الشیخ الامام ھارون بن بھاؤالدین المرجانی، مطبوعۃ: دارالفتح، عمان، الاردن، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۳۳ ھ، 2012ء)

www.idaraghufran.org

وہ اول تو جمہور کے قول کے خلاف ہے، دوسرے اس کا اطلاق مجازاً ایک وسیع علاقہ پر کیا گیا ہے۔

اور اگر بالفرض بلغار کا پچپن درجہ عرض البلد پر واقع ہونا تسلیم کیا جائے، تو فلکی اعتبار سے ایسے عرض البلد پر 9 مئی سے 3 اگست تک (یعنی دو ماہ چھبیس ایام) شفق غائب نہ ہونا، اور صبح سے متصل ہونا قرار دیا جائے گا، جو اگرچہ فقہاء کے چالیس راتوں میں عشاء مفقود ہونے کی تصریح کے خلاف ہے، لیکن ساڑھے اڑتالیس درجہ سے اس عمل کے آغاز ہونے کے کلیہ میں پھر بھی داخل ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ مختلف زمانوں میں بلغار کا اطلاق مختلف علاقوں پر ہوا ہو، اور کسی نے کسی علاقہ، یا زمانہ کی حالت بیان کی ہو، اور کسی نے کسی دوسرے علاقہ وزمانہ کی حالت کا ذکر کیا ہو، جیسا کہ بلغار کی مختلف زمانوں کی تواریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس پر مختلف ادوار میں مختلف حالات گذرے ہیں، کسی دور میں یہ سلطنتِ عثمانیہ کے زیرِ اثر تھا، اور کسی زمانہ میں اس سے الگ تھا۔ [1]

---

[1] بلغاريا: دولة أوربية .عاصمتها صوفيا تقع جنوب شرق أوربا .يحدها البحر الأسود من الشرق، ويوغسلافيا السابقة من الغرب، ورومانيا من الشمال واليونان وتركيا من الجنوب .وتبلغ مساحتها نحو (110.669) كم .2وتنقسم بلغاريا إلى عدة أقاليم تضاريسية هي :هضبة الدانوب وجبال البلقان ووادى ماريتزاومرتفعات رودوب .ومناخ بلغاريا حار صيفًا، بارد شتاءً، وعدد سكانها نحو (9.021.000) نسمة وفق إحصائية سنة (1413)هـ 1992=م)، وهم من عناصر شتى، منها البلغار ويمثلون (% 85.5)،والأتراك ويمثلون (% 8.6)، والغجر بنسبة (% 2.6) إلى جانب كل من المقدونيين والأرمن، والروس واليونانيين، ومعظم السكان مسيحيون، ويبلغ عدد المسلمين مليونى نسمة، يرعى شئونهم مفتٍ أكبر، ولهم نحو (1200) مسجد، وقد تعرضوا لمحاولات تهدف إلى تذويبهم فى المجتمع البلغارى، فالمتحف الموجود الآن فى العاصمة أصله مسجد خُرِّبت منارته .واللغة السائدة هى البلغارية، وتوجد التركية واليونانية .وتعتمد بلغاريا فى اقتصادها على الزراعة والثروة الحيوانية والثروة المعدنية والصناعة .وكان معظم بلغاريا إحدى ولايات الإمبراطورية الرومانية، ثم خضعت لبيزنطة، ثم قامت مملكة بلغاريا الأولى ثم عادت مرة أخرى إلى بيزنطة، ونجح أبناؤها مرة أخرى فى إقامة مملكة بلغاريا الثانية، وفى سنة (773هـ = 1371م) اعترف حكام بلغاريا ومقدونيا بسيادة السلطان العثمانى عليها، ثم تحالفت بلغاريا مع الصرب والبوسنة ضد العثمانيين، وقد نجح العثمانيون فى دخول ترنوفو عاصمة المملكة البلغارية

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب تو پچپن درجہ عرض البلد تک بھی شفقِ احمر کے ہر موسم میں غروب ہونے کے قائل ہیں، جن کے قول کا جمہور فقہاء واہلِ ہندسہ کے موقف پر منطبق ہونا ممکن نہیں۔ [1]

بہر حال اگر کوئی بلغار کے عرض البلد کے پچاس درجہ سے بھی زیادہ ہونے کا دعویٰ کرے، تو اس سے ہمارے مقصود پر فرق واقع نہیں ہوتا، کیونکہ اس میں وقتِ عشاء کے مفقود ہونے کا مسئلہ ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد سے صبح وشفق کے ملنے کے آغاز پر متفرع ہے، اور عرض جتنا بڑھتا جاتا ہے، اتنا ہی اس عمل کا دورانیہ بڑھتا جاتا ہے، جیسا کہ اوپر احمد بن علی بن احمد فزاری قلقشندی کے حوالہ سے گذرا، دیگر متعدد محققین کی تصریحات بھی اس بارے میں موجود ہیں۔

اور آگے آتا ہے کہ ساڑھے اڑتالیس درجہ اور اس سے اوپر 66 درجہ تک کے عرض البلد والے علاقوں کے بعض موسموں میں شفق غائب نہ ہونے کی وجہ سے عشاء کا وقت ہاتھ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الثانية،فاصطبغت بصبغة عثمانية، وشكل المسلمون فى شرقها أغلبية كبيرة، وتطورت المدن البلغارية تطورًا كبيرًا فى هذه الفترة .وبسبب رفع الموظفين المحليين لمعدلات الرسوم المطلوبة؛اشتعلت الفتنة ضد العثمانيين، ودعمتها روسيا؛ وكان ذلک سبب قيام الحرب التركية الروسية، وبعد انتهاء الحرب، تقرر تقسيم بلغاريا إلى ثلاثة أقسام :إمارة بلغاريا، وكانت تحت سيادة اسمية للعثمانيين، وتؤدى لهم جزية سنوية، ويحكمها مسيحى يوافق عليه العثمانيون .ولاية الرومللى المشرقية .مقدونيا .وفى سنة (1327هـ = 1909م) أعلن فرديناند دى ساس استقلال بلغاريا واعترفت بها تركيا وروسيا، ودخلت بلغاريا الحرب العالمية الأولى والثانية، وسقطت بها الملكية، وقامت جمهورية بلغاريا الشعبية سنة (1367هـ = 1947م)، وتولى حكمها شيوعيون. وبلغاريا عضو فى عدد من المنظمات الدولية، منها هيئة الأمم المتحدة(الموسوعة الموجزة فى التاريخ الإسلامى، ج ۱۱، ص ۱۱۳، و ۱۱۴، مادة"بلغاريا")

[1] چنانچہ صاحبِ ''ناظورۃ الحق'' جو بلغار کو پچپن درجہ عرض البلد پر کہتے ہیں، وہ بھی مخصوص ایام میں یہاں شفقِ احمر کے غیوب کے قائل ہیں۔

ومنهم : من يقول : ان الوقت يدخل، لان الشفق هو الحمرة على الاصح، وهى تغيب (ناظورة الحق فى فرضية العشاء وان لم يغب الشفق، ص ۳۹۰، القسم الرابع: الخاتمة، مطلب فى تفصيل احوال اهل بلغار فى المسألة،مطبوعة: دارالفتح ، عمان، الاردن، الطبعة الاولىٰ ۱۴۳۳ھ، 2012ء)

www.idaraghufran.org

نہیں آتا، اس میں جہاں کئی دوسرے علاقے شامل ہیں، ان میں ''بلغار'' بھی داخل ہے، اور مخصوص راتوں میں شفق غائب نہ ہونے کے سلسلہ میں بعض حضرات نے مجازاً وسیع رقبہ کو شامل کیا ہے، جس میں ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد سے لے کر 66 درجہ عرض البلد تک کے علاقے شامل ہیں۔

اور ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد سے صبح وشفق کے ملنے کا اصول اور اس کی بناء پر بلغار میں وقتِ عشاء مفقود ہونے کا مسئلہ مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کے موقف کی واضح تردید کرتا ہے، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

مفتی سید محمد افضل حسین صاحب تحریر فرماتے ہیں:

> اس کے کلام سے دھوکہ کھا کر کسی نے قوم کے کلام میں لفظِ ''شفق'' سے بیاضِ مستطیل اور لفظِ ''صبح'' سے صبح کاذب سمجھ لیا، اور پھر اپنے خیال کے مطابق اس پر متفرع کر کے یہ لکھ دیا کہ ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد پر صبح کاذب سے شفق متصل ہو جاتی ہے، بعد کو آنے والوں نے بھی غور نہیں کیا، اور تقلید کر لی، اور یہ کوئی نادر بات نہیں ہے، بلکہ ایسی نظیریں بہت ملتی ہیں کہ ایک نے غلطی کی، اور بے توجہی میں دوسروں نے اس کی تقلید کر لی (صبح وشفق، ص۲۰ ''جواب سوال سوم'' طابع: سیدہ دختر حضرت بحرالعلوم، نشاط آباد، فیصل آباد، پاکستان)

مسلم فلکیین کا مقصد تو یہ بتانا تھا کہ فلاں عرض البلد سے غیر معتدل علاقوں کا آغاز ہوتا ہے، جہاں چوبیس گھنٹوں میں بعض نمازوں کے اوقات ہاتھ نہیں آتے، اور غروب کے بعد کی شفق غائب ہونے سے قبل طلوعِ فجر صادق ہو جاتی ہے، اور اس طرح شفق وصبح کے متصل ہونے سے رات کا وہ حصہ نہیں پایا جاتا، جس میں عشاء کی نماز پڑھی جاتی ہے۔

بعد میں آنے والوں نے سچی اور اصل صبح وشفق کو کاذب سمجھ لیا، اور اس طرح اس بات کو آگے چلا دیا، حالانکہ نہ تو مطلق صبح سے کاذب کو مراد لینا درست ہے، نہ ہی مطلق شفق سے شفقِ کاذب کو مراد لینا درست ہے، بالخصوص جبکہ متعدد محققین نے رات وعشاء کے مفقود ہونے کی

بھی صراحت کردی ہو، اور نہ ہی کاذب کا کاذب کے ساتھ اتصال فلکی اعتبار سے درست قرار پاسکتا، اور نہ ہی یہ کوئی ایسا مسئلہ تھا جسے مسلمان فلکیین کو بیان کرنے کی ضرورت تھی، بر خلاف صبح صادق کے شفقِ صادق کے ساتھ متصل ہونے کے کہ اس سے نماز، روزہ کے اہم احکام وابستہ تھے، اسی مقصد کے تحت اس کی تخریج و تحقیق کی گئی، اور پھر فقہاء نے بھی اس پر مسائل کی تخریج کی۔

برجندی کا حوالہ

اب نویں صدی کے ایک عالم علامہ برجندی (المتوفی: 934ہجری) کے حوالہ کے متعلق ملاحظہ فرمائیں۔ [1]

منسکہ رسالہ کے مؤلف فرماتے ہیں:

علامہ برجندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ثمانية عشر جزء ا،هذا هو المشهور،ووقع فی بعض کتب ابی ریحان انه سبعة عشر جزء ا،وهذا فی ابتداء الصبح الکاذب واما فی ابتداء الصبح الصادق فقیل انه خمسة عشر جزء ا.

(صبح صادق اور عشاء کا صحیح وقت، حقیقت میں پندرہ درجے کے مطابق ہے، صفحہ نمبر ۲۵، مطبوعہ: مدرسہ تعلیم الاسلام، چارسدہ، اشاعتِ اول ۱۴۳۹ھ)

---

[1] البرجندی(بعد 935ھ -بعد 1528م)

عبد العلی بن محمد بن حسین البرجندی :فلکی من فقهاء الحنفیة .نسبته إلی "برجندة " بترکستان.

له "شرح النقایة مختصر الوقایة -خ "بدأ به قاسم بن قطوبغا وتوفی سنة 879فأکمله البرجندی فی القسطنطینیة سنة 932ھ منه نسخة فی الصادقیة .وله "حاشیة علی شرح ملخص الجغمینی، لقاضی زاده -خ "فی الظاهریة، و "شرح الفوائد البهیة "فی الحساب، و "شرح المنار للنسفی "فی الأصول، و "شرح مختصر التذکرة النصیریة -خ "فلک، فی أوقاف بغداد(الأعلام، للزرکلی ،ج۴،ص ۳۰،حرف العین، مادة "عب")

اس بارے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ علامہ برجندی کی اس عبارت کا حوالہ لکھنا چاہیے تھا، تاکہ سیاق وسباق کو ملاحظہ کر کے مکمل صورتِ حال کو دیکھا جاسکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ مذکورہ عبارت میں ابوریحان البیرونی کی بعض کتب میں سترہ، یا انیس درجہ پر ابتدائے صبح کاذب کا ذکر کیا گیا ہے، اور یہ خلافِ واقعہ بات ہے، ابوریحان البیرونی کی تصریحات اس حکم کے بارے میں صبح صادق سے متعلق ہونے کی ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔

پس ابوریحان البیرونی کا حوالہ اگر کسی درجہ میں مفید ہوسکتا ہے، تو وہ صبح صادق کے بارے میں ہے۔

اور اسی سے علامہ برجندی کا تسامح معلوم ہوگیا، پھر ان کی اس بارے میں اتباع صواب پر کیسے مبنی قرار پاسکتی ہے۔

اور تیسری بات یہ ہے کہ اٹھارہ درجہ پر جو مشہور قول لکھا ہے، یہ قول صبح صادق کے بارے میں ہے۔

ہم پہلے علامہ آلوسی کے حوالہ سے فجرِ ثانی اور صبح صادق کے بارے میں یہ عبارت نقل کر چکے ہیں کہ:

وَهُوَ فِي الْمَشْهُورِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ جُزْءًا (روح المعانی، ج۱۵ ص۲۶۳، سورۃ التکویر)

چوتھی بات یہ ہے کہ یہ انتہائی تعجب خیز امر ہے کہ صبح کاذب کا تو درجہ یقینی طور پر معلوم کر لیا جائے، جس پر کوئی دینی حکم مبنی نہیں، اگر ہے بھی، تو صرف اتنا کہ اسے اصل صبح نہ سمجھا جائے، اور صبح صادق جیسی اہم چیز کا حکم لفظِ ''قیل'' کے ساتھ بیان کیا جائے۔

مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب اپنے رسالہ ''صبح صادق'' میں لکھتے ہیں کہ:

قدیم علمائے ھیئت کے علاوہ فقہ اور فلکیات دونوں کے ماہر علامہ برجندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے کہ یہ صبح کاذب ہے، اور صبح صادق اس سے

www.idaraghufran.org

تین درجات بعد میں ہوتی ہے (صبح صادق،ص۶،مشمولہ''احسن الفتاویٰ،ج ۲،ص۱۶۲،کتاب الصلاۃ،مطبوعہ: ایچ،ایم سعید کمپنی،کراچی،طبع:۱۴۲۵ھ)

حالانکہ علامہ برجندی نے تین درجات کا تفاوت ہونے کی بات نہیں لکھی،اور پندرہ درجہ پر جو قول برجندی نے لکھا،وہ بھی منسلکہ رسالہ نویس کے بقول''قیــــل''کے ساتھ لکھا،اور اس کی نسبت ابو ریحان البیرونی کی طرف کرنے میں خطاء کی۔

مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے مذکورہ رسالہ میں ہی ایک جگہ لکھا کہ:

ونقل العلامة عبد الحليم اللكنوی رحمه الله تعالىٰ فی حاشيته علی شرح الچغمينی عن العلامة عبد العلی البرجندی رحمه الله تعالىٰ فی شرح(قوله اذا كان انحطاط الشمس ثمانية عشر جزء ا) هذا هو المشهور ووقع فی بعض كتب ابی ريحان انه سبعة عشر جزء ا،وقيل انه تسعة عشر جزء ا وهذا فی ابتداء الصبح الكاذب واما فی ابتداء الصبح الصادق فقد قيل ان انحطاط الشمس حينئذ خمسة عشر جزء ا والله تعالىٰ اعلم.

(صبح صادق،ص۸،و۹،مشمولہ''احسن الفتاویٰ،ج ۲،ص۱۶۴و۱۶۵،کتاب الصلاۃ،مطبوعہ: ایچ،ایم سعید کمپنی،کراچی،طبع:۱۴۲۵ھ)

اس عبارت میں بھی مفتی صاحب موصوف نے برجندی کے حوالہ سے جو عبارت علامہ عبد الحلیم لکھنوی کے حاشیہ سے نقل کی ہے،اس میں تین درجہ کے تفاوت کا کوئی ذکر نہیں۔

پھر تین درجہ کے تفاوت کی نسبت علامہ برجندی کی طرف کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے،اگر وہ اس بات کے قائل ہوتے،تو پھر''قیل''کے ساتھ سترہ درجہ پر صادق کو کیوں لکھتے۔

اور اگر ابو ریحان البیرونی سے صبح کاذب کا ایک قول سترہ درجہ کا ہی مان لیا جائے،تو ابو ریحان البیرونی اور دیگر متقدمین سے صادق کے درجہ کو بھی بیان کرنا چاہیے۔

جبکہ ہم باحوالہ بیان کر چکے کہ ابو ریحان البرونی نے اٹھارہ،یا سترہ درجہ کی بات صادق کے متعلق لکھی ہے۔

اور تین درجہ تفاوت پر کلام آگے خلیل کاملی کے حوالہ کے ذیل میں آتا ہے۔

بہرحال برجندی کی مذکورہ غلط فہمی وتسامح کا نتیجہ یہ ہے کہ برجندی نے محقق طوسی کی تالیف ''التذکرۃ'' کی شرح میں اٹھارہ 18 درجہ پر صبح کاذب کا حکم تحریر کردیا ہے، جس کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

(وقد عرف بالتجربة)ای بالآلات الرصدية الصالحة لمعرفة انحطاط الكواكب(ان انحطاط الشمس من اول طلوع الصبح)وهو البياض المستطيل المسمى بالكاذب(وآخر الشفق)وهو الساطع المستدق المستطيل الذى قلما يدرك ضياؤه لوقوعه فى وقت النوم ورجوع الناس الى مساكنهم للاستراحة بخلاف اول الصبح فانه وقت استكمال الراحة والاستعداد للمصالح فالناس منتظرون فيه طليعة النهار بطلوع الفجر لينشروا لابتغاء حوائجهم(يكون ثمانية عشر جزء ا)من دائرة الارتفاع المارة بمركز الشمس وهذا حكم مطرح فى جميع الآفاق لكن لاختلاف مطالع قوس الانحطاط يختلف الساعات الى بين طلوع الصبح والشمس والىٰ بين غروبى الشمس والشفق(ففى البلاد التى تكون عروضها ثمانية و اربعين جزء ا ونصفا،تتصل الشفق بالصبح)الكاذب(اذا كانت الشمس فى المنقلب الصيفى) بتلك العروض(شرح التذكرةفى علم الهيئة،ص ۱۸۹، الباب الثالث فى هيئة الارض، الفصل التاسع فى الصبح والشفق)

اس بارے میں عرض ہے کہ علامہ برجندی نے مذکورہ کتاب کے متن کے بعض دیگر شارحین کی طرح محقق طوسی کی عبارت ''اول طلوع الصبح '' سے کاذب کو مراد لے لیا، حالانکہ اس سے مراد ''صبح کا اول وقت، یعنی طلوعِ صادق'' اور ''آخرِ شفق'' سے شفق کا آخری وقت، یعنی غروبِ شفق مراد ہے، کیونکہ فجر، یا صبح کی طرف اول کی اضافت کی گئی ہے، اور اسی طرح ''شفق'' کی طرف ''آخر'' کی اضافت کی گئی ہے۔

اور اگر ''الصبح الاول '' جیسے الفاظ استعمال ہوتے، تو پھر یہ موصوف اور صفت ہوتا، جس میں صفت، موصوف کا غیر نہیں ہوا کرتی اور ایسی صورت میں اس کے معنیٰ ''صبح کے اول وقت'' کے بجائے ''پہلی صبح'' ہوتے۔

محقق طوسی کی ’’التذکرۃ‘‘ کی اصل عبارت پہلے گزر چکی ہے، جس میں کہ ’’عند اول طلوع الصبح و آخر الشفق ‘‘کے الفاظ ہیں ’’عند طلوع الصبح الاول و الشفق الآخر ‘‘کے الفاظ ہوتے، تو الگ بات ہوتی۔ [1]

جس میں فرق بالکل ایسا ہی ہے، جیسا کہ ’’الباب الاول ‘‘یا ’’الفصل الاول ‘‘کے مقابلہ میں ’’أَوَّلُ الْباب‘‘یا ’’أَوَّلُ الْفصل‘‘میں فرق ہے۔

اور جب مطلق ’’صبح‘‘ بولا جائے، تو اس سے صادق ہی مراد ہوا کرتا ہے۔ [2]

اور اس غلط فہمی کی وجہ ابوریحان البیرونی کی طرف نسبت میں تسامح ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

اس کے علاوہ انقلابِ صیفی میں مذکورہ عرضِ بلد پر صبح کاذب اور شفقِ کاذب کا اتصال بھی واقع کے مطابق نہیں، جیسا کہ آگے ’’تشریح الافلاک‘‘ کی عبارت کے ضمن میں آتا ہے۔

’’جدُ الممتار ‘‘میں برجندی کے اس موقف کی تردید کرتے ہوئے، اس کو صبح صادق پر محمول کیا گیا ہے، اور صبح کاذب کے صادق سے بہت پہلے ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، جس کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

قد عرفت بالتجربۃان اول الصبح و آخر الشفق إنما یکون إذا کان انحطاط

---

[1] وقدعرف بالتجربة أن انحطاط الشمس من الارض عند اول طلوع الصبح ،وآخر غروب الشفق، یکون ثمانیة عشر جزء ا، ففی البلاد التی تکون عرضها ثمانیة واربعین ونصفا ، یتصل الصبح بالشفق ، اذا کانت الشمس فی المنقلب الصیفی، وفیما جاوزت عروضها ذلک المقدار، یکون ذلک فی زمان اکثر بحسب تناقص انحطاط الشمس عن الافق القدر المذکور، وتبین مما وصفنا السبب تحدید الصبح والشفق المذکور فیما مر للافق الرحوی اهـ(التذکرة فی الهیئة للطوسی، ص ۵۹ الیٰ ۶۱، الباب الثالث فی هیئة الارض، الفصل التاسع فی الصبح والشفق، مکتبة قطر الوطنیة)

[2] م :(والمراد بالفجر) ش :یعنی فی قوله أن الفجر لم یطلع م :(الفجر الثانی) ش :وهو الفجر الصادق وهو المعتبر فی الصلاة والصوم لا الفجر الکاذب(البنایة شرح الهدایة،ج۴، ص ۱۰۳، کتاب الصوم)

محقق طوسی کی فارسی ’’الزبدۃ‘‘ میں ہے:

وچوں آفتاب بافقِ مشرق نزدیک شود انجا کہ بسطِ خیط مضروط نزدیک تر بود، نور آفتاب از میان ظلمت پیدا کرد، وآن نور را ’’صبح‘‘ خوانند (الزبدۃ، فارسی ص ۴۳، باب بیست وچہارم، در ہیئت صبح وشفق)

www.idaraghufran.org

الشمس ثمانيةعشرجزء .اهـ.شرح چغمنی.

هـذافی ابتداء الصبح الكاذب،واما فی ابتداء الصبح الصادق فقدقيل :ان انحطاط الشمس حينئذخمسة عشرجزء .والله تعالیٰ اعلم .اهـ . برجندی

(اقول) :هـذاعجب كل العجب من مثل العلامة وكانه لم يتفق له التجربةوالمشاهدة.والحق ان ابتداء الصبح الصادق وانتهاء الشفق الابيض على انحطاط ثمانية عشر، به شهدت المشاهداتُ المتكررةوالتجاربُ المتقررة.

واماالصبح الكاذب فقبل ذٰلک بكثير (جد الممتار، ج۲:، ص: ۱۱،و۱۲، کتاب الصلاۃ، باب الاوقات، مطلب فی تعبده ــ عليه الصلاة و السلام قبل البعثة، دار اهل السنة لتحقيق الكتب و الطباعة و النشر، كراتشی، باكستان)

تشریح الافلاک کا حوالہ

اب ’’تشریح الافلاک‘‘ نامی کتاب کی عبارت کوملاحظہ کرلیا جائے۔

یہ کتاب دراصل بہاء الدین محمد بن حسین عاملی (المتوفیٰ:1031ھ) کی تالیف ہے،اور عاملی ’’تشریح الافلاک‘‘میں لکھتے ہیں:

فيرى الضوء مرتفعامن الافق مستطيلا ومابينه وبين الافق مظلما وهو الصبح الكاذب.

ثم اذا قربت الشمس جدا رؤى الضوء معترضا وهو الصبح الصادق،ثم يرى محمرا،والشفق يبدأ بالحمرة،ثم مبيضا معترضا ثم مرتفعا مستطيلا،وقد علم بالتجر بة ان انحطاط الشمس عن الافق فی اول الصبح الكاذب وفی آخر الشفق ثمانية عشر درجة،ففی عرض ”مح ل“(ثمان واربعون ونصف)يتصل الشفق بالصبح الكاذب اذا كانت الشمس فی المنقلب الصيفی او غاية انحطاطها لا تزيد على ثمانية عشر درجة (تشريح الافلاک،ص ۴۲،الفصل الخامس،فی الصبح والشفق،الصبح الكاذب)

ترجمہ: پھرافق سے اوپر مستطیل روشنی دکھائی دیتی ہے،اوراس روشنی اورافق کے

درمیان اندھیرا ہوتا ہے۔

اور یہ ہی صبح کاذب ہے۔

پھر جب سورج بہت زیادہ قریب ہوجاتا ہے، تو چوڑائی والی روشنی دکھائی دیتی ہے، اور یہی صبح صادق ہے۔

پھر سرخی دکھائی دیتی ہے، اور شفق کی ابتداء سرخی پر ہوتی ہے، پھر چوڑائی میں سفیدی ہوتی ہے، پھر اونچائی میں مستطیل ہوتی ہے۔

اور تجربہ سے معلوم ہوا کہ صبح کاذب کی ابتداء اور شفق کے آخر میں سورج کا افق سے انحطاط، اٹھارہ 18 درجہ پر ہوتا ہے، پس ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد میں شفق، صبح کاذب کے ساتھ مل جاتی ہے، جب سورج، گرمیوں کے انقلاب کے زمانہ میں ہوتا ہے، یا اپنی انتہائی انحطاط میں ہوتا ہے، تو وہ اٹھارہ 18 درجہ سے زیادہ نیچے نہیں جاتا (تشریح الافلاک)

تشریح الافلاک نامی یہ کتاب ایک عرصہ تک برِصغیر کے مدارس میں شاملِ نصاب رہی، جس کی متعدد شروحات وحواشی لکھے جاتے رہے، جس کی متعدد شارحین اور حاشیہ نگاروں نے پیروی کی، جن میں تشریح الافلاک کی شرح "التصریح" بھی شامل ہے، اس بناء پر ہمارے بعض بلاد میں اس کو شہرت حاصل ہوگئی، اور اس کے مطابق بعض فتاویٰ بھی جاری ہوتے رہے، اور متقدمین کی کتب تک رسائی نہ ہونے کے باعث، تسامح کا ازالہ نہ ہوسکا۔

بہاء الدین عاملی کا شمار شیعہ امامی علماء میں ہوتا ہے، جن کی ایک تصنیف "اسرار البلاغۃ" بھی ہے۔ [1]

---

[1] بهاء الدين العاملى(1031 - 953هـ = 1622 - 1547م)

محمد بن حسين بن عبد الصمد الحارثى العاملى الهمذانى، بهاء الدين :عالم أديب إمامى، من الشعراء .ولد ببعلبک، وانتقل به أبوه إلى إيران .ورحل رحلة واسعة، ونزل بأصفهان فولاه سلطانها (شاه عباس) رياسة العلماء ، فأقام مدة ثم تحول إلى مصر .وزار القدس ودمشق وحلب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ کتاب میں اٹھارہ 18 درجہ پر جو ابتدائے کاذب کا حکم لگایا گیا، یہ خطاء وتسامح پر مبنی ہے، جس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

اولاً:......اٹھارہ 18 درجہ پر ظاہر ہونے والی روشنی کو کاذب قرار دینا متقدمین کی تصریحات کے خلاف ہے۔

ثانیاً:...... پیچھے بعض دیگر شیعہ علماء، اور خود عاملی کے شاگرد علامہ محمد جواد بن سعد کاظمی کے حوالہ سے یہ تصریح گذر چکی ہے کہ:

”وقد علم بالتجربة والامتحان بالألات لائقة به عند اهل هذا الفن أن الشمس إذا كانت منحطة عن الأفق الشرقى ثمانية عشر درجة يبتدى طلوع الصبح الصادق“

اس میں تجربہ، اور اس فن دانوں کے آلاتِ معتبرہ کے امتحان سے اٹھارہ 18 درجہ پر کاذب کے بجائے ”صادق“ کے طلوع ہونے کی ابتداء کی تصریح ہے۔

اور علامہ محمد جواد بن سعد کاظمی کا یہ پرزور انداز اپنے استاد کے موقف سے اختلاف اور اس کے تسامح پر مبنی ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔

ثالثاً:...... تشریح الافلاک کی مذکورہ عبارت میں صبح کاذب کے بارے میں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ:

”فيرى الضوء مرتفعامن الافق مستطيلا ومابينه وبين الافق مظلما وهو الصبح الكاذب“

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وعاد إلى أصفهان، فتوفى فيها، ودفن بطوس .أشهر كتبه (الكشكول -ط) و (المخلاة -ط) وهما من كتب الأدب المرسلة، لا أبواب ولا فصول .وله (العروةالوثقى) فى التفسير، و (الفوائد الصمدية فى علم العربية -خ) و (الحبل المتين -خ) فى الحديث، طبع بعضه، و (أسرار البلاغة -ط) و (الزبدة) فى الأصول، و (خلاصة فى الحساب -ط) و (تشريح الأفلاک -ط) و (استفادة أنوار الكواكب من الشمس -خ) مقالة.
وله رسائل، وشعر كثير .وبالفارسية (نان وحلوى) أى خبز وحلوى، وهو نظم فى التصوف، و (شير وشكر) أى لبن وسكر، ونظم فى التصوف أيضا (الاعلام للزركلى، ج٦، ص١٠٢، حرف الميم، مادة "مح")

www.idaraghufran.org

یعنی کاذب، افق سے اوپر مستطیل روشنی کی شکل میں ہوتی ہے، اور اس کے اور افق کے درمیان اندھیرا ہوتا ہے۔

جس کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ کاذب، افق پر نہیں ہوتی، اگر افق پر ہوتی، تو افق پر اندھیرے کے بجائے روشنی ہوتی۔

اور طلوع وغروب کا قاعدہ ایک ہونے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ شفقِ ابیض کے غروب کے بعد کی روشنی کی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔

جبکہ مشاہدہ بتلاتا ہے کہ اٹھارہ 18 درجہ پر جو مشرقی افق پر روشنی ظاہر ہوتی ہے، وہ افق پر ظاہر ہوتی ہے، اس وقت افق پر اندھیرا نہیں ہوتا، اور اٹھارہ 18 درجہ پر جو رشنی مغربی افق سے غائب ہوتی ہے، اس سے پہلے افق پر ہی وہ روشنی موجود ہوتی ہے، پس وہ بھی افق سے ہی غائب ہوتی ہے۔

اگر یہ کاذب ہوتی، تو فجر کے وقت اٹھارہ 18 درجہ کے بعد، اور شفق کے وقت اٹھارہ 18 درجہ سے پہلے افق پر اندھیرا موجود ہونا لازم تھا۔

لہٰذا مذکور درجہ پر ظاہر ہونے والی روشنی پر خود علامہ عاملی کی تصریح کے مطابق کاذب کا انطباق نہیں ہوتا۔

رابعاً:......تشریح الافلاک کی مذکورہ عبارت میں، اور اس سے پہلے علامہ برجندی کی شرح میں جو ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد پر طرفین کی روشنیوں کے باہم متصل ہونے کا حکم ان الفاظ میں لگایا گیا ہے کہ:

"یتصل الشفق بالصبح الکاذب"

اس کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اس عرض البلد پر رات کو شفقِ ابیض کے غروب کے بعد نمودار مستطیل، ذنبِ سرحان کے مثل روشنی، ختم نہیں ہوتی کہ اسی حال میں اس کے بالمقابل دوسری جہت سے، اسی نوعیت کی مستطیل، ذنبِ سرحان کے مثل روشنی، نمودار ہو جاتی ہے۔

پس ضروری ہوگا کہ ذنبِ سرحان کے مثل مستطیل روشنی کا موجود ہونے کی حالت میں زاویہ اوررخ مغرب سے مشرق کی طرف تبدیل ہو جائے۔

اورطرفین سے اس روشنی کا افق کے بجائے افق سے دور ہونا بھی ضروری ہوگا،اورافق پر اندھیرا موجود ہونا لازم ہوگا۔

جبکہ مشاہدہ ان تمام چیزوں کی نفی کرتا ہے، کیونکہ اس عرض البلد کی وہ روشنی، نہ تو ذنبِ سرحان کے مثل طولانی و مستطیل ہوتی، بلکہ معترض ہوتی ہے،اور نہ ہی اس کا مذکورہ طریقہ پر زاویہ تبدیل ہوتا،اور نہ ہی افق پر اس وقت اندھیرا ہوتا، بلکہ افق روشن ہوتا ہے،جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اسی لئے ابن الصادق الحسینی نے تشریح الافلاک کے حاشیہ میں اس پر اعتراض وارد کیا ہے۔ [1]

پس موجودہ عرض البلد پر بعض ایام میں جو فجر اور شفق کی روشنی کی معیت ہوتی ہے،اس پر صادق کی تعریف منطبق ہوتی ہے،جس کا موجودہ زمانہ کے بعض بلاد میں کھلی آنکھوں مشاہدہ کیا جاتا ہے،یہ روشنی مستطیل کے بجائے معترض ہوتی ہے،اوراس کے اورافق کے درمیان ظلمت نہیں ہوتی۔

لہٰذا عاملی نے جو کاذب کی تعریف کی ہے،وہ اس پر صادق نہیں آتی۔

خامساً:......مذکورہ اوراس سے زیادہ عرض البلد والے علاقوں میں اگر انقلابِ صیفی میں اٹھارہ 18 درجہ پر''صبح کاذب'' کے''شفقِ کاذب'' سے متصل ہونے کا حکم لگایا جائے،تو اس کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہ ہوگا کہ ان علاقوں میں رات ہوتی ہے۔

---

[1] ولکنہ یرد علیٰ ھذا انہ یلزم ان یتصل الشفق بالصبح فی عرض "لہ"(ای ٣٦)بیانہ انہ اذا کان انحطاط الشمس فی اول الصبح الکاذب،وآخر الشفق ثلاثین درجۃ،یلزم ظھور الصبح کلما کان الانحطاط بھذاالمقدار وفی اول السرطان لایصیر انحطاطھا اکثر من ثلاثین درجۃ فی ذلک العرض کما لایخفی علی المتامل ،فیلزم اتصالھما کما ادعینا،فتامل(حاشیۃ ،ابن الصادق علی تشریح الافلاک،الفصل الخامس،فی الصبح و الشفق،الصبح الکاذب)

www.idaraghufran.org

اور جب ان علاقوں میں رات ہوتی ہے، تو بالاتفاق نمازِ عشاء کا وقت ہاتھ لگتا ہے، کیونکہ صبح کاذب، اور شفقِ کاذب کا وقت بالاتفاق ''عشاء کے وقت میں داخل ہے، اور ''صبح کاذب'' کا ''شفقِ کاذب'' سے اتصال قرار دیا جارہا ہے، تو اس دوران رات ختم ہی نہ ہوگی، بلکہ رات کا ایک حصہ ہی رات کے دوسرے حصہ سے مل رہا ہوگا۔

لیکن اہلِ فن، اور فقہائے کرام کی تصریح اس کے برعکس یہ ہے کہ یہاں وقتِ عشاء نہیں پایا جاتا، اور اسی وجہ سے انہوں نے ایسے علاقہ میں عشاء کی نماز فرض ہونے نہ ہونے اور اس کی ادائیگی کے طریقے کی بحث کی ہے، اور بعض حضرات نے شفقِ احمر غروب نہ ہونے، اور بعض نے شفقِ ابیض غروب نہ ہونے کی تصریح کی ہے۔

جبکہ شفقِ ابیض کا غروب 15 درجہ زیرِ افق قرار دینے والے حضرات، تین درجہ کے تفاوت کو ملحوظ رکھ کر، شفقِ احمر کے غروب کو 12 درجہ زیرِ افق پر قرار دیتے ہیں (ملاحظہ ہو: احسن الفتاویٰ، ج۲، ص۱۱۴، کتاب الصلاۃ، بعنوان ''طویل النہار مقامات پر اوقاتِ نماز وروزہ''، مطبوعہ: ایچ ایم سعید، کراچی، طبع پنجم ۱۴۱۴ ہجری)

جس کا اصولی اعتبار سے ساڑھے اڑتالیس درجہ سے اوپر کے عرض البلد پر صادق آنا، اور منطبق ہونا ممکن نہیں، کیونکہ مذکورہ موقف کے حاملین کے نزدیک تو امام ابوحنیفہ کے علاوہ دوسرے فقہاء کے نزدیک صرف بارہ درجہ پر عشاء کا وقت ہاتھ آجانا، اور پندرہ درجہ پر سب کے نزدیک فجر کا وقت ہاتھ آجانا لازم ہے، اور اگر اس عرض البلد پر اٹھارہ 18 درجہ تک سورج نیچے ہو، تو نہ تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک عشاء کا وقت فوت ہونے کے کوئی معنیٰ ہوں گے، اور نہ ہی دیگر فقہائے کرام کے نزدیک عشاء کا وقت فوت ہونے کے کوئی معنی ہوں گے۔

اور رات کے معدوم ہونے کا مطلب یہی ہے کہ طلوعِ صادق سے پہلے کا وقت نہیں ہوتا۔

موجودہ تحقیق کے مطابق ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد تک سورج ماہِ جون میں اٹھارہ

18 درجہ نیچے چلا جاتا ہے، اور شفق غائب ہو جاتی ہے، لیکن جوں ہی اس سے آگے بڑھتا ہے، تو عدمِ غیوبتِ شفق کا آغاز ہو جاتا ہے۔

چنانچہ موجودہ نقشوں میں ملاحظہ کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اڑتالیس درجہ، اور پچتالیس دقیقہ والے عرض البلد پر ماہِ جون کی 13 تاریخ سے، 27 جون تک سورج اٹھارہ 18 درجہ سے نیچے نہیں جاتا، اور شفق غائب نہیں ہوتی، اور 12 جون کو یہاں شفقِ ابیض کا غروب بارہ بج کر ایک منٹ پر، اور بیاض معترض کا طلوع اس کے صرف تیئس منٹ بعد بارہ بج کر چوبیس منٹ پر ہو جاتا ہے، اور 28 جون کو شفقِ ابیض کا غروب بارہ بج کر دس منٹ پر اور بیاضِ معترض کا طلوع اس کے صرف بارہ منٹ بعد بارہ بج کر بائیس منٹ پر ہو جاتا ہے، اور مذکورہ دونوں تاریخوں کے درمیان میں سورج رات کو اٹھارہ درجہ زیرِ افق سے تجاوز کئے بغیر، دوسری طرف سے برآمد ہو جاتا ہے، اسی کو صبح اور شفق کا اتصال کہا جاتا ہے۔

پیرس (جس کا عرض البلد 48.51 اور طول البلد 2.21 ہے) میں 11 / جون سے یکم جولائی تک شفق غائب نہیں ہوتی، یعنی یہاں بھی شفقِ صادق کا صبح صادق کے ساتھ اتصال ہوتا ہے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ ساڑھے اڑتالیس درجہ کے بعد سے شفق کے صبح صادق کے ساتھ ملنے کا آغاز ہو جاتا ہے، اور یہاں سے منقلبِ صیفی میں عدمِ غیوبتِ شفقِ ابیض کی صورت میں وقتِ عشاء فوت ہونے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، اور عرض البلد زیادہ ہونے پر مزید ایام کا اضافہ، اور زیرِ افق جانے میں کمی ہوتی چلی جاتی ہے۔

اور یہ اصول اٹھارہ درجہ پر طلوعِ کاذب کے طلوع اور پندرہ درجہ پر طلوعِ صادق کے طلوع کے موقف پر ہرگز صادق نہیں آتا، بلکہ اٹھارہ درجہ پر صبح صادق کے موقف پر ہی پوری طرح صادق آتا ہے۔

امام فخرالدین رازی کا حوالہ

امام فخرالدین رازی نے اپنی تفسیر میں ''تشریح الافلاک'' کی طرح اس طرح کے عرض البلد والے شمالی علاقوں میں انقلابِ صیفی میں رات کے، اور انقلابِ شتوی میں شمالی علاقوں میں دن کے معدوم ہونے کی صراحت کی ہے۔ [1]

اور بھی متعدد اہلِ فن نے یہی حکم بیان کیا ہے۔

اب اٹھارہ 18 درجہ زیرِ افق پر صبح کاذب، اور شفقِ کاذب کو مراد لے کر، اس طرح کے عرض البلد میں انقلابِ صیفی میں دونوں کے متصل ہونے کا حکم لگانا، اس لئے درست نہیں بنتا کہ یہاں درحقیقت انقلابِ صیفی میں رات معدوم ہوتی ہے، اور انقلابِ شتوی میں دن معدوم ہوتا ہے، اور صبح کاذب وشفقِ کاذب کا اتصال دونوں صورتوں میں درست نہیں بنتا۔

احمد بن فضلان بن العباس کا حوالہ

احمد بن فضلان بن العباس بن راشد بن حمّاد البغدادی، جو عباسیوں کے دورِ حکومت 309 ہجری میں بلغار کے دورہ پر گئے، وہ اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں:

''ہم غروب کے بعد آدھا گھنٹہ کے قریب ٹھہرے، اور ہم عشاء کی اذان کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک موذن نے اذان دی، ہم باہر نکلے تو فجر طلوع ہو چکی تھی، میں نے موذن سے کہا کہ تم نے کس چیز کے لئے اذان دی، اس نے کہا کہ

---

[1] أن يصير العرض مثل تمام الميل، وهاهنا ينعدم غروب المنقلب الصيفى وطلوع الشتوى لكنهما يماسان الأفق، وعند بلوغ الاعتدال الربيعى أفق المشرق، والخريفى أفق المغرب يكون المنقلب الصيفى فى جهة الشمال والشتوى فى جهة الجنوب وحينئذ ينطبق فلك البروج على الأفق، ثم يطلع من أول الجدى، إلى أول السرطان دفعة، ويغرب مقابله كذلك ثم تأخذ البروج الطالعة فى الغروب، والغاربة فى الطلوع، إلى أن تعود الحالة المتقدمة، وينعدم الليل هناك فى الانقلاب الصيفى، والنهار فى الشتوى(التفسير الكبير،للرازى، ج۴،ص ۱۶۳،سورة البقرة،الفصل الأول فى بيان أحوال الأرض)

فجر کے لئے اذان دی، میں نے کہا کہ عشاءِ اخیرہ کا کیا ہوا؟ تو اس نے کہا کہ ہم اس کو مغرب کے ساتھ ہی پڑھ لیتے ہیں، میں نے کہا کہ رات کا کیا بنا؟ تو اس نے کہا کہ آپ دیکھ ہی رہے ہو؟ (یعنی بس اتنی ہی نیم رات تھی، جو مغرب کے وقت میں ہی گذر گئی) اور اس سے بھی چھوٹی ہوجاتی ہے، اور ایک ماہ تک صبح کی نماز قضاء ہونے کے ڈر سے رات کو سو ہی نہیں سکے، جس کی وجہ یہ تھی کہ انسان مغرب کے وقت ہانڈی کو آگ پر پکنے کے لئے رکھتا تھا، پھر فجر کی نماز پڑھتا تھا، لیکن ہانڈی پک کر تیار نہیں ہوتی تھی، اور ہم نے ان کے یہاں بہت زیادہ طویل دنوں کا مشاہدہ کیا، پھر جب دوسری رات ہوئی، تو ہم بیٹھ گئے، لیکن ہم نے آسمان میں بہت تھوڑی تعداد میں ستارے دیکھے، ہمارے گمان کے مطابق ان کی متفرق جگہوں میں تعداد پندرہ سے اوپر ہوگی، اور مغربی جہت میں شفقِ احمر بالکل بھی غائب نہیں ہوتی تھی، اور رات (یعنی مغرب کے بعد کی ساعت) بہت کم اندھیری والی ہوتی تھی، جس میں ایک آدمی، دوسرے آدمی کو ایک غلوہ تیر والی مقدار (تین چار ہاتھ) سے زیادہ کے فاصلہ پر پہچان لیا کرتا تھا، اور چاند ایک گھنٹہ کی امید پر طلوع ہوتا تھا، پھر فجر طلوع ہوجاتی تھی، اور چاند غائب ہوجاتا تھا“۔ [1]

---

[1] قال: ودخلت أنا وخيّاط كان للملک من أهل بغداد– قد وقع إلى تلک الناحية– قبّتی لنتحدّث، فتحدّثنا بمقدار ما يقرأ إنسان أقلّ من نصف سبع ونحن ننتظر أذان العتمة.
فإذا بالأذان فخرجنا من القبّة وقد طلع الفجر فقلت للمؤذّن: أی شیء أذّنت؟ قال: أذان الفجر قلت: فالعشاء الآخرة؟ قال: نصلّيها مع المغرب قلت: فاللّيل؟ قال: كما ترى وقد كان أقصر من هذا إلا أنّه قد أخذ فی الطول، وذكر أنه منذ شهر ما نام خوفا أن تفوته صلاة الغداة، وذلک أنّ الإنسان يجعل القدر على النّار وقت المغرب ثم يصلى الغداة وما آن لها أن تنضج.
قال: ورأيت النهار عندهم طويلا جدا، وإذا أنه يطول عندهم مدة من السنة ويقصر الليل ثم يطول الليل ويقصر النهار، فلما كانت الليلة الثانية جلست خارج القبة، وراقبت السماء، فلم أر من الكواكب إلا عددا يسيرا ظننت أنه نحو الخمسة عشر كوكبا متفرقة، وإذا الشفق الأحمر الذى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

’’معجمُ البلدان‘‘ کا حوالہ

ابوعبداللہ یاقوت حموی (المتوفی: 626ہجری) نے بھی ’’معجمُ البلدان‘‘ میں بلغار کے متعلق یہی تفصیل نقل کی ہے۔ [۱]

علامہ ابنِ عابدین شامی کا حوالہ

نیز علامہ ابنِ عابدین شامی نے ’’ردالمحتار‘‘ میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

’’بلغار میں، فجر کا طلوع، غروبِ شفق سے پہلے ہوجاتا ہے، جس کا مقتضاء یہ ہے کہ ان سے صرف عشاء اور وتر کا وقت مفقود ہوجاتا ہے، حالانکہ ان سے فجر کا وقت بھی فوت ہوجاتا ہے، کیونکہ وقتِ صبح کی ابتداء، دراصل طلوعِ فجر ہے، اور طلوعِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قبل المغرب لا يغيب بتة، وإذا الليل قليل الظلمة يعرف الرجل الرجل فيه من أكثر من غلوة سهم 255 .

قال:ورأيت القمر لا يتوسط السماء بل يطلع فى أرجائها ساعة ثم يطلع الفجر فيغيب القمر(رساله ابن فضلان = رحلة ابن فضلان الى بلاد الترک والروس والصقالبة،ص ۸۳، ۸۴، الصقالبة)

[۱] قال :ودخلت أنا وخياط كان للملک من أهل بغداد قبتى لنتحدث فتحدثنا بمقدار ما يقر الإنسان نصف ساعة ونحن ننتظر أذان العشاءِ، فإذا بالأذان، فخرجنا من القبة وقد طلع الفجر، فقلت للمُؤذن :أى شىء أذنتَ قال :الفجر .قلت :فعشاءُ الأخيرة .قال :نصليها مع المغرب . قلت :فالليل، قال :كما ترى، وقد كان أقصَرَ من هذا، وقد أخذ الآن فى الطول، وذكر أنه منذ شهر ما نام الليل خوفاً من أن تفوته صلاة الصبح، وذلک أن الإنسان يجعل القدر على النار وقت المغرب ثم يصلى الغداة وما آن لها أن تنضج، قال: ورأيت النهار عندهم طويلا جدا، وإذا أنه يطول عندهم مدة من السنة ويقصر الليل، ثم يطول الليل ويقصر النهار،

فلما كانت الليلة الثانية جلست فلم أر فيها من الكواكب إلا عددا يسيرا ظننت أنها فوق الخمسة عشر كوكبا متفرقة، وإذا الشفق الأحمر الذى قبل المغرب لا يغيب بتة، وإذا الليل قليل الظلمة يعرف الرجل الرجل فيه من أكثر من غلوة سهم، قال: والقمر إنما يطلع فى أرجاء السماء ساعة ثم يطلع الفجر فيغيب القمر(معجم البلدان ، ج ۱ ص ۴۸۷،الباب الخامس، باب الباء واللام وما يليهما، مادة” بلغار“)

www.idaraghufran.org

فجر، سے پہلے، اندھیرا ضروری ہے، اور بقاءِ شفق کے ساتھ اندھیرا نہیں پایا جاتا‘‘۔ [1]

علامہ ابنِ عابدین شامی کے مذکورہ موقف کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ جب تک شفق غروبِ شمس کے بعد ’’مغربی جہت میں ہے، اس وقت اس کو رات کا حکم حاصل ہے، اگرچہ اس کو وقتِ عشاء کا حکم حاصل نہ ہو، بلکہ وقتِ مغرب کا حکم حاصل ہو، لیکن جب اس شفق نے اپنی جہت کو مشرق کی طرف طلوع کے لئے کرلیا، تو پھر طلوع سے پہلے کے وقت کو ’’وقتِ فجر‘‘ کا حکم حاصل ہو گیا۔

علامہ ابنِ نجیم کا حوالہ

علامہ ابنِ نجیم نے بھی ’’کنز الدقائق ‘‘ کی شرح ’’البحر الرائق‘‘ میں، بلغار کے سال کی سب سے چھوٹی راتوں میں غیوبِ شفق سے پہلے طلوعِ فجر کا حکم لگایا ہے۔ [2]

’’حاشیۃ الشلبی‘‘ کا حوالہ

اور ’’تبیین الحقائق‘‘ کے ’’حاشیۃ الشلبی‘‘ میں ہے کہ:

بعض أهل بلغار لا يجدون فی كل سنة وقت العشاء أربعين ليلة فإن

---

[1] (قوله :كبلغار) بضم الباء الموحدة فسكون اللام وألف بين الغين المعجمة والراء، لكن ضبطه فی القاموس بلا ألف .وقال :والعامة تقول بلغار :وهی مدينة الصقالبة ضاربة فی الشمال شديدة البرد ا هـ .(قوله :فإن فيها يطلع الفجر قبل غروب الشفق) مقتضاه أنه فقد وقت العشاء والوتر فقط وليس كذلك، بل فقد وقت الفجر أيضا ؛ لأن ابتداء وقت الصبح طلوع الفجر، وطلوع الفجر يستدعی سبق الظلام ولا ظلام مع بقاء الشفق أفاده (ردالمحتار، ج ا ص ۳۶۲، كتاب الصلاة، مطلب فی فاقد وقت العشاء كأهل بلغار)

[2] (قوله :ومن لم يجد وقتهما لم يجبا) أی العشاء والوتر كما لو كان فی بلد يطلع فيه الفجر قبل أن يغيب الشفق كبلغار وفی أقصر ليالی السنة فيما حكاه معجم صاحب البلدان لعدم السبب(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ا، ص ۲۵۹، كتاب الصلاة، وقت صلاة العشاء)

www.idaraghufran.org

الشمس كما تغرب من ناحية المغرب يظهر الفجر من المشرق (حاشية الشلبى علىٰ تبيين الحقائق، ج ا ص ٨١، كتاب الصلاة، مواقيت الصلاة)

ترجمہ: بعض اہلِ بلغار، پورے سال عشاء کے وقت کو چالیس راتوں تک نہیں پاتے، کیونکہ سورج جوں ہی مغربی کنارے پر غروب ہوتا ہے، تو مشرق کی طرف سے فجر ظاہر ہوجاتی ہے (حاشیۃ الشلبی)

جب عشاء کے وقت کو نہیں پاتے، تو ظاہر ہے کہ فجرِ صادق ہی طلوع ہوتی ہے، فجرِ کاذب کا وجود ہی نہیں ہوتا، پھر ان علاقوں میں صبح کاذب اور شفقِ کاذب کے ملنے کا کیا مطلب؟

النهرُ الفائق کا حوالہ

''کنز الدقائق'' کی دوسری شرح ''النهر الفائق'' میں بھی بلغار کے متعلق یہی کچھ تحریر کیا گیا ہے۔ [1]

حاشيةُ الطحطاوى على المراقى کا حوالہ

اور ''مراقی الفلاح'' کی شرح ''حاشيةُ الطحطاوی'' میں بلغار میں سورج کے رأس السرطان میں حلولِ شمس کے وقت اولِ صیف میں چالیس راتوں تک تیئس گھنٹے مسلسل سورج کے موجود رہ کر صرف ایک گھنٹہ تک غائب رہنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ [2]

---

[1] (ومن لم يجد وقتهما) أى العشاء والوتر بأن كان فى بلدة يطلع الفجر فيه كما يغرب الشمس قبل أن يغيب الشفق قال فى المعراج :والثانى واقع فى بلاد بلغار (النهر الفائق، ج ا، ص ١٦١، كتاب الصلاة)

[2] قوله" :كبلغار "قال فى القاموس بلغر كقرطق يعنى بضم فسكون والعامة تقول بلغار مدينة الصقالبة ضاربة فى الشمال شديدة البرد اهـ قوله" :فى أقصر ليالى السنة "وهو أربعون ليلة فى أول الصيف عند حلول الشمس رأس السرطان فإن الشمس تمكث عندهم على وجه الأرض ثلاثا وعشرين ساعة وتغرب ساعة واحدة على حسب عرض البلد (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، ص ١٧٨، كتاب الصلاة)

منیةُ المصلی کا حوالہ

''منیة المصلی ''میں بھی بلغار میں سال کی سب سے چھوٹی راتوں میں غیوبتِ شفق سے قبل فجر کے طلوع ہونے کا حکم لگایا گیا ہے۔ ۱ے

حاشیةُ البجیرمی کا حوالہ

اور''حاشیة البجیرمی ''میں امام غزالی سے اہلِ بلغار کے متعلق نماز پڑھنے کے سوال کا ذکر کیا گیا ہے، جہاں مغرب وعشاء کے درمیان کی مقدار کے بعد دوبارہ سورج کے طلوع ہونے کا ذکر ہے۔ ۲ے

امام مناوی کا حوالہ

امام مناوی نے بھی بلغار وغیرہ میں شفقِ ابیض کے غروب نہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔ ۳ے

ہارون بن بہاؤالدین اہالی کا حوالہ

شہابُ الدین ہارون بن بہاء الدین مرجانی (المتوفٰی:1306ہجری) نے بلغار کی ان

۱ے ووردت هذه الفتوى أيضا من بلد بلغار فإن الفجر يطلع فيها قبل غيبوبة الشفق فى أقصر ليالى السنة على شمس الأئمة الحلوانى فأفتى بقضاء العشاء(منية المصلى وغنية المبتدى، ص١٣٧، ١٣٨، الشرط الخامس من الشروط الستة)

۲ے وسئل الشيخ أبو حامد عن بلاد بلغار كيف يصلون فإنه ذكر أن الشمس لا تغرب عندهم إلا بمقدار ما بين المغرب والعشاء ثم تطلع (حاشية البجيرمى على الخطيب = تحفة الحبيب على شرح الخطيب، ج ١ ص ٣٩٤، كتاب الصلاة)

۳ے وقال أبو حنيفة الشفق الأبيض وخالفه الباقون أخذا بالأشهر وأقل ما ينطلق عليه الاسم ولأن الأبيض لا يغيب فى بعض البلاد كما فى البلغار وفيه أن الصلاة تجب بأول الوقت وجوبا موسعا وهو مذهب الأئمة الثلاثة وقال الحنفية بآخره(فيض القدير للمناوى تحت رقم الحديث ٤٩٤٦)

راتوں میں شفقِ ابیض کے غائب نہ ہونے، اور شفقِ احمر کے غائب ہونے کا ذکر کیا ہے۔ ۱؎

علامہ انور شاہ کشمیری کا حوالہ

اور علامہ انور شاہ کشمیری نے ابنِ بطوطہ کے حوالہ سے بلغار کے بعض علاقوں میں شفقِ احمر سے بھی قبل طلوعِ فجر ہونے کا ذکر کیا ہے۔ ۲؎

بلغار کا اطلاق کچھ کم وبیش علاقوں پر کیا جاتا تھا، جہاں کہیں شفقِ ابیض، اور کہیں شفقِ احمر کا غیوب مفقود ہوتا تھا، اس لئے مختلف قسم کی عبارات سے کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔

یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ جس طرح اٹھارہ 18 درجہ پر طلوعِ صبح کاذب، وغروبِ شفقِ کاذب کے قول پر ساڑھے اڑتالیس درجہ کے عرض البلد میں انقلابِ صیفی میں صبح کاذب کے شفقِ کاذب کے ساتھ ملنے کی تفریع فقہائے کرام کی تصریح کے خلاف ہے، اسی طرح فلکیات کے جدید ترین اصولوں اور مشاہدات کے بھی خلاف ہے۔

A Handbook of Astronomy کا حوالہ

چنانچہ ''A Handbook of Astronomy'' میں ہے:

At the altitude of +49o the zone so-called "white nights" begins,

---

۱؎ ومنهم : من يقول : ان الوقت يدخل، لان الشفق هو الحمرة على الاصح، وهي تغيب، وانما يبقى البياض والصفرة وهي غيرها، ومن ذلك ذهب ابو المعالي(المتوفىٰ ۴۷۸ھ)من الشافعية الى ان اول وقت العشاء حين يغيب الشفق ، وهو الصفرة دون البياض والحمرة (ناظورة الحق فى فرضية العشاء وان لم يغب الشفق، ص ۳۹۰، مطلب فى تفصيل احوال اهل بلغار فى المسألة،،مطبوعة: دارالفتح ، عمان، الاردن، الطبعة الاولىٰ ۱۴۳۳ھ ، 2012ء)

۲؎ ابن بطوطة السياح صاحب الرحلة قال :بلغت بلغار وصمت ثمة معهم ولم أجد شيئا من الكلفة على نفسى :وأما بعض البلاد مثل قاذان فلا يوجد الشفق الأحمر أيضا بل إذا غربت الشمس طلعت الفجر، وكان فيهم ملا بهاء الدين الحنفى المرجانى وهو ذكى الطبع وله حواشى على الكتب، وصنف رسالة فيما نحن فيه ولم أجدها، ونقل النواب فى رسالة عبارة الشيخ رفيع الدين الدهلوى رحمه الله(العرف الشذى شرح سنن الترمذى، ج۳،ص ۴۲۵، كتاب الفتن، باب ماجاء فى فتنة الدجال)

in which there is at the time of summer solstice an astronomical twilight lasting throughout the whole night, since the Sun is never lower than -18o. The more northerly the site of observation, the longer this period. It lasts:

From 11 June to 3 July at +49o latitude

From 21 May to 23 July at +52o latitude

From 9 May to 5 August at +55o latitude

From 29 April to 15 August at +58o latitude

The transition to the latitude zone of the white summer nights is so sharp that at +48o (Munich and Vienna) practically nothing of midnight twilight can be seen. In some years or nights the situation can deviate from the mean conditions according to the dust contents of the atmosphere.

(A Handbook of Astronomy By Gunter Dietmar Roth P.160 (1975) Springer-Verlag New York Inc).

ترجمہ: عرض بلد 49+ درجے پر "سفید راتوں" کا علاقہ شروع ہوتا ہے، جن میں گرمیوں کے رأس السرطان پر آسٹرونومیکل ٹیولائٹ ساری رات باقی رہتی ہے، چونکہ سورج کبھی بھی 18- درجے سے نیچے نہیں جاتا، مشاہدہ کا رشمال کے مزید قریب ہو، تو یہ دورانیہ مزید بڑھ جاتا ہے (سفید راتوں کے دورانئے کی تفصیل کچھ یوں ہے)

11 جون سے 3 جولائی تک 49+ درجے عرض بلد پر (یہی انقلابِ صیفی کہلاتا ہے)

مئی سے 23 جولائی تک 52+ درجے عرض بلد پر

9 مئی سے 5 اگست تک 55+ درجے عرض بلد پر

29 اپریل سے 15 اگست تک 58+ درجے عرض بلد پر

گرمیوں کی سفید راتوں کے عرضِ بلد حصوں میں یہ منتقلی اتنی واضح ہوتی ہے کہ

www.idaraghufran.org

48+ درجے (میونخ اور ویانا) پر عملی طور پر نصف رات کی روشنی دیکھی ہی نہیں جاسکتی (لیکن صرف) کچھ سالوں، یا راتوں میں، یہ حالت فضا میں موجود گرد کے اعتبار سے اپنی اصلی کیفیت سے ہٹ سکتی ہے (ترجمہ ختم)

مندرجہ بالا عبارت میں 49 درجے میں غالباً کسر کو حذف کیا گیا ہے، ورنہ ساڑھے 48 درجے عرض البلد پر سفید راتوں کے علاقے کا آغاز ہوجاتا ہے۔

''مجمعُ الفقه الاسلامی'' کی قرارداد کا حوالہ

رابطہ عالمِ اسلامی کی ''مجمع الفقہ الاسلامی'' (جدہ فقہ اکیڈمی) نے اپنی ایک قرارداد میں اونچے درجہ عرض البلد کے مناطق کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے، جن میں سے ایک حصہ 45 درجہ اور 48 درجہ شمالی وجنوبی کے مابین علاقہ کو شمار کیا ہے، جس میں 24 گھنٹوں کے اندر پانچوں نمازوں کے ظاہری اوقات کا کسی نہ کسی مقدار میں امتیاز ہوتا ہے۔

اور دوسرا حصہ 48 درجہ اور 66 درجہ شمالی وجنوبی کے مابین علاقہ کو شمار کیا ہے، جس کے مختلف دنوں میں 24 گھنٹوں کے اندر بعض نمازوں کے ظاہری اوقات کا امتیاز نہیں ہوتا، مثلاً وہ شفق غائب نہیں ہوتی، جس پر عشاء کی ابتداء اور مغرب کی انتہاء ہوتی ہے، اور اس کے بعد فجر کا وقت داخل ہوجاتا ہے۔

اور تیسرا حصہ 66 درجہ شمالی وجنوبی سے قطبین تک کے مابین علاقہ کو شمار کیا ہے، جس میں سال کے طویل دورانیے اور زمانے تک دن، یا رات کے اوقات معدوم ہوتے ہیں، عرصہ دراز تک دن ہی دن رہتا ہے، رات نہیں آتی، پھر عرصہ دراز تک رات ہی رات رہتی ہے، اس دوران دن نہیں آتا۔ [1]

---

[1] تقسم المناطق ذات الدرجات العالية إلى ثلاثة أقسام:

المنطقة الأولى: وهي التي تقع ما بين خطي العرض (45) درجة و(48) درجة شمالاً وجنوباً، وتتميز فيه العلامات الظاهرة للأوقات في أربع وعشرين ساعة طالت الأوقات أو قصرت .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ فن نے 48 سے 66 درجہ عرض البلد کے علاقوں کو ایک قسم کے منطقہ میں شمار کیا ہے۔

لہٰذا 48 درجہ سے اوپر اور 66 درجہ سے نیچے تک کے عرض البلد کے علاقوں پر اس حیثیت سے ایک ہی قسم کے عرض البلد کا حکم رکھنے والے منطقہ کا اطلاق درست ہے، اور ''بلغار'' کے بارے میں متعدد حضرات کی تصریحات میں اس قاعدہ کی رُو سے کوئی تعارض نہیں۔

''تکملة فتح الملهم'' کا حوالہ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے صحیح مسلم کی شرح ''تکملة فتح الملهم'' میں ان علاقوں کی مزید توضیح کی ہے، جن میں سورج 18 درجے سے زیادہ نیچے نہیں جاتا، اور اس کے نتیجہ میں وہاں شفق غائب نہیں ہوتی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المنطقة الثانية: وتقع ما بين خطى عرض (48) درجة و (66) درجة شمالاً وجنوباً، وتنعدم فيها بعض العلامات الفلكية للأوقات فی عدد من أيام السنة، كأن لا يغيب الشفق الذى به يبتدء العشاء وتمتد نهاية وقت المغرب حتى يتداخل مع الفجر .

المنطقة الثالثة: وتقع فوق خط عرض (66) درجة شمالاً وجنوباً إلى القطبين، وتنعدم فيها العلامات الظاهرة للأوقات فی فترة طويلة من السنة نهاراً أو ليلاً (مجلة مجمع الفقه الاسلامى، العدد السابع والعشرون، ص ۳۵۸، السنة الخامسة والعشرون ۱۴۳۳ھ۔ ۲۰۱۲م، قرار رابطة العالم الإسلامى، المنعقدة بمبنى فى مكة المكرمة فى الفترة من يوم السبت 12 رجب 1406ھ إلى يوم السبت 19 رجب 1406ھ، موضوع: بشأن مواقيت الصلاة والصيام فى البلاد ذات خطوط العرض العالية، رقم القرار: ۶، رقم الدورة: ۹)

[1] چنانچہ مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں:

المناطق التى يفقد فيها علامات بعض الاوقات:

اما القسم الاول، فان البلاد التى تقع فيه تكمل فيها دورة الليل والنهار فى اربع وعشرين ساعة، ولكن لاتوجد فيها فى بعض الفصول علامة وقت العشاء، وهى المناطق التى تقع على عرض 48.5 فى الشمال او على عرض اكثر منها، فمثلاً لا يغيب الشفق فى مدينة باريس (وهى على عرض 49) مابين 11/ يونيو الىٰ اول شهر يوليو كل سنة، وان اقصر ليل فى هذه المنطقة انما تستغرق سبع ساعات وسبعا واربعين دقيقة .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''دنیا میرے آگے'' کتاب کا حوالہ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اپنے ایک سفر نامہ کے احوال کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

''اوسلو'' کا معاملہ یہ ہے کہ گرمیوں کے پورے موسم میں یہاں شفق ساری رات غائب نہیں ہوتی۔

بلکہ تقریباً تمام رات اس قسم کا جھٹپٹا رہتا ہے، جیسا ہمارے ملکوں میں مغرب کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وذلک لتاريخ 21يونيو. وان الشفق فی هذه المدة لا يزال موجودا علی الافق طول الليل حتی تطلع الشمس، وكلما ازداد عرض البلد فی الشمال صارت مدة فقدان علامة العشاء اكثر، فمثلاً لا يغيب الشفق فی مدينة لندن، (وهی علی عرض واحد وخمسين فی الشمال) فيما بين 25 مايو الیٰ 17يوليو(يعنی: مدة شهر وثلاثة وعشرين يوما) وفی مدينة ايدنبرغ وگلاسگو (الواقعتين علی عرض 56فی الشمال) فيما بين 5مايو و7 اغسطس (مدة ثلاثة اشهر وثلاثة ايام) وهكذا تزداد مدة فقدان علامة العشاء فی فصل الصيف بزيادة عرض البلد فی الشمال ، حتی ان علی عرض خمسة وستين ، الذی تقع فيها بلاد ناروے وسويدن وفن لينڈ، لا يغيب الشفق فيما بين 7 ابريل و3سبتمبر، وان اقصر ليل فی هذه المناطق انما يدوم مدة ساعة واحدة وسبع وخمسين دقيقة فقط، وذلک للواحد والعشرين من شهر مايو.

وبما ان وقت العشاء انما يدخل بعلامته المعروفة ، وهی غيبوبة الشفق، والشفق لايغيب فی هذه المناطق فی التواريخ المذكورة ، فانها لايوجد فيها وقت العشاء المعروف . فما هو حكم صلاة العشاء فی هذه المناطق؟

وقد تحدث الفقهاء عن هذه المسألة ، فانه قد عرض عليهم مسألة الصلوات فی مدينة بلغار، وكانت مدينة تقع علی عرض خمس وخمسين فی الشمال،كما ذكره المرجانی فی كتابه (ناظورة الحق) (ق 84) او علی عرض خمسين، كما ذكره القلقشندی فی صبح الاعشی(۴:۴۶۲) وذكر القلقشندی ان طولها ثمانون درجة.

واختلف الفقهاء فی حكم صلاة العشاء فی بلغار ونحوها من المناطق التی لايغيب فيها الشفق (تكملة فتح الملهم، المجلد السادس، ص۳۷۴، ۳۷۵، كتاب الفتن واشراط الساعة ، باب ذكر الدجال وصفته وما معه،حكم الصلوات فی بلاد غير معتدلة الليل والنهار،الناشر: مكتبة دارالعلوم كراتشی، الطبع الجديد: رجب1416ھ)

آدھے پون گھنٹے بعد، یا صبح صادق کے آدھے گھنٹے بعد ہوا کرتا ہے، رات کے جس حصے میں دیکھئے، آسمان پر سفیدی نمایاں نظر آتی رہتی ہے، اور اُفق پر سرخی بھی اکثر غائب نہیں ہوتی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں سورج رات میں کسی بھی وقت افق سے 18 درجے نیچے نہیں جاتا، بلکہ شمال مغرب میں غروب ہو کر شمال مشرق سے طلوع ہو جاتا ہے۔

شرعاً عشاء کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے، جب شفق کی سفیدی، یا کم از کم سرخی افق سے غائب ہو جائے، چونکہ اوسلو میں ساری گرمیوں میں شفق غائب نہیں ہوتی، اس لیے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں عشاء کا معروف وقت آتا ہی نہیں۔

ناروے، سویڈن اور فن لینڈ میں تو یہ صورت گرمی کے پورے موسم میں (7/ اپریل سے 3/ستمبر تک) برقرار رہتی ہے، لیکن یورپ کے بعض دوسرے ملکوں میں بھی گرمی کے موسم کا کچھ زمانہ ایسا آتا ہے، جب رات کو شفق غائب نہیں ہوتی، اور عشاء کا معروف وقت نہیں آتا۔

چنانچہ لندن میں 25/مئی سے 17/ جولائی تک، ایڈنبرا اور گلاسکو میں 5/مئی سے 7/ اگست تک اور پیرس میں 11/ جون سے، یکم جولائی تک شفق غائب نہیں ہوتی۔

سوال یہ ہے کہ ان مقامات میں عشاء اور فجر کی نمازیں کس وقت پڑھی جائیں؟ عشاء کا معروف وقت تو اس لیے نہیں آتا کہ شفق ساری رات رہتی ہے، اور فجر کا مسئلہ بھی اس لیے قابلِ غور ہے کہ فجر کا وقت صبح صادق طلوع ہونے سے ہوتا ہے، اور معروف معنیٰ میں صبح صادق کا طلوع اس وقت کہا جائے گا، جب اس سے پہلے مکمل تاریکی ہو، لیکن یہاں مکمل تاریکی تو ساری رات نہیں ہوتی، اس لیے صبح صادق کے بارے میں بھی یہ طے کرنا مشکل ہے کہ وہ کب سے شروع ہوئی؟

ایک زمانہ تھا، جب ان علاقوں میں مسلمان آباد نہیں تھے، اس لیے اس مسئلے کی کوئی عملی اہمیت نہ تھی، لیکن جوں جوں مسلمانوں کی آبادی شمال میں 48 عرض البلد سے آگے بڑھتی گئی، یہ سوال فقہائے امت کے سامنے آیا اور اس پر علمائے امت نے مفصل بحث کی۔

میری معلومات کی حد تک یہ مسئلہ سب سے پہلے عباسی خلافت کے دور میں شمال کے ایک شہر بلغار کے سلسلے میں پیش آیا (دنیا میرے آگے، ص ۳۲۰، ۳۲۱، عنوان ''آدھی رات کا سورج''، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، کراچی، طبع جدید: جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ، اپریل 2015ء)

''اوسلو'' کا عرض البلد 59.95 ہے، اور لندن کا عرض البلد 51.30 اور طول البلد 0.08 ہے، جبکہ ایڈنبرا کا عرض البلد 55.57 اور طول البلد 3.11، اور گلاسکو کا عرض البلد 55.51 اور طول البلد 4.16، اور پیرس کا عرض البلد 48.51 اور طول البلد 2.21 ہے۔ اور ان علاقوں میں مخصوص زمانہ کے اندر رات کو شفق کا موجود رہنا اور اس کی وجہ سورج کا 18 درجہ سے نیچے نہ جانا بیان کی جارہی ہے، اور ''بلغار'' کے بارے میں بھی مذکورہ عرض البلد ہونے اور اس کی یہی وجہ ہونے کی تصریح پہلے گزر چکی ہے۔

معلوم ہوا کہ ساڑھے اڑتالیس درجہ اور اس سے اوپر 66 درجہ تک کے عرض البلد والے علاقوں کے بعض موسموں میں شفق غائب نہ ہونے کی وجہ سے عشاء کا وقت ہاتھ نہیں آتا، اس میں جہاں کئی دوسرے علاقے شامل ہیں، ان میں ''بلغار'' بھی داخل ہے، اور مخصوص راتوں میں شفق غائب نہ ہونے کے سلسلہ میں بعض حضرات نے مجازاً وسیع رقبہ کو شامل کیا ہے، جس میں ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد سے لے کر 66 درجہ عرض البلد تک کے علاقے شامل ہیں۔

اور اس کا اصولی انطباق 18 درجہ زیرِ افق کے مطابق غروبِ شفق وطلوعِ فجر کے قول پر ہوتا ہے، نہ کہ 15 درجہ زیرِ افق کے قول پر۔

www.idaraghufran.org

بلغار کی مخصوص راتوں میں وقتِ عشاء نہ پائے جانے کی تصریح فقہاء نے کی ہے، اور اگر انحطاطِ صبح صادق 15 درجے قرار دیا جائے، تو سال کی سب سے چھوٹی رات، یعنی شبِ تحویل سرطان میں بھی اُن کو وقتِ عشاء ملتا، ایک رات بھی فوت نہ ہوتا، چہ جائیکہ متعدد راتوں تک عشاء فوت ہونے کا حکم لگایا جاتا۔

خلاصہ یہ کہ اٹھارہ درجہ پر طلوعِ کاذب اور پندرہ درجہ پر طلوعِ صادق، اور بارہ درجہ پر شفقِ احمر کے طلوع وغروب کا دعویٰ مذکورہ مشاہدات اور فقہائے کرام کی تصریحات، اور خود ''تشریح الافلاک'' کی رو سے تسامح اور واضح خطاء پر مبنی ہے، اور بعد کے جن حضرات نے ''تشریح الافلاک'' کی پیروی کی، ان کی نوعیت بھی یہی ہے، جس کی پیروی واتباع کرنے کے بجائے، اس کے تسامح کی نشاندہی کی ضرورت ہے۔

علی آفندی داغستانی کا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی (المتوفیٰ:1252ھ) نے علی آفندی داغستانی کے رسالہ کا ذکر کیا ہے، جس کی عبارت کا تو علامہ شامی نے ذکر نہیں کیا، البتہ اس کا ذکر اس کے حاشیہ کی ایک عبارت کو نقل کرنے کے ضمن میں کیا ہے۔ [1]

علامہ شامی کی وجہ سے ہمارے زمانہ کے بعض فتاویٰ میں بھی اس کا ذکر آ گیا، ورنہ شاید کسی کو اس کا علم بھی نہ ہوتا، اور یہ بات ہمارے دیار کے بعض علماء میں مشہور ہوگئی۔

علی آفندی داغستانی (المتوفیٰ:1199 ہجری) نے دراصل بہاء الدین عاملی کے اسطرلاب سے متعلق فارسی رسالہ کا عربی میں ترجمہ کیا ہے، جس میں عاملی نے وہی موقف اختیار کیا ہے، جو عاملی کے حوالہ سے پیچھے گذرا۔

---

[1] (فائدة) ذكر العلامة المرحوم الشيخ خليل الكاملي فى حاشيته على رسالة الأسطرلاب لشيخ مشايخنا العلامة المحقق على أفندى الداغستانى أن التفاوت بين الفجرين وكذا بين الشفقين الأحمر والأبيض إنما هو بثلاث درج .اهـ.(رد المحتار على الدر المختار، ج ١، ص ٣٥٩، كتاب الصلاة)

www.idaraghufran.org

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علی آفندی نے اس مسئلہ میں عاملی کی اتباع کی ہے۔ [1]

ہم نے علی آفندی کے اس رسالہ کو تلاش کیا، تو ہمیں ان کے مذکورہ رسالہ کا مخطوطہ ملا۔

جس کا نام ''**كيفية العمل بالاسطرلاب**'' ہے، علی آفندی نے اس رسالہ کا پندرہواں باب ''طلوعِ فجر کاذب اور صادق'' اور ''غروبِ شفقِ احمر وابیض'' کی معرفت کے متعلق قائم کیا ہے، جس میں انہوں نے فرمایا:

فان كان غربيا زائدا على ثمانية عشر، لم يطلع الفجر الكاذب، وان كان اقل فقد طلع، وان كان ثمانية عشر، يكون اول طلوع الفجر الكاذب.

وان كان شرقيا اقل من ثمانية عشر ، لم يغرب الشفق الابيض، وان كان ثمانية عشر يكون انتهاء غروبه ، وان كان اكثر يكون غاربا.

وان استوت خمسة عشر مكان ثمانية عشر فی هذه الاعمال يكون الحاصل الفجر الصادق والشفق الاحمر.

والاحوط ان يعمل فی الفجر باربعة عشر ، وفی الشفق ستة عشر كما لايخفی (كيفية العمل بالاسطرلاب، الباب الخامس عشر فی معرفة طلوع الفجر الكاذب والصادق ، وغروب الشفق الاحمر والابيض، مخطوطة: كتابخانه مجلس شوری ملی، رقم :۱۰۹۱۷/۲۷۹۸۸)

ترجمہ: پس اگر مغربی جہت میں اٹھارہ 18 درجہ سے زائد ہو، تو فجرِ کاذب طلوع نہیں ہوئی، اور اگر اس سے کم ہو، تو طلوع ہوگئی، اور اگر اٹھارہ 18 درجہ ہو، تو طلوعِ فجرِ کاذب کی ابتداء ہوتی ہے۔

اور اگر مشرقی جہت میں اٹھارہ 18 درجہ سے کم ہو، تو شفقِ ابیض غروب نہیں ہوئی، اور اگر اٹھارہ 18 درجہ پر ہو، تو شفقِ ابیض کے غروب کی انتہاء ہے، اور اگر اٹھارہ 18 درجہ سے زائد ہو، تو شفقِ ابیض، غروب ہونے والی ہوتی ہے۔

---

[1] علی الداغستانی(1199 - 1125ھ= 1785 - 1713 م)

علی بن صادق بن محمد بن إبراهيم الداغستانی :فاضل .قرأ فی بلاده ثم فی ديار بكر والحجاز، واستقر وتوفی بدمشق .ترحم عن الفارسية رسالة "الأسطرلاب -خ "للبهاء العاملی فی الظاهرية. (الأعلام للزركلی، ج۴، ص ۲۹۴، حرف العين، مادة "عل")

www.idaraghufran.org

اور اگر ان اعمال میں اٹھارہ 18 درجہ کی جگہ پندرہ درجہ ہو، تو ''فجرِ صادق'' اور ''شفقِ احمر'' حاصل ہوتی ہے۔

اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ فجر میں چودہ درجہ پر عمل کیا جائے، اور شفق میں سولہ درجہ پر عمل کیا جائے، جیسا کہ مخفی نہیں (کیفیة العمل بالاسطرلاب)

علامہ علی آفندی داغستانی نے جو اٹھارہ 18 درجہ سے زائد پر طلوعِ فجرِ کاذب کے نہ ہونے، اور اٹھارہ 18 درجہ ہونے پر طلوعِ فجرِ کاذب کے ہونے کا حکم لگایا ہے، یہ عاملی کی اتباع اور تسامح پر مبنی معلوم ہوا، کیونکہ متقدمین و محققین اصحابِ فن میں سے کسی نے بھی صبح کاذب و مستطیل، یا شفقِ کاذب و مستطیل کے درجہ کو بیان نہیں کیا، بلکہ انہوں نے طلوعِ فجر اور غروبِ شفق کے درجہ کو بیان کیا، جس سے مراد فجرِ صادق و شفقِ صادق ہے، کیونکہ اسی سے نماز، روزہ کے احکام وابستہ ہیں، اور اس کی ''صفتِ صادق'' اس کے سچی اور اصل صبح و فجر و شفق ہونے کی دلیل ہے، جبکہ ''صفتِ کاذب'' اس کے صبح و شفق نہ ہونے کی دلیل ہے۔

پھر موصوف نے جو اٹھارہ 18 درجہ پر کاذب کے طلوع کا حکم بیان کرنے کے بعد یہ فرمایا کہ:

"وان استوت خمسة عشر مكان ثمانية عشر فى هذه الاعمال يكون الحاصل الفجر الصادق والشفق الاحمر"

''اور اگر ان اعمال میں اٹھارہ 18 درجہ کی جگہ پندرہ درجہ ہو، تو ''فجرِ صادق'' اور ''شفقِ احمر'' حاصل ہوتی ہے''

یہی بات موصوف نے اگلے صفحہ پر سولہویں باب میں ساعاتِ مستویہ کی معرفت کے ضمن میں دوھرائی ہے، جہاں موصوف نے فرمایا کہ:

وان استعملت خمسة عشر مكان ثمانية عشر فى هذه الاعمال فالخارج فى الاولىٰ الساعة المستوية بين الفجر الصادق وطلوع الشمس وفى الثانية التى بين غروبها وغروب الاحمر (كيفية العمل بالاسطرلاب، الباب الخامس عشر فى معرفة طلوع الفجر الكاذب والصادق، وغروب الشفق الاحمر والابيض، مخطوطة: كتابخانه مجلس شورى ملى، رقم: ١٠٩١٧/٢٧٩٨٨)

’’اور اگر آپ ان اعمال میں اٹھارہ کی جگہ پندرہ کو استعمال کریں، تو پہلی (یعنی مقنطرہ غربیہ) میں جو حاصل ہوگا، وہ فجرِ صادق اور طلوعِ شمس کے درمیان ساعتِ مستویہ ہوگی۔

اور وہ حاصل دوسری (یعنی مقنطرہ شرقیہ) میں غروبِ شمس اور غروبِ شفقِ احمر کے درمیان ساعتِ مستویہ ہوگی‘‘

ان دونوں عبارات میں موصوف نے فجرِ صادق کے طلوع اور شفقِ احمر کے غروب دونوں ہی کو پندرہ درجہ پر بیان کیا ہے۔

حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ صبحِ صادق، یعنی معترض کا طلوع‘‘ مشرق میں جس درجہ پر ہوتا ہے، اسی درجہ پر مغرب میں ’’شفقِ صادق، یعنی معترض کا غروب ہوتا ہے، اور احمر کا غروب، بیاض کے طلوع سے پہلے ہو چکا ہوتا ہے، جس کے درمیان موصوف کے بیان کردہ قاعدہ کے مطابق تین درجہ کا تفاوت ہونا چاہیے۔

پس جب پندرہ درجہ پر ایک طرف احمر کا غروب ہونے کا دعویٰ کیا جا رہا ہو، تو دوسری طرف اسی درجہ پر فجرِ صادق کا طلوع فلکی اعتبار سے کیونکر ممکن ہے، بلکہ اس درجہ پر تو غروبِ ابیض کے بعد احمر کے طلوع کا ماننا ضروری ہوگا۔

اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ فجرِ صادق کا طلوع پندرہ درجہ سے پہلے ہوتا ہے، جس طرح شفقِ ابیض کا غروب بھی پندرہ درجہ کے بعد ہوتا ہے۔

اور احمر کے غروب کو پندرہ درجہ پر مان کر، جب احمر وابیض کے غروب میں تین درجہ کا تفاوت شامل کیا جائے گا، تو شفقِ ابیض معترض کا غروب اٹھارہ درجہ پر ماننا لازم ہوگا، جس کا فلکی اصول کے اعتبار سے لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ دوسری طرف بیاضِ معترض کا طلوع بھی اٹھارہ درجہ پر مانا جائے، کیونکہ وہاں بھی احمر وابیض کے درمیان تین درجہ کا تفاوت ضروری ہوگا۔

پھر اس کے بعد موصوف کا یہ فرمانا کہ:

”والاحوط ان یعمل فی الفجر باربعة عشر ، وفی الشفق ستة عشر کما لایخفی“

’’زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ فجر میں چودہ درجہ پر عمل کیا جائے، اور شفق میں سولہ درجہ پر عمل کیا جائے‘‘

اس میں روزہ وغیرہ میں احتیاط پر عمل کیونکر ممکن ہوگا، کیونکہ اس سے پہلے معلوم ہو چکا کہ فجرِ صادق کا طلوع پندرہ درجہ سے پہلے ہو چکا ہے، تو اس کے بعد چودہ درجہ پر اگر کوئی سحری کھائے، تو اس کا روزہ درست نہ ہوگا۔

جہاں تک نماز کا تعلق ہے، تو نمازِ فجر کا وقت تو طلوعِ شمس تک ہوتا ہے، اور عشاء کا وقت بھی رات کے آخر تک ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ علامہ داغستانی کی بیان کردہ فنی توجیہ مختلف جہات سے مخدوش معلوم ہوتی ہے۔

محمد معروف داغستانی کا حوالہ

علاوہ ازیں داغستان ہی کے علاقہ میں موجودہ زمانہ کے مشاہدات اس کے برخلاف ہیں۔

چنانچہ دکتور محمد معروف نے ’’جامعة داغستان الإسلامية، مدينة ماحج قلعة، روسيا الفدرالية‘‘ کی طرف سے ’’الفجر الصادق بين تعريف الشرع واصطلاح علماء الفلک‘‘ کے عنوان سے ابھی حال (1442ہجری) ہی میں تحریر شدہ ایک مقالہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

موصوف نے مختلف حوالہ جات وعبارات نقل کرنے کے بعد اس مضمون کے آخر میں پہلے تو یہ لکھا کہ:

’’موجودہ زمانہ میں مختلف عوارض، مثلاً مصنوعی روشنیوں، اور گرد آلود فضاء کی وجہ سے جہاں جہاں لوگ آباد ہیں، وہاں کے اکثر علاقوں میں طلوعِ فجر کے ابتدائی لمحہ کا مشاہدہ مشکل ہے، جس کی وجہ سے تقاویم اور جنتریوں کی احتیاج لاحق ہو چکی ہے۔

www.idaraghufran.org

اور بعض حضرات کا قول اٹھارہ 18 درجہ پر طلوعِ صادق کا اور بعض کا طلوعِ کاذب کا ہے۔

اور بلادِ عربیہ اور جمہوریہ داغستان میں جن لوگوں نے رصد کا اہتمام کیا، توان کا کہنا یہ ہے کہ اٹھارہ 18 درجہ کے چار چھ منٹ کے فرق سے انہوں نے طلوعِ فجر کا مشاہدہ کیا ہے''۔ [1]

پھر موصوف نے مختلف تاریخوں کے مشاہدات کی تفصیل درج کرنے کے بعد بالکل آخر میں لکھا کہ:

''ہم نے داغستان میں ساڑھے سترہ درجہ پر نمازِ فجر کے اوقات کا مشاہدہ کیا ہے۔ اور مناسب یہ ہے کہ نمازِ فجر 17 درجہ کے بعد پڑھی جائے، تاکہ نمازِ فجر میں احتیاط ہوجائے، اور روزہ کے لئے سحری کھانے سے اٹھارہ 18 درجہ پر رک جایا جائے، روزہ میں احتیاط کی وجہ سے۔

---

[1] الخاتمة:ولقد صعب فی زمننا هذا رصد أول بزوغ الفجر الصادق یومیا لیبنی علیها حکم دخول وقت الصلاة ولا یمکن فی عصرناالحادث أن نراقب الفجر فی أکثر المناطق التی یعیش فیها الناس .وهذا یحوجنا إلی استخدام الحسابات الریاضیة،واستخدام ساعات التقاویم فی تحدید وقت صلاة الفجر والعشاء .فیعتمد فی المناطق التی یمکن رصد الفجر فیها مع رعایة شروط الرصد علی رؤیة الخبیر.بالاوقات یومیا عملا بالأصل، وفی المناطق التی لا یمکن رصد الفجر فیها کالبلدان والقری المحیطة بالضوء الکهربائی تستخدم ساعات التقاویم والحسابات الریاضیة.

وعلم مما سبق عدم اتفاق علماء الفلک والشرع علی أن الفجر الصادق یطلع عندما تکون زاویة انخفاض الشمس،١٨ درجة تحت الأفق .ومع ذلک ما ضبطه الفلکیون للفجر الصادق ب ١٨ درجة أقرب إلی طلوعه الشرعی وکذا تقدم قول بعض علماء الشرع والفلک بان ١٨ درجة هی علامة لظهور الفجر الکاذب .وما یستند إلیه للحکم الشرعی هو الاعتماد علی المشاهدة البصریة وتغلیب المشاهدة فی حال تعارضها مع الحسابات الفلکیة.

والغالب من راصد الفجر الصادق فی بلاد العربیة وجمهوریة داغستان قال :إن رؤیة الفجر الصادق أکثر وقوعا ما بین،٦.٤ دقیقة بعد وصول الشمس تحت الأفق المرصود ١٨ درجة .ویختلف ذلک نظرا إلی فصول السنة والعوارض الحادثة فی الأفق وحدّة بصر المراقب

(الفجر الصادق بین تعریف الشرع واصطلاح علماء الفلک)

(https://www.minbar.su/jour/article/viewFile/979/590)

www.idaraghufran.org

اور یہ بات معلوم ہے کہ سترہ اور اٹھارہ 18 درجہ کے مابین منٹوں کی مقدار مختلف موسموں، اورعرض البلاد کے اعتبار سے کم وبیش ہوسکتی ہے، مثلاً خطِ استواء کے قرب وجوار کے علاقوں میں ایک درجہ کی مقدار، چار، چھ منٹ کے برابر، اور داغستان کے علاقوں میں پانچ سے گیارہ منٹوں کے درمیان ہوسکتی ہے''۔ [1]

شیخ خلیل کاملی، اور مفتی رشید احمد لدھیانوی کا حوالہ

جہاں تک علی آفندی داغستانی کے رسالہ پر شیخ خلیل کاملی کے حاشیہ سے فجرین اور شفقین کے درمیان تین درجات ذکر کرنے کا تعلق ہے، جس کا علامہ شامی نے ذکر کیا ہے، اور اس کے نتیجہ میں اس کا بعض اردو فتاویٰ میں بھی ذکر آ گیا، اور اس کی غیر معمولی شہرت ہوگئی۔

اب اس پر بھی غور کر لینا چاہیے۔

شیخ خلیل کاملی کا پورا نام ''خلیل بن عبدالسلام بن محمد الکاملی الدمشقی'' ہے، جو شافعی المسلک ہیں، اور ان کی وفات بارہ سو سات (1207) ہجری ہے۔ [2]

---

[1] واستخدمنا في مواقيت داغستان انحطاط الشمس تحت الأفق 17,5 درجة لصلاة الفجر. وينبغي أن لا يصلى صلاة الفجر إلا بعد 17 درجة احتياطا للصلاة. ويمسك عن الطعام لمن يريد الصوم عند 18 درجة احتياطا للصوم. ولا يتأخر الإمساك عن 17,5 درجة.
ومعلوم أن دقائق لدرجة واحدة بين 17–18 درجة تزيد وتنقص بنسبة للمكان المرصود وفصول السنة. مثلا في البلدان القريبة إلى خط الاستواء تساوى 6.4 دقيقة، وأما في عرض داغستان تساوى بين 5 .11 دقيقة تقريبا.
كتبه طالب الدكتوراه، مساعد مفتي داغستان محمد محمدوف القحى الداغستاني في ١٦ ذو الحجة ١٤٤٢ ه. الموافق(الفجر الصادق بين تعريف الشرع واصطلاح علماء الفلك (https://www.minbar.su/jour/article/viewFile/979/590)

[2] الشيخ خليل بن عبد السلام بن محمد الكاملي الدمشقي الشافعي.
ولد بدمشق سنة ست وأربعين ومائة وألف، ونشأ بها ولازم العلماء، وأخذ عن الفضلاء، وبرع في الفنون، وحاز على القدر المصون، وأخذ عنه الأفاضل. مات سنة ألف ومائتين وسبع، ودفن في مقبرة باب الصغير(حلية البشر في تاريخ القرن الثالث عشر، ص ٥٩١، حرف الخاء)

www.idaraghufran.org

ہم نے مسئلہ کی تحقیق کے لئے شیخ خلیل کاملی کے مذکورہ رسالہ وحاشیہ کی جستجو کی، تو ہمیں اس کا ایک مخطوطہ دستیاب ہوا، جس میں شیخ کاملی نے فجر اور عشاء میں اٹھارہ 18 درجہ کے قول کا ذکر کیا ہے، اور دونوں کے اوقات مساوی ہونے کو امام ابوحنیفہ کے قول پر مبنی کہا ہے، اور اٹھارہ 18 درجہ پر غیبوبتِ شفقِ احمر کے تحقق کا فرمایا ہے، اور اسی کے ساتھ تحقیقی قول فجر کے انیس درجہ پر اور عشاء کے سترہ درجہ پر ہونے کا حکم بیان کیا ہے، جو ان کے نزدیک شافعی المسلک ہونے کی وجہ سے شفقِ احمر کے غروب کے بعد کا وقت ہے۔

اور پھر اس کے بعد انہوں نے صبح کاذب وصادق اور شفقِ احمر وابیض کے درمیان تین درجہ تفاوت ہونے کا ذکر کیا ہے۔ [1]

شیخ خلیل کاملی کے اس حاشیہ کی عبارت کو بغور ملاحظہ کرنے سے حتمی طور پر اس کا ثبوت نہیں ہوتا کہ ان کے نزدیک صبح کاذب اٹھارہ 18 درجہ پر ہوتی ہے، جس میں سے تین درجات کو نکال کر صبح صادق کے طلوع کا وقت مقرر کیا جائے، جو کہ پندرہ درجہ پر بنتا ہے، اور اسی طرح شفقِ احمر وابیض کے درمیان تین درجات کا تفاوت نکال کر عشاء کو پندرہ درجہ پر مقدر مانا جائے، جس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

---

[1] یحتاط فی العشاء بان تصلی بعد ارتفاع النظیر بمقدار ثمانیة عشر اذ فی ذالک الوقت تتحقق غیبوبة الشفق الاحمر.

وان کان المعتبر فیما بینهم وضع النظیر فی الجا نبین فی الحصتین لان فی اعتبار ذلک مایفید حصول المقصود وعدم حصوله بخلاف التفاوت بینهما اذهو یفید المقصود فقط، وهو ظاهر.

وانما اعتبر "یح" (18) فی الحصتین: وان کان هذا مخالفا لما یقتضیه التحقیق المستنبط من الارصادالمعتبر من انه فی الفجر "یط" (19) وفی الشفق "یر" (16)

بناء علی قول ابی حنیفة رحمه الله ، ان الحصتین متساویتان علی انه قد قال به بعض الرصاد، وان کان ما علیه عامة الرصاد اصوب "هذا"

واعلم ان التفاوت بین الصادق والکاذب، وبین الشفقین الاحمر والابیض ، انما هو بثلاث درج، من مدار الشمس فیما بینهما فی کلتیهما ، بان تفرض دائرتین صغیرتین موازینین للافق بعد الوسطی ، منهما عن الافق خمسة او ستة عشر علی الروایتین(حاشیة الکاملی علٰی رسالة الاسطرلاب لعلی افندی الداغستانی ، صفحة ۴۳، ۴۴، کتابخانه مجلس شورای ملی، رقم المخطوطة: ۲۸۸۸)

اولاً:......تو شیخ خلیل کاملی سے پہلے کسی محقق سے مذکورہ تین درجات کا تفاوت ثابت نہیں۔

ثانیاً:......اگر اس بات کو درست مانا جائے، تو پھر خود شیخ خلیل کاملی نے اس سے قبل جو فجر اور عشاء دونوں کے لئے ایک قول اٹھارہ 18 درجہ پر، اور دوسرا قول فجر کے انیس درجہ پر اور عشاءِ احمر کے سولہ درجہ پر ہونے کا بیان کیا ہے، اس سے تعارض لازم آتا ہے۔

ثالثاً:......شیخ خلیل کاملی کی اگر یہ مراد ہوتی، تو پھر مذکورہ دونوں اقوال کی تردید کرنی ضروری تھی، بھلا یہ بات کیسے درست ہوسکتی ہے کہ شیخ خلیل کاملی کے نزدیک اٹھارہ 18، یا انیس درجہ پر طلوع ہو رہا ہو، اور وہ پھر اس میں سے چار، یا کم از کم تین درجات کو نکال کر پندرہ درجہ پر کا حکم لگائیں، جو ان کے نزدیک طلوعِ شمس سے قبل اسفار کا وقت ہے، اور غروب کے بعد شفقِ احمر کے غروب سے بھی پہلے کے وقت کو عشاء کا وقت قرار دیں، جو کہ دراصل ان کے نزدیک مغرب کا وقت ہے۔

اس لیے شیخ خلیل کاملی کی طرف پندرہ درجہ پر طلوعِ فجر اور غروبِ شفق کا قول واضح نہیں۔

رابعاً:......اگر شیخ خلیل کاملی کی مراد یہی ہو کہ صبحِ کاذب کا طلوع، اور شفقِ مستطیل کا غیوب اٹھارہ درجہ پر ہوتا ہے، اور صادق کا طلوع اس کے تین درجہ بعد پندرہ درجہ پر ہوتا ہے، تو پھر شیخ خلیل کاملی کا یہ فرمانا کہ:

”التفاوت بین الصادق والکاذب، وبین الشفقین الاحمر والابیض ، انما هو بثلاث درج“

فلکی اصول اور ان کے ہی ماتن کی اس بات کے معارض ہے کہ:

”وان استوت خمسة عشر مکان ثمانية عشر فی هذه الاعمال یکون الحاصل الفجر الصادق والشفق الاحمر“

”وان استعملت خمسة عشر مکان ثمانية عشر فی هذه الاعمال فالخارج فی الاولٰی الساعة المستوية بین الفجر الصادق وطلوع الشمس وفی الثانية التی بین غروبها وغروب الاحمر“

جس میں ماتن نے شفقِ احمر کو پندرہ درجہ پر قرار دیا ہے، جس کی تفصیل پیچھے گذری۔

خامساً:......متقدمین سے اس کا ثبوت پیش کرنا ضروری ہے کہ طلوعِ کاذب، اور غروبِ کاذب اٹھارہ 18 درجہ پر ہوتی ہے، اور طلوعِ صبح صادق، اور غروبِ شفقِ ابیض پندرہ درجہ پر ہوتی ہے، اور طلوعِ کاذب وطلوعِ صادق، اور اسی طرح غروبِ ابیض، اور غروبِ مستطیل میں تین درجہ کا تفاوت ہوتا ہے۔

اس کے بغیر فلکی اعتبار سے اسلام کی ایک ہزار صدیاں گذر جانے، اور پے در پے مشاہدات کے نتیجہ میں جمہور کی طرف سے اٹھارہ درجہ پر طلوعِ صادق قرار دینے کے بعد اچانک یہ قول کیسے حجت قرار پا سکتا ہے؟ جس سے فقہ وفلکیات کی تمام تر قدیم تصریحات اور ان کے طے شدہ متعدد فلکی اصول وقواعد درہم برہم ہوکر رہ جائیں، جیسا کہ پہلے گذرا۔

شیخ خلیل کاملی کے بیان کردہ موقف کا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''صبح صادق'' میں ایک سے زیادہ مرتبہ اسی طرح پُر زور انداز میں ذکر کیا ہے، جیسا کہ اس پر اہلِ فقہ وفلکیات کا اتفاق ہو۔

ہم نے پہلے مفتی صاحب موصوف کی وفات کے بعد اس قسم کی باتوں کو ملاحظہ کر کے، ان کے احترام کی خاطر، ان کے نام، اور رسالہ کی تصریح کر کے تفصیلی تنقید وتردید کی زیادہ ضرورت نہیں سمجھی تھی، لیکن بعض حضرات پر مفتی صاحب موصوف کی تحریر وبیان کردہ ان باتوں کا بڑا اثر ہے، جن کو وہ بار بار چھیڑتے، اور تشویش پیدا کرتے ہیں، اس لئے اب ہمیں مجبوراً ان پر قدرے وضاحت کے ساتھ کلام کرنا پڑ رہا ہے۔

حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

> فقہ وفلکیات میں یہ وضاحت بھی ہے کہ صبح صادق سے صرف تین درجہ پہلے صبح کاذب نظر آتی ہے (صبح صادق، ص۴، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج۲، ص۱۶۰، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

ایک اور مقام پر مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ:

قدیم علمائے ہیئت کے علاوہ فقہ اور فلکیات دونوں کے ماہر علامہ برجندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے کہ یہ صبح کاذب ہے، اور صبح صادق اس سے تین درجات بعد میں ہوتی ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی کتاب الصلاۃ، اور کتاب الصوم میں دو جگہ تحریر فرمایا ہے کہ صبح کاذب اور صبح صادق کے درمیان تین درجات کا فرق ہوتا ہے (صبح صادق ص ۶، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۶۲، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

لیکن خلیل کاملی کے حوالہ سے علامہ شامی نے صرف کتاب الصلاۃ میں اس بات کا ایک جگہ ذکر فرمایا ہے، اس کے بعد کتاب الصلاۃ میں ہی کچھ آگے اس بات کا اعادہ کیا ہے، کتاب الصوم میں اس کا ذکر ہمیں نہیں ملا، جس کا مفتی صاحب موصوف نے ذکر فرمایا ہے۔ [1]

علامہ برجندی کے حوالہ کی تفصیل تو پہلے ذکر کی جاچکی، جس کے ضمن میں مفتی صاحب موصوف کے اعتراف سے یہ بھی گذر چکا کہ انہوں نے صادق کے پندرہ درجہ پر ہونے کے قول کو ''قیل'' کے ساتھ ذکر کیا ہے، وہ بھی ابوریحان البیرونی کے حوالہ سے، جس کے خلافِ حقیقت ہونے، اور البیرونی کی اس کے خلاف تصریحات موجود ہونے پر کلام گذر چکا ہے، اور برجندی سے تین درجہ تفاوت کا قول ہمیں دستیاب نہیں ہوا۔

ومن ادعیٰ فعلیه البیان''

رہا علامہ برجندی کے فقہ اور فلکیات دونوں کے ماہر ہونے کا مسئلہ، تو کسی فن کے ماہر سے

---

[1] (فائدة) ذكر العلامة المرحوم الشيخ خليل الكاملي فى حاشيته على رسالة الأسطرلاب لشيخ مشايخنا العلامة المحقق على أفندى الداغستانى أن التفاوت بين الفجرين وكذا بين الشفقين الأحمر والأبيض إنما هو بثلاث درج .اهـ.(رد المحتار على الدر المختار، ج ا ،ص ۳۵۹، كتاب الصلاة)

(تنبيه) قدمنا قريبا أن التفاوت بين الشفقين بثلاث درج كما بين الفجرين فليحفظ(رد المحتار على الدر المختار، ج ا ،ص ۳۶۱، كتاب الصلاة)

www.idaraghufran.org

خطاء و تسامح کا صدور ممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ جلیل القدر مجتہدین کے بھی بعض تسامحات ہیں، جن کو اجتہادی خطاء قرار دیا جاتا ہے، اور ان کی اتباع نہیں کی جاتی، بالخصوص جب اس فن کے ائمہ، اور متقدمین کی تصریحات برجندی کے خلاف ہوں، اور ان میں علامہ برجندی سے زیادہ اونچے درجہ کے فقہ و فن کے ماہرین بھی داخل ہوں، ایسے میں علامہ برجندی کے تسامح کی اتباع کرنے کے بجائے، ان کے تسامح کی اتباع سے آگاہ کرنا زیادہ ضروری ہے۔

مذکورہ بالا عبارت میں مفتی صاحب موصوف نے دعویٰ تو ''متقدمین علمائے فلکیات'' کا فرمایا، لیکن انہوں نے آٹھویں صدی سے پہلے کا کوئی ایک حوالہ بھی پیش نہیں فرمایا، اور ابوریحان البیرونی کی جو ایک عبارت سے کاذب کو مراد لینے کی تاویل کی، وہ بھی ابوریحان البیرونی کی اپنی دوسری جگہ بیان کردہ تصریحات کے خلاف ہے۔

مفتی صاحب موصوف اگر چند متاخرین کے حوالہ جات کو تمام متقدمین علمائے فلکیات سمجھتے ہوں، تو یہ ان کا زعم ہوسکتا ہے، جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، متقدمین علمائے فلکیات وہی ہیں، جنہوں نے اٹھارہ درجہ پر طلوعِ صبح صادق و فجر کا حکم لگایا ہے۔

اس کے بعد مفتی صاحب موصوف نے علامہ شامی کے حوالہ سے ہی خلیل کاملی کی عبارت ''صبح صادق'' رسالہ کے صفحہ نمبر ۱۰ پر بھی نقل کی ہے۔

اور صفحہ نمبر ۱۱ پر اس کا مفہوم و خلاصہ لکھا گیا ہے۔

پھر صفحہ نمبر ۳۰ پر علامہ شامی کے حوالہ سے اسی عبارت کو نقل کیا گیا ہے۔

اس سے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ شاید تین درجہ کے تفاوت والے اصول پر فلکیین متفق ہیں، حالانکہ یہ اصول خلیل کاملی سے پہلے کسی دوسرے محقق سے ثابت نہیں، اگر ان کے نزدیک یہ اصول مسلم ہوتا، تو اتنے اہم اصول کو یقیناً تمام متقدمین اہمیت کے ساتھ بیان کرتے، یا اگر تمام نہیں، تو اکثر، یا کم از کم اقل تو ضرور ہی بیان کرتے۔

صبح کاذب کے اٹھارہ درجہ پر متعین ہونے، اور اس کے اور صادق کے درمیان تین درجہ کے

تفاوت کی تردید ومرجوحیت پر ہم نے علامہ کشمیری، اور علامہ بنوری کے حوالہ سے الگ فصل میں کلام کردیا ہے۔

پھر ایک مقام پر تو مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب نے اتنا بڑا دعویٰ فرمادیا کہ:

متقدمین علمائے فلکیات کا یہ معمول ہے کہ وہ پہلے مطلقاً صبح کاذب کا وقت بتاتے ہیں، اور آخر میں اس کی تصریح فرمادیتے ہیں کہ یہ صبح کاذب کا وقت ہے، اور صبح صادق اس سے تین درجہ بعد ہوتی ہے، جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگ پہلے سے صبح کے لئے تیار رہیں، مگر اوقاتِ نماز کی اشاعت کے شائقین کی کم نظری نے مطلق صبح کو صبح صادق بنادیا، اور اس کے بعد آنے والی تصریح تک رسائی نہ ہوئی۔

اہلِ فن علمائے دین نے جب اوقاتِ نماز کے نقشے مرتب کئے، تو ان میں بھی احتیاط ومصلحت کی بناء پر صبح صادق کے بجائے عمداً کاذب کے اوقات لکھے۔

چنانچہ نقشۂ منجم خیر اللہ مندرجہ مظاہر الحق شرح مشکوٰۃ میں مطلق صبح کے عنوان کے تحت ۱۸ زیرِ افق کے اوقات لکھیں ہیں، جو بالاجماع صبح کاذب ہے (صبح صادق، ص ۲۸، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۸۴، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: اچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

مفتی صاحب موصوف نے علمائے فلکیات کا جو مذکورہ معمول ہونے کا ذکر فرمایا ہے، یہ بھی درست ثابت نہیں ہوسکا، کیونکہ اولاً تو بہت سے علمائے فلکیات صبح کاذب کا سرے سے ذکر ہی نہیں کرتے، بلکہ نماز، روزہ کے وقت کی معرفت کے لئے صبح صادق، اور شفقِ ابیض، یا شفقِ احمر کے غروب کے درجہ کو بتاتے ہیں، اور جو علمائے فن کاذب کا ذکر بھی کرتے ہیں، تو وہ اس کو کاذب کی صفت کے بغیر ذکر نہیں کرتے، یا پھر اس کو بیاضِ مستطیل وغیرہ کے عنوان سے ذکر کرتے ہیں، ساتھ ہی اس کے ساتھ کسی حکم کے تعلق نہ ہونے کا بھی ذکر کرتے

ہیں، اور پھر اس صبح کا درجہ بتلاتے ہیں، جس سے نماز، روزہ کا تعلق ہے۔

نیز متقدمین علمائے فلکیات میں سے کسی نے بھی کاذب کو اٹھارہ درجہ پر بتلا کر اس کے تین درجہ بعد صادق کے ہونے کا اصول ذکر نہیں کیا، بلکہ اس اصول کا سب سے پہلے ذکر دسویں صدی کے بھی بعد خلیل کاملی نے کیا، جس کا علامہ شامی نے ذکر کیا۔

پھر مفتی صاحب کا یہ دعویٰ کہ متقدمین علمائے فلکیات کے کاذب کے وقت کو بتلانے کا مقصد یہ تھا کہ لوگ پہلے سے صبح کے لئے تیار رہیں۔

تو یہ نسبت بھی متقدمین علمائے فلکیات کی طرف درست نہیں کہلائی جاسکتی، بھلا یہ بات عقل ونقل کی رو سے کیسے درست ہوسکتی ہے کہ متقدمین علمائے فلکیات صبح کے لئے تیاری کے اوقات تو صبح کے عنوان سے جھوٹی صبح کے لکھ دیں، اور جس مقصود کے لئے تیاری کی جارہی ہے، اس کے اوقات سے بالکل ہی سکوت اختیار کرلیں۔

اگر مفتی صاحب موصوف کے بقول متقدمین علمائے فلکیات نے کاذب کے اوقات بتائے ہیں، تو پھر ان ہی سے صادق کے اوقات کا ثابت کرنا بھی ضروری ہوگا، حالانکہ ہم پے در پے متقدمین علمائے ھیئت کے حوالہ جات سے اس کے برعکس ثابت کرچکے ہیں، جن تک مفتی صاحب موصوف کی رسائی نہ ہوسکی، اور وہ چند متاخرین کے تسامح پر مبنی حوالہ جات تک ہی اپنی تحقیق کے دائرہ کو محدود رکھ سکے۔

اس صورت میں مفتی صاحب موصوف کا اٹھارہ درجہ کے مطابق اوقاتِ نماز کی اشاعت کے شائقین کی طرف کم نظری کی نسبت کرنے، اور پھر اس کے بعد اہلِ فن علمائے دین کی طرف احتیاط ومصلحت کی بناء پر صبح صادق کے بجائے عمداً کاذب کے اوقات لکھنے کی اضافت کرنے کی کوئی معقول دلیل نہیں، بھلا یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ قصداً وعمداً کاذب اور جھوٹی چیز کو صادق اور سچی بنا کر پیش کیا جائے، اور حضرت شارع علیہ السلام نے جس چیز سے دھوکہ کھانے سے امت کو بار بار منع کیا تھا ''متقدمین علمائے فلکیات'' اور ''اوقاتِ نماز کی اشاعت

کے شائقین‘‘ اور’’اہلِ فن علمائے دین عمداً‘‘ اسی جرم کا ارتکاب بھی کریں، اور کھلے عام اس کی تشہیر وتبلیغ بھی کریں۔

ایسا خیال کس قدر شدید سنگین نوعیت کا حامل ہے، اس کا اندازہ بھی نہیں ہوسکتا، اور اسی قسم کے خیالات آج تک گھما پھرا کر مفتی صاحب موصوف کے متعدد متبعین کی طرف سے وقتاً فوقتاً سامنے آتے ہیں، اور معاشرہ میں بے سکونی وبے چینی کو جنم دینے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

جہاں تک مظاہرِ حق میں تحریر کیے جانے والے نقشہ کا تعلق ہے، تو اس کے بارے میں مظاہرِ حق میں یہ صاف طور پر تحریر کیا گیا ہے کہ:

یہ جدول مرزا خیر اللہ منجم نے بحسبِ افقِ دار الخلافۃ شاہجہاں آباد کے لکھی ہے، اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے پسند کی ہے (مظاہرِ حق جلد ۱ صفحہ ۱۹۰، کتاب الصلاۃ، باب المواقیت، مطبع: تیج کمار لکھنؤ، پریس نول کشور لکھنؤ)

اور اس جدول کا عنوان یہ ہے:

’’نقشہ سایہ اصلی ماہوار ومقدار، اوقاتِ نمازِ عصر ومغرب وفجر‘‘

’’پسند کردہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ‘‘

اس جدول میں سال بھر کے متعلق صبح صادق کے اوقات درج ہیں، اور ایک ہی خانہ میں صبح صادق وطلوعِ آفتاب اور غروب سے غیوبتِ شفق کے درمیان ہر دن کا وقفہ بھی ساتھ ہی مذکور ہے، جو کہ اٹھارہ درجہ زیرِ افق کے مطابق ہے (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: صبح صادق وصبح کاذب، جلدِ اول، صفحہ ۱۱۷؛ مطبوعۃ: المخزن پرنٹرز، کراچی؛ مصنفہ: پروفیسر عبداللطیف صاحب)

اب قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیا فجر کی نماز کے اوقات ومقدار جیسے عنوان کے ساتھ کم از کم تین درجات پہلے کے وقت کی تشہیر، اور اس کے شاہ ولی اللہ دہلوی کے پسند فرمانے، اور اسلامی حکومت کے زمانہ میں اس کی اشاعت کی بنیاد ’’کاذب‘‘ اور جھوٹی چیز ہوسکتی ہے، اور کیا اس زمانہ میں اتنی اہم چیز کی علاقہ بھر کے لوگوں کے لئے نماز، روزہ جیسے اہم فریضہ کو اجماع کے

خلاف شائع فرمانا جائز ہوسکتا تھا، اور کیا اگر کسی دوسرے کو اس زمانہ میں مشاہدہ کی توفیق نہ ہوسکی، تو شاہ ولی اللہ صاحب خود، یا اپنے سینکڑوں شاگردوں میں سے کسی کو اس جنتری کی تصدیق کے لئے مشاہدہ کرنے، کرانے کی زحمت نہیں فرما سکتے تھے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یقیناً اور لازماً اس جنتری کو شیخ کاملی (المتوفیٰ: 1207ھ) سے پہلے شاہ ولی اللہ صاحب (المتوفیٰ: 1176ھ) نے مشاہدات کی روشنی میں جانچ پڑتال کر کے ہی شائع کرایا ہوگا۔

بہرحال مفتی صاحب موصوف کا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی پسند کردہ جدول میں 18 زیرِ افق کے مطابق تحریر کئے گئے اوقات کو بالاجماع صبح کاذب قرار دینا، اور اس کے مقابلہ میں اپنے تیار کردہ نقشے کو صادق قرار دینا، خلافِ حقیقت ہے۔

اگر مفتی صاحب موصوف چند متاخرین کے تسامح کو ہی اجماع سمجھتے ہوں، تو ان کو تو یہ تسامح دراصل صبح صادق کو کاذب سمجھنے میں ہی لگا ہے، جس کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہ ہوگا کہ اس جدول میں جو اوقات درج ہیں، وہ بالاجماع صبح صادق کے ہیں۔

جس کے خلاف مفتی صاحب اور ان کے متبوعین کسی کا قول بھی حجت نہ ہوگا۔

پھر مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ نے اسی بات اکتفاء نہیں فرمایا، بلکہ انہوں نے اٹھارہ درجہ پر جمہور متقدمین مسلمین، فلکیین، اور دنیا بھر میں ان کے جمہور متبعین مسلمین کی تحقیق وتعامل کو بعض مغربی ممالک، اور غیر مسلموں کی طرف منسوب کر دیا۔

چنانچہ موصوف اپنے رسالہ ''صبح صادق'' میں ہی لکھتے ہیں:

> مغربی ممالک کو صبح صادق سے کوئی سروکار نہ تھا، لہٰذا انہوں نے بھی مکمل اندھیرے میں ظاہر ہونے والی روشنی کی پہلی کرن (صبح کاذب) کے نقشے تیار کیے۔
>
> اس کے بعد ناواقف شائقین کا دور آیا، اور انہوں نے بحریہ، فضائیہ، یا موسمیات کے کسی ملازم سے نقشہ مرتب کرنے والے کو صبح کاذب وصادق کا فرق بتائے، اور

نہ ہی مرتب کو اس کی طرف توجہ ہوئی۔

یہ امر مسلم ہے کہ پرانے سب نقشے ناٹیکل المینک ہی سے تیار کئے گئے ہیں، جن حضرات میں پرائی محنت اپنی طرف منسوب کرنے کا مرض نہیں، وہ کھلے الفاظ میں اس کا اعتراف بھی کر رہے ہیں، چنانچہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۱۱۴، اور دار العلوم کورنگی کے کتب خانہ میں موجود بعض بہت قدیم جنتریوں میں اس کی تصریح ہے کہ یہ اوقات ناٹیکل المینک سے لئے گئے ہیں (صبح صادق، ص ۲۸، ۲۹، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۸۴ و ۱۸۵، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

یہی بات مفتی صاحب موصوف نے اپنے دوسرے رسالہ ''ارشادُ العابد الٰی تخریج الاوقات وتوجیہ المساجد'' میں بھی تحریر فرمائی ہے، فرماتے ہیں:

اسی ناواقفیت کا نتیجہ ہے کہ گرینج کی شاہی رصدگاہ سے شائع ہونے والی ناٹیکل المینک میں صبح کاذب کے دیئے ہوئے وقت کو مرتبِ اول نے صبح صادق سمجھ لیا، اور اس کے بعد اوقاتِ نماز کے نقشوں کی اشاعت کے شائقین، سالہا سال سے اسی کی تقلید کرتے چلے آ رہے ہیں۔

اس سے بھی بڑھ کر اضحوکہ یہ ہے کہ مختلف مقامات کے فرق نصف النہار پر سب اوقات کو قیاس کیا جاتا ہے، اور اس فراست کا تو کیا ہی ٹھکانہ کہ دہلی کے نقشے کراچی پر چسپاں کئے جا رہے ہیں (ارشاد العابد، ص ۳، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص ۳۴۵، کتاب الصلاۃ، باب استقبال القبلہ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

پھر مفتی صاحب موصوف اسی رسالہ میں لکھتے ہیں:

صبح صادق اور عشاء کے لئے شمس کو ۱۵ درجہ زیرِ افق لیا جائے گا۔

عام جنتریوں اور اوقاتِ نماز کے نقشوں میں ۱۸ درجات زیرِ افق لئے گئے ہیں، یہ

صحیح نہیں، یہ وقت صبح کاذب کا ہے، صبح صادق، اس سے تین درجہ بعد میں ہوتی ہے، شفقِ احمر ۱۲ درجہ زیرِ افق کے وقت غروب ہوتی ہے (ارشاد العابد، ص ۱۱، و ۱۲ مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص ۳۵۳ و ۳۵۴، کتاب الصلاۃ، باب استقبال القبلہ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

پھر حضرت موصوف اسی بارے میں آگے لکھتے ہیں:

عام نقشوں میں دیا ہوا وقت صحیح نہیں، تفصیل کے لئے دیکھیے بندہ کا رسالہ ''صبح صادق'' (ارشاد العابد، ص ۱۴ مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص ۳۵۶، کتاب الصلاۃ، باب استقبال القبلہ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

اس بارے میں عرض ہے کہ مفتی صاحب موصوف کی طرف سے نہ تو متقدمین کے مطلق صبح وفجر کو صادق پر محمول کیا گیا، نہ ان کی تصریحات کو ملاحظہ کیا گیا، نہ ہی قدیم نقشوں کو درست مانا گیا، نہ ہی علامہ شامی وغیرہ کے شام اور مصر کے بیان کردہ اوقات کو درست تسلیم کیا گیا، اور نہ ہی ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد میں صبح وشفق کے متصل ہونے والے اصول، اور اس پر بلغار والی فلکی وفقہی تفریع وتصریح کو قبول کیا گیا، اور نہ ہی صبح کاذب کے درجہ کے متعین ہونے، اور اس کی حالت کے مختلف ہونے کی ترجیح وتطبیق کو گوارا کیا گیا، اور ہمہ جہتی طریقہ پر ہر بات کو نظر انداز کیا گیا، اوپر سے اکابر کے دینی اہم حکم میں اختیار کردہ طریقہ کو غیر مسلموں کی اتباع سے تعبیر کیا گیا، اور ان سب کے مقابلہ میں ایک ایسے موقف کو درست ٹھہرانے، اور دوسروں کو تسلیم کرنے پر اصرار کیا گیا، جو خود مفتی صاحب موصوف کا اپنا اختیار وایجاد کردہ ہے، ان سے پہلے اسلام کی ابتدائی صدیوں میں دنیا کے کسی علاقہ کا نقشہ پندرہ درجہ پر ثابت کیا جانا مستبعد ہے۔

''گرینچ'' (Greenwich) کے مذکورہ ادارہ، اور اس کے بیان کردہ اوقات پر مفتی صاحب موصوف کی طرف سے اکابر پر قائم کردہ الزام سے اتفاق کیا جانا بھی مشکل ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ مفتی صاحب موصوف ہی خود اٹھارہ درجہ پر صبح صادق کو صبح کاذب سمجھے ہوئے ہیں، جو مسلم متقدمین اہلِ فلکیات کے بیان کردہ نا قابلِ تردید دلائل کے خلاف ہے۔

اگر کوئی ایک مقام کے نقشہ کو دور دراز کے دوسرے عرض البلد والے مقام کے لئے حجت سمجھے، تو یہ اس کا اپنا ذاتی غلط فعل ہے۔

الحمدللہ تعالیٰ اوقاتِ نماز کے نقشوں کے جمہور شائقین، سالہا سال سے نہیں ہزاروں صدیوں سے اپنے مسلم ائمہ فن کی تحقیق پر عمل کرتے چلے آرہے ہیں، اور مفتی صاحب موصوف جس درجہ پر ظاہر ہونے والی روشنی کو کاذب قرار دیتے ہیں، اس کو وہ صادق کی ابتداء قرار دے چکے ہیں، جن میں ابوریحان البیرونی بھی داخل ہیں۔

مفتی صاحب موصوف کی اس فن میں مہارت اپنی جگہ، لیکن ان کو جو بعض متاخرین کی خطاء پر مبنی عبارات سے تسامح لگا، اس سے یہ سارا مسئلہ پیدا ہوا، اور اس تسامح کا اثر مفتی صاحب موصوف کی فلکیات کی دوسری تحقیقات تک بھی متجاوز ہوا، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

’’گرینچ‘‘ (Greenwich) دراصل جنوب مشرقی لندن، انگلستان، یا برطانیہ کا ایک ضلع ہے، جو گرینچ شاہی بورو (ایک خود مختار قصبہ) میں چیرنگ کراس کے جنوب مشرق میں 5.5 میل (8-9 کلومیٹر) کے فاصلے پر واقع ہے۔

’’گرینچ‘‘ (Greenwich) میں شاہی رصد گاہ’’ Royal Observatory‘‘ قائم کی گئی تھی، جو بعد میں ایک ادارہ کے طور پر معروف ہوگئی۔

اس ادارہ نے اس زمانہ میں سمندری، کشتیوں اور جہازوں کی رہنمائی کے لئے سمندری تقویم کا ایک سلسلہ شائع کیا تھا، جس کا نام Nautical Almanac تھا، اور اس نے دنیا بھر کے عروض البلاد کے مقامات کے طلوع وغروب وغیرہ کے اوقات کی تخریج کی تھی۔

اس میں بھی اپنی مخصوص عاداتِ رسمیہ کی بناء پر ’’آسٹرونومیکل ٹیولائٹ‘‘ (Astronomical Twilight) کے بجائے طلوع، غروب اور، ناٹیکل ٹیولائٹ

(Nautical Twilight)اور سول ٹیولائٹ(Civil Twilight) وغیرہ کے اوقات کی اشاعت کی جاتی تھی، لیکن یہ بات ایک اصول کے طور پر معلوم تھی کہ اٹھارہ ڈگری پر Astronomical Twilight کی ابتداء، وانتہاء ہوتی ہے، جو افق کی ابتدائی وانتہائی روشنی ہے۔

اس لئے مذکورہ ادارہ سے دنیا بھر کے عروض البلاد کے اوقات کی نشاندہی کا حصول ممکن ہوا کرتا تھا۔

اس کے بعد عرض ہے کہ امداد الفتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں غیر معتدل علاقوں کے متعلق تھا، حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا کہ:

> جواب ھٰذا کے متعلق ایک نقشہ وہاں کے طلوع وغروب کا ایک ماہرِ فن سے مرتب کرا کر ملحق کردیا گیا۔ اشرف علی (امداد الفتاویٰ ج۱،ص۱۶۶، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، تاریخِ طبع: ۲۰۱۰ء)

پھر اگلے صفحہ پر محمد مظہر بقا تھانوی، مقیم بھوپال کی طرف سے ایک نقشہ تحریر کیا گیا ہے۔ جس کی سرخی اس طرح قائم کی گئی:

> ’’طلوع وغروب وشفق وصبح صادق، عرض بلد ۵۵ درجہ ۵۳ دقیقہ، طولِ بلد درجہ ۲۳ دقیقہ، مشرق، رین فیرو، واقع اسکاٹ لینڈ‘‘

اور اس نقشہ کے ذیل میں لکھا گیا کہ:

> اوپر کے اعداد وشمار شاہی رصدگاہ، واقع گرین وچ کے شائع کردہ ناٹی کل المنک کی امداد سے تیار کئے گئے ہیں (امداد الفتاویٰ ج۱،ص۱۶۸، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، تاریخِ طبع: ۲۰۱۰ء)

حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب نے ’’امداد الفتاویٰ‘‘ کی اسی عبارت کا حوالہ اپنی اوپر کی تحریر میں دے کر اس پر مندرجہ بالا الزام عائد کیا ہے۔

www.idaraghufran.org

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ صبح صادق کے اٹھارہ درجہ پر ہونے کو تو ماہرینِ علمائے مسلمین نے احکامِ شرعیہ کے لئے اپنی اعلیٰ ترین رصدگاہوں کے ذریعہ اس وقت دریافت کرلیا تھا، جب تک مغربی ممالک کو اس فن کے ابجد تک کا بھی علم نہ تھا، اور مسلم ماہرینِ فلکیات نے اسی وقت کاذب وصادق، اور شفق وغیرہ سب چیزوں کی ناموں کے ساتھ وضاحت کردی تھی، مغربی ممالک نے بھی ان امور میں مسلمانوں کے کام سے ہی استفادہ کیا، اور جدید آلات وپیمائشوں کے ذریعہ دنیا کے مختلف عروض البلاد میں عاداتِ رسمیہ کے لئے اس کی خود بھی تحقیق کی، جو مسلم ماہرینِ فلکیات کی تحقیق سے مختلف ثابت نہ ہوسکی۔

اور ابوریحان البیرونی آج سے ہزاروں سال پہلے صبح صادق سے متعلق ''القانونُ المسعودی'' میں یہ واضح کرچکے تھے کہ:

''یَضِیئُ بِہِ الْعَالَمُ فَیَنْتَشِرُ لَہُ الْحَیْوَانَاتُ وَالنَّاسُ لِلْعَادَاتِ وَتَنْعَقِدُ بِہٖ شُرُوْطُ الْعِبَادَاتِ''

پس جب صبح صادق کے ساتھ مسلمانوں کی عبادات، مسلم وغیر مسلم، عام لوگوں کی عادات، یہاں تک کہ حیوانوں کے انتشارات کا بھی تعلق وابستہ ہے، تو ایسی صورت میں حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب کا یہ فرمانا کہ:

''مغربی ممالک کو صبح صادق سے کوئی سروکار نہ تھا''

زیادہ اہمیت کا حامل نہیں۔

اب اگر مسلمانوں کے وضع کردہ اصولوں، اور ناموں کے مطابق کسی غیر مسلم محکمہ وادارہ کی تیار کردہ تقویم وتخریج سے استفادہ کیا جائے، جنہوں نے اپنے وسائل وذرائع کے ذریعہ، اپنی عاداتِ رسمیہ کی غرض سے بڑے پیمانہ پر اس زمانہ میں تقویم کا یہ عمل کیا ہو، تو اس میں کونسی عیب والزام والی بات ہے، بلکہ اس سے تو مسلم متقدمینِ ماہرینِ فن کی تائید ہوتی ہے۔

جیسا کہ دنیا بھر کے طلوع وغروب کے اوقات کی اگر کوئی غیر مسلم ادارہ تخریج کرے، تو اس کو

اس بنیاد پر رد کرنا درست نہ ہوگا کہ مغربی ممالک کو اس سے کیا سروکار؟

اسی طرح مثلاً آج کے دور میں بہت سے غیر مسلم ممالک والے دنیا بھر کے علاقوں کے نمازوں کے اوقات، اور اسلامی تاریخوں کی تقویم کے لئے مختلف انواع کی گھڑیاں اور آلات بناتے ہیں، جن کو بلا کھٹک مسلمان، استعمال کرتے ہیں، تو ان کو یہ کہہ کر رد کرنا درست نہیں کہلایا جاسکتا کہ ان غیر مسلموں کو نمازوں کے اوقات سے کیا سروکار؟

اور اسی طرح مثلاً سائنسی اعتبار سے چاند کی رؤیت ممکن ہونے، نہ ہونے کے اعتبار سے بہت سے غیر مسلم اور مغربی اداروں نے بھی کچھ اصول وضع کئے ہیں، تو ان کو یہ کہہ کر رد کرنا درست نہیں کہلایا جاسکتا کہ ان غیر مسلموں کو اسلامی مہینوں سے کیا سروکار؟

یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی جہاں ایک طرف صبح صادق کے مسئلہ میں ''گرینچ'' کے ادارہ پر الزام عائد کرتے ہیں، وہاں گرینچ ہی کے ادارہ کی تحقیق کا خود ہی حوالہ بھی دیتے ہیں، چنانچہ اپنے مذکورہ رسالہ ''**ارشاد العابد الٰی تخریج الاوقات وتوجیه المساجد**'' میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

> صحیح شمال معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ قطبِ ستارہ کی انتہائی بلندی، یا انتہائی پستی کا وقت دریافت کیا جائے، جو گرینچ سے شائع ہونے والی ''ایرا المینک'' سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔
>
> چنانچہ ''ایرا المینک'' سے معلوم ہوا کہ کراچی میں ۱۶ دسمبر ۱۹۶۹ء کو انتہائی بلندی کا وقت رات کے آٹھ بج کر ۵۳ منٹ اور ۳۹ سیکنڈ ہے۔......
>
> اسی سے ہر تاریخ اور ہر شہر کا حساب لگایا جاسکتا ہے (ارشاد العابد، ص ۶، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص ۳۴۸، کتاب الصلاۃ، باب استقبال القبلہ، مطبوعہ: ایچ ،ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

پھر جس طرح طلوع وغروب سے غیر مسلموں کی عاداتِ رسمیہ وابستہ ہیں، اسی طرح صبح

صادق سے بھی ان کی عاداتِ رسمیہ وابستہ ہیں کہ اس سے دن کی روشنی کا آغاز ہوتا ہے، اور رات اور دن کے معمولات ہر شخص کی اپنی اپنی نوعیت کے اعتبار سے ہوتے ہیں، جن میں جہات واوقات کا تعین بھی داخل ہے، جس کے لئے کاذب کی روشنی بھی معاون ہوتی ہے، اوران امور کی پہلے زمانوں میں جب تک برقی آلات اور وسائل کا سلسلہ نہیں تھا، سمندری راستوں میں بہت زیادہ ضرورت پیش آتی تھی، جہاں لق ودق سمندر کے درمیان اس زمانہ میں مقامات، جہات اور اوقات کے تعین کے لئے دوسرے ذرائع میسر نہیں تھے۔

اسی کشتی وجہاز رانی کے زمانہ میں مغربی لوگوں نے سمندر میں پے در پے سفر کے نتیجہ میں یہ بھی بآسانی دریافت کرلیا کہ رات کو مستطیل روشنی، جس کو مسلمان کاذب کہتے ہیں، اس کے مختلف علاقوں میں ظہور وغیوب کی نوعیت وکیفیت کیا ہے؟ کیونکہ اس سے بھی جہات، اور ایک حیثیت سے صبح کے قرب وبعد کا اندازہ ہوتا ہے، جس کو انہوں نے مسلمانوں کی اتباع میں زوڈیکل لائٹ کا نام دیا، اوراس میں ''شفقِ کاذب'' کو بھی شامل رکھا، کیونکہ اس کو مسلمانوں نے بھی عمومی سطح پر کوئی مستقل نام نہیں دیا تھا، کسی نے کسی نام سے، اور کسی نے کسی نام سے، اس کا ذکر کیا تھا۔

اس زمانہ میں ان لوگوں نے یہ بھی معلوم کرلیا کہ طلوعِ شمس سے پہلے صبح کی ابتدائی اس روشنی کا ظہور کب اور کس لمحہ ہوتا ہے، جو پھیلتی اور منتشر ہوتی ہے، اوراس روشنی کی انتہاء کب ہوتی ہے۔

اور پھر اسی ضمن میں انہوں نے ''طلوعِ شمس سے پہلے، اور غروبِ شمس کے بعد کی روشنی کی کمی اور زیادتی کو بھی معلوم کرلیا، اور طلوعِ صبح سے لے کر طلوعِ شمس تک، اور غروبِ شمس سے لے کر غروبِ شفق کے درمیان کی مدھم، یا دھندلی روشنی کو، جسے ''جھٹپٹا'' بھی کہا جاتا ہے، جس میں نہ سورج پوری طرح موجود ہوتا ہے، اور نہ ہی پوری طرح غائب ہوتا ہے، سائنسی زبان میں ٹیولائٹ ''Twilight'' کا نام دیا گیا۔

اس وقت کی روشنی کو ضعف وقوت کے اعتبار سے دورِ جدید کی سائنسی دنیا نے تین حصوں

میں تقسیم کردیا۔

چنانچہ موجودہ دور کے اصحابِ فلکیین اور Nautical Almanac کی طرف سے 18 سے 12 ڈگری کے درمیان تک کی روشنی کو آسٹرانیو میکل ٹیولائٹ ''Astronomical Twilight'' کہا جاتا ہے۔

اورسورج کے اٹھارہ درجہ زیرِافق رہ جانے پر ہی رات کا اختتام اور صبح کا آغاز ہوتا ہے۔

اورسورج کے اٹھارہ درجہ زیرِافق چلے جانے پر شام کا اختتام ہوتا ہے۔

اور یہ روشنی چونکہ نہایت مدھم، اورمحض افق پر ہوتی ہے، اس لئے موانعات، یعنی دھند، فضائی آلودگی، اور مصنوعی روشنیوں کی موجودگی میں اس کا بآسانی مشاہدہ ممکن نہیں، تا آنکہ مسلسل مرصدات نہ کئے جائیں، اسی وجہ سے اس کی موجودگی میں معمولی ستاروں کا مشاہدہ بھی ممکن ہوتا ہے، اور چاند ومختلف ستاروں کی مدد سے جہات وغیرہ کی معرفت ممکن ہوتی ہے، اٹھارہ ڈگری سے بارہ ڈگری کے درمیان کے وقت کی یہی کیفیت ہے۔

اور جب اس روشنی کا افق پر پھیلاؤ، انتشار، استطار اتنا ہوجاتا ہے کہ دھند اور دوسرے موانعات کی عدمِ موجودگی میں سمندری راستوں پر سفر کرنے والوں کو معمولی ستاروں کا نظر آنا موقوف ہوجاتا ہے، اور چاند، اور صرف تیز چمکنے والے ستارے ہی نظر آتے ہیں، اور ان ہی کی مدد سے وہ راستوں کی جہات معلوم کرپاتے ہیں، اور باقی عام اور معمولی ستارے نظر نہیں آتے، اور اس کی موجودگی میں زمینی سرگرمیوں کا مشاہدہ بھی کسی قدر ہونے لگتا ہے، تو اسے ناٹیکل ٹیولائٹ ''Nautical Twilight'' کہا جاتا ہے، جو کہ بارہ ڈگری سے چھ ڈگری کے درمیان کا وقت ہے۔

اور جب اس روشنی میں مزید انتشار، استطار اور ترقی ہوجاتی ہے کہ دھند اور دوسرے موانعات کی عدمِ موجودگی میں، معمولی، اور روشن ستارے بھی نظر آنا موقوف ہوجاتے ہیں، اور صرف روشن ترین ستارے دیکھے جاسکتے ہیں، اور بہت سے معاملات میں، مصنوعی

روشنی کی ضرورت نہیں ہوتی، یہاں تک کہ اس کی روشنی میں اخبار وغیرہ پڑھا جاسکتا ہے، تو اس کو سول ٹیولائٹ ''Civil Twilight'' کہا جاتا ہے، جو کہ چھ ڈگری کے بعد کا وقت ہوتا ہے۔ [1]

یہ تقسیم مخصوص عاداتِ رسمیہ کے پیشِ نظر ہے، جس میں کوئی بات خلافِ شریعت نہیں ہے، بلکہ اس کی مذکورہ اقسام وانواع، اس کی صفتِ مستطیر ومنتشر ہونے کی پرزور تائید کرتی ہیں کہ موجودہ جدید ترین فلکی تحقیقات سے بھی 18 درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی کا مستطیر ومنتشر ہونا ہی ثابت ہوا۔

---

[1] Astronomical Dawn

The time at which the sun is 18 degrees below the horizon in the morning. Astronomical dawn is that point in time at which the sun starts lightening the sky. Prior to this time during the morning, the sky is completely dark.

Civil Dawn

The time of morning at which the sun is 6 degrees below the horizon. At this time, there is enough light for objects to be distiguishable and that outdoor activities can commence.

Dawn

Same as Civil Dawn; the time of morning at which the sun is 6 degrees below the horizon. At this time, there is enough light for objects to be distiguishable and that outdoor activities can commence.

Nautical Dawn

The time at which the sun is 12 degrees below the horizon in the morning. Nautical dawn is defined as that time at which there is just enough sunlight for objects to be distiguishable.

(https://forecast.weather.gov/glossary.php?word=DAWN#:~:text=Astronomical%20Dawn,the%20sky%20is%20completely%20dark.)

www.idaraghufran.org

اور موجودہ اصحابِ فلکیین نے جو یہ انواع ذکر کی ہیں، یہ ان کی اپنی مخصوص عاداتِ رسمیہ اور ضرورت کے لحاظ سے ہیں، جس طرح کہ شریعت نے غلس واسفار اور ابیض واحمر کی تقسیم کی ہے۔

ظاہر ہے کہ مغربی سائنس کی یہ تقسیم انتشار ہی کے اعتبار سے ہے، کیونکہ پہلے افق پر روشنی کا ہونا، ستاروں کا نظر آنا، اور پھر نظر نہ آنا، اور پھر زمین پر روشنی کا نزول کر جانا، یہ سب صفات انتشار واستطار کی دلیل ہیں، اور ہر اعتبار سے یہ تقسیم اس روشنی کے انتشار واستطار اور پھیلنے کی نوعیت پر ہی مبنی ہے، جس کا موجودہ سائنسی ترقی یافتہ دور میں شرعی، فقہی وفنی اعتبار سے صبح کاذب، اور بروجی روشنی، یا زوڈیکل لائٹ، یا کہکشاں سے دور دراز کا بھی تعلق ثابت نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ یہ دونوں روشنیاں مذکورہ صفات میں سے کسی صفت کی حامل نہیں، نہ تو وہ دن کی روشنیاں شمار ہوتیں، نہ ہی وہ مستطیر ومنتشر ہوتیں، نہ ہی آسمان کے ستاروں کے نظر آنے کے لئے مانع بنتیں، نہ ہی زمین پر روشنی کا سبب بنتیں، چہ جائیکہ طلوعِ شمس کا سبب واقع ہوں، اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے، تو اس کو صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ ”ایں خیال ست ومحال ست وجنوں“

چنانچہ نیشنل ویدر سروس ”National Weather Service“ نے مذکورہ اقسام وانواع کے بارے میں اس طرح تفصیل بیان کی ہے:

Three Types of Twilight

In its most general sense, twilight is the period of time before sunrise and after sunset, in which the atmosphere is partially illuminated by the sun, being neither totally dark or completely lit. However there are three categories of twilight that are defined by how far the sun is below the horizon.

Civil Twilight:

Begins in the morning, or ends in the evening, when the geometric center of the sun is 6 degrees below the horizon. Therefore morning civil twilight begins when the geometric center

of the sun is 6 degrees below the horizon, and ends at sunrise. Evening civil twilight begins at sunset, and ends when the geometric center of the sun is 6 degrees below the horizon. Under these conditions absent fog or other restrictions, the brightest stars and planets can be seen, the horizon and terrestrial objects can be discerned, and in many cases, artificial lighting is not needed.

Nautical Twilight:

Begins in the morning, or ends in the evening, when the geometric center of the sun is 12 degrees below the horizon. In general, the term nautical twilight refers to sailors being able to take reliable readings via well known stars because the horizon is still visible, even under moonless conditions. Absent fog or other restrictions, outlines of terrestrial objects may still be discernible, but detailed outdoor activities are likely curtailed without artificial illumination.

Astronomical Twilight:

Begins in the morning, or ends in the evening, when the geometric center of the sun is 18 degrees below the horizon. In astronomical twilight, sky illumination is so faint that most casual observers would regard the sky as fully dark, especially under urban or suburban light pollution. Under astronomical twilight, the horizon is not discernible and moderately faint stars or planets can be observed with the naked eye under a non light polluted sky. But to test the limits of naked eye observations, the sun needs to be more than 18 degrees below the horizon. Point light sources such as stars and planets can be readily studied by astronomers under astronomical twilight. But diffuse light sources such as galaxies, nebula, and globular clusters need to be observed under a totally dark sky, again when the sun is more

www.idaraghufran.org

than 18 degrees below the horizon.

(https://www.weather.gov/lmk/twilight-types#)

اوراس موقع پرانتہائی حیران کن بات یہ ہے کہ مفتی رشید احمد صاحب، اور مولانا احتشام الحق تھانوی صاحب نے، جو مختلف محکموں سے استفسارات کیے تھے، اور ان کے جو جوابات موصول ہوئے تھے، اوران کو مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی نے اپنے رسالہ ”صبح صادق“ میں شائع کیا ہے، ان سب میں بھی اٹھارہ درجہ کی روشنی پر صبح وشام کواُفق کی مکمل روشنی کے اختتام، اورروشنی کے آغاز کا حکم لگایا گیا ہے۔

چنانچہ مفتی صاحب موصوف نے ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ موسمیات پاکستان کو جو خط ارسال کیا، اور اس میں ان سے جو سوالات کیے، ان میں ایک سوال کراچی کے لئے پندرہ درجہ زیرِ افق کے وقت کو معلوم کرنے پر مشتمل تھا، جس سے ہماری بحث نہیں، اس کا تعلق مفتی صاحب کے موقف سے ہے، اوراس سوال کے جواب سے پندرہ درجہ پر صبح صادق کا کوئی ثبوت نہیں، کیونکہ اس میں پندرہ درجہ زیرِ اُفق کے صرف اوقات کو معلوم کیا گیا ہے، البتہ باقی دو سوالوں سے متعلق اس بحث کا تعلق ہے، اوران کے جوابات سے خود مفتی صاحب موصوف کے موقف کی تردید ہوتی ہے۔

چنانچہ ڈائرکٹر ہائیڈروگرافی نیول ہیڈکواٹر کراچی کی طرف سے موصول شدہ جواب کا خلاصہ خود حضرت مفتی صاحب موصوف نے اپنے قلم سے بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

> صبح کے وقت جب آفتاب ۱۸ درجہ زیرِ افق ہوتا ہے، اس وقت مکمل اندھیرے کا اختتام، اورشام کے وقت ۱۸ درجہ پر مکمل اندھیرے کی ابتداء ہوتی ہے۔
>
> ۲۲ ستمبر اور ۲۲ دسمبر کے دیئے ہوئے وقت میں آفتاب اٹھارہ درجہ زیرِ افق ہوتا ہے، اور ۲۲ جون کا وقت اس سے بھی کچھ پہلے ہے۔
>
> آپ کے بھیجے ہوئے (پرانے) نقشے میں صبح صادق کا دیا ہوا وقت ۱۸ درجہ زیرِ افق کے مطابق ہے۔

دستخط، ایس آر، اسلام، کیپٹن، پاکستان نیوی

(صبح صادق، ص۱۶، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص۱۷۲، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

اور ڈائرکٹر محکمہ موسمیات کراچی کی طرف سے موصول شدہ جواب کا خلاصہ خود حضرت مفتی صاحب موصوف نے اپنے قلم سے بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

(۱)......۱۲ جون کو ایسٹرونومیکل ٹوائیلائٹ ۴ بج کر ۱۱ منٹ پر شروع ہوتی ہے (جیسے مروجہ نقشوں میں ہے) اس وقت آفتاب افق سے اٹھارہ درجہ نیچے ہوتا ہے۔

(۲)......جب آفتاب ۱۸ درجہ زیرِ افق ہوتا ہے، اس وقت آفتاب کی ہر قسم کی روشنی افق سے منقطع ہوتی ہے۔

دستخط، ٹی، ایچ، صدیقی، برائے ڈائرکٹر

(صبح صادق، ص۱۷، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص۱۷۳، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

اور ڈپٹی ڈائرکٹر محکمہ موسمیات کراچی (این۔ اے۔ قریشی) کی طرف سے موصول شدہ جواب کا خلاصہ خود حضرت مفتی صاحب موصوف نے بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

(۱)......آپ نے جن تاریخوں کے اوقات لکھے ہیں، اس وقت آفتاب ۱۸ درجہ افق سے نیچے ہوتا ہے۔

(۲)......جب آفتاب افق سے ۱۸ درجہ نیچے ہوتا ہے، اس وقت اس کی روشنی بالکل منقطع ہوتی ہے۔

(صبح صادق، ص۱۷، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص۱۷۳، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

Idara Ghufran

مذکورہ بالا تینوں جوابات میں جو بات قدرِ مشترک کے طور پر مسلم ہے، وہ یہ ہے کہ سورج کی افق پر روشنی کا آغاز، واختتام آسٹرانیومیکل ٹیولائٹ ”Astronomical Twilight“ سے ہے، جو صبح کو اٹھارہ ڈگری پر شروع ہوتی ہے، اور شام کو اٹھارہ ڈگری پر اختتام پذیر ہوجاتی ہے، اور قدیم نقشوں میں صبح صادق کے اوقات اسی کے مطابق درج کیے گئے ہیں۔

چنانچہ ڈائرکٹر ہائیڈروگرافی نیول ہیڈکوارٹر کراچی کی طرف سے اس سلسلہ میں جو الفاظ تحریر کیے گئے، وہ یہ ہیں:

Astrnonomical twilight.
This is Said to end or begin when the sun is center is 18 degrees below the horizon, at which moment absolute darkness is assumed to begin or end so far as the sun is concerned.

(صبح صادق، ص۱۳، مشمولہ ”احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص۱۶۹، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

اور ڈائرکٹر محکمہ موسمیات کراچی کی طرف سے اس سلسلہ میں جو الفاظ تحریر کیے گئے، وہ یہ ہیں:

When the sun is 18 degrees below horizon, all light from the sun is cut off.

(صبح صادق، ص۱۴، مشمولہ ”احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص۱۷۰، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

اور ڈپٹی ڈائرکٹر محکمہ موسمیات کراچی (این۔ اے۔ قریشی) کی طرف سے اس سلسلہ میں جو الفاظ تحریر کیے گئے، وہ یہ ہیں:

When the sun is 18 degrees below horizon, all light from the sun is cut off.

(صبح صادق، ص۱۶، مشمولہ ”احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص۱۷۲، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

پس مفتی صاحب موصوف کا ان جوابات کو اپنے موقف کی تائید سمجھنا، درست ثابت نہ ہوسکا۔

اور مفتی صاحب موصوف کے ان حوالہ جات کو اپنے موقف کا موید سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ صبح کو سب سے پہلے جو روشنی ظاہر ہوگی، یا شام کو اختتام پذیر ہوگی، اس کا صبح کاذب، یا بیاضِ مستطیل ہونا ضروری ہے، جبکہ اس بات کی فقہی وفلکی لحاظ سے تائید نہیں ہوتی، جیسا کہ پہلے تفصیل کے ساتھ اپنے مقام پر گذرا۔

صبح کے وقت یہی آسٹرانومیکل ٹیولائٹ ''Astronomical Twilight''مستطیر ومنتشر ہوتے ہوتے، ناٹیکل ٹیولائٹ ''Nautical Twilight'' کی شکل اختیار کرتی ہے، اور پھر مزید مستطیر ومنتشر ہوکر سول ٹیولائٹ ''Civil Twilight'' کی شکل اختیار کرلیتی ہے، یہاں تک کہ سورج کا طلوع ہوجاتا ہے۔

اسی صفت پر مشتمل روشنی کی ابتداء، یا طلوع کو''طلوعِ صبح وفجر'' کہا جاتا ہے۔

اوراس کے برعکس سورج غروب ہونے کے بعد، سورج کی روشنی پہلے سول ٹیولائٹ ''Civil Twilight'' کی شکل میں ہوتی ہے، اور پھر گھٹ کر ناٹیکل ٹیولائٹ ''Nautical Twilight'' کی شکل اختیار کرلیتی ہے، اور پھر آخری مرحلے میں مزید کم ہوکر آسٹرانومیکل ٹیولائٹ''Astronomical Twilight'' کی شکل اختیار کرلیتی ہے، اور 18 درجہ پر اس کا اختتام ہوجاتا ہے۔

اوراسی صفت پر مشتمل روشنی کی انتہاء، یا غروب کو''شفق کا غروب'' کہا جاتا ہے، اور یہ دراصل ''شفقِ ابیض'' کا ہی غروب ہے۔

جبکہ ''صبح کاذب'' کی روشنی کو ہرگز یہ صفت حاصل نہیں، اور نہ ہی اس کا افق سے تعلق ہے، اسی لیے اس کو سورج کی صبح کی ابتدائی، یا شام کی انتہائی روشنی سے تعبیر نہیں کیا جاتا۔

ویسے بھی ''کاذب'' کی صفت، اس کے صبح ہونے کی نفی کرتی ہے، اور مشاہدات سے بھی اس کا متعدد مقامات پر ''طلوعِ صبح صادق'' سے بہت پہلے ظاہر ہوجانا، اور بعض اوقات کچھ بعد

تک موجود رہنا، اور بعض اوقات ''غروبِ شفقِ ابیض'' سے پہلے ظاہر ہوجانا، اور اس کے بہت بعد تک موجود رہنا ثابت ہو چکا ہے، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

غرضیکہ مغربی ممالک، یا جدید سائنس نے ''طلوعِ صبح وغروبِ شفق'' کے بارے میں کوئی بات بھی قدیم جمہور محقق مسلمان سائنس دانوں سے مختلف نہیں پائی، بلکہ انہوں نے اپنی جدید ترین تحقیقات کو بھی ان کی بیان کردہ تصریحات کے موافق پایا۔

اور صبح کاذب سے متعلق بھی احادیث میں بیان کردہ تصریحات کو درست پایا، اس کی استطالت خطِ استواء میں اوپر کی طرف کو سیدھی، اور اس کے قرب وجوار کے علاقوں میں سیدھے کے قریب ہوتی ہے، اس لئے یہاں پورے سال اس کے نظر آنے کے امکانات ہوتے ہیں، اور باقی علاقوں میں کم ہوتے ہیں، اور مسلم فلکیین نے جو کاذب کو دقیق اور کم روشنی والا قرار دیا، وہ بھی درست ثابت ہوا، اسی وجہ سے دھند، فضائی آلودگی، مصنوعی وقدرتی روشنی اور چاند کی روشنی اس کے نظر آنے میں مانع بن جایا کرتی ہے۔

فلکیات سے متعلق مشہور ویب سائٹ ''timeanddate'' میں ''صبح کاذب'' و''Zodiacal Light'' کے بارے میں ہے:

Zodiacal light or false dawn is a rare optical phenomenon that occurs around sunset and sunrise, usually during early spring and late fall.

It occurs in the form of a hazy light extending in the skies from the horizon, usually in the shape of a triangle or a pyramid.

Reflecting Sunlight

Zodiacal light occurs when sunlight reflects off tiny space particles. These particles or cosmic dust are considered to be fragments of Jupiter family comets and asteroid collisions. Jupiter family comets are comets that are found revolving around the Sun in a path between the Sun and Jupiter. These comets have a short revolution period, generally less than 200 years, and

have their aphelia – the point where they are farthest away from the Sun – close to Jupiter.

While cosmic dust can be found throughout our Solar system, zodiacal light is mostly observed in the zone around the ecliptic plane.

When and Where to See Zodiacal Light?

Zodiacal light is rare and can be observed around the spring and the fall equinox at higher latitudes, and throughout the year in tropical regions.

Outside the tropics, you are the most likely to see this light after sunset during spring in the western sky and in the eastern sky before sunrise in the fall months.

Bright lights, artificial or natural, and air pollution are the biggest enemies of zodiacal light watchers. Because the light is very faint, any ambient light, even from the Moon, can hide them. The best time to observe them therefore, is around a New Moon.

False Dawn

Zodiacal light is especially significant for practitioners of the Islamic faith. Since zodiacal light is best observed right before sunrise, it can sometimes be mistaken as the beginnings of dawn. This has implications for devout Muslims who have to pray at specific timings. Prophet Muhammed is known to have used the zodiacal light to define the times of daily prayers.

(https://www.timeanddate.com/astronomy/zodiacal-lights.html)

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں اب یہ کہنا ممکن ہوگیا کہ مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب، جو 12 ڈگری پر شفقِ احمر کے غروب کے قائل ہیں، تو شفق کی حیثیت سے یہ دراصل سول ٹیولائٹ "Civil Twilight" کی انتہاء، اور ناٹیکل ٹیولائٹ "Nautical Twilight" کی ابتداء کا لمحہ ہے۔

اور مفتی صاحب موصوف جو پندرہ ڈگری پر بیاضِ معترض کے طلوع، اور شفقِ معترض کے غروب کے قائل ہیں، تو وہ دراصل آسٹرانیومیکل ٹیولائٹ ”Astronomical Twilight“ کا درمیانی واوسط حصہ ہے۔

اور واقعہ یہ ہے کہ صبح کو اس سے تین درجہ پہلے صبح صادق کا طلوع، اور شام کو اس کے تین درجہ بعد شفقِ معترض کا غروب ہوتا ہے۔

ان حالات میں مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے ”ناواقف شائقین“ اور ”پرائی محنت اپنی طرف منسوب کرنے کے مرض“ وغیرہ کا الزام عائد کرنا، کبھی اس کو اضحوکہ واعجوبہ قرار دینا، اور افق کی اس معترض روشنی کو صادق کے بجائے کاذب قرار دینا، اور بروجی روشنی و زوڈیکل لائٹ کے کاذب ہونے کا انکار کرنا، اور اس سے بھی بڑھ کر اس کو کہکشاں کی روشنی تک قرار دے دینا، جبکہ موجودہ سائنسی ترقی یافتہ دنیا میں، ان سب چیزوں کی اچھی طرح طاقت ور دور بینوں اور کیمروں سے تحقیق ہوچکی ہے، خود ہی ”اضحوکہ، بلکہ ”اعجوبہ“ سے کم نہیں رہا۔

اسلام کی ابتدائی صدیوں کے متقدمین، جن کو مغربی ممالک، اور ان کے نقشوں سے کوئی سروکار ہی نہیں تھا، کیا انہوں نے اپنی رصدگاہیں قائم کرکے اوقاتِ نماز وروزہ کی معرفت حاصل نہیں کی تھی، اور کیا شاہ ولی اللہ صاحب، اور ان کے زمانہ میں مسلمان حکمرانوں، اور علماء وعوام نے بھی ان ہی کی اتباع کی تھی، ان کے پاس اپنے اپنے مقامات پر طلوعِ فجر کا مشاہدہ کرنے کے لئے کوئی بھی مقام میسر نہ تھا، یا ان کے لئے مشاہدہ کرنے میں کوئی رکاوٹ حائل تھی، یا اس زمانہ کے مسلمانوں کو اپنے نماز، روزوں کی فکر دامن گیر نہ تھی؟

پھر اس تفصیل کے برعکس حضرت مفتی رشید احمد صاحب موصوف نے اس سے قبل زیادہ ہی تعجب خیز بات تحریر فرمادی ہے، فرماتے ہیں:

”جو حضرات میری تحقیق کو اکابر کے خلاف سمجھ رہے ہیں، انہیں اکابر کے کلام میں

غور نہ کرنے کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ میری تحقیق کا کوئی جزء بھی اکابر کی کسی تحریر کے خلاف نہیں (صبح صادق، ص ۲۷، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۸۳، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

حالانکہ مفتی صاحب موصوف کی صبح کاذب اور صبح صادق دونوں ہی کے متعلق تحقیق، جس طرح جمہور مسلمین کے خلاف ہے، اسی طرح اکابر کے بھی خلاف ہے، جس کی وضاحت اس دور کے اکابر خود اپنی تقریر وتحریر کے ذریعہ فرما چکے ہیں، جیسا کہ پیچھے مختلف حوالہ جات وفتاویٰ جات کے ذیل میں گذرا۔

واقعہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں مفتی صاحب موصوف کے موقف کے کاذب وصادق، اور شفق سے متعلق اکثر اجزاء نہ صرف اکابر، بلکہ جمہور کی تصریحات وتحریرات، اور جدید ترین سائنسی بدیہیات کے بھی خلاف ہیں، جس کی مزید تفصیل ہم نے اس موضوع پر اپنی دوسری مطبوعہ تالیفات میں بھی ذکر کردی ہے۔

رسالہ ''درءُ القبح عن درک وقت الصبح'' کا حوالہ

بریلوی مکتبِ فکر کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب (المتوفیٰ: 1340 ہجری) نے اس موضوع پر ایک نہایت محقق رسالہ ''درءُ القبح عن درک وقت الصبح'' کے نام سے تحریر کیا ہے، جس میں اٹھارہ 18 درجہ پر صبح صادق کے طلوع ہونے کے درست اور اس کے علاوہ دوسرے اقوال کے خطاء پر مبنی ہونے اور بالخصوص پندرہ درجہ پر صبح صادق کے بطلان پر مضبوط دلائل قائم کئے ہیں، جن میں منسلکہ رسالہ میں مذکور مستدلات پر بھی مدلل کلام موجود ہے۔

چنانچہ حضرت موصوف اپنے مذکورہ رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''شریعتِ مطہرہ محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ نے نماز، روزہ، حج وزکاۃ،

عدتِ وفات وطلاق، ومدتِ حمل وایلا، وتاجیلِ عنین، ومنتہائے حیض ونفاس وغیرذالک امور کے لیے یہ اوقات مقرر فرمائے، یعنی طلوعِ صبح وشمس، وغروبِ شمس، ونصف النہار، ومثلین، وروز، وماہ وسال، ان سب کے ادراک کا مدار رؤیت ومشاہدہ پر ہے، ان میں کوئی ایسا نہیں، جو بغیر مشاہدہ مجرد کسی حساب، یا قانونِ عقلی سے مدرک ہوجاتا، ہاں رؤیت ومشاہدہ ان سب کے ادراک کا سببِ کافی ہے، اور یہی اس شریعتِ عامہ تامہ شاملہ کاملہ کے لائقِ شان تھا کہ تمام جہان کے لیے اتری ہے، اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ دقائق محاسبات ہیئت وزیج کی تکلیف، انہیں نہیں دی جاسکتی۔

”انا امة امیة لا نکتب ولا نحسب“ (سنن أبی داؤد، کتاب الصیام، آفتاب عالم پریس، لاہور ۱/۳۱۷)

”ہم اُمّی امت ہیں، نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب کرتے ہیں۔ ت“

فرما کر اپنے تمام غلاموں کے لیے ایک آسان اور واضح راستہ کھول دیا، اور ان تمام اوقات کے لیے حکیم رحیم عز جلالہ نے دو کھلی نشانیاں مقرر فرمادیں، چاند اور سورج، جن کے اختلافِ احوال پر نظر کر خواص وعوام سب اوقاتِ مطلوبۂ شرعیہ کا ادراک کرسکیں۔

کما قال تعالٰی:

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِتَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا (سورۃ الاسراء، رقم الآیۃ: ۱۲)

وقال تعالٰی:

”يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ“ (سورۃ البقرۃ،

رقم الآیة : ۱۸۹)

قال تعالٰی : "وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ" (سورۃ البقرۃ، رقم الآیة : ۱۸۷)

وقال صلی اللّٰہ علیہ وسلم : "صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ" (صحیح البخاری، کتب الصوم، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۶)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا، تو رات کی نشانی مٹی ہوئی رکھی، اور دن کی نشانیاں دکھانے والی کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو، اور برسوں کی گنتی اور حساب جانو، اور ہم نے ہر چیز خوب جُدا جُدا ظاہر فرمادی''۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''تم سے چاند کو پوچھتے ہیں، تم فرمادو، وہ وقت کی علامتیں ہیں، لوگوں اور حج کے لیے''۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ''کھاؤ اور پیو، یہاں تک کہ تمہارے لیے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈورا، سیاہی کے ڈورے سے، پُو پھوٹ کر، پھر رات آنے تک روزے پورے کرو''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ اقدس ہے: ''تم چاند دیکھ کر روزہ رکھو، اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑو''۔ (ت)

پھر ان میں بعض تو وہ ہیں، جن کا مدار صرف رؤیت پر ہی رہا، وہ ہلال کہ:

"ان اللہ امدہ لرؤیتہ" (سنن الدار قطنی، کتاب الصیام، حدیث : ۲۶، نشر السنۃ، ملتان ۲/۱۶۲)

(بے شک اللہ تعالیٰ نے چاند کا مدار رؤیت پر رکھا ہے۔ت)

اس کے ظہور وخفاء کے وہ اسبابِ کثیرہ، نامنضبط ہیں، جن کے لیے آج تک کوئی

قاعدہ تک منضبط نہ ہوسکا(رسالہ"درء القبح عن درک وقت الصبح"مشمولہ: فتاویٰ رضویہ، ج۱۰ص۶۲۴ تا ۶۲۶،ناشر: رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، اشاعت: ربیع الاول ۱۴۱۷ھ،اگست ۱۹۹۶ھ)

پھراسی رسالہ میں آگے چل کر موصوف تحریر فرماتے ہیں:

اور باقی وہ ہیں کہ اگرچہ اُن کا اصل مدارِ رؤیت نہ ہوسکتا تھا،مگر رؤیت ہی کے تکرر سے تجربہ نے اُن کے بارے میں ضوابطِ کلیہ دیئے،جن کا ادراک بے رؤیت نہ ہوسکتا تھا،مگر بعد ادراک وہ قاعدہ مقرر ہوکر وقت کو قوانینِ علم ھیئت وزیج کے ضابطہ میں لے آنا میسر ہوا،جس کے سبب ہم پیش از وقت،حکم لگا سکتے ہیں کہ فلاں وقت مطلوب شرعی فلاں گھنٹے منٹ سیکنڈ پرواقع ہوگا،واقفِ فن کا وہ حکم لگایا ہوا کبھی خطاء نہ کرے گا کہ آخر مدار شمس وقمر کی چال ہے،اوراُن کی چال عزیز علیم نے ایک حساب مضبوط پر منضبط فرمائی ہے۔

"قال تعالٰی: الشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ"

''ارشاد باری تعالٰی ہے:سورج اور چاند حساب سے ہیں''۔

"و قال تعالٰی: ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ"

''اورارشادربانی ہے:یہ حکم ہے زبردست علم والے کا''(ت)

حساب تو قطعی تھا ہی،جتنی بات کی طرف اسے راہ نہ تھی،وہ مکرر رؤیت نے براہِ تجربہ بتادی،اوراب تجربہ وحساب دوقطعیوں سے مل کر حکمِ قطعی ہمارے ہاتھ آ گیا،مثلاً طلوع وغروب اگر نجومی مراد ہوتے،یعنی مرکزِ شمس کا افق حقیقی پر طرفین شرق وغرب میں انطباق کہ ان کے جاننے کے لیے رؤیت کی کچھ حاجت نہ تھی،شہر کا عرض اور جزرِ شمس کا میل ہونا ہی ان کا وقت بتانے کے لیے کافی ووافی ہوتا،جس کے ذریعہ سے ہم ہر عرض کے لیے جداول تعدیل النہار تیار کرلیتے

www.idaraghufran.org

ہیں، مگر شرع مطہر میں اس طلوع وغروب کا کچھ اعتبار نہیں، طلوع وغروب عرفی درکار ہے، یعنی جانبِ شرق آفتاب کی کرن چمکنا، یا جانبِ غرب کل قرص آفتاب نظر سے غائب ہوجانا، اس میں بھی اگر صرف نصف قطر آفتاب کا قدم درمیان ہوتا، تو دقّت نہ تھی، مرکز عالم سے آفتاب کا ہر جز ومرکز شمسی پر بعد دریافت کرکے ہر روز کے نصف قطر کی مقدار دریافت کرسکتے تھے، جس کی جدول المنک میں دی ہوئی ہوتی ہے، مگر بالائے زمین 45 میل سے 52 میل تک علی الاختلاف بخارات ہواءِ غلیظ کا محیط ہونا، اور شعاعِ بصر کا پہلے اس ملاءِ غلیظ، پھر اس کے بعد ملاءِ صافی میں گزر کر افق میں پہنچنا، حکیم عز و جل کے حکم سے اشعہ بصریہ کے لیے موجبِ انکسار ہوا، جس کے سبب آفتاب، یا کوئی کوکب قبل اس کے کہ جانب شرق افق حقیقی پر آئے، نظر آنے لگتا ہے، اور جانب غرب باآنکہ افق حقیقی پر اس کا کوئی کنارہ باقی نہیں رہتا، دیر تک ہمیں نظر آتا رہتا ہے، یہ انکسار ہی وہ چیز ہے، جس نے صدہا موقتین کو پیچ وتاب میں رکھا، اور طلوع وغروب کا حساب ٹھیک نہ ہونے دیا، اور یہی وہ بھاری پیچ ہے، جس سے آج کل عام جنتریوں والوں کے طلوع وغروب غلط ہوتے ہیں، اس انکسار کی مقدارِ مدت دریافت کرنے کو عقل کے پاس کوئی قاعدہ نہ تھا، جس سے وہ محتاجِ رؤیت نہ رہتی، ہاں سالہا سال کے مکرر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ اس کی مقدار اوسطاً 33 دقیقہ فلکیہ ہے، اب ضابطہ ہمارے ہاتھ آگیا کہ ان 33 دقیقوں سے اختلافِ منظر کے 9 ثانیہ منہا کرکے باقی پر اس کا نصف قطر شمس زائد کریں، یہ مقدار انحطاطِ شمس ہوگی، یعنی طلوع، یا غروب کے وقت آفتاب اُفقِ حقیقی کے اتنے دقیقے نیچے ہوگا، جب قدرِ انحطاط معلوم ہولی، تو دائرہ ارتفاع کے اجزاء سے وقت وطالع معلوم کرنے کے قاعدوں نے جو علمِ ھیئت وزیج میں

دیئے ہوئے ہیں، راہ پائی، اور ہمیں حکم لگانا آسان ہوگیا کہ فلاں شہر میں فلاں دن، اتنے گھنٹے منٹ سیکنڈ پر آفتاب طلوع کرے گا، اور اتنے پر غروب معمول سے زیادہ، ہوا میں رطوبت، یا کثافت اگر چہ انکسار میں کچھ کمی بیشی لاتی ہے، جس کا ادراک تھرما میٹر اور بیرومیٹر سے ممکن، اور وہ قبل از وقوع نہیں ہوسکتا، مگر یہ تفاوت معتدبہ نہیں، جس سے عام احکام مطلوبہ شرعیہ میں کوئی فرق پڑے، یونہی مثلین وسایہ کا ادراک بھی حساب سے بہت آسان تھا کہ عرض بلد و میلِ شمس سے اس کا غایۃُ الارتفاع ، پھر جدول سے اتنے ارتفاع کا ظلِ اصلی معلوم کرکے، اُس پر ایک، یا دو مثل بڑھا کر اتنے ظل کے لیے ارتفاع، اور ارتفاع کے لیے وقت معلوم کرلیتے، مگر یہاں بھی اُسی انکسار کا قدم درمیان ہے کہ کوکب جب تک ٹھیک سمتُ الرأس پر نہ ہو، انکسار کے پنجے سے نہیں چھوٹ سکتا، مگر رؤیت نے انکسارِ فرقی کلی بتایا، اور تناسب سے انکسارات جزئیہ مدرک ہوئے، جن کی جدول فقیر نے اپنے تحریراتِ ہندسہ میں دی ہے، اس کے ملاحظہ سے پھر انہیں قوانین نے راہ پائی، اور ہر روز کے لیے وقتِ عصر پیش از وقوع ہمیں بتانا آسان ہوا۔

طلوع وغروبِ شفق کو تو انکسار سے بھی علاقہ نہ تھا کہ اُس وقت آفتاب پیشِ نگاہ ہوتا ہی نہیں کہ بصر کی شعاعوں کا انکسار لیا جائے، وہاں سرے سے عقل کو اس ادراک کی راہ نہ تھی کہ آفتاب اُفق سے کتنا نیچا ہوگا کہ صبح طلوع کرے گی، یا کتنا نیچا جائے کہ شفق ڈوب جائے گی، تو پھر رؤیت ہی کی احتیاج پڑی۔

اور صدہا سال کے تکرر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ آفتاب ان دونوں وقت تقریبًا اٹھارہ درجے نیچے ہوتا ہے۔

یہ وہ علم ہے جو اکثر ھیئت دانوں پر مخفی رہا، رجمًا بالغیب باتیں اڑا کئے، صبح

کاذب کے وقت انحطاطِ شمس میں مختلف ہوئے، کسی نے 17 درجہ کہا، کسی نے 18، کسی نے 19 بتائے، اور مشہور 19 ہے، اور اسی پر شرح چغمنی نے مشی کی، اور صبح صادق کے لیے بعض نے 15 درجے بتائے ہیں۔

اسے علامہ برجندی نے حاشیہ چغمنی میں بلفظِ قد قیل نقل کیا اور مقرر رکھا۔

اور اسی نے علامہ خلیل کاملی کو دھوکا دیا کہ دونوں صبحوں میں صرف تین درجہ کا فاصلہ بتایا، جسے ردالمحتار میں نقل کیا، اور معتمد رکھا، حالانکہ یہ سب ھوسات بے معنیٰ ہیں۔ [1]

---

[1] حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''صبح صادق'' میں ''قائلِ اول'' کے عنوان کے ذیل میں مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب کی اس عبارت کو نقل کر کے اس کی اس طرح تردید کی ہے:

''تمام ماہرینِ فلکیات اور شامی و برجندی جیسے فقہائے کرام کو خطا کار، بلکہ ہوساتِ بے معنیٰ کے شکار، مسائلِ شرعیہ کی تحریر میں غفلت شعار، اور بدون تحقیق رجماً بالغیب باتیں اڑانے کے مجرم ٹھہرا کر اپنی تحقیق پیش فرماتے ہیں کہ ۱۸ درجہ زیرِ افق ''صبح صادق'' کا وقت ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ ان سے پہلے کوئی اس کا قائل نہیں گذرا (صبح صادق، ص ۳۶، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۹۲، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ)

لیکن اس بارے میں عرض ہے کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب نے یہ بات تمام ماہرینِ فلکیات کے متعلق نہیں کی، بلکہ اپنے دیار میں برجندی، اور تشریح الافلاک، اور ان کے اکثر شارحین ومحشین کے متعلق کہی ہے، اور برجندی وخلیل کاملی کا بطورِ خاص نام اس لئے ذکر کیا کہ ان کے حوالہ جات ہی اس زمانہ میں ان دیار میں زیادہ شہرت کے حامل تھے، اور برجندی وکاملی وغیرہ کا اٹھارہ درجہ پر کاذب کے طلوع کا حکم لگانا، واقعی بے معنیٰ اور جمہور متقدمین ومتاخرین کی تصریحات اور قواعد ومشاہدات سب کے خلاف ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، اسی لئے مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب پہلے خود فرما چکے ہیں کہ:

''صدہا سال کے تکرر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ آفتاب ان دونوں وقت تقریباً اٹھارہ درجے نیچے ہوتا ہے''

ظاہر ہے کہ اس صدہا سال کے مشاہدہ سے خود ان کا اپنا مشاہدہ مراد نہیں، بلکہ دوسروں کا مشاہدہ بھی مراد ہے، جس میں دیگر اہلِ رصد بھی داخل ہیں۔

اور موصوف کی یہ عبارت بھی پہلے گذر چکی ہے کہ:

''فقیر نے اس فن (ھیئت وھندسہ) میں نہ نری کتابی باتوں پر اعتماد کیا، نہ خالی دلائلِ ہندسیہ پر، نہ تنہا تجربہ ومشاہدہ پر، بلکہ سب کو جمع کیا''

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شرعِ مطہر نے اس باب میں کچھ ارشاد فرمایا ہی نہیں، اس نے توصبح کی صورتیں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نیز موصوف کی یہ عبارت بھی پہلے نقل کی جاچکی ہے کہ:

''بعض کتبِ ہیئت اوران کے اتباع سے بعض کتبِ فقہ مثل ''ردالمحتار'' میں لکھ دیا کہ جب آفتاب افق سے پندرہ درجے نیچے رہتا ہے، وقتِ صبح صادق ہوتی ہے اور صبح کاذب اس سے صرف تین درجے پہلے، یعنی اٹھارہ درجے کے انحطاط پر ہوتی ہے، مگر ہزاروں بار کا مشاہدہ شاہد ہے کہ یہ بھی محض غلط ہے، بلکہ جب آفتاب کا انحطاط قریباً اٹھارہ 18 درجے کے رَہ جاتا ہے، اس وقت یقیناً صبح صادق ہوجاتی ہے، صبح کاذب اس سے بہت درجوں پہلے ہوچکتی ہے''

اور موصوف کے رسالہ کی یہ عبارت بھی پہلے نقل کی جاچکی ہے کہ:

برمذہب صحیح معتمد کہ تجربہ ومشاہدہ قویہ وجماہیر متاخرین اہلِ ہیئاتِ قدیمہ وجدیدہ را برآں اجماع شدہ است ''یح'' بود۔

نہ ''خہ'' کماھو المشھور ،وفی حاشیۃ شرح الچغمینی للبرجندی،بلفظ ''قیل'' وفی ردالمحتار علی وجہ الاعتماد مذکور''

اس سے معلوم ہوا کہ موصوف نے متقدمین ومتاخرین اور جمہور وغیر جمہور کے اقوال کو ملاحظہ کرکے اس کو ترجیح دی، اور اپنے مشاہدات کو بھی جمہور کے مطابق پایا۔

اور ہم جمہور متقدمین کی متعدد تصریحات پہلے نقل کرچکے ہیں۔

اور مفتی سید افضل حسین صاحب کی یہ عبارت اوپر گذر چکی ہے کہ:

''ایسی نظیریں بہت ملتی ہیں کہ ایک نے غلطی کی، اور بے توجہی میں دوسروں نے اس کی تقلید کرلی''

حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب نے برجندی ودیگر بعد کے متعدد حضرات کی عبارات سے یہی سمجھا کہ تمام ماہرینِ فلکیات، اٹھارہ درجہ پر کاذب کے قائل ہیں، اسی لئے مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب کو انہوں نے قائلِ اول سمجھا، اور برجندی، صاحبِ تشریح الافلاک کے شارحین، صاحبِ تصریح، اور شارحینِ چغمینی وغیرہ کے حوالہ جات کو انہوں نے ''تحقیقاتِ قدیمہ'' کا سمجھا، جیسا کہ اپنے مذکورہ رسالہ ''صبح صادق، ص ۸، مشمولہ ''احسن الفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۶۴، کتاب الصلاۃ، مطبوعہ: ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع: ۱۴۲۵ھ'' میں یہی عنوان قائم کیا، اور ابوریحان البیرونی کی ایک عبارت کو بھی تاویل کرکے کاذب پر محمول کیا، جبکہ یہ بات واقع کے مطابق نہیں، اگر حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب کی نظر سے برجندی سے پہلے، اور بعد کے جمہور متقدمین، اور متاخرین کی تصریحات گذر جاتیں، تو شاید وہ ایسی بات نہ لکھتے، اس لئے ہم ان کو اس سلسلہ میں معذور سمجھتے ہیں، اور تعصب کے بغیر جس مسئلہ میں حق جس کے ساتھ پائیں، اس کی تائید کرتے ہیں، اور اس مسئلہ میں مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب کی تحقیق کو نہایت معتمد اور جمہور اہلِ ہندسہ، وفلکیات، اور اکابرِ دیوبند کے موافق سمجھتے ہیں، اور مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب کی کاذب وصادق دونوں سے متعلق تحقیق کو چند

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تعلیم فرمائی ہیں کہ صبح کاذب شرقاً غرباً مستطیل ہوتی ہے، اور صبح صادق جنوباً شمالاً مستطیر، اور ہم اُوپر کہہ آئے کہ مقدارِ انحطاط جاننے کی طرف، کسی برہانِ عقلی کو راہ نہیں، صرف مدار رؤیت پر ہے۔

اور رؤیت شاہدِ عدل ہے کہ صبح کاذب کے وقت 17، یا 18، یا 19 درجے اور صادق کے وقت 15 درجے انحطاط ہونا، اور صادق وکاذب میں صرف تین درجے کا تفاوت ہونا، سب محض باطل ہے۔

بلکہ 18 درجہ انحطاط پر صبح صادق ہو جاتی ہے۔

اور اس سے بہت درجے پہلے صبح کاذب۔

فقیر نے بچشمِ خود مشاہدہ کیا کہ محاسبات علمِ ہیئت سے آفتاب ہنوز 33 درجے اُفق سے نیچا تھا، اور صبح کاذب خوب روشن تھی۔

صبح صادق کے سالہا سال سے فقیر کا ذاتی تجربہ ہے کہ اس کی ابتداء کے وقت ہمیشہ ہر موسم میں آفتاب 18 ہی درجہ زیرِ اُفق پایا ہے۔

اور صبح کاذب کے لیے، جس سے کوئی حکمِ شرعی متعلق نہ تھا، اب تک اہتمام کا موقع نہ ملا، ہاں اتنا اپنے مشاہدہ سے یقیناً معلوم ہُوا کہ اس میں اور صبح صادق میں 15 درجے سے بھی زائد فاصلہ ہے، نہ کہ 3 درجہ۔

لاجرم برہان شرح مواھب الرحمٰن پھر شرنبلالیة علی الدرر پھر ابو السعود علی الکنز وغیرھا میں ہے:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

متاخرین کے حوالہ جات کی وجہ سے تسامح پر محمول کرتے ہیں۔

"ولا علینا أن نذھب إلی ذلک فإن المقصود اتباع الحق حیث کان"

(فتح القدیر، ج ۱، ص ۳۵۴، کتاب الصلاۃ، باب الإمامة)

محمد رضوان۔

''اَلْبَیَاضُ لَا یَذْھَبُ اِلَّا قَرِیْباً مِّنْ ثُلُثِ اللَّیْلِ''

''سفیدی، تہائی رات کے قریب ختم ہوجاتی ہے''(ت)

یہ وہی سپیدی مُستطیل ہے، جسے وہ اپنے ملک میں ہمیشہ تہائی رات کے قریب تک رہتی، فرماتے ہیں کَمَا دَلَّ عَلَیْہِ الْحصْرُ۔

اور ظاہر ہے کہ اُن بلاد میں رات 14 گھنٹے اور اس سے بھی کُچھ زائد تک پہنچتی ہے، جس کی تہائی تقریباً پونے 5 گھنٹے، اور بحکمِ مقابلہ قطعاً معلوم ہے کہ اِدھر جتنے حصۂ شب تک یہ سپیدی رہے گی، اُدھر اُتنا ہی حصہ شب کا باقی رہے، طلوع کر آئے گی۔

تو اس بیان پر لیالیِ شتاء میں صبح کاذب کی مقدار وہاں پونے 5 گھنٹے ہوئی۔ اور معلوم ہے کہ وہاں صبح صادق کی مقدار پونے 2 گھنٹے سے زائد نہیں، تو صبح صادق وکاذب میں 3 گھنٹے تک کا فاصلہ ثابت ہوا، نہ کہ صرف تین ہی درجے۔

مگر امام زیلعی نے تبیینُ الحقائق میں فرمایا:

رُوِیَ عَنِ الْخَلِیْلِ اَنَّهٗ قَالَ رَأَیْتُ الْبَیَاضَ بِمَکَّةَ شَرَّفَھَا اللّٰہُ تَعَالٰی لَیْلَةً فَمَا ذَھَبَ اِلَّا بَعْدَ نِصْفِ اللَّیْلِ۔

''شیخ خلیل سے منقول ہے کہ میں نے مکہ، اللہ تعالیٰ اسے اور بزرگی عطاء فرمائے، میں ایک رات سفیدی دیکھی، تو وہ نصف رات کے بعد ختم ہوئی''(ت)

ظاہر ہے کہ مکہ معظّمہ میں وہ سپیدی کہ آدھی رات تک رہی، اگر ہوسکتی ہے، تو یہی سرطان کی بیاضِ دراز، ورنہ مکہ معظّمہ میں اس کی صبح وشفق مستطیر ڈیڑھ گھنٹہ بھی نہیں، تو خلیل بن احمد عروضی کی رؤیت وروایت اگر صحیح ہے، تو اُس دن دونوں صبح میں تقریباً 5 گھنٹے کا فاصلہ ہوگا، یہ بہت بعید ضرور ہے، مگر اُس قدر میں شک نہیں کہ تین درجے کا قول فاسد ومہجور ہے۔

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ بُرہان کے اس بیان، یا خلیل کی اس روایت دربارۂ وقتِ مغرب مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذریعہ تضعیف جاننا۔

"کَمَا وَقَعَ عَنِ الطَّرَابَلَسِیُ فِی الْبُرْھَانِ فَعَدَلَ عَنْ اِتِّبَاعِ الْحَقِّ اِبْنُ الْھُمَامِ مَعَ شِدَّۃِ تَاسِیُسِہٖ بِہٖ"

"جیسا کہ برہان میں طرابلسی سے ہے، انہوں نے باتباعِ محقق ابن الہمام یہاں سے عدول کرلیا، حالانکہ وہ ان کی شدید اتباع کرتے ہیں"(ت)

محض خطاء ہے۔

امام کے نزدیک وقتِ مغرب، شفقِ ابیض مُستطیر تک ہے، جو فجرِ صادق کی نظیر ہے، وہ کبھی ان بلاد میں تہائی کیا، چوتھائی رات تک بھی نہیں رہتی، اور یہ جو اس قدر دیرپا ہے، بیاضِ دراز نظیرِ صبح کاذب ہے کہ اسی کی طرح احکامِ شرعیّہ سے یکسر ساقِط، والٰی بعض ھذا، او نحو منه ،اومأ التبیین (اس کے بعض، یا اس کے مثل کی طرف "تبیین" میں اشارہ ہے۔ت)

ثم اقول: (پھر میں کہتا ہوں۔ت) صبح صادق کے لیے 15 درجے انحطاط ہونے کا بطلان، اور 18 درجے انحطاط کی صحت، اس واقعہ مشہورہ سے بھی ثابت ہے، جو فتح القدیر و بحر الرائق و درِمختار وعامۂ کتبِ معتبرہ میں مذکور ہے کہ بلغار سے ہمارے مشائخِ کرام کے حضور استفتاء آیا تھا کہ گرمیوں کی چھوٹی راتوں میں ان کو وقتِ عشاء نہیں ملتا، آدھی رات تک شفقِ ابیض رہتی ہے، اور وہ ابھی نہ ڈوبی کہ مشرق سے صبح صادق طلوع کر آئی، امام برہان کبیر نے حکم دیا کہ عشاء کی قضاء پڑھیں، اور امام بقالی وامام شمس الائمہ حلوانی وغیرہ نے فرمایا، ان پر سے عشاء ساقط ہے، بالجملہ اُن راتوں میں وہاں وقتِ عشاء نہ پانا متفق علیہ ہے۔

اب اگر انحطاطِ صبح صادق 15 درجے ہوتا، تو سال کی سب سے چھوٹی رات، یعنی

www.idaraghufran.org

شبِ تحویلِ سرطان میں بھی اُن کو وقتِ عشاء ملتا، ایک رات بھی فوت نہ ہوتا، نہ کہ راتوں۔

اس پر دلیل سنئے:...... بلغار کا عرضِ شمالی ساڑھے 49 درجے ہے، کمافی الزیج السمرقندی ثم الزیج الالوغ بیکی (جیسا کہ سمرقندی اور الوغ بیگی زیج میں ہے۔ت) اور میلِ کلی، یعنی رأس السرطان کا میل اُس زمانے میں ساڑھے 23 درجے سے کچھ زائد تھا کہ اس کی مقدار زمانہ رصد سمرقند میں، جسے تقریباً 500 برس ہوئے، لح ل ء تھی، یعنی ساڑھے 23 درجے سے 17 ثانیہ زیادہ، تو زمانہ امام شمس الائمہ حلوانی میں جسے پونے نوسو برس گزرے، اور بھی زائد ہوگا، اور طوسی کا رصد مراغہ لیجیے، تو وہ اپنے ہی زمانہ میں الح لہ کا رہا ہے، یعنی 23 درجے 35 دقیقے، خیر اس کی نہ سنئے، اس پر تجربہ ہوا ہے کہ اعمال میں کچا ہے، تو بلحاظِ تناسب کہ اب الح الر، یعنی 23 درجے 27 دقیقے معہ کسر خفیف ہے، اس وقت کا میل الح لح بالرفع رکھئے، یعنی 23 درجے 33 دقیقہ، تو وہاں رأس السرطان کی غایتِ انحطاط، یعنی وقتِ بلوغ دائرہ نصف اللیل 16 درجے 57 دقیقے تھی، یا تقریباً 17 درجے کہئے، اور انحطاطِ صبح 15 درجے ہے، تو قطعاً یہی انحطاط شفقِ ابیض ہے کہ جانبین سے تعادل وتناظر ہے، اس تقدیر پر بعد غروبِ شمس جب تک افق سے آفتاب کا انحطاط بڑھتے بڑھتے 15 درجہ تک پہنچا، امام اعظم کے مذہب میں وقتِ مغرب تھا، پھر اس کے بعد جبکہ انحطاط اس سے ترقی کر کے آدھی رات کو 17 درجے تک پہنچا، پھر آدھی رات ڈھلے اس سے کم ہوتا ہوا پھر 15 درجے رہا، اس وقت صبح ہوئی، اس بیچ میں کہ تقریباً 4 درجے انحطاط بدلا، یقیناً اجماعاً وقتِ عشاء تھا، تو فوتِ عشاء کیا معنیٰ۔

اور اگر مقدارِ وقت جاننا چاہو، تو:

عرض شمالی 94 درجہ 30 دقیقہ۔ میلِ شمالی 23 درجہ 25 درجہ = 33 دقیقہ، 57 دقیقہ + بعد سمتی مفروض 105 = 130 درجہ ۵۷ دقیقہ نصفہ 65 درجہ 28 دقیقہ 30 جیبہ

9589365ء9 جیب اول و 105۔ نصف مذکورہ 39 درجہ 31 دقیقہ ۳۰ جیبہ

8037403ء9 جیب دوم

1874556ء • قاطع عرض پس 40 43 10 ت شروع وقتِ عشاء

0377676ء• قاطع میل 20 16 13 شروع وقتِ صبح

9ء9878996

یعنی رات کے 10 بج کر 43 منٹ 40 سیکنڈ پر مغرب ختم ہوگیا، اور 1 بج کر 16 منٹ 20 سیکنڈ پر صبح شروع ہوئی، تو ڈھائی گھنٹے سے زیادہ وقتِ عشاء رہا، اور جب اس رات میں جس کا غـایۃُ الانـحـطـاط، یعنی نہایت قلت میں ہے، اتنا طویل وقت ملا، تو گرمی کی اور راتوں میں کہ انحطاط اس سے بھی زائد ہے، اور بھی زیادہ وقت ہاتھ آئے گا، اور یہ متفق علیہ مسئلہ یقیناً غلط ہوجائے گا، ہاں جب صبح وشفق کا انحطاط 18 درجے لیجیے، تو 49 درجے 30 + 18 درجے = 67 درجے 30 باقی 22 درجے 30 یا تمام العرض 40 درجے 30۔ غایت مفروضہ 18 درجے = 22 درجے 30 یعنی جس چیز کا میل شمالی ساڑھے 22 درجے، یا اس سے زائد ہوگا، اس میں ٹھیک آدھی رات کو انحطاط 18 درجے، یا اس سے بھی کم ہوگا، جو ظہورِ بیاض کے لیے کافی ہے، تو تمام رات میں ایک آن کو بھی اُفق مظلم ہوکر وقتِ عشاء نہ آئے گا، اور اب یہ فقط رأس السرطان ہی پر نہیں، بلکہ 14 درجے جوزا سے 16 درجے سرطان تک یہی حال رہے گا، جس کی مقدار ایک مہینہ تین دن، بلکہ زائد ہوئی، ھٰـکـذا یـنـبـغـی التحقیق واللہ ولی التوفیق

www.idaraghufran.org

(تحقیق اسی طرح مناسب تھی، توفیق کا اللہ ہی مالک ہے۔ت)

اس تمام بیان سے تین باتیں واضح ہوئیں، جن سے جوابِ سوال روشن ومبین:

(۱) اصل مدار رؤیت ہے، شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے اسباب میں کوئی ضابطہ وحساب ارشاد نہ فرمایا، نہ عقل، صرف مقدار انحطاطِ صبح بتاسکتی تھی۔

(۲) ہاں رؤیت نے وہ تجاربِ صحیحہ دیئے، جن سے قاعدہ کلیہ ہاتھ آیا، اور بے دیکھے وقت بتانا ممکن ومیسر ہوا۔

(۳) ازانجا کہ یہاں جو قاعدہ ہوگا، رؤیت ہی سے مستفاد ہوگا کہ شرع وعقل دونوں ساکت ہیں، تو لاجرم جو قاعدہ رؤیت، یا اس کے دیئے ہوئے قوانین کی مخالفت کرے، خود باطل ہونا لازم، کہ فرع جب تکذیبِ اصل کرے، تو فرع باقرارِ خود کاذب ہے کہ اس کا صدق اس پر مبتنی تھا، جب مبنیٰ باطل یہ خود باطل، یہ قاعدہ کہ صبح رات کا ساتواں حصہ ہوتی ہے، انہیں قواعدِ باطلہ فاسدہ سے ہے کہ رؤیت وقوانینِ عطیہ رؤیت، بالاتفاق اس کے بطلان پر شاہد عدل ہیں۔ **واللّٰہ تعالیٰ اعلم** (رسالہ ''درء القبح عن درک وقت الصبح'' مشمولہ: فتاویٰ رضویہ، ج۱۰ص۶۲۶ تا ۶۳۲، ناشر: رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، اشاعت: ربیع الاول ۱۴۱۷ھ، اگست ۱۹۹۶ء)

خلاصہ یہ کہ جن حضرات نے اٹھارہ 18 درجہ سے پہلے طلوعِ فجرِ کاذب کے نہ ہونے، اور اٹھارہ درجہ ہونے پر طلوعِ فجرِ کاذب کے ہونے، اور پھر اس کے تین درجات کے بعد پندرہ درجہ پر طلوعِ صادق کا حکم لگایا ہے، اور ہمیشہ اور ہر جگہ طلوعِ کاذب وطلوعِ صادق کے درمیان تین درجہ کے تفاوت کا قاعدہ مقرر کردیا ہے، تو یہ تسامح وخطاء پر مبنی ہے۔

متقدمین اصحابِ فن میں سے کسی نے بھی صبح کاذب ومستطیل، یا شفقِ کاذب ومستطیل کے درجہ کو بیان نہیں کیا، بلکہ انہوں نے طلوعِ فجر اور غروبِ شفق کے درجہ کو بیان کیا، جس سے مراد فجرِ صادق وشفقِ صادق ہے، کیونکہ اسی سے نماز روزہ کے احکام وابستہ ہیں، اور اس کی

''صفتِ صادق'' اس کے سچی اور اصل صبح وفجر وشفق ہونے کی دلیل ہے، جبکہ ''صفتِ کاذب'' اس کے صبح وشفق نہ ہونے کی دلیل ہے۔

اور ہم شرح صدر کے ساتھ اس بات کے دعویدار ہیں کہ ''صبح کاذب وشفقِ کاذب'' جس سے ''ذنبِ سرحان کے مثل بیاضِ مستطیل'' مراد ہے، اس کا جدید سائنسی زبان میں نام

''بروجی روشنی'' ''Zodiacal light'' ہے۔

اور جدید سائنسی زبان میں اٹھارہ درجہ پر مشرقی افق میں ''طلوعِ صبح وطلوعِ فجر'' کا نام

''Astronomical Twilight, Dawn''

اور اٹھارہ درجہ پر مغربی افق میں انتہائے غروبِ شفق کا نام

Astronomical Twilight Dusk

ہے، یہی روشنی صبح کو مشرقی افق میں طلوع کے بعد مستطیر ومنتشر ہوتی ہے، اور آہستہ آہستہ تیز ہو کر، ستاروں کی روشنی کو اور اس وقت صبح کاذب کی مستطیل روشنی موجود ہو، تو اس کو نظروں سے غائب کرتی ہے، اور افق پر رونما ہونے والی اس اٹھارہ ڈگری والی روشنی کے انتشار وانبساط کا سلسلہ جاری رہتا ہے، یہاں تک کہ سورج طلوع ہوجاتا ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(خاتمہ)

احتیاط و عدمِ احتیاط کے وسوسہ کا ازالہ

مسلکہ رسالہ کے مؤلف نے اپنے رسالہ کے آخر میں ایک وسوسہ کا عنوان ڈال کر تحریر کیا کہ:

یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ 18 درجے والا نقشہ غلط ہے، اور اس کی صحت کی کوئی دلیل نہیں۔

لیکن اس کے باوجود بعض حضرات یہ شبہ کرتے ہیں کہ 18 درجے والے نقشے میں احتیاط ہے، اس سے روزہ کی حفاظت ہوتی ہے، اور 15 درجے والے نقشے کے مطابق اگر صبح کی اذان دی جائے، تو اس سے لوگوں کے روزے خراب ہوجاتے ہیں، کیونکہ لوگ جب تک اذان نہیں سنتے، تو وہ سحری سے فارغ نہیں ہوتے، بعض کھانا کھاتے ہیں، اور بعض پانی پیتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال تو 18 درجے کے مطابق اذان دینے میں بھی پیدا ہوتا ہے، مثلاً ہم ان حضرات سے پوچھتے ہیں، جو اٹھارہ درجے کے قائل ہیں کہ تمہاری اذان صبح صادق ہونے کے بعد ہے، یا پہلے، اگر پہلے ہے، تو تمہاری اذان اداء نہ ہوئی، وہ واجب الاعادہ ہے۔ الخ (صبح صادق اور عشاء کا صحیح وقت، حقیقت میں پندرہ درجے کے مطابق ہے، صفحہ نمبر ۱۴۴، مطبوعہ: مدرسہ تعلیم الاسلام، چارسدہ، اشاعتِ اول ۱۴۳۹ھ)

حالانکہ مؤلفِ رسالہ کا 18 درجہ کے مطابق نقشہ کو غلط ٹھہرانا، اور اوپر سے اس کی صحت کی کوئی دلیل نہ ہونے کا دعویٰ کرنا، جمہور مسلمینِ فلکیات و رصدیات کی تصریحات سے، ناواقفیت پر مبنی ہے۔

اور 18 درجہ کے مطابق صبح صادق کے بنائے گئے نقشے بلاشبہ درست ہیں، جو جمہور ائمہ

ارصاد وفلکیات کی تحقیقِ انیق پرمبنی، اور جمہور مسلمین کے تعامل سے موید ہیں۔

پھر مسلکہ رسالہ کے مؤلف کی طرف سے مذکورہ دعوے کو خواہ وسوسہ کا جواب کہا جائے، یا خود وسوسہ کہا جائے، اس بارے میں ہم کہتے ہیں کہ جو احتیاط کی بات کرتا ہے، وہ ثانوی درجہ میں شمار ہوسکتی ہے۔

18 یا 15 درجے والے نقشوں کی صحت، یا عدمِ صحت کا مدار اس احتیاط پر نہیں، بلکہ دوسرے دلائل پر ہے، اور جب گذشتہ اوراق میں 18 درجہ پر مشتمل نقشوں کا صواب، اور 15 درجہ پر مشتمل نقشوں کا خطاء پرمبنی ہونا ثابت ہو چکا، تو مذکورہ رسالہ کے مؤلف کا 18 درجہ کے مطابق نقشہ کو غلط کہنا ہی درست نہیں، اور اوپر سے اس کی صحت کی کوئی دلیل نہ ہونے کا حکم لگانا، انتہائی بے باکی اور جسارت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ روزہ فرض ہے، اور اس میں ایک منٹ کی تاخیر کی بھی گنجائش نہیں، ورنہ روزہ کا ضیاع یقینی ہے، اور یہ مسئلہ مجتہدین کے درمیان تقریباً متفق علیہ ہے، جبکہ اذان سنت ہے، جس کا اگر اعادہ نہ بھی کیا جائے، لیکن نماز صحیح وقت پر اداء کر لی جائے، تو نماز پھر بھی اداء ہو جاتی ہے۔

علاوہ ازیں فجر کی اذان کے طلوعِ فجر سے قبل اداء ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہے، طرفین کے علاوہ جمہور فقہاء اس کے اداء ہونے کے قائل ہیں، امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے۔

’’الموسوعةُ الفقهية الكويتية‘‘ کا حوالہ

چنانچہ ’’الموسوعةُ الفقهية الكويتية‘‘ میں ہے:

أما بالنسبة للفجر فذهب مالك والشافعي وأحمد وأبو يوسف من الحنفية إلى أنه يجوز الأذان للفجر قبل الوقت، في النصف الأخير من الليل عند الشافعية والحنابلة وأبي يوسف، وفي السدس الأخير عند المالكية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢، ص ٣٦٣، مادة ”اذان“ حرف الألف)

www.idaraghufran.org

’’الفقهُ الاسلامی وادلتهُ‘‘ کا حوالہ

اور’’الفقهُ الاسلامی وادلتهُ‘‘میں ہے:

أجاز الجمهور غير الحنفية، وأبو يوسف :الأذان للصبح بعد نصف الليل، ويندب بالسحر وهو سدس الليل الأخير(الفقه الإسلامي وأدلته للزحيلي، ج ا ،ص ۶۹۸،القسم الاول،الباب الثاني:الفصل الثالث)

کتابُ الاصل کا حوالہ

اور امام محمد فرماتے ہیں:

قلت :أرأيت المؤذن يؤذن للفجر قبل أن ينشق الفجر أتأمره أن يعيد الأذان إذا انشق الفجر؟ قال :نعم .قلت :لم؟ قال :لأنه أذن قبل الوقت .ألا ترى أنه لو أذن لها فى عشاء كان يجب عليه أن يعيد الأذان .فكذلك إذا أذن قبل دخول الوقت .قلت :فإن لم يعد الأذان فصلى بهم فى الوقت؟ قال: صلاتهم تامة .وهذا قول أبى حنيفة ومحمد .وهو قول أبى يوسف الأول. ثم رجع فقال لا بأس أن يؤذن فى الفجر خاصة قبل أن يطلع الفجر(كتاب الاصل، ج ا ،ص ۱۱۲، ۱۱۳، كتاب الصلاة،باب الاذان)

ابوبکر جصاص کا حوالہ

اور امام ابوبکر جصاص حنفی فرماتے ہیں:

وكان أبو الحسن الكرخى رحمه الله يحكى أن أبا يوسف كان يقول فى ذلك بقول أبى حنيفة، حتى دخل المدينة، فرآهم يؤذنون قبل الفجر، فاستدل بذلك على أنه نقل من لدن النبى صلى الله عليه وسلم، فرجع فى قوله(شرح مختصر الطحاوى، ج ا ،ص ۵۶۱، كتاب الصلاة،باب الأذان والإقامة)

Idara Ghufran

علامہ ابنِ رشد کا حوالہ

اورعلامہ ابنِ رشد فرماتے ہیں:

وأما وقت الأذان :فاتفق الجميع على أنه لا يؤذن للصلاة قبل وقتها، ما عدا الصبح فإنهم اختلفوا فيها، فذهب مالك والشافعي إلى أنه يجوز أن يؤذن لها قبل الفجر، ومنع ذلك أبو حنيفة (بداية المجتهد ونهاية المقتصد، ج ۱، ص ۱۱۵، كتاب الصلاة، الباب الثاني، الفصل الاول، القسم الثالث من الفصل الأول)

امام نووی کا حوالہ

اورامام نووی شافعی فرماتے ہیں:

وأما الصبح فقد ذكرنا أن مذهبنا جوازه قبل الفجر وبعده وبه قال مالك والأوزاعي وأبو يوسف وأبو ثور وأحمد وإسحاق وداود وقال الثوري وأبو حنيفة ومحمد لا يجوز قبل الفجر وحكى ابن المنذر عن طائفة أنه يجوز أن يؤذن قبل الفجر إن كان يؤذن بعده (المجموع شرح المهذب، ج ۳، ص ۸۹، كتاب الصلاة، باب الأذان)

علامہ ابنِ قدامہ کا حوالہ

اورعلامہ ابنِ قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

يشرع الأذان للفجر قبل وقتها .وهو قول مالك، والأوزاعي، والشافعي، وإسحاق .ومنعه الثوري، وأبو حنيفة، ومحمد بن الحسن (المغني لابن قدامة، ج ۱، ص ۲۹۷، كتاب الصلاة، باب الأذان، فصل الأذان للفجر قبل وقتها)

حافظ ابنِ حجر عسقلانی کا حوالہ

اور حافظ ابنِ حجر عسقلانی ''صحیح بخاری'' کی شرح میں فرماتے ہیں:

قوله: (باب الأذان قبل الفجر) أى ما حكمه؟ هل يشرع أو لا؟ وإذا شرع هل يكتفى به عن إعادة الأذان بعد الفجر أو لا؟ وإلى مشروعيته مطلقا ذهب الجمهور .وخالف الثورى، وأبو حنيفة، ومحمد، وإلى الاكتفاء مطلقا ذهب مالك، والشافعى، وأحمد وأصحابهم، وخالف ابن خزيمة، وابن المنذر وطائفة من أهل الحديث وقال به الغزالى فى الإحياء (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج۲،ص ۱۰۴، كتاب الصلاة،باب الأذان قبل الفجر)

علامہ مبارکپوری کا حوالہ

اور علامہ مبارکپوری مشکوٰۃ کی شرح میں فرماتے ہیں:

والراجح عندى أنه يجوز الأذان لصلاة الفجر قبل طلوع الصبح، ويكتفى به إن قدم قبل الفجر بزمان يسير، ولا يجب الإعادة .هذا هو الذى يستفاد من أحاديث الباب عندى .ولا يخفى ذلك على من تأمل فى الأحاديث الواردة فى ذلك إن شاء الله تعالى (مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۲،ص ۳۸۲، كتاب الصلاة،باب الأذان)

اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ اگر لوگوں کی جاری عادت کی وجہ سے، روزہ کو ضائع ہونے سے بچانے کی خاطر جمہور کے قول پر عمل کرتے ہوئے کچھ جلدی اذان دے دی جائے، تو اس میں حرج نہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری کا حوالہ

چنانچہ علامہ انور شاہ کشمیری صحیح بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں:

ثم إن اكتفى بأذان واحد، كان المطلوب فيه أن يكون بعد الفجر، فإن وقع

www.idaraghufran.org

قبل الفجر بقليل أغمض عنه...ولا إعادة إن قدم بقليل (فيض البارى على صحيح البخارى، ج٢،ص ٢٢٥، كتاب الأذان،باب أذان الأعمى إذا كان له من يخبره)

اب حساب برابر کرنے کے لئے مؤلفِ رسالہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ صبح صادق کے بعد کھانے پینے پر روزہ معتبر ہونے کے بارے میں بھی ذرا مجتہدین معتبرین کی تصریحات پیش کردیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اٹھارہ درجہ پر صبح صادق کا طلوع، جو اسلام کی ابتدائی صدیوں میں ہی مسلم جمہور ماہرینِ فلکیات ورصدیات کی طرف سے جہدِ مسلسل اور پے در پے مشاہدات کے ذریعہ معلوم کرلیا گیا تھا، اسی پر جمہور مسلمین کا متواتر عمل ہے، اوراسی میں ہر طرح کی سلامتی وعافیت مضمر ہے۔

اس کو غلط ٹھہرانا، اورنماز، روزہ اوراذان کے اعتبار سے وسوسہ کا باعث سمجھنا، درست نہیں۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

خلاصۂ کلام

اس مضمون میں شروع سے اب تک جو گفتگو کی گئی، اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ فلکی اعتبار سے طلوعِ فجر، یا طلوعِ صبح صادق اور غیوبِ شفق ابیض وعشاءِ حنفی کا وقت سورج کے اٹھارہ 18 درجہ زیرِ افق پر ہونا ہی راجح وصواب ہے، اور طلوعِ فجر وصبح صادق کے انیس 19 درجہ پر ہونے کا قول روزہ وغیرہ میں سحری بند کرنے کے اعتبار سے احتیاط پر مبنی ہے، اور غیوبِ شفق کے 18 درجہ سے پہلے کا قول شفقِ احمر کے غروب، اور امام ابوحنیفہ کے علاوہ دیگر فقہاء کے قول پر مبنی ہے۔

جمہور محققین، واصحابِ فلکیین کا ہر دور میں یہی قول رہا ہے، اور اسی کے مطابق نقشے اور جنتریاں رائج رہیں، اور آج بھی دنیا بھر میں جمہور کا تعامل اسی کے مطابق ہے۔

اور اس کے علاوہ اٹھارہ 18 درجہ پر صبح کاذب، اور شفقِ کاذب کا اور پندرہ درجہ پر صبح صادق اور شفقِ صادق کا، اور بارہ درجہ پر شفقِ احمر کا قول خطاء وتسامح پر مبنی ہے۔

اور بعض حضرات کی طرف سے جو مذکورہ آخری تسامح وخطاء پر مبنی موقف کی اتباع کی گئی ہے، اور اس موقف کو صحیح وصواب قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے، وہ درست ثابت نہیں ہوسکی، اور اس میں اصولی وفروعی اور فقہی وفلکی نوعیت کے کئی مغالطات وتسامحات ہیں، اور یہ قول امت میں انتشار پیدا کرنے کا سبب ہے، جس کی کسی حیثیت سے حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی۔

اور جدید دور کے فلکی مشاہدات اور قوی ترین سائنسی تحقیقات نے متفقہ طور پر جمہور مسلمین کے اٹھارہ درجہ پر طلوعِ فجر اور کامل غیوبِ شفق کے موقف کی تائید وتصدیق کرتے ہوئے قرار دیا کہ اٹھارہ درجہ پر ہی مشرقی افق میں سورج کی روشنی کی ابتداء ہوتی ہے، جو کہ درحقیقت طلوعِ صبح وطلوعِ فجر ہے، اور اسی درجہ پر مغربی افق میں اس روشنی کی انتہاء ہوتی ہے، اور یہی درحقیقت غروبِ شفق ابیض ہے۔

اور جدید سائنسی زبان میں اسی طلوعِ صبح وطلوعِ فجر کا نام:

"Astronomical Twilight, Dawn"

اور جدید سائنسی زبان میں اسی غروبِ شفق ابیض کا نام:

Astronomical Twilight Dusk

ہے، اور صبح کاذب کا جدید سائنسی زبان میں نام:

Zodiacal light

ہے، اسی کو "بروجی روشنی" بھی کہا جاتا ہے، جس پر احادیث میں صبح کاذب کی بیان کی ہوئی ذنبِ سرحان کے مثل بیاضِ مستطیل کی صفت ہی منطبق ہوتی ہے، اور جمہور فقہاء کی طرف سے فقہی، اور مسلم اہلِ فلکیات کی بیان کردہ فلکی مختلف تصریحات بھی اس کے صبح کاذب وشفقِ کاذب ہونے کی تائید کرتی، اور مختلف حالات پر منطبق ہوتی ہیں۔

اور طلوعِ صبح وطلوعِ فجر کی جو احادیث میں لازمی صفت معترض، مستطیر ومنبسط اور منتشر ہونا بیان کی گئی ہے، وہ پوری طرح

"Astronomical Twilight, Dawn"

پر صادق آتی اور منطبق ہوتی ہے کہ یہ روشنی مشرقی افق سے طلوع ہوکر سورج کے طلوع ہونے تک لحہ بلحہ بڑھتی رہتی ہے، جس کے منتشر ہونے اور بڑھنے کی بنیاد پر سائنسی اعتبار سے چند اقسام کی گئی ہیں، جو سب کی سب اس کے منتشر ہونے اور بڑھنے کا بین ثبوت ہیں۔

اور غروبِ شمس کے بعد شام کو سورج کی روشنی کم ہوتے ہوتے مغربی افق میں شفقِ معترض کی شکل میں غروب ہوتی ہے، جس کا موجودہ دور میں سائنسی نام:

Astronomical Twilight Dusk

ہے، اور بعض حضرات کی طرف سے مذکورہ روشنیوں کے بالترتیب طلوعِ فجر وغیوبِ شفق، اور صبح کاذب ہونے کی تردید میں جو دلائل بیان کیے جاتے ہیں، وہ "صواب" ودرست ثابت

نہیں ہوسکے، اور اس بارے میں جو جو اعتراضات وشبہات پیش کئے جاتے ہیں، وہ بھی حقیقت سے بعید، کمزور، مرجوح، اور تسامح وغلط فہمی پر مبنی ثابت ہوئے، جن کی وجہ سے موجودہ سائنسی مسلمات کی تردید نہیں کی جاسکتی۔

اسی لئے فجر، اور روزہ کے وقت کی ابتداء، اور مغرب کے وقت کی انتہاء، اور عشاء کے وقت کی ابتداء کے لئے جو اٹھارہ 18 درجہ کے مطابق قدیم نقشے چلے آرہے ہیں، وہ درست ہیں، اور اس اٹھارہ درجہ کے حساب سے دنیا بھر کے مذکورہ اوقات کی جو تخریج کی جاتی ہے، وہ بھی درست ہے، جن میں بعض لوگوں کی طرف سے شکوک وشبہات پیدا کرنا درست نہیں۔

اور روزہ میں احتیاط کے پیشِ نظر اگر ماہِ رمضان میں فجر کی اذان چند منٹ پہلے دے دی جائے، اور فجر کی نماز اٹھارہ درجہ پورے ہونے کے بعد پڑھی جائے، تو اس میں حرج نہیں۔

البتہ اٹھارہ درجہ پر مغرب کے وقت کی انتہاء اور عشاء کے وقت کی ابتداء امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق ہے، جبکہ دوسرے فقہاء کے نزدیک مغرب کے وقت کی انتہاء اور عشاء کے وقت کی ابتداء اس سے ایک درجہ، یا اس سے کچھ زائد پہلے ہوجاتی ہے، جس کی بناء پر اگر عشاء کی اذان اٹھارہ درجہ سے کچھ پہلے، مثلاً سترہ درجہ پر دے دی جائے، یا اس وقت نمازِ عشاء پڑھ لی جائے، تو بھی اداء ہوجاتی ہے، لیکن مغرب کی نماز بہر حال اس سے پہلے پڑھ لینے میں ہی احتیاط ہے۔

تاہم پندرہ درجہ تک سحری کھانے، اور بارہ درجہ پر عشاء کی نماز پڑھنے کی گنجائش نہیں دی جاسکتی، کیونکہ یہ موقف خطاء وتسامح پر مبنی، اور حقائق سے بعید ہے۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان خان

13/رجب المرجب/1445ہجری۔25/جنوری/2024ء، بروز جمعرات

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی وتحقیقی سلسلہ

طلوعِ فجر کے بعد
جوازِ سحری کی تحقیق وتردید

روزہ دار کے لئے طلوعِ فجر کے بعد سحری کھانے، پینے کے جواز کی روایات پر کلام
اس سلسلہ میں قرآن وسنت کے مضبوط ومستحکم دلائل پر مبنی جمہور کے موقف کی تحقیق
جمہور کے مقابلہ میں شاذ قول کے مرجوح ومؤول ہونے کی تخریج
جمہور مفسرین، محدثین، اور مجتہدین وفقہائے کرام کی عبارات وتصریحات

مؤلف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

(جملہ حقوق بحق ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: طلوعِ فجر کے بعد، جوازِ سحری کی تحقیق وتردید

مصنِّف: مفتی محمد رضوان خان

طباعتِ اول: ربیع الاول 1447ھ - ستمبر 2025ء

صفحات: 54

ملنے کا پتہ

کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی، پاکستان

فون: 5507270-051 - 5702840-051

www.idaraghufran.org

Idara Ghufran

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
تمہید (ازمؤلف)	455
طلوعِ فجر کے بعد، جوازِ سحری کی تحقیق وتردید	456
استفتاء:	//
جواب :	457
سورہ بقرہ کا حوالہ	//
عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث	//
سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث	458
عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث	459
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث	460
ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث	461
سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث	463
ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث	//
حذیفہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت اور اس کی سند	464
حذیفہ رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت اور اس کی سند	465
حذیفہ رضی اللہ عنہ کی دوسری موقوف روایت اور اس کی سند	466

Idara Ghufran

حذیفہ رضی اللہ عنہ کی دیگر روایات	467
طلوعِ فجر کے بعد سحری کے جواز کا قول غیر مفتیٰ بہٖ وشاذ ہے	470
سحری تاخیر سے کرنے کی روایات کا مطلب	475
تفسیر قرطبی کا حوالہ	477
تفسیر ابنِ کثیر کا حوالہ	479
تفسیر معارفُ القرآن کا حوالہ	481
تفسیر الطبری کا حوالہ	482
تفسیر احکامُ القرآن للطحاوی کا حوالہ	484
شرح معانی الآثار کا حوالہ	485
تفسیر مظهری کا حوالہ	486
تفسیر احکامُ القرآن للجصاص کا حوالہ	//
فتحُ الباری کا حوالہ	487
عمدةُ القاری کا حوالہ	488
المفهم کا حوالہ	489
کفایةُ الحاجة کا حوالہ	//
بدایةُ المجتهد کا حوالہ	490
المجموع شرحُ المهذب کا حوالہ	491
بعض روایات سے پندرہ درجہ طلوعِ فجر پر استدلال	497
ہاتھ میں پیالہ ہونے کی حالت میں اذان ہونے پر سحری کا حکم	498
خلاصۂ کلام	504

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

بعض عربی اور اردو کتب میں متعدد صحابہ وتابعین کی طرف ایسی روایات منسوب کردی گئیں ہیں، جن سے بظاہر یہ تاثر ملتا ہے کہ ''طلوعِ فجر'' ہونے کے بعد روشنی پھیلنے تک، بلکہ سورج طلوع ہونے کے قریب تک روزہ دار کو کھانا، پینا جائز ہے، اور بعض مرفوع احادیث کو بھی اس کی تائید میں مستدل بنالیا گیا، جس سے بہت سے عوام میں سحری کھانے، پینے کے مسئلہ میں سستی وکوتاہی نے جنم لیا، چنانچہ آج کے دور میں بہت سے عوام کی حالت یہ ہے کہ وہ فجر کی اذان ہونے کے باوجود سحری کے عنوان سے کھاتے پیتے رہتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اذان ہونے تک کھانے پینے کی اجازت تھی، حالانکہ یہ اس وقت ہے، جبکہ اذان، طلوعِ فجر سے پہلے دی جارہی ہو، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مخصوص ضرورت ومصلحت کی وجہ سے دی جاتی تھی، ظاہر ہے کہ جب تک طلوعِ فجر نہ ہوئی ہو، اس وقت تک سحری کا وقت ہوتا ہے، اس لئے سحری کھانا پینا جائز ہوتا ہے، لیکن اگر طلوعِ فجر کے بعد اذان دی جائے، تو پھر سحری کھانے، پینے کا کوئی جواز نہیں، اور اس طرزِ عمل کی وجہ سے روزہ ضائع چلا جاتا ہے۔

اس قسم کی غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے بندہ نے ایک سوال کے جواب میں قدرے تفصیل سے جواب تحریر کیا ہے، جس کو ''طلوعِ فجر کے بعد سحری کی تحقیق وتردید'' کے عنوان سے شائع کیا جارہا ہے۔

محمد رضوان خان

20/شعبان المعظم/1445ھجری۔02/مارچ/2024ء، بروز ہفتہ

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

طلوعِ فجر کے بعد، جوازِ سحری کی تحقیق وتردید

استفتاء:

حضرت ایک طالبِ علمانہ سا اشکال ہے، وہ یہ ہے کہ ابھی میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی صاحب کی ''تفسیرِ ماجدی'' جلدِ اول، سورہ بقرہ کی اس آیت کی تفسیر کا مطالعہ کررہا تھا، جس میں خیطِ ابیض کے خیطِ اسود کے مقابلہ میں ظاہر ہونے تک روزہ دار کو کھانے پینے کی اجازت دی گئی ہے، اس تفسیرِ ماجدی میں تفسیر ابنِ کثیر اور قرطبی سے حوالے نقل کیے گئے ہیں، جن سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ صحابۂ کرام اور اجلِ تابعین کا یہ معمول تھا کہ سحری میں بہت تاخیر کیا کرتے تھے، بلکہ حضرت حذیفہ سے تو صبح ہونے کے بعد طلوعِ آفتاب کا وقت قریب ہونے تک سحری کا ثبوت ملتا ہے۔

اور ایک گروہ کا تو یہ فتویٰ ہے کہ سحری اس وقت تک درست ہے جب تک صبح کی روشنی راستوں اور مکانوں میں نہ پھیل جائے۔

اور حضرت عمر اور حذیفہ اور حضرت عبداللہ بن عباس جیسے صحابیوں، اور متعدد تابعین سے یہ منقول ہے کہ کھانے پینے سے احتیاط اس وقت سے واجب ہے، جب صبح راستوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر ظاہر ہوجائے۔

ان روایات سے پندرہ درجہ پر طلوعِ فجر اور صبح صادق ہونے کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ اٹھارہ درجہ پر تو یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی، بلکہ یہ کیفیت پندرہ درجہ پر پیدا ہوتی ہے۔

مولانا سید محمد شعیب بخاری

مدرسہ عبداللہ بن مسعود

نزد چشمہ جات، کوہاٹ، کے۔پی۔کے۔

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب :

تفسیرِ ماجدی میں مذکورہ عبارت سے، روزہ دار کے لئے طلوعِ فجر کے بعد، راستوں اور گھروں میں روشنی پھیل جانے تک، کھانے پینے کے جائز ہونے، یا پندرہ درجہ پر طلوعِ فجر وصبح صادق ہونے پر استدلال کرنا ہرگز درست نہیں، بلکہ **صریحُ البطلان** ہے، اور تفسیر ماجدی میں جن حضرات کی طرف مذکورہ قول کی نسبت کی گئی ہے، وہ بھی معتبر اور باسند طریقہ پر ثابت نہیں، جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سورہ بقرہ کا حوالہ

اللہ تعالیٰ کا سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (سورة البقرة، رقم الآية ۱۸۷)

ترجمہ: اور کھاؤ تم، اور پیو تم اس وقت تک کہ متمیز ہوجائے تم کو سفید دھاگا، صبح کا، سیاہ دھاگہ سے (سورہ بقرہ)

اس آیت میں سفید دھاگے سے بیاضُ النہار (یعنی دن کی سفیدی، جو صبح صادق سے شروع ہوتی ہے) مراد ہے۔

اور سیاہ دھاگے سے سوادُ اللیل (یعنی رات کی تاریکی) مراد ہے اور یہ تفسیر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی صحیح احادیث میں مروی ہے۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث

چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ:

جب سورہ بقرہ کی یہ مذکورہ آیت نازل ہوئی، تو اُنہوں نے ایک سیاہ دھاگہ اور

ایک سفید دھاگہ رکھ لیا، اور دونوں کو دیکھنا شروع کیا اور جب رات کی تاریکی میں دونوں میں کچھ فرق معلوم نہ ہوا؛ تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر واقعہ عرض کیا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّمَا ذٰلِکَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ١٩١٦، كتاب الصوم، باب قول الله تعالى: وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر ثم أتموا الصيام إلى الليل)

ترجمہ: (قرآن مجید کی اس آیت میں جو سیاہ اور سفید دھاگہ بیان کیا گیا ہے) وہ تو رات کی تاریکی اور دن کی روشنی ہے (بخاری)

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث

صحیح مسلم میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: "وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ "قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ يَأْخُذُ خَيْطًا أَبْيَضَ وَخَيْطًا أَسْوَدَ، فَيَأْكُلُ حَتّٰى يَسْتَبِينَهُمَا، حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ:" مِنَ الْفَجْرِ "فَبَيَّنَ ذٰلِکَ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٠٩١ "٣٤" كتاب الصيام، باب بيان أن الدخول فى الصوم يحصل بطلوع الفجر الخ)

ترجمہ: جب سورہ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی کہ:

"وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ"

تو ایک آدمی سفید اور سیاہ دھاگا، لے کر سحری کھاتا رہتا تھا، جب تک وہ دونوں

www.idaraghufran.org

(روشنی سے) واضح نہیں ہوجاتے تھے (یعنی صبح کی روشنی ہونے تک کھاتا پیتا رہتا تھا) یہاں تک کہ پھر اللہ عزوجل نے اس آیت کا یہ جملہ نازل فرمایا کہ:

"مِنَ الْفَجْرِ"

اس جملہ نے اس کی وضاحت کردی (کہ روشنی ہونا مراد نہیں، بلکہ طلوعِ فجر، مراد ہے) (صحیح مسلم)

اس طرح کی احادیث دوسری سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت کا "فجر" کے بیان والا حصہ بعد میں نازل ہوا، اس سے پہلے بعض لوگ اس وقت تک سحری کو جائز سمجھتے تھے، جب تک روشنی گھروں میں داخل ہوکر سفید اور سیاہ چیزوں میں امتیاز پیدا نہیں کردیتی تھی۔

اور جمہور مفسرین نے بھی یہی تفسیر اختیار کی ہے، جس کی تفصیل ہم نے اپنی تالیف "صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق" میں تحریر کردی ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُؤَذِّنَ اِبْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٢٢٢، كتاب الأذان، باب الأذان قبل الفجر)

---

[1] عن سهل بن سعد رضى الله عنه، قال: لما نزلت هذه الآية: (وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود) قال": فكان الرجل إذا أراد الصوم، ربط أحدهم فى رجليه الخيط الأسود والخيط الأبيض، فلا يزال يأكل ويشرب حتى يتبين له رئيهما فأنزل الله بعد ذلك: (من الفجر) فعلموا أنما يعنى بذلك الليل والنهار (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٠٩١ "٣٥" كتاب الصيام، اب بيان أن الدخول فى الصوم يحصل بطلوع الفجر الخ)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال، رات کے وقت میں اذان دیتے ہیں، پس تم کھاتے پیتے رہا کرو، جب تک ابنِ امِ مکتوم اذان نہ دے دیں (بخاری)

اور صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ بِلاَلًا كَانَ يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، فَإِنَّهُ لَا يُؤَذِّنُ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ (صحيح البخاري، رقم الحديث ١٩١٨، كتاب الصوم، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: لا يمنعنكم من سحوركم أذان بلال)

ترجمہ: حضرت بلال رات میں اذان دیتے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کھاتے پیتے رہا کرو، جب تک ابنِ امِ مکتوم اذان نہ دے دیں، کیونکہ وہ طلوعِ فجر ہونے پر اذان دیتے ہیں (بخاری)

اس روایت میں طلوعِ فجر پر ہونے والی اذان پر کھانے پینے کی ممانعت کا حکم مذکور ہے۔

اور جب حضرت بلال رات کے وقت میں اذان دیتے تھے، جس پر سحری کھانے کی ممانعت نہیں تھی، بلکہ اصل ممانعت اس کے بعد طلوعِ فجر پر ہونے والی اذان پر تھی، تو اگر دوسری روایات میں اذان ہونے تک کھانے، پینے کا ذکر ہو، تو اس سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ طلوعِ فجر کے بعد کھانا، پینا جائز ہے، کیونکہ ایسی صورت میں وہ اذان اور کھانا، پینا سب کچھ طلوعِ فجر سے پہلے رات میں ہونے والی اذان پر کہلائے گا۔

یہی بات ابنِ عمر اور ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما کی آگے آنے والی احادیث سے بھی معلوم ہوتی ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث

چنانچہ صحیح بخاری میں ہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يُؤَذِّنَ أَوْ قَالَ حَتّٰى تَسْمَعُوا أَذَانَ اِبْنِ أُمِّ مَكْتُومَ (صحيح البخاري، رقم الحديث ٢٦٥٦، كتاب الشهادات، باب شهادة الأعمى وأمره ونكاحه)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال، رات کے وقت میں اذان دیتے ہیں، پس تم کھاتے پیتے رہا کرو، جب تک ابنِ امِ مکتوم اذان نہ دے دیں، یا جب تم ابنِ امِ مکتوم کی اذان کو نہ سن لو (بخاری)

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

اور صحیح مسلم میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدًا مِّنْكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ ،أَوْ قَالَ نِدَاءُ بِلَالٍ ،مِنْ سَحُوْرِهٖ فَإِنَّهٗ يُؤَذِّنُ ،أَوْ قَالَ يُنَادِىْ ،بِلَيْلٍ لِيَرْجِعَ قَائِمُكُمْ وَيُوقِظَ نَائِمُكُمْ ،وَقَالَ :لَيْسَ أَنْ يَّقُوْلَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا، وَصَوَّبَ يَدَهٗ وَرَفَعَهَا ،حَتّٰى يَقُوْلَ هٰكَذَا ،وَفَرَّجَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٠٩٣ "٣٩"، كتاب الصيام، باب بيان ان الدخول فى الصوم يحصل بطلوع الفجر الخ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کو بلال کی منادی، یا اذان سحری کھانے سے نہ روکے، کیونکہ وہ تو رات کے وقت اذان دیتے، یا منادی کرتے ہیں، تاکہ تم میں سے عبادت کرنے والے لوٹیں اور سونے والے جاگیں، اور فرمایا کہ (صبح) ایسے اور ویسے طریقے سے نہیں ہوتی، اور یہ کہتے وقت ہاتھ کو سیدھا کر کے اونچا اٹھا دیا (یعنی ہاتھ سے لمبائی کی طرف اشارہ کیا) یہاں تک کہ اس طرح نہ ہو، اور یہ کہتے وقت اپنی انگلیوں کو کھول دیا (یعنی انگلیوں سے

چوڑائی اور پھیلاؤ کی طرف اشارہ کیا) (مسلم)

بعض روایات میں ابنِ ام مکتوم کے رات میں اور بلال کے طلوعِ فجر ہونے پر اذان دینے کا ذکر ہے۔ [1]

ان روایات کو مختلف اوقات پر محمول کیا جانا ممکن ہے۔ [2]

اور پہلی اذان دراصل سحری وغیرہ کے لئے بیدار کرنے کے لئے ہوتی تھی، جیسا کہ آج کل سحری کا دوسرے طریقوں سے اعلان ہوتا ہے۔ [3]

اور صحیح مسلم ہی کی ایک روایت میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَلَيْسَ أَنْ يَّقُوْلَ هٰكَذَا وَلٰكِنْ يَّقُوْلَ هٰكَذَا،يَعْنِي الْفَجْرَ ،هُوَ

---

[1] عن عائشة أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: " إن ابن أم مكتوم يؤذن بليل، فكلوا واشربوا حتى يؤذن بلال "وكان بلال يؤذن حين يرى الفجر(صحيح ابنِ حبان،رقم الحديث ٣٤٧٣، كتاب الصوم، باب السحور)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده قوى على شرط البخارى(حاشية صحيح ابنِ حبان)

[2] قال أبو حاتم رضى الله عنه :هذان خبران قد يوهمان من لم يحكم صناعة العلم أنهما متضادان وليس كذلك ، لأن المصطفى صلى الله عليه وسلم كان جعل الليل بين بلال، وبين ابن أم مكتوم نوبا ، فكان بلال يؤذن بالليل ليالى معلومة لينبه النائم ويرجع القائم ، لا لصلاة الفجر ، ويؤذن ابن أم مكتوم فى تلك الليالى بعد انفجار الصبح لصلاة الغداة ، فإذا جاء ت نوبة ابن أم مكتوم كان يؤذن بالليل ليالى معلومة كما وصفنا قبل ، ويؤذن بلال فى تلك الليالى بعد انفجار الصبح لصلاة الغداة ، من غير أن يكون بين الخبرين تضاد أو تهاتر(صحيح ابنِ حبان ، تحت رقم الحديث ٣٤٧٤، كتاب الصوم، باب السحور)

[3] قلت: وشرحه ما قاله الشيخ مولانا محمود حسن المحدث الديوبندى قدس الله سره: أن للإمام أن يعين طريقا لإيقاظ النائمين وتسحير الصائمين فى رمضان وغيره سواء كان بدق الطبل أو إطلاق المدافع أو زيادة أذان بالليل وهذا لانزاع فيه، وأذان بلال من هذا القبيل.

والنزاع إنما هو فى أن أذان الفجر هل يجوزقبل الوقت أم لا؟ وحديث بلال لايجوزه ولا ينهاه، فإن أذانه لم يكن لصلاة الفجر وإنما كان لها أذان ابن أم مكتوم، فمن ادعى جواز الأذان للصلاة المكتوبة قبل الوقت فليأت ببرهان غير هذا اهـ. قلت: سمعت هذا منه مشافهة رضى الله عنه (اعلاء السنن، جلد٢ صفحه ١٣٣، ١٣٤، كتاب الصلاة ، باب أن لايؤذن قبل الفجر، الناشر: ادارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشى، الباكستان، الطبعة الثالثة: ١٤١٤هـ)

www.idaraghufran.org

اَلْمُعْتَرِضُ وَلَيْسَ بِالْمُسْتَطِيْلِ (صحيح مسلم،رقم الحديث ١٠٩٣ "٤٠"

كتاب الصيام، باب بيان ان الدخول فى الصوم يحصل بطلوع الفجر الخ)

ترجمہ: اور (فجر) اس طرح نہیں ہوتی، لیکن اس طرح ہوتی ہے، یعنی فجر معترض ہوتی ہے، اور مستطیل نہیں ہوتی (مسلم)

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَا يَمْنَعَنَّكُمْ مِنْ سُحُوْرِكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ وَلَا الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيْلُ وَلٰكِنَّ الْفَجْرَ الْمُسْتَطِيْرَ فِي الْأُفُقِ (سنن الترمذى،رقم الحديث ٧٠٦، ابواب الصوم،

باب ما جاء فى بيان الفجر،و مسند احمد، رقم الحديث ٢٠١٥٨)

ترجمہ: منع نہ کرے تمہیں تمہاری سحریوں سے بلال کی اذان اور نہ فجرِ مستطیل (یعنی لمبی روشنی والی فجر) بلکہ (منع کرنے والی) اُفق میں (جنوباً وشمالاً) فجرِ مستطیر (یعنی منتشر روشنی والی فجر) ہے (ترمذی، مسند احمد)

ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَلْفَجْرُ فَجْرَانِ ،فَأَمَّا الَّذِىْ كَأَنَّهٗ ذَنَبُ السِّرْحَانِ ،فَإِنَّهٗ لَايُحِلُّ شَيْئًا وَلَايُحَرِّمُهٗ وَلٰكِنَّ الْمُسْتَطِيْرَ (مصنف ابنِ ابى شيبة،رقم الحديث ٩١٦٤،

كتاب الصيام، ما قالوا فى الفجر،ما هو ؟)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر دو ہیں، پس وہ فجر جو کہ بھیڑیے کی دم کی طرح (مستطیل) ہوتی ہے، یہ نہ کوئی چیز حلال کرتی ہے اور نہ حرام (یعنی اس کی وجہ سے نہ تو فجر کی نماز حلال ہوتی اور نہ روزے دار کے لیے سحری حرام

ہوتی) لیکن فجر مستطیر (یعنی منتشر ہونے والی، فجر کی نماز کو حلال اور سحری کو حرام کرتی ہے) (ابنِ ابی شیبہ)

اس طرح کی اور بھی صحیح سند کے ساتھ کئی احادیث مروی ہیں، جن سے فجر کا طلوعِ معترض سے ہونا، اوراسی پر سحری کھانے کی ممانعت کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت اوراس کی سند

جہاں تک تفسیرِ ماجدی میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ روایت کا تعلق ہے، تو اس کو ابنِ ماجہ نے بھی اپنی سنن میں عاصم سے اورانہوں نے ''زر بن حبیش'' سے اورانہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ [1]

شعیب الارنؤوط نے سنن ابنِ ماجہ کی تحقیق میں اس روایت کے مرفوع ہونے کو ''شاذ'' قرار دیا ہے، کیونکہ اس روایت کے راوی ''عاصم بن بہدلہ'' اگرچہ صدوق اور حسنُ الحدیث'' ہیں، لیکن ان سے زیادہ ثقہ کی طرف سے اس کے مرفوع ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے، امام نسائی نے فرمایا کہ ہمارے علم میں عاصم کے علاوہ کسی اور سے اس کا مرفوع ہونا مروی نہیں، اورابنِ قیم نے فرمایا کہ یہ معلول ہے، اوراس کی علت موقوف ہونا ہے۔

اور جماہیر صحابہ وتابعین اور مابعد کے علماء اورائمہ اربعہ کے نزدیک طلوعِ فجر کے بعد روزہ دار کے لئے کھانا پینا اور جماع کرنا حرام ہوجاتا ہے، پس طلوعِ فجر کے بعد کھانا پینا جائز ہونے کی روایت شاذ ہے۔ [2]

---

[1] حدثنا علی بن محمد، حدثنا أبو بكر بن عياش، عن عاصم، عن زر عن حذيفة، قال :تسحرت مع رسول الله -صلى الله عليه وسلم -هو النهار إلا أن الشمس لم تطلع (سنن ابن ماجه،رقم الحديث ١٦٩٥ ، ابواب الصيام، باب ما جاء فی تأخير السحور)

[2] شاذ مرفوعا، عاصم -وهو ابن بهدلة -صدوق حسن الحديث، لكنه قد خولف فی رفع الحديث، فقد رواه من هو أوثق منه فوقفه على حذيفة، وهو الصواب، وقال النسائی كما فی "تحفة الأشراف :(3325) "لا نعلم أحدا رفعه غير عاصم .وقال ابن القيم فی حاشيته على "مختصر سنن أبی داود :341 /6 "معلول وعلته الوقف.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے علاوہ امام نسائی نے اپنی سنن میں اس طرح باب قائم کیا ہے:

"تأخير السحور وذكر الاختلاف على زر فيه"

اس سے معلوم ہوا کہ "زر بن حبیش راوی" پر اختلاف واقع ہوا ہے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت اور اس کی سند

پھر امام نسائی نے اس باب کے ذیل میں مرفوع روایت کے بعد ایک صحیح سند پر مشتمل روایت درج ذیل الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے:

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ، قَالَ: تَسَحَّرْتُ مَعَ حُذَيْفَةَ، ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الصَّلَاةِ، فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمَسْجِدَ صَلَّيْنَا رَكْعَتَيْنِ، وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا إِلَّا هُنَيْهَةٌ (سنن النسائی، رقم الحديث ٢١٥٣، كتاب الصيام، باب تأخير السحور وذكر الاختلاف على زر فيه)

اس روایت میں سحری کے بعد مسجد میں آکر دو رکعتیں پڑھنے، اور پھر نماز پڑھنے اور دونوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ ہونے کا ذکر ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرجه النسائی 4/ 142 من طريق سفيان الثورى، عن عاصم، به.

وهو فى "مسند أحمد.(23361) "

وأخرجه موقوفا النسائی 4/ 142 من طريق عدى بن ثابت، عن زر بن حبيش، قال: تسحرت مع حذيفة ثم خرجنا إلى الصلاة، فلما أتينا المسجد صلينا ركعتين، وأقيمت الصلاة وليس بينهما إلا هنيهة. وإسناده صحيح.

وأخرجه موقوفا كذلك 4/ 142 - 143 من طريق صلة بن زفر، عن حذيفة، بنحو رواية عدى بن ثابت.

قلنا: وفعل حذيفة هذا مما انفرد به ولم يتابع عليه، فإن ابتداء الصوم بطلوع الفجر وتحريم الطعام والشراب والجماع به هو مذهب جماهير العلماء من الصحابة والتابعين ومن بعدهم، وعليه الأئمة أصحاب المذاهب الأربعة (حاشية سنن ابنِ ماجه، تحت رقم الحديث ١٦٩٥)

حذیفہ رضی اللہ عنہ کی دوسری موقوف روایت اوراس کی سند

پھراس کے بعد امام نسائی نے صحیح سند پر مشتمل دوسری روایت درج ذیل الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے:

أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو يَعْفُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ، قَالَ: تَسَحَّرْتُ مَعَ حُذَيْفَةَ، ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَسْجِدِ، فَصَلَّيْنَا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّيْنَا (سنن النسائی،رقم الحديث ۲۱۵۴، كتاب الصيام،باب تأخير السحور وذكر الاختلاف على زر فيه)

اس روایت میں سحری کھانے کے بعد مسجد جانے، پھر دو رکعت پڑھنے اور پھر نماز کھڑی ہونے کا صاف طور پر ذکر ہے۔

ان دونوں روایات کی سندیں صحیح اور مرفوع سند کے مقابلہ میں زیادہ قوی ہیں، اوران میں سے کسی روایت میں بھی طلوعِ فجر کے بعد سحری کھانے کا ذکر تک نہیں، بلکہ ان روایات سے سحری میں تاخیر اور فجر کی نماز جلدی پڑھنے اور دونوں کے درمیان کم وقت کا فاصلہ ہونے کا ذکر ہے، اور یہ بات صحیح مرفوع احادیث کے موافق ہے، کئی احادیث میں سحری تاخیر سے کھانے کا حکم ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سحری کھانے کے تھوڑے سے وقفہ کے بعد، فجر کی نماز پڑھنا ثابت ہے۔ [1]

---

[1] عن أنس بن مالك رضى الله عنه أن نبى الله صلى الله عليه وسلم وزيد بن ثابت رضى الله عنه تسحرا فلما فرغا من سحورهما قام نبى الله صلى الله عليه وسلم إلى الصلاة فصلى قلنا لأنس كم كان بين فراغهما من سحورهما ودخولهما فى الصلاة قال كقدر ما يقرأ الرجل خمسين آية(صحيح بخارى،رقم الحديث ۱۱۳۴،ابواب التهجد،باب من تسحر ثم قام إلى الصلاة فلم ينم حتى صلى الصبح)

حدثنا وكيع ، عن هشام ، عن قتادة ، عن أنس ، عن زيد بن ثابت ، قال :تسحرنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ، ثم قمنا إلى الصلاة ، قلنا :كم كان بينهما ؟ قال :قراءة خمسين آية(مُصنف ابن أبى شيبة، رقم الحديث ۹۰۲۱، كتاب الصيام،من كان يستحب تأخير السحور)

www.idaraghufran.org

یہی طرزِ عمل امام نسائی نے ''السنن الکبریٰ'' میں بھی اختیار کیا ہے۔ [1]

معلوم ہوا کہ حضرت حذیفہ سے صحیح وزیادہ قوی اسناد کے ساتھ طلوعِ فجر کے بعد، اسفار ہونے اور طلوعِ شمس سے پہلے تک کھانا پینا ثابت نہیں۔

جبکہ تفسیر ماجدی میں صرف مرفوع، شاذ روایت کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ کی دیگر روایات

ابنِ ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں سحری تاخیر سے مستحب ہونے کے باب میں ابو الطفیل سے روایت کیا ہے کہ:

''انہوں نے اپنے گھر میں سحری کھائی، اور پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، جو اس وقت اونٹنی کا دودھ نکال رہے تھے، پھر انہوں نے مجھ سے دودھ پینے کا کہا، میں نے کہا کہ میں روزہ رکھنا چاہتا ہوں، حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ میں بھی روزہ رکھنا چاہتا ہوں، پھر حضرت حذیفہ نے دودھ پیا، اور پھر جب فجر کی نماز کھڑی ہوئی، تو نماز کے لئے مسجد گئے''۔ انتھیٰ۔ [2]

---

[1] أخبرنا محمد بن يحيى بن أيوب، قال :حدثنا وكيع، عن سفيان، عن عاصم، عن زر، قال :قلنا لحذيفة:أى ساعة تسحرت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال:هو النهار، إلا أن الشمس لم تطلع.

أخبرنا محمد بن بشار، قال :حدثنا محمد، قال :حدثنا شعبة، عن عدى، قال :سمعت زر بن حبيش، قال :تسحرت مع حذيفة، ثم خرجنا إلى الصلاة فلما أتينا المسجد صلينا ركعتين وأقيمت الصلاة، وليس بينهما إلا هنيهة.

أخبرنا عمرو بن على، قال :حدثنا محمد بن فضيل، قال :حدثنا أبو يعفور، قال :حدثنا إبراهيم، عن صلة بن زفر، قال :تسحرت مع حذيفة، ثم خرجنا إلى المسجد فصلينا ركعتى الفجر، ثم أقيمت الصلاة، فصلينا(السنن الكبرىٰ للنسائى،رقم الحديث ۲۴۷۳ و ۲۴۷۴ و ۲۴۷۵، كتاب الصيام، تأخير السحور وذكر الاختلاف على زر فيه)

[2] حدثنا الفضل بن دكين ، قال :حدثنا الوليد بن جميع ، قال :حدثنا أبو الطفيل ؛ أنه تسحر فى أهله فى الجبانة ، ثم جاء إلى حذيفة وهو فى دار الحارث بن أبى ربيعة فوجده ، فحلب له ناقة فناوله ، فقال :إنى أريد الصوم ، فقال :وأنا أريد الصوم ، فشرب حذيفة ، وأخذ بيده فدفع إلى المسجد حين أقيمت الصلاة(مُصنف ابن أبى شيبة،رقم الحديث ۹۰۲۸ ، كتاب الصيام،من كان يستحب تأخير السحور)

اور ابنِ ابی شیبہ نے مذکورہ باب ہی میں ابراہیم تیمی کے والد سے روایت کیا ہے کہ:

''میں رمضان میں حضرت حذیفہ کے ساتھ مدائن کی طرف سفر پر نکلا، پھر جب فجر طلوع ہوئی، تو انہوں نے کہا کہ کیا تم میں سے کوئی کھانا، یا پینا چاہتا ہے، ہم نے کہا کہ ہم میں سے جو شخص روزہ رکھنا چاہتا ہے، تو وہ تو کھانا پینا نہیں چاہتا، پھر ہم آہستہ آہستہ چلتے رہے، اور نماز میں تاخیر کی، پھر حضرت حذیفہ نے سواری سے اتر کر فجر کی نماز پڑھی''۔ انتھٰی۔ [1]

اور ابنِ ابی شیبہ نے ہی شعبی سے روایت کیا ہے کہ:

''حضرت حذیفہ بعض اوقات سحری جلدی کھالیا کرتے تھے، تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شامل ہوسکیں، جس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ کے ساتھ سحری کھا کر اکھٹے نماز کے لئے نکلنا شروع کیا''۔ انتھٰی۔ [2]

اس طرح کی معتبر اسناد سے مروی روایات میں بھی حضرت حذیفہ سے اسفار میں، یا طلوعِ شمس سے پہلے سحری کھانے کا ثبوت نہیں ملتا۔ [3]

---

[1] حدثنا أبو معاوية ، عن الأعمش ، عن إبراهيم التيمى ، عن أبيه ، قال :خرجت مع حذيفة إلى المدائن فى رمضان ، فلما طلع الفجر ، قال :هل كان أحد منكم آكلا ، أو شاربا ؟ قلنا :أما رجل يريد الصوم فلا ، ثم سرنا حتى استبطأناه فى الصلاة ، ثم نزل فصلى(مُصنف ابن أبى شيبة،رقم الحديث ٩٠٣٠، كتاب الصيام،من كان يستحب تأخير السحور)

[2] حدثنا ابن فضيل ، عن ابن أبى خالد ، عن الشعبى ، قال :كان حذيفة يعجل بعض سحوره ليدرك الصلاة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فبلغ ذلك النبى صلى الله عليه وسلم ، فكان يرسل إليه فيأكل معه حتى يخرجا إلى الصلاة جميعا(مُصنف ابن أبى شيبة،رقم الحديث ٩٠٣٢،كتاب الصيام،من كان يستحب تأخير السحور)

[3] قال شعيب الارنؤوط:

وقد خولف عاصم بن بهدلة فى رفعه، فأخرجه النسائى 4/142 عن بندار، عن غندر، عن شعبة، عن عدى بن ثابت، عن زر بن حبيش قال :تسحرت مع حذيفة ثم خرجنا إلى الصلاة، فلما أتينا المسجد صلينا ركعتين، وأقيمت الصلاة وليس بينهما إلا هنيهة .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں شقیق بن سلمہ سے روایت کیا ہے کہ:

''میں اور زر بن حبیش حضرت حذیفہ کے پاس گئے، تو انہوں نے ہمیں دودھ پیش کیا، ہم نے کہا کہ ہم روزہ کا ارادہ رکھتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا کہ میں بھی روزہ کا ارادہ رکھتا ہوں، پھر انہوں نے دودھ پیا، اور پھر زر بن حبیش کو دیا، پھر مجھے دیا پھر میں نے پیا، اور موذن نے مسجد میں اذان دینی شروع کی، پھر ہم مسجد میں داخل ہوئے، تو نماز کھڑی ہو چکی تھی، اور وہ لوگ اندھیرے میں نماز پڑھ رہے تھے'' ۔انتہٰی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فذكره موقوفا وإسناده صحيح على شرط الشيخين .قال النسائى :لا نعلم أحدا رفعه غير عاصم، فإن كان رفعه صحيحا فمعناه :أنه قرب النهار كقوله تعالى :(فإذا بلغن أجلهن) الآية (البقرة 234 :) معناه :إذا قاربن البلوغ، وكقول القائل :بلغنا المنزل، إذا قاربه.

وأخرجه موقوفا أيضا 4/142-143 عن عمرو بن على، عن محمد بن فضيل، عن أبى يعفور عبد الرحمن بن عبيد بن نسطاس، عن إبراهيم النخعى، عن صلة بن زفر، قال: تسحرت مع حذيفة ثم خرجنا إلى المسجد، فصلينا ركعتى الفجر، ثم أقيمت الصلاة فصلينا .وإسناده صحيح على شرط الشيخين أيضا.

وأخرج ابن أبى شيبة 3/10 عن الفضل بن دكين، عن الوليد بن عبد الله بن جميع، عن أبى الطفيل أنه تسحر فى أهله فى الجبانة ثم جاء إلى حذيفة، وهو فى دار الحارث بن أبى ربيعة فوجده فحلب له ناقة، فناوله فقال :إنى أريد الصوم.

فقال :وأنا أريد الصوم .فشرب حذيفة وأخذ بيده فدفع إلى المسجد حين أقيمت الصلاة .وإسناده قوى.

ورواه عبد الرزاق (7606) من طريق عامر بن شقيق، عن شقيق بن سلمة أنه انطلق هو وزر إلى حذيفة .فذكر نحوه(حاشية مسند احمد،تحت رقم الحديث ٢٣٣٦١)

[1] عبد الرزاق عن إسرائيل عن عامر بن شقيق عن شقيق بن سلمة قال انطلقت أنا وزر بن حبيش إلى حذيفة وهو فى دار الحارث بن أبى ربيعة فاستأذنا عليه فخرج إلينا فأتى بلبن فقال اشربا فقلنا إنا نريد الصيام قال وأنا أريد الصيام فشرب ثم ناول زرا فشرب ثم ناولنى فشربت والمؤذن يؤذن فى المسجد قال فلما دخلنا المسجد أقيمت الصلاة وهم يغلسون(مصنف عبد الرزاق ،رقم الحديث ٧٦٠٢، كتاب الصيام، باب تأخير السحور)

www.idaraghufran.org

اُس زمانہ میں مشینوں، اور گاڑیوں وغیرہ کا شور نہیں ہوتا تھا، اور موذن کی آواز دور تک پہنچتی تھی، اس روایت میں بھی اندھیرے میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے، اور اس سے پہلے وہ حضرات سحری سے فارغ ہو چکے تھے، اور جمہور فقہاء، فجر کی اذان کے طلوعِ فجر سے کچھ پہلے جائز ہونے کے قائل ہیں، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رمضان میں اذانِ فجر کے طلوعِ فجر سے پہلے دیئے جانے کے بھی قائل ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

حضرت حذیفہ کی طرف منسوب طلوعِ فجر کے بعد سحری کھانے کی روایت کی بعض دوسری توجیہات آگے آتی ہیں۔

طلوعِ فجر کے بعد سحری کے جواز کا قول غیر مفتیٰ بہ وشاذ ہے

بعض محققین نے حضرت حذیفہ کی طرف ''عاصم بن بہدلہ'' کی سند سے مروی متعدد اسانید وروایات کو جمع کر کے ان کے متن میں بھی اضطراب کو ثابت کیا ہے۔

چنانچہ ابوعبداللہ عبدالسلام بن محمد بن عمر علوش نے ایسی احادیث کی معرفت کے ذیل میں جن پر فقہاء نے فتویٰ نہیں دیا، عاصم بن بہدلہ'' کی سند سے حضرت حذیفہ کی طرف منسوب روایات کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ:

> ''عاصم بن بہدلہ'' کی اگرچہ محدثین نے توثیق کی ہے، لیکن جلیلُ القدر حفاظ، مثلاً ابنِ ابی حاتم، ابوحاتم، ابوخراش، ابوجعفر عقیلی، دارقطنی، یعقوب بن سفیان، ابنِ رجب وغیرہ نے ان کے تفرادات، واضطرابات اور سوءِ حفظ پر تنقید بھی کی ہے۔
>
> اور اسی وجہ سے ترمذی نے فرمایا کہ مذکورہ تنقید نگار حضرات کے نزدیک ''عاصم بن بہدلہ'' جب کسی حکمِ شرعی اور امرِ علمی میں تفرد اختیار کریں، تو اس سے دلیل نہیں پکڑی جائے گی۔

اور عاصم بن بہدلہ کی حضرت حذیفہ کی طرف منسوب زیرِ بحث حدیث کی سند کے

علاوہ کے متن میں بھی اضطراب پایا جاتا ہے۔

جبکہ بعض محققین نے حضرت حذیفہ کی مبحوث فیہ روایات میں دوسری تاویلات بھی کی ہیں۔

لیکن ہمارے علم میں فقہاء میں سے کوئی بھی اس روایت کے ظاہر پر عمل، یعنی طلوعِ فجر کے بعد اور طلوعِ شمس سے پہلے تک سحری کے جواز کا قائل نہیں، البتہ بعض صحابہ سے اس بارے میں مختلف روایات مروی ہیں، لیکن وہ طلوعِ فجر کے بعد سحری کے جواز میں صریح نہیں ہیں، اس لئے اس موقف کی ان صحابہ کی طرف نسبت کرنا مناسب نہیں۔

اور جہاں تک بعض تابعین، مثلاً اعمش کا تعلق ہے، تو ان سے بھی اس پر عمل کا ثبوت نہیں ملتا۔

پس جب طلوعِ فجر کے بعد سحری کے جواز کا فتویٰ فقہاء میں سے کسی سے ثابت نہیں، تو اس طرح کی روایات کا شاذ وغیرہ ہونے سے معلول ہونا ثابت ہوگیا، اوران کے ظاہر پر عمل کرنا جائز نہ ہوا‘‘۔ انتھٰی۔ [1]

---

[1] قلت :فهذه الأسانيد، لا يتطرق إليها الضعف لجهة الراوين عن عاصم بن بهدلة -وهو نفسه ابن أبي النجود، باتفاق -أمثال سفيان الثوري وعنه وكيع ومؤمل، وحماد بن سلمة وعنه روح وعفان، وأبو بكر بن عياش وعنه على بن محمد وغيره، وغيرهم.

ومن فوقه زر بن حبيش عن حذيفة، -لا كلام -وأما عاصم بن أبي النجود واسم أمه بهدلة :فقد وثقه جميع الناس، ولم يختلف في عدالته أحد.

إلا أن كبار الحفاظ -ومع توثيقهم له -ينتقدون عليه مفاريده، واضطراباته، وسوء في حفظه.

قال ابن أبي حاتم :سألت أبا زرعة عنه فقال :ثقة.

فذكرته لأبي، فقال :ليس هذا محله أن يقال :إنه ثقة، وقد تكلم فيه ابن علية فقال :كان كل من اسمه عاصم سيء الحفظ.

وقال أبو حاتم أيضاً :محله عندي الصدق، صالح الحديث، ولم يكن بذاك الحافظ.

وقال ابن خراش :في حديثه نكرة.

وقال أبو جعفر العقيلي :لم يكن فيه إلا سوء الحفظ.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اسی وجہ سے محققین اصحابِ علم نے طلوعِ فجر کے وقت سحری کھانے کے قول کو ان شاذ اور ناقابلِ اتباع اقوال میں شمار کیا ہے، جن پر شدید نکیر کی گئی ہے، اوران سے بچنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الدارقطنی :فی حفظه شیء .

وقال یعقوب بن سفیان :فی حدیثه اضطراب، وهو ثقة

وقال ابن رجب فی شرح علل الترمذی :وممن یضطرب فی حدیث سماک، عاصم بن بهدلة.

وقد ذکر الترمذی، أن هؤلاء وأمثالهم، ممن تکلم فیه من قبل حفظه وکثرة خطأه، لا یحتج بحدیث أحد منهم إذا انفرد -یعنی من الأحکام الشرعیة والأمور العلمیة -وأن أشد ما یکون ذلک إذا اضطرب أحدهم فی الإسناد فزاد فیه أو نقص، أو غیَّر الإسناد أو غیَّر المتن تغییراً یتغتر به المعنى.".

قلت :فهذا أشد مما ذکر ابن رجب، فإنه وإن لم یکن مضطرباً سنداً، لکنه فی سیاقه اختلاف، فهو مضطرب متناً :فتارة یقول :فأمر بلقحة فحلبت.

ثم یقول :فقام إلى لقحة فی الدار، فأخذ یحلب من جانب وأحلب من جانب.

وطوراً یقول " :بعد الصبح ."

ثم یقول " :هو الصبح ."

ومرة یقول :کان بلال یأتی النبی وهو یتسحر، وإنی لأبصر مواقع نبلی -والمبصر حذیفة -ومرة یقول " :کان الرجل یبصر مواقع نبله - "والسائل زر.

وقد یجاب عن جمیع هذا بأنه یحمل على التعدد فی الواقعة، أو حکایة الرواة للحدیث بالمعنى.

قلت :وهو جواب محتمل غیر مدفوع، لا یقطع فیه.

لکن من یرى کالترمذی -على ما حکى ابن رجب -أن من کان سیء الحفظ، أو کثیر الخطأ، یرد ما جاء عنده من تفرد زائد على الخبر، فمن باب أولى أن یرد الحدیث إذا کان الخبر کله مما تفرد به هذا الراوی.

ومع هذا فإن الحافظ ابن حجر فی الفتح یصحح هذا الخبر فیقول " :روى سعید بن منصور عن أبی الأحوص عن عاصم عن زر عن حذیفة قال :تسحرنا مع رسول الله -صلى الله علیه وسلم -، هو والله النهار غیر أن الشمس لم تطلع، وأخرجه الطحاوی من وجه آخر عن عاصم نحوه، وروى ابن أبی شیبة وعبد الرزاق ذلک عن حذیفة من طرق صحیحة.

قلت :وإنی متوقف فی صحة هذا الخبر، لما تقدم.

وصل فیما یستفاد من الخبر على فرض ثبوته وتسمیة القائلین به، والجواب عنه:

اعلم أن قول حذیفة فی الخبر "إلا أن الشمس لم تطلع "غیر مفید إلا للإسفار فی التسحّر، إسفاراً مبهماً غیر مفسر، فالسحور على کل حال لا تطلع عنده الشمس، وقوله "إلا "مفید للقرب قدراً من الزمن یختلف الناس فی تحدیده وتعیینه اختلافاً کبیراً، بحسب الطباع والعادات، واختلاف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ امام حاکم نے ’’معرفة علوم الحديث ‘‘میں اپنی سند کے ساتھ امام اوزاعی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

يجتنب أو يترك من قول أهل العراق خمس ، ومن قول أهل الحجاز

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تعابير الناس واصطلاحهم فى اللفظ، وباختلاف البلدان، بل وباختلاف البلد الواحد، بل وربما القرية الواحدة، بحسب قرب القائل من الوديان أو الجبال وبعدهم عنها، أو المقيمين عليها أو فيها . وكذا يختلف فى أيام السنة، وصفاء الجو، ومطالع القمر ومواقيته.

إنما المحدد فى هذا الخبر :قوله "هو الصبح "أو "بعد الصبح "فأما الأول فلا إشكال فيه، لأنه هو المقصود ببداية حل الصلاة وتحريم الطعام، فهو موافق للآية والأخبار المتقدمة، إذ الصبح يطلق على الفجر، كما فى الأحاديث الصحيحة الكثيرة، كما فى صحيح مسلم وغيره "من صلى الصبح فهو فى ذمة الله ."

وأما الثانى "بعد الصبح "فهو المشكل جداً الذى لا يرد -على التحقيق -إلا بالمخالفة والشذوذ، وما قدمناه من الإعلال.

أو أن يحمل هذا اللفظ على الأذان الأول، وفيه بعد، ويصرفه ما بعده "إلا أن الشمس لم تطلع " فمثل هذا لا يقال فى الأذان الأول مطلقاً.

وما علمت من الفقهاء أحداً يقول بظاهر هذا الخبر البتَّة، وإنما هو منقول عن بعض الصحابة، بل عن أبى بكر قطعاً بالأسانيد الصحيحة، وعن على احتمالاً مع صحة السند إليه، فإنه قال مرة بعدما صلى الصبح " :الآن حين تبين الخيط الأبيض من الخيط الأسود "رواه عنه ابن المنذر بسند صحيح.

فقطع بعض الناس أن المراد صحة ذهابه إلى جواز السحور بعد الصلاة، وهو غير مقطوع به على الصحيح، للخلاف المشهور فى حتى، هل هى تفيد الوصول أو الغاية، فبالقول الأول هى موافقة لظاهر القرآن، وما عينته السنة من أن الأذان بالصبح هو انتهاء وقت إباحة الطعام.

وكذا خبر على فى قصة تسحره فى العسكر، فإنه محتمل إن صح له الخبر، وكذا خبر ابن مسعود محتمل أيضاً، لا يقطع فيه بمثل قول أبى بكر رضى الله عنهم أجمعين.

فإنى لا أحل النقل عن على وابن مسعود، بمثل النقل عن أبى بكر.

وأما من التابعين فهو الأعمش، ولم يكن يعمل به، كما هو ظاهر كلامه فإنه قال " :لولا الشهرة لصليت الغداة ثم تسحرت، فمفهومه أنه كان يراه ولا يفعله، ومعناه منقول عن أبى بكر بن عياش راوى هذا الخبر كما قدمنا، ولم يصل إلينا إن كان عمل به أم لا.

لذلك صح تعقب الحافظ على الموفق وغيره فى نقلهم الإجماع على خلاف ما ذهب إليه الأعمش.

قلت فصح هذا الحديث على شرطنا، إن كان قال به واحد أو اثنان من الفقهاء أو المحدثين(الانتهاء لمعرفة الأحاديث التى لم يفت بها الفقهاء ، ومناقشها على ضوء الأصلين،ص۲۹۳الیٰ ۲۹۸، الباب الثانى، الفصل الاول،الحديث الحادى عشر حديث حذيفة بن اليمان)

خمس ، ومن قول أهل العراق :شرب المسكر ، والأكل عند الفجر في رمضان ، ولا جمعة إلا في سبعة أمصار ، وتأخير صلاة العصر حتى يكون ظل كل شيء أربعة أمثاله ، والفرار يوم الزحف .

ومن قول أهل الحجاز :استماع الملاهي ، والجمع بين الصلاتين من غير عذر ، والمتعة بالنساء ، والدرهم بالدرهمين ، والدينار بالدينارين يدا بيد ، وإتيان النساء في أدبارهن (معرفة علوم الحديث للحاكم،ص۶۵،ذكر النوع العشرين من علم الحديث)

ترجمہ:اہلِ عراق کے پانچ،اوراہلِ حجاز کے پانچ اقوال سے بچاجائے گا،یاان کو ترک کیاجائے گا۔

اہلِ عراق کےان اقوال سے بچااوراجتناب کیاجائے گا۔

ایک تو نشہ آور چیز کے پینے کے جائز ہونے کے قول سے،دوسرے رمضان میں فجر کے وقت کھانے سے،تیسرے صرف سات شہروں میں جمعہ جائز ہونے سے،چوتھے عصر کو ہر چیز کا سایہ چار مثل ہوجانے تک موخر کرنے سے،پانچویں جہاد کے دن بھاگنے سے۔

اوراہلِ حجاز کےان اقوال سے بچااوراجتناب کیاجائے گا۔

ایک تو گانا بجانا سننے سے،دوسرے بغیر عذر کے جمع بین الصلا تین کرنے سے،تیسرے عورتوں سے متعہ کرنے سے،چوتھے ایک درہم کو دودرہم اور ایک دینا کودو دینار کے بدلہ میں نقدخریدوفروخت کرنے سے،پانچویں عورتوں کی دبر میں شہوت پوری کرنے سے(معرفۃ علوم الحدیث)

امام اوزاعی کی اس روایت کوحافظ ذہبی نے بھی''تاریخ الاسلام''میں نقل کیا ہے۔ [1]

---

[1] العباس بن الوليد بن مزيد :حدثنا أبو عبد الله بن فلان، قال :سمعت الأوزاعي يقول :نترك من قول أهل العراق خمسا، ومن قول أهل الحجاز خمسا، فمن قول أهل العراق :شرب المسكر، والأكل عند الفجر في رمضان، ولا جمعة إلا في سبعة أمصار، وتأخير العصر حتى يصير ظل كل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورامام اوزاعی کی اس روایت کو ابنِ عساکر نے بھی ''تاریخِ دمشق'' میں روایت کیا ہے۔ [1]

سحری تاخیر سے کرنے کی روایات کا مطلب

اور مختلف روایات میں جو اذان ہونے تک کھانے پینے کا ذکر ہے،تو وہ اس بات پر مبنی ہے،جس کا ذکر پیچھے صحیح حدیث میں گذر چکا ہے کہ وہ اذان رات کے وقت میں طلوعِ فجر سے پہلے کی ہو۔

اسی طرح مختلف روایات میں متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے جو تاخیر سے سحری کھانا مروی ہے،تو اس سے طلوعِ فجر سے پہلے کا وقت مراد ہے،جس کے تھوڑی دیر بعد فجر کی نماز پڑھنا ثابت ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

شیء أربعة أمثاله، والفرار یوم الزحف .ومن قول أهل الحجاز :استماع الملاهی، والجمع بین الصلاتین من غیر عذر، والمتعة بالنساء ، والدرهم بالدرهمین، والدینار بالدینارین مداینة، وإتیان النساء فی أدبارهن(تاریخ الإسلام وَوَفیات المشاهیر وَالأعلام،للذهبی،ج۴،ص ۱۳۰ ، ۱۳۱ ، رقم الترجمة ۱۶۰ ،تحت ترجمة: عبد الرحمن بن عمرو بن یحمد أبو عمرو الأوزاعی، الطبقة السادسة عشرة)

[1] أخبرنا أبو القاسم الخضر بن الحسین بن عبدان أنا أبو عبد الله محمد بن إبراهیم ابن محمد بن أیمن الدینوری المؤدب قراء ة علیه أنا أبو الحسن علی بن موسی بن الحسین ابن السمسار إجازة أنا أبو سلیمان محمد بن عبد الله بن أحمد بن ربیعة بن زبر نا الحسن ابن أحمد بن غطفان نا العباس بن الولید بن مزید نا أبو عبد الله محمد بن عبد الله البجی من بج حوران قال سمعت الأوزاعی یقول یجتنب أو یترک من أقاویل أهل العراق خمسا ومن أقاویل أهل الحجاز خمسا یترک من قول أهل العراق شرب النبیذ المسکر والأکل فی الفجر فی شهر رمضان ولا جمعة إلا فی سبعة أمصار وتأخیر صلاة العصر حتی یکون ظل کل شیء أربعة أمثاله والفرار یوم الزحف ومن أقاویل أهل الحجاز استماع الملاهی والجمع بین الصلاتین من غیر عذر والمتعة بالنساء والدرهم بالدرهمین والدینار بالدینارین یدا بید والخامسة إتیان النساء فی أدبارهن(تاریخ دمشق لابن عساکر،ج۵۴،ص ۵۸، رقم الترجمة ۶۵۹۱،تحت ترجمة:محمد بن عبد الله أبو عبد الله البجی،حرف المیم)

www.idaraghufran.org

پس اس قسم کی روایات سے طلوعِ فجر کے بعد سحری کھانے کو مراد لینا درست نہیں۔ ۱

اور حضرت ابوبکر کی جس روایت سے طلوعِ فجر کے بعد سحری کھانے کا شبہ ہوتا ہے۔ ۲

تو دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس وقت ہے، جب حضرت ابوبکر کے گمان کے مطابق طلوعِ فجر نہیں ہوئی تھی، اور دوسرے کے گمان میں طلوعِ فجر ہو چکی تھی۔ ۳

اور اگر پھر بھی کوئی اس قسم کی تاویلات وتوجیہات کو قبول نہ کرے، تو اس کے لئے اصولی

---

۱ حدثنا جرير ، عن منصور ، عن شبيب بن غرقدة ، عن أبي عقيل ، قال :تسحرت مع علي ، ثم أمر المؤذن أن يقيم(مُصنف ابن أبی شيبة،رقم الحديث ٩٠٢٣، كتاب الصيام،من كان يستحب تأخير السحور)

حدثنا أبو معاوية ، عن الشيباني ، عن جبلة بن سحيم ، عن عامر بن مطر ، قال :أتيت عبد الله في داره فأخرج لنا فضل سحوره فتسحرنا معه ، فأقيمت الصلاة ، فخرجنا فصلينا معه(مُصنف ابن أبی شيبة،رقم الحديث ٩٠٢٤، كتاب الصيام،من كان يستحب تأخير السحور)

حدثنا شريك ، عن أبي إسحاق ، عن عمرو ، يعني ابن حريث ، قال :كان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم أعجل الناس إفطارا ، وأبطأهم سحورا (مُصنف ابن أبی شيبة،رقم الحديث ٩٠٢٥، كتاب الصيام،من كان يستحب تأخير السحور)

حدثنا ابن نمير ، عن أبي يعفور ، قال :سمعت أبا الشعثاء جابر بن زيد يقول :كانوا يتسحرون حين(مُصنف ابن أبی شيبة،رقم الحديث ٩٠٢٦، كتاب الصيام،من كان يستحب تأخير السحور)

حدثنا وكيع ، عن عمرو بن مروان أبي العنبس ، قال :سمعت إبراهيم يقول :من السنة تأخير السحور (مُصنف ابن أبی شيبة،رقم الحديث ٩٠٢٧، كتاب الصيام،من كان يستحب تأخير السحور)

حدثنا يحيى بن سعيد ، عن التيمي ، عن ابن سيرين ، قال :يكون بين سحور الرجل وبين إقامة المؤذن قدر ما يقرأ سورة يوسف (مُصنف ابن أبی شيبة،رقم الحديث ٩٠٢٩، كتاب الصيام،من كان يستحب تأخير السحور)

۲ حدثنا جرير بن عبد الحميد ، عن منصور ، عن هلال بن يساف ، عن سالم بن عبيد الأشجعي، قال :كنت مع أبي بكر ، فقال :قم فاسترني من الفجر ، ثم أكل (مُصنف ابن أبی شيبة،رقم الحديث ٩٠٢٢، كتاب الصيام،من كان يستحب تأخير السحور)

۳ حدثنا أبو أسامة ، عن عبد الله بن الوليد ، قال :حدثنا عون بن عبد الله ، قال :دخل رجلان على أبي بكر وهو يتسحر ، فقال أحدهما :قد طلع الفجر ، وقال الآخر :لم يطلع بعد ، قال أبو بكر كل قد اختلفا.

حدثنا وكيع ، عن عبد الله بن الوليد ، عن عون بن عبد الله ، عن أبي بكر ، بنحوه(مُصنف ابن أبی شيبة،رقم الحديث ٩١٥١و٩١٥٢، كتاب الصيام،في الرجل يشك في الفجر طلع ، أم لا ؟)

جواب یہ ہے کہ صحیح ومرفوع اور معتبر احادیث کے مقابلہ میں اس قسم کی روایات کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ [1]

تفسیرِ قرطبی کا حوالہ

جہاں تک تفسیرِ قرطبی کا تعلق ہے، تو تفسیرِ ماجدی میں اس کی مکمل عبارت نقل نہیں کی گئی، بلکہ مختصر عبارت نقل کی گئی ہے، جس سے بعض غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ تفسیرِ قرطبی میں نہ صرف یہ کہ طلوعِ فجرِ معترض کے بعد تک روزہ دار کے لیے کھانے پینے کے قول کو جمہور کے خلاف قرار دیا گیا ہے، بلکہ احادیثِ صحیحہ کے بھی خلاف قرار دیا گیا ہے، اور اس قول کی تضعیف کے ساتھ اس کی توجیہ بھی بیان کی گئی ہے۔

''چنانچہ تفسیرِ قرطبی میں پہلے تو یہ تحریر کیا گیا ہے کہ جمہور کے نزدیک ''امساک'' طلوعِ فجرِ معترض پر واجب ہے، اور اسی کے متعلق احادیث وارد ہوئیں ہیں، اور

---

[1] وقال بن أبى شيبة حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن مسلم قال لم يكونوا يعدون الفجر فجركم إنما كانوايعدون الفجر الذى يملأ البيوت والطرق.
وعن معمر أنه كان يؤخر السحور جدا حتى يقول الجاهل لا صوم له.
وروى سعيد بن منصور وبن أبى شيبة وبن المنذر من طرق عن أبى بكر أنه أمر بغلق الباب حتى لا يرى الفجر.
وروى بن المنذر بإسناد صحيح عن على رضى الله عنه أنه صلى الصبح ثم قال الآن حين يتبين الخيط الأبيض من الخيط الأسود.
وقال بن المنذر ذهب بعضهم إلى أن المراد بتبيين بياض النهار من سواد الليل أن ينتشر البياض من الطرق والسكك والبيوت.
وروى بإسناد صحيح عن سالم بن عبيد الأشجعى وله صحبة أن أبا بكر رضى الله عنه قال له اخرج فانظر هل طلع الفجر قال فنظرت ثم أتيته فقلت قد ابيض وسطع ثم قال اخرج فانظر هل طلع فنظرت فقلت قد اعترض فقال الآن أبلغنى شرابى.
وروى من طريق وكيع عن الأعمش أنه قال لولا الشهرة لصليت الغداة ثم تسحرت كذا فى عمدة القارىء وفتح البارى.
قلت تقدم الجواب عن حديث حذيفة وأما الآثار فهى لا تقاوم الأحاديث المرفوعة الصحيحة(تحفة الأحوذى بشرح جامع الترمذى، ج۳، ص ۳۱۹، ۳۲۰، ابواب الصوم، باب ما جاء فى بيان الفجر)

تمام شہروں وعلاقوں میں اسی کے مطابق عمل ہے، پھر اس کی تائید میں چند احادیث نقل کی گئی ہیں۔

پھر اس کے بعد جمہور کے مقابلہ میں ایک جماعت کے امساک کے طلوعِ فجر اور اس کے راستوں اور گھروں میں تبین ہوجانے کا قول ذکر کیا گیا ہے، اور اس قول کے حضرت عمر، حذیفہ، ابنِ عباس، طلق بن علی، عطاء بن ابی رباح، اور اعمش وغیرہ سے مروی ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، اور ساتھ ہی مسروق کی طرف فجر کے گھروں میں بھر جانے کا قول منسوب کیا گیا ہے۔

پھر نسائی کی اس روایتِ حذیفہ کا ذکر کیا گیا ہے، جو تفسیر ماجدی میں نقل کی گئی ہے، پھر طلق بن علی کی احمر والی روایت نقل کر کے دار قطنی سے اس روایت کے ایک راوی قیس بن طلق کا قوی نہ ہونا، اور ابوداود سے اہلِ یمامہ کے تفرد کے اختیار کرنے کا قول نقل کیا گیا ہے۔

پھر طبری سے اس قول کی وجہ یہ نقل کی گئی ہے کہ اس موقف کے حاملین کے نزدیک روزہ کا وقت دن میں ہے، اور ان حضرات کے نزدیک دن کی ابتداء ''طلوعِ شمس'' سے ہوتی ہے، اور اس کی انتہاء ''غروبِ شمس'' پر ہوتی ہے۔

پھر امام قرطبی نے اس بحث کے آخر میں فرمایا کہ اس اختلاف میں فیصلہ کرنے والی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے قول کی سوادِ لیل وبیاضِ نہار سے تفسیر فرمانا ہے'' (تفسیر قرطبی کی عربی عبارت نیچے حاشیہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے) [1]

---

[1] واختلف فی الحد الذی بتبینه یجب الإمساک، فقال الجمهور :ذلک الفجر المعترض فی الأفق یمنة ویسرة، وبهذا جاء ت الأخبار ومضت علیه الأمصار .روی مسلم عن سمرة بن جندب رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :(لا یغرنکم من سحورکم أذان بلال ولا بیاض الأفق المستطیل هکذا حتی یستطیر هکذا) .وحکاه حماد بیدیه قال :یعنی معترضا .وفی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

تفسیرِ قرطبی کی بیان کردہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ طلوعِ فجرِ معترض کے بعد، راستوں اورگھروں میں روشنی پھیل جانے کے بعد،یعنی مکمل اسفارتک روزہ دار کے کھانے پینے کے جواز کا قول،احادیثِ صحیحہ،آیتِ مفسرہ،اور جمہور کے خلاف ضعیف قول،اورروزہ کے طلوعِ شمس سے شروع ہونے کی توجیہ پر مبنی ہے۔

پس تفسیرِ ماجدی میں تفسیرِ قرطبی کی ناقص عبارت سے سوال میں مذکور نتیجہ اخذ کرنا درست نہیں۔

تفسیرابنِ کثیر کا حوالہ

اور جہاں تک تفسیرِ ماجدی میں نقل کردہ تفسیر ابنِ کثیر کے حوالہ کا تعلق ہے،تو اس سے بھی مذکورہ مقصود حاصل نہیں ہوتا،کیونکہ تفسیر ماجدی میں تفسیر ابنِ کثیر کی بھی مکمل عبارت نقل نہیں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حديث ابن مسعود :(إن الفجر ليس الذى يقول هكذا -وجمع أصابعه ثم نكسها إلى الأرض- ولكن الذى يقول هكذا -ووضع المسبحة على المسبحة ومد يديه) .وروى الدارقطنى عن عبد الرحمن بن عباس أنه بلغه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :(هما فجران فأما الذى كأنه ذنب السرحان فإنه لا يحل شيئا ولا يحرمه وأما المستطيل الذى عارض الأفق ففيه تحل الصلاة ويحرم الطعام) هذا مرسل.

وقالت طائفة :ذلک بعد طلوع الفجر وتبينه فى الطرق والبيوت، روى ذلک عن عمر وحذيفة وابن عباس وطلق بن على وعطاء بن أبى رباح والأعمش سليمان وغيرهم أن الإمساک يجب بتبيين الفجر فى الطرق وعلى رء وس الجبال .وقال مسروق :لم يكن يعدون الفجر فجركم إنما كانوا يعدون الفجر الذى يملأ البيوت .وروى النسائى عن عاصم عن زر قال قلنا لحذيفة :أى ساعة تسحرت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال :هو النهار إلا أن الشمس لم تطلع .وروى الدارقطنى عن طلق بن على أن نبى الله قال :(كلوا واشربوا ولا يغرنكم الساطع المصعد وكلوا واشربوا حتى يعرض لكم الأحمر) .قال الدارقطنى :(قيس بن طلق)ليس بالقوى .وقال أبو داود: هذا مما تفرد به أهل اليمامة .قال الطبرى :والذى قادهم إلى هذا أن الصوم إنما هو فى النهار، والنهار عندهم من طلوع الشمس، وآخره غروبها، وقد مضى الخلاف فى هذا بين اللغويين. وتفسير رسول الله صلى الله عليه وسلم ذلک بقوله :(إنما هو سواد الليل وبياض النهار) الفيصل فى ذلک(تفسير القرطبى، ج۲،ص۳۱۸،و ۳۱۹،سورة البقرة)

کی گئی، ابنِ کثیر نے تو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت کو سند اور اس کے مطلب کے اعتبار سے جمہور کے خلاف رد کیا ہے۔

چنانچہ ابنِ کثیر نے فرمایا کہ:

''حذیفہ کی اس حدیث کے ساتھ عاصم نے تفرد اختیار کیا ہے، جیسا کہ امام نسائی نے فرمایا اور اس روایت کو قربِ نہار مراد ہونے پر محمول کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے عدت کے بارے میں'' اذا بلغن اجلهن '' فرمایا، جس سے عدت ختم ہونے کے قریب پہنچنا مراد ہے، اور مذکورہ حدیث کا یہی مطلب مراد لینا متعین ہے کہ انہوں نے سحری اس وقت کھائی، جب تک ان کو یقین تھا کہ ابھی تک طلوعِ فجر نہیں ہوئی، پس بعض لوگوں کو طلوعِ فجر نہ ہونے کا یقین تھا، اور بعض دوسرے لوگوں کو طلوعِ فجر کا یقین تھا (ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں گھڑی گھنٹے نہ ہونے کی وجہ سے بعض اوقات تحری وظن سے کام لیا جاتا تھا) اور بعض سلف حضرات سے طلوعِ فجر کے قریب سحری کھانے کی گنجائش مروی ہے۔

اور ابو جعفر طبری نے اپنی تفسیر میں بعض حضرات کا طلوعِ شمس سے امساک واجب ہونا نقل کیا ہے۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ میرے گمان کے مطابق اہلِ علم میں سے کسی سے بھی اس قول پر پختہ طریقہ سے اقدام کرنا ثابت نہیں، کیونکہ اس میں نص کی مخالفت پائی جاتی ہے'' (تفسیر ابنِ کثیر کی عربی عبارت نیچے حاشیہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے) [1]

---

[1] عن حذيفة، قال :تسحرنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، وكان النهار إلا أن الشمس لم تطلع، وهو حديث تفرد به عاصم بن أبى النجود، قاله النسائى، وحمله على أن المراد قرب النهار، كما قال تعالى :فإذا بلغن أجلهن فأمسكوهن بمعروف أو فارقوهن بمعروف أى قارين انقضاء العدة فإما إمساك بمعروف أو ترك للفراق، وهذا الذى قاله هو المتعين حمل الحديث عليه أنهم تسحروا ولم يتيقنوا طلوع الفجر، حتى أن بعضهم ظن طلوعه وبعضهم لم يتحقق ذلک.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معلوم ہوا کہ ابنِ کثیر نے بھی طلوعِ فجر کے بعد اور طلوعِ شمس سے پہلے سحری کے جواز کے قول کی تضعیف وتردید کی ہے۔

پس صاحبِ تفسیر ابنِ کثیر کی طرف بھی اس کے خلاف نسبت کرنا درست نہیں۔

تفسیر معارفُ القرآن کا حوالہ

چنانچہ حضرت مفتی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تفسیر معارفُ القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

اس حدیث کے ناتمام نقل کرنے سے بعض معاصرین کو یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی کہ اذانِ فجر کے بعد بھی کچھ دیر کھایا پیا جائے، تو مضائقہ نہیں، اور جس شخص کی آنکھ دیر میں کھلی کہ صبح کی اذان ہورہی تھی، اس کے لئے جائز کردیا کہ وہ جلدی جلدی کچھ کھالے، حالانکہ اسی حدیث میں واضح طور پر بتلادیا گیا ہے کہ اذانِ ابنِ امِ مکتوم رضی اللہ عنہ جو ٹھیک طلوعِ فجر کے ساتھ ہوتی تھی، اس پر کھانے سے رک جانا ضروری ہے۔

اس کے علاوہ قرآن کریم نے خود جو حد بندی فرمادی ہے، وہ طلوعِ صبح کا تیقن ہے، اس کے بعد ایک منٹ کے لئے بھی کھانے پینے کی اجازت دینا، نصِ قرآن

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد روى عن طائفة كثيرة من السلف، أنهم تسامحوا فى السحور عند مقاربة الفجر، روى مثل هذا عن أبى بكر وعمر وعلى وابن مسعود وحذيفة وأبى هريرة وابن عمر وابن عباس وزيد بن ثابت، وعن طائفة كثيرة من التابعين منهم محمد بن على بن الحسين وأبو مجلز وإبراهيم النخعى وأبو الضحى وأبو وائل وغيره من أصحاب ابن مسعود وعطاء والحسن والحاكم بن عيينة ومجاهد وعروة بن الزبير وأبو الشعثاء جابر بن زيد، وإليه ذهب الأعمش وجابر بن راشد، وقد حررنا أسانيد ذلك فى كتاب الصيام المفرد، ولله الحمد.

وحكى أبو جعفر بن جرير فى تفسيره عن بعضهم :أنه إنما يجب الإمساك من طلوع الشمس كما يجوز الإفطار بغروبها .(قلت) وهذا القول ما أظن أحدا من أهل العلم يستقر له قدم عليه، لمخالفته نص القرآن(تفسير ابن كثير، ج۲،ص ۳۷۹، ۳۸۰،سورة البقرة)

کی خلاف ورزی ہے۔

صحابۂ کرام اور اسلافِ امت سے جو افطار وسحر میں مساہلت کی روایات منقول ہیں، ان سب کا محمل نصِ قرآن کے مطابق یہی ہوسکتا ہے کہ تیقنِ صبحِ صادق سے پہلے پہلے زیادہ احتیاطی تنگی اختیار نہ کی جائے، امام ابنِ کثیر نے بھی ان روایات کو اسی بات پر محمول فرمایا ہے، ورنہ نصِ قرآنی کی صریح مخالفت کو کون مسلمان برداشت کرسکتا ہے، اور صحابۂ کرام سے تو اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، خصوصاً جب کہ قرآن کریم نے اسی آیت کے اخیر میں ''تلک حدود اللّٰہ'' کے ساتھ ''فلا تقربوھا'' فرما کر خاص احتیاط کی تاکید بھی فرمادی ہے (تفسیر معارف القرآن عثمانی، ج۱ص۴۵۵، سورہ بقرہ، ناشر: ادارۃ المعارف، کراچی، طبع جدید: ربیع الثانی: ۱۴۲۹ھ ، اپریل 2008ء)

تفسیر الطبری کا حوالہ

جہاں تک امام طبری کا تعلق ہے، تو انہوں نے طلوعِ فجر کے بعد سحری کے جواز کے قول کی یہ علت بیان کی ہے کہ روزہ دن میں ہوتا ہے، اور دن کی ابتداء، طلوعِ شمس سے ہوتی ہے، اور اس پر حضرت حذیفہ کی حدیث سے استدلال کیا گیا ہے۔ [1]

---

[1] وعلة من قال هذا القول :أن القول إنما هو النهار دون الليل .قالوا :وأول النهار طلوع الشمس، كما أن آخره غروبها .قالوا :ولو كان أوله طلوع الفجر، لوجب أن يكون آخره غروب الشفق .قالوا :وفي إجماع الحجة على أن آخر النهار غروب الشمس، دليل واضح على أن أوله طلوعها .قالوا :وفي الخبر عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه تسحر بعد طلوع الفجر، أوضح الدليل على صحة قولنا.

ذكر الأخبار التي رويت عن النبي صلى الله عليه وسلم في ذلك:

حدثنا أبو كريب قال، حدثنا أبو بكر، عن عاصم، عن زر، عن حذيفة، قال :قلت :تسحرت مع النبي صلى الله عليه وسلم؟ قال :نعم، قال :لو أشاء لأقول هو النهار إلا أن الشمس لم تطلع(تفسير الطبري، ج۳، ص ۵۲۴، سورة البقرة)

پھر اس کے بعد امام طبری نے خود ہی اس طرح کی روایات کی تاویل کی ہے، اور طلوعِ فجر تک ہی سحری کے جواز کو ترجیح دی ہے۔

چنانچہ امام طبری نے فرمایا کہ:

''سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت کا سب سے بہتر مطلب وہ ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ''خیطِ ابیض'' سے بیاضِ نہار، اور ''خیطِ اسود'' سے سوادِ لیل مراد ہونے کی صورت میں مروی ہے، اور کلامِ عرب میں بھی یہی مشہور ہے، جیسا کہ ابوداؤ دایادی کے شعر میں منقول ہے۔

اور رہا اُن احادیث کا معاملہ، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پینے، یا سحری کھانے کے بعد نماز کے لئے نکلنے کا ذکر ہے، تو وہ احادیث ہمارے مذکورہ موقف کے صحیح ہونے کے مخالف نہیں، کیونکہ یہ کوئی اچھنبے کی بات نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوعِ فجر سے پہلے کھایا، پیا ہو، اور پھر نماز کے لئے نکلے ہوں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فجر کی نماز، طلوعِ فجر و تبینِ فجر کے بعد پڑھی جاتی تھی، اور اذان، طلوعِ فجر سے پہلے دی جاتی تھی۔

اور جہاں تک حضرت حذیفہ کی مرفوع حدیث کا تعلق ہے، تو اس میں صبح قریب ہونے کے مراد ہونے کا احتمال ہے، جس کا کلامِ عرب میں استعمال پایا جاتا ہے''۔انتھٰی۔ [1]

---

[1] قال أبو جعفر :وأولى التأويلين بالآية، التأويل الذى روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال ":الخيط الأبيض "بياض النهار، "والخيط الأسود "سواد الليل .وهو المعروف فى كلام العرب، قال أبو دؤاد الإيادى:

فلما أضاء ت لنا سدفة ...ولاح من الصبح خيط أنار.

وأما الأخبار التى رويت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه شرب أو تسحر، ثم خرج إلى الصلاة، فإنه غير دافع صحة ما قلنا فى ذلك؛ لأنه غير مستنكر أن يكون صلى الله عليه وسلم شرب قبل الفجر، ثم خرج إلى الصلاة، إذ كانت الصلاة -صلاة الفجر -هى على عهده كانت تصلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تفسیر احکامُ القرآن للطحاوی کا حوالہ

اور امام طحاوی نے تفسیر ''احکامُ القرآن'' میں فرمایا کہ:

''حضرت حذیفہ کی عاصم بن بہدلہ کی سند سے مروی جس روایت میں صبح صادق کے بعد اور طلوعِ شمس سے پہلے سحری کھانے کا ذکر ہے، تو اس میں احتمال ہے کہ یہ سورہ بقرہ کی آیت کے ''من الفجر'' کا جملہ نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہو، اور حضرت حذیفہ کو منسوخ ہونے کا علم نہ ہوا ہو، اور دوسرے حضرات کو علم ہو گیا ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے طلوعِ فجرِ معترض کے بعد سحری کھانے کی ممانعت صحیح احادیث سے ثابت ہے''۔ انتہیٰ۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بعد ما يطلع الفجر ويتبين طلوعه ويؤذن لها قبل طلوعه.

وأما الخبر الذى روى عن حذيفة ":أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يتسحر وأنا أرى مواقع النبل"، فإنه قد استثبت فيه فقيل له :أبعد الصبح؟ فلم يجب فى ذلك بأنه كان بعد الصبح، ولكنه قال":هو الصبح ."وذلك من قوله يحتمل أن يكون معناه :هو الصبح لقربه منه، وإن لم يكن هو بعينه، كما تقول العرب ":هذا فلان "شبها، وهى تشير إلى غير الذى سمته، فتقول":هو هو " تشبيها منها له به، فكذلك قول حذيفة":هو الصبح"، معناه :هو الصبح شبها به وقربا منه(تفسير الطبرى، ج٣،ص ٥٢٩، ٥٣٠،سورة البقرة)

[1] حدثنا على بن شيبة، قال :حدثنا روح بن عبادة، قال :حدثنا حماد، عن عاصم بن بهدلة، عن زر بن حبيش، قال " :تسحرت، ثم انطلقت إلى المسجد، فمررت بمنزل حذيفة، فدخلت عليه فأمر بلقحة، فحلبت وبقدر فسخنت، فقال :كل، فقلت :إنى أريد الصوم، فقال :وأنا أريد الصوم، قال :فأكلنا، ثم شربنا، ثم أتينا المسجد، فأقيمت الصلاة، قال :هكذا فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم، أو صنعت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، قلت :بعد الصبح؟ قال :بعد الصبح، غير أن الشمس لم تطلع "ففى هذا الحديث أن أول وقت الصيام من طلوع الشمس، وأن ما قبل طلوع الشمس، ففى حكم الليل وهذا عندنا والله فقد يحتمل أن يكون بعد ما أنزل الله عز وجل :(وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود) قبل أن ينزل الله عز وجل (من الفجر) على ما فى حديث سهل بن سعد الذى روينا فى هذا الباب ثم أنزل الله عز وجل بعد ذلك :(من الفجر) وذهب ذلك عن حذيفة، وعلمه غيره، فعمل حذيفة بما علم إذ لم يعمل الناسخ، وعلم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

شرح معانی الآثار کا حوالہ

اورامام طحاوی نے ’’شرح معانی الآثار ‘‘میں فرمایا کہ:

’’حضرت حذیفہ سے جوطلوعِ فجر کے بعد سحری کھانے کی حدیث مروی ہے، وہ دوسری صحیح احادیث ،اورقرآن مجید کے خلاف ہے،اس لئے ممکن ہے کہ وہ سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت کے نازل ہونے سے پہلے کی ہو،جس کواس آیت نے منسوخ کردیاہو‘‘۔انتہٰی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کابقیہ حاشیہ﴾

غيره فصار إليه، وعلم غيره الناسخ فصار إليه وعمل به، وكان من علم من هذا شيئا أولى ممن لم يعلمه وقول أهل العلم جميعا :أن أول الصيام من طلوع الفجر وأن آخره عند غروب الشمس، وقد روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى هذا الباب ما يوافق الآثار الأول(تفسير احكام القرآن،للطحاوى، ج ا ،ص ۴۵۳،كتاب الصيام، تأويل قوله تعالى:”وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم“الآية)

[1] حدثنا على بن شيبة ,قال :ثنا روح بن عبادة ,قال :ثنا حماد ,عن عاصم بن بهدلة ,عن زر بن حبيش ,قال " :تسحرت ثم انطلقت إلى المسجد ,فمررت بمنزل حذيفة ,فدخلت عليه , فأمر بلقحة فحلبت ,وبقدر فسخنت ,ثم قال :كل، فقلت :إنى أريد الصوم، قال :وأنا أريد الصوم .قال :فأكلنا ,ثم شربنا ,ثم أتينا المسجد ,فأقيمت الصلاة ,قال :هكذا فعل بى رسول الله صلى الله عليه وسلم ,أو صنعت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم .قلت :بعد الصبح؟ قال :بعد الصبح ,غير أن الشمس لم تطلع "

قال أبو جعفر :ففى هذا الحديث عن حذيفة أنه أكل بعد طلوع الفجر ,وهو يريد الصوم ويحكى مثل ذلك ,عن رسول الله صلى الله عليه وسلم .وقد جاء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم خلاف ذلك ,فهو ما قد روينا عنه مما تقدم ذكرنا له فى كتابنا هذا أنه قال :إن بلالا ينادى بليل , فكلوا واشربوا حتى ينادى ابن أم مكتوم وأنه قال :لا يمنعن أحدكم أذان بلال من سحوره ,فإنه إنما يؤذن لينتبه نائمكم ,وليرجع قائمكم ثم وصف الفجر بما قد وصفه به .فدل ذلك على أنه هو المانع للطعام والشراب وما سوى ذلك ,مما يمنع منه الصائم .فهذه الآثار التى ذكرنا مخالفة لحديث حذيفة .وقد يحتمل حديث حذيفة عندنا، والله أعلم، أن يكون كان قبل نزول قوله تعالى : ” وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر ثم أتموا الصيام إلى الليل“(شرح معانى الآثار، ج۲،ص ۵۲،تحت رقم الحديث ۳۱۶۵،كتاب الصيام،باب الوقت الذى يحرم فيه الطعام على الصيام)

تفسیر مظہری کا حوالہ

اور تفسیرِ مظہری میں ہے کہ:

''امام طحاوی نے حضرت حذیفہ کی حدیث کو منسوخ شمار کیا ہے، اور یہ بات ممکن ہے کہ ''من الفجر'' کے ساتھ یہ مکمل آیت دوبارہ نازل ہوئی ہو، اور اس طرح پہلی مختصر آیت تلاوت اور حکم دونوں کے اعتبار سے منسوخ ہوگئی ہو'' انتھیٰ۔ [1]

تفسیر احکامُ القرآن للجصاص کا حوالہ

اور امام ابوبکر جصاص تفسیر ''احکامُ القرآن'' میں فرماتے ہیں:

''جہاں تک حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا تعلق ہے، جس سے طلوعِ فجر کے بعد، اور طلوعِ شمس سے پہلے سحری کھانے کا جواز ظاہر ہوتا ہے، تو پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حضرت حذیفہ سے ثابت نہیں، اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ اخبارِ آحاد کے قبیل سے ہے، جس سے قرآن مجید کے اس حکم کا معارضہ جائز نہیں، جو طلوعِ فجر کے بعد کھانے پینے سے رکنے کو واجب قرار دیتی ہے، پس قرآن مجید کا مقابلہ کر کے دن میں کھانے پینے کو کیسے جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔

---

[1] وقال الطحاوی انه من باب النسخ وان الحكم كان على ظاهر المفهوم من الخيطين ويؤيد قول الطحاوی حديث حذيفة تسحرنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم هو والله النهار غير ان الشمس لم تطلع رواه سعيد بن منصور وكذا عند الطحاوی -فلعل تسحر حذيفة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم كان قبل نزول قوله تعالى -من الفجر -فان قيل قوله من الفجر غير مستقل والناسخ انما يكون كلاما مستقلا فكيف يتصور كونه ناسخا -وعلى تقدير كونه متراخيا لا يتصور كونه من باب القصر لغير المستقل لان من ضروراته الاتصال فكيف التوجيه -قلت التوجيه عندی انه نزل اولا تمام الاية من غير تقييد بقوله من الفجر ثم بعد مدة نزل الاية مرة ثانية مع قوله تعالى من الفجر فنسخت الاية الاولى حكما وتلاوة والله اعلم(التفسير المظهری ،ج ا ،ص ۲۰۵ ،سورة البقرة)

اور اگر اس کو حضرت حذیفہ سے ثابت مان بھی لیا جائے، تو بھی طلوعِ فجر کے بعد کھانا، پینا جائز نہیں ہوسکتا، کیونکہ حضرت حذیفہ نے اس بات کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں کی، بلکہ انہوں نے خود اپنی طرف سے اس کی خبر دی ہے، پس محض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا ہو''۔انتھٰی۔ [1]

فتحُ الباری کا حوالہ

اور صحیح بخاری کی شرح فتحُ الباری میں ہے:

''قرطبی نے فرمایا کہ اس حدیث میں اس بات پر دلالت پائی جاتی ہے کہ سحری سے فراغت طلوعِ فجر سے پہلے ہوچکی تھی، مگر یہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کے قول کے معارض ہے۔

لیکن اس معارضہ کا جواب یہ ہے کہ یہ حال کے اختلاف پر محمول ہے، کیونکہ ان میں سے کسی ایک روایت میں بھی مواظبت کا ثبوت نہیں، پس حذیفہ رضی اللہ عنہ کا

---

[1] فإن قيل قد روى عن حذيفة قال تسحرنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان نهارا إلا أن الشمس لم تطلع.

قيل له لا يثبت ذلک عن حذيفة وهو مع ذلک من أخبار الآحاد فلا يجوز الاعتراض به على القرآن قال الله تعالى (حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر) فأوجب الصوم والإمساک عن الأكل والشرب بظهور الخيط الذى هو بياض الفجر وحديث حذيفة إن حمل على حقيقته كان مبيحا لما حظرته الآية

وقال النبى صلى الله عليه وسلم فى حديث عدى بن حاتم هو بياض النهار وسواد الليل،فكيف يجوز الأكل نهارا فى الصوم مع تحريم الله تعالى إياه بالقرآن والسنة.

ولو ثبت حديث حذيفة من طريق النقل لم يوجب جواز الأكل فى ذلک الوقت لأنه لم يعز الأكل إلى النبى صلى الله عليه وسلم وإنما أخبر عن نفسه أنه أكل فى ذلک الوقت لا عن النبى صلى الله عليه وسلم فكونه مع النبى صلى الله عليه وسلم فى وقت الأكل لا دلالة فيه على علم(تفسير احكام القرآن للجصاص، ج ۱، ص ۲۸۵،سورة البقرة)

www.idaraghufran.org

قصہ پہلے کا ہے“۔انتہٰی۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کے مبحوث فیہ قصہ کو مقدم مان کر منسوخ قرار دیا جائے گا۔

عمدۃُ القاری کا حوالہ

اور صحیح بخاری کی شرح عمدۃُ القاری میں ہے:

”اعمش سے جو یہ قول مروی ہے کہ فجر وہ ہے، جو گھروں اور راستوں کو روشنی سے بھر دے، تو بعض حضرات نے اس بارے میں فرمایا کہ یہ قول اجماع کے خلاف ہے، اسی لئے اس قول کو کسی نے بھی نہیں اختیار نہیں کیا۔

میں کہتا ہوں کہ سلف کی ایک جماعت سے بھی اعمش کے موافق قول مروی ہے، جیسا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس کو نسائی نے روایت کیا ہے، لیکن اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس قسم کی روایات سے سحری میں تاخیر پر مبالغہ مراد ہے (طلوعِ فجر کے بعد سحری کھانا مراد نہیں)“۔انتہٰی۔ [2]

---

[1] وقال القرطبي: فيه دلالة على أن الفراغ من السحور كان قبل طلوع الفجر، فهو معارض لقول حذيفة هو النهار إلا أن الشمس لم تطلع .انتهى .والجواب أن لا معارضة بل تحمل على اختلاف الحال، فليس فى رواية واحد منهما ما يشعر بالمواظبة، فتكون قصة حذيفة سابقة(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج۴،ص ۱۳۸، ۱۳۹،كتاب الصوم،باب قدركم بين السحور وصلاة الفجر)

[2] وقال مسروق :لم يكونوا يعدون الفجر محرما إنما كانوا يعدون الفجر الذى يملأ البيوت والطرق، وهذا قول الأعمش، وقال ابن عساكر :فى قول النبى صلى الله عليه وسلم، إن بلالا يؤذن بليل دليل على أن الخيط الأبيض هو الصباح، وأن السحور لا يكون إلا قبل الفجر، وهذا إجماع لم يخالف فيه إلا الأعمش، ولم يعرج أحد على قوله لشذوذه .قلت :قد نقل قول جماعة من السلف بموافقة الأعمش، وعن ذر، قلنا لحذيفة :أية ساعة تسحرت مع النبى صلى الله عليه وسلم؟ قال:هى النهار إلا أن الشمس لم تطلع، رواه النسائى، قيل :هو مبالغة فى تأخير السحور (عمدةالقارى شرح صحيح البخارى، ج۱۰،ص ۲۵۳، ۲۵۴،كتاب الصوم)

المفهم کا حوالہ

اور صحیح مسلم کی شرح المفهم میں ہے:

’’زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی، پھر ہم نے نماز پڑھی۔

اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم طلوعِ فجر سے پہلے سحری کھا کر فارغ ہو گئے تھے۔

اور یہ حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ظاہرِ حدیث کے معارض ہے، جس میں طلوعِ فجر کے بعد سحری کھانے کا ذکر ہے۔

لیکن یہ ممکن ہے کہ حضرت حذیفہ کا مقصود سحری کی تاخیر کو بیان کرنا ہو، جس کے لئے انہوں نے اس طرح سے تعبیر کر دی ہو‘‘۔انتھٰی۔ [1]

كفايةُ الحاجة کا حوالہ

اور سننِ ابنِ ماجہ کی شرح كفايةُ الحاجة میں ہے:

’’حضرت حذیفہ کی حدیث میں سحری کھانے کو نہار اور سورج طلوع نہ ہونے سے

---

[1] وقول زيد بن ثابت :(تسحرنا مع رسول الله -صلى الله عليه وسلم -، ثم قمنا إلى الصلاة)؛ يعنى :صلاة الفجر.
وقوله :(خمسين آية) كذا الرواية بالياء لا بالواو، وهو على حذف المضاف، وإبقاء المضاف إليه مخفوضا، وهو شاذ، لكن سوغه دلالة السؤال المتقدم؛ لأنه لما قال :كم قدر ما بينهما؟ فقال: خمسين .كأنه قال :قدر خمسين .فحذف :قدر، وبقى ما بعده مخفوضا على حاله معه.
وهذا الحديث يدل :على أنه كان يفرغ من السحور قبل طلوع الفجر .
وهومعارض بظاهر حديث حذيفة، حيث قال :(هو النهار إلا أن الشمس لم تطلع) .فيمكن أن يحمل حديث حذيفة :على أنه قصد الإخبار بتأخير السحور، فأتى بتلك العبارة(المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم، ج٣، ص١٥٦، ١٥٧، كتاب الصوم، باب الحث على السحور، وتأخيره وتعجيل الإفطار)

تعبیر کرنے سے بظاہر مراد نہارِ شرعی ہے (جس کی ابتداء طلوعِ فجر پر ہوتی ہے) اور سورج سے مراد فجر ہے، کیونکہ وہ بھی سورج کے آثار سے ہی تعلق رکھتی ہے، اور مطلب یہ ہے کہ طلوعِ فجر کے قریب سحری کھائی، لیکن ابھی تک فجر طلوع نہیں ہوئی تھی“۔انتھٰی۔ [1]

بدایۃُ المجتھد کا حوالہ

اور بدایۃُ المجتھد میں ہے:

”جمہور کا موقف یہ ہے کہ فجر سے مراد ”مستطیر ابیض“ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ہی ثبوت ملتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سورہ بقرہ میں مذکور قول کے ظاہر سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

البتہ ایک فریق نے اس موقف سے شذوذ اختیار کیا ہے، اور اس نے ابیض کے بعد احمر کو فجر کہا ہے، جو ابیض کے بعد میں ہوتی ہے، یہ قول حذیفہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے۔

اور جن آثار سے اس فریق نے دلیل پکڑی ہے، ان میں ایک اثر حضرت حذیفہ سے مروی ہے۔

لیکن جن حضرات نے ابیض کو مراد لیا ہے، وہ جمہور ہیں، اور یہی معتمد موقف ہے“۔انتھٰی۔ [2]

---

[1] قوله (هو النهار إلا أن الشمس لم تطلع) الظاهر أن المراد بالنهار هو النهار الشرعی والمراد بالشمس الفجر لكونه من آثار الشمس والمراد أنه فی قرب طلوع الفجر بحيث يقال النهار نعم ما كان الفجر طالعا(حاشية السندى على سنن ابن ماجه = كفاية الحاجة فی شرح سنن ابن ماجه، ج ا ،ص ۵۱۸، كتاب الصيام،باب ما جاء فی تأخير السحور)

[2] فقال الجمهور :هو طلوع الفجر الثانی المستطير الأبيض لثبوت ذلک عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أعنی :حده بالمستطير -ولظاهر قوله -

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

المجموع شرحُ المھذب کا حوالہ

اور امام نووی المجموع شرحُ المھذب میں فرماتے ہیں:

’’شیخ ابو حامد غزالی نے حذیفہ، اور ابو موسیٰ اور ابو مجلز اور اعمش وغیرہ کی طرف اس بات کی نسبت کی ہے کہ انہوں نے روزہ دار کو طلوعِ شمس تک کھانا، پینا جائز قرار دیا ہے، لیکن میرے گمان کے مطابق ان حضرات کی طرف یہ نسبت صحیح نہیں، اور قاضی ابو الطیب اور صاحبِ الشامل نے فرمایا کہ اعمش کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ طلوعِ شمس سے پہلے روزہ دار کو کھانا، پینا جائز ہے، لیکن ان حضرات کے بارے میں اس روایت کی صحت بعید ہے، کیونکہ ہر زمانہ میں طلوعِ فجر کے بعد کھانے، پینے کا حرام ہونا، قرآن کے ظاہر سے واضح ہے۔

سب زمانہ والوں کا طلوعِ فجر کے بعد کھانے پینے کے حرام ہونے پر اجماع رہا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تعالی:’’حتی یتبین لکم الخیط الأبیض من الخیط الأسود من الفجر‘‘الآیة .وشذت فرقة فقالوا :ھو الفجر الأحمر الذی یکون بعد الأبیض وھو نظیر الشفق الأحمر، وھو مروی عن حذیفة وابن مسعود.

وسبب ھذا الخلاف ھو :اختلاف الآثار فی ذلک، واشتراک اسم الفجر -أعنی :أنه یقال علی الأبیض والأحمر -.

وأما الآثار التی احتجوا بھا :فمنھا حدیث زر عن حذیفة قال :تسحرت مع النبی -صلی اللہ علیه وسلم -ولو أشاء أن أقول :ھو النھار إلا أن الشمس لم تطلع .وخرج أبو داود عن قیس بن طلق عن أبیه أنه -علیه الصلاۃ والسلام -قال :کلوا واشربوا ولا یھیدنکم الساطع المصعد، فکلوا واشربوا حتی یعترض لکم الأحمر .قال أبو داود :ھذا ما تفرد به أھل الیمامة وھذا شذوذ، فإن قوله -تعالی: ’’حتی یتبین لکم الخیط الأبیض‘‘نص فی ذلک أو کالنص.

والذین رأوا أنه الفجر الأبیض المستطیر -ھم الجمھور والمعتمد(بدایة المجتھد ونھایة المقتصد، ج۲،ص ۵۱، کتاب الصیام، القسم الأول، الجملة الثانیة ،الرکن الأول فی الصیام ھو الزمان)

ہے، جس کا ثبوت صحیح احادیث سے بھی ہے، جن پر عمل واجب ہے'' انتھیٰ۔ ۱؎

اور مذکورہ تالیف میں ہی ایک مقام پر امام نووی فرماتے ہیں:

''جو بات ہم نے ذکر کی کہ طلوعِ فجر سے روزہ کا وقت داخل ہوجاتا ہے، اور کھنا، پینا اور جماع کرنا، حرام ہوجاتا ہے، تو یہی ہمارا مذہب ہے، اور یہی امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد اور جماہیر علماء، صحابہ، تابعین اور مابعد کے حضرات کا مذہب ہے۔

اور ابنِ منذر نے فرمایا کہ یہی قول عمر بن خطاب اور ابنِ عباس اور تمام شہروں کے علماء کا ہے، اور ہم بھی اسی کے قائل ہیں، اور علی بن ابی طالب سے تبینِ فجر مروی ہے، اور حضرت حذیفہ سے طلوعِ فجر کے بعد کھانا مروی ہے، اور اسی کے مطابق ابنِ مسعود سے مروی ہے، اور مسروق سے فجر کا گھروں اور راستوں میں

۱؎ وحكى الشيخ أبو حامد أيضا عن حذيفة ابن اليمان وأبى موسى الأشعرى وأبى مجلز والأعمش رضى الله عنهم انهم قالو آخر الليل طلوع الشمس وهو أول النهار قالوا وصلاة الصبح من صلوات الليل قالوا وللصائم أن يأكل حتى تطلع الشمس هكذا نقله أبو حامد عن هؤلاء ولا أظنه يصح عنهم وقال القاضى أبو الطيب وصاحب الشامل وحكى عن الأعمش أنه قال هى من صلوات الليل وإنما قبل طلوع الشمس من الليل يحل فيه الاكل للصائم قالا وهذه الحكاية بعيد صحتها مع ظهور تحريم الأكل بطلوع الفجر فى كل عصر مع ظاهر القرآن .

فان احتج له بقوله تعالى (فمحونا آية الليل وجعلنا آية النهار مبصرة) وآية النهار هى الشمس فيكون النهار من طلوعها وبقول أمية ابن أبى الصلت :

"والشمس تطله كل آخر ليلة *حمراء تبصر لونها تتوقد"

فالجواب أنه يثبت كونه من النهار بقوله تعالى (فكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الاسود من الفجر) وبإجماع أهل الأعصار على تحريم الطعام والشراب بطلوع الفجر وثبت فى حديث جبريل عليه السلام إن النبى صلى الله عليه وسلم قال (ثم صلى الفجر حين برق الفجر وحرم الطعام على الصائم "وهو حديث صحيح كما سبق وثبتت الأحاديث الأربعة فى الفرع الذى قبل هذا وفى الصحيحين أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال (إن بلالا يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم) والليل لا يصح الصوم فيه بإجماع المسلمين وأما الجواب عن الآية التى احتج له بها فليس فيها دليل لأن الله تعالى أخبر أن الشمس آية للنهار ولم ينف كون غيرها آية فإذا قامت الدلائل على أن هذا الوقت من النهار وجب العمل بها (المجموع شرح المهذب، ج۳، ص ۴۵، ۴۶، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)

www.idaraghufran.org

روشنی بھرنا مروی ہے۔

اور اسحاق پہلے قول کی طرف مائل ہیں، دوسرے قول کے قائلین پر طعن کیے بغیر، اور اسحاق کا یہ بھی کہنا ہے کہ ان حضرات کے قول پر عمل کرنے والے پر روزہ کی قضاء نہیں۔

یہ ابنِ منذر کا کلام تھا۔

ہمارے اصحاب نے بھی اعمش اور اسحاق کے بارے میں طلوعِ شمس تک کھانے پینے کا جواز نقل کیا ہے۔

لیکن میرے نزدیک یہ بات ان دونوں حضرات کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں۔

اور ہمارے اصحاب اور جمہور نے صحیح اور مشہور اور واضح الدلالت احادیث سے دلیل پکڑی ہے"۔انتہٰی۔[1]

ہم امام نووی کے مذکورہ موقف سے اتفاق کرتے ہیں کہ جن متعدد صحابہ وتابعین کی طرف طلوعِ فجر کے بعد سحری کھانے کے جواز کو ابنِ منذر نے اور ان کی اتباع میں بعد کے متعدد حضرات نے منسوب کیا ہے، ان صحابہ وتابعین سے معتبر سند کے ساتھ اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

---

[1] هـذا الذی ذکرناه من الدخول فی الصوم بطلوع الفجر وتحريم الطعام والشراب والجماع به هو مذهبنا ومذهب أبی حنيفة ومالک وأحمد وجماهير العلماء من الصحابة والتابعين فمن بعدهم. قال ابن المنذر وبه قال عمر بن الخطاب وابن عباس وعلماء الأمصار قال وبه نقول قال روينا عن علی بن أبی طالب رضی الله عنه أنه قال حين صلى الفجر الآن حين تبين الخيط الأبيض من الخيط الأسود قال وروى عن حذيفة أنه لما طلع الفجر تسحر ثم صلى قال وروى معناه عن ابن مسعود وقال مسروق لم يكونوا يعدون الفجر فجركم إنما كانوا يعدون الفجر الذی يملأ البيوت والطرق قال وكان إسحاق يميل إلى القول الأول من غير أن يطعن على الآخرين قال إسحاق ولا قضاء على من أكل فی الوقت الذی قاله هؤلاء هذا كلام ابن المنذر.

وحكى أصحابنا عن الاعمش واسحق بن راهويه أنهما جوزا الأكل وغيره إلى طلوع الشمس ولا أظنه يصح عنهما.

واحتج أصحابنا والجمهور على هؤلاء بالأحاديث الصحيحة المشهورة المتظاهرة(المجموع شرح المهذب،٦، ص ٣٠٥،كتاب الصيام)

اور جو متعدد حضرات نے ”فجر کے گھروں اور راستوں میں روشنی بھرنے“ کے قول کو اعمش، یا مسروق کی طرف منسوب کیا ہے۔

ہمیں یہ قول بھی باسند طریقہ پر نہ تو اعمش کا دستیاب ہوسکا، نہ ہی مسروق کا دستیاب ہوسکا، بلکہ مصنف ابنِ ابی شیبہ میں یہ قول باسند طریقہ پر مسلم بن صبیح سے مروی ہے۔ ؎1

اور مسلم بن صبیح کی وفات عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کے زمانہ میں سو ہجری میں ہوئی۔ ؎2

پھر مسلم بن صبیح کا باسند طریقہ پر جو قول مروی ہے، اس میں نہ تو طلوعِ فجر کی صراحت ہے، نہ ہی سحری کھانے کی صراحت ہے، بلکہ صرف یہ الفاظ منقول ہیں کہ:

”لم يكونوا يعدون الفجر فجركم هذا، إنما كانوا يعدون الفجر الذي يملأ البيوت والطرق“

اور اس روایت کا کوئی پسِ منظر سامنے نہیں، اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے لوگوں کو بہت غلس میں فجر کی نماز پڑھنے کے عمل پر یہ بات بیان کی ہو، اور ان کی مراد یہ ہو کہ صحابۂ کرام فجر کی نماز پڑھنے کے لئے گھروں اور راستوں میں روشنی ہونے کا اعتبار کیا کرتے تھے، یعنی وہ اس وقت فجر کی نماز پڑھا کرتے تھے، جب مذکورہ کیفیت ملاحظہ کرلیا کرتے تھے، جب فجر خوب واضح، یا روشن ہوجاتی تھی، اس وقت نماز پڑھا کرتے تھے، جیسا کہ بعض مرفوع احادیث سے یہ حکم ثابت ہے۔

؎1 حدثنا أبو معاوية، عن الأعمش، عن مسلم، قال: لم يكونوا يعدون الفجر فجركم هذا، إنما كانوا يعدون الفجر الذي يملأ البيوت والطرق(مُصنف ابن أبي شيبة،رقم الحديث ٩١٦٨، كتاب الصيام،ما قالوا في الفجر، ما هو ؟)

؎2 أبو الضحى، مسلم بن صبيح، الكوفي، العطار. مولى همدان.
روى عن: ابن عباس، وجرير بن عبد الله، والنعمان بن بشير، وعلقمة، ومسروق.
روى عنه: منصور، والأعمش، وأبو يعفور عبد الرحمن بن عبيد، وعباد بن منصور، وفطر بن خليفة، وجماعة.
وثقه أبو زرعة، وغيره.
وقال خليفة: توفي في خلافة عمر بن عبد العزيز(تاريخ الإسلام للذهبي،ج٢،ص ١٢٠١، تحت رقم الترجمة ٢٦٣، الطبقة العاشرة،باب الكنى)

www.idaraghufran.org

امام ترمذی رحمہ اللہ نے بہت سے صحابہ وتابعین کا اسی کے مطابق معمول بیان کیا ہے۔ [1]

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ طلوعِ فجر کے بعد اور روشنی پھیلنے، یا طلوعِ شمس ہونے کے قریب تک سحری کھانے کے جواز کا قول معتبر اور درست نہیں، قرآن وسنت سے اس کی تردید ہوتی ہے۔

اور جن صحابہ وتابعین وغیرہ کی طرف اس قول کی نسبت کی جاتی ہے، وہ نسبت بھی مذکورہ اطلاق کے ساتھ درست نہیں۔

اور بعض عبارات میں جو''طلوعِ فجر''اور''تبینِ فجر''میں اختلاف کا ذکر کیا گیا ہے، ہمارے نزدیک اول تو یہ اختلاف''نمازِ فجر''کے بارے میں ہے کہ فجر کی نماز اولِ طلوعِ فجر پر پڑھی جائے، یا تبینِ فجر ہونے پر پڑھی جائے۔ [2]

یا پھر اس اختلاف کا تعلق طلوعِ فجر کے تیقن وتحقق سے ہے، یعنی ایک قول کے مطابق محض طلوعِ فجر ہونے کا اعتبار ہے، اگرچہ اس کا یقین نہ ہو، مشکوک وقت میں سحری کھانا، اور فجر کی نماز پڑھنا درست نہیں، اور دوسرے قول کی رو سے جب تک طلوعِ فجر کا یقین نہ ہو جائے، اس وقت تک سحری کھانا جائز ہے۔

پس اس اختلاف کو واقعی درجہ میں''طلوعِ فجر ہونے، اور ہو چکنے کے بعد سحری کھانے پر محمول

---

[1] سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :أسفروا بالفجر، فإنه أعظم للأجر . وقد روى شعبة، والثورى هذا الحديث، عن محمد بن إسحاق .ورواه محمد بن عجلان أيضا، عن عاصم بن عمر بن قتادة .وفى الباب عن أبى برزة، وجابر، وبلال : حديث رافع بن خديج حديث حسن صحيح وقد رأى غير واحد من أهل العلم من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم، والتابعين :الإسفار بصلاة الفجر، وبه يقول سفيان الثورى وقال الشافعى، وأحمد، وإسحاق " :معنى الإسفار :أن يضح الفجر فلا يشك فيه "ولم يروا أن معنى الإسفار :تأخير الصلاة(سنن الترمذى،رقم الحديث ١٥٤، ابواب الصلاة، باب ما جاء فى الإسفار بالفجر)

[2] (فصلى الفجر حين تبين له الصبح) أى :طلع الفجر(بذل المجهود فى حل سنن أبى داود، ج٧،ص ٣٥٥، كتاب المناسك،باب صفة حجة النبى -صلى الله عليه وسلم)

www.idaraghufran.org

کرنا مناسب نہیں، کیونکہ طلوعِ فجر پر سحری کھانے کی ممانعت کی نصوص اس کی تردید کرتی ہیں۔ [1]

اور اگر پھر بھی کوئی اس کو حقیقی اختلاف پر محمول کرے، اور ایک قول کو طلوعِ فجر ہو چکنے کا تحقق ہونے کے بعد جب تک اس کی روشنی کا پوری طرح ظہور وتبین نہ ہو جائے، سحری کھانے کا جواز مراد لے، تو ایسی صورت میں اس قول کو جمہور کے خلاف مرجوح وشاذ قول ہی قرار دیا جائے گا، جس پر فتویٰ دینا، اور عمل کرنا درست نہ ہوگا۔

چنانچہ تفسیر بحرالمحیط میں ہے کہ:

وشبه بالخيط وذلک بأول حاله، لأنه يبدو دقيقا ثم يرتفع مستطيرا، فبطلوع أوله فى الأفق يجب الإمساک .هذا مذهب الجمهور، وبه أخذ الناس ومضت عليه الأعصار والأمصار، وهو مقتضى حديث ابن مسعود، وسمرة بن جندب(تفسير البحرالمحيط ، ج۲ص ۲۱۶، سورة البقرة)

اور تفسیر مظہری میں ہے:

ولم يقل حتى يتبين لكم الفجر دلالة على حرمة الاكل عند ظهور خيطه يعنى أول جزء منه(التفسير المظهرى ،الجزء الاول ،ص ۲۰۴، سورة البقرة)

اور علامہ سمرقندی فرماتے ہیں:

---

[1] ومن شک عنده فى طلوع الفجر لزمه الكف عن الأكل، فإن أكل مع شكه فعليه القضاء كالناسي، لم يختلف فى ذلک قوله .ومن أهل العلم بالمدينة وغيرها من لا يرى عليه شيئا حتى يتبين له طلوع الفجر، وبه قال ابن المنذر .وقال إلكيا الطبرى ":وقد ظن قوم أنه إذا أبيح له الفطر إلى أول الفجر فإذا أكل على ظن أن الفجر لم يطلع فقد أكل بإذن الشرع فى وقت جواز الأكل فلا قضاء عليه، كذلک قال مجاهد وجابر ابن زيد(تفسير القرطبى، ج۲،ص۳۲۸،۳۲۹،سورة البقرة)

وقد روى عن ابن عباس أنه بعث رجلين لينظرا له طلوع الفجر فى الصوم فقال أحدهما :قد طلع، وقال الآخر :لم يطلع، فقال :اختلفتما فأكل، وكذلک روى عن ابن عمر وذلک فى حال أمكن فيها الوصول إلى معرفة طلوع الفجر من طريق المشاهدة ;وقال تعالى :(حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر) فأباح الأكل إلى أن يتبين، والتبين إنما هو حصول العلم الحقيقى، ومعلوم أن ذلک إنما أمروا به فى حال يمكنهم فيها الوصول إلى العلم الحقيقى بطلوعه .وأما إذا كانت ليلة مقمرة أو ليلة غيم أو فى موضع لا يشاهد مطلع الفجر، فإنه مأمور بالاحتياط للصوم ;إذ لا سبيل له إلى العلم بحال الطلوع، فالواجب عليه الإمساک استبراء لدينه(أحكام القرآن،للجصاص،ج ۱،ص ۲۸۶،۲۸۷،سورة البقرة)

ثـم ينظر :إن كـان شـاكـا فـى طلوع الفجر :إنـه طـلـع أم لا، ينبغى أن يدع التسحر، لانه ربما طلع الفجر، فيفسد صومه.

فأما إذا كان متيقنا أن الفجر لم يطلع، فالمستحب أن يتسحر.

وإن كـان أكثـر رأيـه أن الـفـجـر لـم يطلع، ينبغى أن يدع الاكل أيضا (تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ١ ص ٣٦٥، كتاب الصوم، وأما بيان سنن الصوم وآدابه وما يكره فيه وما لا يكره)

اور''مرقاةُ المفاتيح''میں ہے:

الـمـعـتـبـر أول طـلـوع الـصـبـح عـنـد جـمـهـور الـعـلـمـاء (مـرقـاة المفاتيح، ج ٤ ص ١٣٨٤، كتاب الصوم، باب فى مسائل متفرقة)

اور''احکامُ القرآن للتھانوی''میں ہے:

وهٰذا انـمـا كـان يـصح لو كان النص علق الحكم على تبين الفجر، وأما اذا عـلـقهٗ على تبين خط الفجر من خط الليل فلا، فان تبين هٰذا الخط من ذاك إنـمـا يـكون فى اول طلوع الفجر وعند الانتشار ينمحى خط الليل كما هو مشـاهـد فـافـهـم. وعـمـل سيـدى حـكيـم الامة عـلى تقديم الإمساك عن مخطورات الصوم إذا قرب الـفـجر وهو الأحوط، بل لايجوز خلافه، لما فيه من خشية الوقوع فى المحظور. والله تعالٰى أعلم (احكام القرآن للتهانوى، جلد ١ صـفـحـه ٢٤٧، الـنـاشـر: ادارةُ الـقرآن والعلوم الإسلامية، كراتشى، الباكستان، الطبعة الثالثة: ١٤١٨هـ)

اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

لفظِ''خیط''کے لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ فجر کا اگر ادنٰی حصہ مثل دھاگے کے بھی ظاہر ہو جائے، تو کھانا اور پینا حرام ہو جاتا ہے (معارف القرآن ادریسی، جلد ١ صفحہ ٣٧٦، ناشر: مکتبہ المعارف، شہداد پور، سندھ، طبع دوم: ١٤٢٢ھ)

بعض روایات سے پندرہ درجہ طلوعِ فجر پر استدلال

پھر جن روایات سے طلوعِ فجر کے بعد اور طلوعِ شمس سے پہلے تک گھروں اور راستوں میں

روشنی بھرنے تک سحری کھانے کے جواز پر استدلال کرکے پندرہ درجہ پر طلوعِ فجر کا حکم لگانے کی کوشش کی جارہی ہے، ان روایات کو فلکی اعتبار سے بھی پندرہ درجہ پر محمول کرنا بھی درست نہیں، کیونکہ فلکی اعتبار سے اٹھارہ درجہ سے بارہ درجہ تک غلس کا وقت ہوتا ہے، جس میں گھروں اور راستوں میں روشنی نہیں بھرتی، بلکہ آبادی میں یہ اثرات چھ ڈگری پر ظاہر ہوتے ہیں۔

چنانچہ بار بار کے مشاہدات سے یہ بات معلوم کرلی گئی ہے کہ طلوعِ فجر کے اٹھارہ ڈگری پر ہونے ،اور پھر 6 ڈگری کا فاصلہ رہ جانے کے بعد جو روشنی کی کیفیت آبادی میں پیدا ہوتی ہے، اس کی وجہ سے شہری ماحول اور آبادی میں اشیاء کی تمیز کرنا، بلکہ تحریر اور اخبار کو پڑھنا ممکن ہوتا ہے، اور اسی نسبت سے اس روشنی کو سول ٹیولائٹ Civil Twilight کا نام دیا گیا۔

پس اگر کوئی اس قول کو ترجیح دینا چاہتا ہے، جس کی رو سے گھروں اور راستوں میں صبح کی روشنی بھر جاتی ہے، تو اس کے لئے سورج طلوع ہونے سے چھ ڈگری سے پہلے طلوعِ فجر کا حکم لگانا درست نہ ہوگا، اور اس وقت تک سحری کھانا بھی جائز ہوگا، بلکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بعض روایات کے ظاہر کو لینے کی صورت میں طلوعِ شمس سے روزہ کا وقت شروع ہوگا، جب نمازِ فجر کا وقت ختم ہو چکا ہوگا، اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ قول **صریحُ البطلان** ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ آنکھیں بند کرکے پندرہ درجہ پر طلوعِ فجر کے قول کی عقیدت ومحبت میں اس درجہ غلو کا شکار ہو چکے ہیں، جو اس کی خاطر صریح نصوص اور اجماع سے خروج، اور شاذ ترین اقوال کی اتباع سے بچنے کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔

ہاتھ میں پیالہ ہونے کی حالت میں اذان ہونے پر سحری کا حکم

بعض لوگ ''طلوعِ فجر'' کے بعد کھاتے پیتے رہنے کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی، اس حدیث سے غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا سَمِعَ أَحَدُكُمُ النِّدَاءَ وَالْإِنَاءُ عَلٰى يَدِهِ فَلَا يَضَعْهُ حَتّٰى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۲۳۵۰، کتاب الصوم، باب فی الرجل يسمع النداء والإناء على يده) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نداء سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو، تو اس برتن کو اس وقت تک نہ رکھے، جب تک کہ اس سے اپنی ضرورت پوری نہ کرلے (سنن ابی داؤد)

اس کے یہ معنٰی مراد لینا، جو اِن لوگوں نے سمجھے، درست نہیں ہیں، کیونکہ یہ معنٰی مراد لینا، قرآن مجید کی مخالفت ہے، قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ سحری کی انتہاء صبح ہونے پر، بلکہ طلوعِ فجر کا خیط (دھاگہ) ظاہر ہونے پر ہوجاتی ہے۔

اور کسی مبہم حدیث سے قرآن مجید کی مخالفت جائز نہیں۔

پھر مذکورہ حدیث میں سحری، اور روزہ اور فجر کی اذان وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں، اور دوسری صحیح احادیث کی روشنی میں اس کا واضح جواب یہ ہے کہ جب کوئی کھانے پینے میں مشغول ہو، اور نماز واقامت شروع ہوجائے، تو اس کے لئے کھانا، پینا چھوڑ کر نماز پڑھنا ضروری نہیں۔

چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ عَلَى الطَّعَامِ، فَلَا يَعْجَلْ حَتّٰى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ، وَإِنْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٦٧٤، کتاب الأذان، باب: إذا حضر الطعام وأقيمت الصلاة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کھانے پر ہو، تو جلد بازی نہ کرے، جب تک اپنی کھانے کی ضرورت پوری نہ کرلے، اگرچہ جماعت کھڑی ہوجائے (صحیح بخاری)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناده حسن (حاشية سنن ابی داود)

اور صحیح بخاری میں ہی حضرت نافع کی حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِکُمْ وَأُقِیْمَتِ الصَّلَاۃُ، فَابْدَءُ وْا بِالْعَشَاءِ وَلَا یَعْجَلُ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْہُ.

وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ: یُوْضَعُ لَہُ الطَّعَامُ، وَتُقَامُ الصَّلَاۃُ، فَلَا یَأْتِیْھَا حَتّٰی یَفْرُغَ، وَإِنَّہٗ لَیَسْمَعُ قِرَاءَ ۃَ الْإِمَامِ(صحیح البخاری،رقم الحدیث ۶۷۳،کتاب الأذان،باب: إذا حضر الطعام وأقیمت الصلاۃ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا شام کا کھانا لگادیا جائے،اور نماز کھڑی ہوجائے،تو تم پہلے شام کا کھانا کھالو،اور جلدی نہ کرو، یہاں تک کہ اس کھانے سے فارغ نہ ہوجاؤ۔

اور ابنِ عمر کے لئے کھانا لگادیا جاتا تھا،اور نماز بھی کھڑی ہوجاتی تھی،لیکن آپ نماز کے لئے کھانا کھائے بغیر نہیں آتے تھے،حالانکہ آپ امام کی قرائت کو بھی سن رہے ہوتے تھے(صحیح بخاری)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا أُقِیْمَتِ الصَّلَاۃُ وَأَحَدُکُمْ صَائِمٌ فَلْیَبْدَأْ بِالْعَشَاءِ قَبْلَ صَلَاۃِ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَائِکُمْ

(صحیح ابنِ حبان،رقم الحدیث ۲۰۶۸،ج۵ص ۴۲۲، کتاب الصلاۃ، باب فرض الجماعۃ والاعذار التی تبیح ترکھا) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کھڑی کردی جائے،اور تم میں سے کوئی روزہ سے ہو،تو اُسے چاہئے کہ مغرب کی نماز سے پہلے کھانا کھالے،اور تم نماز کو اپنے کھانے سے پہلے نہ پڑھو(ابنِ حبان)

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسنادہ صحیح(حاشیۃ ابن حبان)

www.idaraghufran.org

پس پیالہ نہ رکھنے والی حدیث مغرب، یا کسی دوسری نماز کے وقت پر بھی محمول کی جاسکتی ہے، اور مطلب یہ ہے کہ اذان، یا اقامت، یا نماز کے وقت کوئی کھانا کھارہا ہو، تو پریشان نہ ہو، اطمینان سے اپنے کھانے کی ضرورت پوری کرنے کے بعد نماز پڑھ لے۔

اور بعض دیگر حضرات نے مذکورہ حدیث کے دوسرے جوابات دیئے ہیں۔ [1]

---

[1] ان سب جوابات کا خلاصہ درجِ ذیل ہے:

(1)......اس حدیث کا روزے سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ جب کھانے پینے کی کوئی چیز ہاتھ میں ہو اور اس حال میں اذان ہوجائے، تو وہ چیز کھاپی لے، اذان سننے، یا اس کا جواب دینے کے لئے فوراً وہ کھانا پینا چھوڑنا ضروری نہیں، بلکہ اس کے کھانے پینے کی اجازت ہے۔

(2)......حدیث میں ''نداء'' کا لفظ ہے اذان کا نہیں، جس سے اقامت (یعنی جماعت کھڑی ہونے کی تکبیر) بھی مراد ہوسکتی ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر کوئی پانی وغیرہ پی رہا ہو اور اس حال میں اقامت شروع ہوجائے، تو پانی وغیرہ پی کر اطمینان سے جماعت میں شریک ہوسکتا ہے، فوراً وہ پانی وغیرہ چھوڑنا ضروری نہیں۔

(3)......یہ حدیث دراصل افطار سے متعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ مغرب کی اذان ہوجائے اور وہ افطار کررہا ہو، تو اس کا جواب دینے، یا نماز کے لئے افطار موقوف نہ کرے۔

(4)......یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب روزہ دار کو معلوم ہو کہ اذان ہی صبح صادق سے پہلے ہورہی ہے (جیسا کہ آج کل بعض جگہ ہورہی ہوتی ہے) تو وہ سحری میں کھانا پینا جاری رکھ سکتا ہے، کیونکہ سحری کا تعلق صبح صادق سے ہے نہ کہ اذان سے۔

(5)......اس حدیث میں وہ اذان مراد ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں خاص غرض سے صبح صادق سے پہلے دی جاتی تھی، جس کی تفصیل پہلے گزری۔ محمد رضوان۔

فلا يضعه "أي الإناء "حتى يقضي حاجته منه "أي بالأكل والشرب، وهذا إذا علم أو ظن عدم الطلوع، وقال ابن الملك :هذا إذا لم يعلم طلوع الصبح، أما إذا علم أنه قد طلع أو شك فيه فلا، وقال الخطابي :هذا مبني على قوله -صلى الله عليه وسلم " -إن بلالا يؤذن بليل، فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم "، وفيه أنه لا يظهر حينئذ فائدة القيد، قال :أو يكون معناه أن يسمع النداء وهو شاك في الصبح لتغيم الهواء مثلا فلا يقع له العلم بأذانه أن الفجر قد طلع لعلمه أن دلائل الفجر معدومة ولو ظهرت للمؤذن لظهرت له أيضا، فأما إذا علم طلوعه فلا حاجة إلى أذان الصارخ، فإنه مأمور بالإمساك إذا تبين له الخيط الأبيض من الخيط الأسود، وقال الطيبي :يشعر دليل الخطاب بأنه لم يفطر إذا لم يكن الإناء في يده، وقد سبق أن تعجيل الإفطار مسنون، لكن هذا من مفهوم اللقب فلا يعمل به، وتعقبه ابن حجر بأن الصواب أنه ليس من مفهوم اللقب، والتقييد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض جہلائے زمانہ کا خیال ہے کہ جس طرح فرض نماز پڑھتے ہوئے، اس نماز کا وقت ختم ہوجائے، اور نماز کی تکمیل دوسرے وقت میں ہو، تو احادیث کی رو سے نماز درست ہوجاتی ہے۔

اس پر قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ سحری کھاتے ہوئے طلوعِ فجر ہوجائے، تو روزہ بھی درست ہوجانا چاہیے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بالجملة الحالية له مفهوم اتفاقا اهـ يعنى عند الشافعية، وإلا فعند الحنفية لا اعتبار بالمفهوم إلا فى المسألة لا فى الأدلة.

وقال ابن حجر تبعا للطيبى :إيماء ويصح أن يراد من الحديث طلب تعجيل الفطر، أى إذا سمع أحدكم نداء المغرب وصادف ذلك أن الإناء فى يده لحالة أخرى فليبادر بالفطر منه ولا يؤخر إلى وضعه، وبهذا يندفع قول الشارح، ووجه اندفاعه أن قوله والإناء فى يده ليس للتقييد بل للمبالغة فى السرعة اهـ وهو فى غاية من البعد مع أن قوله لحاجة أخرى يرده صريح الحديث حتى يقضى حاجته منه، فالصواب أنه قيد احترازى فى وقت الصبح مشعر بأن إمكان سرعة أكله وشربه لتقارب وقته واستدراك حاجته واستشراف نفسه وقوة نهمته وتوجه شهوته بجميع همته مما يكاد يخاف عليه أنه لو منع منه لما امتنع فأجازه الشارع -رحمة عليه، وتدريجا له بالسلوك والسير إليه، ولعل هذا كان فى أول الأمر، ويشير عليه ما وقع من الخلاف فى الصبح المراد فى الصوم.

فقد ذكر الشمنى أن المعتبر أول طلوع الصبح عند جمهور العلماء (مرقاة المفاتيح ج٤ص ١٣٨٤، كتاب الصوم، باب فى مسائل متفرقة)

(إذا سمع أحدكم النداء) أى الأذان للصبح وهو يريد الصوم (والإناء) مبتدأ (على يده) خبره (فلا يضعه) نهى أو نفى بمعناه (حتى يقضى حاجته) بأن يشرب منه كفايته ما لم يتحقق طلوع الفجر أو يظنه يقرب منه وما ذكر من أن المراد به أذان الصبح هو ما جزم به الرافعى فقال :أراد أذان بلال الأول بدليل إن بلالا يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم وقيل المراد أذان المغرب فإذا سمعه الصائم والإناء فى يده فلا يضعه بل يفطر فورا محافظة على تعجيل الفطر وعليه قال الطيبى :دليل الخطاب فى أحدكم يشعر بأنه لا يفطر إذا لم يكن الإناء فى يده ويأتى أن تعجيل الفطر مسنون مطلقا لكن هذا مفهوم لقب فلا يعمل به(فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، ج ١ ص ٣٧٧،٣٧٨، تحت رقم الحديث ٦٨٦،حرف الهمزة)

(وأما) حديث أبى هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال "إذا سمع أحدكم النداء والإناء على يده فلا يضعه حتى يقضى حاجته منه "وفى رواية "وكان المؤذن يؤذن إذا بزغ الفجر "فروى الحاكم أبو عبد الله الرواية الاولى وقال هذا حديث صحيح على شرط مسلم ورواهما البيهقى ثم قال وهذا إن صح محمول عند عوام أهل العلم على أنه صلى الله عليه وسلم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ان جہلائے زمانہ کا یہ قیاس بالکل غلط اور فاسد ہے، کیونکہ قضاء، یا اداء نماز کی ادائیگی کے لئے شریعت کی طرف سے جو اوقات بتلائے گئے ہیں، ان میں وہ وقت بھی داخل ہوتا ہے، جس میں مذکورہ صورت میں نماز کی تکمیل ہو رہی ہے، جبکہ روزہ کے اعتبار سے طلوعِ فجر کے بعد سے لے کر غروب تک کا وقت، شرعی اعتبار سے دن میں اور کھانے پینے کے بجائے، روزہ، یعنی کھانا پینا چھوڑنے میں داخل ہے، اور اس وقت میں کھانا پینا، روزہ کو فاسد کرنے کا عمل ہے، اور جو عمل روزہ کو فاسد کرنے کا سبب ہے، وہ روزہ کے شروع کرنے میں بھی مانع ہے، جبکہ نماز پڑھتے ہوئے اس وقت کا ختم ہو جانا، اس نماز کے فاسد ہونے کا سبب نہیں، اور رات کے اوقات میں نہ روزہ ہوتا، نہ کھانے پینے اور روزہ کی پابندی ہوتی۔

اس لئے طلوعِ فجر سے پہلے، یعنی رات کے وقت میں کھانے پینے کے عمل کو، طلوعِ فجر کے بعد، یعنی دن کے حصہ کی طرح سمجھنا، یا اس کو نماز کی مذکورہ صورت پر قیاس کرنا، سراسر جہالت پر مبنی ہے۔

اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

علم أنه ينادى قبل طلوع الفجر بحيث يقع شربه قبيل طلوع الفجر قال وقوله إذا بزغ يحتمل أن يكون من كلام من دون أبى هريرة أو يكون خبرا عن الأذان الثانى ويكون قول النبى صلى الله عليه وسلم "إذا سمع أحدكم النداء والإناء على يده "خبرا عن النداء الأول ليكون موافقا لحديث ابن عمر وعائشة رضى الله عنهما قال وعلى هذا تتفق الأخبار وبالله التوفيق والله أعلم(المجموع شرح المهذب، ج٦ص ٣١٢، كتاب الصيام)

وعن أبى هريرة مرفوعا: " إذا سمع أحدكم النداء والإناء على يده فلا يضعه حتى يقضى حاجته منه" رواه أبو داود، فمعناه أنه لم يتحقق طلوع الفجر(الفروع لابن المفلح، ج٥ص ٣٤، كتاب الصيام، فصل: يسن تعجيل الإفطار إذا تحقق غروب الشمس)

www.idaraghufran.org

خلاصۂ کلام

مذکورہ سوال کے جواب کا خلاصہ یہ نکلا کہ تفسیرِ ماجدی میں جو بات جلیل القدر صحابہ وتابعین کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ ان کے نزدیک روزہ دار کے لئے طلوعِ فجر کے بعد اس وقت تک کھانا، پینا جائز ہے، جب تک صبح کی روشنی پہاڑوں، راستوں، اور گھروں میں نہ پھیل جائے، یہ بات درست نہیں، اور اس سے پندرہ درجہ پر طلوعِ فجر ہونے پر استدلال کرنا بھی درست نہیں۔

پس اگر کوئی روزہ دار طلوعِ فجر کے بعد قصداً وعمداً کھائے پئے گا، تو اس کا روزہ درست نہیں ہوگا، اور اس پر اس روزہ کی قضاء واجب ہوگی۔

اور جمہور متقدمین ومتاخرین کے نزدیک طلوعِ فجر کے اٹھارہ درجہ پر ہونے، اور اس کے مستدلات وحوالہ جات کے ثبوت، اور پندرہ درجہ کے قول کے مرجوح ہونے پر کلام ہم نے دوسرے مضامین میں کر دیا ہے۔

وَاللّٰہُ سُبُحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعُلَمُ وَعِلُمُہٗ اَتَمُّ وَاَحُکَمُ.

محمد رضوان خان

20/شعبان المعظم/1445ہجری۔02/مارچ/2024ء، بروز ہفتہ

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی و تحقیقی سلسلہ

رؤیتِ ہلال

اور سائنسی معیار

قمر و ہلال اور اس کی رؤیت سے متعلق نصوص

رؤیتِ ہلال سے متعلق فلکی اور سائنسی حساب و معیار کے متعلق مختلف اقوال

رؤیتِ ہلال کے بارے میں ولادتِ ہلال، مکثِ ہلال، زاویۂ ارتفاع،

زاویۂ انحراف اور دنیا میں معروف و مروج دیگر مختلف معاییر و عوامل پر کلام

اور ''حجۃُ الوداع'' کے چاند کی شرعی، تاریخی و فلکی تحقیق

مؤلف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

(جملہ حقوق بحق ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: روئیتِ ہلال اور سائنسی معیار

مصنّف: مفتی محمد رضوان خان

طباعتِ اول: ربیع الاول 1447ھ - ستمبر 2025ء

صفحات: 164

ملنے کا پتہ

کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی، پاکستان

فون: 051-5702840 - 051-5507270

www.idaraghufran.org

Idara Ghufran

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین
510	**تمہید** (از مولف)
522	(مقدمہ) **ہلال وقمر کے متعلق چند نصوص**
//	سورہ بقرہ کا حوالہ
523	سورہ یونس کا حوالہ
524	سورہ یٰسٓ کا حوالہ
//	سورہ رحمٰن کا حوالہ
525	ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث
526	ابنِ عمر اور طلق رضی اللہ عنہما کی حدیث
529	(فصل نمبر 1) **فلکی حساب اور سائنسی معاییر کے متعلق مختلف اقوال**
535	محمد شوکت عودہ ''اردن'' کا حوالہ
553	عبدالفتاح قدومی ''اردن'' کا حوالہ

www.idaraghufran.org

استاذ شرف القضاۃ ''اردن'' کا حوالہ	557
استاذ حسن بیلانی ''شام'' کا حوالہ	589
مجید محمود جراد، بتول عنیزی ''عراق'' کا حوالہ	598
دارُالافتاء مصر کا حوالہ	600
استاذ عبدالحلیم منصور ''جامعہ ازہر، مصر'' کا حوالہ	602
شرف سفیانی ''سعودی عرب'' کا حوالہ	608
دکتور محمد بن صبیان جھنی ''سعودی عرب'' کا حوالہ	615
احمد رامی محمودی ''سعودی عرب'' کا حوالہ	621
''ھیئۃ کبار العلماء، سعودی عرب'' کا حوالہ	624
شیخ یوسف ''قرضاوی'' کا حوالہ	627
حمید مجول نعیمی ''شارجہ'' کا حوالہ	629
مولانا محمد موسیٰ خان روحانی بازی کا حوالہ	632
سید شبیر احمد کاکا خیل صاحب کا حوالہ	635
مولانا اسدُ اللہ شہباز صاحب کا حوالہ	636
پروفیسر ڈاکٹر محمد مشتاق احمد صاحب کا حوالہ	639
اس فصل کا خلاصہ	641
(فصل نمبر 2) **''حجّۃُ الوداع'' کے چاند کی تاریخی وفلکی تحقیق**	643
طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کی حدیث	//

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث	644
ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	645
''الروضُ الانف'' کا حوالہ	646
چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات	647
مؤرخ ''واقدی'' کا حوالہ	648
ابنِ سعد کا حوالہ	649
ابنِ منیر کا حوالہ	//
ابنِ کثیر کا حوالہ	650
''زادُ المعاد'' کا حوالہ	652
''المواھبُ اللدنية'' کا حوالہ	654
''شرحُ الزرقانی'' کا حوالہ	655
علامہ ابنِ حجر عسقلانی کا حوالہ	656
عبدالملک عصامی کا حوالہ	657
علامہ ابنِ بطال کا حوالہ	658
علامہ انور شاہ کشمیری کا حوالہ	659
''حجةُ الوداع'' کے ذوالحجہ کے چاند کی فلکی تحقیق	660
اس فصل کا خلاصہ	663
خلاصۂ کلام	663

www.idaraghufran.org

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مولف)

دینِ اسلام کی نشو ونما اور ترقی یافتہ دور سے لے کر دسویں صدی ہجری، اور پندرہویں صدی عیسوی تک، مسلمانوں نے دینی علوم کے ساتھ ساتھ، دنیاوی علوم کے تقریباً ہر شعبے میں تحقیق کی، اور اپنی جستجو سے، ان میں نئے حقائق کا اضافہ کیا، سائنسی علوم میں سب سے زیادہ اہمیت علمِ ھیئت کو حاصل تھی، کیونکہ اِس علم کے ذریعہ سے مسلمان کسی بھی مقام سے اپنی اہم عبادت ''نماز'' کا اہم فریضہ کو ادا کرنے لیے سمتِ قبلہ معلوم کر سکتے تھے۔

اس کے علاوہ اوقاتِ صلوٰۃ، مذہبی تہواروں، جیسا کہ نئے چاند کے طلوع اور رؤیتِ ہلال اور ماہِ صیام کو معلوم کرنے کے لیے خاص ''رؤیتِ ہلال'' کا تعین اور حج جیسے عظیم اسلامی رکن اور فریضہ کی ادائیگی کے لیے ایام کا تعین کرنا بھی ضروری تھا۔

اس سلسلے میں مسلمانوں نے ''اصطرلاب'' کے ساتھ ساتھ اسلامی ممالک میں رصدگاہیں تعمیر کیں، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ باقاعدہ رصدگاہوں کا قیام خاص مسلمانوں کی ہی ایجاد ہے، اُنہوں نے آفتاب وماہتاب کی حرکت وروشنی، زمین کی پیائش وحرکت، روشنی کی رفتار وغیرہ، جیسے دقیق اور پیچیدہ مسائل پر تحقیقات کیں، ماہ وسال کی مقداروں کی صحیح پیائش دریافت کی، سورج اور چاند گرہن کے اسباب اور استخراج کے طریقے معلوم کیے۔

لیکن رفتہ رفتہ مسلمانوں کی طرف سے ان علوم میں بے توجہی، غفلت وناواقفیت پیدا ہوتی چلی گئی، اور اس درجے بڑھ گئی کہ آج ہر سال رمضان المبارک اور عیدالفطر وغیرہ کے چانداور اس کی رؤیت کے بارے میں، غیروں کی تحقیق وآراء کا دستِ نگر بنا جاتا ہے، اور فلکی، سائنسی اور شرعی حوالے سے بھی طرح طرح کے شکوک وشبہات سامنے آتے ہیں۔

دوسری طرف کم علمی پر مبنی میڈیا رپورٹنگ، اور غیر حقیقی باتوں پر فوراً یقین کر لینے والی ہماری قوم کی ذہنیت کی بناء پر ہمیشہ ہی غیر ذمہ دارانہ، بلکہ جگ ہنسائی والا رویہ سامنے آتا ہے۔

اور ہر مرتبہ ''رمضانُ المبارک'' اور بطورِ خاص ''عیدُ الفطر'' کے موقع پر کوئی نہ کوئی نیا، پرانا شوشہ چھیڑ کر تشویش واضطراب اور بے چینی کی کیفیت پیدا کی جاتی ہے، اور ''نئے شکاری پرانے جال'' کا مصداق بنا جاتا ہے، جس سے بعض لوگ، متاثر ہو کر اپنے روزوں اور عید کو غلط تصور کر بیٹھتے ہیں، اور طرح طرح سے چہ میگوئیوں کی نوبت آتی ہے، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ رمضان اور بطورِ خاص عید کا مزہ کچھ ''کِرکِرہ'' ہو جاتا ہے۔

اس مرتبہ 1442 ہجری کو بھی ہمارے یہاں ''مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی'' کی طرف سے عیدالفطر کے چاند کے متعلق کیے گئے فیصلے کے بارے میں، مذکورہ تشویش واضطراب اور بے چینی کی کیفیت پیدا کی گئی، بے سروپا باتیں اڑائی گئیں، اور چلتے وبہتے دریا میں بہت سے لوگوں نے مفتی اور مجتہدِ اعظم بن کر ہاتھ دھونے، اس سے مستفید ہونے، بلکہ سعادت حاصل کرنے اور ایک دن کے روزہ اور اعتکاف کی قضاء کا حکم لگانے اور فتویٰ جاری کرنے کی روایت پر عمل کی کوشش کی۔

''رؤیتِ ہلال کمیٹی'' ملکِ پاکستان کی وفاقی حکومت کا قائم کردہ ایک ادارہ ہے (جس کی مختلف ذیلی کمیٹیاں، ملک کے ہر صوبے میں قائم ہیں) اس کا بنیادی مقصد ہر ماہ نیا چاند نظر آنے، یا نہ آنے کا فیصلہ واعلان کرنا ہے، حکومتِ پاکستان کی قائم کردہ صوبائی اور مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹیوں میں مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے افراد موجود ہوتے ہیں، محکمہ ''موسمیات'' ''نیوی'' اور ''سپارکو'' کے نمائندے بھی فنی معاونت کے لیے اجلاس میں شریک ہوتے ہیں، اور پھر شہادتوں کے حاصل ہونے، نہ ہونے کے بعد غور وفکر کر کے چیئرمین مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی، نئے چاند کی رؤیت، یا عدمِ رؤیت کا اعلان کرتی ہے، مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی کے چیئرمین کی طرف سے ''رؤیتِ ہلال'' سے متعلق جو فیصلہ اور اعلان کیا جاتا ہے، وہ عموماً کمیٹی کے ارکان کی اتفاقِ رائے، یا کثرتِ رائے سے ہوتا ہے اور اس

فیصلے پر ارکان کے دستخط بھی ہوتے ہیں۔

اس مرتبہ 1442ھ کو فلکی وسائنسی اعتبار سے ماہِ مئی میں، چاند کی ولادت، پاکستانی وقت کے مطابق 11 مئی، کو رات گیارہ بج کر انسٹھ منٹ پر ہو چکی تھی، جو کہ پاکستان کی مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی کے مطابق شروع کردہ، رمضانُ المبارک کی انتیسویں رات کا وقت تھا، کیونکہ شرعی اعتبار سے سورج غروب ہونے کے بعد، رات کا وقت، دراصل اگلے دن و تاریخ کے تابع ہوا کرتا ہے، اور جب 12 مئی کو پاکستان میں 29 رمضانُ المبارک کی تاریخ تھی، تو اس سے متصل گزشتہ رات، رمضانُ المبارک کی انتیسویں رات تھی۔

اور اگلے روز 12 مئی کو، یعنی 29 رمضانُ المبارک کا دن گزرنے پر، غروبِ آفتاب کے بعد چاند افق پر موجود بھی تھا۔

اور بارہ (12) مئی کو سورج غروب ہونے کے بعد چاند کی ولادت کو 19 گھنٹے سے زیادہ گزر چکے تھے۔

اور پاکستان کے اکثر شہروں میں سائنسی وفلکی، یقینی وقطعی حساب کی رو سے سورج غروب ہونے کے بعد، چاند تقریباً 36 منٹ تک افق پر موجود تھا، بلکہ بعض علاقوں میں رؤیت کے وقت چاند کی ولادت کو تقریباً 20 گھنٹے گزر چکے تھے۔

اگرچہ اس موقع پر بعض فلکی اقوال کے مطابق رؤیت مشکل تھی، اسی کی تعبیر بعض ماہرینِ فلکیات کی طرف سے رؤیت کے معمولی ومشتبہ امکان سے کی گئی تھی۔

بعض ماہرین نے اس معمولی ومشتبہ امکان کی تعبیر ''ناممکن'' ہونے سے کی تھی، جو اِن کے نزدیک ماہرینِ فلکیات کے بعض اقوال کے مطابق تھی۔

یعنی مذکورہ موقع پر بعض سائنسی معیارات کے مطابق، پاکستان میں اگر چاند نظر آنے کے قابل نہیں تھا، تو بعض معیارات کے مطابق چاند نظر آنے کے قابل تھا۔

اورالغرض پاکستان کی ''مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی'' کے بارہ مئی کی رات میں کیے گئے عیدالفطر کے چاند کے فیصلے میں سائنسی معاییر کی شرائط فی الجملہ موجود تھیں۔

جبکہ اس دن، یعنی 12 مئی کو سورج غروب ہونے کے بعد دنیا کے بعض علاقوں میں طاقت ور دوربین (Telescope) کے ذریعہ چاند کی رؤیت ممکن ہونے اور بعض علاقوں میں برہنہ آنکھ(Naked eye)کے ذریعہ رؤیتِ ہلال کے ممکن ہونے کی بھی ماہرین نے پیش گوئی کی تھی۔ ؎

؎ ستتحرى معظم الدول الإسلامية هلال العيد يوم الثلاثاء 11مايو 2021م، فى حين أن هناك دولا أخرى بدأت شهر رمضان يوم الأربعاء 14أبريل وعليه ستتحرى هذه الدول هلال العيد يوم الأربعاء 12مايو، ومنها بروناى والهند وبنغلادش وباكستان وإيران وسلطنة عُمان والمملكة المغربية والعديد من الدول الإفريقية الإسلامية غير العربية فى إفريقيا، ليكون عيد الفطر فى هذه الدول إما يوم الخميس أو الجمعة .

فأما بالنسبة للدول التى ستتحرى الهلال يوم الثلاثاء 11مايو، فإن رؤية الهلال فى ذلك اليوم مستحيلة من جميع دول العالم الإسلامى بسبب غروب القمر قبل الشمس وبسبب حدوث الاقتران (تولد الهلال) بعد غروب الشمس، وعليه ستكمل هذه الدول عدة رمضان 30يوما ويكون يوم العيد فيها يوم الخميس 13مايو.

وأما بالنسبة للدول التى ستتحرى الهلال يوم الأربعاء 12مايو، فإن رؤية الهلال يومها ممكنة باستخدام التلسكوب من شرق العالم الإسلامى والدول العربية فى آسيا وأوروبا .

فى حين أن رؤية الهلال ممكنة بالعين المجردة بصعوبة من معظم قارة أفريقيا وكندا وأمريكا الجنوبية، ورؤية الهلال يومها ممكنة بالعين المجردة بسهولة من معظم الولايات المتحدة وأمريكا الوسطى وشمال أمريكا الجنوبية .

وعليه من المتوقع أن يكون العيد فى معظم هذه الدول يوم الخميس 13مايو أيضا، فى حين أنه قد يكون يوم الجمعة 14مايو فى بعضها مثل باكستان وبروناى نظرا لعدم إمكانية رؤية الهلال يوم الأربعاء من هذه المناطق بالعين المجردة.

بالنسبة لوضع الهلال يوم الأربعاء 12مايو فى بعض المدن العربية والإسلامية، فإن الحسابات السطحية للهلال وقت غروب الشمس كما يلى :

-جاكرتا :يغيب القمر بعد 27دقيقة من غروب الشمس، وعمره 16ساعة 24دقيقة، والرؤية ممكنة باستخدام التلسكوب فقط .

-أبوظبى :يغيب القمر بعد 38دقيقة من غروب الشمس، وعمره 19ساعة و 21دقيقة، والرؤية ممكنة باستخدام التلسكوب فقط .

-مكة المكرمة :يغيب القمر بعد 39دقيقة من غروب الشمس، وعمره 19ساعة و 57دقيقة، والرؤية ممكنة بالعين المجردة بصعوبة كبيرة.

-عمّان والقدس :يغيب القمر بعد 42دقيقة من غروب الشمس، وعمره 20ساعة و 30دقيقة، والرؤية ممكنة باستخدام التلسكوب فقط. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

بعض ملکوں وعلاقوں میں 12 مئی 2021ء کو سورج غروب ہونے کے وقت چاند کے افق پر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ -القاهرة :يغيب القمر بعد 42دقيقة من غروب الشمس، وعمره 20 ساعة و 35دقيقة، والرؤية ممكنة بالعين المجردة بصعوبة.

-الرباط :يغيب القمر بعد 49دقيقة من غروب الشمس، وعمره 22ساعة و 40دقائق، والرؤية ممكنة بالعين المجردة بصعوبة.

ولمعرفة معانى هذه الأرقام تجدر الإشارة إلى أن أقل مكث لهلال أمكنت رؤيته بالعين المجردة كان 29دقيقة، أما أقل عمر هلال أمكنت رؤيته بالعين المجردة فكان 15ساعة و 33دقيقة، ولا يكفى أن يزيد مكث الهلال وعمره عن هذه القيم لتمكن رؤيته، إذ أن رؤية الهلال متعلقة بعوامل أخرى كبعده الزاوى عن الشمس وبعده عن الأفق وقت رصده.

وللتعرف على نتائج رصد هلال العيد، يمكن زيارة موقع المشروع الإسلامى لرصد الأهلة التابع لمركز الفلك الدولى على شبكة الإنترنت على العنوان (www.AstronomyCenter.net) حيث أنشء المشروع عام 1998م ويضم حاليا أكثر من 800عضو من علماء ومهتمين برصد الأهلّة وحساب التقاويم .هذا ويشجع المشروع المهتمين فى مختلف دول العالم على تحرى الهلال وإرسال نتائج رصدهم إلى المشروع عن طريق موقعه على شبكة الإنترنت، حيث تنشر تباعا بعد تدقيقها وتمحيصها.

وتجدر الإشارة إلى أن العديد من الفقهاء والفلكيين يرون أنه لا داعى لتحرى الهلال بعد غروب شمس يوم الثلاثاء من المناطق التى يغيب فيها القمر قبل الشمس، لأن القمر غير موجود فى السماء وقتئذ، وعليه فإن رؤية الهلال مستحيلة فى ذلك اليوم استحالة قاطعة من تلك المناطق، وهذا معروف مسبقا من خلال الحسابات العلمية القطعية، وقد كانت إحدى توصيات مؤتمر الإمارات الفلكى الثانى والذى حضره فقهاء ومتخذو قرار من العديد من الدول الإسلامية ما نصه" :إذا قرر علم الفلك أن الاقتران لا يحدث قبل غروب الشمس أو أن القمر يغرب قبل الشمس فى اليوم التاسع والعشرين من الشهر فلا يدعا لتحرى الهلال ".وقد أقرّ الفقهاء ألا تعارض بين هذه التوصية وسنة الرسول صلى الله عليه وسلم بتحرى الهلال، إذ أن هذه التوصية متعلقة فقط بالحالات التى نعلم فيها مسبقاً أن القمر غير موجود فى السماء بناء على معطيات قطعية، وبالتالى فإن تحرّيه ونحن متأكدون أنه غير موجود قد يبدو وكأنه تهميش للعقل والعلم .ومن بين الفقهاء الذين دعوا لمثل هذه التوصية حتى قبل انعقاد المؤتمر معالى الشيخ عبد الله بن منيع عضو هيئة كبار العلماء فى المملكة العربية السعودية ومستشار الديوان الملكى هناك، إضافة إلى أن هذه التوصية معتمدة بطبيعة الحال فى بعض الدول الإسلامية التى تعتمد رؤية الهلال أساسا لبدء الشهر الهجرى.

الخارطة المرفقة تبين مدى إمكانية رؤية هلال العيد يوم الأربعاء 12مايو من جميع مناطق العالم، بحيث أن:

-رؤية الهلال مستحيلة من المناطق الواقعة فى اللون الأحمر بسبب غروب القمر قبل غروب الشمس أو/و بسبب حصول الاقتران السطحى بعد غروب الشمس .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

موجود رہنے کا دورانیہ چالیس منٹ، یا اس سے بھی زیادہ، اور چاند کی عمر اکیس گھنٹے، یا اس سے بھی زیادہ، اور افق سے چاند کی بلندی 7 درجے، یا اس سے بھی زیادہ، اور سورج اور چاند کے مابین فاصلہ 9 درجات سے بھی زیادہ تھا، جو متعدد فلکی وسائنسی معیارات کے اعتبار سے رؤیتِ ہلال کے امکان کے لیے کافی وافی مقدار کہلاتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

-رؤية الهلال غير ممكنة لا بالتلسكوب ولا بالعين المجردة من المناطق غير الملونة.
-رؤية الهلال ممكنة فقط باستخدام التلسكوب من المناطق الواقعة فى اللون الأزرق .
-رؤية الهلال ممكنة باستخدام التلسكوب من المناطق الواقعة فى اللون الزهرى، ومن الممكن رؤية الهلال بالعين المجردة فى حالة صفاء الغلاف الجوى التام والرصد من قبل راصد متمرس .
-رؤية الهلال ممكنة بالعين المجردة من المناطق الواقعة فى اللون الأخضر(أخبار فلكية، الخميس 13مايو 2021م عيد الفطر فى معظم الدول الإسلامية، المهندس محمد شوكت عودة:مدير مركز الفلك الدولى، مركز الفلك الدولى، 04مايو 2021، www.astronomycenter.net)

[1] الفلكى السعدون: 13 مايو أول أيام عيد الفطر

قال الفلكى الكويتى عادل السعدون إن "يوم الخميس الموافق 13مايو المقبل هو أول أيام شهر شوال وعيد الفطر السعيد."

وأضاف السعدون لوكالة الأنباء الكويتية (كونا) اليوم السبت أن المؤشرات الرئيسية لحساب الرؤية هى اقتران القمر مع الشمس إذ يقترن القمر مع الشمس بما يسمى اقتران النيرين يوم الثلاثاء بتاريخ 29رمضان 1442الموافق 11مايو 2021وذلك فى الساعة 10مساء وبذلك فإن القمر يغيب قبل الشمس ب 15دقيقة وتستحيل رؤيته كما أنه غاب ولم يقترن مع الشمس.

وأوضح أنه فى يوم الأربعاء 30رمضان الموافق 12مايو ستكون ظروف رؤية الهلال ملائمة كالتالى: تغيب الشمس الساعة 6و 32دقيقة مساء ويغيب القمر الساعة 7و 12دقيقة مساء وعمر القمر وقت مغيب الشمس وهو الوقت الذى مضى منذ الاقتران 20ساعة و 33دقيقة ومدة مكث القمر فوق الأفق بعد غروب الشمس 39دقيقة وارتفاع القمر فوق الأفق وقت غروب الشمس 7درجات ونصف والاستطالة وهى الزاوية مابين القمر والأرض 9درجات و 18دقيقة وهذه الظروف ملائمة لرؤية الهلال.

وعن بقية الظروف أفاد بأن عرض القمر سيكون 12ثانية وهو رقيق جدا وشدة الإضائة 66ر 0فى المئة وهى ليس كافية لرؤيته بالعين المجردة إلا بالمقربات البصرية وطبقا لهذه المؤشرات فإن الهلال يرى فى الكويت بالمقربات البصرية (الدربيل) مساء الأربعاء 12مايو.

وأشار إلى أنه سيرى بالعين المجردة فى غرب المملكة العربية السعودية وبقية دول المغرب العربى ولهذا فان يوم الخميس 13مايو هو أول أيام شهر شوال والعيد السعيد .

(جريدة "الانباء"الكويتية ،السبت2021/4/24م)

(https://www.alanba.com.kw/ar/kuwait-news/1038730/)

نیز دنیا کے بیشتر ممالک میں عیدالفطر 13 مئی کو پاکستان کے ساتھ ہی ایک دن واقع ہوئی۔
اور اس طرح کے حالات میں اگر قاضی ومجاز حاکم، ثقہ گواہوں کی گواہی پر شرعی وفنی اعتبار سے اپنے تئیں اطمینان حاصل کر کے رؤیتِ ہلال کا فیصلہ کرے، تو وہ شرعاً ''قضائے قاضی، وحکمِ حاکم'' کی حیثیت سے رافعِ اختلاف ہو کر معتبر اور نافذ ہو جاتا ہے۔
رؤیتِ ہلال کمیٹی پاکستان کے چیئر مین نے جو فیصلہ کیا، وہ بھی اسی اصول کے پیشِ نظر تھا۔
تین صوبوں (سندھ، بلوچستان اور خیبر پختون خوا) کے مختلف مقامات سے حاصل شدہ شہادتوں اور ان کی تحقیق وتزکیہ کا تذکرہ پاکستان کی ''مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی'' کے چیئر مین صاحب نے خود اپنے اعلان میں کیا تھا۔
لہٰذا بعض حضرات وافراد کی طرف سے 12 مئی کو سورج غروب ہونے کے بعد چاند کی رؤیت کو ناممکن قرار دے کر، رؤیتِ ہلال کمیٹی ''جو کہ قاضی اور مجاز اتھارٹی کی حیثیت رکھتی ہے'' کے سامنے عینی ثقہ گواہوں کی نصابِ شہادت کی شرط اور قاضی ومجاز اتھارٹی کی طرف سے شہادتوں پر شرعی وفنی اعتبار سے حاصل کیے گئے تزکیہ واطمینان کو نظر انداز کرنا، ان شہادتوں کو شرعی اعتبار سے جھوٹا کہنا، اور پھر لوگوں کو ایک دن کے روزہ، اور ایک دن کے اعتکاف کی قضاء کا حکم صادر کرنا، شرعی وفقہی وسیع اصولوں اور اقوال سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ [1]

---

[1] رؤية هلال شوال وبقية الشهور:
اتفق جمهور الفقهاء على اشتراط رؤية عدلين فى هلال شوال، واختلفوا فى بعض التفصيلات.
فاشترط الحنفية لإثبات هلال شوال فى حالة الصحو أن يكون الشهود جماعة يحصل العلم للقاضى بخبرهم كما فى هلال رمضان، ولم يقبلوا فى حال الغيم إلا شهادة رجلين، أو رجل وامرأتين مسلمين حرين عاقلين بالغين غير محدودين فى قذف، وإن تابا كما فى الشهادة فى الحقوق والأموال؛ لأن الإخبار بهلال شوال من باب الشهادة .وفيه نفع للمخبر، وهو إسقاط الصوم عنه فكان متهما فاشترط فيه العدد نفياللتهمة بخلاف هلال رمضان فإنه لا تهمة فيه .
واشترط المالكية فى هلال شوال الرؤية المستفيضة أو شهادة عدلين ممن يشهدون فى الحقوق العامة .ونصوا على أن من رأى هلال شوال وحده لا يفطر، خوفا من التهمة وسدا للذريعة، وإن أفطر فليس عليه شىء فيما بينه وبين الله تعالى، فإن عثر عليه عوقب إن اتهم. واشترط الشافعية والحنابلة فى ثبوت هلال شوال شهادة رجلين حرين عدلين احتياطا للفرض،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور قضائے قاضی وحکمِ حاکم پر مشتمل فیصلہ اگر ’’عدمِ اعتبار اختلافِ مطالع کے قول کے مطابق اور طاقت ور دوربینوں کے ذریعہ چاند کی رؤیت کے معتبر ہونے، یا چاند کی ولادت اور غروب کے بعد کسی فلکی معیار کے مطابق قابلِ رؤیت ہونے، بلکہ غروبِ آفتاب کے بعد، کچھ دیر محض افق پر چاند موجود ہونے پر نئے قمری وشرعی مہینہ کے آغاز، جیسے امور پر مبنی ہو‘‘ وہ بھی عوام کے روزہ وعید کے لیے معتبر ہوجاتا ہے، جیسا کہ بعض اہلِ علم حضرات کا قول ہے، اور کچھ ممالک میں مذکورہ اور ان جیسے امور کے مطابق عمل جاری ہے، کیونکہ راجح، مرجوح، یہاں تک کہ نصوص وقیاس کے زیادہ قریب اور بعید ہونے کی تاویلات وتوجیہات پر مبنی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وأباح الشافعية الفطر سرا لمن رأى الهلال وحده؛ لأنه إن أظهره عرض نفسه للتهمة والعقوبة، ومنع الحنابلة الفطر لمن رأى الهلال وحده.

وقال ابن عقيل :يجب عليه الفطر سرا لأنه تيقنه يوم عيد وهو منهى عن صومه .

ولم يفرق الحنفية فى حالة الصحو بين أهلة رمضان وشوال وذى الحجة واشترطوا فى الثلاثة رؤية جمع يثبت به العلم، وفرقوا بينها فى حالة الغيم فاكتفوا فى ثبوت هلال ذى الحجة بشهادة عدل واحد .واشترط الكرخى منهم شهادة رجلين أو رجل وامرأتين كما فى هلال شوال لأن هذه الشهادة يتعلق بها حكم وجوب الأضحية فيجب فيها العدد.

ورد عليه الكاسانى بأن الإخبار عن هلال ذى الحجة من باب الرواية لا الشهادة لوجوب الأضحية على الشاهد وغيره، فلا يشترط العدد .

وأوجب المالكية شهادة عدلين، فقال مالك فى الموسم بأنه يقام بشهادة رجلين إذا كانا عدلين.

وسوى الحنابلة بين شوال وغيره من الشهور فاشترطوا رؤية رجلين عدلين لقوله صلى الله عليه وسلم :فإن شهد شاهدان فصوموا وأفطروا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص٢٧، و٢٨ ،مادة”رؤية الهلال“ حرف الراء)

من جهتها، كشفت جمعية "آفاق "لعلوم الفلك بالطائف فى السعودية، عن الحسابات الفلكية، أن "الثلاثاء ، يوم التحرى، حيث لن يكون هناك هلال فوق الأفق بعد غروب الشمس، نظرا لغروبه قبل الشمس بنحو 12دقيقة، حسب أفق مكة المكرمة."

وأشارت إلى أن "يوم الأربعاء المقبل (30 رمضان 1442هجرى فى السعودية)، فإن فترة مكث الهلال بعد غروب الشمس نحو 39دقيقة، وعمره يقدر حينها بنحو 21ساعة، وارتفاعه عن الأفق 7.33درجة، وإضاءة سطحه 0.6%من إضاءة القمر البدر"، لافتة إلى أنها "فترة كافية لمشاهدته بالعين المجردة فى حال كانت الأجواء صافية."

وتوقعت "آفاق "أن "تكمل عدة شهر رمضان الـ 30يوما، وأن الخميس 13مايو 2021هو غرة شهر شوال لهذا العام، فى معظم الدول الإسلامية، إن لم يكن كلها"(موقع”القرار“ 11 مايو 2021) (http://www.alkararonline.tn/?p=488)

www.idaraghufran.org

ہونے کے باوجود، بہرحال یہ امور مجتہد فیہ اور مختلف فیہ ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ کئی اسلامی ممالک میں ان کے مطابق حکومت، یا اس کی مجاز اتھارٹی کی طرف سے فیصلے صادر ہوتے ہیں، اور اس کے نتیجے میں عوام کے روزوں، عیدین، اور حج وغیرہ جیسی عبادات کو درست قرار دیا جاتا ہے۔ [1]

پھر مختلف دور، دراز علاقوں سے آنے والی متعدد گواہیوں اور ان کو اچھی طرح پرکھنے کے بعد فیصلہ کرنے کے باوجود مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی کے مذکورہ فیصلے اور اعلان کو شرعی اعتبار سے غلط قرار دینا، کیسے درست ہوسکتا ہے؟

جہاں تک بعد عشاء کچھ تاخیر سے رؤیتِ ہلال کمیٹی کے اعلان کرنے کے مسئلہ کا تعلق ہے، تو رؤیتِ ہلال کے لیے وسیع رقبے پر محیط، قانونی طور پر مجاز قاضی وحاکم کو شہادتوں کی تحقیق

---

[1] المعتمد فی المذهب الحنفی أن شرط وجوب الصوم والإفطار رؤية الهلال، وأنه لا عبرة بقول المؤقتين ولو عدولا، ومن رجع إلى قولهم فقد خالف الشرع، وذهب قوم منهم إلى أنه يجوز أن يجتهد فی ذلک، ويعمل بقول أهل الحساب .

ومنع مالک من اعتماد الحساب فی إثبات الهلال، فقال: " إن الإمام الذی يعتمد على الحساب لا يقتدى به، ولا يتبع ."

وبين أبو الوليد الباجی حكم صيام من اعتمد الحساب فقال: " فإن فعل ذلک أحد فالذی عندی أنه لا يعتد بما صام منه على الحساب ويرجع إلى الرؤية وإكمال العدد، فإن اقتضى ذلک قضاء شیء من صومه قضاه."

وذكر القرافی قولا آخر للمالكية بجواز اعتماد الحساب فی إثبات الأهلية .

أما الشافعية فقال النووی: قال أصحابنا وغيرهم: " لا يجب صوم رمضان إلا بدخوله، ويعلم دخوله برؤية الهلال، فإن غم وجب استكمال شعبان ثلاثين، ثم يصومون سواء كانت السماء مصحية أو مغيمة غيما قليلا أو كثيرا ."وفی هذا حصر طرق إثبات هلال رمضان فی الرؤية وإكمال شعبان ثلاثين، وفی هذا الحصر نفی لاعتماد الحساب، وقد صرح فی موضع آخر برفضه؛ لأنه حدس وتخمين ورأی اعتباره فی القبلة والوقت .

نقل القليوبی عن العبادی قوله: إذا دل الحساب القطعی على عدم رؤية الهلال لم يقبل قول العدول برؤيته، وترد شهادتهم .ثم قال القليوبی: وهو ظاهر جلی، ولا يجوز الصوم حينئذ ومخالفة ذلک معاندة ومكابرة .

ولا يعتمد الحنابلة الحساب الفلكی فی إثبات هلال رمضان، ولو كثرت إصابته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۲ ص ۳۳، ۳۴، مادة " رؤية الهلال"حرف الراء)

www.idaraghufran.org

وجستجو اور اطمینان حاصل کرنے میں غیر معمولی وقت کا صرف ہو جانا، اور رات کو کچھ تاخیر سے اس کا فیصلہ واعلان کرنا، شرعی اعتبار سے قابلِ اعتراض وقابلِ نکیر عمل نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو تیسویں دن رمضان کا مہینہ سمجھ کر روزہ رکھنے کے بعد، رؤیتِ ہلال کی شہادت حاصل ہونے پر روزہ توڑنے کا احادیث میں ذکر ملتا ہے۔ [1]

یعنی چاند تو مغرب کے بعد ہی نظر آ گیا تھا، لیکن اس کی شہادت پہنچنے میں پوری رات صَرف ہو گئی تھی، لہٰذا رات کے دس، گیارہ بجے اعلان پر اس وقت چاند نظر آنے، نہ آنے کی بحث میں الجھنا، سراسر جہالت ولاعلمی والی بات ہے۔

جبکہ شہادت کی ایک قسم تو یہ ہے کہ آدمی بچشمِ خود چاند دیکھنے کی گواہی دے، اور دوسری قسم یہ ہے کہ کسی شہادت پر شہادت دے، یہ **شهادة على الشهادة** کہلاتی ہے، اور تیسری قسم یہ ہے کہ گواہ اس بات کی گواہی دیں کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی کے سامنے شہادت پیش ہوئی، قاضی نے اس کا اعتبار کر کے شہر میں رمضان، یا عید کا اعلان کر دیا؛ یہ **شهادة على القضاء** کہلاتی ہے۔

اپنی متعلقہ شرائط کے ساتھ یہ شہادتیں، چاند کے ثبوت کے لیے شرعاً معتبر اور دوسرے علاقے والوں کے رؤیتِ ہلال کے ثبوت کے لیے کافی ہو جاتی ہیں (کبھی استفاضے کے ذریعے بھی رؤیت کا ثبوت ہو جاتا ہے، جس کی شرائط کتبِ فقہ میں مذکور ہیں؛ لیکن استفاضے کے ذریعے چاند کے ثبوت میں یہ بات ضروری ہے کہ مہینے کا اٹھائیس، یا اکتیس دن کا ہونا لازم نہ آئے) البتہ دور دراز ممالک سے اگر مذکورہ بالا طریقوں پر شہادت پہنچتی ہے، تو بعض فقہاء

---

[1] حدثنا مسدد وخلف بن هشام المقرء، قالا: حدثنا أبو عوانة، عن منصور، عن ربعي بن حراش،عن رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، قال: اختلف الناس في آخر يوم من رمضان، فقدم أعرابيان فشهدا عند النبي صلى الله عليه وسلم بالله لأهلا الهلال أمس عشية، فأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم الناس أن يفطروا، زاد خلف في حديثه: وأن يغدوا إلى مصلاهم (سنن أبي داود، رقم الحديث ٢٣٣٩، كتاب الصوم، باب شهادة رجلين على رؤية هلال شوال)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح، وإبهام صحابيه لا يضر(حاشية سنن ابى داؤد)

www.idaraghufran.org

جن کے نزدیک اختلافِ مطالع کا اعتبار ہوتا ہے، وہ اس شہادت کو قابلِ عمل قرار نہیں دیتے اور جن کے نزدیک اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں ہوتا، اُن کے نزدیک اس شہادت کے معتبر ہونے کے لیے ایک شرط یہ بھی ضروری ہے کہ اس شہادت کے قبول کر لینے سے مہینہ کا اٹھائیس، یا اکتیس دن کا ہونا لازم نہ آئے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ''رؤیتِ ہلال'' کی ایک قسم تو ''رؤیتِ حقیقی'' ہے اور دوسری قسم ''رؤیتِ حکمی'' ہے۔

''رؤیتِ حقیقی'' تو یہی ہے کہ حقیقت میں چاند کو دیکھ لیا جائے، اور ''رؤیتِ حکمی'' یہ ہے کہ ایک، یا زیادہ افراد چاند دیکھیں، جو دوسروں کے سامنے ''رؤیتِ حقیقی'' کی گواہی دیں، یا ''رؤیتِ حقیقی'' کی گواہی پر قاضی ومجاز حاکم کی طرف سے کیے گئے فیصلے پر عمل کریں۔

ظاہر ہے کہ عام طور پر تمام مسلمان حقیقت میں چاند دیکھ کر روزہ رکھنے اور عیدُ الفطر وغیرہ اداء کرنے کا اہتمام نہیں کرتے، بلکہ ''حقیقی رؤیت'' کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے، اور اکثر مسلمان ''رؤیتِ حکمی'' پر ہی عمل پیرا ہوتے ہیں۔

جبکہ بعض اہلِ علم حضرات نے سائنسی وفلکی، قطعی حساب کی رُو سے، چاند کی ولادت، اور سورج غروب ہونے کے بعد، چاند کے محض افق پر موجود ہونے، یا چاند کے قابلِ رؤیت ہونے کو ہی، رؤیت کے قائم مقام قرار دیا ہے، اور انہوں نے رؤیت کو چاند کے افق پر موجود ہونے کا ایک وسیلہ اور ذریعہ قرار دیا ہے، اور اس ''قطعی ویقینی حساب'' کو ''شہادت'' پر ترجیح دی ہے، جو کہ عام حالات میں ''ظنی درجہ'' کی چیز کہلاتی ہے۔

اور واقعہ یہ ہے کہ مجتہد فیہا مسائل میں عوام کے سامنے ''قضائے قاضی وحکمِ حاکم کے مقابل بیانات واعتراضات'' اور ''امت میں انتشار وتفریق اور اختلاف واضطراب'' پیدا کرنے والی چیزوں کے گناہوں کی سنگینی بہت زیادہ ہے۔

ہمارے ملک کا المیہ ہے کہ یہاں پر ہر کس وناکس اور اہل وناہل شخص آزادیٔ اظہارِ رائے کو اپنا

ذاتی حق سمجھ کر، دین وشریعت، فقہ وفتاویٰ اور قضاء وعدلیہ وغیرہ جیسے نازک ابواب میں بھی اتنا جری نظر آتا ہے کہ نہ تو اس کو ''عند اللہ مؤاخذۃ'' اور آخرت کا خوف لاحق ہوتا، اور نہ ہی کسی حکومتی وقانونی مؤاخذہ کا ڈر ہوتا، جبکہ دیگر بہت سے اسلامی ممالک میں اس طرح حکومتی اداروں، یا حکومت کی طرف سے مقرر کردہ مجاز اتھارٹی کے فیصلوں کے خلاف عوام، یا ہر کس وناکس کی طرف سے لب کشائی کرنے کی جرأت بھی نہیں ہوتی، حالانکہ ان ممالک میں ''رؤیتِ ہلال'' اور نئے مہینے کے آغاز واختتام کے طریقے شرعی، فقہی اور فنی اعتبار سے ہمارے یہاں رؤیتِ ہلال کمیٹی کے موجودہ نظام کے مقابلے میں کمزور اور زیادہ قابلِ اعتراض، یا قابلِ شبہ ہوسکتے ہیں۔

غرض یہ کہ مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی، پاکستان کی طرف سے ''عیدُ الفطر 1442 ہجری'' کو چاند کے متعلق کیے گئے فیصلہ کا شرعی اصول وقواعد اور قطعی فلکی وسائنسی معاییر کے اعتبار سے بھی انکار کرنا درست نہیں تھا، اور جو شرط سائنسی اعتبار سے مسلمہ اور قطعی نہ ہو، بلکہ اجتہادی واختلافی نوعیت کی ہو، تو مذکورہ شرعی وفقہی اور فنی امور کی موجودگی میں اس کی حیثیت ''ہلدی کی گانٹھ ہاتھ لگنے'' سے زیادہ نہیں رہ جاتی، اس لیے اس کو لے کر واویلا مچانا بھی درست نہیں ہوا کرتا۔

رہا اعتراض برائے اعتراض کا معاملہ، تو اس کا تو کوئی علاج نہیں۔

مذکورہ حالات کا مشاہدہ کرنے سے اندازہ ہوا کہ ہمارے یہاں ''رؤیتِ ہلال'' کے سائنسی وفلکی معاییر وعوامل کے متعلق بہت سے علماء کو بھی صحیح آگاہی اور شعور حاصل نہیں، اس لیے مذکورہ مسئلہ کی کچھ تحقیق وتشریح کردی گئی، جس کو آئندہ اوراق میں پیش کیا جارہا ہے۔

اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے اور اعتدال کو ملحوظ رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

محمد رضوان خان

20/ شوال المکرّم/ 1442ھ۔ 01/ جون/ 2021ء بروز منگل

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

(مقدمہ)

ہلال وقمر کے متعلق چند نصوص

ایک مسلمان کے لیے اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کائنات کا نظام کچھ قوانین اور دستوروں کے تابع ہے، جنہیں اُس عالی مقام اور زبردست قدرت والی ذات، اللہ جل جلالہٗ نے مقرر فرمایا ہے، جس کی تخلیق، نظم وانتظام کی انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے۔

اسی تخلیق کا ایک کرشمہ سورج اور چاند کی تخلیق ہے، جن کے ذریعے سالوں اور مہینوں کے حساب کی پہچان ہوتی ہے، جس کا قرآن مجید کی کئی آیات میں ذکر پایا جاتا ہے۔

اور نئے مہینے کا چاند ثابت ہونے کا تعلق حج اور روزہ جیسی عبادات کے ساتھ ہے، جو ارکانِ اسلام میں سے ہیں، نیز قمری مہینے، بہت سے شرعی احکام، مثلاً عدت، ایلاء اور کفاروں کے لئے بنیادی معیار ہیں۔

اس سلسلے میں بطورِ نمونہ، چند نصوص ذکر کی جاتی ہیں۔

سورہ بقرہ کا حوالہ

اللہ تعالیٰ نے چاند کو مہینوں وغیرہ کے آغاز کی پہچان کا سبب بنایا ہے، تاکہ لوگ اس کے ذریعے اپنے اوقات متعین کرسکیں۔

چنانچہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ (سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۱۸۹)

ترجمہ: سوال کرتے ہیں وہ لوگ آپ سے، نئے مہینوں کے چاند کے بارے میں؟ آپ کہہ دیجئے کہ وہ (یعنی نئے مہینے کے چاند) لوگوں کے لیے اوقات اور

حج (وغیرہ کا وقت معلوم کرنے) کے لیے ہیں (سورہ بقرہ)

اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ چاند کے ذریعے تاریخوں اور مہینوں کا حساب معلوم ہوتا ہے، جس پر لوگوں کے معاملات اور عبادات، اور خاص طور پر اسلام کے اہم رکن ''حج'' کی بنیاد ہے۔ [1]

سورہ یونس کا حوالہ

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر بھی چاند کو سالوں کے عدد اور حساب کو جاننے کا ذریعہ بتلایا گیا ہے۔

چنانچہ سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ (سوره يونس، رقم الآية ۵)

ترجمہ: اور (اللہ نے) چاند کو روشنی والا بنایا، اور اس کی منزلوں کو مقرر فرما دیا، تاکہ تم سالوں کے عدد اور حساب کو جان سکو (سورہ یونس)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے چاند کی منزلیں طے کر دی ہیں، جن سے چاند گزرتا ہے۔ [2]

---

[1] ان كان السؤال عن الحكمة فى اختلاف حال القمر وتبدل امره فقد طابق الجواب السؤال حيث امر الله سبحانه بان يجيب بان الحكمة الظاهرة فى ذلك ان يكون معالم للناس يوقتون بها أمورهم ومعالم للعبادات الموقتة كالحج والصوم وغير ذلك يعرف بها أوقاتها -وان كان السؤال عن علة تبدل احوال القمر وهو الظاهر فهو جواب على اسلوب الحكيم تنبيها بان اللائق بحال السائل ان يسئل بالفائدة دون العلة إذ لا فائدة فى ذلك السؤال إذ حينئذ يلزمه الاشتغال بما لا يعنيه وهذا يدل على ان الاشتغال بالعلوم الغريبة كالهيئة والنجوم وغير ذلك مما ليس فيه فائدة دينية معتدة بها لا يجوز والمواقيت جمع ميقات اسم فمعز الدولة من الوقت والمراد به ما يعرف به اوقات الحج والصوم وآجال الديون وانقضاء العدة وغير ذلك (التفسير المظهرى، ج ١، ص ٢١٠، سورة البقرة، تحت رقم الآية ١٨٩)

[2] (هو الذى جعل الشمس ضياء) ذات ضياء أى نور (والقمر نورا وقدره) من حيث سيره (منازل) ثمانية وعشرين منزلا فى ثمان وعشرين ليلة من كل شهر ويستتر ليلتين إن كان الشهر ثلاثين يوما أو ليلة إن كان تسعة وعشرين يوما (لتعلموا) بذلك (عدد السنين والحساب ما خلق الله ذلك) المذكور (إلا بالحق) لا عبثا تعالى عن ذلك (يفصل) بالياء والنون يبين (الآيات لقوم يعلمون) يتدبرون (تفسير الجلالين، سوره يونس، تحت رقم الآية ۵)

www.idaraghufran.org

سورہ یٰسٓ کا حوالہ

سورہ یٰسٓ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ. وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ .لَا الشَّمْسُ یَنْبَغِیْ لَهَآ اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ (سورۃ یٰس، رقم الآیات ۳۸ الی ۴۰)

ترجمہ: اور چل رہا ہے سورج، اپنے مقرر راستے پر، یہ (مقرر کیا ہوا) اندازہ ہے، نہایت غالب خوب جاننے والے کا۔اور چاند ہم نے مقرر کردی ہیں، اس کی منزلیں، یہاں تک کہ (گھٹتے گھٹتے) دوبارہ ہوجاتا ہے وہ، کھجور کی پرانی ٹیڑھی ٹہنی کی طرح۔نہ سورج، لائق ہے، اس (سورج) کے لیے، یہ کہ وہ جا پکڑے چاند کو، اور نہ رات پہل کرنے والی ہے، دن سے، اور ہر ایک مدار میں تیرتے ہیں (سورہ یٰس)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے چاند کی منازل مقرر اور طے فرمادی ہیں، اور چاند جس طرح ولادت کے وقت ٹیڑھی شاخ کی طرح ہوتا ہے، اسی طرح انتہاء کے وقت بھی ہوتا ہے، اسی ولادت کے وقت والے چاند کو ''ہلال'' کہا جاتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ چاند اور سورج کا مخصوص مدار ہے، موجودہ زمانے میں بھی سائنسی حسابات کی رو سے چاند کے حسابات اور اس کی حرکات وکیفیات انتہائی مستحکم ومنظّم ثابت ہیں، جن کو قطعی، یا ظنی درجہ میں معلوم کیا جاچکا ہے، اور بعض کیفیات کی تحقیق وتفتیش جاری ہے۔

سورہ رحمٰن کا حوالہ

سورہ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (سورۃ الرحمٰن، رقم الآیۃ ۵)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: سورج اور چاند حساب کے ساتھ (جاری) ہیں (سورہ رحمٰن)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کا ایک مستحکم و مضبوط نظام مقرر فرمادیا ہے۔ اور آج سائنس کی رُو سے چاند اور سورج کے کئی حسابات کو قطعیت کے ساتھ معلوم کر لیا گیا ہے، اور بعض کیفیات، ظنی درجہ میں معلوم کی جاچکی اور کی جارہی ہیں، جن کو اپنے اپنے درجہ پر رکھ کر، رؤیتِ ہلال اور نئے قمری ماہ کے لیے استفادہ کرنے میں کوئی مانع نہیں ہونا چاہیے۔

ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث

صحیح بخاری میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِأَبِيْ ذَرٍّ حِيْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ، أَتَدْرِيْ أَيْنَ تَذْهَبُ؟ قُلْتُ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ، فَتَسْتَأْذِنَ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَيُوْشِكُ أَنْ تَسْجُدَ، فَلَا يُقْبَلَ مِنْهَا، وَتَسْتَأْذِنَ فَلَا يُؤْذَنَ لَهَا يُقَالُ لَهَا: اِرْجِعِيْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ، فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى "وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ" (صحيح البخارى، رقم الحديث ٣١٩٩، كتاب بدء الخلق، باب صفة الشمس والقمر بحسبان)

ترجمہ: جب سورج غروب ہوا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر سے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے، پھر (طلوع ہونے کی) اجازت مانگتا ہے، تو اسے اجازت مل جاتی ہے، اور عنقریب (قیامت سے پہلے) وہ وقت آئے گا کہ یہ (جاکر) سجدہ کرے گا، تو وہ قبول نہ ہوگا اور وہ (طلوع ہونے کی) اجازت

چاہے گا، تو اجازت نہ ملے گی، بلکہ اسے حکم ہوگا کہ جہاں سے آیا ہے، وہیں واپس چلا جا، تو پھر یہ مغرب سے طلوع ہوگا اور یہی (سورہ یٰسٓ میں) اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مطلب ہے کہ:

’’وَالشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ‘‘

’’اور سورج چلتا ہے اپنے مستقر کے لیے، یہ اندازہ ہے، غالب جاننے والے کا‘‘ (صحیح بخاری)

ابنِ عمر اور طلق رضی اللہ عنہما کی حدیث

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الۡأَهِلَّةَ مَوَاقِيۡتَ لِلنَّاسِ، فَصُوۡمُوۡا لِرُؤۡيَتِهٖ، وَأَفۡطِرُوۡا لِرُؤۡيَتِهٖ، فَإِنۡ غُمَّ عَلَيۡكُمۡ فَعُدُّوۡا لَهٗ ثَلَاثِيۡنَ يَوۡمًا (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۷۳۰۶، كتاب الصيام، باب الصيام)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے چاند کو لوگوں کے لئے اوقات (پہچاننے) کا ذریعہ بنایا ہے، لہٰذا تم چاند دیکھ کر (رمضان کا) روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید مناؤ، پھر اگر تمہارے سامنے بادل چھا جائیں (جس کی وجہ سے انتیس دن بعد چاند دکھائی نہ دے) تو تیس دن پورے کرو (عبدالرزاق)

اس طرح کا مضمون حضرت طلق رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

---

[1] عن قيس بن طلق، عن أبيه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إن الله عز وجل جعل هذه الأهلة مواقيت للناس، صوموا لرؤيته، وأفطروا لرؤيته، فإن غم عليكم فأتموا العدة (مسند احمد، رقم الحديث ۱۶۲۹۴)

قال شعيب الأرنؤوط : حديث صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ قَدْ جَعَلَ الْأَهِلَّةَ مَوَاقِيْتَ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَصُوْمُوْا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَأَفْطِرُوْا، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهُ، وَاعْلَمُوْا أَنَّ الْأَشْهُرَ لَا تَزِيْدُ عَلٰى ثَلَاثِيْنَ

(مستدرک حاکم، رقم الحديث ۱۵۳۹، کتاب الصوم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے چاند کو لوگوں کے لئے اوقات (پہچاننے) کا ذریعہ بنایا ہے، پس جب تم (رمضان کا) چاند دیکھو، تو تم روزہ رکھو، اور جب تم (شوال کا) چاند دیکھو، تو افطار (یعنی عید) کرو، پھر اگر تم پر بادل چھا جائے، تو تم اس کا حساب پورا کرو (یعنی تیس دن مکمل کرو) اور یہ بات جان لو کہ (قمری) مہینے تیس دن سے زیادہ نہیں ہوتے (حاکم)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث اس طرح مروی ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ، لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ، الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَعَقَدَ الْإِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ وَالشَّهْرُ هٰكَذَا، وَهٰكَذَا، وَهٰكَذَا يَعْنِي تَمَامَ ثَلَاثِيْنَ (صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۰۸۰ "۱۵" كتاب الصيام، باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال، والفطر لرؤية الهلال الخ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اُمّی (یعنی غیر پڑھے لکھے) لوگ ہیں، نہ ہم لکھنا جانتے ہیں، اور نہ حساب کرنا (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کی ساری انگلیاں کھول کر تین مرتبہ اشارہ کے ساتھ بتلایا کہ کوئی) مہینہ اس طرح اور اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے، اور تیسری مرتبہ میں انگوٹھے کو بند کر لیا (یعنی انتیس دن کا) اور (کوئی) مہینہ اس طرح اور اس طرح اور اس طرح

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد على شرطهما، ولم يخرجاه .وعبد العزيز بن أبي رواد عابد مجتهد شريف البيت.

www.idaraghufran.org

ہوتا ہے، یعنی پورے تیس دن کا (اس مرتبہ انگوٹھے کو بند نہ کیا) (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ قمری مہینہ، یا انتیس دن کا ہوتا ہے، یا تیس دن کا ہوتا ہے، اور تیس دن سے زائد کا نہیں ہوتا، اگر انتیس دن کے بعد چاند نظر آ جائے، تو پھر مہینہ انتیس دن کا شمار ہوتا ہے، ورنہ تیس دن کا شمار ہوتا ہے، مگر یہ اس وقت ہے، جبکہ پہلا حساب بھی صحیح ہو، اگر کسی نے پہلے سے حساب غلط لگایا ہو، تو یہ خطرہ ہے کہ وہ اٹھائیس تاریخ کو انتیس اور انتیس کو تیس سمجھ کر اگلے مہینہ کا اس مہینہ میں ہی آغاز کر دے۔

اس قسم کی نصوص کے پیشِ نظر اکثر اہلِ علم حضرات کا فرمانا ہے کہ سورج اور چاند کی نقل و حرکات ایک مستحکم ومضبوط اور منظّم انداز میں ہوتی ہیں، اور نئے مہینے کے ثبوت کے لئے اصل اعتماد رؤیتِ ہلال پر ہونا چاہیے، البتہ فلکی حسابات اور فلکی رصدگاہوں سے چاند کی رؤیت و عدمِ رؤیت کے سلسلے میں مدد حاصل کی جاسکتی ہے، تاکہ احادیثِ نبوی پر بھی عمل ہو، اور سائنسی حقائق کی بھی رعایت ہوسکے۔

جس کی تفصیل ہم نے اپنی دوسری تالیف ''پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت'' مشمولہ ''علمی وتحقیقی رسائل، جلد نمبر 5'' میں ذکر کردی ہے۔

تاہم بعض حضرات برہنہ آنکھ (Naked Eye) کے علاوہ طاقت ور دوربین، ٹیلی اسکوپ (Telescope) کے ذریعہ بھی رؤیت کو معتبر قرار دیتے ہیں، اور بعض حضرات و افراد نے ولادتِ قمر ہوجانے کے بعد سورج غروب ہونے سے پہلے چاند کے افق پر موجود ہونے، یا اس کی رؤیت ممکن ہونے کے فلکی وسائنسی قطعی حساب کو ''رؤیت'' کے قائم مقام قرار دے دیا ہے، اور وہ اس کے مطابق قمری تقویم پر عمل پیرا ہیں، اور ان امور کے راجح مرجوح ہونے پر بھی عملی اعتبار سے کلام کیا گیا ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

وَاللهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

(فصل نمبر 1)

فلکی حساب اور سائنسی معاییر کے متعلق مختلف اقوال

ولادتِ قمر کے بعد رؤیتِ ہلال کے لیے فنی وفلکی حساب اور سائنسی اعتبار سے جن چیزوں کو عام طور پر ملحوظ رکھا جاتا ہے، اور ان کو ''امکانِ رؤیتِ ہلال کے معاییر'' یا ''عوامل'' کہا جاتا ہے، ان معاییر کا خلاصہ درجِ ذیل ہے:

(1)...... چاند کی عمر: رؤیتِ ہلال کا پہلا معیار ''چاند کی عمر'' کہلاتا ہے، جس کو عربی زبان میں ''عُـمرُ القمر'' اور سائنسی زبان میں اس کو ''مون ایج'' (Moon Age) کہا جاتا ہے۔

چاند کی عمر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سورج کے بالمقابل چھپ جانے یعنی محاق (Conjunction) کا مرحلہ طے کرنے اور اس کی ولادت کے بعد سے لے کر چاند دیکھے جانے والے دن کا سورج غروب ہونے تک کتنا وقت گزر چکا ہے۔

سورج اور چاند کے ایک سیدھ میں آ جانے کا وقت ''اجتماعِ شمس وقمر'' (Conjunction) کہلاتا ہے اور اس حالت کو ''حالتِ محاق'' بھی کہا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں ''ولادتِ قمر'' یعنی ''نئے چاند کی پیدائش'' ہوتی ہے، جس کو سائنسی زبان میں ''نیومون'' (New Moon) کہا جاتا ہے۔

ولادتِ قمر کے بعد گزرنے والا وقت، چاند کی عمر کہلاتا ہے۔

عین ولادتِ قمر کے وقت چاند کی عمر صفر ہوتی ہے۔

یہ سورج اور چاند کا اجتماع واقتران ہر قمری ماہ کے آخری ایک، دو دن میں ہوتا ہے، پھر اس کے بعد چاند آہستہ آہستہ سورج سے بطرفِ مشرق دور ہوتا جاتا ہے، تو اس کے اوپر پڑنے

والی سورج کی روشنی کی وجہ سے ہمیں اس کا چمکتا ہوا کنارہ نظر آتا ہے، وہی کنارہ ''ہلال'' کہلاتا ہے، اور اس کنارہ کے نظر آنے کو''رؤیتِ ہلال'' کہا جاتا ہے۔

پھر وقت گزرنے اور سورج اور چاند کے مابین فاصلہ اور دوری بڑھنے کے ساتھ ساتھ، چاند کے روشن حصے کی مقدار بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ وہ درمیان میں آ کر چودھویں رات کا چاند''بدر''بن جاتا ہے، پھر اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ گھٹنے لگتا ہے، اور مہینے کے آخر میں نظروں سے غائب ہوجاتا ہے، یہی صورتِ حال ہر مہینے میں رہتی ہے۔

(2)......**زاویۂ انحراف:** ''رؤیتِ ہلال'' کا دوسرا معیار''زاویۂ انحراف'' کہلاتا ہے، جس کو عربی زبان میں''البعدُ الزاوی''اور''الاستطالۃ'' کہا جاتا ہے، اور سائنسی زبان میں اس کو''ایلونگیشن''(Elongation) کہا جاتا ہے۔

زاویۂ انحراف کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ چاند دیکھنے والے کی سطحِ زمین کے اعتبار سے سورج اور چاند کے مرکز کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔

موجودہ دور کی سائنسی وفلکی دنیا میں''رؤیتِ ہلال'' کے لیے اس معیار کو بڑا، اہم سمجھا جاتا ہے، یہاں تک کہ بہت سے ماہرینِ فلکیات نے تو دوسرے معیارات کو نظر انداز کر کے، صرف اسی معیار پر اکتفاء کیا ہے، اور انہوں نے اس کے مقابلے میں دوسرے معیارات کو خاطر خواہ اہمیت نہیں دی، یا پھر انہوں نے دوسرے معیارات کو مذکورہ معیار کے تابع قرار دیا، یا اُن کو ثانوی درجہ میں رکھا۔

(3)......**زاویۂ ارتفاع:** ''رؤیتِ ہلال'' کا تیسرا معیار''زاویۂ ارتفاع'' کہلاتا ہے، جس کو عربی زبان میں''ارتفاعُ القمر'' کہا جاتا ہے، اور سائنسی زبان میں اس کو''مون آلٹیٹیوڈ''(Moon Altitude) کہا جاتا ہے۔

زاویۂ ارتفاع کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ چاند دیکھنے والے کی سطحِ زمین کے اعتبار سے چاند کے مرکز کے اُفق سے بلندی اور اونچائی کتنی ہے۔

(4)......چاند کا دورانیہ: ''رؤیتِ ہلال'' کا چوتھا معیار ''چاند کا دورانیہ'' کہلاتا ہے، جس کو عربی زبان میں ''مکث القمر'' کہا جاتا ہے، اور سائنسی زبان میں اس کو ''مون سیٹ'' یا ''سن سیٹ'' (Moonset-Sunset) کہا جاتا ہے۔

چاند کے دورانیے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ چاند دیکھنے والے کی سطحِ زمین کے اعتبار سے سورج غروب ہونے کے بعد اُفق پر چاند کے موجود رہنے کا دورانیہ اور زمانہ کتنا ہے۔

اس کے علاوہ بھی بعض دیگر معاییر وعوامل کو رؤیتِ ہلال کے امکان وعدمِ امکان میں مؤثر سمجھا جاتا ہے، لیکن وہ معاییر عام طور پر زیادہ مشہور نہیں ہیں۔

پھر اگر سورج غروب ہونے کے وقت چاند کی ولادت نہ ہوئی ہو، اس وقت چاند کی رؤیت ''محال'' کہلاتی ہے۔

اور جب سورج غروب ہونے کے وقت چاند کی ولادت ہوچکی ہو، لیکن برہنہ آنکھ (Naked eye) سے چاند دیکھے جانے کے قابل ہونے کی شرائط مکمل طور پر موجود نہ ہوں، مثلاً موسم اَبر آلود ہو، اُفق پر بادل، یا فضائی آلودگی ہو، اس وقت چاند کی رؤیت کو غیر ممکن کہا جاتا ہے۔

اور جب مذکورہ شرائط موجود ہوں، تو چاند کی رؤیت کو ممکن کہا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] عمر القمر :(Moon Age)وهو الفرق بين زمن المحاق وزمن غروب الشمس.

.2البعد الزاوی،اوالاستطالة :(Elongation)هی الزاوية بين مركز القمر ومركز الشمس بالنسبة لراصد يقف على سطح الأرض.

.3ارتفاع القمر :(Moon Altitude)وهو الزاوية بين مركز القمر وخط الأفق وذلك بالنسبة لراصد يقف على سطح الأرض.

.4مكث القمر :(Moonset-Sunset)وهی مدة بقاء القمر فوق الأفق بعد غروب الشمس وإشارة الناقص تعنى أن القمر يغرب قبل غروب الشمس .

.5الرؤية الممكنة :وهی الرؤية بالعين المجردة أو بوسائل الرصد البصرية فی منطقة أفقها مفتوح وصاف وغير ملوث.

.6الرؤية غير الممكنة :وتعنى أن الهلال قد تولد قبل غروب الشمس إلا أن شروط الرؤية غير متوفرة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

تاہم ''رؤیتِ ہلال کا ناممکن ہونا'' سائنسی اصطلاح ہے، اور چاند کی ولادت کے بعد برہنہ آنکھ (Naked eye) سے چاند دیکھے جانے کے قابل ہونے، نہ ہونے کی شرائط و کیفیات اور درجات میں ماہرینِ فلکیات اور اہلِ سائنس کے درمیان شدید اختلاف پایا جاتا ہے، جس میں مختلف اقوال ہیں۔

بعض اوقات کسی ماہرِ فن کے نزدیک، یا کسی قول کی بناء پر برہنہ آنکھ (Naked eye) سے چاند دیکھے جانے کے قابل ہونے کے لیے کوئی چیز شرط ہوتی ہے، اور اس شرط کی غیر موجودگی میں اس کے نزدیک چاند کی بصری رؤیت ناممکن ہوتی ہے، لیکن کسی دوسرے ماہرِ فن کے نزدیک، یا کسی دوسرے قول کی بناء پر وہ چیز شرط نہیں ہوتی، اس لیے اس کے نزدیک مذکورہ صورت میں چاند کی بصری رؤیت ممکن ہوتی ہے۔

اور بعض اوقات اس طرح کا اختلاف، علاقوں کے مختلف ہونے پر مبنی ہوتا ہے۔

جبکہ بعض چیزوں میں علمائے دین کے مابین فقہی اختلاف بھی ہوتا ہے، جیسا کہ بعض علماء ''بصری رؤیت'' کو ضروری قرار نہیں دیتے، بلکہ آلات و مراصد کے ذریعہ بھی رؤیت کو معتبر سمجھتے ہیں، اور بعض اس کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

نیا چاند نظر آنے کے لیے یہ بات تو بہر حال بنیادی طور پر شرط ہے کہ چاند، زمین کے گرد اپنا چکر مکمل کر چکا ہو، اور سورج کی محاذات سے نکل کر اس کی ولادت ہو چکی ہو۔

اور یہ بھی شرط ہے کہ اس علاقہ میں سورج کے افق سے نیچے چلے جانے کے بعد چاند افق پر موجود ہو، لیکن اختلافِ مطالع کا اعتبار نہ کرنے کے قول کی رُو سے اگر ایک علاقہ میں سورج

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

.7الرؤية المستحيلة :وهى عندما يتولد الهلال بعد غروب الشمس أى أن الرؤية تكون ممكنة فى اليوم التالى .

.8اليوم الإسلامى :يبدأ بالليلة بعد غروب الشمس وينتهى عند الغروب التالى.

(دراسة فلكية إحصائية لتحديد نسب الخطأ فى بدايات الأشهر الهجرية فى سورية، ص ۴، و ۵، الدكتور المهندس حسن بيلانى،أستاذ الجيوديزيا فى كلية الهندسة المدنية بجامعة حلب)

www.idaraghufran.org

غروب ہونے کے بعد، چاند اُفق پر موجود نہ ہو، اور دوسرے علاقے میں موجود ہو، اور وہاں رؤیت ہوجائے، اور پہلے علاقے کو وہ رؤیت، معتبر طریقے سے پہنچ جائے، اور اس پر عمل کرنے کے لیے ''اس کے بالمقابل حکمِ حاکم'' وغیرہ جیسا مانع نہ ہو، تو پہلے علاقے والوں کے لیے بھی یہ شرط ضروری نہیں رہے گی۔ [1]

اور اکثر اہلِ علم کے نزدیک رؤیتِ ہلال کے لیے ایک شرط یہ شمار کی جاتی ہے کہ اس وقت چاند برہنہ آنکھ (Naked Eye) سے نظر آنے کے قابل ہو۔

جبکہ بعض حضرات رصدگاہ، جس کو عربی میں ''المرقب'' اور سائنسی زبان میں Observatory کہا جاتا ہے، اس کے ذریعے اور طاقتور دوربین ''ٹیلی اسکوپ'' (Telescope) کے ذریعہ سے بھی چاند نظر آنے کو ''رؤیتِ ہلال'' کے لیے شرعی اعتبار سے معتبر خیال کرتے ہیں۔

رصدگاہ، مخصوص عمارت ہوتی ہے، جہاں سے فلکی اجرام و مظاہر کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، رصدگاہ عام طور پر بلند و بالا پہاڑوں پر، گنبد نما عمارتوں میں قائم کی جاتی ہے، تاکہ فضائی آلودگیاں مزاحم و مانع نہ ہوں، اور آج کل مخصوص رصدگاہوں میں طاقتور دوربینیں نصب ہوتی ہیں، جنہیں لاکھوں میل دور کسی بھی جرمِ فلکی پر مرکوز کیا جاسکتا ہے۔

چاند کی ولادت، کس مہینہ میں کس وقت ہوتی ہے؟ اس کے متعلق ماہرینِ فلکیات کا سائنسی حوالے سے پوری دنیا کے لئے ایک وقت ہونے پر اتفاق ہوتا ہے، اس لیے آج علمِ فلکیات کی مدد سے چاند کی ولادت کا درست وقت سیکنڈز، کی حد تک معلوم کیا جاسکتا ہے۔

---

[1] آج کل عام طور پر ہر ملک میں بسنے والے لوگوں کے یہاں نئے قمری مہینے کے آغاز کا طریقۂ کار الگ ہے، اکثر اسلامی ممالک میں حکومت کی طرف سے مقرر کردہ اداروں، یا افراد کی طرف سے اس کا فیصلہ کیا جاتا ہے، جو اس ملک کے باشندوں کے لیے قابلِ عمل ہوتا ہے، بعض غیر مسلم ممالک نے اپنے طور پر کمیٹیاں قائم کر رکھی ہیں، وہ ان کمیٹیوں کے فیصلے و اعلان کے مطابق عمل کرتے ہیں، جبکہ بعض علاقوں میں اس کا مؤثر نظام نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے اسلامی ممالک و اداروں پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ محمد رضوان۔

پھر موسموں کے اختلاف کے ساتھ بعض اوقات مشرقی علاقوں میں چاند کی عمر کم ہونے کی وجہ سے چاند نظر آنے کا امکان کم اور مشرقِ وسطیٰ، اور مغربی علاقوں میں پہنچتے پہنچتے اس کا امکان زیادہ ہوجاتا ہے، ملکِ پاکستان کے بھی انتہائی مغربی علاقوں مثلاً گوادر، پسنی اور جیوانی، اورانتہائی شمالی علاقوں، مثلاً چترال اور گلگت وغیرہ میں، بعض اوقات موسموں کے اختلاف کے ساتھ دوسرے علاقوں کی بنسبت چاند نظر آنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ چاند نظر آنے کے لئے سورج، چانداور زمین کے درمیان بننے والے زاویے کے علاوہ موسم اور افق کی شفافیت، جیسے عوامل وحالات بھی اہمیت کے حامل ہیں، بادل چھا جانے اور گرد آلود ہوا، نیز مصنوعی روشنیوں کی کیفیت کا بھی رؤیتِ ہلال میں ایک حد تک دخل ہوتا ہے۔

زمین اور چاند کے مدار میں بھی وقتاً فوقتاً اپنے ضابطہ کے مطابق تبدیلی آتی رہتی ہے، اور ہوا کی کیفیت بھی یکساں نہیں رہتی اور چاند کی رفتار میں بھی فرق واقع ہوتا ہے، کبھی چاند، زمین کے قریب ہوکر تیز گھومتا ہے اور کبھی زمین سے دور ہوکر آہستہ گردش کرتا ہے، اس لئے سائنسی طور پر مستقبل کے چاند کی پوزیشن کے بارے میں تو فیصلہ کن بات کی جاسکتی ہے، لیکن ہمیشہ اور ہر جگہ کے لیے ''رؤیتِ ہلال'' کے متعلق یقینی پیش گوئی نہیں کی جاسکتی، کیونکہ اس میں کئی قسم کے عوامل ہیں، جو یکساں نہیں رہتے، اسی لئے احادیث میں چاند کو دیکھ کر روزہ رکھنے اور چاند کو دیکھ کر افطار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور اسی وجہ سے ''رؤیتِ ہلال'' کا پیشگی، حتمی کیلنڈر مرتب کرنا مشکل ہوتا ہے، ویسے بھی ہر شخص کسی بھی دوسرے ملک کے اعلان اور اس کے مرتب کردہ تقویمی نظام اور کیلنڈر کی پیروی کرنے کا پابند نہیں۔

آگے ہم عرب وعجم کے ماہرینِ فلکیات کے چند حوالہ جات ذکر کرتے ہیں، تاکہ رؤیتِ ہلال کے مختلف معاییر اور عوامل کے متعلق پائی جانے والی وسیع تر آراء واقوال پر ایک نظر ڈالی جاسکے۔

محمد شوکت عودہ ''اردن'' کا حوالہ

محمد شوکت عودہ، جو ایک بین الاقوامی سطح کے جید صاحبِ علم ہونے کے ساتھ ساتھ فلکی موضوع پر گہری نظر رکھتے ہیں، اور مشہور ادارہ ''ICOP'' (Islamic Crescents' Observation Project) کے رئیس ہونے کے ساتھ ساتھ اردن کی جمعیۃِ فلکیۃ کے (''1995'' سے ''2009'' کے دوران) رئیس رہ چکے ہیں، اس کے علاوہ موصوف ''الاتحاد العربی لعلومِ الفضاء و الفلک'' کے رکن، اور فی الوقت اردن کی نمازوں کے اوقات کے حساب کی وزارتِ اوقاف کے رکن، عرب امارات کے اوقاتِ صلاۃ کے رکن، اور رابطہ عالمِ اسلامی کی، اور وبا (یورپ) میں اوقاتِ صلاۃ کے حساب کی فقہی جمعیت کے رکن بھی ہیں۔

سطورِ ذیل میں اس مسئلہ سے متعلق موصوف مذکور کے ایک مضمون کا خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے:

> ''بعض لوگ ''تولدِ ہلال'' کے معنیٰ ''ہلال کے ظہور کی ابتداء'' کے سمجھتے ہیں، جو کہ صحیح نہیں ہے۔
>
> کیونکہ چاند کے مختلف حالات و مراحل ہوتے ہیں، جن میں ''تولدِ ہلال'' دراصل محاق کا مرحلہ کہلاتا ہے، جس کو ''طورِ محاق'' کہا جاتا ہے، جس کے بعد ''طورِ ہلال'' کا مرحلہ کچھ وقت گزرنے کے بعد شروع ہوتا ہے، جب چاند رؤیت کے قابل ہو جاتا ہے۔
>
> اور نصوص سے اس طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ نئے مہینے کے آغاز کے لیے ''طورِ محاق'' کے بجائے ''طورِ ہلال'' کا اعتبار ہے۔
>
> ''تولدِ ہلال'' جس سے ہماری مراد ''طورِ محاق'' ہے، اس میں چاند، دراصل رؤیت کے قابل نہیں ہوتا، جیسا کہ سورج غروب ہونے کے فوراً بعد ستارے نظر

نہیں آتے، حالانکہ وہ آسمان پر موجود ہوتے ہیں۔

اس لیے راجح یہ ہے کہ محض ''تولدِ ہلال'' کو قمری مہینے کے آغاز کا ذریعہ سمجھ لینا درست نہیں، تا آنکہ وہ قابلِ رؤیت نہ ہو جائے۔

اور رؤیتِ ہلال کے لیے دو بنیادی شرطیں ہیں، جن کا بیک وقت پایا جانا ضروری ہے، اور ان میں سے ایک شرط کے فوت ہونے سے رؤیتِ ہلال، محال کہلاتی ہے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ سورج غروب ہونے سے قبل، چاند ''محاق، اقتران، استسرار، یا تولدِ ہلال'' کے مرحلہ کو پہنچ چکا ہو۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ چاند، سورج کے غروب ہونے کے بعد غروب ہو۔

اور چاند کے محاق کا مرحلہ پوری زمین والوں کے لیے ایک ہی لمحہ میں ہوتا ہے۔

جب یہ دو بنیادی شرطیں پائی جائیں کہ محاق، سورج غروب ہونے سے قبل واقع ہو چکا ہو، اور چاند، سورج غروب ہونے کے بعد غروب ہوا ہو، اور سورج، چاند غروب ہونے سے پہلے غروب ہو گیا ہو، تو اس کے بعد سائنسی اعتبار سے چند معلومات ایسی کہلاتی ہیں، جن سے اس دن میں رؤیتِ ہلال کے ممکن ہونے نہ ہونے میں مدد حاصل کی جاتی ہے۔

اور ان چیزوں کو رؤیتِ ہلال کے ''معاییر'' کہا جاتا ہے۔

جہاں تک چاند کی ولادت، یا محاق کا مرحلہ طے کرنے اور سورج کے، چاند غروب ہونے سے پہلے، غروب ہونے اور چاند کے، سورج غروب ہونے کے بعد غروب ہونے کا تعلق ہے، تو اس کی معلومات مختلف تیار کردہ حسابی سافٹ ویئرز اور انٹرنیٹ کے ذریعہ سے بآسانی حاصل کی جا سکتی ہیں۔

موجودہ زمانے میں رؤیتِ ہلال کے متعدد ''معاییر'' متعارف، یا رائج ہیں، جن میں سے بعض کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

رؤیتِ ہلال کے لیے پہلا معیار یہ شمار کیا جاتا ہے کہ سورج غروب ہونے سے پہلے محاق، یعنی سورج اور چاند کا ایک سیدھ میں اور ایک دوسرے کے بالمقابل اجتماع واقتران ہو چکا ہو، اور چاند کا غروب، سورج غروب ہونے کے بعد واقع ہو، اگرچہ وہ ایک ہی منٹ کے بعد کیوں نہ ہو۔

بعض اسلامی ملکوں میں اسی کے مطابق عمل کیا جاتا ہے، لیکن یہ معیار چند وجوہات کی بناء پر نامناسب ہے، کیونکہ اتنے مختصر دورانیہ اور زمانے میں چاند کی رؤیت ممکن نہیں ہوتی۔

رؤیتِ ہلال کے لیے دوسرا معیار، چاند کی عمر کو شمار کیا جاتا ہے، اور اس معیار سے رؤیتِ ہلال کی معلومات، کافی حد تک سہل ہو جاتی ہیں، تاہم چاند کی عمر کے متعلق بھی مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔

1859ء سے لے کر 2005ء تک رؤیتِ ہلال کے لیے جو مشاہدات کیے گئے، ان میں خالی آنکھ کے ذریعہ سے کم از کم عمر کا جو چاند دیکھا گیا، وہ 15 گھنٹے اور 33 منٹ کا تھا، جس کا پیرس میں 25 فروری 1990ء میں مشاہدہ کیا گیا۔

اور رصدگاہ (Telescope/Observatory) کے ذریعہ سے کم از کم عمر کا جو چاند دیکھا گیا، وہ 13 گھنٹے اور 14 منٹ کا تھا، جس کا ستام (Stamm) میں 20 جنوری 1996ء میں مشاہدہ کیا گیا۔

تاہم ہر جگہ کے لیے دائمی طور پر یہ معیار مقرر کرنا درست نہیں کہ جب بھی چاند کی عمر 15 گھنٹوں سے زیادہ ہو جائے، تو اس کا برہنہ آنکھ (Naked eye) سے دیکھا جانا ممکن ہے، کیونکہ اس میں جغرافیائی، فضائی اور شخصیاتی عوامل کا بھی دخل ہوتا ہے، اس لیے قاعدہ کلیہ کے طور پر فقط چاند کی عمر پر رؤیتِ ہلال کا مدار رکھنے پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

رؤیتِ ہلال کے لیے تیسرا معیار ''مکثِ قمر علی الافق ''یعنی سورج اور چاند غروب ہونے کے مابین کے دورانیہ اور زمانہ کو شمار کیا جاتا ہے، اور اس کے متعلق بھی مختلف اقوال پائے جاتے ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب سورج غروب ہونے کے بعد تیس منٹ سے زائد کے وقت تک چاند، افق پر موجود ہو، تو اس کی رؤیت ممکن ہوتی ہے۔

1859ء سے لے کر 2005ء تک رؤیتِ ہلال کے لیے جو مشاہدات کیے گئے، ان میں سب سے کم وقت تک افق پر موجود رہنے کے دورانیہ کا جو چاند برہنہ آنکھ (Naked eye) کے ذریعہ دیکھا گیا، وہ 29 منٹ کا تھا، جس کا فلسطین میں 20 ستمبر 1990ء کو مشاہدہ کیا گیا۔

اور رصدگاہ (Telescope/Observatory) کے ذریعہ، سب سے کم وقت تک افق پر موجود رہنے کے دورانیہ کا جو چاند دیکھا گیا، وہ 21 منٹ کا تھا، جس کا ستام (Stamm) میں 02 نومبر 2005ء میں مشاہدہ کیا گیا۔

تاہم ''مکثِ قمر علی الافق '' کا مذکورہ معیار بھی دائمی طور پر مقرر کرنا درست نہیں، کیونکہ بعض اوقات 75 منٹ، یا اس سے بھی زیادہ وقت تک افق پر موجود رہنے والے چاند کی برہنہ آنکھ، بلکہ رصدو آلات کے ذریعہ بھی رؤیت ممکن نہ ہو سکی۔

رؤیتِ ہلال کے لیے چوتھا معیار، سورج اور چاند کے مرکز میں فاصلہ کو شمار کیا جاتا ہے، اور اس کے متعلق بھی مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔

فرانس کی فلکی رصدگاہ ''دانجون'' نے 1936ء میں برہنہ آنکھ (Naked eye) کے ذریعے سورج اور چاند کے مرکز کے مابین 7 درجہ سے کم فاصلہ پر چاند کا مشاہدہ کیا۔

اور 1859ء سے لے کر 2005ء تک رؤیتِ ہلال کے لیے جو مشاہدات کیے

گئے، ان میں سورج اور چاند کے مرکز کے مابین سب سے کم فاصلہ کا جو چاند برہنہ آنکھ (Naked eye) کے ذریعے دیکھا گیا، وہ 7.7 درجہ پر تھا، جس کا پیرس میں 25 فروری 1990ء کو مشاہدہ کیا گیا۔

اور رصدگاہ (Telescope/Observatory) کے ذریعہ سورج اور چاند کے مرکز کے مابین سب سے کم فاصلے کا جو چاند دیکھا گیا، وہ 6.4 درجے پر تھا، جس کا ستام (Stamm) میں 13 اکتوبر 2004ء میں مشاہدہ کیا گیا۔

لیکن ہمیشہ اور ہر مقام کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ جب اور جہاں بھی سورج اور چاند کے مرکز کے مابین 6 درجہ سے زیادہ کا فاصلہ ہو، تو بہرحال اس چاند کی رؤیت ممکن ہوتی ہے، کیونکہ بعض دوسرے عوامل بھی چاند کی رؤیت میں مؤثر ہوتے ہیں، اگرچہ ماہرینِ فلکیات کی بڑی تعداد اس چاند اور سورج کے مرکز کے مابین مخصوص فاصلہ ہونے کے معیار کو رؤیتِ ہلال کے لیے بڑا اہم قرار دیتی ہے، اور بہت کم حضرات ہی اس معیار سے اختلاف کرتے ہیں۔

رؤیتِ ہلال کے لیے پانچواں معیار، رؤیتِ ہلال کے حسابات کو شمار کیا جاتا ہے۔

گزشتہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ چاند کی عمر، یا چاند کے اُفق پر موجود رہنے کے دورانیہ کو رؤیتِ ہلال کے امکان کی معرفت کا ذریعہ بنانا ممکن نہیں، البتہ بعض اوقات یہ امور، رؤیتِ ہلال کے امکان کی معرفت کا ذریعہ بن جاتے ہیں، مثلاً جب چاند کی عمر، یا اس کا افق پر موجود رہنے کا دورانیہ، نہایت کم ہو، یا بہت زیادہ ہو، جیسا کہ اگر چاند کی عمر مثلاً صرف ایک گھنٹہ ہو، یا چاند کے افق پر باقی رہنے کا زمانہ، مثلاً صرف پانچ منٹ ہو، تو ایسی صورت میں چاند کی رؤیت ممکن نہیں ہوتی، اور اس کے برعکس اگر یہ فرض کیا جائے کہ مثلاً چاند کی عمر 48 گھنٹے ہے، یا چاند

www.idaraghufran.org

کے افق پر ٹھہرنے اور موجود رہنے کا دورانیہ 2 گھنٹے ہے، تو پھر چاند کی رؤیت ممکن و آسان ہوتی ہے۔

جہاں تک سورج اور چاند کے مرکز کے درمیان فاصلہ (یعنی زاویۂ انحراف) کا تعلق ہے، تو اس کے بارے میں رؤیتِ ہلال کے اہلِ فن کی طرف سے یہ تصریح کی گئی ہے کہ چاند کا دیکھنا، اس وقت تک ممکن نہیں ہوتا، جب تک اس کا سورج سے فاصلہ 6 درجات سے کم ہو، ایسی حالت میں اس کو طاقت ور دوربین (Telescope) کے ذریعے بھی دیکھا جانا، ممکن نہیں۔

مگر یہ کہنا بھی درست نہیں کہ جب بھی مذکورہ فاصلہ 6 درجات سے زیادہ ہو، تو بہر حال چاند کی رؤیت ممکن ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ رؤیتِ ہلال کے امکان کے فلکی و سائنسی حسابات و معیارات، سینکڑوں سالوں سے دقیق، اور پے چیدہ ہیں، اور ان کو ہمیشہ کے لیے منضبط نہیں کیا جاسکتا۔

اگرچہ بعض اسلامی ممالک، جیسے ترکی، ایران، سلطنتِ عمان، اُردن، جزائر وغیرہ میں رؤیتِ ہلال کے امکانی حسابات پر اسلامی ماہ کی تاریخوں کو شمار کیا جاتا ہے۔

مذکورہ تفصیل کے بعد یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ ہلالِ شرعی کے لیے بعض فقہاء وعلماء تو، فلکی وسائنسی حسابات کے ذریعہ مدد حاصل کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں، اور بعض جائز قرار نہیں دیتے۔

جو حضرات فلکی حسابات کو قمری مہینے کے لیے جائز قرار دیتے ہیں، اُن کے نزدیک درجِ ذیل طریقے محتمل ہیں:

(1) پہلا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کو چاند دیکھنے کی دعوت نہ دی جائے، اور چاند کی پیدائش کے وقت، اور سورج اور چاند کے غروب کے اوقات کا اعتبار کیا جائے،

اور اگر چاند کی ولادت، سورج غروب ہونے سے پہلے ہو چکی ہو، اور چاند، سورج غروب ہونے کے بعد غروب ہوا ہو، تو اگلے دن کو نئے قمری مہینہ کا پہلا دن شمار کیا جائے، ورنہ تیس دن پورے کیے جائیں۔

(2) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کو چاند دیکھنے کی دعوت نہ دی جائے، اور رؤیتِ ہلال کے ممکنہ حسابات پر اکتفاء کیا جائے، اور اگر فلکی معیارات میں سے کسی معیار کے اعتبار سے رؤیتِ ہلال کے امکان کی تحدید وتعیین ہو جائے، تو اگلے دن کو نئے قمری مہینہ کا پہلا دن شمار کیا جائے، ورنہ تیس دن پورے کیے جائیں۔

(3) تیسرا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کو چاند دیکھنے کی دعوت دی جائے، اور چاند کی ولادت اور سورج غروب ہونے کے وقت، اور چاند غروب ہونے کے وقت کا حساب بھی ملحوظ رکھا جائے۔

(اس وقت) سعودی عرب وغیرہ میں اسی کے مطابق عمل ہوتا ہے۔

اس تیسرے طریقہ کی درجِ ذیل چار شقیں بنتی ہیں۔

(3.1) اگر سورج غروب ہونے سے پہلے چاند کی ولادت ہو چکی ہے، اور سورج غروب ہونے کے بعد چاند غروب ہوا ہے، یعنی سورج غروب ہونے کے بعد چاند، اُفق پر کچھ وقت کے لیے موجود تھا، اور رؤیتِ ہلال کی معتبر شہادت بھی حاصل ہو جائے، تو اگلے دن کو نئے قمری مہینہ کا پہلا دن شمار کیا جائے۔

(3.2) اگر چاند کی ولادت، سورج غروب ہونے سے پہلے ہو چکی ہے، اور چاند، سورج غروب ہونے کے بعد غروب ہوا ہے، اور کسی نے رؤیتِ ہلال کی گواہی نہیں دی، تو اگلے دن کو جاری مہینہ کا حصہ شمار کر کے، تیس دن پورے کیے جائیں۔

(3.3) جب دو شرطوں میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی جائے، یعنی یا تو سورج

غروب ہونے سے پہلے چاند کی ولادت نہ ہوئی ہو، یا چاند کی ولادت ہو چکی ہو، مگر چاند، سورج غروب ہونے سے پہلے ہی غروب ہو چکا ہو، اور رؤیتِ ہلال کی شہادت موصول ہو جائے، تو اس شہادت کو رَد کر دیا جائے، اور اگلے دن کو جاری مہینہ کا حصہ شمار کر کے، تیس دن پورے کیے جائیں۔

(3.4) جب دو شرطوں میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی جائے، یعنی یا تو سورج غروب ہونے سے پہلے چاند کی ولادت نہ ہوئی ہو، یا چاند کی ولادت ہو چکی ہو، مگر چاند، سورج غروب ہونے سے پہلے ہی غروب ہو چکا ہو، اور رؤیتِ ہلال کی شہادت موصول نہ ہو، تو اگلے دن کو جاری مہینہ کا حصہ شمار کر کے، تیس دن پورے کیے جائیں۔

(4) چوتھا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کو چاند دیکھنے کی دعوت دی جائے، اور رؤیتِ ہلال کے ممکن ہونے کے معیارات کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔

اس چوتھے طریقہ کی درجِ ذیل شقیں بنتی ہیں۔

(4.1) جب رؤیتِ ہلال ممکن ہو، اور رؤیتِ ہلال کی معتبر گواہی موصول ہو جائے، تو اگلے دن کو نئے قمری مہینہ کا دن شمار کیا جائے۔

(4.2) رؤیتِ ہلال تو ممکن ہو، لیکن رؤیتِ ہلال کی معتبر گواہی موصول نہ ہو، تو اگلے دن کو جاری مہینہ کے دن کا حصہ شمار کر کے، تیس دن پورے کیے جائیں۔

(4.3) جب رؤیتِ ہلال ممکن نہ ہو، اور رؤیتِ ہلال کی معتبر شہادت موصول ہو جائے، تو اُس شہادت کو رَد کر دیا جائے، اور اگلے دن کو جاری مہینہ کا حصہ شمار کر کے، تیس دن پورے کیے جائیں۔

(4.4) جب رؤیتِ ہلال ممکن نہ ہو، اور رؤیتِ ہلال کی معتبر شہادت موصول نہ ہو، تو اگلے دن کو جاری مہینہ کا حصہ شمار کر کے، تیس دن پورے کیے جائیں۔

اور جو حضرات فلکی، وسائنسی حسابات پر اعتماد کرنے کو جائز قرار نہیں دیتے، ان سے ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا لوگوں کو قمری مہینے کے انتیسویں دن، مطلقاً رؤیتِ ہلال کی دعوت دی جائے گی، اور ہر طرح کے فلکی وسائنسی حسابات کو نظرانداز کر دیا جائے گا؟

ایسی صورت میں اگر ''رؤیتِ ہلال'' کی شہادت موصول ہوجائے، تو اگلے دن کو بہرحال نئے قمری مہینے کا دن شمار کیا جائے گا، اگرچہ گواہی ایسے وقت حاصل ہو، جبکہ چاند کی ولادت بھی نہ ہوئی ہو، یا پھر سورج غروب ہونے کے بعد، چاند افق پر موجود ہی نہ ہو، اگر یہ بات ہی ہو، تو ایسی صورت میں امرِ محال کی گواہی کا قبول کرنا لازم آئے گا، کیونکہ مذکورہ امور، فلکی وسائنسی اعتبار سے قطعی ویقینی شمار ہوتے ہیں۔

اور مذکورہ صورت میں اگر گواہی موصول نہ ہو، تو پھر اگلے دن کو گزشتہ مہینے کا حصہ سمجھ کر تیس دن پورے کیے جائیں گے۔

اب تک جو تفصیل ذکر کی گئی، اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ ''تولدِ ھلال'' وہ لمحہ ولحظہ ہے، جس میں چاند ''محاق کے مرحلہ'' میں ہوتا ہے، ''ہلال کے مرحلہ'' میں نہیں ہوتا، اور مذکورہ محاق کے مرحلہ کے بعد جب کچھ زمانہ گزر جاتا ہے، تو پھر چاند اگلے مہینے کے لیے رخ کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ ''طورِ محاق'' سے ''طورِ ہلال'' کی طرف منتقل ہوجاتا ہے، اور ''تولدِ ھلال، محاق، اقتران، اور استسرار'' یہ سب مترادف الفاظ ہیں، جن کے ایک ہی معنیٰ ہیں۔

اور ہم شرعاً اس چیز کے مامور ہیں کہ مواقیت کی معرفت کے لیے ہلال پر اعتماد کریں، نہ کہ ''محاق'' پر، اس لیے تقویم اور قمری مہینے کے لیے ایسے نظام کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہوگی، جس سے برہنہ آنکھ (Naked Eye) کے ذریعہ، رؤیتِ ہلال کے امکان کے معیار پر اعتماد کیا جاسکے۔

اور بعض حضرات کا رؤیتِ ہلال کے امکان کے لیے ''چاند کی عمر'' یا ''چاند کے افق پر موجود رہنے کے دورانیہ'' کے معیار کو متعین کرنا فیصلہ کن نتائج کا باعث نہیں، البتہ زاویۂ انحراف کے معیار پر اعتماد کرنا ممکن ہے، جیسا کہ اگر چاند اور سورج کے مابین 6 درجات سے کم ہونے کی صورت میں کوئی گواہی دے، تو اس کی گواہی کو رَد کیا جانا چاہیے''۔ انتہٰی۔ [1]

---

[1] هل تولد الهلال؟

هذا هو السؤال الذى أصبح معياراً لبعض الفقهاء لمعرفة صحة بداية الشهر الهجرى من عدمه، فإذا ما علم الفقيه أن تولد الهلال قد حدث قبل غروب الشمس، اعتبر اليوم التالى هو أول الشهر الهجرى الجديد بغض النظر عن رؤية الهلال !وحجته بذلك أن الحسابات الفلكية أصبحت دقيقة فى وقتنا الحاضر، وحيث انها اصبحت قادرة على حساب موعد تولد الهلال بدقة، فإن من الأحرى الاعتماد على هذه الحسابات الفلكية وإهمال رؤية الهلال .ولكن هل يعلم هذا الفقيه المعنى الحقيقى لمصطلح "تولد الهلال"؟ على الأغلب إن الجواب هو :لا!

ما معنى تولد الهلال؟

يستخدم البعض مصطلح تولد الهلال فى غير موضعه، حتى اعتقد عامة الناس وبعض الفقهاء أن معنى تولد الهلال هو بداية ظهور الهلال، إلا أن هذا الاعتقاد غير صحيح إطلاقاً.

فللقمر أطوار (أوجه) هى المحاق والهلال والتربيع والأحدب والبدر.

فتارة نرى جميع قرص القمر مضيئاً، وعندها نقول إن القمر فى طور البدر، وتارة نرى أن نصفه مضيء فنقول إن القمر فى طور التربيع الأول (بداية الشهر) أو التربيع الثانى (نهاية الشهر)، وتارة نرى القمر على شكل قوس جميل فنطلق عليه اسم الهلال، والمرحلة التى ما بين التربيع والبدر تسمى "أحدب"

أما الطور الذى لا يمكننا رؤيته فيسمى طور المحاق، وهو عكس البدر، فعندها تكون نسبة إضاءة القمر تساوى صفراً ٪ تقريباً، ولا يمكننا رؤية القمر وهو فى طور المحاق إلا وقت كسوف الشمس، فحينئذ نلاحظ أن هناك شيئاً أسود قد حجب الشمس .إن هذا الشيء الأسود هو القمر، وقد وقع بين الأرض والشمس، ولذلك حجب عنا الشمس.

ونحن نرى القمر بأطوار مختلفة لأن القمر جرم سماوى مظلم لا يشع بذاته بل يستمد ضياء ه من الشمس ،وحيث ان القمر عبارة عن كرة، فإن الشمس دائماً تضيء نصف القمر، فى حين يكون النصف الآخر مظلماً .ويعتمد طور القمر الذى نراه من الأرض على موقع نصف القمر المضيء بالنسبة للأرض، فعندما يقع القمر أثناء دورانه حول الأرض ما بين الشمس والأرض، فإن الشمس تضيء وجه القمر المواجه لها، أما نصف القمر المواجه للأرض فإنه يبدو مظلماً تماماً، وعندها نقول أن القمر الآن فى طور المحاق، وهو ما يسمى أيضاً بالاقتران أو الاستسرار، وهو نفسه ما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جناب شوکت عودہ صاحب کی مذکورہ تفصیلی تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ ''تولدِ ہلال، یا ولادۃِ ہلال'' کے مرحلہ کو دراصل ''محاق'' کا مرحلہ سمجھتے ہیں، اور وہ ''ظہورِ ہلال'' کو ''محاق'' قرار

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يطلق عليه البعض مصطلح " تولد الهلال"إلا أن العديد من الناس يظنون أن تولد الهلال معناه بداية ظهور الهلال، أو أنه انتقال القمر من طور المحاق إلى طور الهلال، إلا أنه فى الحقيقة ذروة طور المحاق !

والسؤال الذى نطرحه نحن كفلكيين على الفقهاء :هل المعتبر فى تحديد بداية الشهر الهجرى هو طور المحاق أم طور الهلال؟ قال تعالٰى:"يسألونک عن الأهلة ، قل هى مواقيت للناس والحج(البقره: ١٨٩)" تبين هذه الآية الكريمة أن المعول علية لتحديد المواقيت وبدايات الأشهر الهجرية هو الهلال وليس المحاق (الاقتران أو تولد الهلال أو الاستسرار) كما روى الطبرانى عن طلق بن على رضى الله عنه، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم"ان الله جعل هذه الاهلة مواقيت ، فاذا رأيتموه فصوموا، واذا رأيتموه فافطرو " (اخرجه الطبرانى فى معجمه الكبير ٨/٣٩٧، رقم: ٨٢٣٧) وروى الحاكم عن ابن عمر رضى الله عنهما: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : جعل الله الأهلة مواقيت للناس ، فصومو لرؤيته وأفطرو لرؤيته"(اخرجه الحاكم فى المستدرک ١/٤٢٣، واحمد فى المسند ٢/٢٣، والدارقطنى فى سننه ٢/١٦٣ ، وقال الحاكم: صحيح على شرط الشيخين وو افقه الذهبى)

لماذا أقر بعض الفقهاء بصحة بداية الشهر الهجرى إذا حدث تولد الهلال قبل غروب الشمس؟

يبدأ اليوم المستخدم فى حياتنا اليومية فى الساعة 12 ليلاً، أما اليوم الهجرى فإنه يبدأ من لحظة غروب الشمس، واعتقاداً من بعض الفقهاء أن معنى تولد الهلال هو انتقال القمر إلى طور الهلال، فقد أقر هؤلاء الفقهاء أنه بما أن القمر قد أصبح فى طور الهلال قبل بداية اليوم الهجرى فهذا يعنى أنه من المقبول شرعاً أن يكون اليوم التالى هو أول أيام الشهر الهجرى الجديد، إلا أن هذا الاعتقاد ربط بداية الشهر الهجرى بطور المحاق (تولد الهلال) وليس طور الهلال !ولهذا فإننا نتمنى من الجهات الفلكية عدم استخدام مصطلح تولد الهلال لما يسببه هذا المصطلح من إرباک، واستخدام مصطلح الاقتران أو للمحاق أو الاستسرار.

متى يصبح القمر فى طور الهلال؟

بما كان تولد الهلال هو نفسه المحاق، إذاً متى ينتقل القمر من طور المحاق إلى طور الهلال؟

فى الحقيقة إن الإجابة على هذا السؤال ليست بالأمر السهل كما قد يعتقد البعض ،فالإجابة عنه تحتاج إلى متخصص فى موضوع رصد الأهلة .ولإيضاح ذلک لابد من الإشارة إلى بعض المفاهيم الفلكية التالية .

يتم التحرى عن الهلال الجديد بعد غروب الشمس ،وبشكل عام لا يتم التحرى عن الهلال قبل غروب الشمس لأن الهلال الذى نبحث عنه نحيل جداً وإضاءته خافتة ، فالبحث عن مثل هذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دینے والوں کو غلط فہمی میں مبتلا سمجھتے ہیں، اس لیے ان کے نزدیک محض ''ولادۃِ ہلال'' کو نئے قمری مہینے کے آغاز کا ذریعہ بنانا کسی طرح درست نہیں، بلکہ اس کے بعد ''امکانِ رؤیت کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الهلال قبل غروب الشمس هو كالبحث عن النجوم وقت الظهيرة !فالنجوم موجودة في السماء دائماً، إلا أن إضاءة الشمس الشديدة تطغى على إضاءة النجوم، فلابد من غروب الشمس أولاً والانتظار لمدة زمنية معينة بعد غروب الشمس حتى تبدأ النجوم بالظهور .فعلى سبيل المثال إن النجوم لا تبدأ بالظهور بعد غروب الشمس بخمس دقائق فقط، لأن إضاءة الغسق ما زالت شديدة، فقد نضطر أحياناً إلى الانتظارلمدة ساعة بعد غروب الشمس لرؤية النجوم الخافتة .والمثال نفسه ينطبق على الهلال تقريباً، إلا أن الهلال لن يبقى منتظراً في السماء إلى أن تخفت إضاءة الغسق لنتمكن من رؤيته !فالقمر يشرق ويغرب مثل الشمس تقريباً، إلا أن القمر يتأخر غروبه كل يوم بمقدار 50دقيقة كمعدل، بمعنى أنه إذا غاب القمر اليوم في الساعة السابعة مساء ، فإنه سيغيب غداً في الساعة السابعة وخمسين دقيقة تقريباً.

إن القمر في اليوم التاسع والعشرين من الشهر الهجري قد يغيب قبل الشمس أو معها أو بعدها بفترة لا تتعدى ساعة واحدة بشكل عام، والفترة بين غروب الشمس وغروب القمر تسمى ”مكث القمر“ فإذا تمت رؤية الهلال في الفترة الممتدة مابين غروب الشمس الى غروب القمر كان اليوم التالي هو أول أيام الشهر الهجري الجديد، أما إذا غرب القمر قبل أن نتمكن من رؤية الهلال يكون اليوم التالي هو اليوم الثلاثين من الشهر الهجري الحالي.

مما سبق نستنتج أنه حتى نتمكن من رؤية الهلال يوم التاسع والعشرين من الشهر الهجري لابد من توافر شرطين أساسيين تستحيل الرؤية بغياب أحدهما:

أولاً :أن يكون القمر قد وصل مرحلة المحاق (الاقتران أو تولد الهلال أو الاستسرار) قبل غروب الشمس، لأننا نبحث عن الهلال، وهو ـ أي الهلال ـ مرحلة تلي المحاق، فإذا لم يكن القمر قد وصل مرحلة المحاق فلا جدوى إذاً من البحث عن الهلال.

ثانياً :أن يغرب القمر بعد غروب الشمس، لأننا سنبحث عن الهلال عندما يخف وهج السماء بعد غروب الشمس، فإذا كان القمر سيغيب أصلاً قبل غروب الشمس، فهذا يعني أنه لا يوجد هلال في السماء نبحث عنه بعد الغروب.

ومن الجدير بالذكر أن الفترة الزمنية الممتدة من لحظة المحاق (تولد الهلال) وحتى وقت الرصد (لحظة غروب الشمس مثلاً) تسمى ”عمر القمر“ فعلى سبيل المثال إن عمر القمر عندما يكون في طور البدر هو 14يوماً تقريباً .وعمر القمر وقت المحاق (تولد الهلال) هو صفر.

هل المحاق (الاقتران أو تولد الهلال أو الاستسرار) لحظة عالمية واحدة؟

ساد الاعتقاد بأن لحظة الاقتران هي لحظة عالمية واحدة، إلا أن هذا الاعتقاد غير دقيق بعض الشيء ، فهناك مصطلحان للاقتران:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

معیار“ کا پایا جانا ضروری ہے، اور مختلف معاییر میں سے وہ ”استطالہ“ یعنی سورج اور چاند کے مراکز کے مابین اتنا فاصلہ ہونے کو ضروری قرار دیتے ہیں، جس میں رؤیت ممکن ہو، جس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يطلق على الأول اسم ”الاقتران المركزى“ (Geocentric New Moon)
والثانى ”الاقتران السطحى“(Topocentric New Moon)
المصطلح الأول يعتبر أن الأرض والشمس والقمر عبارة عن نقاط (وهى المراكز) تسير فى الفضاء ، فإذا ما التقت هذه المراكز على استقامة واحدة وكان القمر فى المنتصف، حدث الاقتران، بالطبع فإن لحظة الاقتران فى هذه الحالة عبارة عن لحظة عالمية واحدة .إلا أن عملية رصد الهلال تتم من على سطح الأرض وليس من مركزها !فما يهمنا معرفته هو وقت حدوث الاقتران من موقع رصدنا على سطح الأرض، وهذا ما يعالجه المصطلح الثانى ”الاقتران السطحى“، إذ يعتبر هذا المصطلح أن الأرض والشمس والقمر كرات تسير فى الفضاء ، ويحدث الاقتران عندما يقع مركزا القمر والشمس على استقامة واحدة كما يرى من موقع الراصد على سطح الكرة الأرضية، بالطبع فإن لكل منطقة على سطح الأرض موعدها المختلف لحدوث الاقتران، وخير دليل على ذلک هو كسوف الشمس، فهو اقتران مرئى، ومن المعروف أن مواعيد الكسوف تختلف من منطقة لأخرى .ويبلغ أقصى فرق بين الاقترانين المركزى والسطحى حوالى ساعتين، فى حين يبلغ أقصى فرق فى الاقتران السطحى بين منطقتين مختلفتين لنفس الشهر الى أربع ساعات تقريبا.

إذاً حتى لو سلمنا بصحة قول من يدعو إلى اعتماد بداية الشهر الهجرى إذا حدث المحاق قبل غروب الشمس، فإنه لا بد من استخدام موعد المحاق السطحى وليس المركزى .وللأسف فإن معظم معدى التقاويم فى الدول الإسلامية يعتمدون الاقتران المركزى وليس السطحى.

معايير رؤية الهلال:

قبل أن نعرف إمكانية رؤية الهلال بعد غروب الشمس فى اليوم التاسع والعشرين من الشهر الهجرى، يجب التأكد أولاً أن القمر فى ذلک اليوم سيغيب بعد غروب الشمس، وأن المحاق (تولد الهلال)قد حدث قبل غروب الشمس، ولمعرفة هذه القيم الثلاثة (موعد المحاق وغروب الشمس وغروب القمر) يمكن استخدام برامج حاسوب مجانية معدة لهذا الغرض أو الرجوع إلى مواقع متخصصة على شبكة الإنترنت أو استشارة إحدى الجهات الفلكية ذات العلاقة .

فلنفترض أن المحاق حدث قبل غروب الشمس وأن القمر سيغرب بعد غروب الشمس، فما هى المعلومات الأخرى التى يجب معرفتها حتى نحدد أنه سيكون بالإمكان رؤية الهلال فى ذلک اليوم أم لا؟

وهذا ما يسمى بـ”معايير رؤية الهلال“ .ولقد ساد بين عامة الناس الكثير من المعايير التى تتسم غالبيتها بعدم الدقة أو حتى عدم الصحة، وفيما يلى بعض من معايير رؤية الهلال:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

کے ساتھ وہ بعض دوسرے عوامل کو بھی حسبِ حال مؤثر سمجھتے ہیں، جس کے مطابق انہوں نے ’’امکانِ رؤیتِ ہلال‘‘ کے نقشے بھی ترتیب دیئے ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أولاً :معيار غروب القمر بعد الشمس وحدوث المحاق قبل غروب الشمس:
يقول أصحاب هذا المعيار إنه إذا غرب القمر فى التاسع والعشرين من الشهر الهجرى بعد غروب الشمس ولو بدقيقة، وحدث المحاق قبل غروب الشمس ولو بدقيقة، فإن القمر يمكن رؤيته بعد غروب الشمس كهلال، وعليه يكون اليوم التالى هو أول أيام الشهر الهجرى الجديد، وهذا هو المعمول به فى تقويم أم القرى السعودى ابتداء من العام 1423هـ (المصطفى وحافظ ۲۰۰۱) وكذلك فإن هذا المعيار أو ما يشبهه هو المعتمد فى تقاويم دول الخليج باستثناء سلطنة عمان وفى مصر وفى العديد من الدول الإسلامية الأخرى.
ويعتبر هذا المعيار معيارا سيئا لمعرفة إمكانية رؤية الهلال، وذلك للأسباب التالية:
أ ـ :إن موعد المحاق الذى تم حسابه هو المحاق المركزى، أى موعد المحاق بالنسبة لمركز الأرض وليس بالنسبة لموقع الراصد كالسعودية أو مصر أو غيرهما، فقد يبدأ الشهر لأن المحاق قد حدث قبل غروب الشمس بالنسبة لمركز الأرض، فى حين أن المحاق لم يحدث بعد بالنسبة لموقع الراصد على سطح الأرض!
ب ـ :عندما نقول إن الشمس (أو القمر) قد غربت، فهذا يعنى أن الحافة العليا لقرص الشمس (أو القمر) قد اختفت وراء الأفق فإذا كانت الشمس ستغيب فى الساعة السادسة مساء مثلاً وسيغيب القمر فى الساعة السادسة ودقيقتين، فهذا يعنى أن الحافة العليا لقرص القمر ستختفى فى الساعة السادسة ودقيقتين، إلا أن الهلال ـ إذا افترضنا وجوده فى مثل هذه الحالة ـ يقع فى الحافة السفلى لقرص القمر، لأن القمر يستمد ضوء ه من الشمس ،وحيث ان الشمس تقع أسفل القمر، فهذا يعنى أن الجزء المضىء من قرص القمر هو الجزء السفلى منه، ومن البديهى أن الحافة السفلى لقرص القمر تغيب قبل الحافة العليا، وبالنسبة لخط عرض 32درجة مثلاً، فإن المدة الزمنية بين غروب الحافة العليا لقرص القمر وغروب الحافة السفلى هى دقيقتان و 40 ثانية كمعدل، أى أن الهلال يغيب فعلياً قبل ثلاث دقائق تقريباً من غروب كامل قرص القمر، ومن ثم حتى لو سلمنا بإمكانية رؤية الهلال بمجرد غروب القمر بعد الشمس دون النظر فى العوامل الأخرى، فإنه يجب اعتماد موعد غروب الحافة السفلى لقرص القمر وليس العليا، وحيث أن الفارق الزمنى بين الغروبين يساوى 3دقائق تقريباً، فهذا يعنى أنه لابد أن يغيب القمر بعد 3دقائق من غروب الشمس حتى نضمن على الأقل وجود" ذلك الهلال المزعوم" فى السماء بعد غروب الشمس.
ج ـ: حتى لو افترضنا أن الجهات المسؤولة قامت باجراء التعديلين السابقين فى حساب موعد المحاق وموعد غروب القمر،فإن هذا المعيار يبقى سيئا لمعرفة إمكانية رؤية الهلال كما سيتضح لاحقاً، بل حتى يمكن اعتباره معياراً يهمل رؤية الهلال لأنه يقر ببداية الشهر بمجرد غروب القمر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جبکہ دیگر حضرات نے ”ولادتِ قمر“ سے پہلے تو چاند کی ”رؤیت“ کو ”محال“ اور ”ولادتِ قمر“ کے بعد، لیکن فنی اعتبار سے ”رؤیتِ ہلال“ کے ”ناممکن“ ہونے کو ”غیر ممکن“ یا ”ناممکن“

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بعد الشمس وحدوث المحاق قبل غروب الشمس دون الاهتمام بأن القمر أصبح فی طور الهلال، بل یکتفی بأن القمر قد وصل إلی مرحلة المحاق.

ثانیاً :معیار عمر القمر:

یستخدم هذا المعیار من قبل عامة الناس کونه الأسهل استخداماً، فنجد من یقول أنه إذا زاد عمر القمر وقت غروب الشمس علی 12ساعة مثلاً فعندها یمکن رؤیة الهلال فی ذلک الیوم .وکما ذکرنا فإن عمر القمر هو الفترة الزمنیة بین وقت المحاق ووقت الرصد .فمعتمدی هذا المعیار قد علموا أن تولد الهلال هو المحاق، وأن القمر بحاجة إلی فترة زمنیة بعد المحاق (تولد الهلال) حتی یبتعد عن الشمس وتبدأ حافته بعکس أشعة الشمس لنراه علی شکل هلال .وبالعودة إلی أرصاد الأهلة الممتدة من عام 1859م وحتی العام 2005م (Odeh 2004)نجد أصغر عمر هلال تمت رؤیته بالعین المجردة کان 15ساعة و 33دقیقة، وذلک من قبل الراصد بیرس (PIERCE) یوم 1990/02/25م .

أما بالمرقب فقد کان أصغر عمر هلال تمت رؤیته هو 13ساعة و 14دقیقة، وذلک من قبل الراصد ستام(Stamm) یوم1996/01/20م .

إلا أن معیار عمر القمر لا یمکن استخدامه بدقة لمعرفة إمکانیة رؤیة الهلال ،بمعنی أنه لا یمکننا القول بأنه یمکن رؤیة کل هلال بالعین المجردة إذا زاد عمره علی 15ساعة، حیث تبین أرصاد الأهلة السابقة أنه قد یکون عمر القمر 24ساعة أو أکثر ولا یری الهلال حتی بالمرقب (Schaefer 1996) وذلک لأن رؤیة الهلال لا تعتمد علی عمر القمر فقط.

ثالثاً :معیار مکث القمر:

تُسمی الفترة ما بین غروب الشمس وغروب القمر بمکث القمر، وقد اتخذ البعض هذه القیمة کمعیار لمعرفة إمکانیة رؤیة الهلال، فنجد مَن یقول مثلًا أنه إذا مکث القمر لمدة تزید عن 30 دقیقة بعد غروب الشمس، فعندها یمکن رؤیة الهلال.

وبالعودة إلی أرصاد الأهلة الممتدة منذ العام 1859م وحتی العام 2005م ،نجد أن أقل مکث هلال تمّت رؤیته بالعین المجردة کان 29دقیقة، وذلک من فلسطین یوم 1990/09/20م.

أما بالمرقب فقد کان أقل مکث هلال تمت رؤیته هو 21دقیقة، وذلک من قبل الراصد ستام (Stamm) یوم2005/11/02م، وهذا المعیار لیس دقیقًا کذلک، حیث تبین ارصاد الاهلة السابقة أنه قد یکون مکث القمر 75دقیقة او اکثر ولا یری الهلال حتی باستخدام المرقب (Schaefer 1996)

رابعاً :معیار الاستطالة (قوس النور)

الاستطالة هی بعد مرکز القمر عن مرکز الشمس بالدرجات کما یری من الأرض .فعلی سبیل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ہونے سے تعبیر کیا ہے، اس لیے نتیجہ کے اعتبار سے بظاہر دونوں باتوں میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا، البتہ ''محال'' اور ''ناممکن'' کی اصطلاح کے مابین فرق کرنا، ہمارے نزدیک

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المثال إن استطالة القمر وقت ذروة كسوف الشمس الكلى تساوى صفراً، لأن القمر يقع أمام الشمس تماماً بالنسبة للناظر من الأرض، فى حين أن استطالة القمر عن الشمس وقت البدر تساوى 180درجة، أما عندما يكون القمر فى طور التربيع الأول فإن استطالته تساوى 90درجة.

وكلما ازدادت استطالة القمر عن الشمس ازدادت نسبة إضاءته وبالتالى تتحسن إمكانية رؤية الهلال، وقد توصل العالم دانجون (Danjon) عام 1936م إلى أنه إذا كانت استطالة القمر عن الشمس أقل من 7درجات فإن نسبة إضاءة القمر كما تبدو للراصد على سطح الأرض تساوى صفراً.

وبتقدم الأجهزة الرصدية وازدياد الأرصاد الفلكية للهلال نجد أن حد دانجون يساوى الآن 6.4 درجة.

فبالعودة إلى أرصاد الأهلة الممتدة منذ عام 1859وحتى العام 2005م نجد أن أقل استطالة لهلال تمت رؤيته بالعين المجردة كان 7.7درجة، وذلك من قبل الراصد بيرس (Pierce)يوم 1990/02/25م .

أما بالمرقب فإن أقل استطالة لهلال تمت رؤيته كانت 6.4درجة وذلك صباح يوم 2004/10/13م من قبل الراصد ستام (Stamm)

فى حين أنه يمكن استخدام هذا المعيار كحد أدنى، كأن نقول إنه لا يمكن رؤية الهلال إذا كانت استطالة القمر عن الشمس أقل من 6درجات، فإنه لا يمكننا القول إنه من الضرورى رؤية الهلال إذا كانت استطالة القمر عن الشمس أكثر من 6درجات، فهناك عوامل أخرى تؤثر على رؤية الهلال.

وغالبية الفلكيين متفقين على هذا المعيار ولم يشذ عن ذلك إلا قلة، وحجة مدعى عدم دقة هذا الحد هو شهادة بعض الشهود برؤية الهلال عندما كانت استطالة القمر عن الشمس أقل من 6 درجات .فى الحقيقة إن هذا دليل لا يصلح، لأن هؤلاء الشهود الذين يستدل بشهادتهم البعض هم أنفسهم من يشهد برؤية الهلال عندما كان القمر غير موجود فى السماء أصلاً .إن جميع أرصاد الهلال الممتدة من عام 1859م إلى 2005م تؤكد هذا الحد، بل إن الحسابات الفلكية تشير إلى أن هذا الحد يصبح 5درجات عند الرصد بالعين المجردة من الفضاء الخارجى بعيداً عن الغلاف الجوى(Schaefer 2002)

خامساً :معايير حساب رؤية الهلال:

مما سبق نستنتج أنه لا يمكن استخدام عمر القمر أو مكثه لمعرفة إمكانية رؤية الهلال، ولكن قد نتمكن من معرفة إمكانية رؤية الهلال إذا كانت هذه القيم صغيرة جداً أو كبيرة جداً، فمثلاً من المسلم به أنه لا يمكن رؤية الهلال إذا كان عمر القمر ساعة فقط مثلاً، أو إذا كان مكث القمر 5

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ضروری ہے، جیسا کہ دیگر محققین نے بھی اس فرق کو ملحوظ رکھا ہے، اور ہم پیچھے فلکی اعتبار سے ''ناممکن'' ہونے کی تعبیر ''مشکل'' ہونے سے کر آئے ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

دقائق فقط، فی حین أنه من المفترض أن نری الهلال إذا كان عمره 48ساعة أو مكثه ساعتين .
أما معيار الاستطالة فإنه ينص على أنه لا يمكن رؤية الهلال حتى باستخدام المرقب إذا كانت استطالة القمر عن الشمس أقل من 6درجات، ولكن معيار الاستطالة لا يعطی أمكانية رؤية الهلال إذا كانت استطالة القمر عن الشمس أكبر من 6درجات.
إذاً ما هی الطريقة لمعرفة إمكانية رؤية الهلال بشكل دقيق؟ إن الحسابات الفلكية قادرة على حساب إمكانية رؤية الهلال بدقة لمئات أو حتى آلاف السنين السابقة أو اللاحقة .
وهناك العيد من الأبحاث التی عالجت موضوع حساب إمكانية رؤية الهلال بشكل مفصل، فيمكن الرجوع لهذه الأبحاث التالية لمعرفة الإجابة عن هذا السؤال .
ومن الدول الإسلامية التی تعد تقاويمها بناء على حساب إمكانية رؤية الهلال هی تركيا وإيران وسلطنة عمان والأردن والجزائر والمغرب.
هل نعتمد الحسابات الفلكية أم الرؤية الشرعية للهلال ؟
سؤال كثيرا ما يطرح و لا نكاد نجد جوابا واضحا و كافيا له، فمن ناحية نجد أن بعض الفقهاء قد أجاز استخدام الحسابات الفلكية.
و من ناحية أخرى نجد أن فريقا آخر من الفقهاء لم يجزه.
أما الفقهاء الذين أجازوا استخدام الحسابات الفلكية، فإننا نتسائل، أی من البنود الأربعة التالية هو المقصود بجواز استخدام الحسابات الفلكية:—
-1عدم دعوة الناس لتحری الهلال، و الاكتفاء بحساب موعد المحاق و موعدی غروب الشمس و غروب القمر، فإن وجد أن المحاق يحدث قبل غروب الشمس و أن القمر يغرب بعد غروب الشمس، اعتبر اليوم التالی أول أيام الشهر الهجری الجديد، و إلا اعتبر اليوم التالی هو اليوم المتمم للشهر الهجری الحالی.
-2عدم دعوة الناس لتحری الهلال، و الاكتفاء بحساب إمكانية رؤية الهلال باستخدام إحدى المعايير القادرة على تحديد أمكانية رؤية الهلال، فإن وجد أن هناك إمكانية لرؤية الهلال، اعتبر اليوم التالی أول أيام الشهر الهجری الجديد، و إلا اعتبر اليوم التالی هو اليوم المتمم للشهر الهجری الحالی.
-3دعوة الناس لتحری الهلال، و حساب موعد المحاق و موعدی غروب الشمس و غروب القمر:—
:1-3إذا وجد أن المحاق يحدث قبل غروب الشمس و أن القمر يغرب بعد غروب الشمس و جاء من يشهد برؤية الهلال، اعتبر اليوم التالی أول أيام الشهر الهجری الجديد.
:2-3إذا وجد أن المحاق يحدث قبل غروب الشمس و أن القمر يغرب بعد غروب الشمس و لم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور بظاہر شوکت عودہ صاحب کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو حضرات محض ''ولادتِ ہلال'' پر نئے قمری مہینے کے آغاز پر عمل پیرا ہیں، خواہ اس کی ولادت کو بہت تھوڑا وقت، یہاں تک کہ ایک ہی منٹ کیوں نہ گزرا ہو، ان کی بات درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ أعلم۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يشهد أحد برؤية الهلال، اعتبر اليوم التالى هو اليوم المتمم للشهر الهجرى الحالى.

:3-3إذا لم يتحقق أحد الشرطين و جاء من يشهد برؤية الهلال، ترد شهادته و يعتبر اليوم التالى هو اليوم المتمم للشهر الهجرى الحالى.

:4-3إذا لم يتحقق أحد الشرطين و لم يشهد أحد برؤية الهلال، اعتبر اليوم التالى هو اليوم المتمم للشهر الهجرى الحالى.

البند 3سالف الذكر هو المعتمد فى المملكة العربية السعودية ابتداء من العام 1423هـ (حافظ 2001)

و لكننا لاحظنا شذوذ عن هذه القاعدة، و قبلت شهادة الشهود فى السعودية برؤية الهلال حتى عند غروب القمر قبل الشمس أو حدوث المحاق بعد غروب الشمس و مثال ذلك شوال 1425هـ و ذو الحجة 1425هـ و رمضان 1427هـ .

-4دعوة الناس لتحرى الهلال و حساب إمكانية رؤية الهلال باستخدام إحدى المعايير القادرة على تحديد إمكانية رؤية الهلال:-

:1-4إذا وجد أن رؤية الهلال ممكنة و جاء من يشهد برؤية الهلال، اعتبر اليوم التالى أول أيام الشهر الهجرى الجديد.

:2-4إذا وجد أن رؤية الهلال ممكنة و لم يشهد أحد برؤية الهلال، اعتبر اليوم التالى هو اليوم المتمم للشهر الهجرى الحالى.

3-4إذا وجد أن رؤية الهلال غير ممكنة و جاء من يشهد برؤية الهلال، ترد شهادته و يعتبر اليوم التالى هو اليوم المتمم للشهر الهجرى الحالى.

:4-4إذا وجد أن رؤية الهلال غير ممكنة و لم يشهد أحد برؤية الهلال، اعتبر اليوم التالى هو اليوم المتمم للشهر الهجرى الحالى.

أما الفقهاء الذين يدعون إلى عدم جواز اعتماد الحسابات الفلكية فإننا نتسائل، هل المقصود بذلك هو دعوة الناس لتحرى الهلال يوم التاسع و العشرين من الشهر الهجرى و عدم إجراء أى نوع من أنواع الحسابات الفلكية، فإن أتى من يشهد برؤية الهلال اعتبر اليوم التالى هو أول أيام الشهر الهجرى الجديد حتى و إن دلت الحسابات الفلكية أن القمر غير موجود فى السماء أو أنه لم يصل إلى طور المحاق بعد، و أما إذا لم يشهد أحد برؤية الهلال، اعتبر اليوم التالى هو اليوم المتمم للشهر الهجرى الحالى ؟

كان هذا هو المعتمد فى المملكة العربية السعودية قبل العام 1419هـ (حافظ 2001)، وبالطبع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

عبدالفتاح قدومی ''اردن'' کا حوالہ

اردن کے سامی ودیع عبدالفتاح قدومی فرماتے ہیں کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أدرک المسؤولون فی السعودیة عدم جدوی هذا الإجراء، إذ أدی اعتماده إلی خطأ فی بدایة الأشهر الهجریة و علی الأخص رمضان و شوال و ذی الحجة بمقدار یومین أحیانا، فأشار (عودة 1999) فی دراسة لتقییم صحة بدایة الأشهر الهجریة فی الأردن فی الفترة ما بین العام 1954م و حتی العام 1999م (حیث کانت الأردن تتبع السعودیة بشکل عام فی تلک الفترة) أنه ضمن هذا الفترة یوجد 47شهر رمضان، کانت إمکانیة الرؤیة مستحیلة فی الیوم السابق لبدایة الشهر فی 28 شهرا !(% 60)وکانت إمکانیة الرؤیة غیر الممکنة فی 17شهر (% 36)، فی حین أن الرؤیة الممکنة کانت فی حالتین فقط (% 04)، أما شهر شوال، فمن بین الـ 47شهراً کانت إمکانیة الرؤیة مستحیلة فی 32شهرا ! (% 68)وغیر الممکنة فی 14شهرا (% 30)، أما الرؤیة الممکنة فکانت مرة واحدة فقط .(% 02)

الخلاصة:تولد الهلال هی اللحظة التی یصبح فیها القمر فی طور المحاق و لیس فی طور الهلال، و یحتاج القمر بعد المحاق إلی فترة زمنیة تختلف من شهر لآخر حتی ینتقل من طور المحاق إلی طور الهلال، فتولد الهلال و المحاق و الاقتران و الاستسرارا کلها مترادفات لمعنی واحد.

و حیث أننا مأمورون شرعا باعتماد الهلال لمعرفة المواقیت و لیس المحاق، فإنه ینبغی علی الجهات المسؤولة عن إعداد التقاوییم أو تحدید بدایات الأشهر الهجریة فی الدول الإسلامیة اعتماد معیار یأخذ إمکانیة رؤیة الهلال بعین الاعتبار.

کما إن لجوء البعض إلی اعتماد معیار عمر القمر أو مکث القمر لمعرفة إمکانیة رؤیة الهلال لن یعطی نتائج دقیقة، و یمکن اعتماد معیار الاستطالة کحد فاصل لرد شهادة الشهود برؤیة الهلال إذا کانت استطالة القمر عن الشمس أقل من 6درجات.

یبقی موضوع جواز اعتماد الحسابات الفلکیة أو عدم جوازها لتحدید بدایات الأشهر الهجریة بحاجة لإجابات تفصیلیة و واضحة من قبل الفقهاء، و علی الفلکیین و الفقهاء العمل سویة لضمان صحة تحدید بدایات الأشهر الهجریة فی مختلف الدول الإسلامیة.

الکاتب:

محمد شوکت عودة: رئیس المشروع الإسلامی لرصد الأهلة ICOP، رئیس لجنة رصد الأهلة و المواقیت التابعة للجمعیة الفلکیة الأردنیة، عضو مؤسس فی الإتحاد العربی لعلوم الفضاء و الفلک، عضو اللجنة الرسمیة لإثبات الأهلة فی الأردن و الإمارات.
(modeh@icoproject.org).

(الفرق بین ولادة الهلال وظهوره علمیاً، صفحة ۲ الٰی ۱۲، الناشر: المشروع الإسلامی لرصد الأهلة ''https://www.astronomycenter.net/paper.html'')

”رؤیتِ ہلال کے متعلق فلکی حساب سے خاص لحظہ ولمحہ کی تعیین نہیں کی جاسکتی، البتہ فلکی حسابات کے ذریعے چاند کی ولادت کی تعیین میں استفادہ کیا جانا ممکن ہے، نیز اس رات کی تعیین بھی کیا جانا ممکن ہے، جس میں مسلمان نئے مہینے کے چاند کی رؤیت کا اہتمام کریں، جس کے لیے درجِ ذیل معیارات ہیں۔

(1)......چاند کی عمر، 15 گھنٹے اور 24 منٹ سے کم نہ ہو۔

(2)......چاند کی افق سے بلندی، 7 درجے سے کم نہ ہو۔

(3)......سورج کے غرب ہونے کے بعد، چاند کے غروب ہونے کا زمانہ 22 منٹ سے کم نہ ہو۔

(4)......سورج اور چاند کے مرکز کے درمیان کا فاصلہ 7 درجے سے کم نہ ہو۔

اگر مندرجہ بالا شرائط موجود ہوں، تو چاند کے ابتدائی ظہور کے وقت، اس کی رؤیت، فلکی اعتبار سے ممکن ہوتی ہے۔

اگر مذکورہ بالا معاییر میں سے بعض معاییر میں اضافہ ہو، تو دوسرے بعض معاییر میں کمی پر بھی رؤیت متوقع ہوسکتی ہے“۔ انتھٰی۔ [1]

---

[1] أما بالنسبة لتحديد بداية الشهر القمرى الشرعي ونهايته الذى يعتمد على رؤية الهلال فى أول ظهوره ، فإن الحسابات الفلكية لا تحدد هذه اللحظة .لكن يمكن الاستفادة من الحسابات الفلكية فى تحديد لحظة الاقتران وبالتالى يمكننا تحديد الليلة التى يتحرى فيها المسلمون مراقبة هلال الشهر الجديد وفقاً للمعايير الآتية :

-1ألا يقل عمر القمر عن (15) ساعة و(24) دقيقة .عمر القمر هو الفرق الزمنى بين وقت حدوث الاقتران ووقت رصده عند غروب الشمس ، بوساطة العين المجردة .

-2ألا يقل ارتفاع القمر عن الأفق (7) درجة .

-3أن يتأخر غروب القمر بعد غروب الشمس فترة من الزمن لا تقل عن(22) دقيقة .وغروب القمر :غروب الحافة العليا لقرص القمر يوم المحاق مع مراعاة الارتفاع على سطح البحر .

-4ألا تقل مسافة الزاوية بين مركزى القمر والشمس عن (7) درجة .

مع ملاحظة أن زيادة أحد الشروط أعلاه يقابلها نقصان فى غيرها .

وعلى أى حال إذا تحققت الشروط أعلاه بالشكل الذى وصفناه ، فإن إمكانية رؤية الهلال فى أول ظهوره ممكنة (بيان حكم اختلاف المطالع والحساب الفلكى،ص ۲۴،۲۵،الفرق بين تولد الهلال وبداية ظهور الهلال، الناشر:دار الوضاح،عمان – الأردن)

www.idaraghufran.org

مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا تمام شرائط کا بیک وقت اجتماع ضروری نہیں، بلکہ بعض صورتوں میں ایک معیار کی مقدار زیادہ ہونے، اور دوسرے معیار کی مقدار کم ہونے کی صورت میں بھی ''رؤیتِ ہلال'' کا امکان ہوتا ہے۔

چنانچہ آگے آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مکہ مکرمہ میں حجۃ الوداع کے موقع پر ذوالحجہ کے چاند کا زاویۂ انحراف صرف چار درجے تھا۔

موصوف مزید فرماتے ہیں کہ:

''سائنس دانوں اور اصحابِ فلکیین کا رؤیتِ ہلال کے امکان کے مسئلے میں تو اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن ان سب کا اس بات پر اتفاق واجماع پایا جاتا ہے کہ ہر ماہ چاند کی ولادت کا وقت، متعین ومعلوم ہوتا ہے۔

پھر رؤیتِ ہلال کے امکان کے مسئلے میں بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ سورج غروب ہونے سے پہلے چاند کی ولادت ہونے کے باوجود، اس کی رؤیت اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک ایک خاص درجے تک چاند، اور سورج کے درمیان فاصلہ نہ ہو، اور چاند، اُفق سے مخصوص بلندی پر نہ ہو، جس کے متعلق بعض حضرات کے نزدیک 5 درجے، اور بعض حضرات کے نزدیک 6 درجے، یا اس سے کم، یا زیادہ درجات کا پایا جانا ضروری ہے، فلہٰذا چاند کی ولادت کے وقت پر اتفاق ہونے کے باوجود، مذکورہ امور میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اور یہی اختلاف، قدیم وجدید علماء وفقہائے شریعت کے مابین خلط والتباس کا باعث بنا کہ وہ چاند کی ولادت، اور چاند کی رؤیت کے ممکن ہونے، نہ ہونے کے مابین فرق نہیں کرسکے، اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ چاند کی رؤیت کے ممکن ہونے نہ ہونے کا اختلاف، دراصل چاند کی ولادت کے وقت میں اختلاف ہی ہے، جو کہ ان حضرات کی غلط فہمی ہے۔

www.idaraghufran.org

اس لیے مذکورہ فرق کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

اور یہ بات بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ بعض ماہرینِ فلکیات اور سائنس دانوں کے بیان کردہ امکانِ رؤیتِ ہلال کے حساب کا تعلق، خاص علاقے سے ہوتا ہے، لہٰذا ان کے اس حساب کو اس علاقے کے ساتھ خاص رکھنا ضروری ہے، اس کو تمام علاقوں کے لیے عمومی حکم دینا صحیح نہیں، چنانچہ یہ بات پہلے ذکر کی جا چکی ہے کہ جب کسی علاقے میں چاند کی رؤیت ہو جائے، تو وہ تمام علاقے جہاں ابھی تک طلوعِ فجر نہیں ہوا، ان کو رؤیتِ ہلال کا مذکورہ حکم شامل ہو جائے گا (بشرطیکہ اختلافِ مطالع کے عدمِ اعتبار کے قول کو اختیار کیا جائے، اور کوئی دوسرا مانع، مثلاً حکمِ حاکم، اس کے مقابلے میں موجود نہ ہو)''۔ انتھٰی۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ چاند کی ولادت کے بعد، اس کی رؤیت ممکن ہونے، نہ ہونے کا مسئلہ ''ولادتِ ہلال'' سے مختلف ہے، اور اگر اختلافِ مطالع کے معتبر نہ ہونے کے قول کو ترجیح دی جائے، تو اس کی بنیاد پر اگر ایک خطہ میں رؤیت ممکن ہو، اور وہاں رؤیت کی شہادت حاصل ہو جائے، اور وہ دوسرے علاقہ کے لوگوں کو معتبر طریقے پر پہنچ جائے، جہاں رؤیت

---

[1] الاختلاف بين الفلكيين فى مسألة إمكان رؤية الهلال بعد اتفاقهم وإجماعهم على تحديد وقت ولادته، فبعضهم يقول بولادته قبل غروب الشمس ، ولكن لا يمكن رؤيته إلا إذا كان على زاوية أفقية محددة بدرجة معينة وعلى ارتفاع درجات محددة أيضاً بعدد كخمس درجات أو ست أو أقل من ذلك أو أكثر، فهذه المسألة محل اختلاف بينهم مع اتفاقهم جميعاً على تحديد وقت الولادة .

وهذا الاختلاف هو الذى أوجد خلطاً بين علماء الشريعة وفقهائها قديماً وحديثاً ، فلم يفرقوا بين الولادة وبين إمكان الرؤية من عدمه ؛ فظنوا أن الاختلاف فى إمكان الرؤية هو اختلاف فى تحديد الولادة "

ولا بد هنا من التنبيه على أن بعض الفلكيين قد يكون حسابه خاصاً ببلده ، ولهذا يجب حمل هذا الكلام على خصوصه لا عمومه ؛ لأنه كما تقرر سابقاً أن الهلال إذا رؤى ببلد فكل بلد لم يطلع عليه الفجر فإنه داخل فى حكم الرؤية(بيان حكم اختلاف المطالع والحساب الفلكى،ص ۴۱، ۴۲،أدلة القائلين برد الحساب الفلكى والأخذ بالرؤية فقط،الدليل الثامن من أدلة المانعين : الحساب الفلكى ظنى وثبت خطؤه، الناشر:دار الوضاح،عمان – الأردن)

www.idaraghufran.org

ممکن نہ تھی، اور وہاں پر حکمِ حاکم و قضائے قاضی وغیرہ بھی اس کے خلاف نہ ہو، تو ان علاقے والوں کے لیے وہ شہادت اور فیصلہ حجت بن جاتا ہے۔

استاذ شرفُ القضاۃ ''اردن'' کا حوالہ

دکتور شرفُ القضاۃ (استاذ: کلیۃُ الشرعیۃ، جامعہ اردنیہ، عمان، اردن) نے ''ثبوت الشھر القمری بین الحدیث النبوی والعلم الحدیث'' کے عنوان سے بزبانِ عربی ایک مضمون تحریر کیا ہے، جس میں انہوں نے فلکی و سائنسی، قطعی حساب کے ذریعہ قمری مہینے کے آغاز وعدمِ آغاز کی طرف رجحان ظاہر کیا ہے۔

موصوف نے اس مضمون کے شروع میں اپنے مضمون کے خلاصہ کے ضمن میں فرمایا کہ:

''یہ بحث قمری مہینے کے حساب اور تقدیر کے ثبوت کے مسئلہ پر مشتمل ہے، جس میں فریقین کے دلائل کا ذکر اور ان کا مناقشہ کیا گیا ہے، اور اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قمری مہینہ کا ''حساب'' کے ذریعہ سے ثابت ہونا ہی اصل ہے، جو پہلے زمانوں میں نہ تو آسان ومیسر تھا اور نہ ہی قطعی تھا، پہلے زمانوں میں اگر مطلع صاف ہوتا، تو ''رؤیت'' ہی اس کا وسیلہ میسر تھا، بصورتِ دیگر تیس روزے پورے کرنے کی ترتیب پر عمل تھا، لیکن ہمارے زمانے میں اصل کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے، کیونکہ یہ حساب موجودہ زمانے میں آسان بھی ہو گیا اور قطعی بھی ہو گیا، جس کے ذریعہ جس طرح نئے قمری مہینے کے اثبات کو معلوم کیا جا سکتا ہے، اسی طرح نئے قمری مہینے کی نفی کو بھی معلوم کیا جا سکتا ہے، اور ''اثبات ونفی'' دونوں میں شرعی اور علمی اعتبار سے کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔

اور ہماری آنے والی یہ بحث فلکی معلومات کے اعتبار سے بھی امتیازی نوعیت کی حامل ہے، اسی کے ساتھ علمی اعتبار سے محال شہادت کے حالات اور شہادت اور اکمال (یعنی 30 دن پورے کرنے) میں مشکلات کی تطبیق کے بیان اور معتمد ممتاز

حساب کے سلسلے میں بھی اہم بحث ہے۔

اوراس بحث میں حساب پر اعتماد کرنے کی ضرورت کی تلخیص بیان کی گئی ہے اور اختلافِ مطالع کے معتبر ہونے کے متعلق بھی اہم خلاصہ بیان کیا گیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ جب کسی علاقہ میں ہلال کا ثبوت ہو جائے، تو جو علاقے اس مذکورہ علاقہ کے طول البلد میں واقع ہوں، ان میں بھی ثبوت ہو جائے گا، نیز جو علاقے اس مذکورہ علاقہ کے مغرب میں واقع ہوں، ان میں بھی بدرجہ اولیٰ ثبوت ہو جائے گا، اوراس کے نتیجے میں شرعی معنیٰ کے اعتبار سے تمام روئے زمین پر ایک دن ہی میں مہینہ داخل ہو جائے گا''۔انتھیٰ۔ [1]

پھر موصوف نے اپنے مضمون میں فرمایا کہ:

''اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قمری مہینہ کا ثبوت ''رؤیت'' کے ذریعہ سے ہوتا ہے، اوراس بات میں بھی شک نہیں کہ جب لوگوں پر مطلع ابر آلود ہو جائے (یعنی 29 دن پورے ہونے پر سورج غروب ہونے کے وقت مطلع صاف نہ ہو، جس کی بناء پر چاند نظر نہ آئے) تو مہینہ کے تیس دن پورے کرنے سے بھی نئے قمری مہینہ کا ثبوت ہو جاتا ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اوراس کے بعد

---

[1] المختصر: يتناول هذا البحث مسألة إثبات الشهر القمرى بالحساب والتقدير ، وذلك باستعراض أدلة الفريقين ومناقشتها ، مبينا أن إثبات الشهر بالحساب هو الأصل الذى لم يكن متيسرا وقطعيا فى العصور الأولى ، وأن الوسيلة التى كانت متيسرة هى الرؤية إن كان الجو صحوا وإلا فالإكمال ثلاثين ، وأنه لابد فى عصرنا من الرجوع إلى الأصل لأنه أصبح متيسرا وقطعيا فى النفى والإثبات على حد سواء ، إذ لا فرق بينهما لا شرعيا ولا علميا .
ويتميز البحث ببيان المعلومات الفلكية ذات العلاقة ، وحالات الشهادة المستحيلة علميا، وبيان المشكلات التطبيقية فى الشهادة والإكمال ، وميزات اعتماد الحساب .
ويخلص البحث إلى ضرورة اعتماد الحساب ، واعتبار اختلاف المطالع ، وأن الهلال إذا ثبت فى بلد فقد ثبت فى كل البلدان الواقعة على خط الطول نفسه ، وفى البلدان الواقعة غربه من باب أولى ، وبذلك يدخل الشهر فى كل الأرض فى يوم واحد بالمعنى الشرعى (ثبوت الشهر القمرى بين الحديث النبوى والعلم الحديث، صفحة ٢،الناشر:مجلة دراسات، الجامعة الأردنية، مجلد ٢٦، عدد ٦، ١٩٩٩م)

www.idaraghufran.org

ہمارے زمانے تک یہی معمول رہا ہے۔

لیکن کیا قمری مہینے کا ثبوت حساب اور تقدیر سے بھی ہو جائے گا؟ تو اس بارے میں دو مشہور آراء پائی جاتی ہیں۔

ایک رائے تو یہی ہے کہ قمری مہینے کا ثبوت، حساب اور تقدیر سے نہیں ہوگا، یہی قول جدید اور قدیم جمہور اہلِ علم حضرات کا ہے۔

اور دوسری رائے یہ ہے کہ قمری مہینے کا ثبوت، حساب اور تقدیر سے ہو جائے گا، اس رائے کے حامل، قرونِ اولیٰ میں بہت کم رہے ہیں، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس رائے کی اتباع یکے بعد دیگرے زیادہ ہوتی چلی گئی۔

پہلی رائے کے حاملین، یعنی جو حضرات قمری مہینے کے ثبوت کو، حساب اور تقدیر سے معتبر نہیں قرار دیتے، ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

اس رائے کے حاملین کی پہلی دلیل حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم امی امت ہیں، نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب کرنا، مہینہ اس طرح اور اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے، اور (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) تیسری مرتبہ میں انگوٹھے کو بند کرلیا (یعنی انتیس دن کا) اور مہینہ اس طرح اور اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے (اس دفعہ تیسری مرتبہ انگوٹھے کو بند نہیں کیا) یعنی پورے تیس دن کا (مسلم)

ابنِ حجر عسقلانی نے فرمایا کہ روزے کے حکم کو رؤیت کے ساتھ اس لیے متعلق کیا گیا ہے، تاکہ علمِ نجوم کے حساب میں مشغولی کے حرج کو دور کیا جاسکے۔

اور قرطبی نے اس حدیث کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے ہمیں اپنے روزوں کے اوقات کو پہچاننے کے لیے ایسے امور کا مکلّف نہیں کیا، جن میں ہم حساب وکتاب کو جاننے کے محتاج ہوں، بلکہ ہماری عبادت کو واضح نشانیوں اور

ظاہری امور کے ساتھ وابستہ فرمادیا، جس کی معرفت میں حساب دان اور غیر حساب دان برابر ہیں۔

مگر اس حدیث نے حرج کو دور، اور اس کی نفی کی ہے، لیکن اس (حساب) سے منع نہیں کیا، اور اس کی جو نفی کی گئی ہے، وہ بھی اس بناء پر ہے کہ اس وقت میں مسلم امت ''اُمی'' تھی، عام علوم کے اعتبار سے، اور بطورِ خاص ''علمِ فلک'' کے اعتبار سے، لیکن اس حدیث میں حساب کی ممانعت بیان نہیں کی گئی، ورنہ تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ علمِ حساب، یعنی علمِ ریاضی، مطلقاً حرام ہے، اور اجرامِ سماوی کی حرکت، یعنی علمِ فلک کا حساب، بطورِ خاص حرام ہے، جس کا کوئی بھی قائل نہیں، بلکہ اگر ہم اس حدیث کو اسی طرح (یعنی علمِ حساب و کتابت کے حرام ہونے کی دلیل) سمجھیں، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کتابت کا علم حاصل کرنا بھی حرام ہے، کیونکہ مذکورہ حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ''لا نکتب'' اور اس بات کا کوئی بھی قائل نہیں، اسی کے ساتھ مذکورہ معنیٰ کے اعتبار سے یہ حدیث اُن تمام آیات اور احادیث کے بھی مخالف ہوگی، جو اس طرح کے علم کے معنیٰ کو شامل ہیں (یعنی جن آیات و احادیث سے علمِ حساب و کتابت کا ثبوت ہوتا ہے، خواہ صراحتاً ہو، یا دلالۃً و اشارتاً)

مذکورہ رائے کے حاملین کی دوسری دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم چاند دیکھ کر روزہ رکھو، اور چاند دیکھ کر افطار، یعنی عید کرو۔

اس رائے کے حاملین کا فرمانا ہے کہ مذکورہ حدیث نے روزے کے حکم کو رؤیت پر مرتب کیا ہے، اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس کے مطابق عبادت انجام دینے کا مکلّف فرمایا ہے۔

اس رائے کے حاملین نے مہینے کے ثبوت کے لیے رؤیت کو شرط (اور اصل) قرار دیا ہے، اور انہوں نے رؤیت کو مہینے کے اثبات کے لیے وسیلہ قرار نہیں دیا۔

لیکن یہ دلیل چند وجوہات کی بنا پر مرجوح ہے:

پہلی وجہ تو اس دلیل کے مرجوح ہونے کی یہ ہے کہ مشہور احادیث کی رو سے موسم صاف نہ ہونے کی حالت میں، مہینہ کا ثبوت، تیس دن کی تعداد پورے کرنے سے بھی ہو جاتا ہے، جیسا کہ دوسری رائے کے حاملین کے دلائل میں ذکر آتا ہے، اسی وجہ سے قمری مہینہ داخل ہونے کے ثبوت میں، تیسویں دن کے سورج غروب ہونے کے بعد، رؤیتِ ہلال شرط نہیں ہے، جس پر سب کا اتفاق ہے، کیونکہ اس حالت میں چاند کے وجود میں کوئی شک نہیں پایا جاتا، تو اس صورت میں اعتبار چاند کے یقینی وجود کا ہے، اس کی رؤیت کے امکان کے باوجود، اگرچہ چاند کے سامنے کوئی بادل وغیرہ بھی حائل نہ ہو (اور وہ نظر نہ بھی آئے)۔

دوسری وجہ اس دلیل کے مرجوح ہونے کی یہ ہے کہ ان حضرات نے اس کو دوسری احادیث پر منطبق (یعنی اس کا دوسری احادیث سے انطباق) نہیں کیا، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ جب تم رات کو یہاں سے آتے ہوئے دیکھ لو، تو روزہ دار نے افطار کر لیا (یہاں وقت مکمل ہونے کو ہی افطار قرار دیا گیا ہے)

اور مسلمان طویل عرصے سے حساب اور تقدیر پر بغیر نکیر کے، روزہ رکھنے اور افطار کرنے پر عمل کرتے ہیں، اور وہ آنکھوں سے طلوعِ فجر اور غروبِ شمس کا مشاہدہ نہیں کرتے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور آپ کے بعد، فضیلت والے پہلے زمانوں میں کیا کرتے تھے، پس انہوں نے یہاں افطار کے لیے رؤیت کو کس وجہ سے شرط قرار نہیں دیا؟ [1]

---

[1] لیکن بعض اہلِ علم حضرات نے اس فرق کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اوقاتِ نماز اور ثبوتِ ہلال میں دو وجہ سے فرق ہے، ایک یہ کہ شریعت نے اوقاتِ نماز کا مدار عینی رؤیت پر نہیں رکھا، بلکہ اس میں علمِ یقین کو کافی قرار دیا ہے، بخلاف ثبوتِ ہلال کے کہ اس کے لیے عینی رؤیت کو شرط قرار دیا ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

تیسری وجہ اس دلیل کے مرجوح ہونے کی یہ ہے کہ حدیث میں، غالب اور اکثری حالات کو ملحوظ رکھا گیا ہے، جیسا کہ شرعی نصوص کی اکثر یہی حالت ہے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں رؤیت ہی متعین وسیلہ تھا، اور اس زمانے میں مسلم امت کو فلکی قطعی حساب، میسر نہیں تھا، بلکہ غالب گمان کی تحقیق کی حد تک بھی میسر نہیں تھا۔

مذکورہ رائے کے حاملین کی تیسری دلیل یہ ہے کہ اسلام نے ہمیں علمِ نجوم کے حساب سے منع کیا ہے، جیسا کہ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے یہ کہا کہ ہم پر اللہ کی رحمت اور اللہ کے حکم اور اللہ کے فضل سے بارش کی گئی ہے، تو وہ مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور ستاروں کا انکار کرنے والا ہے، اور جس نے یہ کہا کہ ہم پر فلاں ستارے کی وجہ سے بارش کی گئی ہے، تو وہ ستاروں پر ایمان لانے والا ہے اور میرا انکار کرنے والا ہے۔

ابنِ بزیزہ نے فرمایا کہ شریعت نے علمِ نجوم کی کھود کرید سے اس لیے منع کیا ہے کہ وہ اندازہ اور تخمینہ پر مبنی ہے، جس میں کوئی قطعی و حتمی اور غالب گمان کے درجے کا حساب نہیں پایا جاتا، اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ اگر (مہینہ کے آغاز و اختتام کے) حکم کو اس حساب کے ساتھ وابستہ کیا جاتا، تو اس کی وجہ سے تنگی و دشواری پیدا ہو جاتی۔

لیکن یہ دلیل بھی ستاروں کی حرکت کے حساب کا علم حاصل کرنے اور مہینے کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ دوسرا فرق یہ ہے کہ حسابی طریقہ سے متعین کردہ اوقاتِ نماز کی ہر شخص جب چاہے، بذریعہ مشاہدہ تصدیق کر سکتا ہے، مگر وجودِ ہلال کی تصدیق کے لیے عوام کے پاس سوائے رؤیت پر شہادت کے اور کوئی ذریعہ نہیں، حسابی طریقہ سے مرتّبہ اوقات میں طلوع وغروب وغیرہ اوقات عموماً قابلِ رؤیت ہوتے ہیں، مگر ہلال، اصطلاحی پیدائش کے باوجود بالعموم قابلِ رؤیت نہیں ہوتا، پھر طلوع وغروب وغیرہ کی تصدیق کے لیے چند بار مشاہدہ ہمیشہ کے لیے کافی ہوگا، مگر ہلال میں ایسا نہیں ہو سکتا (احسن الفتاویٰ، جلد۴ صفحہ ۴۹۴، کتاب الصوم، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

ثبوت میں اس پر اعتماد کرنے کی ممانعت کی دلیل نہیں بنتی، بلکہ یہ دراصل اس علمِ نجوم سے ممانعت کی دلیل ہے، جس میں ستاروں کی حرکت کی بنیاد پر مستقبل کے علم کا دعویٰ کیا جاتا ہے، اور یہ گمان کیا جاتا ہے کہ انسان کی زندگی میں ستاروں کی تاثیر پائی جاتی ہے، اور ستاروں میں انسان کے مستقبل کے حالات کی تعیین پائی جاتی ہے، اس کی تاریخِ ولادت کے برجوں کی مناسبت سے (جیسا کہ آج کل بعض اہلِ نجوم کا دعویٰ ہے)

مذکورہ رائے کے حاملین کی چوتھی دلیل یہ ہے کہ چاند کا حساب ظنی ہوتا ہے، جس سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی، جیسا کہ ابنِ بزیزہ کے ابھی ذکر کردہ کلام میں گزرا۔

جہاں تک ان حضرات کی طرف سے بیان کی گئی اس دلیل کا تعلق ہے کہ یہ حساب ظنی ہوتا ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جو تاریخیں اہلِ حساب کی طرف سے بیان کی جاتی ہیں، ان میں اہلِ حساب کے مابین مہینوں کے آغاز میں اختلاف ہوجاتا ہے۔

لیکن مذکورہ حضرات کی طرف سے بیان کردہ یہ دلیل اسلام کے پہلے زمانوں میں تو صحیح تھی، مگر فلکی علم پر عرصۂ دراز گزرنے کے بعد یہ دلیل صحیح نہیں رہی، یہاں تک کہ سو سال قبل یہ فلکی حساب کا علم، غلبۂ ظن کے دائرے میں داخل ہوچکا تھا، پھر اس کے بعد قمری مہینے کی ابتداء کا مسئلہ قطعی علم کے دائرے میں داخل ہوگیا، جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

اس رائے کے حاملین کی پانچویں دلیل یہ ہے کہ حساب کا مکلّف کرنے میں لوگوں کو، اس چیز میں مبتلا کرنا پایا جاتا ہے، جس کی انہیں طاقت نہیں، جیسا کہ امام نووی نے فرمایا کہ اہلِ علم حضرات کا قول ہے کہ حدیث میں ’’فأقدروا‘‘ سے مراد اہلِ نجوم کا حساب نہیں (بلکہ حرکتِ قمر کا حساب ہی مراد ہے، پھر بھی اس کا مکلّف اس لیے نہیں کیا گیا) کیونکہ اگر لوگوں کو اس کا مکلّف کیا جاتا، تو ان پر تنگی پیدا ہوجاتی۔

اور جیسا کہ ابنِ حجر اور ابنِ بزیزہ کے سابق کلام میں، یہ بات گزری، تو ہر شہر، یا گاؤں میں علمِ فلک کے ماہرین کہاں سے پائے جائیں گے؟ (جو ان کو حساب کر کے مہینے کے آغاز واختتام کو بتلائیں اور لوگ، ان کی تصدیق وتکذیب کس بنیاد پر کریں)

تاہم یہ بات گزشتہ زمانوں میں تو صحیح تھی، جب مواصلات کے وسائل اور ذرائع سست تھے، اور اس وقت یہ بات ممکن نہیں تھی کہ چند گھنٹوں، یا ایک دن کے اندر دور دراز علاقوں میں مہینہ شروع ہونے کی خبر کو منتقل کیا جاسکے، لیکن ہمارے اس دور میں نشر واشاعت اور ٹیلی ویژن اور ٹیلی فون، اور فیکس، اور انٹرنیٹ کے جو وسائل اور ذرائع پائے جاتے ہیں، ان میں لوگوں کو ذرا بھی مشقت کا مکلّف کرنا نہیں پایا جاتا، بلکہ موجودہ دور میں فلکی حساب زیادہ سہل اور آسان ہوگیا، بنسبت اس کے کہ ہر علاقے میں برہنہ آنکھ سے چاند کا مشاہدہ کیا جائے، فلہٰذا اب عالمِ اسلام میں علمِ فلک کے چند ایسے متخصصین کا پایا جانا کافی ہے، جو سب کے سب قمری مہینے کی ابتداء کی تعیین کردیں، اور چند منٹوں میں اس کی لوگوں کو تبلیغ کر دیں۔ [1]

اور اس طرح دلائل کے مناقشے کے بعد مذکورہ رائے کے بعض دلائل تو سرے سے صحیح نہیں، اور بعض دلائل میں ایسے متعین واقعہ اور حالت کی صفت بیان کی گئی ہے، جو طویل زمانہ قبل پائی جاتی تھی، اور اس کا ہمارے زمانے پر اطلاق کرنا درست نہیں بنتا (لہٰذا حسابات پر اعتماد نہ کرنے کی رائے راجح نہیں)۔

جہاں تک دوسری رائے کے حاملین، یعنی جو حضرات قمری مہینے کے ثبوت کو، حساب اور تقدیر سے معتبر قرار دیتے ہیں، کے دلائل کا تعلق ہے، تو ان کے درج ذیل دلائل ہیں:

---

[1] تاہم یہ بات اسی وقت ممکن ہے، جبکہ رؤیت کی شرط کو نظر انداز کیا جائے، یا اس کی دوسری توجیہ وتاویل سے اتفاق کیا جائے، پھر اس کے بعد قطعی حساب کو بھی تسلیم کیا جائے۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

اس رائے کے حاملین کی پہلی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ:

’’شهر رمضان الذی أُنزل فيه القرآن هدی للناس وبينات من الهدی والفرقان فمن شهد منكم الشهر فليصمه‘‘ (اور قطعی ویقینی حساب سے جب نئے قمری مہینے کا آغاز معلوم ہوگیا، تو شہودِ شہر متحقق ہوگیا)

اس رائے کے حاملین کی دوسری دلیل حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے، ایک تو اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد، اللہ کے رسول ہیں، دوسرے نماز کو قائم کرنا، تیسرے زکاۃ کو اداء کرنا، چوتھے حج کرنا، پانچویں رمضان کا روزہ رکھنا۔

مذکورہ دونوں دلیلوں سے اس طرح دلیل پکڑی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر اس بات کو فرض کردیا ہے کہ ہم ہر رمضان کے مہینے کا روزہ اس وقت رکھیں، جب مہینے کا ثبوت ہوجائے، اور رؤیت، یا بصورتِ دیگر تیس دن پورے کرنا، مہینے کے ثبوت کا بہترین وسیلہ تھا، لیکن آج کے زمانے میں حساب زیادہ بہتر وسیلہ ہو گیا، چونکہ اس حساب میں خطاء کا احتمال بہت بعید ہوتا ہے، جس کی تائید آنے والی دلیل سے بھی ہوتی ہے۔ [1]

اس رائے کے حاملین کی تیسری دلیل حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی ذکر کردہ یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اُمّی امت ہیں، نہ لکھتے ہیں، اور نہ (چاند کا) حساب کرتے ہیں، مہینہ اس طرح اور اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے، اور تیسری مرتبہ میں انگوٹھے کو بند کرلیا (یعنی انتیس دن کا) اور مہینہ اس طرح اور اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے، یعنی پورے تیس دن کا۔

---

[1] تاہم وہ کون سا حساب ہے؟ اور وہ قطعی بھی ہے، یا نہیں، اور اس پر جدید اسلامی قمری مہینے کا مدار رکھنا کیا حیثیت رکھتا ہے، یہ سب امور قابلِ تامل ہیں۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

اس رائے کے حاملین کا کہنا ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مہینے کے ثبوت میں حساب کا ہونا ہی ''اصل'' ہے، اور یہ ''اصل'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بآسانی میسر نہیں تھی، جس کی وجہ سے اس کے بدل کا مکلّف کیا گیا، جو کہ رؤیت ہے، ورنہ تو اس بات کے ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی کہ یہ امت امی ہے، حساب کتاب نہیں کرتی؟

پس مہینے کے ثبوت میں اصل علت یہ تھی کہ امت کو علمِ فلک سے واقفیت نہیں تھی، اور معلول اپنی علت کے ساتھ ظاہر ہوا کرتا ہے، وجود کے اعتبار سے بھی اور عدم کے اعتبار سے بھی، اور ہمارے دور میں اصل (یعنی حساب) بآسانی میسر ہے، تو ہمیں بدل کو اختیار کرنے کی کون سی مجبوری ہے؟

اس رائے کے حاملین کی چوتھی دلیل حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم چاند دیکھو، تو روزہ رکھو، اور جب تم چاند دیکھو، تو افطار، یعنی عید کرو، پھر اگر تمہارے اوپر بادل حائل ہو جائے، تو اس کے لیے ''تقدیر'' پر عمل پیرا ہو جاؤ۔

اور علماء کا اس حدیث میں مذکور ''تقدیر'' کے معنیٰ میں اختلاف ہوا ہے، جس میں تین آراء پائی جاتی ہیں:

پہلی رائے یہ ہے کہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ تم چاند کو بادل کے نیچے مقدر مان لو، یعنی (رؤیت نہ ہونے کی بناء پر) اس کو انتیسواں دن شمار کرو۔

امام احمد وغیرہ کی یہی رائے ہے۔

اور دوسری رائے یہ ہے کہ تم منازل کے حساب کو مقدر مانو، یعنی تم اس سلسلے میں حساب پر اعتماد کرو۔

ابنِ سریج وغیرہ کی یہی رائے ہے۔

اور تیسری رائے یہ ہے کہ تم مہینے کے لیے تیس دن کی تعداد پوری کرو۔

جمہور کی یہی رائے ہے۔ [1]

اور میرے نزدیک مذکورہ دوسری، یعنی قمری مہینے کے ثبوت کو، حساب اور تقدیر سے معتبر قرار دینے کی رائے ہی، مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر راجح ہے۔

مذکورہ رائے کے راجح ہونے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ حدیث کے معنیٰ اس حدیث کے معنیٰ کی طرح ہیں، جو دجال کے ٹھہرنے کی مدت کے بارے میں وارد ہوئی ہے، کہ وہ چالیس دن ٹھہرے گا، جن میں سے ایک دن، ایک سال کے برابر ہوگا، ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ دن، جو ایک سال کے برابر ہوگا، کیا ہمیں اس میں ایک دن کی نماز کافی ہوگی؟ تو اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، تم اس کے لیے اس کی مقدار کو مقدر ماننا۔

اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس حدیث میں تقدیر سے مراد، ہر نماز کے وقت کا حساب ہے، کہ وہ اس ایک دن میں سال بھر کی نمازیں پڑھیں گے۔ [2]

مذکورہ رائے کے راجح ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کی تمام اسناد اور قرائن وعلامات کو جمع کرنے کے بعد یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سالم کی سند سے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی روایت اور عبداللہ بن دینار کی سند سے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں تمام راوی ان الفاظ پر متفق ہیں کہ "فاقدروا له"۔

جیسا کہ بخاری، اور مسلم، اور مؤطا، اور نسائی اور ابنِ ماجہ اور احمد کی روایات میں

---

[1] جمہور کی مذکورہ رائے کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جب بادل حائل ہونے کی بناء پر معاملہ مبہم ہوگیا، تو احتمال وشک کو چھوڑ دو، اور یقین پر عمل کرو، اور تیس دن پورے کرنے میں شک کو چھوڑنا اور یقین کو اختیار کرنا پایا جاتا ہے، اور جب پہلے ماہ کا آغاز چاند دیکھ کر، یا تیس دن پورے کرنے کی بناء پر یقین کے ساتھ ہوا تھا، تو پہلے ماہ کا جاری رہنا یقینی اور دوسرے ماہ کا داخل ہونا غیر یقینی ہوا "والیقین لا یزول بالشک" واللہ اعلم۔ محمد رضوان۔

[2] لیکن اس میں کلام کی گنجائش ہے، کیونکہ اگر ہلال کے باب والی مجمل احادیث کو مفسر پر محمول کیا جائے، تو مذکورہ معنیٰ راجح نہ کہلائیں گے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

ہے، اور ان کی بعض اسانید کے بارے میں ''اصح الاسانید'' کہا گیا ہے۔

جہاں تک اُس روایت کا تعلق ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں کہ'' اقدروا له ثلاثین '' تو اس میں نافع کی ابنِ عمر سے مروی روایت میں راویوں کا اختلاف ہے، اکثر راویوں نے صرف ''فاقدروا له '' روایت کیا ہے، جس میں ''ثلاثین'' کا لفظ موجود نہیں، جیسا کہ بخاری، اور مسلم اور مؤطا اور دارمی اور احمد کی روایات میں ہے، اور ان روایات کی تعداد گیارہ ہے، اور ''فاقدروا له ثلاثین '' کے الفاظ نافع کی سند کی صرف تین روایات میں پائے جاتے ہیں، جیسا کہ مسلم اور ابوداؤد میں ہے۔

پس اس وجہ سے ''فاقدروا له '' کی روایت، راویوں کی تعداد اور ان کی قوتِ ضبط کی حیثیت سے زیادہ صحیح ہے۔ [1]

---

[1] تاہم اس دلیل پر اس لیے شرح صدر حاصل ہونا مشکل ہے کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی مجمل روایت کے علاوہ، بعض دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث وروایات میں صراحتاً'' ثلاثین یوما'' وغیرہ کی صراحت ہے۔ اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی بعض روایات مجمل اور بعض مفسر ہیں، نیز حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی بعض روایات میں صراحت ہے کہ:

'' وكان ابن عمر يفطر مع الناس ولا يأخذ بالحساب''

لہٰذا مفسر کو مجمل پر ترجیح حاصل ہونا ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔

تاہم ''فاقدروا'' کے مذکورہ مفسر معنیٰ مراد لینے کی صورت میں یہ کہا جانا ممکن ہے کہ جب بادل وغیرہ حائل ہونے کے باعث ''رؤیت'' نہ ہو سکے، تو شک وابہام کو ترک کر کے یقینی صورت کو اختیار کرلو، جو کہ تیس کے عدد میں ہے، البتہ اگر ''رؤیت'' کو چاند کے افق پر موجود ہونے کا آسان وسیلہ قرار دیا جائے، اور یہ کہا جائے کہ اب جبکہ حساب کے وسیلہ سے مذکورہ شک وابہام ختم ہو جائے، تو پھر شک وابہام کو ترک کرنے کی مذکورہ علت باقی نہ رہے گی، تو پھر بھی یہ ''رؤیت'' کا مسئلہ ''مجتہد فیہ'' ہو جاتا ہے، مگر یہ کہنے کی پھر بھی گنجائش ہوگی کہ ''رؤیتِ ہلال'' بصورتِ دیگر ''اکمالِ ثلاثین '' کا حکم ''تعبدی'' ہے، جو تا قیامت باقی رہے گا۔ واللہ أعلم۔ محمد رضوان۔

عن سعيد بن المسيب، عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إذا رأيتم الهلال فصوموا، وإذا رأيتموه فأفطروا، فإن غم عليكم فصوموا ثلاثين يوما(صحيح مسلم،رقم الحديث ١٠٨١ "١٧" كتاب الصيام، باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال، والفطر لرؤية الهلال الخ)

عن قيس بن طلق، عن أبيه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إن الله عز

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس رائے کے حاملین کی پانچویں دلیل یہ ہے کہ اگرچہ یہ حساب ظنی تھا، بلکہ اس سے بھی کم درجے کا تھا، لیکن موجودہ دور میں یہ حساب قطعی بن چکا ہے، کیونکہ آسمان کے اجرام کی حرکت، یعنی سورج اور چاند وغیرہ کی حرکت، انتہائی منظّم انداز میں ہے، جس کے لیے قدرتِ برحق کی طرف سے مضبوط قانون مقرر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ’’الشمس والقمر بحسبان‘‘ یعنی سورج اور چاند نہایت دقیق حساب سے چلتے ہیں، جیسا کہ اس بات پر ’’بحسبان‘‘ کے مبالغہ کا صیغہ دلالت کرتا ہے۔

اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ’’والقمر قدرناه منازل حتى عاد كالعرجون القديم ، لا الشمس ينبغي لها أن تدرك القمر ولا الليل سابق النهار وكل فى فلك يسبحون‘‘

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وجل جعل هذه الأهلة مواقيت للناس، صوموا لرؤيته، وأفطروا لرؤيته، فإن غم عليكم فأتموا العدة (مسند احمد، رقم الحديث ١٦٢٩٤)

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

عن عكرمة عن ابن عباس قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-لا تقدموا الشهر بصيام يوم ولا يومين، إلا أن يكون شيء يصومه أحدكم، ولا تصوموا حتى تروه، ثم صوموا حتى تروه، فإن حال دونه غمامة فأتموا العدة ثلاثين، ثم أفطروا، والشهر تسع وعشرون (سنن أبى داود، رقم الحديث ٢٣٢٧، كتاب الصوم، باب من قال: فإن غم عليكم فصوموا ثلاثين)

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية سنن أبى داود)

حدثنا سليمان بن داود العتكى، حدثنا حماد، حدثنا أيوب، عن نافع عن ابن عمر قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم" :-الشهر تسع وعشرون، فلا تصوموا حتى تروه، ولا تفطروا حتى تروه، فإن غم عليكم فاقدروا له "قال: فكان ابن عمر إذا كان شعبان تسعا وعشرين نظر له، فإن رؤى فذاك، وإن لم ير ولم يحل دون منظره سحاب ولا قترة أصبح مفطرا، فإن حال دون منظره سحاب أو قترة أصبح صائما، قال: وكان ابن عمر يفطر مع الناس ولا يأخذ بهذا الحساب (سنن أبى داود، رقم الحديث ٢٣٢٠، كتاب الصوم، باب الشهر يكون تسعا وعشرين)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن أبى داود)

اور انسانوں کے شمسی نظام کی حرکت کے قوانین کی معرفت کے سالہا سال اور بار بار کے تجربات نے منازل وغیرہ کے حساب کی بات واضح کردی ہے، اور اہلِ علم نے بھی ہزاروں سال پہلے کچھ چیزوں کو ثابت کر دیا تھا، تاہم ان کے حسابات ظنی تھے، اور اصحابِ علم، برابر ان حسابات کا جائزہ لیتے رہے، یہاں تک کہ اب یہ حسابات انتہائی دقیق اور منقح ہو گئے ہیں، یہاں تک کہ اہلِ فن قمری مہینے کا حساب سیکنڈوں تک سے کرنے لگے، اور ان سب کے نزدیک، بغیر کسی اختلاف کے یہ بات معلوم ہوگئی کہ ''متوسط'' قمری مہینہ 29 دن اور 12 گھنٹوں اور 44 منٹ اور 87 سیکنڈ کا ہوتا ہے، تو کیا اس کے بعد یہ کہا جانا ممکن ہے کہ فلکی حسابات ظنی ہیں؟ اور اسی وجہ سے آپ چاند کی ولادت کو دن اور گھنٹوں، منٹوں اور سیکنڈوں کی حد تک جانتے ہیں، جو گزشتہ سو سالوں سے معلوم ہیں، اور موجودہ زمانے میں گزشتہ دسیوں عشروں سے ان کی نشر و اشاعت اور طباعت وغیرہ ہوتی ہے، جیسا کہ (میڈیا پروگراموں کے اندر) حساب کے سافٹ ویئرز میں، وہ موجود ہیں، اور انٹرنیٹ پر بھی اس طرح کے پروگرام موجود ہیں، اور ان میں سے کسی بات کا علمِ غیب سے تعلق نہیں ہے، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اس نظامِ قدرت کے مضبوط قوانین مقرر ہیں، جن میں تغیر و تبدل پیدا نہیں ہوتا (پہلے زمانوں میں ان کا علم نہیں تھا، اب جدید وسائل کی وساطت سے علم ہو گیا، جیسا کہ ''الٹرا ساؤنڈ'' اور دیگر آلات سے اندر کی کیفیت اور موسم وغیرہ کا حال معلوم کر لیا جاتا ہے)

اور جو یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ جنتریوں اور پروگراموں میں اختلاف موجود ہوتا ہے، تو اس کا سبب متخصصین کا اختلاف نہیں ہے، کیونکہ یہ جنتریاں متخصصین کی طرف سے جاری نہیں ہوتیں، اور نہ علمی مراکز کی جانب سے جاری ہوتی ہیں، بلکہ بعض ان تاریخ نگاروں کی طرف سے جاری ہوتی ہیں، جو اس کو محض کتابوں سے اور قدیم جنتریوں سے لیتے ہیں، جو سینکڑوں سال پرانی ہیں اور ان میں خطائیں موجود

ہیں، اور ان تاریخ نگاروں نے جدید علمِ فلک کی درس وتدریس نہیں کی، اسی کے ساتھ اوقات معلوم ہونے کے بعض وسائل خلط ملط پر بھی مبنی ہیں، اگرچہ ان حضرات کو علمائے فلک سمجھا جاتا ہے، جیسا کہ طب کے شعبہ اور جدید طب کے درمیان اور خاص طور پر تشخیص کے شعبے میں پہلے حضرات کے مقابلے میں موجودہ ماہرین کے مابین اختلاف ہوجاتا ہے، اور اس کے علاوہ وسائل اور شعبوں کے درمیان بھی اختلاف ہوجاتا ہے۔

اور چاند کے متعلق مذکورہ امور کے باریک بینی کے ساتھ محقق ہونے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ سورج اور چاند گرہن کے حسابات نہایت باریک بینی کے ساتھ محقق ہوچکے ہیں، حالانکہ یہ سورج اور چاند گرہن کے حسابات قمری مہینہ کی ابتداء کے مقابلہ میں دس گنا سے بھی زیادہ مشکل ہیں، لیکن اس کے باوجود، علمِ فلکیات کے ماہرین دس، بلکہ سو سال پہلے ہی سورج اور چاند گرہن کے دنوں اور گھنٹوں، اور منٹوں کے حساب سے اوقات کو بتلا دیتے ہیں، اور مقامات کی تعیین بھی کردیتے ہیں، جہاں ان کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، اور کتنی دیر کا دورانیہ ہوگا، اس کی بھی پیش گوئی کردیتے ہیں، اور یہ بھی منقح کردیتے ہیں کہ جزوی نوعیت کا گرہن ہوگا، یا کلی نوعیت کا ہوگا؟ اور یہ تمام باتیں نہایت محقق ہوتی ہیں، جیسا کہ اصحابِ فن واقف ہیں، پس اب جہالت کہاں باقی رہ گئی؟ اور اس کے بعد کس چیز کی وجہ سے یہ تجاہل دور ہوگا؟ اور کچھ لوگ اسلام کو جدید علمی حقائق کے مقابلے میں رکھ کر کیا کرنا چاہتے ہیں؟ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے۔

اور دینِ اسلام میں حساب اور تقدیر کو لینے سے منع نہیں کیا گیا، خاص طور پر جبکہ وہ قطعی ہو، بلکہ اسلامی تعلیمات نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے، مزید براں یہ کہ اس کا حکم دیا ہے، جیسا کہ پیچھے گزرا۔

اور اس طرح سے ان دونوں حدیثوں کے درمیان فہم ممکن ہے، جو موسم ابر آلود ہونے کی حالت کے متعلق گزریں، جن میں سے ایک میں ”فإن غم علیکم فأکملوا“ کے الفاظ ہیں، اور دوسری میں ”فإن غم علیکم فاقدروا“ کے الفاظ ہیں، ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں، اور ان میں سے ہر ایک مختلف حالت پر منطبق ہوتی ہے، اگر حساب ”ظنی“ ہو، یا امت ”امی“ ہو، تو اس صورت میں حکمِ شرعی ”اکمال“ (یعنی تیس دن پورے کرنے) کا ہے، اور اگر حساب ”قطعی“ یا اس کے قریب ہو، تو اس صورت میں تقدیر وحساب مطلوب ہے۔ [1]

اور غالباً یہ رائے سب سے پہلے ابنِ سریج کی اختیار کردہ ہے، جو تیسری صدی ہجری کے بڑے فقہاء میں سے ایک ہیں، اور اسی وجہ سے ابنِ عربی نے ابنِ سریج سے ”فاقدروا“ والی حدیث کے بارے میں یہ نقل کیا ہے کہ یہ خطاب اس شخص کو ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے بطورِ خاص یہ علم دیا ہو۔

اس تفصیل کے پیشِ نظر یہ بات واضح ہوگئی کہ دوسری رائے جو حساب اور تقدیر کو اختیار کرنے کی ہے، ہمارے زمانے میں وہی رائے راجح ہے، کیونکہ امتِ اسلامیہ، سے اس کی ”امیت“ زائل ہوچکی ہے، اور سورج اور زمین کی حرکت کا حساب علمِ قطعی کی حدود میں داخل ہوچکا ہے“۔ انتہٰی۔ [2]

---

[1] اس تعلیل کو مجتہَد فیہ ماننے کی گنجائش ہے، لیکن ”فأقدروا“ کے معنیٰ کو مفسر احادیث وروایات کے خلاف لینے کی پھر بھی ضرورت نہیں، بلکہ یہ ضرورت اس طرح بھی پوری ہوسکتی ہے کہ ”ابہام وشک“ کے مقابلے میں ”یقین“ کو ترجیح ہوگی، بلکہ جہاں ”یقین“ کا ”ظن“ سے تقابل ہوجائے، تو وہاں بھی ”یقین“ کو ترجیح ہوگی، جیسا کہ پہلے گزرا، اور ”رؤیت وشہادت“ میں فرق کی توضیح آگے آتی ہے۔ محمد رضوان۔

[2] بماذا یثبت الشهر ؟

لاشک أن الشهر یثبت بالرؤیة ، ولا شک أنه یثبت بالإتمام عندما یغم علی الناس ، کما کان ذلک متبعا فی عصر النبی صلی الله علیه وسلم ومن بعده إلی عصرنا هذا ، ولکن هل یثبت الشهر بالحساب والتقدیر ؟ فی هذه المسألة رأیان مشهوران : ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس کے بعد موصوف نے فرمایا کہ:

''بعض علماء نے قمری مہینے کے سلسلے میں حساب کو لینے کے لیے نفی اور اثبات کی حالتوں کے مابین فرق کیا ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ قمری مہینے کا ثبوت تو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أولهما :أن الشهر لا يثبت بالحساب والتقدير وهو قول الجمهور قديما وحديثا .
ثانيهما :أن الشهر يثبت بالحساب والتقدير وهذا الرأى لم يقل به فى القرون الأولى إلا قلة ، ولكن أتباعه يزدادون جيلا بعد جيل .
أدلة الرأى الأول ومناقشتها :
استدل أصحاب الرأى الأول بما يلى :
1-:بحديث ابن عُمَرَ رَضِى اللَّه عَنهمَا يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا وَعَقَدَ الْإِبْهَامَ فِى الثَّالِثَةِ وَالشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا يَعْنِى تَمَامَ ثَلَاثِينَ)
قال ابن حجر العسقلانى :إن الحديث علق الحكم بالصوم بالرؤية لرفع الحرج عنهم فى معاناة حساب التسيير .
وقال القرطبى تعليقا على الحديث :إن الله لم يكلفنا فى تعرف مواقيت صومنا ما نحتاج فيه إلى معرفة حساب ولا كتابة ، وإنما ربطت عبادتنا بأعلام واضحة وأمور ظاهرة يستوى فى معرفتها الحُسَّاب وغيرهم .
فالحديث ينفى ويرفع الحرج ولا ينهى ، إنه ينفى أن تكون الأمة الإسلامية فى ذلك الوقت أمة متقدمة فى العلوم بعامة وفى علم الفلك بخاصة ، وليس فى الحديث نهى عن الحساب ، وإلا كان معناه تحريم علم الحساب بعامة -أى علم الرياضيات -وتحريم حساب حركة الأجرام السماوية بخاصة -أى علم الفلك ولم يقل بهذا أحد .
بل لو أننا فهمنا الحديث على هذا النحو لكان معناه تحريم تعلم الكتابة أيضا لأن الحديث يقول (لا نكتب) وهذا ما لم يقل به أحد ، ويتعارض مع كل الآيات والأحاديث التى تأمر بالعلم بمعناه الشامل .
2-:وبحديث أَبِى هُرَيْرَةَ رَضِى اللَّه عَنه أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ)
فقالوا إنه لا بد من الرؤية ، لأن الحديث رتب الأمر بالصوم على الرؤية ، وقد تعبدنا الله بذلك .
وقد جعل أصحاب هذا الرأى الرؤية شرطا لثبوت الشهر ، ولم يعتبروها وسيلة لإثباته.
وهذا مرجوح لأمور :
أولها :أن الشهر يثبت بالإكمال فى حال الغيم بنص الأحاديث المعروفة التى ستأتى فى أدلة أصحاب الرأى الثانى ، ولذلك لا تشترط رؤية الهلال بعد غروب شمس اليوم الثلاثين لإثبات

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

رؤیت کے ذریعے، یا بادل ہونے کی حالت میں 30 دن پورا کرنے کے ذریعہ سے ہی ہوگا، ان حضرات نے ان احادیث کے درمیان تطبیق پیدا کرنے کے لیے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ دخول الشهر باتفاق ، لأن وجوده في هذه الحالة لا شک فيه ، فالعبرة إذن بتيقن وجوده مع إمكان رؤيته لو لم يحل دون ذلک غمام .

ثانيها :أنهم لم يطبقوا ذلک على أحاديث أخرى كحديث (إذا رأيتم الليل أقبل من هاهنا فقد أفطر الصائم)

والمسلمون منذ زمن طويل يصومون ويفطرون على الحساب والتقدير من غير نكير ، ولا يراقبون طلوع الفجر وغروب الشمس بالعين كما كانوا يفعلون زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وزمن من بعده من أهل القرون الأولى الفاضلة ، فلماذا لم يجعلوا الرؤية هنا شرطا للإفطار ؟

ثالثها :أن الحديث خرج مخرج الغالب ، كما هو الشأن في كثير من النصوص الشرعية ، والسبب في ذلک أن هذه هي الوسيلة التي كانت متاحة في عصر النبي صلى الله عليه وسلم ، ولم يكن متاحا للأمة الإسلامية في ذلک الوقت الحساب الفلكي القطعي ، بل ولا الذي يحقق غلبة الظن .

3-:أن الحساب من علم النجوم ، وقد نهانا الإسلام عن ذلک ، فعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِي اللَّه عَنه قَالَ قال رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِرَحْمَةِ اللَّهِ وَبِرِزْقِ اللَّهِ وَبِفَضْلِ اللَّهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَجْمِ كَذَا فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ كَافِرٌ بِي)

قال ابن بزيزة :فقد نهت الشريعة عن الخوض في علم النجوم لأنه حدس وتخمين ليس فيه قطع ولا ظن غالب ، مع أنه لو ارتبط الأمر بها لضاق.

وهذا الدليل أيضا لا يدل على النهي عن تعلم حساب حركة النجوم ولا عن اعتماده في إثبات الشهر ، بل هو نهي عن التنجيم الذي هو ادعاء علم المستقبل من خلال حركة النجوم ، والزعم أن للنجوم تأثيرا في حياة الإنسان وأن مستقبل الإنسان يتحدد بناء على برجه أي التاريخ الذي ولد فيه.

4-:أن الحساب ظني لا تقوم به الحجة ، كما في كلام ابن بزيزة الآنف الذكر ، والدليل على أنه ظني أن التقاويم التي تصدر عنهم تختلف في بدايات الشهور فيما بينها .

ولقد كان هذا الدليل صحيحا في القرون الأولى من الإسلام ، ولكن علم الفلک تقدم كثيرا بعد ذلک عبر القرون ، حتى أصبح قبل مئات السنين في نطاق غلبة الظن ، ثم أصبح في مسألة بداية الشهر القمري علما قطعيا كما سأبينه لاحقا .

5-:أن في الحساب تكليفا للناس بما لا يطيقون ، قال النووي :قالوا ولا يجوز أن يكون المراد - أي بحديث فاقدروا -حساب المنجمين لأن الناس لو كلفوا به ضاق عليهم .

وكما في كلام ابن حجر وابن بزيزة الذي سبق ذكره ، فمن أين للناس في كل بلدة أو قرية متخصص في علم الفلک .

وهذا كلام صحيح فيما مضى أيضا حينما كانت وسائل المواصلات بطيئة ، ولم يكن من الممكن أن يُنقل خبر بداية الشهر إلى أماكن بعيدة خلال ساعات أو يوم ، ولكن هذا في عصرنا عصر الإذاعة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ایسا کیا ہے، جن احادیث سے پہلے فریق نے دلیل پکڑی ہے، اور یہ حضرات گواہوں کی گواہی کی نفی کے سلسلے میں حساب کو نہیں لیتے، جب گواہ، رؤیتِ ہلال کی گواہی دیں، اور حساب سے رؤیت کا محال ہونا ثابت ہو۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والتلفزيون والهاتف والفاكس والإنترنت لا يكلف الناس شيئا من المشقة، بل إن الحساب الآن أسهل عليهم من المراقبة بالعين المجردة فى كل منطقة، فيكفى وجود عدد قليل من المتخصصين فى علم الفلك فى العالم الإسلامى كله يحددون بداية الشهر ويبلغون الناس بذلك فى دقائق.

وهكذا وبعد مناقشة الأدلة فإن أدلة هذا الرأى بعضها لا يصح أصلا، وبعضها يصف واقعا معينا قبل قرون طويلة ولا ينطبق ذلك على عصرنا إطلاقا.

أدلة الرأى الثانى ومناقشتها :

يمكن أن يستدل لأصحاب الرأى الثانى بما يلى :

1-:بقول الله تعالى (شهر رمضان الذى أُنزل فيه القرآن هدى للناس وبينات من الهدى والفرقان فمن شهد منكم الشهر فليصمه الآية)

2-:عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ)

ووجه الاستدلال بهذين الدليلين أن الله قد فرض علينا أن نصوم كل أيام شهر رمضان متى ثبت الشهر، وقد كانت الرؤية ثم الإكمال خير وسيلة لذلك، أما الآن فإن الحساب هو الوسيلة الأفضل لبعدها عن الخطأ، ويؤكد ذلك الدليل التالى.

3-:عن ابن عمر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا وَعَقَدَ الْإِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ وَالشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا يَعْنِي تَمَامَ ثَلَاثِينَ)

قالوا إن هذا الحديث يدل على أن الأصل فى إثبات الشهر أن يكون بالحساب، ولأن هذا الأصل غير متيسر فى عصر النبى صلى الله عليه وسلم فقد تم اللجوء إلى البديل وهو الرؤية، وإلا فما وجه ذكر أن الأمة أمية لا تكتب ولا تحسب؟ فالعلة فى إثبات الشهر بالرؤية هى أن الأمة لا علم لها بعلم الفلك، والمعلول يدور مع العلة وجودا وعدما، أما فى عصرنا فقد تيسر الأصل فلماذا نلجأ إلى البديل؟

4-:وبحديث ابن عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ (إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ)

وقد اختلف العلماء فى معنى التقدير الوارد فى الحديث على ثلاثة آراء :

أولها :قدروه تحت السحاب، أى اجعلوه تسعة وعشرين، وعلى هذا الرأى أحمد وغيره.

ثانيها :قدروه بحساب المنازل، أى اعتمدوا فيه الحساب، وعليه ابن سريج وغيره.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور یہ رائے اس وقت سامنے آئی تھی، جب اس امت کا فلکی علوم میں ''امیت'' سے نکلنے کا آغاز ہوا تھا، اور حسابات سے بعض شہادتوں کا محال ہونا معلوم ہوا تھا،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثالثها :قدروا له تمام العدة ثلاثين ، وعليه الجمهور .
والذى أرى أنه الراجح هو الرأى الثانى لما يلى :
أولا :أن معنى هذا الحديث كمعنى الحديث الوارد فى مدة مكث الدجال وأنه يمكث أربعين يوما منها يوم كسنة (قلنا يا رسول الله فذلك اليوم الذى كسنة أتكفينا فيه صلاة يوم ؟ قال صلى الله عليه وسلم :لا اقدروا له قدره)
فلا شك أن المعنى هنا هو الحساب لكل صلاة بحيث يصلون فى ذلك اليوم صلاة سنة .
ثانيا :تبين لى بعد جمع الروايات ورسم شجرة الأسانيد ومقارنتها ما يلى :اتفق كل الرواة من طريق سالم عن ابن عمر ، ومن طريق عبد الله بن دينار عن ابن عمر على رواية (فاقدروا له) كما هو فى البخارى ومسلم والموطأ والنسائى وابن ماجة وأحمد ، وبعض أسانيدهم مما قيل فيها : أصح الأسانيد .
وأما رواية (اقدروا له ثلاثين) فقد اختلف فيها الرواة عن نافع عن ابن عمر ، فروى أكثرهم (فاقدروا له) من غير لفظة ثلاثين ، كما فى البخارى ومسلم والموطأ والدارمى وأحمد ، وعدد هذه الروايات إحدى عشرة رواية ، ولم ترد رواية (فاقدروا له ثلاثين) إلا فى ثلاث روايات من طريق نافع كما فى مسلم وأبى داود .
ولذلك فإن رواية (فاقدروا له) هى الرواية الأصح من حيث عدد الرواة ، ومن حيث قوة ضبطهم.
5-:أن الحساب كان ظنيا ، بل كان دون ذلك ، ولكنه الآن أصبح قطعيا لأن حركة الأجرام السماوية من شمس وقمر وغيرهما حركة منتظمة لها قانون ثابت ، يقول الله تعالى (الشمس والقمر بحسبان "سورة الرحمن 5 ")أى بحساب ثابت دقيق جدا ، كما تدل عليه صيغة المبالغة .
ويقول سبحانه (والقمر قدرناه منازل حتى عاد كالعرجون القديم ، لا الشمس ينبغى لها أن تدرك القمر ولا الليل سابق النهار وكل فى فلك يسبحون)
ولقد بدأت محاولات الإنسان لمعرفة قوانين حركة المجموعة الشمسية منذ زمن سحيق ، وبدأ العلماء يحققون شيئا من التقدم منذ آلاف السنين ، ولكن حساباتهم كانت ظنية ، واستمر العلماء فى تعديل حساباتهم حتى أصبحت فى عصرنا غاية فى الدقة ، وحتى أصبحوا يحسبون الشهر القمرى بأجزاء الثانية ، وأصبح من المعلوم لديهم جميعا دون اختلاف أن متوسط الشهر القمرى هو 29 :يوما و 12ساعة و 44دقيقة وثانيتان و 87%من الثانية ، أفيمكن بعد ذلك أن يقال إن الحسابات الفلكية ظنية . !
ولذلك تعرف ولادة القمر باليوم والساعة والدقيقة والثانية لمئات السنين القادمة ، وهى الآن موجودة ومعلنة ومطبوعة لعشرات السنين القادمة .
كما أنها موجودة فى برامج الحاسوب ، وعلى شبكة الإنترنت ، وليس ذلك من العلم بالغيب فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور غالباً سب سے پہلے یہ قول آٹھویں صدی کے نصفِ اول میں تقی الدین سبکی نے کیا تھا، اور انہوں نے حساب کے ذریعے، مہینے کے اثبات کا قول اس لیے نہیں کیا تھا کہ اس وقت میں یہ حساب ظنی درجے میں داخل تھا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

شیء ، وإنما یدل علی أن لهذا الکون سننا وقوانین ثابتة لا تتغیر ولا تتبدل .
وأما ما یقال من اختلاف التقاویم فیما بینها فلیس سببه اختلاف المتخصصین ، فهذه التقاویم لا تصدر عن المتخصصین ولا عن المراکز العلمیة ، وإنما تصدر عن بعض المقومین الذین تعلموا ذلک من کتب وجداول قدیمة مضت علیها مئات السنین ، وفیها أخطاء ، ولم یدرس هؤلاء المقومون علم الفلک الحدیث ، ومع ذلک فإن بعض وسائل الإعلام تخلط -کما هو شأنها - وتصفهم أنهم علماء فی الفلک ، وهذا کمن یخلط بین الطب الشعبی والطب الحدیث وبخاصة فی مجال التشخیص بعد کل التقدم الموجود فی علم المختبرات وما شاکلها من وسائل .
ومما یؤکد هذه الدقة أن حسابات الکسوف والخسوف دقیقة جدا رغم أنها أصعب بعشرات المرات من حساب بدایة الشهر القمری ، ومع ذلک یحدد العلماء قبل عشرات بل مئات السنین مواعید الکسوف والخسوف بالیوم والساعة والدقیقة ، ویحددون الأماکن التی یری منها ، وکم سیستمر ، وهل سیکون کلیا أم جزئیا ، وکل ذلک یتحقق بدقة کما یعرف المتابعون لذلک .فإلی متی یمکن تجاهل ذلک ؟ ولماذا یتم تجاهله؟
ولماذا یرید البعض أن یضع الإسلام فی موضع المعارضة للحقائق العلمیة الحدیثة؟ وأن یوقع الإسلام فی مثل ما أوقعت به الکنیسة فی أوروبا نفسها ، مما أدی إلی فصل الدین عندهم عن الحیاة ، ولمصلحة من یتم ذلک ؟ بالرغم من أن الإسلام -وهو دین العلم -لم ینه عن الأخذ بالحساب والتقدیر وبخاصة إذا کان قطعیا ، بل قد أشار إلیه ، بل قد أمر به ، کما سبق ذکره فی أدلة أصحاب الرأی الثانی .
وهکذا یمکن فهم الحدیثین المتعلقین بحالة الغیم (فإن غم علیکم فأکملوا) و(فإن غم علیکم فاقدروا) بشکل متکامل ، فإنه لا تعارض بین الحدیثین ، وإنما یطبق کل منهما فی حالة غیر الأخری ، فإن کان الحساب ظنیا ، أو کانت الأمة أمیة فی هذا المجال فالحکم الشرعی هنا هو الإکمال ، وأما إن کان الحساب قطعیا أو قریبا من ذلک فإن المطلوب فی هذه الحالة هو التقدیر ، ولعل أول من قال بهذا الرأی هو ابن سریج، أحد کبار الفقهاء فی القرن الثالث الهجری ، ولذلک نقل ابن العربی عنه أن حدیث (فاقدروا) خطاب لمن خصه الله بهذا العلم .
وهکذا فإنه یتبین من خلال مناقشة الرأیین أن الرأی الثانی الذی یأخذ بالحساب والتقدیر هو الأرجح فی عصرنا بعد أن زالت عن الأمة الإسلامیة أمیتها ، وبعد أن أصبح علم الفلک فی مجال حساب حرکة القمر والأرض علما قطعیا(ثبوت الشهر القمری بین الحدیث النبوی والعلم الحدیث، صفحة ۴ الی ۱۱،الناشر:مجلة دراسات، الجامعة الأردنیة، مجلد ۲۶، عدد ۲،۱۹۹۹م)

اور ''حساب'' کا ''نفی'' میں اعتبار کرنے کا قول متاخرین میں سے جامعہ ازہر کے شیخ محمد مصطفیٰ مراغی اور شیخ علی طنطاوی کا ہے۔

اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ (مذکورہ نفی میں اعتبار کرنے کی) رائے ''صواب'' کے زیادہ قریب ہے، بنسبت اس رائے کے، جس میں مطلقاً حساب کو نظر انداز کردیا جاتا ہے، اور بہرحال رؤیتِ ہلال کی شہادت دینے والے کی شہادت کو قبول کیا جاتا ہے، اگرچہ وہ چاند کی ولادت سے قبل ہی، کیوں نہ گواہی دے، جس میں پورے ایک دن پہلے کی گواہی کو قبول کرنا لازم آتا ہے۔

اور (نفی میں اعتبار کرنے کی) اس رائے میں مندرجہ ذیل امتیازات پائے جاتے ہیں:

ایک تو یہ کہ یہ رائے سابق دونوں آراء کے درمیان جمع وتوفیق کو متضمن ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ رائے درحقیقت اثبات اور نفی دونوں میں حساب کو لینے کی طرف پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

تیسرے یہ کہ یہ رائے موجودہ دور میں عالمِ اسلام کو جو مشکل درپیش ہے، اس کے حل کا ذریعہ ہے، چنانچہ موجودہ زمانے میں بنیادی مشکل، بادل وغیرہ کی وجہ سے رؤیتِ ہلال کے نہ ہونے میں نہیں ہے، باوجودیکہ حساب سے ہلال کا وجود ثابت ہو، بلکہ بنیادی مشکل، جو اکثر سالوں میں بار بار پیش آتی ہے، وہ چاند کی ولادت سے پہلے رؤیتِ ہلال کی گواہی میں ہے۔

تاہم جب ہم اس رائے میں غور وفکر کرتے ہیں، تو شرعی اور علمی اعتبار سے اس (نفی واثبات کے مابین حکم میں فرق کرنے کی) رائے کی تائید نہیں ہوتی، کیونکہ نصوصِ شرعیہ نے حساب اور تقدیر کو لینے کے سلسلے میں نفی اور اثبات کے مابین کوئی فرق نہیں کیا، اور علمی اعتبار سے بھی قمری مہینے کے ثبوت، اور اس کے دخول کی نفی کے حساب کے باریک بینی اور قطعیت پر مشتمل ہونے کے مابین بھی کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔

لہٰذا ہمارے زمانے میں راجح یہی ہے کہ حساب اور تقدیر پر اعتماد، نفی اور اثبات دونوں کے لیے برابر ہے۔ [1]

جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ حساب ہی اصل ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں میسر نہیں تھا۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ رؤیت کی شہادت، عام طور پر ظنی نہیں ہوتی تھی (پہلے زمانے میں ''کذب'' عام نہ تھا، برخلاف موجودہ دور کے) اور اسی طریقے سے 30 کا عدد پورا کرنا بھی، اور ہمارے زمانے میں حساب قطعی ہو چکا ہے، اور یہ تمام چیزیں وسائل کے درجے میں ہیں، تو ہم ہر زمانے میں قوی ترین وسیلے کو اختیار کرتے ہیں۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اس میں ''**فإن غم عليكم فاقدروا له**'' کے الفاظ پر مشتمل حدیث کی تطبیق بھی پائی جاتی ہے۔

اور ہمارے زمانے میں اسی نفی و اثبات دونوں میں حساب پر اعتماد کرنے کی رائے کو شیخ احمد شاکر، اور شیخ مصطفیٰ زرقاء، اور دکتور یوسف قرضاوی، نے بھی اختیار کیا ہے''۔ انتھٰی۔ [2]

---

[1] بات تو صحیح ہے، لیکن یہ بات اسی وقت مسلّم ہوگی، جبکہ اس حساب کا یقینی وقطعی ہونا ثابت ہو، جس پر قمری مہینے کے دخول وخروج کا مدار رکھا جارہا ہے، اگر ''رؤیت پر مدار'' کو ترجیح دی جائے، تو رؤیت کب ممکن ہے، کب نہیں، یہ بات ہی قابلِ نزاع ہے، تاہم اگر رؤیتِ ظاہری کے باب کو ہی نظر انداز کر دیا جائے، اور رؤیت کے مفہوم، یا اس کی علت کو وسیع کیا جائے، اور ولادتِ قمر کے بعد ''ہلال'' کے افق پر قطعی موجود ہونے کو اصل اور رؤیت کو اس کا وسیلہ قرار دیا جائے، تو بات آگے چل سکتی ہے، لیکن جس کو اس سے اتفاق نہ ہو، اس پر یہ حساب قطعی ہو کر بھی حجت نہ ہوگا، جیسا کہ گزرا۔ محمد رضوان۔

[2] **هل التقدير للإثبات والنفى أم للنفى فقط ؟ :**

فرّق بعض العلماء بين الأخذ بالحساب بين حالتى النفى والإثبات ، فقالوا لا نثبت الشهر إلا بالرؤية أو الإكمال فى حالة الغيم تطبيقا للأحاديث التى استدل بها الفريق الأول ، ولا يأخذون بالحساب إلا فى نفى شهادة الشهود إذا شهدوا برؤية الهلال وكان الحساب يقول باستحالة تلك الرؤية .

وقد ظهر هذا الرأى فى وقت متأخر نسبيا ، حيث بدأت الأمة تخرج من أميتها الفلكية ، وبدأت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پھر اپنے کلام کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے موصوف نے فرمایا کہ:

’’چاند، زمین کے اردگرد بیضوی مدار میں گھومتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ بعض اوقات زمین کے قریب والی منازل میں گھومتا ہوتا ہے، اور بعض اوقات زمین

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحسابات تدل على استحالة بعض الشهادات ، ولعل أول من قال بهذا -إذا كانت الحسابات قطعية فى النفى لا فى الإثبات -هو تقى الدين السبكى فى النصف الأول من القرن الثامن الهجرى حيث قال :وهاهنا صورة أخرى وهو أن يدل الحساب على عدم إمكان رؤيته فلو أُخبرنا به بخبر واحد أو أكثر ممن يحتمل خبره الكذب أو الغلط ..لم تقبل الشهادة ، لأن الحساب قطعى والشهادة والخبر ظنيان ، والظن لا يعارض القطع فضلا عن أن يقدم عليه ، والبينة شرطها أن يكون ما شهدت به ممكنا حسا وعقلا وشرعا ..والشرع لا يأتى بالمستحيلات .

ولم يثبت السبكى الشهر بالحساب لسبب ذكره فقال :إن الحساب -لدخول الشهر -إنما يقتضى الإمكان ، ومجرد الإمكان لا يجب أن يرتب عليه الحكم ..والفرق بينه وبين أوقات الصلاة أن الغلط قد يحصل هنا كثيرا بخلاف أوقات الصلاة يحصل القطع أو قريب منه غالبا

.فسبب أخذه بالحساب فى النفى فقط هو أن علم الفلك فى عصره -أى قبل سبعة قرون -كان قطعيا فى النفى دون الإثبات ، أو هكذا ظن السبكى رحمه الله ولذلك فإن السبكى ممن يقول باعتماد الحساب فى الإثبات أيضا إذا صار الحساب قطعيا كما فى عصرنا .

وممن قال به من المتأخرين محمد مصطفى المراغى شيخ الأزهر ، والشيخ على الطنطاوى حيث يقول :وهذا الحساب قطعى ، بينما الشهادة على الرؤية غير قطعية فربما توهم الشاهد أو كذب وخلاصة رأى السبكى الذى يجمع بين العمل بحديث (صوموا لرؤيته) وبين حقائق علم الفلك هى أن نسأل أولا علماء الفلك هل يمكن أن يُرى الهلال هذه الليلة ؟ فإن قالوا :نعم ، تحرينا رؤيته وإن قالوا بأنه لا يمكن أن يُرى رددنا شهادات الشهود وأنا أرجو ممن يقرأ هذه الفتوى أن يفكر فى رأى السبكى فإن فيه العمل بالسنة وفيه اتباع حقائق العلم ، وأرجو من أهل العلم وأرباب الأقلام أن يتكلموا فيه.

وهؤلاء الثلاثة ممن مارس القضاء ، وخبر الأمر عمليا ، واطلع على الأعاجيب فى شهادات الشهود وقد أخذ بهذا الرأى عدد من المحاكم الشرعية فى الدول الإسلامية كمصر والأردن ، ويقول بهذا الرأى عدد من العلماء اليوم ، وذلك محاولة للتقريب بين رأى من يأخذ بالحساب مطلقا ، ورأى من يرفضه مطلقا.

ولا شك أن هذا الرأى أقرب إلى الصواب من رأى من يرفض الحساب مطلقا ، ويقبل شهادة من يشهد برؤية الهلال ولو قبل ولادته بيوم كامل .

وميزة هذا الرأى ما يلى :

1-:أنه يحاول التوفيق بين الرأيين السابقين .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

سے دور ہوتا ہے، جب وہ اونچی منازل میں گھومتا ہوتا ہے، اور جب وہ زمین سے قریب ہوتا ہے، تو اس کی رفتار تیز ہوتی ہے، اور جب وہ زمین سے دور ہوتا ہے، تو اس کی رفتار آہستہ ہوتی ہے، اور اسی طرح سے زمین بھی سورج کے ارد گرد مخصوص مدار میں گھومتی ہے، جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا بنایا ہوا مستحکم نظام ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

2-:أنه فى الحقيقة درجة للوصول إلى الأخذ بالحساب فى الإثبات والنفى .

3-:أنه يعالج المشكلة كما يعيشها العالم الإسلامى اليوم ، فالمشكلة الرئيسية فى عصرنا ليست فى عدم رؤية الهلال لغيم أو غيره مع أن الحساب يثبت وجوده ، ولكن المشكلة التى تتكرر فى أكثر السنين هى الشهادة برؤية الهلال قبل ولادته .

ولكننا لو دققنا فى هذا الرأى لم نجد له ما يؤيده لا شرعيا ولا علميا ، فالنصوص الشرعية لم تفرق بين النفى والإثبات فى الأخذ بالحساب والتقدير ، وبخاصة حديث (فإن غم عليكم فاقدروا له) ففى الحديث أمر بالتقدير لإثبات الشهر ، وليس لنفى الشهادة ، وأما علميا فلا فرق فى دقة الحساب وقطعيته بين حساب إثبات دخول الشهر ، وحساب نفى دخوله .

وهكذا فإن الراجح فى عصرنا أن اعتماد التقدير والحساب يكون للنفى والإثبات سواء بسواء ، وذلك لما يلى :

1-:لأن الحساب هو الأصل الذى لم يكن متيسرا فى العصر النبوى فجاء الأمر بالصوم إذا رئى الهلال بديلا عنه ، كما دل على ذلك حديث (إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ)

2-:ولأن الشهادة بالرؤية غالبا ما تكون ظنية وكذلك الإكمال ، بينما الحساب فى عصرنا قطعى ، وكلها وسائل فنأخذ فى كل عصر بأقوى وسيلة .

3-:وتطبيقا لحديث (فإن غم عليكم فاقدروا له)

ونكون بذلك قد أخذنا بالنصوص الشرعية ، وفهمناها بطريقة متكاملة ، ونكون فى الوقت نفسه قد أخذنا بالحقائق العلمية الحديثة ولم نهملها ، ومن أشهر من قال بهذا الرأى قديما مطرف بن عبد الله من كبار التابعين

وأبو العباس بن سريج من كبار الفقهاء فى القرن الثالث الهجرى ، وابن قتيبة الدينورى ، والسبكى إن كان الحساب قطعيا ، حيث يعلق على حديث (فأكملوا عدة شعبان ثلاثين) فيقول :وقد يقال إنه يرد على القائلين بجواز الصوم أو وجوبه إذا دل الحساب على رؤيته ، ووجه الاعتذار عنه أنه لما دل على الصوم بإكمال ثلاثين من غير رؤية فهمنا المعنى وهو طلوع الهلال وإمكان رؤيته ، وهما حاصلان بالهلال فى ليلة الثلاثين فى بعض الأوقات .

ويقول فى مكان آخر :وإذا غم الهلال علينا فى مثل ذلك فيقوى اعتماد الحساب والحكم بالهلال كما قاله كثير من الأصحاب .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر جب سورج اور زمین اور چاند سب کے سب، ایک سیدھ میں آ جاتے ہیں، تو اس کا نام ''اقتران'' رکھا جاتا ہے، اس حالت میں چاند کا کوئی حصہ زمین والوں کو نظر نہیں آتا، اسی وجہ سے اس حالت کا نام ''محاق'' بھی رکھا جاتا ہے۔

اور ''اقتران'' کا یہ وقت یقینی طور پر دن اور گھنٹے اور منٹ، بلکہ سیکنڈ کی تعیین کے لحاظ سے معلوم ہوتا ہے، جس کی عرصۂ دراز قبل نشر واشاعت بھی کر دی جاتی ہے، اور اس لحظہ میں اختلافِ مطالع کے اعتبار سے روئے زمین کے کسی حصہ میں اختلاف واقع نہیں ہوتا۔

اور ''اقتران'' کے اعتبار سے قمری مہینے کا متوسط وقت 29 دن، 12 گھنٹوں، 44 منٹ، اور 87 سیکنڈ پر مشتمل ہوتا ہے، غیر متوسط کا کچھ کم وبیش ہونا ممکن ہوتا ہے۔

اور جب یہ ''اقتران'' آدھی رات سے قبل واقع ہوجائے، تو ''گرینچ'' (Greenwich) کے اوقات کے لحاظ سے اس کو فلکی مہینے کی ابتداء قرار دیا جاتا ہے۔

لیکن شرعی اعتبار سے اس کو مہینے کی ابتداء قرار نہیں دیا جاتا، کیونکہ اس حالت میں رؤیتِ ہلال محال ہوتی ہے، اور شرعی اعتبار سے مہینے کی ابتداء کے لیے نئے رؤیتِ ہلال کا غروبِ شمس کے بعد پایا جانا ضروری ہے، یا کم از کم درجے میں اس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ومن أشهر من قال به فی عصرنا الشيخ أحمد شاكر حيث قال :فإذا خرجت الأمة عن أميتها وصارت تكتب وتحسب وجب أن يرجعوا إلى اليقين الثابت ، وأن يأخذوا فی إثبات الأهلة بالحساب وحده .

والشيخ مصطفى الزرقا الذی تبنى هذا الرأی فی مجمع الفقه الإسلامی فی مكة المكرمة ، ولكن هذا الرأی لم يحصل على أكثرية الأصوات.

والدكتور يوسف القرضاوی حيث قال :إن الأخذ بالحساب القطعی اليوم وسيلة لإثبات الشهور يجب أن يقبل من باب قياس الأولى ، بمعنى أن السنة التی شرعت لنا الأخذ بوسيلة أدنى لما يحيط بها من الشك والاحتمال -وهی الرؤية -لا ترفض وسيلة أعلى وأكمل وأوفى بتحقيق المقصود (ثبوت الشهر القمری بين الحديث النبوی والعلم الحديث، صفحة ١٢ الٰی ١٥، الناشر: مجلة دراسات، الجامعة الأردنية، مجلد ٢٦، عدد ٦، ١٩٩٩م)

www.idaraghufran.org

کے امکانِ رؤیت کا پایا جانا ضروری ہے۔

اور جب ''اقتران'' سورج غروب ہونے کے وقت واقع ہو، تو اس حالت میں چاند، دراصل سورج غروب ہونے کے ساتھ ہی غروب ہو جاتا ہے، اور چاند کی رؤیت ''محال'' ہوتی ہے۔

لیکن جب ''اقتران'' سورج غروب ہونے سے چند گھنٹے پہلے واقع ہو، تو پھر چاند، سورج غروب ہونے کے تھوڑے وقت بعد غروب ہوتا ہے، جس میں رؤیت کا امکان نہیں ہوتا (یعنی اس وقت ''رؤیت'' محال نہیں ہوتی، البتہ مشکل ہوتی ہے)

اور متوسط زمانہ، جس میں چاند، سورج سے مؤخر (یعنی پیچھے) ہوتا ہے، تو وہ ہر دن (یعنی 24 گھنٹوں) میں 48 منٹ کا وقت ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ زمین والوں کی رؤیت کے اعتبار سے چاند، سورج سے ہر گھنٹے میں 2 منٹ کے برابر مؤخر (یعنی پیچھے) ہوتا ہے، پس جب سورج غروب ہونے سے 5 گھنٹے پہلے ''اقتران'' مکمل ہو جائے، تو چاند، سورج غروب ہونے کے 10 منٹ بعد غروب ہوتا ہے، اور یہ متوسط، یعنی درمیانی صورتِ حال ہے، اور اس حالت میں بھی نئے چاند کی رؤیت، چند وجوہات کی بناء پر محال ہوتی ہے۔

اور اس وجہ سے جب چاند، سورج غروب ہونے سے 29 منٹ سے کم بعد میں غروب ہو (یعنی سورج غروب ہونے کے بعد، چاند اُفق پر 29 منٹ سے بھی کم وقت کے لیے موجود ہو) تو اس صورت میں چاند کی رؤیت محال و ناممکن ہوتی ہے، یعنی متوسط صورتِ حال میں ''اقتران'' کے 15 گھنٹے گزرنے سے قبل رؤیت محال و ناممکن ہوتی ہے، البتہ جب زمین اور چاند کی حرکت زیادہ تیز ہو، یعنی چاند، زمین کے قریب ہو، تو ایسی صورت میں ''اقتران'' کے 12 گھنٹے بعد

Idara Ghufran

بھی چاند کا دیکھا جانا ممکن ہوتا ہے، اور جب زمین اور چاند کی حرکت زیادہ سست ہو، یعنی چاند، زمین سے زیادہ دور ہو، تو ایسی صورت میں ’’اقتران‘‘ کے 18 گھنٹے گزرنے سے قبل بھی چاند کا دیکھا جانا ممکن نہیں ہوتا۔

اور یہ معلومات سینکڑوں سالوں کے مراقبات اور مراصدات کے ذریعے سے حاصل ہوئی ہیں۔

اور جس دن سورج، طلوع ہونے سے پہلے صبح کے وقت چاند کو دیکھا جائے، تو اس دن غروب کے بعد رؤیتِ ہلال محال ہوتی ہے، کیونکہ اس دن سورج، طلوع ہونے سے پہلے، چاند کا نظر آنا، اس بات کی دلیل ہے کہ تا حال ’’اقتران‘‘ واقع نہیں ہوا، جس کی وجہ سے کم از کم 12 گھنٹوں کا گزرنا ضروری ہے، جبکہ زمین اور چاند انتہائی تیز رفتار حرکت میں ہوں‘‘۔ انتھٰی۔ [1]

---

[1] لمحة فلكية:

يدور القمر حول الأرض فى مدار إهليلجى ، ولذلک فإنه يقترب أحيانا من الأرض فيكون فى الحضيض ، ويبتعد أحيانا أخرى فيكون فى الأوج ، وكلما اقترب زادت سرعته لئلا ينجذب إلى الأرض ويصطدم بها ، وكلما ابتعد قلت سرعته لكيلا ينفلت من الجاذبية ويخرج عن مساره ، ويتم كل هذا بنظام دقيق وضعه الله -سبحانه وتعالى -بالغ حكمته ، ويعرف هذا القانون بقانون كبلر .

والأرض تدور كذلک حول الشمس فى مدار إهليلجى بحسب القانون نفسه ، فتكون الأرض أبعد ما تكون عن الشمس وفى أقل سرعة لها فى 21/6 وفى 21/12 من كل سنة وتكون أقرب ما تكون من الشمس وفى أقصى سرعة لها فى 21/3 وفى 23/9.

فإذا أصبح مركز كل من الشمس والأرض والقمر على خط واحد سُمى ذلک :الاقتران ، وفى هذه الحالة فإن الوجه المضىء من القمر الذى يواجه الشمس لا يواجه شىء منه الأرض ، فلا تمكن رؤية شىء منه ، ويسمى هذا الوضع أيضا :المحاق ، وذلک لانمحاق أى :انعدام رؤية أى شىء من القمر .

ويحدث الاقتران بمعدل كل 29 :يوما و 12 ساعة و 44 دقيقة وثانيتان و 87% من الثانية ، وهذا هو متوسط الشهر القمرى ، أى إن متوسط الشهر القمرى هو 29,53 :يوما .

ومن المستحيل أن تكون أكثر أشهر السنة 29 يوما ، أو أن يكون رمضان أو أى شهر آخر فى أغلب السنوات لسنوات طويلة -تسعة وعشرين يوما ، لأن متوسط الشهر القمرى أكثر من تسعة وعشرين يوما ونصف اليوم ، فاحتمال كون الشهر ثلاثين يوما هو 53%، بينما احتمال كونه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پھر اس کے بعد موصوف نے فرمایا کہ:

’’بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ رؤیت کا فلکی حسابات کے ساتھ تعارض ممکن ہے، حالانکہ یہ غلط فہمی ہے، کیونکہ فلکی حسابات کا رؤیت کے ساتھ تعارض ممکن نہیں،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ تسعة وعشرين يوما هو 47%، ولهذا السبب كان الأمر النبوى بإكمال الشهر إذا غم على الناس لأن غالب الأشهر ثلاثون يوما .

ولذلك فإن العلماء يعلمون علم اليقين اليوم والساعة والدقيقة بل والثانية التى يتم فيها الاقتران ، وكل هذا معلوم لعشرات السنين القادمة ، وهو معلن ومنشور ، ويعرفه أهل الاختصاص والمهتمون بذلك .

وهذا الاقتران يتم فى اللحظة ذاتها لكل الكرة الأرضية ، أى لا يختلف باختلاف المطالع ، وموعده -كما ذكرت سابقا -أمر قطعي لا يختلف فيه المتخصصون .

وإذا حدث الاقتران قبل منتصف الليل -بتوقيت جرنيتش -فيعد ذلك بداية الشهر فلكيا ، ولكنه ليس بداية الشهر شرعيا ، لأنه تستحيل رؤية الهلال فى هذه الحالة ، ولا بد لبداية الشهر شرعا من رؤية الهلال الجديد بعد غروب الشمس ، أو إمكان رؤيته على الأقل .

وإذا حدث الاقتران وقت غروب الشمس فإن القمر فى هذه الحالة يغيب مع غياب الشمس وتستحيل رؤيته لأن الوجه المضيء للقمر بأكمله باتجاه الشمس ، وليس مقابل الأرض إلا الوجه المظلم .

أما إذا حدث الاقتران قبل غياب الشمس بعدة ساعات فإن القمر يغيب بعد الشمس بوقت قصير لا يكفى لإمكانية رؤيته ، فإن سرعة الشمس الظاهرية أكبر من سرعة القمر كما يراهما المراقب من فوق سطح الأرض .

ومتوسط الزمن الذى يتأخره القمر عن الشمس حوالى 48دقيقة فى كل يوم ، ومعنى هذا أن القمر يتأخر عن الشمس كما يراهما أهل الأرض -بمعدل دقيقتين فى كل ساعة ، فإذا تم الاقتران قبل غروب الشمس بخمس ساعات فإن القمر سيغيب بعد الشمس بعشر دقائق ، وهذا بشكل متوسطى ، وفى هذه الحالة أيضا تستحيل رؤية الهلال الجديد لأمرين :

أولهما :أن الجزء المواجه للشمس والأرض معا ، أى الجزء المضيء من القمر بالنسبة لمن هو على سطح الأرض صغير جدا جدا لا يساوى إلا حوالى جزء ا من سبعين جزء ا من القمر بدرا .

ثانيهما :أن الهلال الصغير هذا يكون قريبا جدا من الشمس ، وهو فى مجالها الضوئى القوى ، بحيث تكون أشعتها فى الأفق بعد الغروب بعدة دقائق أقوى من ضوء الهلال الوليد .

ولذلك فمن المستحيل أن يرى الهلال إلا إذا تأخر غيابه عن غياب الشمس بما لا يقل عن (29) دقيقة ، وهذا يعنى أن يكون قد مضى على الاقتران حوالى (15) خمس عشرة ساعة بشكل متوسطى ، أما إذا كانت الأرض فى أقرب ما تكون من الشمس أى فى أقصى سرعة لها ، وكان القمر كذلك فى الحضيض ، أى فى أقصى سرعة له ، فإنه يمكن أن يُرى الهلال بعد حوالى 12

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ شہادت کا حسابات کے ساتھ تعارض ممکن ہے، اور ایک، دو، تین، یا اس سے زیادہ اتنے لوگوں کی شہادت جو ''آحاد الناس'' میں داخل ہوں، وہ ''ظنی'' شہادت کہلاتی ہے، اور ''قطعی'' شہادت اسی صورت میں ہوتی ہے، جبکہ متواتر ہو، یعنی اتنی تعداد میں لوگ رؤیت کی گواہی دیں کہ عادتاً ان کا جھوٹ، یا خطاء میں مبتلا ہونا، محال ہو، اور رؤیتِ ہلال میں یہ تواتر بہت کم متحقق ہوتا ہے، اور یہ بات واضح ہے کہ محال کی شہادت، قبول نہیں کی جاتی۔

لہٰذا جو شخص چاند کی ولادت سے پہلے، اس کی رؤیت کی گواہی دے، تو اس کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ساعة من الاقتران ، وأما إن كانت الأرض فى أبعد نقطة لها عن الشمس أى فى أقل سرعة لها ، وكان القمر كذلك فى الأوج ، أى فى أقل سرعة له فلا يرى الهلال قبل مرور حوالى 18ساعة على الاقتران .

ومن الجدير بالذكر أن هذه المعلومات والأرقام قد وضعت بعد مراقبة مستمرة -لمئات السنين- من قبل كثير من المراصد ، ومن قبل كثير من الهواة الذين يراقبون الهلال فى مختلف أنحاء العالم وبخاصة -للأسف الشديد -العالم غير الإسلامى ، وإن أقل زمن أمكنت رؤية الهلال فيه بعد الاقتران يعد من الأرقام القياسية التى تسجل ، وإذا ثبت أن أحدا رأى الهلال بعد الاقتران بزمن أقل فإن هذا الرقم الجديد يسجل ، ولكن الأمر بلغ من الدقة أن الرقم الجديد لا يختلف عن الرقم القديم إلا بالدقيقة أو أجزائها .

وتستحيل رؤية الهلال بعد الغروب -وهى الرؤية المعتبرة شرعا -إذا رئى صباحا قبل طلوع الشمس ، لأن هذه الرؤية تعنى أن الاقتران لم يحدث بعد ، وأن القمر لازال -كما يُرى من فوق الأرض -أمام الشمس ، وهذا يعنى أنه لا بد من مرور 12ساعة على الأقل -إذا كانت الأرض والقمر فى أقصى سرعة لهما -حتى يحدث الاقتران ، وإلى 12ساعة أخرى بعد الاقتران لتمكن رؤيته ، ويجب مرور هذا الوقت كله وهو 24ساعة على الأقل ما بين رؤيته قبيل طلوع الشمس وما بين بعيد غروب الشمس ، وهذا مستحيل حتى فى أطول نهار من أيام السنة .

كما أنه من المستحيل رؤية الهلال قبل حدوث الاقتران بساعات ، لأنه فى هذه الحالة سيغيب قبل الشمس ، ومن المستحيل أن يُرى على صغره أثناء سطوع الشمس ، وحتى لو رئى -فرضا -فلا يعتد بهذه الرؤية لأن هذا الهلال ليس هو هلال الشهر الجديد ، وإنما هو بقية هلال الشهر السابق ، ولذلك لا يعتد بهذه الرؤية لا شرعيا ولا فلكيا .

ومن المستحيل أن تتم رؤية الهلال أول ما يُرى فى كل شهر أو فى أغلب الشهور فى منطقة بعينها ، أو فى دولة واحدة من بين دول العالم كلها ، فليتنبه إلى ذلك(ثبوت الشهر القمرى بين الحديث النبوى والعلم الحديث، صفحة ١٦ الى ١٩،الناشر:مجلة دراسات، الجامعة الأردنية، مجلد ٢٦، عدد ٦، ١٩٩٩م)

www.idaraghufran.org

گواہی ہرگز قبول نہیں کی جاسکتی“۔انتہیٰ۔ [1]

پھر آخر میں موصوف نے اپنی بحث کے نتائج کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

(1)......حدیثِ نبوی نے مہینہ کے ثبوت کے لیے تقدیر وحساب سے منع نہیں کیا، بلکہ اگر امت میں علمائے فلک موجود ہوں، تو اس کو ہی ”اثباتِ مہینہ“ کے لیے اصل قرار دیا ہے۔

(2)......مہینہ کے ثبوت کے لیے ”رؤیتِ ہلال“ مختلف وسائل وذرائع میں سے ایک وسیلہ اور ذریعہ ہے، بنیادی ہدف اور غایت وانتہاء نہیں۔ [2]

(3)......فلکی حساب، اس علمِ نجوم سے تعلق نہیں رکھتا، جس سے اسلام نے منع کیا ہے۔

(4)......پہلے زمانوں میں فلکی حساب ”ظنی“ تھا، لیکن اب عرصۂ دراز سے ”قطعی“ درجہ اختیار کر چکا ہے۔

---

[1] مشكلات الشهادة والإكمال:
الشهادة بالمستحيل: لازال بعض الناس يظن أن الرؤية يمكن أن تتعارض مع الحسابات الفلكية، وما سبب هذا الظن إلا بُعدهم عن هذا التخصص وما وصل إليه علم الفلك فى هذا المجال، والصحيح الذى لا شك فيه عند كل من له إلمام علمى بهذا الموضوع أنه لا يمكن بحال من الأحوال أن تتعارض الرؤية مع الحسابات الفلكية، وإنما الممكن والموجود كثيرا هو أن تتعارض الشهادة مع الحسابات، وفرق كبير بين الأمرين، ذلك أن شهادة واحد أو اثنين أو ثلاثة أو أى عدد من آحاد الناس شهادة ظنية، ولا تكون الشهادة قطعية إلا أن تكون متواترة، أى أن يشهد بالرؤية عدد يستحيل -عادة- وقوعهم فى الكذب أو الخطأ، ولا يتحقق هذا إلا قليلا.
ومن المعلوم أن الشهادة بالمستحيل شهادة غير مقبولة، فمن شهد فى عصرنا أنه رأى بعض الصحابة، أو حضر غزوة بدر حكمنا برد هذا الخبر أو هذه الشهادة.
وإذا ثبت أن الشمس قد غابت أمس فى تمام الساعة الخامسة، ثم جاء من يخبر أنها غابت اليوم فى الرابعة حكمنا برد كلامه، لأنه معلوم عادة أنه لا يمكن أن يكون الفرق فى غروب الشمس بين يومين متتاليين أكثر من دقيقة أو دقيقتين، فكيف يمكن أن يكون هذا الفرق ساعة؟ وكيف يمكن أن نقبل شهادة من شهد برؤية الهلال قبل ولادته بساعات؟(ثبوت الشهر القمرى بين الحديث النبوى والعلم الحديث، صفحة ٢٠، الناشر: مجلة دراسات، الجامعة الأردنية، مجلد ٢٦، عدد ٦، ١٩٩٩م)(astronomycenter.net/article/sharaf_hadith.html)

[2] مذکورہ بالا دونوں امور سے بعض اصحابِ علم کو اختلاف ممکن ہے، لیکن اصل مقصود موصوف مذکور کی رائے کو ملاحظہ کرنا، اور مسئلہ ہٰذا کے مجتہد فیہ ہونے کو معلوم کرنا ہے۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

(5)......اس بات کی کوئی شرعی و علمی دلیل نہیں کہ فلکی حساب کا صرف ''مہینہ کی نفی'' کے سلسلے میں اعتبار کیا جائے، اس وجہ سے راجح یہ ہے کہ تقدیرِ قطعی کا ہر مہینہ کے ثبوت میں بھی اعتماد کیا جائے، اور اس کے مقابل شہادت کی نفی میں بھی اعتماد کیا جائے۔

(6)......''رؤیت'' کا حساب کے ساتھ تعارض نہیں ہوتا، بلکہ صرف بعض گواہیوں کا قطعی علمی حساب کے ساتھ تعارض ہوا کرتا ہے۔

(7)......''محال'' کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی، اور یہ بھی ضروری ہے کہ گواہ عادل اور ضابط (یعنی سچا اور پختہ) ہو۔

(8)......''رؤیت'' کی شہادت اور اس کے ''اتمام'' کے لیے تطبیق دینے میں مختلف مشکلات ہیں اور تقدیر و حساب کے لیے مختلف فوائد ہیں، جن کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے۔

(9)......شرعاً راجح یہ ہے کہ اختلافِ مطالع کا اعتبار کیا جائے۔

(10)......شرعی اعتبار سے دن اور مہینے کی ابتداء، زمان و مکان کے لحاظ سے جغرافی ابتداء سے مختلف ہوتی ہے۔

(11)......''رؤیت'' کے مقام میں، رؤیت کا اعتبار اس کے طولِ بلد، یا مغرب میں واقع اس منطقہ کے تمام علاقوں میں معتبر ہوگا، جس کے ساتھ مسلمان، مذکورہ تمام کرۂ ارض میں شرعی اعتبار سے ایک دن میں مہینہ کی ابتداء کریں گے۔

(اور جو علاقے مشرقی مناطق میں واقع ہیں، ان میں اگلے دن مہینے کا آغاز ہوگا، وہ فرق صرف اس وجہ سے ہوگا کہ وہاں دن کا آغاز ہی بعد میں ہوا ہے، حقیقت میں فرق نہ ہوگا) [1]

---

[1] نتائج البحث:

1: ...... لم ينه الحديث النبوى عن اعتماد التقدير والحساب فى إثبات الشهر ، بل جعل ذلك هو الأصل إن كان فى الأمة علماء فى الفلك .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

استاذ حسن بیلانی ''شام'' کا حوالہ

جامعہ حلب، شام کے جغرافیہ اور ہندسیہ مدنیہ کے استاذ ''مہندس، دکتور حسن بیلانی'' ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''قمری مہینوں کے شروع ہونے کی تعیین کے طریقوں میں موجودہ دور کے اصحابِ علم کا اختلاف ہے، ان طریقوں کا خلاصہ درجِ ذیل ہے:

(1)...... پہلا طریقہ یہ ہے کہ آدھی رات ہونے سے پہلے چاند کی ولادت ہو چکی ہو، تو اگلے دن کو نئے قمری مہینہ کی پہلی تاریخ شمار کیا جائے۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

2: ......رؤية الهلال وسيلة من الوسائل لإثبات الشهر وليست هدفا وغاية .

3: ......الحساب ليس من علم التنجيم الذى نهى عنه الإسلام .

4: ......كان الحساب ظنيا ، ولكنه أصبح منذ زمن طويل قطعيا .

5: ......لا دليل يدل على اعتماد الحساب فى النفى فقط دون الإثبات لا شرعيا ولا علميا، ولذلك فالراجح هو اعتماد التقدير القطعى فى إثبات الشهر وفى نفى الشهادة المتعارضة معه .

6: ......لا تتعارض الرؤية مع الحساب ، وإنما تتعارض بعض الشهادات مع الحسابات العلمية القطعية .

7: ......لا تقبل الشهادة بالمستحيل ، ولا بد أن يكون الشاهد عدلا ضابطا .

8: ......للشهادة بالرؤية وللإتمام مجموعة من المشكلات فى التطبيق ، بينما نجد للتقدير عددا من الفوائد .

9: ......الراجح شرعا اعتبار اختلاف المطالع .

10: ......تختلف بداية اليوم والشهر شرعيا عن بدايته جغرافيا من حيث الزمان والمكان .

11: ......تعد الرؤية فى بقعة رؤية لكل بقعة تقع على خط الطول نفسه ، أو تقع غربه ، وبهذا يبدأ المسلمون الشهر فى كل الكرة الأرضية فى يوم واحد بالمعنى الشرعى .

(ثبوت الشهر القمرى بين الحديث النبوى والعلم الحديث، صفحة ۳۰،الناشر:مجلة دراسات، الجامعة الأردنية، مجلد ۲۶، عدد ۲، ۱۹۹۹م)

(astronomycenter.net/article/sharaf_hadith.html)

[1] یہ اہلِ گرینچ کے اس نظریہ پر مبنی ہے، جس کی رو سے آدھی رات کو تاریخ بدلتی ہے، لہٰذا آدھی رات کے بعد والے حصہ کو، اور اس سے اگلے دن کو نئے قمری ماہ کا حصہ تصور کیا جائے۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

کئی ممالک میں اس کے مطابق عمل ہے۔

لیکن اس طریقہ میں رؤیتِ ہلال کی شرط، نا قابلِ اعتبار ٹھہرتی ہے کہ اس میں محض فنی حساب کی بنیاد پر نئے قمری مہینے کا آغاز کردیا جاتا ہے، اور ''رؤیتِ ہلال'' کا اہتمام واعتبار نہیں کیا جاتا۔

(2)...... دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سورج غروب ہونے سے پہلے چاند کی ولادت ہوچکی ہو، تو اگلے دن کو نئے قمری مہینہ کی پہلی تاریخ شمار کیا جائے۔

اس طریقہ میں سورج غروب ہونے کے وقت سے اگلے مہینے کا آغاز کیا جاتا ہے۔

لیکن اس طریقہ میں بھی رؤیتِ ہلال کی شرط، نا قابلِ اعتبار ٹھہرتی ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

(3)...... تیسرا طریقہ یہ ہے کہ محض رؤیتِ ہلال کو معیار بنایا جائے، فلکی حسابات ومعاییر کو اہمیت نہ دی جائے۔

یہ طریقہ اگرچہ نصِ شرعی کے موافق ہے، لیکن اس میں خطاء کا احتمال بہت زیادہ پایا جاتا ہے، کیونکہ اس میں بعض اوقات حقیقت اور واقع سے بہت بعید گواہی پر بھی اعتماد کرلیا جاتا ہے، مثلاً بعض اوقات شہادت پر اعتماد کرتے ہوئے ''ولادتِ قمر'' سے پہلے ہی نئے ماہ کا آغاز کردیا جاتا ہے، یا چاند کی رؤیت کسی معیار کی بنیاد پر بھی ممکن نہیں ہوتی۔

(4)...... چوتھا طریقہ یہ ہے کہ سورج غروب ہونے کے وقت رصدی، اور فلکی شرائط ومعاییر کے تحقق اور ثبوت کا اعتبار کیا جائے، جس کا مدار اِس بات پر ہے کہ چاند کی اُفق سے بلندی پانچ (5) درجات سے زیادہ کی ہو، اور اور چاند کا سورج سے فاصلہ آٹھ (8) درجات سے زیادہ کا ہو۔

اس طریقہ میں بعض اوقات تو رؤیت اور حساب ومعاییر کے مابین موافقت ہوجاتی ہے، اور بعض اوقات موافقت نہیں ہوتی، کیونکہ بعض حالات میں فلکی و سائنسی شرائط ومعاییر کافی اور مکمل نہیں ہوتیں۔

(4)...... پانچواں طریقہ یہ ہے کہ پہلے رصدی وفلکی شرائط ومعاییر کے تحقق وثبوت کا اعتبار کیا جائے، پھر رؤیت کا اعتبار کیا جائے۔

یہ طریقہ چاند کی رؤیت کی شرائط ومعاییر پائے جانے کے بعد، رؤیتِ ہلال کی اہمیت کو ختم کردیتا ہے، ورنہ تو رصدی وفلکی شرائط ومعاییر کے تحقق اور ثبوت کی کیا ضرورت ہے، اس طریقہ میں 29 دن کے بعد، اگر چاند نظر نہ آئے، تو 30 دن پورے کیے جائیں گے۔

جہاں تک رؤیتِ ہلال کے لیے رصدی وفلکی شرائط ومعاییر کا تعلق ہے، تو ان شرائط کا خلاصہ درجِ ذیل ہے:

پہلی شرط ومعیار ’’منطقی‘‘ (Logical Condition) ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ چاند، محاق کے مرحلہ کو عبور کرچکا ہو، یعنی چاند کی ولادت ہوچکی ہو، کیونکہ نیا چاند، محاق کے مرحلہ کو طے کرنے کے بعد ہی وجود میں آتا ہے، اسی وجہ سے محاق کے مرحلہ کو عبور کرنے سے پہلے، جو لوگ رؤیتِ ہلال کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ دعویٰ قابلِ اعتبار نہیں۔

دوسری شرط ومعیار ’’ھندسی‘‘ (Geometric Condition) ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ چاند، سورج غروب ہونے کے اتنی دیر بعد غروب ہوا ہو کہ جس میں چاند کی تمیز، ممکن ہو، کیونکہ سورج کی روشنی، ابتدائی چاند کی رؤیت میں مانع بن جاتی ہے۔

تیسری شرط ومعیار ’’فیزیائی‘‘ (Physical Condition) ہے، جس

کا مطلب یہ ہے کہ چاند کی رؤیت کے مابین کوئی بادل، یا فضائی آلودگی وغیرہ حائل نہ ہو"۔ انتھٰی۔ ؎

؎ طرق تحديد بدايات الأشهر الهجرية:

هناک العديد من الطرق لاعتبار أن اليوم التالی هو أول أيام الشهر القمری الجديد وهی:

(1)..... حدوث الاقتران قبل منتصف الليل .هذه الطريقة معتمدة فی كثير من الدول والمراجع الأجنبية لتحديد بداية الشهر القمری، وتعتبر طريقة دقيقة لأنها تعتمد على الجملة المركزية وهی جملة عالمية، إلا أن هذه الطريقة تهمل شرط الرؤية.

(2)..... حدوث الاقتران قبل غروب الشمس .هذه الطريقة توافق اعتبار أن اليوم الإسلامی يبدأ من لحظة غروب الشمس، إلا أنها تهمل شرط الرؤية كسابقتها.

(3)..... رؤية الهلال .هذه الطريقة توافق النص الشرعی فی ذلک، إلا أن احتمال الخطأ فيها كبير بسبب الاعتماد على شهادة بعيدة أحيانًا عن الواقع أو المنطق.

(4)..... تحقق شروط رصدية عند غروب الشمس، وهی أن يكون ارتفاع القمر عن الأفق أكثر من 5درجات، وبعده عن الشمس أكثر من 8درجات .

هذه الطريقة تجمع أحيانًا -بين الحساب والرؤية، لأن الشروط الرصدية المذكورة قد لا تكون كافية فی بعض الحالات.

(5).....تحقق شروط رصدية أو ًلا ثم الرؤية ثانيًا .هذه الطريقة تعنی القيام برصد الهلال بعد تحقق شروط إمكانية رؤيته، وإلا فلا داعی للرصد، ويعتبر اليوم التالی هو المكمل للثلاثين من الشهر المنصرم.

وفی هذا السبيل تم إنشاء المشروع الإسلامی لرصد الهلال (ICOP)على شبكة الإنترنت "WWW.JAS.ORG.JO"وتقوم فكرة هذا المشروع على استقطاب معطيات ونتائج رصد الهلال فی ليلتی التاسع والعشرين والثلاثين من كل شهر وذلک من كافة الدول الإسلامية، ثم تحلل هذه المعطيات والنتائج على مر الشهور بغية التوصل إلى معيار رؤية يشمل الشروط الفلكية مع ظروف الرؤية فی المكان.

شروط رصد الهلال:

(1).....شرط منطقی :أن يكون القمر قد اجتاز مرحلة المحاق (لحظة الاقتران) لأن الهلال الجديد مرحلة تلی مرحلة المحاق .لذلک لا جدوى من البحث عن هلال جديد قبل حدوث الاقتران، وهذا ما يحصل فی كثير من الأحيان حيث يدّعی البعض رؤية الهلال قبل لحظة الاقتران.

(2)..... شرط هندسی :أن يغرب القمر بعد غروب الشمس بفترة كافية بحيث يقل سطوع السماء فی منطقة غروب الشمس ويصبح من الممكن تمييز الهلال، فطبقة الغلاف الجوی تضعف ضوء الهلال النحيل قرب الأفق.

(3)..... شرط فيزيائی :أن لا تحول ظروف المكان (التضاريس، التلوث، ..) دون رؤية الهلال.

(دراسة فلكية إحصائية لتحديد نسب الخطأ فی بدايات الأشهر الهجرية فی سورية،ص٥ و٦، ماخوذ من مجلة "نهج الاسلام" وزارة الاوقاف ، سوريا، المجلد ٢٦٠، العدد ٩٩)

موصوف مزید فرماتے ہیں کہ:

”بعض حضرات کا خیال ہے کہ ہلال کی شکل وصورت کی بنیاد پر مہینے کی ابتداء کے صحیح ہونے نہ ہونے کا حکم لگایا جائے، مثلاً اگر پہلے دن کا چاند بڑا ہو، اور اس کی عمر دو دن کی ہو، تو کہا جائے کہ یہ دراصل دوسرے دن کا چاند ہے۔

لیکن شرعی اعتبار سے مذکورہ چیز پر مہینے کے آغاز کا مدار رکھنا، درست نہیں (احادیث میں بھی چاند کے بڑا، چھوٹا ہونے پر پہلی، یا دوسری تاریخ کا چاند قرار دینے کی ممانعت آئی ہے)

فلکی اعتبار سے رؤیتِ ہلال کے سلسلے میں جن معیارات کو ملحوظ رکھا جاتا ہے، ان میں چاند کی عمر اور اس کے افق پر ٹھہرنے کا زمانہ اور اس کی افق سے بلندی بھی شامل ہے۔

لیکن برہنہ آنکھ (Naked eye) سے امکانِ رؤیتِ ہلال کے لیے صرف مذکورہ امور کافی نہیں، بلکہ ان میں مشاہدہ کیے جانے والے مقام اور موسمی درجۂ حرارت اور رطوبت اور فضاء کے صاف اور آلودہ ہونے کو بھی ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

دنیا میں فلکی اعتبار سے کم وقت کی، جس مقدار پر برہنہ آنکھ (Naked eye) سے چاند کا مشاہدہ کیا گیا، ان میں کم از کم عمر کا چاند (Moon Age) 15 گھنٹے اور 24 منٹ کا تھا۔

اور عرب کے (مشہور مسلمان سائنس دان) محمد بن جابر البتانی نے برہنہ آنکھ (Naked eye) سے چاند کی عمر کے لیے 15 گھنٹے کا معیار مقرر کیا ہے۔

اور طاقت ور دوربین (Telescope) کے ذریعے مشاہدہ کیے جانے والے چاند کی عمر، کم از کم 12 گھنٹے اور 42 منٹ پر مشتمل تھی۔

اور کم از کم زاویۂ انحراف (Elongation) کے جس چاند کا برہنہ آنکھ (Naked eye) سے مشاہدہ کیا گیا، وہ سورج سے 7 درجے فاصلے پر تھا۔

www.idaraghufran.org

محمد بن جابر البتانی کا بیان کردہ معیار بھی یہی ہے۔

اور کم از کم زاویۂ ارتفاع (Moon Altitude) یعنی افق سے چاند کی بلندی کا معیار 5 درجے ہے۔

محمد بن جابر البتانی کا بیان کردہ معیار بھی یہی ہے۔

اور افق پر چاند کے موجود رہنے کا کم از کم دورانیہ (Moonset-Sunset) یعنی سورج کے غروب اور چاند کے غروب کے مابین کم از کم فاصلہ کا جو چاند، برہنہ آنکھ (Naked eye) سے دیکھا گیا، وہ 22 منٹ کا تھا۔

اور محمد بن جابر البتانی کا بیان کردہ معیار 20 منٹ کا ہے''۔ انتہٰی۔ [1]

---

[1] تقدير عمر القمر:

يعتقد البعض أن صحة بداية الشهر يمكن الحكم عليها من خلال شكل الهلال فى اليوم الأول من الشهر أو من يوم البدر .فإن كان الهلال فى اليوم الأول كبيرًا ويقدّر عمره بيومين يعتقد الراصد أن البداية خاطئة وأن اليوم الأول يجب أن يكون الثانى، أوفى حالة أخرى مشابهة إن وافق البدر اليوم الثالث عشر من الشهر الهجرى سيسود نفس الاعتقاد بالنسبة لمن لا يلم بالموضوع .وفى الحقيقة إن تقدير عمر القمر من خلال شكله أمر منطقى ولا إشكال فيه .ولكن يجب أن لا يغيب عن الأذهان أن بداية الشهر حددت بناءً على الرؤية والتى بدورها لا تتحقق إلا بانقضاء فترة على لحظة المحاق .هذه الفترة هى بحدها الأدنى حوالى 15.ساعة حسب الأرقام المسجلة عالميًا .فإن كان عمر القمر عند غروب الشمس 14،ساعة، فهو إذًا غير مرئى ولا يعتبر اليوم التالى هو الأول من الشهر الجديد، ولا بد من انتظار غروب الشمس التالى لرصد الهلال وعندها سيصبح عمره 38، 38ساعة، وهى فترة أسقطت من عمر القمر قبل إثبات اليوم الأول، وبالتالى سيظهر أثرها فى هلال اليوم الأول أو فى ليلة البدر.

الأرقام المسجلة:

اعتنى علماء الفلك بمسألة رؤية الهلال عناية خاصة نظرًا لارتباط معظم العبادات الإسلامية بموعد ظهور القمر، وقد حاولوا وضع معايير فلكية لإمكانية رؤية الهلال الجديد مثل اعتماد معيار الإثنتى عشرة درجة.

تعتبر المعايير الفلكية لرؤية الهلال (عمر القمر وزمن مكثه وارتفاعه)

والأرقام المسجلة فيها غير كافية، إذ لا بد من الأخذ بعين الاعتبار ظروف المشاهدة المرتبطة بالمكان، مثل درجة الحرارة والرطوبة والتلوث.

إن الحد الأدنى للسجلات العالمية قديمًا وحديثًا هى كالآتى:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ملحوظ رہے کہ چاند تقریباً دو گھنٹے میں ایک درجہ طے کرتا ہے۔

تو اس حساب سے 7 درجے کے قول کے مطابق، ولادت کے 14 گھنٹے کے لگ بھگ بعد بھی چاند نظر آنے کے قابل ہوسکتا ہے، جیسا کہ موجودہ دور کے بہت سے ماہرینِ عرب کی تحقیق ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(1).....عمر القمر (Moon Age) قديمًا اعتبر أنه يجب مرور 24ساعة على ولادة القمر حتى يمكن رؤية الهلال بالعين المجردة، ولكن قام جون بيرس فى عام 1990 بتسجيل رقم قياسى فى هذا الصدد وهو 15ساعة و 24دقيقة وذلك بالعين المجردة .وقد اتخذ (أعظم فلكى عرفته العرب.محمد بن جابر)البتانى معيارًا لعمر القمر من أجل رؤيته هو 15ساعة.

وفى عام 1996 سجل رقم قياسى باستخدام المنظار بلغ 12ساعة و 42دقيقة.

(2)..... البعد الزاوى(Elongation) -لم ير هلال بالعين المجردة يقل بعده الزاوى عن 7 درجات .وهو معيار البتانى أيضًا.

(3).....ارتفاع القمر(Moon Altitude) 5 -درجات، وهو معيار البتانى أيضًا.

(4).....مكث القمر(Moonset-Sunset) -أصغر فاصل زمنى بين غروبى الشمس والقمر تم تسجيله بالعين المجردة هو 22دقيقة .أما البتانى فقد اعتمد على معيار لمكث القمر هو 20 دقيقة.

لذلك فى هذا البحث تم اعتماد معايير رؤية الهلال فى الحدود الدنيا حسب الجدول التالى:

المعيار	الحد الأدنى
عمر القمر	15 ساعة و 24دقيقة
البعد الزاوى	7 درجات
ارتفاع القمر	5درجات
زمن مكث القمر	22دقيقة

الحصر الإحصائى:

تم رصد الأشهر ذات الأهمية الخاصة وهى :رمضان وشوال وذو الحجة ومحرم، وذلك فى كل سنة هجرية بدءاً من عام 1950م وحتى عام 2000م .وبلغ عدد الأشهر المذكورة فى هذه الفترة الزمنية 198شهرًا موزعة على الشكل التالى:

رمضان 51شهرًا	شوال 51شهرًا
ذو الحجة 49شهرًا	محرم 47شهرًا

بدأ الإحصاء أولا فى صحيفة برق الشمال، ثم بالصحف التالية :السياسة والأخبارودمشق المساء والتربية والثورة والبعث والجماهير والفداء والتى غطت بمجملها الفترة 1950 - 2000م.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

محمد بن جابر بن سنان الحرانی، جو''البتـــانـــی'' کے نام سے مشہور ہیں، وہ حران (موجودہ ترکی) میں پیدا ہوئے، اور عراق میں وفات پائی۔

قرونِ وسطیٰ میں اہلِ مغرب ان کو **Albategnius** یا **Albategni** کے نام سے یاد کیا کرتے تھے، اور اہلِ عرب ان کو'' **بطليموس العرب** '' کہا کرتے تھے۔

بتانی کا زمانہ دوسری صدی ہجری کے آخر اور تیسری صدی ہجری کی ابتداء کا زمانہ ہے، ان کی وفات 317ھ میں ہوئی، جو عیسوی سن کے اعتبار سے 930 کا سال بنتا ہے۔

بتانی کا شمار دنیا کے عظیم ترین فلکی سائنسدانوں میں ہوتا ہے، اس کی وجہ ان کی وہ اہم خدمات ہیں، جو انہوں نے اس میدان میں سرانجام دیں، اس کے علاوہ انہوں نے ''الجبرا، حساب''

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نتائج عـمـلية الحصر الإحصائي التفصيلية وكيفية إثبات الشهر سواء بإعلان القاضي الشرعي في تـلـك الـفتـرة، أو من التـاريخ الهجري للصحف في حال عدم ورود نص إثبات للقاضي الشرعي، يمكن الرجوع إليها في .

الحسابات الفلكية:

من أجل تحديد صحة أو خطأ إثبات بدايات الأشهر الأربعة في الفترة المذكورة، قمنا بالحسابات الفـلـكية الـلازمة لتـحـديد وضع القمر في ليلة الإثبات الواردة في الأرشيف، واخترنا أربعة معايير لذلك وهي :عـمـر القمر، ارتفاع القمر، مكث القمر،التطاول (البعد الزاوي)هذه المعايير ستعطي مؤشـرًا واضحًا عن رصد الهلال، وبالتالي صحة إثبات الشهر .لـذلك رؤية الهلال يمكن وصفها بإحدى الحالات التالية:

...الرؤية المستحيلة :عـنـدمـا تـكون هناك أرقام بإشارة سالبة في المعايير المذكورة سابقًا .ففي عـمـر الـقـمـر والتـطـاول الرقم السالب يعني عدم تولد القمر .وفـي الارتـفـاع وزمن المكث يعني استحالة رؤيته بعد غروب الشمس.

... الرؤية غير الممكنة :هي بتحقق ولادة القمر، إلا أن الأرقام الدالة على المعايير المذكورة أعلاه غيـر كافية لتمييز الهلال .ويـمـكـن الـحـكم على مثل هذه الحالة بملاحظة الفروقات الكبيرة بين الأرقام المسجلة عالميًا ومعطيات الرصد.

...الرؤية ممكنة :عـنـدمـا تتجاوز معطيات الرصد الحدود الدنيا لتحقق الرؤية، كأن يكون عمر القمر أكثر من 15ساعة و 24دقيقة، والارتفاع أكثر من 7درجات

(دراسة فـلـكية إحـصائية لتحديد نسب الخطأ في بدايات الأشهر الهجرية في سورية،ص٧ الیٰ ٩، ماخوذ من مجلة ”نهج الاسلام“ وزارة الاوقاف ، سوريا، المجلد ٢٠٦، العدد ٩٩)

www.idaraghufran.org

اور ''مثلثات'' میں بھی غیر معمولی خدمات سرانجام دیں۔

اورانہوں نے بنفسِ نفیس پچاس سال سے زائد کا عرصہ ''رصد'' کے شعبہ میں صرف کیا۔ [1]

''بتانی'' آسمانی اجرام اور ستاروں کے رصد میں مشہور ہیں، حالانکہ ان کے زمانے میں آج کے مقابلے میں رصد کے آلات نہ ہونے کے برابر تھے،اس کے باوجود انہوں نے جو ارصاد جمع کیے ہیں، انہیں آج کے فلکیات دان حیرت اور عظمت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

فلک اور جغرافیہ پر ان کی بیش قیمت تصانیف ہیں۔

''بتانی'' نے موسمِ گرما اور سرما دونوں کی حیثیت اور ویلیو درست کی اور دن کے نسبتی فلک سے فلکِ بروج کی حیثیت اور ویلیو متعین کی، انہوں نے دریافت کیا کہ یہ حیثیت اور ویلیو 23 درجہ اور 35 منٹ ہے، آج جو درست حیثیت اور ویلیو ہے، وہ بھی 23 درجہ ہے۔

انہوں نے سورج اور چاند کے گرہن کے بہت سارے حالات کا رصدگاہ کے ذریعے مشاہدہ کیا ''بتانی'' نے شمسی سال کا طول ناپا، اور موجودہ جدید حسابات کی رُو سے، ان کے قیاس میں صرف 2 منٹ 22 سیکنڈ کا فرق واقع ہوا۔

اس لیے ''بتانی'' کے بیان کردہ رؤیتِ ہلال کے معیار کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

---

[1] محمد بن جابر بن سنان الحرانی البتانی، أبو عبد الله المنجم الحاسب، صاحب الزيج، الصابیء.له أعمال عجيبة، وابتدأ بالرصد من سنة أربع وستين ومائتين إلى سنة ست وثلاث مائة، وكان بارعا فی فنه، وشرح مقالات بطليموس.

وبتان: من أعمال حران(تاریخ الإسلام،لشمس الدين الذهبی،ج۲۳،ص۳۹۷، رقم الترجمة ۳۲۵،الطبقة الثانية والثلاثون،وفيات سنة سبع عشرة وثلاث مائة)

البتانی :محمد بن جابر بن سنان .المنجم الحاسب الماهر أبو عبد الله الرقی الحرانی .صاحب الزيج المشهور وغيره.توفی سنة .317(ديوان الإسلام،لابن الغزی،ج۱،ص۲۵۰، ۲۵۱،حرف الباء ،الفصل الرابع،فی الأنساب من حرف الباء)

وفيها توفی المنجم المشهور الحاسب صاحب الزيج والأعمال العجيبة والأرصاد المتقنة محمد بن جابر الرقی البتانی "بفتح الموحدة وتشديد المثناة من فوق، وقيل ياء النسبة نون "، وأحد عصره فی وقته .توفی فی موضع يقال له الحضر، "بفتح الحاء المهملة وسكون الضاد المعجمة وبعدها راء "، وهی مدينة بالقرب من الموصل(مرآة الجنان ،لعفيف الدين اليافعی،ج۲،ص۲۰۵،سنة سبع عشرة وثلاث مائة، من الهجرة)

مجید محمود جراد، بتول عنیزی ’’عراق‘‘ کا حوالہ

مجید محمود جراد اور بتول عنیزی بندر (كلية العلوم : جامعة الأنبار، عراق) اپنے مضمون ’’إيجاد معادلة جديدة لاحتمالية رؤية أهلة الأشهر القمرية ‘‘میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’چاند کی ولادت کے بعد رؤیتِ ہلال کے امکان کے لیے ماہرینِ فلکیات نے جن عوامل، ومعاییر پر اعتماد کیا ہے، وہ مختلف انواع کے ہیں، جن کا خلاصہ درجِ ذیل ہے:

(1) جغرافیائی اور طبوغرافی عوامل: یعنی علاقوں کے طولُ البلد اور عرضُ البلد کا حساب، جن کے اختلاف سے سورج اور چاند کے غروب ہونے میں فرق واقع ہوجاتا ہے، جغرافیائی اعتبار سے بعض علاقوں میں رؤیتِ ہلال، سہل وآسان ہوتی ہے، مثلاً جب چاند، سورج سے زیادہ فاصلے پر ہو، اور بعض علاقوں میں مشکل ومشتبہ ہوتی ہے، مثلاً جب چاند، سورج کے قریب ہو۔

جس کی بنیاد پر مشرقی علاقوں میں رؤیتِ ہلال کا امکان واحتمال کم ہوتا ہے۔

اور خطِ استواء اور اس کے قریب میں واقع علاقوں کے اندر، رؤیتِ ہلال کا امکان واحتمال زیادہ ہوتا ہے۔

(2) فیزیائی عوامل: جن میں سورج غروب ہونے کے وقت درجۂ حرارت اور ہوا کی شفافیت اور شفق کی سرخی کی شدت اور آسمان کی روشنی کے عوامل شامل ہیں۔

(3) فلکی اور ہندسی عوامل: جوکہ رؤیتِ ہلال کے سلسلے میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں، جن میں سورج غروب ہونے کے بعد افق پر، چاند کے موجود رہنے کی مدت، اور غروب کے وقت، چاند کی افق سے بلندی، اور چاند کے سورج سے

فاصلہ، اور زمین سے چاند کے فاصلے اور مشاہدہ کار کے سطحِ سمندر سے بلندی وغیرہ، جیسے عوامل شامل ہیں۔

(4) مشاہدہ کار سے متعلق مخصوص عوامل: جن میں مشاہدہ کار کی نظر کی کیفیت اور رؤیتِ ہلال کا تجربہ اور مشاہدہ کنندہ کا ثقہ، اور اس کا عاقل بالغ ہونا وغیرہ، جیسی چیزیں شامل ہیں"۔ انتہٰی۔ [1]

---

[1] العوامل التی یعتمدها الفلکیون لرؤیة الهلال:

والمقصود بها هی مجموعة العوامل المعتبرة فی الهلال والراصد، وذلک بعد تولد الهلال وخروجه من المحاق لکی یصبح الهلال ممکن الرؤیة.وهذه العوامل یمکن تقسیمها إلی :أنواع(16،9)

أولاً -العوامل الجغرافیة(geography) والطبوغرافیة(Topography) :وهی تباعد البلاد علی سطح الکرة الأرضیة .وفیها یؤخذ بعین الاعتبار موقع الراصد بالنسبة لخطوط الطول والعرض الجغرافی، وتأثیر ذلک علی غروب الشمس والقمر فی مواقع مختلفة، إذ تسهل أحیاناً رؤیة الهلال فی موقع جغرافی معین بسبب ابتعاده عن الشمس بزاویة کافیة قبل غروبها، بینما تستحیل رؤیته فی موقع یقع شرق المکان الأول لعدم انقضاء المدة الکافیة علی حصول الاقتران والمحاق وقت الغروب .وعلیه فإن احتمالیة الرؤیة تزداد بالاقتراب من المناطق الاستوائیة .

وکذلک بالاتجاه للمناطق الغربیة .أی أنه کلما اتجهنا باتجاه الجنوب الغربی مع ثبوت العوامل الأخری ..یزداد احتمال الرؤیة(14)

ثانیاً :العوامل الفیزیائیة الجویة(Biophysical environment) :وهی تشمل عدة عوامل منها الظروف الجویة للسماء الغربیة عند غروب الشمس من درجة الحرارة وشفافیة الهواء وشدة احمرار الشفق والإضاءة الخلفیة للسماء والغیوم التی قد تزید من صعوبة رؤیة الهلال ، إضافة إلی الانکسارات الضوئیة الحاصلة فی الغلاف الجوی للأرض، فضلاً عن عملیات الانتشار الضوئی التی تؤثر سلباً علی وضوح رؤیة الهلال.

ثالثاً :العوامل الفلکیة والهندسیة(Astronomical engineering) لموقع الهلال:

وهی عوامل مهمة جداً فی رؤیة الهلال أو عدمها منها:

أ) عمر الهلال :أی المدة الزمنیة من لحظة الولادة إلی لحظة الغروب -خروج القمر من المحاق إلی لحظة أول غروب للشمس بعد الولادة.

ب) مدة مکث الهلال فوق الأفق بعد غروب الشمس:

ج) ارتفاع الهلال عن الأفق وقت الغروب، وبعده الزاوی عن الشمس، الذی یعتمد علی عمر الهلال وإحداثیاته السماویة، وموقع الراصد وإحداثیاته الکرویة.

د) بعد القمر عن الأرض وارتفاع موقع الراصد عن مستوی سطح البحر.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دارُالافتاء مصر کا حوالہ

مصر کے مرکزی دارُالافتاء سے ''رؤیتِ ہلال'' کے متعلق ایک مضمون میں تحریر کیا گیا کہ:

''ہم رؤیتِ ہلال کے لیے ''بصری رؤیت'' (برہنہ آنکھ کے ذریعے رؤیت) پر اعتماد کرتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ، فلکی وسائنسی حسابات کی رعایت بھی ملحوظ رکھتے ہیں۔

اور فلکی وسائنسی حسابات نے ہمارے لیے دو چیزوں کی تعیین کردی ہے۔

ایک چیز تو چاند کے نزول کا مقام ہے کہ اس مہینے میں چاند کس مقام میں واقع ہوگا۔

اور دوسری چیز چاند کے غروب ہونے کی کیفیت ہے۔

اور چاند کے غروب ہونے کی کیفیت کی پانچ حالتیں ہیں۔

پہلی حالت یہ ہے کہ چاند، سورج کے غروب ہونے سے پہلے غروب ہوجائے۔

دوسری حالت یہ ہے کہ چاند، سورج کے غروب ہونے کے ساتھ ساتھ غروب ہو۔

تیسری حالت یہ ہے کہ چاند، سورج کے غروب ہونے کے بعد، لیکن آسمان کے درمیان میں سورج وچاند کے اجتماع واقتران سے پہلے غروب ہو۔

مذکورہ تینوں حالتوں میں نئے قمری ماہ کے آغاز پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، کیونکہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رابعا :العوامل الخاصة بالراصد نفسه:

حدة بصر الراصد وخبرة الراصد فی الرصد والمشاهدة وعدالة الراصد ودقته وعمره (15،2)

معادلة إمكانية رؤية الأهلة وإيجاد ثابت المعادلة:

تتكون عوامل معادلة إمكانية الرؤية(p)التی تم دراستها فی هذا البحث من مجموعة القيم المعتمدة فی شروط الرؤية وهی عمر الهلال ومدة المكث والارتفاع الزاوی والبعد الزاوی عن الشمس(إيجاد معادلة جديدة لاحتمالية رؤية أهلة الأشهر القمرية،مجلة جامعة الانبار للعلوم الصرفة،ص۴،المجلد الثالث ،العددالثانی،سنة2009ء)

شرعی اعتبار سے نیا قمری مہینہ پیدا نہیں ہوا۔

چوتھی حالت یہ ہے کہ چاند، سورج کے غروب ہونے کے بعد، لیکن اجتماعِ شمس وقمر کے بعد پندرہ گھنٹے اور چالیس منٹ کی عمر ہونے سے پہلے نازل ہو۔

اس حالت میں چونکہ سورج کی شعاعیں، چاند پر منعکس نہیں ہوتیں (اور چاند کی روشنی دراصل سورج کی منعکس روشنی ہی کہلاتی ہے) اس لیے مذکورہ وقت سے پہلے چاند کی ''بصری رؤیت'' (برہنہ آنکھ کے ذریعے رؤیت) محال کہلائے گی۔ [1]

پانچویں حالت یہ ہے کہ چاند، سورج کے غروب ہونے کے بعد غروب ہو، اور سورج غروب ہونے کے وقت، چاند کی عمر پندرہ گھنٹے اور چالیس منٹ، یا اس سے زیادہ کی ہو چکی ہو۔

اس حالت میں اگر چاند کی ''بصری رؤیت'' (برہنہ آنکھ کے ذریعے رؤیت) ہو جائے، تو قمری مہینے کا آغاز معتبر ہوگا۔

جس کے متعلق عالمی سطح پر قراردادیں موجود ہیں''۔ انتہٰی۔ [2]

---

[1] دوسرے ماہرین اس حالت میں رؤیت کو ''محال'' قرار دینے کے بجائے ''ناممکن'' کہتے ہیں۔ محمد رضوان۔

[2] وقالت دار الافتاء المصرية: إن هناك رؤية بصرية نعتمدها مع الحساب الفلكى الدقيق، والحساب الفلكى يحدد لنا أمرين :

الأمر الأول :هو مكان نزول القمر، وبمعنى أدق :الإحداثيات التى ينزل فيها القمر فى هذا الشهر.

الأمر الثانى :هو كيفية غروب القمر.

وذكرت دار الافتاء كيفية نزول القمر والتى تتمثل فى خمس حالات :

الحالة الأولى :أن يغرب قبل غروب الشمس.

والحالة الثانية :أن يغرب مع غروب الشمس.

الحالة الثالثة :أن يغرب بعد غروب الشمس وقبل الاجتماع بالشمس فى كبد السماء .

وفى هذه الأحوال لا يمكن اعتماد الشهر؛ لأن الشهر لم يولد شرعًا .

وواصلت :

الحالة الرابعة :هى أن ينزل القمر بعد الشمس ولكن قبل مضى 15ساعة و 40دقيقة من الاجتماع والافتراق بين الشمس والقمر، وفى هذه الحالة لا تنعكس أضواء الشمس على جرم القمر، مما يستحيل معه رؤية الهلال فى هذه الحالة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

استاذ عبدالحلیم منصور ''جامعہ ازہر، مصر'' کا حوالہ

دکتور عبدالحلیم منصور ''استاذ فقہِ مقارن اور نگرانِ اعلیٰ کلیة الشریعة والقانون، جامعہ ازہر، مصر'' نے ایک مضمون بزبانِ عربی ''حكم الاعتماد على الحسابات الفلكية في إثبات الشهور العربية'' کے عنوان سے تحریر کیا ہے، جس میں انہوں نے فلکی حساب

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحالة الخامسة :أن يغيب القمر بعد غروب الشمس، بشرط أن يكون هذا المغيب بعد 15ساعة و 40دقيقة أو أكثر من افتراق الشمس مع القمر، فإننا نثبت -إذا ما رؤى الهلال حينئذٍ -ولادة الشهر.

وأشارت إلى أن هذه المدة أتت من أن الأرصاد الفلكية فى العالم كله والمراصد العظمى الجبارة لم تستطع أن ترصد الهلال فى أقل من 15ساعة و 40دقيقة بعد الافتراق؛ فهذا إجماع بين الفلكيين، فإذا كانت هناك دعوى للرؤية وقد فُقِدَت شروط الاعتماد -كأن غرب القمر قبل الشمس، أو معها، أو بعدها وقبل الاجتماع والافتراق، أو بعدها وبعد الاجتماع والافتراق ولكن قبل مضى 15 ساعة و 40دقيقة -ففى كل هذه الأحوال لو ادعى أحدهم أنه رأى الهلال فإن شهادته ترد؛ بموجب قرار مجمع البحوث الإسلامية سنة 1966م من أن الحساب -ولأنه قطعى -يمثل تهمة للرائى الذى يدعى خلافه.

ونص قرار المجمع فى مؤتمره الثالث، المنعقد فى الفترة من 30من سبتمبر إلى 27من أكتوبر سنة 1966م :

(أ) أن الرؤية هى الأصل فى معرفة دخول أى شهر قمرى كما يدل عليه الحديث الشريف، فالرؤية هى الأساس، لكن لا يُعتمَد عليها إذا تمكنت فيها التُّهَم تمكنًا قويًّا .

(ب) يكون ثبوت رؤية الهلال بالتواتر والاستفاضة، كما يكون بخبر الواحد ذكرًا كان أو أنثى، إذا لم تتمكن التهمة فى إخباره لسبب من الأسباب، ومن هذه الأسباب :مخالفة الحساب الفلكى الموثوق به الصادر ممن يوثق به).أمَّا إذا وافقت الرؤية الحساب -على النحو المتقدم -فإن الشهر يثبت بتلك الرؤية.

وأكدت دار الإفتاء المصرية التزامها فى ذلك بقرارات مؤتمر جدة التى لا تخرج عن منهج دار الإفتاء المصرية من اعتماد على الرؤية البصرية من ناحية والاستئناس بالحسابات الفلكية الدقيقة من ناحية أخرى(elbalad.news،الثلاثاء /11مايو/ 05:07 - 2021م)

(ماخوذ از ''القواعد والإجراءات المتبعة لرؤية الهلال فى مصر''تاريخ الفتوى: 16 يونيو 2016م، رقم الفتوى: 3420،من فتاوى: الأستاذ الدكتور / شوقى إبراهيم علام،التصنيف: مستجدات ونوازل)

کے ذریعے، قمری مہینے کے دخول وخروج کے جواز کی طرف رجحان ظاہر کیا ہے۔

چنانچہ مذکورہ مضمون میں موصوف نے فرمایا کہ:

''فقہائے کرام کے مابین اس بارے میں اختلاف نہیں کہ عربی مہینوں کا ثبوت ''رؤیت'' یا 30 دن مکمل کرنے سے ہوتا ہے۔

البتہ اس بارے میں اختلاف واقع ہوا ہے کہ عربی مہینوں کے ثبوت میں فلکی حسابات پر اعتماد کیا جائے گا، یا نہیں؟

اس سلسلے میں دو آراء پائی جاتی ہیں:

پہلی رائے جمہور حنفیہ کی اور مالکیہ کے مشہور قول کے مطابق اور جمہور شافعیہ اور حنابلہ اور زیدیہ اور امامیہ اور اباضیہ کی ہے کہ عربی مہینوں کے ثبوت میں فلکی حسابات پر اعتماد کرنا جائز نہیں۔

موجودہ زمانے کے متعدد علماء اسی رائے کی طرف گئے ہیں۔

دوسری رائے بعض حنفیہ کی اور امام مالک کے ایک قول کے مطابق، اور بعض شافعیہ اور بعض امامیہ، بعض شیعہ، اور بعض کبار تابعین کی ہے کہ عربی مہینوں کے ثبوت میں فلکی حسابات پر اعتماد کرنا جائز ہے، اور ''مجمع البحوث الاسلامیة'' کا موقف یہ ہے کہ جب رؤیت متحقق نہ ہو، اور گزشتہ مہینے کے 30 دن پورے کرنے تک وصول میسر نہ ہو، تو حساب پر اعتماد کرنا جائز ہے، اور بعض معاصرین کا بھی یہی قول ہے۔

ابنِ رشد نے فرمایا کہ مذکورہ حضرات کے اختلاف کا سبب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ''**صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته فإن غم عليكم فاقدروا له**'' میں اجمال کا ہونا ہے۔

جمہور کا قول یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ''**أكملوا العدة ثلاثين**''

www.idaraghufran.org

اور بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ تقدیر کے معنیٰ حساب کو شمار کرنے کے ہیں۔

اور بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ تقدیر کے معنیٰ یہ ہیں کہ آدمی اگلے دن کا روزہ رکھے، ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا یہی موقف ہے۔

جمہور نے مذکورہ مطلب کو ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی وجہ سے اختیار کیا ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں کہ ''فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين'' یہ حدیث دوسری ''مجمل'' حدیث کے لیے ''مفسر'' ہے، لہٰذا ''مجمل'' کو ''مفسر'' پر محمول کرنا واجب ہے، اور اس طریقۂ کار میں اصولیین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ ان کے نزدیک ''مجمل'' اور ''مفسر'' کے درمیان قطعاً تعارض نہیں ہوا کرتا، تو جمہور کا مذہب اس سلسلے میں مضبوط ہے۔ واللہ اعلم۔

لیکن میرے نزدیک اس مسئلے میں فقہاء کے اختلاف کا ایک دوسرا سبب ہے، اور وہ یہ ہے کہ ان کے زمانے میں حساب کا مسئلہ ''عرافین'' اور ''منجمین'' کے عمل کے ساتھ وابستہ تھا، جو زمین میں واقع ہونے والے حوادث اور مطالع کے تغیرات کو ستاروں کی حرکات اور ان کے اقتران کے ساتھ وابستہ کرتے تھے، جیسا کہ ابنِ تیمیہ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

پس اس بناء پر جس نے حساب کو ''عرافة'' اور ''کھانة'' کے ساتھ مرتبط سمجھا، اس نے عربی مہینوں کے ثبوت میں اس حساب پر اعتماد کی تردید کی، اور جس نے یہ سمجھا کہ اس حساب کے کچھ قاعدے اور طریقے ہیں، جن پر اعتماد کیا جا سکتا ہے، اور اس میں گمان اور اندازہ وتخمین کا دخل نہیں، تو اس نے عربی مہینوں کے ثبوت میں حساب پر اعتماد کیا۔

فقہائے کرام کی سابق آراء اور اس مسئلے میں ان کے دلائل کو ملاحظہ کرنے کے بعد عربی مہینے کے دخول وخروج کے ثبوت میں فلکی حسابات پر اعتماد کرنے کے

جواز کا قول راجح معلوم ہوا، کیونکہ اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ علمِ فلک کے ایسے قواعد واصول ہیں، جن میں خطاء واقع نہیں ہوتی، بلکہ ان میں خطاء کے احتمال کی نسبت نہ ہونے کے برابر ہے، لہٰذا ہلال کے ثبوت میں حساب کا یہ طریقہ، دوسرے طریقوں سے زیادہ قوی ہے، بطورِ خاص جبکہ شرعی نصوص نہ تو اس کی نفی کرتیں، اور نہ اس پر عمل کے جائز ہونے سے منع کرتیں، اور اسلام ہمیشہ علم میں ترقی کرتا رہتا ہے، بلکہ اسلام اور علم دو ایسی چیزیں ہیں، جو ایک دوسرے سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتیں۔

لیکن فلکی حساب پر اعتماد کے جواز کے قول کا یہ مطلب نہیں کہ روزے وغیرہ کے حکم کو حساب پر معلق کر دیا جائے، بلکہ رؤیتِ بصری پر اعتماد کرنے کا شرعی حکم، قیامت کے دن تک باقی ہے، کیونکہ وہی اصل ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ شریعتِ اسلامی کسی شرعی حکم کو ایسے امور کے ساتھ وابستہ نہیں کرتی، جو ایسے علم پر موقوف ہو، جو کبھی پایا جائے، اور کبھی نہ پایا جائے، اور اس کے قواعد اور علماء مفقود ہو جائیں، ہمارا اصل مقصود تو موجودہ دور میں فلکی حساب پر اعتماد کے ممکن ہونے کا ہے کہ وہ جائز ہے، جس کے لیے شرعاً کوئی چیز مانع نہیں، جبکہ اس حساب کو انتہائی غور وفکر اور باریک بینی کے بعد حاصل کیا گیا ہو، پس جب یہ حساب کا مذکورہ سبب مطلقاً، یا بعض علاقوں میں مفقود ہو، تو رؤیت کا اصل حکم ہی برقرار رہے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے متقدمین فقہاء اور موجودہ دور کے بہت سے حضرات نے جو مطلقاً حساب پر اعتماد نہ کرنے کا قول کیا ہے، تو وہ اس صورت پر محمول ہے، جبکہ حساب انتہائی غور وفکر اور باریک بینی پر مبنی نہ ہو، نیز وہ اس طرح کے حساب اور تنجیم اور کہانت کے درمیان خلط ملط اور اس وقت میں حساب کی خبر کے قلیل ہونے پر محمول ہے، جیسا کہ بعض فقہائے کرام کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے۔

اور صحیح مسلم میں ابوالبختری سے مروی حدیث میں جو دو، یا تین راتوں کا چاند قرار دینے پر نکیر مذکور ہے، وہ اس بات میں صریح ہے کہ ہلال کی نوک اور اس کی روشنی کی بنیاد پر پہلی، یا دوسری تاریخ کا حساب نہیں کیا جائے گا۔

تیسری بات یہ ہے کہ موجودہ دور میں فلکی علم اتنا منقح ہو چکا ہے کہ اس کے قواعد مقرر کر دیئے گئے ہیں، جن سے چاند کی رفتار اور اس کے احوال اور اس کے اتار چڑھاؤ کی پہچان حاصل کی جاتی ہے، اور اس کے ذریعے چاند کی ولادت اور اس کے ارتفاع کی مقدار اور افق پر ٹھہرنے کے دورانیہ اور اس کے اور سورج کے مابین دائیں بائیں فاصلے کو بھی معلوم کیا جاتا ہے، جس کی بنیاد پر چاند کے ثبوت اور اس کی رؤیت کو سہولت اور آسانی کے ساتھ ضبط کرنا ممکن ہوتا ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ موجودہ دور میں یہ بات قابلِ افسوس ہے کہ بعض حضرات ''علمِ فلک'' کو ''علمِ تنجیم'' خیال کرتے ہیں، اور وہ ''علمِ فلک'' کے حسابات کو ''ظن'' اور ''تخمین'' پر مبنی سمجھتے ہیں، جبکہ واقعہ یہ ہے کہ ''علمِ فلک'' دوسرے علوم کی طرح ہے، جیسا کہ ''فزکس'' اور ''کیمسٹری'' جو ایسے امور پر مبنی ہے، جو محسوس علم ہے، اور تجربے اور مشاہدے سے ثابت ہے، پس جس طرح اس قسم کے دوسرے علوم کو قابلِ اعتماد سمجھا جاتا ہے، اسی طرح ستاروں کی رفتار اور اجرامِ سماوی کے زیرِ بحث حسابات کو بھی قابلِ اعتماد سمجھنا چاہیے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ بعض معاصرین، مثلاً دکتور یوسف قرضاوی وغیرہ، فلکی حساب پر عمل کے جائز ہونے کو ''نفی'' کے سلسلے میں تو معتبر مانتے ہیں ''اثبات'' کے سلسلے میں معتبر نہیں مانتے، جیسا کہ امام سبکی شافعی بہت زمانے پہلے یہ موقف بیان کر چکے ہیں۔

لیکن اس سلسلے میں ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ موجودہ زمانے میں فلکی حساب

پر عمل کرنا مطلقاً جائز ہے، نفی میں بھی اور اثبات میں بھی، اور ان دونوں کے مابین فرق کی موجودہ دور میں کوئی معقول وجہ نہیں۔

آخر میں یہ ملحوظ رہنا بھی ضروری ہے کہ فلکی حسابات پر اعتماد کے جائز ہونے کا قول، شرعی احکام کو ثابت کرنے میں کسی شرعی منہج کے مخالف نہیں، پس جو طریقہ بھی مسلمانوں کو اُن کے مقاصد اور اہداف تک قطعی طریقے سے پہنچائے، اور مسلمانوں میں اجتماعیت پیدا کرنے کا ذریعہ ہو، وہ نافع اور مقبول ہے، بطورِ خاص جبکہ ہر سال ماہِ رمضان وغیرہ کی ابتداء اور عبادات کی ابتداء وانتہاء اور ان کے تہواروں میں مسلمانوں کے مابین غیر معمولی اختلافات رونما ہوتے ہیں، ایسے حالات میں مذکورہ حساب پر اعتماد کرنے کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے، تاکہ مسلمانوں کی وحدت پوری طرح سے ظاہر ہو، جس کی شریعتِ اسلامیہ میں بڑی اہمیت ہے''۔ انتہٰی۔ [1]

---

[1] 1-: لا خلاف بين الفقهاء فى ثبوت الشهور العربية بالرؤية ، أو بإكمال العدة ثلاثين يوما ، وإنما وقع الخلاف بينهم فى حكم الاعتماد على الحسابات الفلكية فى إثبات الشهور العربية على رأيين :

2-: آراء الفقهاء فى المسألة :اختلف الفقهاء فى هذه المسألة على رأيين :

الرأى الأول :ذهب جمهور الحنفية والمالكية فى المشهور عندهم ،وجمهور الشافعية والحنابلة والزيدية والإمامية والإباضية إلى أنه لا يجوز الاعتماد على الحسابات الفلكية فى إثبات الشهور العربية وهذا القول ذهب إليه بعض المعاصرين .

الرأى الثانى :ذهب بعض الحنفية وقول للإمام مالك وبعض الشافعية وبعض الإمامية وبعض كبار التابعين وبعض الشيعة إلى جواز الاعتماد على الحسابات الفلكية فى إثبات الشهور العربية وهذا ما ذهب إليه مجمع البحوث الإسلامية إذا لم تتحقق الرؤية ولم يتيسر الوصول إلى إتمام الشهر السابق ثلاثين يوما وهو أيضا قول بعض المعاصرين .

3-: سبب الخلاف فى هذه المسألة :

قال ابن رشد ":وسبب اختلافهم الإجمال الذى فى قوله صلى الله عليه وسلم "صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته فإن غم عليكم فاقدروا له "

فذهب الجمهور إلى أن تأويله أكملوا العدة ثلاثين .

ومنهم من رأى أن معنى التقدير له :هو عده بالحساب .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

شرف سفیانی ''سعودی عرب'' کا حوالہ

جمعیۃِ فلکیۃِ جدۃ کے نائب رئیس شرف سفیانی فرماتے ہیں کہ:

''رؤیتِ ہلال کی چند شرائط ہیں، جن میں بنیادی شرائط دو ہیں:

ایک یہ کہ نئے مہینے کے چاند کی ولادت ہو چکی ہو۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ومنهم من رأى أن معنى ذلك ،أن يصبح المرء صائما وهو مذهب ابن عمر كما ذكرنا وفيه بعد فى اللفظ .

وإنما صار الجمهور إلى هذا التأويل لحديث ابن عباس الثابت أنه قال عليه الصلاة والسلام ":فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين "

وذلك مجمل وهذا مفسر ، فوجب أن يحمل المجمل على المفسر وهى طريقة لا خلاف فيها بين الأصوليين فإنهم ليس عندهم بين المجمل والمفسر تعارض أصلا فمذهب الجمهور فى هذا لائح والله أعلم "

ويبدو لى أيضا أن ثمة سببا آخر لاختلاف الفقهاء فى هذه المسألة وهو ارتباط مسألة الحساب فى زمنهم بعمل العرافين والمنجمين الذين يربطون الحوادث فى الأرض وطوالع الحظوظ بحركات النجوم واقترانها .قال ابن تيمية :فالقول بالأحكام النجوبية باطل عقلا ومحرم شرعا ، وذلك أن حركة الفلك وإن كان لها أثر ليست مستقلة بل تأثير الأرواح وغيرها من الملائكة أشد من تأثيره وكذلك تأثير الأجسام الطبيعية التى فى الأرض "وبناء على ذلك فمن رأى أن الحساب مرتبط بالعرافة والكهانة رفض الاعتماد عليه فى إثبات الشهور العربية .

ومن رأى أنه علم له أدواته وطرقه التى يمكن التعويل عليها بحيث لا يكتنفها الظنون والحدس والتخمين اعتد به فى إثبات الشهور العربية .

4-: الرأى الراجح :بعد العرض السابق لآراء الفقهاء وأدلتهم فى هذه المسألة يبدو لى ما يلى :

أولًا ــ رجحان ما ذهب إليه القول بجواز الاعتماد على الحسابات الفلكية فى إثبات دخول الشهر وخروجه ، وذلك لأن الفلك علم له قواعده وأصوله التى لا تخطىء ، بل إن احتمال الخطأ فيها بنسبة واحد إلى مائة ألف فى الثانية ، وهذا أقوى فى إثبات الهلال من غيره ، لاسيما وأن النصوص الشرعية لا تنفيه ، ولا تمنع من جواز العمل ، والإسلام لا يقف أبدا فى وجه العلم ، بل هما صنوان لا يفترقان أبدا .

والقول بجواز الاعتماد على الحساب الفلكى ليس معناه تعليق الحكم بالصيام وغيره بالحساب ، بل ما نريد أن نقرره أن حكم الشريعة باعتماد الرؤية البصرية باق إلى يوم القيامة ، إذ إنه هو الأصل ، لأن الشرع الإسلامى ، لا يمكن أن يربط حكما شرعيا بأمور تتوقف على علم قد يوجد وقد لا يوجد ، وقد تفقد قواعده وعلماؤه بعد الوجود ، وإنما مرادنا بإمكان اعتماد الحساب الفلكى اليوم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

دوسری یہ کہ چاند، سورج غروب ہونے کے اتنی دیر بعد غروب ہو، جس میں چاند کی رؤیت ممکن ہو۔

اگر مذکورہ بنیادی دو شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے، تو اس وقت سورج غروب ہونے کے بعد، رؤیتِ ہلال، محال اور ناممکن ہوتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هو أنه جائز لا مانع منه شرعا بعد أن وصل إلى ما وصل إليه من الدقة المتناهية ، مع كون الرؤية هى الأصل ، فإذا فقد هذا العلم بسبب عام أو فى بعض البلاد ، بقيت الرؤية مستندا فى الحكم .

ثانياً ــ ما ذهب إليه فقهاؤنا القدامى وكذا الكثير من المعاصرين من عدم تعويلهم على الحساب مطلقا فإن ذلک راجع إلى عدم تدقيق المراد من الحساب ، والخلط بينه وبين التنجيم ، والكهانة ، وقلة الخبرة بالحساب فى ذلک الوقت .

قال الحطاب :ظاهر كلام أصحابنا أن المراد بالمنجم بالحساب الذى يحسب قوس الهلال ونوره ورأيت فى كلام بعض الشافعية أن المنجم الذى يرى أن أول الشهر طلوع النجم الفلانى ، والحاسب الذى يحسب سير الشمس والقمر .ونقل الآبى عن النووى أنه قال :عدم الأخذ بحساب المنجمين ، لأنه حدس وتخمين ، وإنما يعتبر منه ما تعرف به القبلة ووقت الصلاة .

فكلام الفقهاء قد اختلط فيه الحاسب بالمنجم ، وقد عطف أحدهما على الآخر فى بعض الكتب ، وانفرد أحدهما عن الآخر فى بعض الكتب الأخرى .

وضبط المراد هو أول خطوة من خطوات البحث ، فالمنجم الذى يربط بين طلوع نجم ، وظهور الهلال ، ويستدل بالنجم على وجود الهلال ، هو قد حول الاعتماد من الهلال إلى النجم ، ومن حق الفقهاء أن يرفضوا ذلک .

وإذا قلنا إن المنجم هو الذى يحسب قوس الهلال ونوره ، فإنه أيضا مما يتحتم رفضه .

وذلک لما رواه مسلم عن أبى البخترى قال :خرجنا للعمرة فلما نزلنا ببطن نخلة قال :تراء ينا الهلال فقال بعض القوم :هو ابن ثلاث وقال بعض القوم :هو ابن ليلتين قال :فلقينا ابن عباس فقلنا :إنا رأينا الهلال فقال بعض القوم :هو ابن ثلاث وقال بعض القوم :هو ابن ليلتين فقال :أى ليلة رأيتموه قال :فقلنا :ليلة كذا وكذا فقال :إن رسول صلى الله عليه وسلم قال ":إن الله أمده للرؤية فهو لليلة رأيتموه "فهذا نص فى عدم اعتبار حساب قوس الهلال ونوره .

وما ذكره النووى من عدم الأخذ بحساب المنجمين لأنه حدس وتخمين هو حق ، فلا يؤخذ بقول من اعتمد التخمين والحدس وألغى طرق المعرفة التى قبلها الشرع ، وهى الخبر الصادق ، والحس والدليل العقلى ، ولعل ذلک هو الذى جعل الفقهاء القدامى يربطون بين العرافة والتنجيم والكهانة ، وبين حساب النجوم فى ذلک الوقت .

ثالثاً ـ إن المستوى العلمى الذى بلغته البشرية ، فى العصور الحالية جعل من الفلک علما له أسسه وقواعده التى بلغت الدقة الكاملة ، لمعرفة سير القمر وأحواله بل والصعود إليه كل ذلک جعل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور جب مذکورہ دو بنیادی شرطیں پائی جائیں، تو اس کے بعد مزید ثانوی درجے کی کچھ شرائط ایسی ہیں کہ جن کے مفقود و غیر موجود ہونے پر رؤیتِ ہلال ممکن نہیں ہوتی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ النظرة إلى علم الفلک تتغير عن ذی قبل ، وأصبح ينظر إليه نظرة إكبار وتقدير ، وما ذلک إلا لأن علم الفلک وبراعة علمائه وحسابهم الدقيق الذی يضبطون به أحوال ومنازله ، ويحددون به وقت ميلاده ، ومقدار ارتفاعه ، وغاية مكثه فوق الأفق ، ويعرفون به ، بعد ما بينه وبين نقطة مغيب الشمس يمينا وشمالا ، مضافا إلى ذلک ما أتيح لنا فی هذا العصر من مخترعات حديثة يسهل من خلالها كشف الهلال فی ليلته الأولى مهما كان صغيرا ودقيقا ، كل ذلک مما يساعد على إثبات الأهلة وضبط الرؤية فی سهولة ويسر .

رابعاً ۔ إن مما يؤسف له فی هذه الأيام ، وبعد هذا التقدم المذهل فی شتى العلوم الإنسانية ، أن يعتقد البعض أن علم الفلک هو علم التنجيم ، وأنه يعتمد على الظن والتخمين فی حساباته ، والواقع أن علم الفلک مثل العلوم الأخرى كالفيزياء والكيمياء ، فهو يعتمد على أمور علمية محسوسة ، وعلى التجربة والمشاهدة ، كما أن تطور العلوم والتقنية فی مجال الفضاء أدى إلى التحقق من النظريات الفلكية وأدت الاجهزة الحديثة إلى الوصول إلى مستويات عالية من الدقة فی مراقبة وحسابات سير الكواكب والاجرام السماوية .

خامساً ۔ ذهب بعض المعاصرين مثل الدكتور القرضاوی وغيره إلى القول بجواز العمل بالحساب الفلكی فی النفی لا فی الإثبات ، بمعنى أن نظل على إثبات الهلال بالرؤية وفقا لرأی الأكثرين من أهل الفقه فی عصرنا ، ولكن إذا نفى الحساب إمكان الرؤية وقال :إنها غير ممكنة ، لأن الهلال لم يولد أصلا فی أی مكان من العالم الإسلامی كان الواجب ألا تقبل شهادة الشهود بحال لأن الواقع الذی أثبته العلم الرياضی قطعی ، يكذبهم ، بل فی هذه الحالة لا يطلب ترائی الهلال من الناس أصلا ولا تفتح المحاكم الشرعية ولا دور الفتوى أو الشئون الدينية أبوابها لمن يريد أن يدلی بشهادته عن رؤية الهلال .

وما ذهب إليه القائلون بجواز الاعتماد على الحساب الفلكی فی النفی لا فی الإثبات ، سبقهم إليه الإمام السبكی الشافعی منذ زمن بعيد :

والإمام السبكی رحمه الله قال ما قال :ولم يدرک ما نحن فيه الآن من تطورات مذهلة بالنسبة لعلم الفلک الذی هو غاية فی الدقة ، وما ذلک إلا لأنه يعتمد على الفلک الرياضی أو ديناميكا الفضاء فی تحديد مواقع وحساب حركة الشمس والأرض والقمر والتی يسيرها العليم الخبير .ومن الأدلة على دقة الحسابات :إطلاق الأقمار الصناعية ، وسفن الفضاء إلى الأجرام السماوية المختلفة ، وحساب موعد وصولها بدقة متناهية ، تصل إلى أجزاء من الثانية ، ولولا ثقة العلماء فی دقة الحسابات الفلكية لما تمت المخاطرة بحياة رواد الفضاء ، ومليارات الدولارات لإرسالهم إلى الفضاء الخارجی ، ودليل آخر وهو قيام الفلكيين برصد الاستتارات القمرية باستمرار ، والمقصود بها اختفاء أحد الأجرام خلف قرص القمر نتيجة دوران القمر حول الأرض .

وبناء على ما تقدم فإنه يترجح عندی ما ذهب إليه القائلون بجواز العمل بالحساب الفلكی مطلقا فی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ماہرینِ فلکیات نے اس قسم کی شروط کو رؤیتِ ہلال کے ''معاییر'' کا درجہ دیا ہے، اور وہ ''معاییر'' درجِ ذیل ہیں:

(1)...... ''رؤیتِ ہلال'' کا پہلا معیار ''استطالة'' یعنی ''زاویۂ انحراف'' ہے، جس کو سائنسی زبان میں ''Elongation'' کہا جاتا ہے۔

(2)...... ''رؤیتِ ہلال'' کا دوسرا معیار ''اُفق سے بلندی'' یعنی ''زاویۂ ارتفاع'' ہے، جس کو سائنسی زبان میں ''Altitude'' کہا جاتا ہے۔

(3)...... ''رؤیتِ ہلال'' کا تیسرا معیار ''فرقِ سمت'' یا ''قوسِ آسمانی، جو اُفق کو زاویۂ قائمہ پر کاٹتی ہیں'' یعنی ''چاند اور سورج کی ''السمت'' میں فرق کی مقدار ہے، جس کو سائنسی زبان میں ''Relative Azimuth'' کہا جاتا ہے۔

(4)...... ''رؤیتِ ہلال'' کا چوتھا معیار ''عمرِ قمر'' یعنی ''چاند کی عمر'' ہے، جس کو سائنسی زبان میں ''Moon Age'' کہا جاتا ہے۔

(5)...... ''رؤیتِ ہلال'' کا پانچواں معیار ''مکث'' یعنی ''چاند کے افق پر موجود رہنے کا دورانیہ و زمانہ'' ہے، جس کو سائنسی زبان میں مون سیٹ، یا سن سیٹ (Moonset-Sunset) کہا جاتا ہے۔

(6)...... ''رؤیتِ ہلال'' کا چھٹا معیار ''سمکِ ھلال'' ہے، جس کو سائنسی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ النفی وفی الإثبات ، والتفرقة التی ذهب إلیها البعض من العمل بالحساب فی النفی لا فی الإثبات تفرقة لا دلیل علیها فتکون غیر مقبولة .

والقول بجواز الاعتماد علی الحساب الفلکی لا یخالف منهج الشریعة فی إثبات الأحکام الشرعیة ، فکل ما أدی إلی وصول المسلمین إلی غایاتهم وأهدافهم بطریق یفید القطع ، ویجمع المسلمین علی کلمة سواء ، فهو علم نافع ومقبول ، لاسیما وأن الخلافات بین المسلمین فی کل عام حول بدء شهر رمضان وغیره لا تنتهی ، ونأمل أن یأتی الیوم الذی یتوحد فیه المسلمون فی بدء عباداتهم ونهایتها ، وفی أعیادهم ، لتظهر وحدة المسلمین فی أبهی صورها ، وهذه خطوة أولی فی تحقیق الوحدة الکبری بإذن الله . والله الموفق والهادی إلی سواء السبیل .

(موقع "الوفد" الاحد، 28 یولیو 2013م)

(https://www.facebook.com/shariaa.qanon/posts/978753595625114/)

www.idaraghufran.org

زبان میں ”Crescent Width“ کہا جاتا ہے۔

(7)......”رؤیتِ ہلال“ کا ساتواں معیار ”طول قوسِ ہلال“ یعنی ”چاند کی نوکوں کی لمبائی“ ہے، جس کو سائنسی زبان میں ”Crescent Arc-length“ کہا جاتا ہے۔

اور موجودہ زمانے میں رؤیتِ ہلال کے لیے دنیا میں مختلف فلکی و سائنسی معاییر، مروّج، یا معروف ہیں۔

چنانچہ ”بابلیون“ (Babylonian Astronomy) کے نزدیک جب سورج غروب ہونے کے وقت چاند کی عمر 24 گھنٹوں سے زیادہ ہو، اور وہ سورج غروب ہونے کے 48 منٹ بعد غروب ہو، اس وقت چاند کی رؤیت ممکن ہوتی ہے۔

اور ”محمد بن جابر بتانی“ کے نزدیک، جب افق سے چاند کی بلندی 8 اور 10 درجے کے درمیان ہو، تو اس وقت رؤیت ممکن ہوتی ہے۔

اور ماہرِ فلکیات ”محمد الیاس“ کے نزدیک، برہنہ آنکھ (Naked eye) سے رؤیت ممکن ہونے کے لیے چاند کا افق اور سورج سے مخصوص فاصلہ ضروری ہے، اور انہوں نے برہنہ آنکھ سے ”رؤیتِ ہلال“ ممکن ہونے کے لیے، زاویۂ ارتفاع کا کم از کم 5 درجے ہونا ضروری قرار دیا ہے۔

اور غیر مسلم ماہرِ فلکیات ”شیفر“ (Robert Sheaffer) کے نزدیک برہنہ آنکھ (Naked eye) سے رؤیتِ ہلال ممکن ہونے کے لیے فضائی اور ہوائی عوامل کے علاوہ مختلف فلکی درجات کا فاصلہ ضروری ہے۔

اور جنوبی افریقہ کے فلکی ادارہ ”South African Astronomical Observatory“ (SAAO) کے نزدیک رؤیتِ ہلال ممکن ہونے کے لیے چاند کی افق سے مخصوص بلندی اور سورج اور چاند کے درمیان مخصوص فرقِ سمت کا پایا جانا ضروری ہے۔

اور غیر مسلم ماہرِ فلکیات ''دانجون''(André-Louis Danjon) کے نزدیک رؤیتِ ہلال ممکن ہونے کے لیے ضروری ہے کہ چاند کا سورج سے فاصلہ 7 درجات سے کم نہ ہو، ان کے نزدیک مذکورہ فاصلہ 7 درجات سے کم ہونے کی صورت میں چاند کی نوک کا طول، صفر درجے کا ہوتا ہے۔

اور برطانیہ کے ایک ادارہ کے مدیر ''یالوب''(Yallop) کے نزدیک، رؤیتِ ہلال ممکن ہونے کے لیے، چاند کی افق سے مخصوص بلندی کے ساتھ ساتھ ''سمکِ سطح'' کا بھی تعلق وابستہ ہے۔

اور اردن کے ماہرِ فلکیات شوکت عودہ کے نزدیک ''رؤیتِ ہلال'' ممکن ہونے کے لیے سورج اور چاند کی سطح میں فرق اور ارتفاع وغیرہ کا بھی تعلق ہے۔

1859ء سے لے کر 2005ء تک رؤیتِ ہلال کے لیے جو مشاہدات کیے گئے، ان کے نتائج درجِ ذیل ہیں۔

مذکورہ مشاہدات میں خالی آنکھ کے ذریعہ سے کم از کم عمر کا جو چاند دیکھا گیا، وہ 15 گھنٹے اور 33 منٹ کا تھا، جس کا پیرس میں 25 فروری 1990ء میں مشاہدہ کیا گیا۔

اور مذکورہ مشاہدات میں رصدگاہ (Telescope/Observatory) کے ذریعہ سے کم از کم عمر کا جو چاند دیکھا گیا، وہ 13 گھنٹے اور 14 منٹ کا تھا، جس کا ستام (Stamm) میں 20 جنوری 1996ء کو مشاہدہ کیا گیا۔

اور مذکورہ مشاہدات میں خالی آنکھ کے ذریعہ، سورج اور چاند غروب ہونے کے مابین کے کم از کم دورانیہ کا جو چاند دیکھا گیا، وہ 29 منٹ کا تھا، جس کا فلسطین میں 20 ستمبر 1990ء کو مشاہدہ کیا گیا۔

اور مذکورہ مشاہدات میں رصدگاہ (Telescope/Observatory) کے ذریعہ، سب سے کم وقت کے دورانیہ کا جو چاند دیکھا گیا، وہ 21 منٹ کا تھا،

جس کا ستام (Stamm) میں 02 نومبر 2005ء میں مشاہدہ کیا گیا۔

اور مذکورہ مشاہدات میں سورج اور چاند کے مرکز کے مابین سب سے کم فاصلہ کا جو چاند برہنہ آنکھ (Naked eye) کے ذریعے دیکھا گیا، وہ 7.7 درجہ پر تھا، جس کا پیرس میں 25 فروری 1990ء کو مشاہدہ کیا گیا۔

اور مذکورہ مشاہدات میں رصدگاہ (Telescope/Observatory) کے ذریعہ سورج اور چاند کے مرکز کے مابین سب سے کم فاصلے کا جو چاند دیکھا گیا، وہ 6.4 درجے پر تھا، جس کا ستام (Stamm) میں 13 اکتوبر 2004ء میں مشاہدہ کیا گیا''۔ انتہٰی۔ [1]

---

[1] تمهيد :يدور القمر حول الأرض مرة واحدة كل 29.53 يوما (متوسط الشهر الاقترانى)، و هذا يعنى أن القمر يتحرك فى السماء بالنسبة للنجوم كل يوم بمقدار 13 درجة تقريبا نحو الشرق أو نصف درجة كل ساعة و هذا مساو لقطره تقريباً .

يمر القمر باطوار مختلفة خلال الشهر وهى تبدأ بالاقتران أو تولد الهلال أو المحاق (وسمى بالمحاق لمحق ضوئه، اى اختفاء ضوئه تماماً) ، و بعد المحاق يصبح القمر فى طور الهلال ثم التربيع الأول ثم البدر ثم التربيع الثانى و أخيراً يعود مرة أخرى إلى طور المحاق، وهكذا.

شروط رؤية الهلال :

أولاً :شروط اساسية :وهى :

-1حدوث الإقتران (وقوع الاجرام الثلاثة على خط سمت واحد آخر الشهر) او المحاق وهى بداية ولادة الهلال .

-2أن يغرب الهلال بعد غروب الشمس بوقت يسمح بالرؤية للهلال .

فى حال تعذر أحد الشرطين الأساسين المذكوران فإن الرؤية للهلال بعد غروب الشمس مستحيلة وغير ممكنة .

الشروط الثانوية للرؤية :

فنقول أخى القارء الكريم بان الشرطين السابقين اذا تحققا فهل على اطلاقه نقول أن رؤية الهلال ممكنة ؟الجواب لا ؟لماذا ؟

وحتى تعلم الجواب لابد أن نتعرف معا على الشروط الثانوية التى تساعد الفلكيين فى الحكم على رؤية الهلال ...وبسببها تعددت المعايير لدى الفلكيين للحكم على رؤية الهلال من عدمها وهى :

-1الاستطالة أو قوس النور :(Elongation)البعد بالدرجات بين مركزى الشمس و القمر.

-2البعد عن الأفق :(Altitude)البعد العامودى للقمر عن الأفق بالدرجات.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

دکتور محمد بن صبیان جھنی "سعودی عرب" کا حوالہ

جامعۃُ الملک عبدالعزیز، جدہ سعودی عرب کے علمُ الھندسۃ کے استاذ، دکتور محمد بن صبیان جھنی فرماتے ہیں:

"فلکی حساب کے قائلین کی بہت سی اقسام ہیں، جن کا خلاصہ درجِ ذیل ہے:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ 3-فرق السمت :(Relative Azimuth)السمت عبارة عن دائرة وهمية تنطبق على الأفق، بحيث يكون الشمال هو نقطة الصفر، والشرق 90درجة، والجنوب 180درجة، والغرب 270درجة.

4-عمر القمر :الفرق الزمنى بين وقت حدوث الاقتران (تولد الهلال) ووقت الرصد (لحظة غروب الشمس مثلا) ، فإذا حدث الاقتران فى يوم ما الساعة 12ظهراً وغربت الشمس فى ذلك اليوم فى الساعة 18:30فهذا يعنى أن عمر القمر وقت الغروب هو ست ساعات ونصف فى ذلك المكان.

5-المكث :الفترة الزمنية بين غروب الشمس وغروب القمر، فإذا غربت الشمس فى الساعة السادسة مساء وغرب القمر فى الساعة السادسة والنصف مساء ، فهذا يعنى أن مكث القمر هو نصف ساعة فقط.

6-سمك الهلال :(Crescent Width)و هو مقدار سمك المنطقة المضيئة من القمر بالدقائق القوسية.

7-طول قوس الهلال (Crescent Arc-length).

نستنتج مما سبق أن قرص القمر يجب أن يبتعد مسافة كافية عن قرص الشمس حتى تزداد نسبة إضاء ته ، و بالابتعاد عن وهج الشمس يزداد بعده عن الأفق وبالتالى يزداد سطوعه.

اذاً عزيزى القارء هذه هى الشروط الثانوية ولعلك تضجر من كثرتها وكيفية الحصول عليها ... فنقول الحصول عليها الآن اصبح ميسوراً من خلال البرامج الفلكية الموثوق بدقتها .

ومن هنا ظهرت معايير رؤية الهلال عند الكثير من علماء الفلك حيث وضع كل عالم مجموعة من هذه الشروط للحكم على رؤية الهلال وذلك حسب اختلاف الدرجات .

أمثلة على اشهر المعايير الفلكية المعمول بها فى العالم :

1-المعيار عند البابليون :أن رؤية الهلال ممكنة إذا زاد عمره لحظة غروب الشمس عن 24 ساعة، و غرب بعد أكثر من 48دقيقة من غروب الشمس.

2-معيار البتانى :أن رؤية الهلال ممكنة إذا كانت انخفاض الشمس لحظة غروب القمر بين 8و 10درجات تحت الأفق.

3-معيار العالم الفلكى، الماليزى محمد الياس، المعيار يربط بين بعد القمر عن الأفق وفرق

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پہلا فریق وہ ہے، جس کی رائے یہ ہے کہ طلوعِ فجر کے بعد سے لے کر، اگلی طلوعِ فجر تک کے وقت میں، جب بھی چاند کی ولادت ہو جائے، تو اس کے بعد اگلی فجر سے نئے قمری مہینے کا حکم شروع ہو جائے گا، کیونکہ یقینی طور پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد، چاند، آسمان پر موجود تھا، یہ حضرات ''وجودِ فلکی'' کو کافی قرار دیتے ہیں اور ''رؤیتِ بصری'' کو ضروری قرار نہیں دیتے، اس لیے کہ اس میں خطاء اور غلطی کا احتمال موجود ہوتا ہے (جبکہ ولادتِ قمر، اور اس کے اُفق پر موجود ہونے کے وقت میں غلطی کا احتمال نہیں ہوتا)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الاتجاه الأفقی (البعد الزاوی)، وهو یعطی إمكانية رؤية الهلال بالعين المجردة فقط، وحدد أقل ارتفاع هو 5درجات.

-4معیار شيفر :الذی أدخل العوامل الجوية بعين الاعتبار بالاضافة الى الابعاد الفلكية المختلفة .

-5معيار مرصد جنوب أفريقيا الفلكی (SAAO) الذی يربط بين ارتفاع القمر و فرق السمت بين الشمس و القمر .

-6معيار دانجون Danjonعام 1936م (اشترط للرؤية أن لا تكون استطالة القمر عن الشمس أقل من 7درجات، و بيّن أن طول قوس الهلال عندما تكون الاستطالة أقل من 7درجات يكون صفر .

-7معيار يالوب :وقد وضعه البريطاني يالوب Yallop (وهو مدير لمرصد جرينتش ورئيس لجنة الازياح الفلكية التابعة للاتحاد الفلكی الدولی) حيث يربط معياره بين فرق الارتفاع الزاوی المركزی للشمس والقمر مع السمک السطحی للهلال .

-8معيار عودة ويربط معيار عودة، بين سمک الهلال السطحی و بين فرق الارتفاع السطحی ،بين الشمس و القمر (قوس الرؤية).

احصائيات مهمة :

هذه الإحصائيات تضم أرصاد للهلال ما بين العام 1859م و حتى العام 2005م ، ولم تثبت رؤية هلال يقل عن القيم الواردة فی هذه الاحصائيات :

-1..... أصغر عمر هلال(Moon Age) تمت رؤيته بالعين المجردة كان 15ساعة و 33دقيقة، و ذلک من قبل الراصد بيرس(Pierce) يوم 25/02/1990م .

أما بالمرقب(Observatory) فقد كان أصغر عمر هلال تمت رؤيته هو 13ساعة و 14دقيقة، و ذلک من قبل الراصد ستام(Stamm) يوم 20/01/1996م.

-2..... مكث الهلال:(Moonset-Sunset) أقل مكث هلال تمت رؤيته بالعين المجردة كان 29دقيقة، و ذلک من فلسطين يوم 20/09/1990م،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لیبیا کے جمہور، اسی موقف کے حامل ہیں۔

دوسرا فریق وہ ہے، جو رؤیت اور فلکی حساب کے درمیان، جمع وتطبیق کا اس طرح قائل ہے کہ سورج غروب ہونے سے پہلے چاند کی ولادت ہو چکی ہو، اگرچہ اس کو تھوڑا ہی وقت کیوں نہ گزرا ہو، اس صورت میں مذکورہ فریق کے نزدیک (غروبِ شمس کے بعد) نئے قمری مہینے کا آغاز ہو جائے گا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ أما بالمرقب فقد كان أقل مكث هلال تمت رؤيته هو 21دقيقة، و ذلك من قبل الراصد ستام (Stamm) يوم 02/11/2005م.

-3..... الاستطالة(البعد الزاوى) :(Elongation)أقل استطالة لهلال تمت رؤيته بالعين المجردة كانت 7.7درجة، و ذلك من قبل الراصد بيرس(Pierce) يوم 25/02/1990مح

أما بالمرقب فإن أقل استطالة لهلال تمت رؤيته كانت 6.4درجة و ذلك صباح يوم 13/10/2004م من قبل الراصد ستام .(Stamm)

كيف نتحرى الهلال ميدانياً :

-1الإطلاع على المعايير التى سبق الحديث عنها واذا لم تكن على اطلاع بالبرامج الفلكية فيمكن الحصول عليها شهرياً من خلال موقع الجمعية والتى تصدر شهرياً بيان موحد يشمل 7جهات فلكية والمصادقة عليه .

-2التعرّف على موقع الهلال بالنسبة للشمس من خلال البرامج الفلكية او من خلال المتابعة للهلال قبل الرصد بيوم او يومين حتى تحدد نوع الهلال جنوب الشمس (هلال جنوبى) او شمال الشمس (هلال شمالى) او فوق الشمس (هلال سماوى).

-3الاستعانة بالاجهزة الحديثة التلسكوب أو المنظار ثنائى العينية (الدربيل).

-4اختيار موقع للرصد مناسب جداً خالى من الجبال او المبانى التى يمكن ان تسد الأفق وتمنع رؤية مغطس الشمس اثناء الغروب .

-5أن يكون الجو خالياً من الملوثات الضوئية او الغبار اوالرطوبة الزائدة او السحب حتى لاتحجب رؤية الهلال .

-6التركيز اثناء غياب كامل قرص الشمس لتحديد نقطة غروبها حتى تستطيع البحث حول هذه النقطة فالبعض يهمل هذا الجانب وعندئذ يصبح مكان غروب الشمس وهمياً وبالتالى يحتار فى البحث .

-7الاستعانة بالرفقة الصالحة التى قد تعينك على مثل هذا العمل وايضاً استشارة اهل العلم والاختصاص فى هذا المجال لحل اى مشكلة قد تواجهها اثناء القيام بهذه الأعمل .

اللهم وفقنا لكل ما تحب وترضى

(موقع: اللجنة الكويتية المشتركة للإستهلال " Kuwait Joint Committee For "Crescent Sighting)(https://estihlalkwt.com/articles/)

(مقالات فلكية،نبذة عن معايير رؤية الأهلة،-12-09،2009،rafed.net/calenda)

تیسرا فریق وہ ہے جو ''رؤیتِ بصری'' اور ''حسابِ فلکی'' کے درمیان جمع وتطبیق کا اس طرح قائل ہے کہ وہ نیا قمری مہینہ شروع ہونے کے لیے ''امکانِ رؤیت'' کو ضروری قرار دیتا ہے، یعنی سورج غروب ہونے سے پہلے، کسی بھی وقت چاند کی ولادت ہو چکی ہو، اور اس کی رؤیت میں ماہرینِ فلکیات کا اختلاف پایا جاتا ہو (کیونکہ اختلاف کی وجہ سے رؤیتِ بصری کا امکان فی الجملہ موجود ہوتا ہے) یہاں تک کہ اگر خالی آنکھ، یا طاقتور دوربین، ٹیلی اسکوپ کے ذریعے رؤیت ممکن ہو، تو مذکورہ فریق کے نزدیک بھی نئے قمری مہینے کا آغاز ہو جائے گا۔

جہاں تک ماہرینِ فلکیات کے نزدیک رؤیتِ ہلال، ممکن ہونے کی شرائط اور طریقوں کا تعلق ہے، تو ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(1)......بعض ماہرینِ فلکیات کی رائے یہ ہے کہ جب تک چاند کی عمر تیرہ (13) گھنٹے نہ ہوئی ہو، اس وقت تک ''رؤیتِ ہلال'' ممکن نہیں ہوتی۔

(2)......بعض ماہرینِ فلکیات کا قول یہ ہے کہ جب تک چاند کی ولادت کو پندرہ (15) گھنٹے، چار (4) منٹ کا وقت نہ گزرا ہو، اس وقت تک چاند کی ''رؤیتِ بصری'' ممکن نہیں ہوتی۔

(3)......بعض کا کہنا ہے کہ جب چاند کی ولادت کے بعد، فلکی اعتبار سے چاند دیکھنا ممکن ہو، خواہ خالی آنکھ کے ذریعے، یا طاقتور دوربین، ٹیلی اسکوپ کے ذریعے، تو اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

لیکن اس کا ہر جگہ اور ہمیشہ کے لیے کوئی ایک قاعدہ وکلیہ اور قانون مقرر نہیں، کیونکہ بعض اوقات رؤیت میں آب وہوا اور موسمی کیفیات وتغیرات وغیرہ کی وجہ سے رؤیت ممکن ہوتی ہے اور بعض اوقات ممکن نہیں ہوتی۔

(4)......ایک رائے یہ ہے کہ ''رؤیتِ ہلال'' کے لیے چاند کی عمر کو معیار نہیں بنایا جاسکتا، کیونکہ بعض اوقات کم عمر کا ہونے کے باوجود، اس کی رؤیت ممکن ہوتی ہے،

مثلاً جب چاند، زمین کے قریب ہو، اور بعض اوقات اس کی عمر زیادہ ہونے کے باوجود بھی رؤیت ممکن نہیں ہوتی، مثلاً جب چاند، زمین سے دور ہو۔

(5)...... سب سے کم عمر کا جو چاند، طاقتور دوربین، ٹیلی اسکوپ (Telescope) کے ذریعے دیکھا گیا، اس کی عمر، 13 گھنٹے 47 منٹ تھی، اور خالی آنکھ کے ذریعے، جو سب سے کم عمر کا چاند دیکھا گیا، اس کی عمر 15 گھنٹے 4 منٹ تھی، اسی لیے بعض حضرات، اس کو معیار قرار دیتے ہیں۔

(6)...... برہنہ آنکھ (Naked eye) کے ذریعے مضبوط رؤیت، چاند کی عمر 17 گھنٹے 2 منٹ ہونے کے بعد، اور طاقت ور دوربین (ٹیلی اسکوپ) کے ذریعے مضبوط رؤیت، چاند کی عمر 15 گھنٹے 5 منٹ ہونے کے بعد ہوتی ہے، جبکہ بعض موسموں میں 24 گھنٹے کی عمر کے بعد ہی رؤیت ممکن ہوتی ہے۔

بعض حضرات اسی معیار کی طرف رجحان رکھتے ہیں۔

(7)......مشہور ماہرِ فلکیات الیاس کے نزدیک 17 گھنٹے کی عمر سے پہلے رؤیتِ ہلال، محال ہوتی ہے۔

(8)......بعض ماہرینِ فلکیات کے نزدیک، سورج غروب ہونے کے بعد، چاند کی اُفق سے بلندی 5 درجے، یا اس سے زیادہ ضروری ہے، اور بعض نادر حالات میں 2 درجے سے لے کر 5 درجے کے مابین افق سے بلندی ضروری ہے۔

(9)......بعض ماہرینِ فلکیات نے مختلف جدید طریقوں سے رؤیت کے مشاہدات کیے، اور وہ ان کے ہی نتائج پر اعتماد کرتے ہیں۔

(10)......بعض ماہرینِ فلکیات نے شمال مغرب اور جنوب مغرب کے لیے مختلف خطوط قائم کیے ہیں، جن پر وہ رؤیتِ ہلال کے امکان وعدمِ امکان کا مدار رکھتے ہیں۔

چوتھا فریق وہ ہے، جس نے نئے قمری مہینے کے آغاز کے لیے رؤیتِ بصری کو شرط قرار دیا ہے، یہاں تک کہ اس فریق کے نزدیک اگر چاند کی ولادت، غروب

سے بہت قلیل وقت پہلے ہوئی ہو، تب بھی رؤیتِ بصری کے ذریعے نئے قمری مہینے کا آغاز ہو جائے گا، اور اس سلسلے میں ماہرینِ فلکیات کی طرف سے امکانِ رؤیت وعدمِ امکانِ رؤیت کے اختلاف ونزاع کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، تاہم اگر چاند کی ولادت غروب کے بعد ہوئی ہو، تو پھر رؤیتِ ہلال کی گواہی کو معتبر نہیں سمجھا جائے گا، کیونکہ اس صورت میں رؤیت دراصل محال ہوتی ہے، اور امرِ محال کی گواہی معتبر نہیں ہوا کرتی''۔ انتہٰی۔ [1]

---

[1] القائلين بالحساب الفلكي قد انقسموا إلى اقسام كثيرة نوجزها ههنا.

(1)....الفريق الأول يرى أنه متى كانت ولادة الهلال في أى وقت من بعد الفجر إلى قبل الفجر الذى يليه فإنه يجب على المسلمين صيام اليوم الذى يلى الفجر الثانى وحجتهم أن الهلال موجود في السماء بعد ولادته لأن العلم اليقيني الثابت يثبت وجوده والعبرة بالوجود الفلكي لا الرؤية الخاطئة وهذا ماتسير عليه الجماهيرية الليبية.

(2)....الفريق الثاني أراد أن يوفق بين الرؤية والحساب فاشترط أن تكون ولادة الهلال قبل الغروب ولو بوقت قصير جدا فمتى كان ذلك وجب على الناس عقد نية الصيام وحجتهم أن اليوم الإسلامي يبدأ بعد غروب الشمس.

(3)....الفريق الثالث أراد أن يكون أكثر توفيقا بين الرؤية البصرية والحساب الفلكي فاشترط إمكان الرؤية لثبوت دخول الشهر وهذا يعني أن الهلال لابد أن يكون مولودا قبل الغروب بوقت اختلف فيه الفلكيون حتى تتمكن العين أو التلسكوب من رؤيته .

ومن أجل بيان هذا الاختلاف نوجز بعضا من شروطهم وطرقهم:

-1أنه لايمكن أن يرى الهلال قبل 13ساعة من ولادته وذلك أن المسافة الزاوية بين القمر والشمس من مركز الأرض لابد أن تكون أكثر من 7درجات ومتى كانت أقل من ذلك فإنه لن يكون هنالك جزء مضيء من القمر ولن تتمكن العين من رؤية الهلال وهذا مايسمى ب (تأثير أو حد دانجون .(وهذا ماجعل مؤتمر المسلمين الفلكيين والذى أقيم في استنبول يوصى بأنه يجب أن تكون الزاوية أكثر من 8درجات من أجل إمكان رؤية الهلال .وحتى نفسر ذلك ,نحن نعلم أن مدار القمر بيضاوى ولكن دعونا نفرضه دائريا .فمتى علمنا أن متوسط الشهور القمرية هو 29.53 يوما والقمر يدور 360درجة في 29.53يوما 24 xساعة 708.72 =ساعة أى أننا سوف نحصل على 1.96ساعة لكل درجة وبعد ضرب هذا الرقم ب 8درجات والتى أوصى بها المؤتمر نحصل على عمر للهلال يساوى 15.75ساعة وهذا رقم مقارب جدا لثاني رقم قياسي لعمر هلال رؤِى بالعين (15.4ساعة).

-2حسب السجل المنشور للرؤية بالعين الباصرة ,لم ير أحد الهلال قبل 15.4ساعة من وقت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

احمد رامی محمودی ''سعودی عرب'' کا حوالہ

احمد رامی محمودی، ریاض، سعودی عرب، اپنے ایک مضمون میں فرماتے ہیں کہ:

''ماہرینِ فلکیات، چاند کے مہینے کی ابتداء کو فلکی حساب سے سورج اور چاند کے اجتماع واقتران کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں، جس کو وہ ''شہرِ قمری اقترانی'' کہتے ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولادته مع أن محاولة الرؤية قد حدثت فی 14سبتمبر 1871م وکان الانفصال الزاوی 9.3 درجة .کان هذا فی القرن الماضی عندما کان التلوث الجوی والضوئی غیر موجودین .ویقول المقال إنه لایمکن الآن رؤیة مثل ذلک الهلال بالعین الباصرة .وقبل وقت قریب رؤی هلال کان انفصاله الزاوی 10.5درجة والذی یقارب 17إلی 21ساعة من عمره .کما أن الدراسة تقول إن هذا لایعنی أن کل هلال یمکن أن یری إذا کان عمره بین 17إلی 20ساعة.

-3العلم الفلکی یستطیع أن یعطی وقتا مقاربا لإمکان رؤیة الهلال بالعین والمنظار والتلسکوب ولکنه لایستطیع أن یعطی إجابة دقیقیة لوجود عدد من العوامل التی تؤثر علی الرؤیة.

-4الزمن الذی یمر بعد ولادة الهلال الجدید یسمی عمر الهلال ولکن عمر الهلال لایعتبر معیارا لإمکان رؤیته وذلک لأن مدار القمر بیضاوی ویسیر القمر بسرعة أعلی ,عندما یکون قریبا من الأرض ,وابطأ عندما یکون بعیدا عن الأرض .فعندما یکون الهلال سریعا یمکن أن یری وعمره (17ساعة) وعندما یکون بطیئا یری وعمره (23ساعة).

-5إن أصغر هلال رؤی من خلال منظار کان عمره 13.47ساعة کما ان أصغر هلال رؤی بالعین الباصرة کان عمره 15.4ساعة .

-6إن أوثق رؤیة بالعین حدثت بعد 17.2ساعة وبعد 15.5ساعة بالتلسکوب من ولادة الهلال علما بأنه فی بعض الفصول لا تحصل الرؤیة إلا بعد 24ساعة.

-7یقول إلیاس ,العالم المسلم المالیزی إنه تستحیل رؤِیة الهلال إذا کان عمره أقل من 17ساعة

-8یجب أن یکون ارتفاع القمر فوق الأفق عند الغروب 5 ,درجات أو أکثر وفی حالات نادرة بین 2إلی 5درجات.

-9طریقة جدیدة مختلفة أسسها بروین قامت علی 76رؤیة فی أثینا وقد اعتمد علی وضوح القمر والشمس وغیر ذلک.

-10خطوط الوقت مثل منحنیات الشمال الغربی والجنوب الغربی والتی اقترحها إلیاس وخطوط أخری اقترحها شیفر من ناسا وکذلک طرق أخری مؤلفة من عناصر مختلفة.

(4)الفریق الرابع اشترط للدخول فی الشهر والخروج منه الرؤیة البصریة حتی لو کانت ولادة الهلال قبل الغروب بقلیل غیر ملتفت إلی نزاع الفلکیین حول إمکان رؤیة الهلال والتی اشترطها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جہاں تک شریعتِ اسلامی کے علماء کا تعلق ہے، تو وہ چاند کے مہینے کی ابتداء کو ''رؤیتِ ہلال بصری''یعنی برہنہ آنکھ کے ساتھ وابستہ و متعلق کرتے ہیں، جبکہ وہ رؤیت، چاند کی ولادت اور سورج غروب ہونے کے بعد حاصل ہو۔

اور سورج اور چاند کا اقتران، یا اجتماع ایک ہی لحظہ میں واقع ہوتا ہے۔

لیکن سورج غروب ہونے کا ایک لحظہ متعین نہیں ہوتا، اس کا ہر علاقہ کے اعتبار سے وقت مختلف ہوتا ہے۔

پس رؤیتِ ہلال کے لیے یہ شرط ہے کہ سورج اور چاند کا ایک مقام پر اجتماع واقتران ہو جائے، اور چاند کا غروب، سورج غروب ہونے کے اتنی دیر کے بعد ہو کہ جتنی دیر کے بعد چاند کی رؤیت ممکن ہوتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الفريق الثالث ولكن هذا الفريق اشترط شرطا آخر وهو أن لاتقبل شهادة من قال برؤية الهلال متى كانت ولادته بعد الغروب لاستحالة الرؤية بالعين الباصرة وحجة هذا الفريق أن قدرة الله لايمكن حصرها وربما يؤتى أحدا من خلقه قدرة بصرية نافذة تستطيع أن ترى الهلال ولو كانت ولادته قبل الغروب بقليل جدا .أما حجتهم فى عدم قبول الشهادة إذا كانت الولادة بعد الغروب فهى استحالة الرؤية .والشخص الذى رأى الهلال متوهم أو كاذب.

من خلال ماسبق يظهر لى أن الفريق الثالث اختلف اختلافا كبيرا ويستحيل إجماعه على رأى واحد ووقع فى تناقض كبير فى محاولته للجمع بين النصوص الشرعية والحساب الفلكى وذلك لأسباب منها:

عندما اختلفوا على وقت الولادة ومدة بقاء الهلال بعد الغروب وارتفاعه حتى تتمكن العين من رؤيته ,جعلوا الحساب الفلكى اليقينى ظنيا ثم جمعوا بينه وبين الرؤية البصرية الظنية .ومما هو معروف أن جمع الظنى مع الظنى يزيد الظنية (على فرض ولادة الهلال) .وحتى لا تلتبس هذه القضية على الفقهاء فإن جمع الظنى مع الظنى هنا ليس كجمع النصوص الشرعية الظنية التى يعضد بعضها بعضا لكى تكون أقرب إلى اليقين منها إلى الظن.

-ثم لو أنهم اتفقوا على وقت الولادة وغيرها حتى تتمكن العين من رؤيته لما زادوا عن جمع يقينى وظنى وهذا يدل على أن وسيلة الحساب الفلكى غير كافية للوصول إلى المقصد الشرعى وحدها ولابد لها من التعويل على وسيلة الرؤية البصرية .والذى لايختلف عليه أيضا أن اليقينى مستغن عن الظنى وأى محاولة للجمع بينهما تجعل الرؤية ظنية بنفس مقدار ظنينتها التى كانت عليها (على فرض ولادة الهلال).

-وهناك مطاعن أخرى أعظم خطرا مما بسطناه هنا أتركها إلى حين الحاجة إلى عرضها ذلك أنها تبين اضطراب حجج جميع القائلين بالحساب .(الحساب الفلكى بين القطعية والاضطراب، مشمولة: مقالات حول الحساب الفلكى)

(https://www.kulalsalafiyeen.com/vb/showthread.php?t=30740)

www.idaraghufran.org

اور جب اُفق کے نیچے سورج غروب ہونے کے مقام سے، چاند کا فاصلہ 5 درجات، یعنی 20 منٹ سے زیادہ ہو، تو اس وقت چاند کی رؤیت ممکن ہوتی ہے۔

اور یہ بھی شرط ہے کہ رؤیتِ ہلال، قمری مہینہ کے انتیسویں (29) دن کا سورج غروب ہونے کے بعد ہو (ورنہ تو قمری مہینہ کے 29 دن سے بھی کم کا ہونا لازم آئے گا، جو کہ شرعاً جائز نہیں)

پس اس بناء پر اگر سورج غروب ہونے کے بعد، چاند کا مشاہدہ کیا جائے، اگرچہ ایک ہی منٹ کے لیے ہو، تو قمری مہینہ کا آغاز ہوجاتا ہے۔

اور دن کے وقت چاند کی رؤیت کا اعتبار نہیں، خواہ اس کی رؤیت، زوال سے پہلے ہو، یا زوال کے بعد ہو۔

جب رؤیت کی گواہی موصول ہوجائے، تو قاضی (یا اس کا نائب) گواہ سے چاند کے محلِ وقوع اور اس کی کیفیات کے متعلق سوال کرے گا، جو قاضی (یا اس کے قائم مقام اتھارٹی) کے لیے گواہ کی گواہی کے قبول، یا رَد کرنے میں معاون ہوگا، اور یہ بھی ضروری ہے کہ گواہ مسلمان ہو، عاقل بالغ ہو، اور وہ امراضِ نفسیہ وعصبیہ وغیرہ سے محفوظ ہو۔

اور ان شرائط کو بروئے کار لانے کے لیے قمری نئے مہینہ کے ثبوت کے اعلان میں تاخیر کا امکان ہوتا ہے، جو رات کے کسی حصہ میں بھی ہوسکتا ہے (اس لیے اعلان میں تاخیر ہونے پر تشویش کی کوئی بات نہیں)''۔ انتھٰی۔ [1]

---

[1] یعتمدون الفلکیون فی تحدید بدایة الشهر القمری علی اجتماع الشمس والقمر وهم یحددون هذه اللحظة بالحساب الفلکی وهذا مایدعی بالشهر القمری الاقترانی .

أما علماء الشرع الإسلامی فیرون أن أول الشهر القمری یرتبط برؤیة الهلال رؤیة بصریة عقب مولده وبعد غروب الشمس وهو الشهر القمری الشرعی الذی یبدأ من لیلة الرؤیة وینتهی برؤیة الهلال الجدید التالی.

ومع ان الاقتران او الاجتماع یحدث فی لحظة واحدة من الزمن، الا ان غروب الشمس لایکون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

’’ہیئۃُ کبار العلماء، سعودی عرب‘‘ کا حوالہ

سعودی عرب کے ممتاز علماء پر مشتمل کمیٹی ’’ہیئۃ کبار العلماء ‘‘نے رؤیتِ ہلال کے متعلق مورخہ 02 ذوالقعدۃ 1403ھ کو جو قرارداد منظور کی، اس میں تحریر کیا کہ:

(1)...... رصدگاہوں اور طاقتور دوربینوں ’’ٹیلی اسکوپ‘‘ (Telescope) کے ذریعے، رؤیتِ ہلال کا اہتمام کرنے کے لیے شرعاً کوئی چیز مانع نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کذلک لانه مرتبط باختلاف المطالع ای "اختلاف الآفاق "وعلى ذلك فقد تختلف بعض البلدان عن بعضها الآخر فی امكان الرؤية الشرعية للهلال فی تعيين أول الشهر القمرى الشرعى .
ويشترط فی الرؤية أن تكون بعد اجتماع النيرين "الشمس والقمر "فی برج واحد من بروج السماء.
وان يتأخر القمر فی غروبه عن الشمس بقدر يسمح برؤية قوس نوره الدقيق بعد ابتعاده عن دائرة شعاع الشمس.
ومن الممكن رؤية الهلال إذا كان بعيداً عن مكان غروب الشمس تحت الأفق بزاوية تزيد عن خمس درجات قوسية أى مايعادل عشرين دقيقة ذلك. لان شفق الشمس القريب من الأفق وقت الغياب يكون قوياً بحيث يحول دون رؤية الهلال الدقيق بشكل واضح .ويكون مكان غروبه بالنسبة إلى مكان غروب الشمس اما شمالها إذا كان الميل الاستوائى للقمر أكبر من الميل الاستوائى للشمس وهذا يحدث فی البروج الشمالية ويُرى القمر فی هذه الحالة على شكل خط ضئيل منحنٍ تحدبه نحو الشمس، وأما جنوبها إذا كان الميل الاستوائى للقمر أقل من الميل الاستوائى للشمس وذلك حين وجود الشمس فی البروج الجنوبية .أما إذا كان ميل القمر السماوى يساوى صفراً فعند ذلك يصبح القمر فی مستوى دائرة البروج مع الشمس فيتبع القمر مسار الشمس ويغيب فی مكان غروب الشمس ويحدث هذا فی الاعتدالين الربيعى والخريفى.
كما يشترط فی رؤية الهلال أن تكون عشية وبعد غروب شمس يوم التاسع والعشرين من الشهر القمرى .
فلو شوهد الهلال بعد غروب الشمس ولو بدقيقة واحدة يكون الشهر القمرى قد بدأ شرعاً.
ولا عبرة برؤية الهلال نهاراً وسواء شوهد قبل الزوال أو بعده "أى لاعبرة به من الليلة الماضية بل لليلة المستقبلة "لقوله صلى الله عليه وسلم :(صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته) فوجب سبق الرؤية على الصوم والفطر والمفهوم المتبادر من الحديث الرؤية عند غروب شمس آخر يوم من الشهر.
ويخضع شهود رمضان وشوال لأسئلة علمية دقيقة من قبل قضاة الشرع كأن يسأل القاضى الشاهد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

(2)......اگر برہنہ آنکھ(Naked eye) کے ذریعے رؤیتِ ہلال کا ثبوت ہوجائے، تو اسی پر عمل کیا جائے گا، اگرچہ رصدگاہوں اور دوربینوں کے ذریعے، رؤیتِ ہلال نہ ہو۔

(3)...... جب رصدگاہ اور طاقت ور دوربین (Observatory / Telescope) کے ذریعے رؤیتِ ہلال ہوجائے، تو اس کو''رؤیتِ حقیقی'' کا حکم حاصل ہوگا، اور اس پر عمل متعین ہوگا، اگرچہ برہنہ آنکھ(Naked eye) کے ذریعے سے رؤیتِ ہلال نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ''فمن شهد منكم الشهر فليصمه ''(اور شہودِشہر کے عموم میں رصدگاہ اور طاقت ور دوربین کے ذریعے مشاہدہ بھی داخل ہے)اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کی وجہ سے کہ''لا تصوموا حتى تروه، ولا تفطروا حتى تروه، فإن غم عليكم فأكملوا عدة شعبان ثلاثين يوما ''اور''صوموا لرؤيته، وأفطروا لرؤيته، فإن غم عليكم . . .الحديث''ان احادیث

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مثلاً عن الوقت الذى رأى فيه الهلال وعن موقع الهلال وجهة تحدبه فى ذلك الوقت .فإذا كانت الأجوبة تحمل فى طياتها تناقضاً علمياً ولو بسيطاً وجب على القاضى رفض شهادة الشهود وعدم الأخذ بها .

كما يتوجب على طالب الشهادة أن يكون مسلماً منفذاً لقواعد الإسلام بالغ الرشد والعقل فلا تقبل شهادة الصغير ولا المجنون ولا المعتوه .ويجب ألا يكون قد سبق وأدين فى قضايا مخلة بالشرف والأمانة .وهناك أيضا شروط صحية كخلو الشاهد من الأمراض النفسية والعصبية كالوهم وازدواج الشخصية والتردد وألا يكون مريضاً بامراض عضوية تؤثر على حاسة البصر كالسكرى وضغط العين وأن يكون مستوى حاسة البصر لديه مقبولاً بحيث تكون رؤيته للأفق رؤية واضحة دون اهتزاز فضلاً على إلمامه البسيط بالأمور الفلكية، فلا بد لشاهد العدل مثلاً القدرة على التفريق بين هلال رمضان مثلاً وبين سحابة تكون قد تشكلت على شكل هلال.

كل هذه الشروط والتحريات تؤدى إلى تأخير إعلان ثبوت الشهر الكريم إلى ساعة متأخرة من الليل أحياناً.أحمد رامى محمودى الرياض.

(https://www.al-jazirah.com/2001/20010402/rv10.htm)

میں مذکور رؤیت کے عمومی مفہوم کے اندر آلات کے ذریعے رؤیتِ ہلال بھی داخل ہے، اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ''مثبِت'' ''نافی'' پر مقدم ہوا کرتا ہے۔

(4)...... رصدگاہوں اور فلکی و سائنسی حسابات کے ذریعے، چاند کی رؤیت کا اہتمام کرنے کے لیے چاند کی مخصوص جہت کو متعین کیا جائے گا، جس میں فلکی حساب سے چاند کے وجود اور عدمِ وجود کے احتمال کو ملحوظ رکھا جائے گا۔

(5)...... رصدگاہوں میں چاند کی رؤیت کا اہتمام کرنے کے لیے جدید آلات وذرائع کو بروئے کار لایا جائے گا، تاکہ چاند کی رؤیت اور کیفیت کو متعین کیا جاسکے، اور ابہام کو ختم کیا جاسکے۔

(6)...... رؤیتِ ہلال کا اہتمام کرنے کے لیے ایسے قابلِ انتقال مراصد اور آلات کو مہیا کیا جائے گا، جو رؤیتِ ہلال کے امکان والے مقام وعلاقہ میں نصب کیے جاسکیں، اور تیز نظر والے اور رؤیتِ ہلال کا تجربہ رکھنے والے مشہور ومخصوص افراد سے استفادہ کیا جائے گا۔ انتہٰی۔ [1]

---

[1] قرار رقم "١٠٨" وتاريخ ١٤٠٣/١١/٢ھ

الحمد لله، والصلاة والسلام على عبد الله ورسوله، نبينا محمد، وعلى آله وصحبه وبعد:

ففى الدورة الثانية والعشرين لمجلس هيئة كبار العلماء المنعقدة بمدينة الطائف، ابتداء من العشرين من شهر شوال حتى الثانى من شهر ذى القعدة عام 1403ھ بحث المجلس موضوع إنشاء مراصد فلكية يستعان بها عند تحرى رؤية الهلال، بناء على الأمر السامى الموجه إلى سماحة الرئيس العام لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد برقم (4/ص/19524) وتاريخ 1403/8/18ھ، والمحال من سماحته إلى الأمانة العامة لهيئة كبار العلماء برقم(2652/1/د) وتاريخ 1403/9/1ھ واطلع على قرار اللجنة المشكلة بناء على الأمر السامى رقم(6/2)وتاريخ 1403\1\2ھ، والمكونة من أصحاب الفضيلة الشيخ عبد الرزاق عفيفى عضو هيئة كبار العلماء وأعضاء الهيئة الدائمة بمجلس القضاء الأعلى، والشيخ محمد بن عبد الرحيم الخالد، ومندوب جامعة الملك سعود الدكتور فضل أحمد نور محمد، والتى درست موضوع الاستعانة بالمراصد على تحرى رؤية الهلال، وأصدرت فى ذلك قرارها المؤرخ فى1403/5/16ھ المتضمن:

أنه اتفق رأى الجميع على النقاط الست التالية:

- 1إنشاء المراصد كعامل مساعد على تحرى رؤية الهلال لا مانع منه شرعا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

شیخ یوسف ''قرضاوی'' کا حوالہ

سعودی عرب کی مذکورہ کمیٹی کے فیصلے وقرارداد کی طرح ، عالمِ اسلام کے ممتاز عالمِ دین، وصدر عالمی اتحاد برائے علمائے اہلِ اسلام، شیخ یوسف القرضاوی بھی ''رؤیتِ ہلال'' کے لیے ''بصری رؤیت'' کوضروری قرار نہیں دیتے، اور وہ طاقت ور دور بین کے ذریعہ بھی ''رؤیتِ ہلال'' کوشرعی اعتبار سے معتبر سمجھتے ہیں، جبکہ معتبر طریقہ پر اس کے ذریعہ ''رؤیتِ ہلال'' کا ثبوت ہوجائے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

- 2إذا رئی الهلال بالعين المجردة، فالعمل بهذه الرؤية، وإن لم ير بالمرصد.

- 3إذا رئی الهلال بالمرصد(Telescope/Observatory) رؤية حقيقية بواسطة المنظار تعين العمل بهذه الرؤية، ولو لم ير بالعين المجردة؛ وذلک لقول الله تعالى :(فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ) ولعموم قول رسول الله صلى الله عليه وسلم : لا تصوموا حتى تروه، ولا تفطروا حتى تروه، فإن غم عليكم فأكملوا عدة شعبان ثلاثين يوما ، ولقوله عليه الصلاة والسلام : صوموا لرؤيته، وأفطروا لرؤيته، فإن غم عليكم . . . الحديث يصدق أنه رئی الهلال، سواء كانت الرؤية بالعين المجردة أم بها عن طريق المنظار (التلسكوب،Telescope) ولأن المثبت مقدم على النافی.

- 4يطلب من المراصد من قبل الجهة المختصة عن إثبات الهلال تحری رؤية الهلال فی ليلة مظنته، بغض النظر عن احتمال وجود الهلال بالحساب من عدمه .

- 5يحسن إنشاء مراصد متكاملة الأجهزة للاستفادة منها فی جهات المملكة الأربع، تعين مواقعها وتكاليفها بواسطة المختصين فی هذا المجال.

- 6تعميم مراصد متنقلة؛ لتحری رؤية الهلال فی الأماكن التی تكون مظنة رؤية الهلال، مع الاستعانة بالأشخاص المشهورين بحدة البصر، وخاصة الذين سبق لهم رؤية الهلال .اهـ.

وبعد أن قام المجلس بدراسة الموضوع ومناقشته ورجع إلى قراره رقم (2) الذی أصدره فی دورته الثانية المنعقدة فی شهر شعبان من عام 1394هـ فی موضوع الأهلة قرر بالإجماع :الموافقة على النقاط الست التی توصلت إليها اللجنة المذكورة أعلاه، بشرط أن تكون الرؤية بالمرصد أو غيره ممن تثبت عدالته شرعا لدى القضاء كالمتبع، وأن لا يعتمد على الحساب فی إثبات دخول الشهر أو خروجه. وبالله التوفيق .وصلى الله على نبينا محمد، وعلى آله وصحبه وسلم.

هيئة كبار العلماء

رئيس الدورة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ان کا کہنا ہے کہ جس طرح آنکھیں ''رؤیت'' کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں، اسی طرح آنکھوں پر لگائی جانے والی عینک اور دور بین بھی ''رؤیت'' کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں، اور جب بھی کسی کو ''رؤیت'' کا کوئی جائز وسیلہ اور ذریعہ میسر ہو، تو اس سے استفادہ کرنا جائز ہے، اگرچہ اس کا انسان کو شریعت نے مکلّف نہ کیا ہو۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عبد الرزاق عفيفي ...عبد الله خياط ...عبد العزيز بن صالح
عبد العزيز بن عبد الله بن باز ...عبد المجيد حسن ...إبراهيم بن محمد آل الشيخ
سليمان بن عبيد ...صالح بن غصون ...راشد بن خنين
عبد الله بن منيع ...صالح اللحيدان ...عبد الله بن غديان
محمد بن جبير ...عبد الله بن قعود . ...
أوافق على النقاط الخمس من قرار . ...
اللجنة أما النقطة الثانية فلا أوافق عليها . ...

(أبحاث هيئة كبار العلماء ،بالمملكة العربية السعودية، ج٣،ص ٤٦ الى ٤٨،إثبات الأهلة،قرار رقم 108، وتاريخ 2\11\1403هـ)

ل ومما يمكن أن يدخل فى هذا الباب :ما جاء فى الحديث الصحيح المشهور " :صوموا لرؤيته ـ أى الهلال ـ وأفطروا لرؤيته، فإن غم عليكم فاقدروا له "وفى لفظ آخر "فإن غم عليكم فأكملوا عدة شعبان ثلاثين ."

فهنا يمكن للفقيه أن يقول :إن الحديث الشريف أشار إلى هدف، وعيّن وسيلة.

أما الهدف من الحديث فهو واضح بيّن، وهو أن يصوموا رمضان كله، ولا يضيعوا يومًا منه، أو يصوموا يومًا من شهر غيره، كشعبان أو شوال، وذلك بإثبات دخول الشهر أو الخروج منه، بوسيلة ممكنة مقدورة لجمهور الناس، لا تكلفهم عنتًا ولا حرجًا فى دينهم.

وكانت الرؤية بالأبصار هى الوسيلة السهلة والمقدورة لعامة الناس فى ذلك العصر، فلهذا جاء الحديث بتعيينها؛ لأنه لو كلفهم بوسيلة أخرى كالحساب الفلكى ـ والأمة فى ذلك الحين أمية لا تقرأ ولا تحسب ـ لأرهقهم من أمرهم عسرا، والله يريد بأمته اليسر ولا يريد بهم العسر، وقد قال عليه الصلاة والسلام عن نفسه" :إن الله بعثنى معلمًا ميسرًا، ولم يبعثنى معنتًا"

فإذا وجدت وسيلة أخرى أقدر على تحقيق هدف الحديث، وأبعد عن احتمال الخطأ والوهم والكذب فى دخول الشهر، وأصبحت هذه الوسيلة ميسورة غير معسورة، ولم تعد وسيلة صعبة المنال، ولا فوق طاقة الأمة، بعد أن أصبح فيها علماء وخبراء فلكيون وجيولوجيون وفيزيائيون متخصصون على المستوى العالمى، وبعد أن بلغ العلم البشرى مبلغًا مكن الإنسان أن يصعد إلى القمر نفسه، وينزل على سطحه، ويجوس خلال أرضه، ويجلب نماذج من صخوره وأتربته !فلماذا نجمد على الوسيلة ـ وهى ليست مقصودة لذاتها -ونغفل الهدف الذى نشده الحديث؟!

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معلوم ہوا کہ اگرچہ بہت سے علماء وفقہاء، رؤیتِ ہلال کے لیے ''بصری رؤیت'' کو ضروری قرار دیتے ہیں، لیکن بعض علماء، طاقت ور دوربین اور ٹیلی اسکوپ (Telescope) کے ذریعے بھی رؤیتِ ہلال کا اعتبار کرتے ہیں، وہ الگ بات ہے کہ دوسرے علماء کے نزدیک یہ موقف دلیل کے اعتبار سے کمزور ہو، لیکن اس کے باوجود، یہ مسئلہ ''مجتہد فیہ'' ضرور ہے، جس میں حکمِ حاکم وقضائے قاضی کی صورت میں عمل کی گنجائش ہو جایا کرتی ہے۔

حمید مجول نعیمی ''شارجہ'' کا حوالہ

''شارجہ'' کے ماہرِ فلکیات حمید مجول نعیمی (**مدیر: جامعة الشارقة: رئيس الاتحاد العربي لعلوم الفضاء والفلك**) فرماتے ہیں کہ:

''موجودہ زمانے میں، فلکی حسابات، بہت زیادہ ترقی وجدت اختیار کر گئے ہیں، خاص طور پر زمین اور چاند کی ہر لحہ ولحظہ کی نقل وحرکت، اور اس کے مقامات ومواضع اور منازل کے متعلق، بہت کچھ تحقیقات ہو چکی ہیں، جن میں سے بعض قطعیت اور یقین کے درجہ تک بھی پہنچ چکی ہیں۔

چنانچہ سورج اور چاند کے اجتماع واقتران، اور اس کی ولادت کے زمانہ اور وقت کی تعیین میں کوئی ابہام باقی نہیں رہا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ لقد أثبت الحديث دخول الشهر بخبر واحد أو اثنين يدعيان رؤية الهلال بالعين المجردة، حيث كانت هى الوسيلة الممكنة والملائمة لمستوى الأمة، فكيف يتصور أن يرفض وسيلة لا يتطرق إليها الخطأ أو الوهم، أو الكذب، وسيلة بلغت درجة اليقين والقطع، ويمكن أن تجتمع عليها أمة الإسلام فى شرق الأرض وغربها، وتزيل الخلاف الدائم والمتفاوت فى الصوم والإفطار والأعياد، إلى مدى ثلاثة أيام تكون فرقا بين بلد وآخر، وهو ما لا يعقل ولا يقبل لا بمنطق العلم، ولا بمنطق الدين، ومن المقطوع به أن أحدها هو الصواب والباقى خطأ بلا جدال.

على أن العلامة المحدث الكبير الشيخ أحمد شاكر ـ رحمه الله ـ نحا بهذه القضية منحى آخر، فقد ذهب إلى إثبات دخول الشهر القمرى بالحساب الفلكى، بناءً على أن الحكم باعتبار الرؤية معلل بعلة نصت عليها السنة نفسها، وقد انتفت الآن، فينبغى أن ينتفى معلولها، إذ من المقرر أن الحكم يدور مع علته وجودًا وعدمًا(كيف نتعامل مع السنة النبوية، ص ١٦٥، ١٦٦، الباب الثالث، الفصل الخامس، الناشر: دار الشروق، قاهرة، الطبعة الثانية ٢٠٠٢ء)

www.idaraghufran.org

اس بناء پر شرعی اعتبار سے نئے مہینہ کا ثبوت، اس وقت کہلائے گا، جب مندرجہ ذیل شرائط پائی جائیں:

ایک تو یہ شرط پائی جانا ضروری ہے کہ اس دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے سورج اور چاند کا اجتماع واقتران، اور اس کی ولادت ہو چکی ہو۔

دوسرے یہ شرط پائی جانا ضروری ہے کہ برہنہ آنکھ، یا آلات اور مراصد کے ذریعہ ''رؤیتِ ہلال'' کا اہتمام کرتے وقت ''امکانِ رؤیت'' والے مقام میں چاند، سورج کے غروب ہونے کے اتنی دیر بعد میں غروب ہوا ہو کہ سورج کے غروب ہونے کے بعد افق پر چاند کم از کم بیس منٹ تک موجود ہو، اور موقع کی مناسبت سے چاند کی افق سے مخصوص بلندی، اور سورج وچاند کے درمیان مخصوص بعد وفاصلہ ہو، اور برہنہ آنکھ، یا آلات ومراصد کے ذریعہ مشاہدہ کیے جانے والے مقام کی زمینی سطح ''امکانِ رؤیت'' کے لیے موزون ہو۔

اور روزہ وافطار (یعنی رمضان وشوال شروع ہونے) کے حکم کے عام ہونے کی وجہ سے اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں ہوتا۔

تیسرے ''امکانِ رؤیتِ ہلال'' کے قبول ہونے کے لیے مندرجہ ذیل فلکی شروط ومعاییر کا پایا جانا ضروری ہے:

(الف) ''امکانِ رؤیتِ ہلال'' کے مقام پر چاند، سورج کے غروب ہونے کے بعد میں غروب ہوا ہو۔

(ب) سورج غروب ہونے کے وقت، چاند کی افق سے بلندی، یعنی ''زاویۂ ارتفاع'' پانچ (5) درجات سے کم نہ ہو۔

(ج) سورج اور چاند کے مابین فاصلہ، یعنی ''زاویۂ انحراف'' آٹھ (8) درجات سے کم نہ ہو۔

www.idaraghufran.org

پھر کسی ماہ بعض علاقوں، اور ملکوں میں ''رؤیتِ ہلال'' کا ثبوت ہوجاتا ہے، بعض علاقوں، اور ملکوں میں اشتباہ ہوجاتا ہے، اور بعض علاقوں، اور ملکوں میں ''رؤیتِ ہلال'' پر قدرت حاصل نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے مہینہ کی ابتداء میں مسلمانوں کے مابین مختلف ملکوں وعلاقوں کے اعتبار سے اختلاف رونما ہوجاتا ہے۔

جبکہ بعض اسلامی ممالک میں قمری مہینہ کی ابتداء ''فلکی حساب'' سے کی جاتی ہے، چنانچہ ان کے یہاں ''ولادۃِ قمر'' کے بعد آنے والے دن کو مہینہ کا پہلا دن شمار کیا جاتا ہے۔ [1]

اور بعض ممالک میں مہینہ کی ابتداء کے لیے ولادتِ قمر کے اتنے زمانے کے گزرنے پر اعتماد کیا جاتا ہے کہ جس میں ''رؤیتِ ہلال'' ممکن ہو۔

اور ترکی وغیرہ میں فقہی کمیٹی کی قرارداد کے مطابق ''رؤیتِ ہلال'' کے لیے ان شرائط پر اعتماد کیا جاتا ہے کہ ایک تو سورج غروب ہونے کے وقت، چاند کی افق سے بلندی، پانچ (5) درجات سے کم نہ ہو۔

دوسرے سورج اور چاند کے مابین فاصلہ آٹھ (8) درجات سے کم نہ ہو''۔ انتھٰی۔ [2]

---

[1] یہ حضرات ولادتِ قمر کے یقینی وقت معلوم ہونے کی بناء پر، مذکورہ بالا حکم لگاتے ہیں کہ گزشتہ مہینے کا اختتام ہوچکا ہے، اور اب آنے والا دن، اگلے ماہ کا حصہ ہے، گویا کہ یہ حضرات رؤیت کو بھی اسی چیز کے معلوم ہونے کا ذریعہ سمجھتے ہیں، اور بذاتِ خود، رؤیت کو مقصود نہیں سمجھتے۔ محمد رضوان۔

[2] الحساب الفلكي أصبح أحد العلوم المعاصرة التي وصلت إلى درجة عالية من الدقة بكل ما يتعلق بحركة الكواكب السيارة، خصوصاً حركة القمر والأرض ومعرفة مواضعها بالنسبة للقبة السماوية، وحساب بعضها بالنسبة لبعضها الآخر في كل لحظة بصورة قطعية .

وقت اجتماع الشمس والأرض والقمر، أو ما يعبر عنه بالاقتران أو الاستتار أو المحاق، حدث فلكي كوني يحصل في لحظة زمنية واحدة، ويستطيع علم الفلك أن يحسب هذه اللحظة بدقة فائقة بصورة مسبقة قبل وقوعه لعدد من السنين، وفيه إشارة إلى انتهاء الشهر المنصرم وابتداء الشهر الجديد فلكياً .والاقتران يمكن أن يحدث في أي لحظة من لحظات الليل والنهار.

يثبت دخول الشهر الجديد شرعياً إذا توافر ما يأتي: ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مولانا محمد موسیٰ خان روحانی بازی کا حوالہ

پاکستان کے مشہور عالمِ دین اور ماہرِ فلکیات حضرت مولانا محمد موسیٰ خان روحانی بازی (المتوفیٰ 1419ھ) اس سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں:

''اسباب کے اختلاف کی وجہ سے، اختلافِ رؤیت کے پیشِ نظر جدید وقدیم ماہرینِ فلکیات کے اقوال اس بات میں مختلف ہیں کہ پہلی کے چاند کے لیے آفتاب سے شرقاً کتنا فاصلہ ضروری ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ أولاً: أن يكون الاقتران قد حدث فعلاً قبل غروب الشمس.

ثانياً: لأجل الرؤية بالعين المجردة أو بالأجهزة والمراصد، لابد أن يغرب الهلال بعد غروب الشمس فى موقع إمكانية الرؤية، بمعنى أن يكون للهلال (مكث)، أى (يبقى فى الأفق مدة زمنية بعد غروب الشمس لا تقل عن 20دقيقة)

وأن يكون فى موقع مناسب من حيث ارتفاعه عن الأفق وبعده عن الشمس عند غروبها، وأن تكون هناك إمكانية لرؤية الهلال بالعين المجردة أو بالاستعانة بآلات الرصد فى أى موقع على سطح الأرض.

ولا عبرة باختلاف المطالع لعموم الخطاب بالأمر بالصوم والإفطار.

ثالثاً: لقبول إمكانية رؤية الهلال لا بد أن تتحقق الشروط الفلكية الآتية:

أ .أن يغرب الهلال بعد غروب الشمس فى موقع إمكانية الرؤية.

ب .ألاّ تقل زاوية ارتفاع القمر عن الأفق عند غروب الشمس عن(5) خمس درجات.

ج .ألاّ يقل البعد الزاوى بين الشمس والقمر عن(8) ثمانى درجات.

{على المسلمين أن يأخذوا بالقواعد أعلاه فى دخول الشهور القمرية والخروج منها، لاسيما رمضان وشوال، وتحديد مواعيد هذه الشهور بصورة مسبقة، وذلك يساعد على تأدية عباداتهم وما يتعلق بها من أعياد ومناسبات وتنظيم ذلك مع التزاماتهم فى المجتمع الذى يعيشون فيه.

أ .إن حساب ولادة الهلال و حساب موقعه فى أى لحظة مطلوبان دائماً فى أى مكان من العالم، وهذا النمط من الحسابات الفلكية ممكن ومتاح تماماً بدقة لا يرتقى إليها الشك من الناحية العلمية التطبيقية .وما زال العديد من الأمم فى يومنا هذا يتخذ الأشهر القمرية أساساً فى تقاويمه، والمسلمون منهم على نحو خاص؛ إذ ترتبط أغلب العبادات والمناسبات الدينية ارتباطاً وثيقاً بالأشهر القمرية كالصيام، كما ورد فى سورة البقرة :(1) 185فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهرَ فَلْيَصُمْهُ.

والحج فى البقرة :(2) 197الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

(1)......ایک قول ہے کہ چاند، آفتاب سے بوقتِ غروب، دس درجہ مشرقی جانب ہو، تو نظر آئے گا۔

(2)......دوسرا قول یہ ہے کہ آٹھ درجہ بُعد ہونا چاہیے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾لکن معضلة تحديد أول يوم فى رمضان أو عيد الفطر مثلاً تبقى معلقة فقهياً برؤية الهلال بالعين المجردة، فبعض المسلمين (فى بعض الدول) قد يوفق إلى رؤية الهلال وبعضهم (يشتبه) فى رؤيته .ومنهم من لا يتمكن البتة من رؤيته، وبذلک يحصل الاختلاف فى توقيت بداية رمضان أو عيد الفطر، مع أن ولادته قد سبقت رؤيته فى واقع الحال فى كثير من المواقع والأحيان معاً؛ إذ إن المتتبع لحركة القمر يشاهد وجهه المضىء يتغير بين ليلة وأخرى، فخلال الشهر القمرى الواحد نشاهد تقدماً منتظماً لهذا التغير.

يبدأ القمر من محاق إلى هلال متزايد ثم تربيع أول وأحدب ممتلء (متزايد) وإلى بدر ثم إلى أحدب متآكل (متناقص) وتربيع ثالث، وأخيراً يكون هلالاً متناقصاً ويرجع إلى المحاق كما يأتى تفصيلاً:

عندما تسقط أشعة الشمس على سطح القمر تضىء جزئاً منه نتيجة لانعكاس الأشعة من ذلک الجزء (كذلک الحالة بالنسبة للكواكب السيارة الأخرى)، فعند حصول المحاق (ولادة الهلال) يكون وضع القمر فى تلک اللحظة بين الأرض والشمس ويكون وجهه المظلم مواجهاً الأرض. لهذا السبب لا يمكن رؤيته، لكن بعد هذا الموضع بمدة قصيرة جداً، يكون ما يسمى بالقمر الوليد وعندئذ يبدو على شكل خيط رفيع إن كان ارتفاعه عن الأفق مناسباً عند الغروب، وبعد عدة ليالٍ يتحرک إلى ناحية الشرق ويشاهد فى هذه الحالة على شكل هلال رفيع فى الجزء الغربى من السماء بعد غروب الشمس بقليل .وما إن يستغرق فى حركته أسبوعاً واحداً تقريباً حتى يصبح على هيئة نصف قمر، فيسمى هذا الطور بالتربيع الأول، ثم يستمر فى نموه أثناء حركته إلى أن يصل طور البدر، أى بعد أسبوعين تقريباً من لحظة المحاق .وعند ذلک يظهر القمر فى وقت غروب الشمس نفسه تقريباً .وبعد حركته من هذا الطور تبدأ زاوية نورانيته السطحية بالتقلص من جانبه الشرقى، ويدعى هذا الطور بالتربيع الثالث أو الأخير، ثم تستمر إضائته بالنقصان إلى أن يصبح هلالاً مرة أخرى ويظهر قبل شروق الشمس بقليل عند الفجر، لكن شكله يكون باتجاه معاكس لشكله عندما يظهر فى أول أيامه بعد المحاق، وهكذا إلى أن يتلاشى ويعود إلى موقعه الأول (المحاق) وبعد ذلک يولد الهلال الرفيع الذى نشاهده غرباً عند غروب الشمس ليشير إلى بداية دورة شهرية اقترانية أخرى.

ب .فى بعض البلاد الإسلامية يتم تعيين أوائل الأشهر القمرية بالحساب؛ إذ تقيم حساباتها على أساس وقت المحاق (ولادة القمر) وعندها تعلن أول الشهر القمرى ليكون اليوم الذى يلى يوم الولادة .

وبلاد أخرى تعتمد الزمن الذى يمكن أن يرى فيه الهلال، وعندها تعد الأيام التى تلى أيام الرؤية أول الشهور المذكورة .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

(3)...... تیسرا قول یہ ہے کہ چاند، آفتاب سے شرقاً اتنا بعید ہو کہ غروبِ آفتاب کے بعد 40 منٹ تک اُفق سے بالا چمکتا رہے۔

(4)...... چوتھا قول یہ ہے کہ 12 درجے کا فاصلہ ہو۔

(5)...... پانچواں قول یہ ہے کہ 12، 13 درجے کا بُعد ہو۔

13 درجے سے زائد بُعد، نہ علماءِ ہیئتِ جدید کے نزدیک ضروری ہے، اور نہ ماہرینِ ہیئتِ قدیم کی رائے ہے (فلکیاتِ جدیدہ وسیرُ القمر وعید الفطر، حصۂ ثانی، ص ۳۵۰، دوسرا باب، ناشر: ادارۂ تصنیف وادب، لاہور، طبعِ ہشتم 2001ء)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مذکورہ اور اس نوعیت کے اختلافات کی بنیاد، اسباب کے اختلاف پر مبنی ہے، اور اسباب زمان ومکان اور مشاہدہ کار کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وهناك بلاد إسلامية أخرى (تركيا مثلاً) اعتمدت على قرار لجنة فقهية في أحد المؤتمرات الإسلامية الذي عقد في مدينة إسطنبول عام 1978 بشأن تحديد ظروف الرؤية (رؤية الهلال) تحت الشروط الآتية:

– أن لا تقل زاوية ارتفاع الهلال عن الأفق في لحظة غروب الشمس عن (5) خمس درجات.

– أن لا يقل بُعد القمر الزاوي عن الشمس عن (8) ثماني درجات.

إن احتمال أن يكون الفرق بين مدينتين إسلاميتين مدة من يومين قمريين من أيام الشهر الاقتراني احتمال ضعيف، لكنه ليس مستحيلاً إذا تباعدت المسافة بينهما بين اتجاهين متناقضين .كما أن فرصة توالي عدة أيام (حتى أربعة أيام) بمعدل 30 يوماً في الشهر القمري لكل منهما، هو الآخر ليس بعيداً (في الواقع إنها حالة نادرة جداً وقد تكون مستحيلة عملياً، لكنها نظرياً تقع في دائرة الممكن)؛ بل ممكن في مدينة واحدة

.وجعل يوم ولادة القمر يوماً منتظراً أو واحداً في كل البلاد الإسلامية يعد ضرباً من المستحيل عملياً حسب خطوط الطول Time Zone، إلا في حالة اتفاق كامل لعلماء المسلمين في تحديد مدينة واحدة، كأن تكون مكة المكرمة، يحسب فيها ظروف رؤية الهلال فلكياً وشرعياً ومن ثم تحديد بداية الشهر الهجري حسب خطوط طول وعرض تلك المدينة، وتتبعها بقية دول العالم الإسلامي.

في هذه الحالة فقط، يصوم جميع المسلمين في يوم واحد ويفطرون في يوم واحد، غير ذلك سيبقى الاختلاف من يومين إلى ثلاثة، وربما أربعة أيام.

(موقع "الخليج "6مايو 2021، مجلة الصائم"أوائل الشهور القمرية بدائع الكون في القرآن"
(https://www.alkhaleej.ae/node/pdf/1325641/pdf)

www.idaraghufran.org

ہیں، لہٰذا اس نوعیت کے اختلاف کو اپنے درجہ پر رکھنا چاہیے۔

اور یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ مذکورہ عبارت میں رؤیتِ ہلال کے معیار سے متعلق تمام فلکی اقوال کا احاطہ نہیں کیا گیا، اور نہ ہی تمام معاییر کا استیعاب کیا گیا، بلکہ اپنے نزدیک زیادہ مشہور سمجھے جانے والے اقوال کو ذکر کر دیا گیا۔

سید شبیر احمد کاکا خیل صاحب کا حوالہ

پاکستان کے ماہرِ فلکیات جناب سید شبیر احمد کاکا خیل صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”چاند کب نظر آنے کے قابل ہوتا ہے؟ اس پر آراء میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ محققین نے اس کے مختلف معیار بتائے ہیں، اس میں اختلاف کی وجہ چاند کے دیکھنے کے حالات میں اختلاف ہے۔

(1)...... ایک قول ہے کہ چاند، آفتاب سے بوقتِ غروب، دس درجہ مشرق کی جانب ہو، تو نظر آ جائے گا۔

(2)...... دوسرے قول میں دس درجہ کی بجائے آٹھ درجہ بتایا گیا ہے۔

(3)...... تیسرا قول ہے کہ چاند کے غروب اور سورج کے غروب میں 40 منٹ کا فرق ہو، تو چاند نظر آ سکتا ہے۔

(4)...... چوتھا قول 12 درجے کا ہے، مولانا ثمیرُ الدین قاسمی صاحب نے اس قول پر بہت زور دیا ہے، لیکن ہر جگہ کے لیے اس ایک قول کو حتمی قرار نہیں دیا جا سکتا، جیسا کہ انہوں نے خود بھی دوسرے اقوال کا ذکر کیا ہے۔

(5)...... پانچواں قول 13 درجے کا ہے۔

(6)...... چھٹا قول ہے کہ جب چاند کا ایک فیصد، یا اس سے زیادہ حصہ روشن ہو۔

ہماری تحقیق کے مطابق ان میں سے کوئی بھی قول دائمی طور پر صحیح نہیں ہوتا، ہاں یہ لوگوں کے اندازے ہیں، جن کو انہوں نے اپنے تجربات سے اخذ کیا ہے، اور

چونکہ تجربات کے نتائج مختلف مقامات پر اور مختلف اشخاص کے لیے مختلف ہو سکتے ہیں، اس لیے ان میں اختلاف پایا گیا ہے۔

نیز چاند کی صرف اُفق سے بلندی فیصلہ کن کردار نہیں اداء کرتی، بلکہ اس کا سورج کے مقامِ غروب سے جتنا اُفقی زاویہ بنتا ہے، وہ بھی بہت اہم ہے، کیونکہ سورج کے مقامِ غروب کے بالکل اوپر سرخی مائل کافی روشنی، چونکہ نسبتاً کم ہوتی ہے، اس لیے چاند مقابلتاً کم روشنی کے ساتھ بھی نظر آ جاتا ہے۔

گویا دوسرے لفظوں میں کم عمر چاند بھی نظر آ سکتا ہے، بشرطیکہ سورج کے بالکل اوپر نہ ہو۔

اس سے پتہ چلا کہ پہلے کے چھ معیار قابلِ اعتبار نہیں، کیونکہ ان میں صرف چاند کی روشنی کا خیال رکھا گیا ہے، جبکہ سورج کی روشنی جو کہ چاند اور ستاروں کے نظر آنے میں سب سے بڑا مانع ہوتا ہے، اس کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا'' (کشفِ ہلال، ص ۲۷ و ۲۸، ناشر: ادارہ تحقیقاتِ فلکیہ اسلامیہ، ویسٹریج، راولپنڈی)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ ''امکانِ رؤیتِ ہلال'' کے سلسلے میں جو معیارات بتلائے جاتے ہیں، وہ مختلف اشخاص کے مختلف زمانوں اور علاقوں کے اندازوں اور تخمینوں پر مبنی ہیں، لہٰذا ان کو ہر جگہ اور ہمیشہ کے لیے فیصلہ کن نتائج اور قاعدہ کلیہ کا درجہ دینا صحیح نہیں، تاہم ان کو اپنے درجہ پر رکھتے ہوئے استفادہ کرنا الگ چیز ہے۔

مولانا اسدُ اللہ شہباز صاحب کا حوالہ

مولانا اسدُ اللہ شہباز صاحب، استاذُ الحدیث و رکن شعبہ فلکیات، جامعۃُ الرشید کراچی، پاکستان، تحریر فرماتے ہیں کہ:

''علمائے ہیئت کا اس بات میں اختلاف ہے کہ یکم کو چاند نظر آنے کے لیے شمس و قمر میں کتنا فاصلہ ضروری ہے۔

بعض ماہرین نے کم از کم 12 درجے کے فاصلے کو، اور بعض نے 10 درجے فاصلے کو، اور بعض نے 8 درجے فاصلے کو شرط قرار دیا ہے۔

بعض ماہرین نے اس سے بھی کم فاصلے کو کافی قرار دیا ہے۔

ملائیشیا کے ڈاکٹر الیاس صاحب نے چاند کی سورج سے مختلف دوریوں کے اعتبار سے رؤیت کے لیے افق سے ضروری بلندی ایک گرو (Cerve) کے ذریعے ظاہر کی ہے، لیکن یہ ان کا ایک معیار ہے، اس کے علاوہ انہی کے دو معیار اور بھی ہیں، نیز دوسرے ماہرین نے اور معیارات بھی وضع کیے ہوئے ہیں، جن کی تعداد 20 سے زیادہ ہے'' (تفہیم الفلکیات، ص ۱۴۲، فصل فی القمر، مطبوعہ: الحجاز پبلشرز، کراچی، طبعِ چہارم 2015ء)

موصوف مزید تحریر فرماتے ہیں کہ:

اس بارے میں تمام فلکیات کے بڑے بڑے ماہرین، اور علمائے کرام متفق ہیں کہ ایسا کوئی کلیہ، یا ضابطہ نہیں، جس کے ذریعے ہم یقینی طور پر چاند کے نظر آنے، یا نہ آنے کا فیصلہ صادر کریں، البتہ ایسا ممکن ہے کہ مختلف مشاہدات اور تجربات کی بنیاد پر یہ بات ذکر کردی جائے کہ فلاں دن نظر آنے کے امکانات ہیں، اور فلاں دن امکانات نہیں، نیز اس بارے میں یہ بات بھی کہی جاسکتی ہے کہ فلاں تاریخ کو فلاں مقام پر چاند نظر آنا محال، یا ناممکن ہے، اس لیے کہ آج کل سائنس دانوں نے اجرامِ سماویہ میں سے اکثر کی حرکات وسکنات کو ناپا ہوا ہے، اور بارہا مشاہدات سے ان کی صحت بھی ثابت ہوچکی ہے، خصوصاً چاند کے طلوع وغروب اور پیدائشِ قمر اور بقیہ حالتوں کے بارے میں ان کے حسابات قطعیت کا درجہ رکھتے ہیں۔

اور یہ بھی مسلّمات میں سے ہے کہ جب چاند، حالتِ اجتماع کو نہ پہنچا ہو، تو اس

سے پہلے اس کا مغربی جانب میں نظر آنا محال ہے، لہٰذا اگر یہ کہہ دیا جائے کہ فلاں دن چونکہ چاند وسورج کا اجتماع ہی نہیں ہوا، اس لیے نظر آنا ممکن نہیں، یا یوں کہا جائے کہ اس دن چاند، اگرچہ پیدا ہو چکا ہوگا، مگر غروبِ آفتاب کے ساتھ، یا اس سے پہلے غروب ہو جائے گا، یا غروبِ شمس کے بعد افق پر نہیں ہوگا، اس لیے نظر آنا ممکن نہیں، تو اس کی گنجائش ہوگی، اور ان حسابات کی بنیاد پر ان دنوں میں اس علاقے میں رؤیتِ ہلال کی گواہی، بداہت کے خلاف ہونے کی وجہ سے بلا جھجک رَد کر دی جائے گی۔

البتہ چاند کی پیدائش کے بعد چاند کا نظر آنا کب ممکن ہوگا؟ اس کے لیے مختلف ماہرین نے مختلف پیمانے مقرر کیے ہیں۔

ڈاکٹر منظور احمد صاحب نے تمام قدیم وجدید فلکیین کے کلیات کو جمع کر کے ایک سافٹ ویئر بنایا ہے، جس کا نام ''مون کیلکو لیٹر'' ہے، اس میں تیرہ مختلف طرق سے چاند کے نظر آنے، یا نہ آنے کے امکانات بتائے جاتے ہیں، اس کا استعمال انتہائی سہل اور نتیجہ ہمارے بار بار کے مشاہدات، تجربات اور معلومات کی حد تک تقریباً درست ہوتا ہے۔

جن چیزوں کا مختلف ماہرین، رؤیت میں اعتبار کرتے ہیں، وہ درجِ ذیل ہیں:

(1)......''Lagtime'' یعنی چاند اور سورج کے غروب ہونے کا درمیانی وقفہ کتنا ہے؟

(2)......''Elongation'' کسی سیارے کا سورج کے مرکز سے زاویائی فاصلہ ''بعد از شمس'' یا ''تباین'' یا ''Elongation'' بھی کہلاتا ہے۔

(3)......''Altitude'' یعنی چاند کا افق سے ارتفاع عند غروب الشمس کیا ہے؟

(4)......''Rel.Azimuth'' (ریلیٹو ایزیمتھ) کہ چاند اور سورج کی

''السمت'' میں فرق کتنا ہے؟

(5)......''Phase of moon'' چاند کا کتنا روشن حصہ ہماری جانب ہے؟

(6)......''Age of moon'' چاند کی عمر کتنی ہے؟

(7)......''Width of moom'' چاند کی چوڑائی۔

درج بالا مختلف اشیاء کی مقدار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے چاند کے نظر آنے، یا نہ آنے کی پیش گوئی کی جاتی ہے، جس کے مختلف ماہرین نے مختلف معیارات بتائے ہیں، تقریباً 20 کے قریب معیارات مولانا سلطان عالم صاحب نے ''تسہیل رؤیتِ ہلال'' میں تحریر کیے ہیں (تفہیم الفلکیات، ص ۱۴۴ تا ۱۴۶، فصل فی القمر، مطبوعہ: الحجاز پبلشرز، کراچی، طبعِ چہارم 2015ء)

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ ''امکانِ رؤیتِ ہلال'' کے متعلق ماہرین کے بیان و طے کردہ، مختلف معیارات ہیں، اور ظاہر ہے کہ ہر ایک ماہر نے اپنے معیار کو دوسروں کے مقابلے میں ترجیح بھی دی ہے، جس کی وجہ سے وہ معیارات، اس فن میں ''مجتہد فیہ'' درجہ رکھتے ہیں، جو دوسروں پر اس طرح حجت نہیں ہوتے کہ سب ان کے پابند ہوں، اور وہ ہر جگہ اور ہر زمانے کے لیے قطعی درجہ کے اصول ہوں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آٹھ درجہ سے کم زاویۂ انحراف کا قول بھی موجود ہے، جو اگرچہ ہمارے علاقہ میں زیادہ مشہور نہ ہو، لیکن عرب وغیرہ ممالک میں اس قول کو نہ صرف یہ کہ شہرت حاصل ہے، بلکہ اس کے مطابق ان کی با قاعدہ قرار دادیں بھی موجود ہیں، جیسا کہ باحوالہ گزرا۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مشتاق احمد صاحب کا حوالہ

ڈاکٹر محمد مشتاق احمد صاحب، ایسوسی ایٹ پروفیسر/ چیئرمین شعبہ قانون، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’فلکی حسابات کے ذریعہ چاند کی ’’پیدائش‘‘ کا وقت تو یقینی طور پر بتایا جا سکتا ہے، لیکن اس کے ’’قابلِ رؤیت‘‘ ہونے کے متعلق کوئی یقینی پیش گوئی نہیں کی جا سکتی۔

علمی لحاظ سے چاند کی پیدائش اور چاند کے قابلِ رؤیت ہونے کے درمیان فرق ہے، چاند جب اپنا چکر پورا کر لیتا ہے، تو قِرانِ شمس وقمر (Conjunction) سے ’’نیا‘‘ چاند شروع ہو جاتا ہے، لیکن اس ’’پیدائش‘‘ کے بعد اس کے ’’قابلِ رؤیت‘‘ (Visible) ہونے کے لیے مزید وقت درکار ہوتا ہے۔

عام طور پر ماہرینِ فلکیات نے یہ رائے اختیار کی ہے کہ جس دن غروبِ شمس کے بعد چاند کی ’’عمر‘‘ اٹھارہ گھنٹوں سے کم ہو، تو ’’ننگی آنکھ‘‘ (Naked Eye) سے اس کی رؤیت کا امکان نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے، اور اگر اس کی عمر تیس گھنٹوں سے زائد ہو، تو وہ عام طور پر قابلِ رؤیت ہوتا ہے، جبکہ غروبِ شمس کے وقت جس چاند کی عمر اٹھارہ اور تیس گھنٹوں کے درمیان ہو، وہ بعض حالات میں ننگی آنکھ سے دکھائی دیتا ہے، اور بعض حالات میں نہیں دکھائی دیتا۔

واضح رہے کہ چاند کے قابلِ رؤیت ہونے میں اس کی عمر کے علاوہ دیگر کئی عوامل فیصلہ کن کردار اداء کرتے ہیں، جیسا کہ آگے ہم ذکر کریں گے، چونکہ چاند کے قابلِ رؤیت ہونے کے متعلق یقینی پیش گوئی نہیں کی جا سکتی‘‘ (رؤیتِ ہلال فقہی وقانونی تجزیہ، ص۵۲و۵۳، مطبوعہ: کتاب محل، دربار مارکیٹ، لاہور)

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ ولادتِ قمر کے بعد اس کے قابلِ رؤیت ہونے کے متعلق جو مختلف معیارات ہیں، وہ قطعی ویقینی درجہ کے نہیں کہ ان کو ہر جگہ اور ہر زمانے کے لیے کلی قاعدہ اور دائمی ضابطہ بنا لیا جائے۔

بہرحال ماہرینِ فلکیات کی طرف سے بیان کردہ متعدد معیارات، مختلف اشخاص، مختلف علاقوں، مختلف زمانوں، مختلف اندازوں وتخمینوں، مختلف تجربوں، اور مختلف مشاہدوں پر مبنی

درجہ کے معیارات ہیں، اس لیے ان میں اختلاف پایا جاتا ہے، اور اسی لیے ان میں سے کوئی قول دائمی طور پر قطعی ویقینی معیار نہیں۔

اس فصل کا خلاصہ

مذکورہ تفصیل کا خلاصہ یہ نکلا کہ جب چاند کی پیدائش ہو چکی ہو، اور چاند، سورج غروب ہونے کے بعد، غروب ہو، تو ان دو شرائط کے بعد رؤیتِ ہلال کے معاییر میں اصحابِ علم اور ماہرینِ فلکیات کا شدید ترین اختلاف ہے، بلکہ برہنہ آنکھ کے علاوہ طاقت ور دوربین کے ذریعے رؤیتِ ہلال کے معتبر ہونے اور بلا واسطہ، یا بالواسطہ دیکھے بغیر محض چاند کے سورج غروب ہونے کے بعد افق پر موجود ہونے کے معتبر ہونے میں بھی اختلاف ہے، لہٰذا کسی ایک معیار کو پکڑ کر، اس کو پوری دنیا کے لیے اور ہر زمانے میں حجت بنانا، درست نہیں، کیونکہ یہ معاییر اپنے فن کے اعتبار سے فی الجملہ مجتہَد فیہا مسائل کی حیثیت رکھتے ہیں، وہ الگ بات ہے کہ کسی کے نزدیک ایک، یا چند معیارات راجح ہوں، اور دوسرے مرجوح ہوں، لیکن صرف اتنی بات سے کوئی مسئلہ مجتہَد فیہ ہونے سے خارج نہیں ہو جایا کرتا، اور اسی وجہ سے اس طرح کے مسائل میں ''قضائے قاضی، وحکمِ حاکم، رفعِ نزاع ودفعِ اختلاف'' کا باعث بن جایا کرتا ہے۔ [1]

---

[1] لا بد من توافر الشروط الثلاثة:
غياب أحدها ينفى الرؤية
1۔حدوث اقتران القمر بالشمس
2۔غروب القمر بعد غروب الشمس
3۔أن يمكث القمر فوق الأفق بعد غروب الشمس لمدة لا تقل عن نصف ساعة قبل أن يغيب(alwatan.com.،رؤية الهلال جدل وأخطاء ،الخميس 08أبريل 2021، 26شعبان 1442ھ)

يتم احتساب شهر_رمضان بالأشهر القمرية، ويتكون الشهر القمرى من 30يوماً أو 29، وهو على عكس الشهر_الميلادى الذى يتراوح بين 30يوماً و31، عدا فبراير 28أو 29، وهذا سبب تغير موعد شهر رمضان من سنة لأخرى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

موجودہ دور میں بہت سے اصحابِ علم کا المیہ یہ ہے کہ وہ کسی بھی فن کے مجتہد فیہا مسائل میں سے کسی ایک قول کو لے کر اس پر اتنا زور دیتے ہیں کہ جس سے اس کا قطعی ہونا محسوس ہونے لگتا ہے، اور اس کے نتیجے میں اس قول سے اختلاف کرنے والوں کو صریح غلطی، یا خطاء کا مرتکب، بلکہ بعض اوقات گمراہ تک بھی، قرار دیا جانے لگتا ہے، اور اس قول کے مقابلے میں دوسرے اقوال کا، یا تو سِرے سے ذکر ہی نہیں کیا جاتا، یا ان کی سخت تردید کردی جاتی ہے، جس کے نتیجے میں عوام کی طرف سے سنی سنائی باتوں سے متاثر ہوکر ''اندھے گائیں، بہرے بجائیں'' والی مثال صادق آتی ہے، اور روزے وعیدین اور جمعہ جیسی عبادات میں تشویش وتفریق کی نوبت آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وتبلغ دورة القمر حول الأرض 27.321يوم، ثم يدخل القمر في طور المحاق والاستسرار ومن ثم يحدث الاقتران، ثم يكون الإهلال ويبدأ الشهر الجديد.

بيد أن رؤية_هلال_رمضان تختلف من بلد إلى آخر، حيث تعتمد دول_عربية_وإسلامية على الرؤية بالمنظار(التلسكوب) بينما تلجأ دول أخرى إلى الحسابات الفلكية، وهناك من يعتمد على الرؤية بالعين المجردة.

وتكون طريقة تحري الهلال على 3مراحل:

أولاً :ولادة الهلال :وتكون قبل غروب الشمس، والمقصود بها انتهاء دورته الشهرية حول الأرض وبدء دورة جديدة.

ثانياً :أن تغرب الشمس ويبقى موجوداً بعدها فوق الأفق الغربي.

وثالثاً، أن يمكث الهلال في السماء بعد غروب الشمس زمناً لا يقل عن نصف ساعة، وتتم مراقبة الهلال في أوّل الشهر وليس في آخره .ولا يمكن رؤية الهلال بالعين المجردة، إن لم يكن قد مضى على ولادته 15ساعة و 12ساعة لمشاهدته بالتلسكوب.

ولرؤية الهلال بشكل واضح يجب المراقبة من أماكن مرتفعة، بعيداً عما يحجب الرؤية من جبال وتلال ومبانٍ عالية .كما يؤثر في منطقتنا الخليجية عوامل الطبيعية، مثل الرطوبة والغبار على رؤية_الهلال بشكل صحيح(العربية .نت،دبي.25.05.2017، alarabiya.net/last-page/)

(فصل نمبر 2)

’’حجّۃُ الوداع‘‘ کے چاند کی تاریخی وفلکی تحقیق

’’حجّۃُ الوداع‘‘ کے حوالے سے اس بات پر امتِ محمدیہ کا اتفاق واجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں 10 ہجری 9 ذوالحجہ کو وقوفِ عرفہ، جمعہ کے دن واقع ہوا تھا، جوکہ موجودہ عیسوی تقویم کے اعتبار سے 06 مارچ 632ء، جمعہ کا دن بنتا ہے۔

اس اعتبار سے یکم ذوالحجہ، دراصل 27 فروری 632ء، بروز جمعرات کو واقع ہوئی تھی، اور مکہ مکرمہ میں بروز بدھ 26 فروری 632ء کے دن کا غروب ہونے پر، نئے قمری واسلامی مہینہ کا آغاز ہوچکا تھا۔

اس حج کی قیادت نبی آخرالزمان، سیدُ المرسلین وخاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی تھی، اور اس حج میں مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ اور گردوپیش، اور قریب اور دور سے لاکھوں مسلمان، اسلام کے اہم رکن کی ادائیگی کے لیے شریک تھے۔

اور اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ بے شک زمانہ پلٹ کر اسی حالت پر آ گیا، جیسا اس دن تھا، جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینے کی تقویم وتاریخ کے صحیح اور واقع کے مطابق ہونے پر مہر ثبت فرمادی تھی۔

اس سلسلے میں چند احادیث وروایات اور حوالہ جات وعبارات ذکر کی جاتی ہیں، جن سے ان شاءاللہ تعالیٰ مسئلۂ ھٰذا کو سمجھنے میں مدد حاصل ہوگی۔

طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

Idara Ghufran

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، أَنَّ رَجُلًا، مِّنَ الْيَهُوْدِ قَالَ لَهُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، آيَةٌ فِيْ كِتَابِكُمْ تَقْرَءُوْنَهَا، لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ نَزَلَتْ، لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا قَالَ: أَيُّ آيَةٍ؟ قَالَ: اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا. قَالَ عُمَرُ: قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ، وَالْمَكَانَ الَّذِيْ نَزَلَتْ فِيْهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۴۵، كتاب الايمان، باب زيادة الإيمان ونقصانه)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک یہودی آدمی نے کہا کہ اے امیرُ المومنین! تم اپنی کتاب (یعنی قرآن مجید) میں ایک آیت کو پڑھتے ہو، اگر وہ آیت ہم یہودیوں کے گروہ پر نازل ہوتی، تو ہم اس دن کو عید قرار دے دیتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ کون سی آیت ہے؟ تو اس یہودی نے کہا کہ (سورہ مائدہ کی) یہ آیت ہے کہ: ’’اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا‘‘

’’آج کے دن مکمل کر دیا میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو، اور تمام کر دی تم پر اپنی نعمت، اور راضی ہو گیا میں تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے سے‘‘

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں اس دن کا علم ہے، اور اس جگہ کا بھی علم ہے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جمعہ کے دن عرفات میں قیام پذیر تھے (بخاری)

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عمار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

www.idaraghufran.org

قَرَأَ ابْنُ عَبَّاس : اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا. وَعِنْدَهُ يَهُوْدِيٌّ فَقَالَ: لَوْ أُنْزِلَتْ هٰذِهٖ عَلَيْنَا لَاتَّخَذْنَا يَوْمَهَا عِيْدًا، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَإِنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ يَوْمِ عِيْدَيْنِ فِيْ يَوْمِ جُمُعَةٍ، وَيَوْمِ عَرَفَةَ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۳۰۴۴، ابواب تفسیر القرآن، باب: ومن سورة المائدة) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے (ایک دن) یہ آیت پڑھی ”اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ“ (آج کے دن مکمل کر دیا میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو، اور تمام کر دی تم پر اپنی نعمت، اور راضی ہو گیا میں تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے سے) حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے پاس (اس وقت) ایک یہودی (بیٹھا ہوا) تھا، اس نے (حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے یہ آیت سن کر) کہا کہ اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی، تو ہم اس کو (یعنی اس دن کو جس میں یہ آیت نازل ہوئی تھی) عید قرار دیتے، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت دو عیدوں کے دن (حجۃ الوداع کے موقعہ پر) جمعہ اور عرفہ کے دن نازل ہوئی ہے (ترمذی)

مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ”حجۃ الوداع“ کا وقوفِ عرفہ، جمعہ مبارکہ کے دن واقع ہوا تھا۔

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ مبارک روایت کرتے ہیں کہ:

---

[1] قال الترمذی: هذا حديث حسن غريب من حديث ابن عباس.

قَالَ اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

(صحيح البخارى، رقم الحديث ۴۶۶۲، كتاب تفسير القرآن، باب قوله إن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فى كتاب الله)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنے خطبہ میں) ارشاد فرمایا کہ (اس وقت) زمانہ، اُسی حالت پر گھوم پھر کر آ گیا ہے، جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا تھا (یعنی اب اس کے دنوں اور مہینوں میں کمی زیادتی نہیں ہے جو جاہلیت کے زمانے میں مشرک کیا کرتے تھے۔ اب وہ ٹھیک ہو کر اس طرز پر آ گئی ہے جس پر ابتداء اور اصل میں تھی) (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ ''حجۃ الوداع'' کے موقع پر اسلامی وقمری ماہ وتاریخ بالکل صحیح اور ٹھیک واقع ہوئی تھی، اس کے غلط اور خطاء پر مبنی ہونے کا کوئی احتمال نہیں ہوسکتا۔

''الروضُ الانف'' کا حوالہ

ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد سہیلی (المتوفیٰ 581 ہجری) فرماتے ہیں:

لإجماع المسلمين على أن وقفة عرفة فى حجة الوداع كانت يوم الجمعة وهو التاسع من ذى الحجة فدخل ذو الحجة يوم الخميس (الروض الانف للسهيلى، ج۷ص۵۷۷،۵۷۸، متى توفى رسول الله صلى الله عليه وسلم؟)

ترجمہ: کیونکہ اس بات پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حجۃ الوداع میں وقوفِ عرفہ جمعہ کے دن واقع ہوا تھا، اور وہ ذی الحجہ کی نو (9) تاریخ تھی، تو ذوالحجہ کا مہینہ جمعرات کے دن شروع ہوا تھا (الروض الانف)

اس طرح کی اور بھی کئی عبارات ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ''حجۃ الوداع'' کے موقع پر 9

www.idaraghufran.org

ذوالحجہ کو وقوفِ عرفہ، جمعہ کے دن واقع ہونے پر مسلمانوں کا اجماع واتفاق ہے، اور جمہور اہلُ السنۃ کے نزدیک، اس طرح کے اجماع سے ثابت شدہ حکم انتہائی مستحکم ومضبوط ہوا کرتا ہے۔

چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات

حضرت عائشہ، حضرت ابنِ عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے صحیح اسناد کے ساتھ مختلف روایات میں مروی ہے کہ:

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم، مدینہ منورہ سے حجۃ الوداع کے لیے نکلے، تو اس وقت ذوالقعدہ کے پانچ دن، یا پانچ راتیں باقی تھیں“۔ [1]

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بعض روایات میں چار، یا پانچ یوم باقی رہنے کا ذکر ہے۔ [2]

---

[1] أخبرنا مالك، عن يحيى بن سعيد، عن عمرة بنت عبد الرحمن قالت: سمعت عائشة رضى الله عنها تقول: خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، لخمس بقين من ذى القعدة، لا نرى إلا الحج (صحيح البخارى، رقم الحديث ١٧٠٩، كتاب الحج، باب ذبح الرجل البقر عن نسائه من غير أمرهن)

وقال كريب عن ابن عباس رضى الله عنهما انطلق النبى صلى الله عليه وسلم من المدينة لخمس بقين من ذى القعدة وقدم مكة لأربع ليال خلون من ذى الحجة (صحيح البخارى، كتاب الجهاد والسير، باب الخروج آخر الشهر)

حدثنا جعفر بن محمد، قال: حدثنى أبى قال: أتينا جابر بن عبد الله، فسألناه عن حجة النبى صلى الله عليه وسلم، فحدثنا أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج لخمس بقين من ذى القعدة، وخرجنا معه (سنن النسائى، رقم الحديث ٢٩١، كتاب الطهارة، باب: ما تفعل النفساء عند الإحرام)

[2] عن جابر بن عبد الله وهو يحدث، عن حجة النبى صلى الله عليه وسلم: فخرج النبى صلى الله عليه وسلم حتى أتى البيداء، فنظرت مد بصرى من راكب وراجل بين يديه، وعن يمينه، وعن شماله، ومن خلفه، كلهم يأتم به، ويلتمس أن يفعل كما يفعل رسول الله صلى الله عليه وسلم، لا ينوى إلا الحج، ورسول الله صلى الله عليه وسلم بين أظهرنا ينزل عليه القرآن، وهو يعرف تأويله، فكان خروج النبى صلى الله عليه وسلم لأربع أو خمس بقين من ذى القعدة (مستخرج أبى عوانة، رقم الحديث ٢٧٨٣، كتاب الحج، باب ذكر صفة طواف رسول الله صلى الله عليه وسلم أول ما يقدم مكة الخ)

حدثنا أبو الحسين محمد بن الحسين العلوى- رحمه الله حدثنا عبد الله ابن محمد بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مذکورہ روایات اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ ذوالحجہ کا چاند نظر آنے سے پہلے ذوالقعدۃ کے مہینے کے تیس دن کا ہونے کا بھی احتمال تھا، اور انتیس دن کا ہونے کا بھی احتمال تھا، بعض روایات میں راوی نے تیس دن کا احتمال ملحوظ رکھ کر بات بیان کی، اور بعض میں دونوں احتمالات کا ذکر کیا۔

پھر بعد میں ذوالحجہ کا مہینہ انتیس دن کا واقع ہوا، کیونکہ انتیسواں دن گزرنے کے بعد چاند نظر آ گیا، جس کی توضیح وتشریح آگے آتی ہے۔

مؤرخ ’’واقدی‘‘ کا حوالہ

مؤرخ واقدی نے ’’مغازی‘‘ میں محمد بن جبیر بن مطعم کی سند سے روایت کیا ہے کہ:

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے حجۃ الوداع کے لیے، ہفتہ کے دن نکلے، جب کہ ذوالقعدہ کی پانچ راتیں باقی تھیں، پھر آپ نے ذوالحلیفہ میں (قصر فرماتے ہوئے) دو رکعتیں پڑھیں، اور اس دن ظہر کے وقت آپ نے احرام باندھا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

شعيب البرمهرانى، حدثنا أحمد بن حفص بن عبد الله، حدثنا أبى، حدثنا إبراهيم بن طهمان، عن جعفر بن محمد، عن أبيه، عن جابر بن عبد الله الأنصارى أنه قال:أقام رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة تسع حجج لم يحج، ثم أذن فى الناس بالحج، قال: فاجتمع فى المدينة بشر كثير، فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم لخمس بقين من ذى القعدة، أو لأربع، فلما كان بذى الحليفة صلى، ثم استوى على راحلته، فلما أخذت به البيداء لبى وأهللنا لا ننوى إلا بالحج(دلائل النبوة،للبيهقى، ج۵، ص ۴۳۲،جماع أبواب وفود العرب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم،باب حجة الوداعِ)

عن جابر بن عبد الله الأنصارى أنه قال: أقام رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة تسع حجج لم يحج، ثم أذن فى الناس بالحج .قال: فاجتمع بالمدينة بشر كثير، فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم لخمس بقين من ذى القعدة أو لأربع(السنن الكبير،للبيهقى، رقم الحديث ۸۸۹۶، كتاب الحج، اب ما يدل على أن النبى صلى الله عليه وسلم أحرم إحراما مطلقا ينتظر القضاء، ثم أمر بإفراد الحج ومضى فى الحج)

www.idaraghufran.org

واقدی نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک یہی بات زیادہ مضبوط ہے''۔انتھٰی۔ ۱؎

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حجۃُ الوداع کے لیے مدینہ منور سے ہفتہ کے دن نکلے تھے۔

ابنِ سعد کا حوالہ

اس کے علاوہ محمد بن سعد نے ''الطبقات الکبریٰ ''میں بھی بغیر سند کے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ سے ہفتہ کے دن نکلنا، بیان کیا ہے۔ انتھٰی۔ ۲؎

ابنِ منیر کا حوالہ

امام ناصرُ الدین ابنِ منیر (المتوفیٰ:683ہجری) نے ''المتواری علی أبواب البخاری ''میں فرمایا کہ:

''حضرت ابنِ عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی سندوں سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجۃُ الوداع کے لیے مدینہ منورہ سے، ذوالقعدہ کی پانچ راتیں باقی ہونے سے پہلے نکلے تھے۔

اوراس موقع پر یہ بات متعین ہے کہ وہ ہفتہ کا دن تھا، جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ قال :فحدثنی ابن أبی سبرة، عن سعید بن محمد بن جبیر بن مطعم، عن أبیه قال: خرج رسول الله صلى الله علیه وسلم من المدینة یوم السبت لخمس لیال بقین من ذی القعدة، فصلى الظهر بذی الحلیفة رکعتین، وأحرم عند صلاة الظهر من یومه ذلک، وهذا الثبت عندنا(مغازی الواقدی، ج۳، ص ۱۰۸۹ ،حجة الوداع)

۲؎ فخرج رسول الله، صلى الله علیه وسلم، من المدینة مغتسلا متدهنا مترجلا متجردا فی ثوبین صحاریین إزار ورداء ، وذلک یوم السبت لخمس لیال بقین من ذی القعدة، فصلى الظهر بذی الحلیفة رکعتین(الطبقات الکبرى،لمحمد بن سعد، ج۲، ص ۱۳۱ ، السیرة النبویة ،ذکر عمرة النبی صلى الله علیه وسلم،حجة الوداع)

کا جمعرات کے علاوہ بھی سفر کے لیے نکلنے کا ثبوت ہوتا ہے''۔ انتھیٰ۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ جو سمجھا جاتا ہے کہ ''سفر'' صرف جمعرات کو ہی سنت سے ثابت ہے، کسی دوسرے دن ثابت نہیں، تو یہ بات راجح نہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع کے لیے مدینہ منورہ سے خروج اور سفر کا آغاز، ہفتہ کے دن ہوا تھا۔

ابنِ کثیر کا حوالہ

امام ابنِ کثیر نے ''البدایة و النهایة'' میں مذکورہ مسئلہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے، ابنِ حزم کے مدینہ منورہ سے بروز جمعرات نکلنے کے موقف کی تردید کرنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کے لیے ہفتہ کے روز خروج کی پُر زور تائید کی ہے، چنانچہ انہوں نے تفصیلی دلائل ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ:

''فتعين على هذا أنه عليه السلام خرج من المدينة يوم السبت وظن الراوى أن الشهر يكون تاما فاتفق فى تلك السنة نقصانه فانسلخ يوم الأربعاء واستهل شهر ذى الحجة ليلة الخميس ويؤيده ما وقع فى رواية جابر لخمس بقين أو أربع وهذا التقرير على هذا التقدير لا محيد عنه ولابد منه.والله أعلم''.

''یعنی یہ بات متعین ہوگئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لیے مدینہ منورہ سے ہفتہ کے روز نکلے تھے، اور اس وقت راوی کا گمان یہ تھا کہ مہینہ پورے تیس

---

[1] وقال ابن عباس: انطلق النبى [صلى الله عليه وسلم] إلى المدينة لخمس بقين من ذى القعدة، وقدم مكة لأربع ليال خلون من ذى الحجة.

وفيه عائشة: خرجنا مع النبى [صلى الله عليه وسلم] لخمس ليال بقين من ذى القعدة، ولا يرى إلا الحج .وذكر الحديث .

قلت: رضى الله عنك! فيه السفر فى غير يوم الخميس فتأمله.

ويتعين أن يكون ها هنا يوم السبت فتدبره (المتوارى على أبواب البخارى،ص١٥٧، كتاب الجهاد،باب الخروج آخر الشهر)

دن کا ہوگا، پھر اتفاق سے یہ مہینہ تیس دن کے بجائے، انتیس کا ہوگیا، اور بدھ کا دن گزرنے کے بعد، جمعرات کی رات میں ماہِ ذی الحجہ کا چاند نظر آ گیا، جس کی تائید حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے، جس میں پانچ، یا چار راتیں باقی رہنے کا صاف ذکر ہے، اور مذکورہ تقدیر پر اس تقریر سے کوئی مَفر نہیں ہے، اور بہرحال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع کے لیے مدینہ منورہ سے، ہفتہ کے دن ہی خروج کا درست ہونا ضروری ہے۔ واللہ اعلم‘‘۔ انتہٰی۔ [1]

---

[1] بـاب خـروجه عليه السلام من المدينة لحجة الوداع بعد ما استعمل عليها أبا دجانة بن حرشة الساعدى، ويقال سباع بن عرفطة الغفارى .
قـال محمد بن إسحاق :فـلـمـا دخـل على رسول الله صلى الله عليه وسلم ذو القعدة من سنة عشر تجهز للحج،
وأمـر الـنـاس بالجهاز له فحدثني عبد الرحمن بن القاسم عن أبيه القاسم بن محمد، عن عائشة زوج الـنبى صلى الله عليه وسلم قالت :خـرج رسـول الـلـه صلى الله عليه وسلم إلى الحج لخمس ليال بـقـيـن مـن ذى الـقـعـدة وهـذا إسـنـاد جيد، وروى الإمام مالك فى موطائه :عـن يـحـيـى بن سعيد الأنصارى، عن عمرة، عن عائشة.
ورواه الإمام أحمد عن عبد الله بن نمير، عن يحيى بن سعيد الأنصارى، عن عمرة عنها.
وهو ثابت في الصحيحين وسنن النسائي وابن ماجه ومصنف ابن أبي شيبة :من طرق عن يحيى بن سعيد الأنصارى عن عمرة عن عائشة.
قالت :خـرجـنـا مـع رسـول الـلـه لخمس بقين من ذى القعدة لا نرى إلا الحج الحديث بطوله كما سيأتى.
وقـال البخارى :حـدثـنـا مـحـمـد بـن أبـى بكر المقدمى، ثنا فضيل بن سليمان، ثنا موسى بن عقبة: أخبرنى كريب عن ابن عباس.
قال :انطلق النبى صلى الله عليه وسلم من المدينة بعدما ترجل وادهن، ولبس إزاره ورداء ه، ولم ينه عـن شىء مـن الأردية ولا الأزر، إلا الـمـزعـفرة التى تردع الجلد فأصبح بذى الحليفة ركب راحلته حتى استـوى عـلـى البيـداء وذلک لـخـمـس بقين من ذى القعدة فقدم مكة لخمس خلون من ذى الحجة تفرد به البخارى فقوله -وذلک لخمس بقين من ذى القعدة -إن أراد به صبيحة يومه بذى الـحليفة صح قول ابن حزم فى دعواه أنه صلى الله عليه وسلم خرج من المدينة يوم الخميس وبات بـذى الـحليفة ليلة الجمعة وأصبح بها يوم الجمعة وهو اليوم الخامس والعشرين من ذى القعدة وإن أراد ابن عباس بقوله وذلک لخمس من ذى القعدة يوم انطلاقه عليه السلام من المدينة بعدما ترجل وادهن ولبس إزاره ورداء ه كما قالت عائشة وجابر إنهم خرجوا من المدينة لخمس بقين من ذى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

”زادُ المعاد“ کا حوالہ

اس کے علاوہ علامہ ابنِ قیم نے بھی ”زادُ المعاد“ میں تفصیلی دلائل کے بعد مذکورہ موقف کو ہی اختیار کیا ہے، جس میں انہوں نے فرمایا کہ یہی بات صحیح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع کے لیے مدینہ منورہ سے خروج ہفتہ کے دن ہوا تھا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

القعدة بعد قول ابن حزم وتعذر المصير إليه وتعين القول بغيره ولم ينطبق ذلك إلا على يوم الجمعة إن كان شهر ذى القعدة كاملا ولا يجوز أن يكون خروجه عليه السلام من المدينة كان يوم الجمعة لما روى البخارى :حدثنا موسى بن إسماعيل ثنا وهيب، ثنا أيوب، عن أبى قلابة عن أنس بن مالك.

قال :صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن معه الظهر بالمدينة أربعا والعصر بذى الحليفة ركعتين ثم بات بها حتى أصبح ثم ركب حتى استوت به راحلته على البيداء حمد الله عز وجل وسبح ثم أهل بحج وعمرة.

وقد رواه مسلم والنسائى جميعا عن قتيبة، عن حماد بن زيد، عن أيوب، عن أبى قلابة، عن أنس بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى الظهر بالمدينة أربعا والعصر بذى الحليفة ركعتين.

وقال أحمد حدثنا عبد الرحمن عن سفيان عن محمد -يعنى ابن المنكدر -وإبراهيم بن ميسرة عن أنس بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى الظهر بالمدينة أربعا والعصر بذى الحليفة ركعتين.

ورواه البخارى :عن أبى نعيم، عن سفيان الثورى به.

وأخرجه مسلم وأبو داود والنسائى :من حديث سفيان بن عيينة، عن محمد بن المنذر، وإبراهيم بن ميسرة، عن أنس به.

وقال أحمد :ثنا محمد بن بكير، ثنا ابن جريج، عن محمد بن المنذر، عن أنس قال :صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة الظهر أربعا والعصر بذى الحليفة ركعتين، ثم بات بذى الحليفة حتى أصبح فلما ركب راحلته واستوت به أهل.

وقال أحمد :ثنا يعقوب، ثنا أبى، عن محمد بن إسحاق حدثنى محمد بن المنذر التيمى، عن أنس بن مالك الأنصارى :قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الظهر فى مسجده بالمدينة أربع ركعات ثم صلى بنا العصر بذى الحليفة ركعتين آمنا لا يخاف فى حجة الوداع تفرد به أحمد من هذين الوجهين الآخرين وهما على شرط الصحيح وهذه ينفى كون خروجه عليه السلام يوم الجمعة قطعا ولا يجوز على هذا أن يكون خروجه يوم الخميس كما قال ابن حزم لأنه كان يوم الرابع والعشرين من ذى القعدة لأنه لا خلاف أن أول ذى الحجة كان يوم الخميس لما ثبت بالتواتر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی کے ساتھ علامہ ابنِ قیم نے، علامہ ابنِ حزم کے اس موقف کی بھی پُرزور تردید کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ سے خروج ''جمعرات کے دن'' ہوا تھا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والإجماع من أنه عليه السلام وقف بعرفة يوم الجمعة وهو تاسع ذى الحجة بلا نزاع، فلو كان خروجه يوم الخميس الرابع والعشرين من ذى القعدة لبقى فى الشهر ست ليال قطعا ليلة الجمعة والسبت والأحد والاثنين والثلاثاء والأربعاء فهذه ست ليال.

وقد قال ابن عباس وعائشة وجابر :إنه خرج لخمس بقين من ذى القعدة وتعذر أنه يوم الجمعة لحديث أنس فتعين على هذا أنه عليه السلام خرج من المدينة يوم السبت وظن الراوى أن الشهر يكون تاما فاتفق فى تلك السنة نقصانه فانسلخ يوم الأربعاء واستهل شهر ذى الحجة ليلة الخميس ويؤيده ما وقع فى رواية جابر لخمس بقين أو أربع وهذا التقرير على هذا التقدير لا محيد عنه ولابد منه.والله أعلم(البداية والنهاية،لابن كثير، ج٥،ص١٢٧ الٰى ١٢٩ ، كتاب سيرة رسول الله صلى الله عليه وسلم،سنة عشر من الهجرة،باب خروجه عليه السلام من المدينة لحجة الوداع بعد ما استعمل عليها أبا دجانة بن حرشة الساعدى، ويقال سباع بن عرفطة الغفارى)

[1] وهذا خطأ بإجماع وأمر لم يقله أحد، فصح أن خروجه كان لست بقين من ذى القعدة وائتلفت الروايات كلها، وانتفى التعارض عنها بحمد الله انتهى.

قلت: هى متآلفة متوافقة، والتعارض منتف عنها مع خروجه يوم السبت، ويزول عنها الاستكراه الذى أولها عليه كما ذكرناه .وأما قول أبى محمد ابن حزم: لو كان خروجه من المدينة لخمس بقين من ذى القعدة لكان خروجه يوم الجمعة إلى آخره فغير لازم، بل يصح أن يخرج لخمس، ويكون خروجه يوم السبت، والذى غر أبا محمد أنه رأى الراوى قد حذف التاء من العدد وهى إنما تحذف من المؤنث ففهم لخمس ليال بقين، وهذا إنما يكون إذا كان الخروج يوم الجمعة.

فلو كان يوم السبت لكان لأربع ليال بقين، وهذا بعينه ينقلب عليه، فإنه لو كان خروجه يوم الخميس لم يكن لخمس ليال بقين، وإنما يكون لست ليال بقين، ولهذا اضطر إلى أن يؤول الخروج المقيد بالتاريخ المذكور بخمس على الاندفاع من ذى الحليفة، ولا ضرورة له إلى ذلك، إذ من الممكن أن يكون شهر ذى القعدة كان ناقصا، فوقع الإخبار عن تاريخ الخروج بخمس بقين منه بناء على المعتاد من الشهر، وهذه عادة العرب والناس فى تواريخهم، أن يؤرخوا بما بقى من الشهر بناء على كماله، ثم يقع الإخبار عنه بعد انقضائه وظهور نقصه كذلك لئلا يختلف عليهم التاريخ فيصح أن يقول القائل: يوم الخامس والعشرين كتب لخمس بقين، ويكون الشهر تسعا وعشرين، وأيضا فإن الباقى كان خمسة أيام بلا شك بيوم الخروج، والعرب إذا اجتمعت الليالى والأيام فى التاريخ غلبت لفظ الليالى لأنها أول الشهر، وهى أسبق من اليوم، فتذكر الليالى ومرادها الأيام، فيصح أن يقال: لخمس بقين باعتبار الأيام، ويذكر لفظ العدد باعتبار الليالى، فصح حينئذ أن يكون خروجه لخمس بقين ولا يكون يوم الجمعة .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

''المواھبُ اللدنیة'' کا حوالہ

علامہ قسطلانی (المتوفی: 923ہجری) نے ''المواھبُ اللدنیة بالمنح المحمدیة'' میں فرمایا کہ:

''ابنِ حزم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ سے حجۃُ الوداع کے لیے نکلنے کے متعلق جمعرات کا دن ہونے پر یقین ظاہر کیا ہے، لیکن یہ بات قابلِ غور ہے، کیونکہ یکم ذی الحجہ کا جمعرات کے دن ہونا، یقینی ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ تواتر کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وقوفِ عرفہ، جمعہ کے دن ہونا ثابت ہے، جس سے یہ بات متعین ہوجاتی ہے کہ مہینہ کا آغاز جمعرات کے دن ہوا تھا، لہٰذا جمعرات کے دن، مدینہ منورہ سے خروج صحیح نہیں بنتا، بلکہ ظاہرِ حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ وہ جمعہ کا دن ہو۔

لیکن صحیحین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ میں ظہر کی چار رکعت، اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعات پڑھنا ثابت ہے، جس سے یہ بات معلوم ہوتی

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وأما حديث كعب فليس فيه أنه لم يكن يخرج قط إلا يوم الخميس، وإنما فيه أن ذلك كان أكثر خروجه ولا ريب أنه لم يكن يتقيد فى خروجه إلى الغزوات بيوم الخميس.

وأما قوله لو خرج يوم السبت، لكان خارجا لأربع، فقد تبين أنه لا يلزم لا باعتبار الليالى، ولا باعتبار الأيام.

وأما قوله: إنه بات بذى الحليفة الليلة المستقبلة من يوم خروجه من المدينة إلى آخره فإنه يلزم من خروجه يوم السبت أن تكون مدة سفره سبعة أيام، فهذا عجيب منه، فإنه إذا خرج يوم السبت وقد بقى من الشهر خمسة أيام ودخل مكة لأربع مضين من ذى الحجة فبين خروجه من المدينة ودخوله مكة تسعة أيام، وهذا غير مشكل بوجه من الوجوه، فإن الطريق التى سلكها إلى مكة بين المدينة وبينها هذا المقدار، وسير العرب أسرع من سير الحضر بكثير، ولا سيما مع عدم المحامل والكجاوات والزوامل الثقال .والله أعلم(زاد المعاد فى هدى خير العباد، ج۲،ص ۹۹، ۱۰۰،فصل فى وصف حجة النبى)

ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خروج جمعہ کے دن نہیں تھا۔

اور جس راوی نے پانچ راتیں باقی ہونے پر نکلنے کا ذکر کیا ہے، اس کو اس بات پر محمول کیا جاسکتا ہے کہ اگر مہینہ تیس دن کا ہو، پھر اتفاقاً یہ مہینہ انتیس دن کا واقع ہوگیا۔

اس توضیح کی روشنی میں تمام احادیث باہم متفق ومجتمع ہوجاتی ہیں۔

حافظ عمادُ الدین ابنِ کثیر نے روایات کے درمیان، اسی طرح جمع وتطبیق کی ہے، جس کی تائید حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔

اور واقدی نے بھی اس بات کی تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃُ الوداع کے لیے مدینہ منورہ سے خروج، ہفتہ کے دن ہوا تھا، جب ذوالقعدہ کی چار، یا پانچ راتیں باقی تھیں''۔ انتہٰی۔ [1]

''شرحُ الزرقانی'' کا حوالہ

امام زرقانی نے بھی ''المواهب اللدنية بالمنح المحمدية'' کی شرح میں مذکورہ

---

[1] فخرج صلى الله عليه وسلم من المدينة يوم السبت لخمس ليال بقين من ذى القعدة، وجزم ابن حزم بأن خروجه كان يوم الخميس .وفيه نظر؛ لأن أول ذى الحجة كان يوم الخميس، قطعا، لما ثبت وتواتر وقوفه بعرفة كان يوم الجمعة، فتعين أن أول الشهر كان يوم الخميس، فلا يصح أن يكون خروجه يوم الخميس، بل هو ظاهر الخبر أن يكون يوم الجمعة.

لكن ثبت فى الصحيحين عن أنس :صلينا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الظهر بالمدينة أربعا، والعصر بذى الحليفة ركعتين، فدل على أن خروجهم لم يكن يوم الجمعة

ويحمل قول من قال :لخمس بقين، أى إن كان الشهر ثلاثين فاتفق أن جاء تسعا وعشرين فيكون يوم الخميس أول ذى الحجة بعد مضى أربع ليال لا خمس، وبها تتفق الأخبار.

هكذا جمع الحافظ عماد الدين بن كثير بين الروايات، وقوى هذا الجمع بقول جابر :إنه خرج لخمس بقين من ذى القعدة أو أربع.

وصرح الواقدى بأن خروجه صلى الله عليه وسلم كان يوم السبت لخمس ليال بقين من ذى القعدة(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج ا ، ص ۴۳۴، المقصد الاول،مغازيه وسراياه وبعوثه صلى الله عليه وسلم،حجة أبى بكر)

موقف ہی کی تائید کی ہے۔ ۱؎

علامہ ابنِ حجر عسقلانی کا حوالہ

علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے بھی صحیح بخاری کی شرح ''فتح الباری'' میں مذکورہ موقف ہی کی طرف رُجحان ظاہر کیا ہے۔ ۲؎

۱؎ فخرج صلى الله عليه وسلم من المدينة يوم السبت."
قال ابن هشام :واستعمل عليها أبا دجانة الساعدى :ويقال :سباع بن عرفطة الغفارى "لخمس ليال بقين من ذى القعدة "كما أخرجه البخارى عن ابن عباس، والشيخان عن عائشة، "وجزم ابن حزم بأن خروجه كان يوم الخميس، وفيه نظر لأن أول ذى الحجة كان يوم الخميس قطعا لما ثبت، وتواتر أن وقوفه "صلى الله عليه وسلم "بعرفة كان يوم الجمعة، فتعين أن أول الشهر كان يوم الخميس، فلا يصح أن يكون خروجه يوم الخميس، بل ظاهر الخبر "الصحيح عن ابن عباس وعائشة" :أن يكون يوم الجمعة "لقولهما لخمس ليال بقين من ذى القعدة، فيبقى من ليلة السبت حتى ليلة الأربعاء خمس ليال، "لكن "يدفع هذا الظاهر، أنه "ثبت فى الصحيحين عن أنس صلينا مع النبى صلى الله عليه وسلم الظهر بالمدينة أربعا، والعصر بذى الحليفة ركعتين فدل "قوله الظهر بالمدينة أربعا "على أن خروجهم لم يكن يوم الجمعة "فما بقى إلا أن يكون خروجهم يوم السبت، "و "لا يشكل قولهما أن الباقى خمس ليال بأن الباقى أربع؛ لأنه "يحمل قول من قال :لخمس بقين، أى إن كان الشهر ثلاثين فاتفق أن جاء تسعا وعشرين، فيكون يوم الخميس أول ذى الحجة بعد مضى أربع ليال لا خمس، وبها "أى بهذه المقالة، وفى الفتح وبهذا، أى المذكور من الحمل "تتفق الأخبار."
"هكذا جمع الحافظ عماد الدين بن كثير بين الروايات وقوى "ابن كثير "هذا الجمع بقول جابر": وهو أحسن الصحابة سياقا لحديث حجة الوداع، فإنه ذكرها من حيث خروجه صلى الله عليه وسلم من المدينة إلى آخرها، فهو أحفظ لها من غيره "أنه خرج لخمس بقين من ذى القعدة أو أربع "فتردده فيما بقى يؤيد ذلك الجمع.
"وصرح الواقدى بأن خروج عليه الصلاة والسلام كان يوم السبت لخمس بقين من ذى القعدة" وهو مما يقوى الجمع أيضا(شرح الزرقانى على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج۴، ص۱۴۴،۱۴۵، تابع كتاب المغازى،حجة الوداع)

۲؎ قوله: (وذلك لخمس بقين من ذى القعدة) أخرج مسلم مثله من حديث عائشة، احتج به ابن حزم فى كتاب حجة الوداع له على أن خروجه صلى الله عليه وسلم من المدينة كان يوم الخميس، قال: لأن أول ذى الحجة كان يوم الخميس بلا شك، لأن الوقفة كانت يوم الجمعة بلا خلاف، وظاهر قول ابن عباس: لخمس يقتضى أن يكون خروجه من المدينة يوم الجمعة بناء على

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عبدالملک عصامی کا حوالہ

اور عبدالملک بن حسین بن عبدالملک عصامی مکی (المتوفی: 1111ھ) نے بھی ''سـمـط

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ترک عد یوم الخروج، وقد ثبت أنه صلى الله عليه وسلم صلى الظهر بالمدينة أربعا كما سيأتى قريبا من حديث أنس، فتبين أنه لم يكن يوم الجمعة، فتعين أنه يوم الخميس .وتعقبه ابن القيم بأن المتعين أن يكون يوم السبت بناء على عد يوم الخروج أو على ترك عده، ويكون ذو القعدة تسعا وعشرين يوما، انتهى .ويؤيده ما رواه ابن سعد، والحاكم فى الإكليل أن خروجه صلى الله عليه وسلم من المدينة كان يوم السبت لخمس بقين من ذى القعدة، وفيه رد على من منع إطلاق القول فى التاريخ لئلا يكون الشهر ناقصا، فلا يصح الكلام، فيقول مثلا: لخمس إن بقين، بزيادة أداة الشرط، وحجة المجيز أن الإطلاق يكون على الغالب، ومقتضى قوله أنه دخل مكة لأربع خلون من ذى الحجة أن يكون دخلها صبح يوم الأحد، وبه صرح الواقدى.

قوله: (والطيب والثياب)؛ أى كذلك .وقوله: الحجون بفتح المهملة بعدها جيم مضمومة، هو الجبل المطل على المسجد بأعلى مكة على يمين المصعد، وهناك مقبرة أهل مكة .وسيأتى بقية شرح ما اشتمل عليه حديث ابن عباس هذا مفرقا فى الأبواب (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج٣،ص٤٠٧، كتاب الحج،باب ما يلبس المحرم من الثياب والأردية والأزر)

وفى حديث ابن عباس أن خروجه من المدينة كان لخمس بقين من ذى القعدة أخرجه المصنف فى الحج، وأخرجه هو ومسلم من حديث عائشة مثله، وجزم ابن حزم بأن خروجه كان يوم الخميس، وفيه نظر؛ لأن أول ذى الحجة كان يوم الخميس قطعا لما ثبت وتواتر أن وقوفه بعرفة كان يوم الجمعة، فتعين أن أول الشهر يوم الخميس فلا يصح أن يكون خروجه يوم الخميس، بل ظاهر الخبر أن يكون يوم الجمعة، لكن ثبت فى الصحيحين عن أنس صلينا الظهر مع النبى صلى الله عليه وسلم بالمدينة أربعا والعصر بذى الحليفة ركعتين فدل على أن خروجهم لم يكن يوم الجمعة، فما بقى إلا أن يكون خروجهم يوم السبت، ويحمل قول من قال: لخمس بقين أى إن كان الشهر ثلاثين فاتفق أن جاء تسعا وعشرين فيكون يوم الخميس أول ذى الحجة بعد مضى أربع ليال لا خمس، وبهذا تتفق الأخبار، هكذا جمع الحافظ عماد الدين بن كثير بين الروايات، وقوى هذا الجمع بقول جابر: إنه خرج لخمس بقين من ذى القعدة أو أربع وكان دخوله صلى الله عليه وسلم مكة صبح رابعة كما ثبت فى حديث عائشة، وذلك يوم الأحد، وهذا يؤيد أن خروجه من المدينة كان يوم السبت كما تقدم، فيكون مكثه فى الطريق ثمان ليال، وهى المسافة الوسطى.

ثم ذكر المصنف فى الباب سبعة عشر حديثا تقدم غالبها فى كتاب الحج مشروحة، وسأبين ذلك مع مزيد فائدة.

الحديث الأول: حديث عائشة، وقد تقدم شرحه مستوفى فى باب التمتع والقران من كتاب الحج (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج٨،ص١٠٤، كتاب الحج، باب حجة الوداع)

www.idaraghufran.org

النجوم العوالی ‘‘میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ سے حجۃ الوداع کے لیے ہفتہ کے دن خروج کو راجح قرار دیا ہے۔ [1]

علامہ ابنِ بطال کا حوالہ

علامہ ابنِ بطال (المتوفیٰ: 449ھ) نے ’’شرح صحیح البخاری ‘‘میں فرمایا کہ:

وكان خروجه من المدينة إلى حجة الوداع يوم السبت لأربع بقين من ذى القعدة، وصلى الظهر بذى الحليفة، وأحرم بإثرها (شرح صحيح البخارى لابن بطال، ج۳،ص۷۷، ابواب تقصير الصلاة ،باب كم أقام الرسول صلى الله عليه وسلم فى حجته)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ سے حجۃ الوداع کے لیے خروج، ہفتہ کے دن ہوا تھا، جب ذوالقعدۃ کی پانچ راتیں باقی تھیں، اور ظہر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھی تھی، جس کے بعد احرام باندھا تھا (شرح صحیح البخاری)

---

[1] فخرج من المدينة يوم السبت لخمس ليال بقين من ذى القعدة وجزم ابن حزم بأن خروجه كان يوم الخميس وفيه نظر لأن أول ذى الحجة كان يوم الخميس قطعا لما ثبت وتواتر أن وقوفه بعرفة كان يوم الجمعة لكن ثبت فى الصحيحين عن أنس صلينا مع النبى الظهر بالمدينة أربعا والعصر بذى الحليفة ركعتين فدل على أن خروجهم لم يكن يوم الجمعة ويحمل قول من قال لخمس بقين أى إن كان الشهر ثلاثين فاتفق أن جاء تسعا وعشرين فيكون يوم الخميس أول ذى الحجة بعد مضى أربع ليال لا خمس وبها الأخبار هكذا جمع الحافظ عماد الدين بن كثير الروايات وقوى هذا الجمع بقول جابر إنه خرج لخمس بقين من ذى القعدة أو أربع وصرح به الواقدى بأن خروجه عليه الصلاة والسلام كان يوم السبت لخمس بقين من ذى القعدة وكان خروجه من المدينة بين الظهر والعصر وكان دخوله مكة صبح رابعه كما ثبت فى حديث عائشة وذلك يوم الأحد وهذا يؤيد أن خروجه من المدينة كان يوم السبت كما تقدم فيكون مكث فى الطريق ثمان ليال وهى المسافة الوسطى وخرج معه عليه الصلاة والسلام تسعون ألفا ويقال مائة ألف وأربعة عشر ألفا ويقال أكثر من ذلك كما حكاه البيهقى ورجع عليه الصلاة والسلام من حجة الوداع لثلاث بقين من ذى الحجة(سمط النجوم العوالى فى أنباء الأوائل والتوالى،ج٢،ص٣٠٦، ٣٠٧،الباب السابع من المقصد الثانى، حوادث السنة العاشرة)

www.idaraghufran.org

علامہ انور شاہ کشمیری کا حوالہ

علامہ انور شاہ کشمیری (المتوفٰی:1353ھ) نے ''صحیحُ البخاری'' کی شرح ''فیضُ الباری'' میں فرمایا کہ:

ثم اعلم أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم خرج من المدینة یوم السبت بعد الظهر، لخمس بقین من ذی القعدة، وکان الشهر تسعا وعشرین، ودخل مکة یوم الأحد، لأربع لیال خلون من ذی الحجة، فتلک تسعة أیام .وبعد حذف یومی الدخول والخروج، تبقی سبعة أیام، لسفره صلی الله علیه وسلم(فیض الباری علی صحیح البخاری، ج۳،ص۱۷۸، کتاب الحج،باب خروج النبی صلی الله علیه وسلم علی طریق الشجرة)

ترجمہ: پھر یہ بات جان لینی چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، مدینہ منورہ سے (حجۃ الوداع کے لیے) ہفتہ کے دن ظہر کے بعد نکلے تھے، جب ذوالقعدہ کی پانچ راتیں باقی تھیں، اور یہ مہینہ انتیس دن کا ہوا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، مکہ مکرمہ میں اتوار کے دن ذوالحجہ کی چار راتیں گزرنے کے بعد داخل ہوئے، اس طرح مجموعی طور پر (مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے درمیان سفر میں صرف ہونے والے مجموعی طور پر) یہ نو دن ہوئے، اور دخول اور خروج کے دو دن درمیان میں سے نکالنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کے دوران سات دن باقی رہے (فیض الباری)

مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ محققین کے نزدیک حجۃ الوداع کے موقع پر ذوالحجہ کا چاند انتیس ذوالقعدہ کو نظر آ گیا تھا، اور یہ مہینہ تیس کے بجائے، انتیس دن کا واقع ہوا تھا، اور 29 ذوالقعدہ 10 ہجری کو بدھ کا دن واقع ہوا تھا۔

موجودہ دور میں رائج فلکی وسائنسی معیارات کے اعتبار سے بھی اسی بات کی تصدیق ہوتی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

''حجۃ الوداع'' کے ذوالحجہ کے چاند کی فلکی تحقیق

اس کے بعد عرض ہے کہ موجودہ دور میں رائج فلکی وسائنسی حساب کی رو سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حجۃ الوداع دس ہجری کے چاند کے احوال کو معلوم کیا گیا، تو 29 ذوالقعدہ بروزِ بدھ 26 فروری 632ء کے دن مکہ مکرمہ (جس کا عرضِ بلد اکیس ''21'' ڈگری شمالی، اور طولِ بلد ساڑھے انتالیس ''39'' ڈگری مشرقی ہے) میں غروبِ آفتاب کے وقت چاند کا افق سے زاویۂ ارتفاع (Moon Altitude) سوا سات (7.25) درجے بلند تھا۔

اور چاند کا سورج سے زاویۂ انحراف (Elongation) صرف چار درجے کے فاصلے پر تھا۔

اور اس دن سورج غروب ہونے کے بعد چاند کے افق پر موجود رہنے کا دورانیہ (Moonset - Sunset) صرف 35 منٹ پر مشتمل تھا۔

اور چاند کی ولادت 25 فروری کو عالمی معیاری وقت کے مطابق اکیس بج کر سات منٹ (GMT) پر (یعنی رات کے وقت 9 بج کر 07 منٹ ''09:07PM'' پر) ہوئی تھی، اس وقت مکہ مکرمہ میں رات کے بارہ بج کر سات منٹ (12:07AM) کا وقت تھا، جبکہ مکہ مکرمہ میں 26 فروری کو سورج، شام کے وقت 6 بج کر 02 منٹ پر غروب ہوا تھا، یعنی اس دن مکہ مکرمہ میں سورج غروب ہونے کے وقت چاند کی عمر 17 گھنٹے 54 منٹ پر مشتمل تھی۔

(ملاحظہ ہو ''sky map ver 3.0'') [1]

---

[1] اور پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد کے علاقہ وایریا کے لحاظ سے 26 فروری 632ء کو سورج غروب ہونے کے وقت چاند کی عمر تقریباً 14 گھنٹے پر مشتمل تھی، کیونکہ اسلام آباد کے وقت کے مطابق، چاند کی ولادت، رات 2 بج کر 7 منٹ (02:07AM) پر ہوئی تھی، اور 26 فروری کو اسلام آباد میں 06 بج کر 01 منٹ (06:01PM) پر سورج غروب ہوا تھا۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور سائنسی حساب سے بھی ذوالقعدة 10 ہجری کا مہینہ 29 دن کا بنتا ہے۔

ملاحظہ ہو:

islamic hijri calander for february 632

home hijri Calendar ،632 CEFebruary, العربية

جس کا مطلب یہ ہوا کہ 26 فروری 632ء، بروز بدھ انتیس 29 ذوالقعدہ کو غروب کے بعد چاند دیکھ کر ہی ذوالحجہ کے مہینہ کا آغاز ہوا تھا، ورنہ تو 30 دن پورے کیے جاتے۔

علاوہ ازیں 26 فروری 632ء، سے تیس دن قبل 27، جنوری 632ء کو چاند کی پیدائش 6 بج کر 37 منٹ (GMT) پر ہوئی، جس کے حساب سے 27، جنوری 632ء کو مکہ مکرمہ میں چاند کی افق سے بلندی بھی کم تھی، جس میں ذوالقعدہ کے چاند نظر آنے کا امکان بہت مشکل تھا، اس سے بھی ذوالقعدة 10 ہجری کے مہینہ کے 29 دن کا ہونے کی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ پہلے بھی محققین کے حوالے سے ذوالقعدة کے مہینے کے انتیس دن پر مشتمل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور قطع نظر اس سے کہ فقہی اعتبار سے اختلافِ مطالع معتبر ہے، یا نہیں، اور گزشتہ زمانے میں مکہ مکرمہ سے ہمارے یہاں چاند کی رؤیت پہنچنے کے ذرائع اور وسائل موجود تھے، یا نہیں؟

اگر کسی طرح سے اس وقت دنیا کے کسی بھی حصے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رؤیتِ ہلال کے فیصلے کی معتبر ذریعے سے خبر پہنچ جاتی، تو وہ یقینی طور پر اس علاقے کے ہر مسلمان پر حجت ہوتی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم وقضاء، تمام مسلمانوں کے لیے حجت ہے، اور آپ کی نبوت وسلطنت، یا حاکمیت کسی علاقہ وخطہ تک محدود نہیں، جس سے فی الجملہ مذکورہ معیار پر ''رؤیتِ ہلال'' کے حکماً معتبر ہونے، اور فی الجملہ رؤیت ممکن ہونے کا ثبوت ہوتا ہے، خواہ حقیقتاً ''رؤیتِ ہلال'' نہ ہو، جیسا کہ آج بھی ہر شخص حقیقت میں ''رؤیتِ ہلال'' کا مکلّف نہیں، اور نہ ہی فقہائے کرام نے ہر ایک کو حقیقی ''رؤیتِ ہلال'' کا مکلّف قرار دیا، بلکہ بعض لوگوں کے ''حقیقی رؤیتِ ہلال'' کو، دوسروں کے حق میں ''حکمی رؤیتِ ہلال'' کا درجہ دیا ہے۔

محمد رضوان۔

قال القرطبی: قد قال شیوخنا إذا کانت رؤیة الهلال ظاهرة قاطعة بموضع ثم نقل إلی غیرهم بشهادة اثنین لزمهم الصوم .وقال ابن الماجشون: لا یلزمهم بالشهادة إلا لأهل البلد الذی ثبتت فیه الشهادة إلا أن یثبت عند الإمام الأعظم فیلزم الناس کلهم؛ لأن البلاد فی حقه کالبلد الواحد إذ حکمه نافذ فی الجمیع(فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج۴،ص ۱۲۳، کتاب الصوم، باب قول النبی صلی الله علیه وسلم إذا رأیتم الهلال فصوموا)

ہونے کا راجح ہونا گزرا۔

اور اگر یہ تاویل کی جائے کہ ممکن ہے کہ مذکورہ موقع پر مکہ مکرمہ میں انتیس (29) ذوالقعدۃ کو چاند نہ دیکھا گیا ہو، بلکہ کسی دور دراز ایسے علاقے سے رؤیتِ ہلال کی خبر پہنچی ہو، جہاں کے چاند کی فلکی وسائنسی کیفیت، مکہ مکرمہ سے مختلف ہو، اور اس پر عمل کیا گیا ہو، تو اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اس زمانے میں طلب ورسد کے تیز ذرائع نہ ہونے کی وجہ سے اس کا امکان بہت کم پایا جاتا تھا، خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدۃ کے آخری عشرہ میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کا سفر شروع فرمایا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحجہ کا مہینہ شروع ہونے کے کئی دن بعد، مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے، یعنی اس زمانے میں صرف مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے درمیان کا سفر طے کرنے کے لیے ہفتہ بھر سے زیادہ کا عرصہ صرف ہوگیا تھا، اس لیے اگر ایسا ہوا بھی ہو، تو وہ مکہ، یا اس کے قرب وجوار میں ہی ہوا ہوگا، دوسری بات یہ ہے کہ مذکورہ تاویل کو فرض اور تسلیم کر لینے کی صورت میں اختلافِ مطالع کے معتبر نہ ہونے کے موقف کا راجح ہونا لازم آتا ہے، جس کے نتیجے میں اگر آج کے دور میں مشرقی علاقوں میں، مغربی علاقوں سے رؤیتِ ہلال کی شہادت معتبر طریقے سے پہنچ جائے، تو مشرقی علاقے والوں پر حجت ہونا لازم آئے گا۔

بہرحال اگر روئے زمین کے سب سے عظیم شہر، اور سب سے عظیم بیت اللہ کے مقام پر اور حج کے سب سے عظیم اجتماع کے موقع پر اُفق سے سوا سات درجے بلندی، اور سورج سے صرف چار درجے کے فاصلے پر، صرف 35 منٹ تک اُفق پر موجود رہنے والے چاند کو اللہ اور اس کے رسول نے معتبر سمجھا، قطع نظر اس سے کہ کسی دوسرے علاقہ کے چاند کی اس وقت فلکی وسائنسی صورتِ حال کیا ہو، تو کسی مسلمان کو مذکورہ فلکی وسائنسی امور کے برخلاف کوئی دوسرا سائنسی وفلکی دائمی قاعدہ اور کلی ضابطہ بنا کر بطورِ حجت پیش کرنا، اور اس کی خلاف ورزی پر رؤیتِ ہلال کو ناممکن قرار دینا، کیسے درست قرار پا سکتا ہے؟

اس فصل کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ جو حضرات حجۃُ الوداع کے مذکورہ چاند کے برخلاف معاییر کو، تمام علاقوں اور زمانوں کے لیے قاعدہ کلیہ کے طور پر حجت قرار دیتے، اور ان کے درست ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اور حجۃ الوداع کے مذکورہ چاند کے درجات سے زیادہ کے زاویۂ انحراف اور زاویۂ ارتفاع، یا اس سے زیادہ چاند کی عمر اور اس سے زیادہ وقت کے لیے چاند کے افق پر ٹھہرنے کو ''رؤیتِ ہلال'' کے لیے لازم وضروری قرار دیتے ہیں، ان کا دعویٰ کمزور ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ ''حجۃُ الوداع'' کے چاند کی مذکورہ تفصیل وتحقیق کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ اس چاند کی فلکی وسائنسی کیفیات ومعیار کو ہر زمان ومقام کے لیے بہرحال معیارِ حجت بنایا جائے، بلکہ صرف یہ عرض کرنا مقصد ہے کہ بعض مسلمان، جو مذکورہ چاند کے برخلاف مختلف معاییر کو، ہر علاقہ وزمانہ کے لیے اس طرح حجت سمجھتے ہیں کہ ان کی غیر موجودگی میں چاند کی رؤیت کو ناممکن قرار دے بیٹھتے ہیں، اور اس وجہ سے شرعی شہادتوں پر ''رؤیتِ ہلال'' کے متعلق کیے گئے فیصلوں کو ''جھوٹی شہادتیں'' وغیرہ ہونے کا الزام لگا کر رَد کر بیٹھتے ہیں، ان کو ''حجۃُ الوداع'' کے مذکورہ چاند کی کیفیت کو سامنے رکھ کر اپنے موقف پر نظرِ ثانی کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

وَاللہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

خلاصۂ کلام

اس مضمون میں شروع سے آخر تک جو تفصیل ذکر کی گئی، اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ ہر ماہ چاند کی ولادت، جس کو عربی زبان میں ''ولادۃُ القمر'' یا ''ولادۃُ الھلال'' اور سائنسی زبان میں ''New Moon'' کہا جاتا ہے، اس کا وقت ہر ماہ فلکی، حسابی اور سائنسی اعتبار سے معلوم ومتعین ہوتا ہے، جو پورے روئے زمین کے لیے ایک ہی وقت ہوتا ہے، اور اس میں فلکی، حسابی اور سائنسی اعتبار سے کوئی اختلاف نہیں ہوتا، اور بظاہر یہ قطعی ویقینی نوعیت کا حساب ومعیار ہوتا ہے۔

اس لیے نئے اسلامی وقمری ماہ کے آغاز کے لیے اس ''چاند کی ولادت'' کا پایا جانا تو بہر حال ضروری ہے، اور اس سے پہلے نہ تو ''رؤیتِ ہلال'' کی شہادت اور گواہی معتبر ہے، خواہ کتنے ہی زیادہ افراد کیوں نہ گواہی دیں، کیونکہ یہ ''امرِ محال'' کی گواہی ہے، اور نہ ہی فنی وحسابی اعتبار سے چاند کی ولادت ''New Moon'' سے پہلے فنی، وفلکی اعتبار سے نئے قمری مہینے کا آغاز کرنا درست ہے۔

اگر ایسی حالت میں کچھ لوگ گواہی دیں، تو ان کو جھوٹا نہیں، تو کم از کم کسی غلط فہمی میں مبتلا قرار دیا جائے گا۔

اور جب چاند کی ولادت ہوچکی ہو، اور وہ سورج غروب ہونے کے بعد ''اُفق'' پر موجود ہو، سورج کے غروب ہونے سے پہلے غروب نہ ہوا ہو، تو اس کے بعد نئے اسلامی وقمری مہینے کا آغاز کرنے کے طریقۂ کار میں مسلمانوں کے مابین اختلاف واقع ہوا ہے کہ کیا نئے اسلامی قمری مہینے کے آغاز کے لیے محض فلکی وسائنسی اعتبار سے چاند کی ولادت اور اس کا سورج غروب ہونے کے بعد محض افق پر موجود ہونا کافی ہے، جیسا کہ قدیم اور جدید ادوار کے بعض اہلِ علم حضرات کا قول ہے، یا چاند کا ''امکانِ رؤیت'' بھی ضروری ہے، اور ''امکانِ رؤیت''

ہونے کی صورت میں کیا چاند کا برہنہ آنکھ ''Naked eye'' سے دیکھنا ضروری ہے، جس کو عربی زبان میں ''رؤیتِ بصری'' کہا جاتا ہے، جیسا کہ بیشتر حضرات کا موقف ہے، یا رصدگاہوں اور آلات اور دوربین ''Telescope'' سے دیکھنا بھی کافی اور معتبر ہے، جیسا کہ بعض حضرات کا موقف ہے۔

اور بعض نے چاند کی ولادت کے بعد آنے والی رات کو نئے مہینہ کے آغاز کے لیے کافی قرار دے دیا ہے۔

اور چاند کی ولادت کے بعد فلکی و سائنسی اعتبار سے ''امکانِ رؤیتِ ہلال'' کے ''معاییر'' و ''عوامل'' کون کون سے، اور کس نوعیت کے ہیں، مثلاً چاند کی عمر کا کم از کم کتنا ہونا، اور سورج غروب ہونے کے بعد، چاند کا کم از کم کتنی دیر تک افق پر موجود رہنا، اور افق سے کم از کم کتنا بلند ہونا، اور سورج و چاند کے مابین کم از کم کتنا فاصلہ ہونا، اور چاند کی روشنی اور چاند کی موٹائی کا کم از کم کتنا ہونا ضروری ہے؟

اس طرح کے ''معاییر'' کے متعلق بھی ماہرینِ فلکیات کا شدید ترین اختلاف موجود ہے، کوئی کسی معیار کو، اور کوئی کسی دوسرے معیار کو ترجیح دیتا ہے، اور مذکورہ امور کے درجات اور وقت میں بھی اختلاف ہے، اس لیے ''رؤیتِ ہلال'' کے امکانی معیارات کے متعلق تمام زمانوں اور علاقوں کے لیے کوئی ''کلی قاعدہ اور دائمی ضابطہ'' نہیں بنایا جاسکتا۔

اسی کے ساتھ ''اختلافِ مطالع'' کے فقہی اعتبار سے معتبر ہونے نہ ہونے کے مابین بھی علمائے مسلمین کا اختلاف ہے۔

البتہ ہر ماہ نئے چاند کی ولادت، اور اسی طرح مختلف مقامات کے حساب سے سورج غروب ہونے کے بعد چاند کے افق پر موجود ہونے کا وقت فلکی و سائنسی حساب سے یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے، خواہ وہ نظر آنے کے قابل نہ ہو، بعض حضرات نے اس یقینی و قطعی حساب پر ہی نئے قمری مہینے کے آغاز کو وابستہ کیا ہے۔

اور بظاہر مذکورہ تمام اقوال اور صورتیں ہی فقہی وفنی اعتبار سے اجتہادی نوعیت کی ہیں، اور اجتہاد ہر شخص کا دوسرے سے مختلف ہوسکتا ہے، جس کے مختلف ومتعدد اسباب ہوسکتے ہیں۔

جن کے پیشِ نظر آپس کی ترجیحات وتطبیقات میں بھی اختلاف رونما ہوجاتا ہے، اور وہ اختلاف وترجیح ان کے بعد آنے والے مقلدین ومتبعین میں بھی منتقل ہوجاتی ہے۔

اس لیے دلائل کی رو سے اختلاف وترجیح، تو فی نفسہ کوئی قابلِ اعتراض وقابلِ نکیر چیز نہیں، لیکن ''اجتہادی واختلافی مسائل'' کو ''قطعی وحتمی اور یقینی'' درجہ دینا، اور اس طرح کے اختلافات کو مسلمانوں کے مابین باہمی تفرق وتحزب اور تعصب وتشدد کا ذریعہ بنانا، درست نہیں ہوا کرتا، بلکہ اس طرح کے اجتہادی واختلافی مسائل کا ایک فائدہ یہ ہوا کرتا ہے کہ ''حاکمِ مجاز، قاضی، یا اتھارٹی'' اگر ان میں سے کسی قول کے مطابق اجتماعی نوعیت کا فیصلہ صادر کردے، تو وہ متعلقہ عوام ورعایا کے لیے ''رفعِ نزاع'' کا باعث بن جاتا ہے، اور عوام کو اس فیصلہ پر عمل کرلینا گناہ نہیں ہوا کرتا، بلکہ اس فیصلہ کے علی الرغم، اس طرح کا ''اختلاف ونزاع'' مذموم ہوا کرتا ہے، جو مسلمانوں میں باہم تفریق وتشویش اور بے چینی واضطراب کا باعث ہو، اور پھر بھی اگر کسی کو اس فیصلے پر اطمینان نہ ہو، تو اس کو ''فیما بینہٗ وبین اللہ'' ''صواب وراجح'' قول پر اس طرح احتیاطی پہلو کو بروئے کار لاتے ہوئے عمل کرنا جائز ہوتا ہے کہ جو مجاز حاکم، قاضی وغیرہ سے تقابل، اور دوسروں کے لیے تشویش واضطراب کا باعث نہ بنے۔ [1]

---

[1] ومع ترجيحي للعمل بالحساب على الأقل في النفي لا في الإثبات كما ذكرت، يجب أن أؤكد هنا حقائق ثلاثًا، ينبغي ألا يختلف عليها:

الأولى :أن في هذا الأمر ـ أعني ما يتعلق بإثبات دخول الشهر ـ سعة ومرونة بالنظر إلى نصوص الشرع وأحكامه، واختلاف العلماء في هذا المقام توسعة ورحمة للأمة .

فمَنْ أثبتَ دخول الشهر بعدل أو عدلين، أو اشترط جمًا غفيرًا لم يبعد عما قال به بعض فقهاء الأمة المعتبرين.

بل مَنْ قال بالحساب وجد له في السلف قائلاً، منذ عهد التابعين فمَنْ بعدهم .ومن اعتبر اختلاف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور ہمیں دلائل کی رو سے راجح یہ معلوم ہوا کہ ''حاکم، قاضی ومجاز اتھارٹی'' کو فنی وفلکی اصول

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المطالع، ومَنْ لم يعتبرها له سلفه، وله دليله، فلا يجوز أن ينكر على من أخذ بأحد هذه المذاهب والاجتهادات، وإن رآها هو خطأ، إذ القاعدة" :أن لا إنكار فى المسائل الاجتهادية."

الثانية :أن الخطأ فى مثل هذه الأمور مغتفر، فلو أخطأ الشاهد الذى شهد بأنه رأى هلال رمضان، أو شوال، وترتب عليه أن صام الناس يومًا من شعبان أو أفطروا يومًا من رمضان، فإن الله تعالى أهلٌ لأن يغفر لهم خطأهم، وقد علمهم أن يدعوا فيقولوا :(رَبَّنَا لا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا) (البقرة286). حتى لو أخطأوا فى هلال ذى الحجة، ووقفوا بعرفة يوم الثامن أو العاشر، فى الواقع ونفس الأمر، فإن حجهم صحيح ومقبول، كما قرر ذلك شيخ الإسلام ابن تيمية وغيره.

الثالثة :أن السعى إلى وحدة المسلمين فى صيامهم وفطرهم، وسائر شعائرهم وشرائعهم، أمرٌ مطلوب دائما، ولا ينبغى اليأس من الوصول إليه، ولا من إزالة العوائق دونه، ولكن الذى يجب تأكيده وعدم التفريط فيه بحال، هو :أننا إذا لم نصل إلى الوحدة الكلية العامة بين أقطار المسلمين فى أنحاء العالم، فعلى الأقل يجب أن نحرص على الوحدة الجزئية الخاصة بين أبناء الإسلام فى القطر الواحد.

فلا يجوز أن نقبل بأن ينقسم أبناء البلد الواحد، أو المدينة الواحدة، فيصوم فريقٌ اليوم على أنه من رمضان، ويفطر آخرون على أنه من شعبان، وفى آخر الشهر تصومُ جماعة، وتعيد أخرى، فهذا وضع غير مقبول.

فمن المتفق عليه أن حكم الحاكم، أو قرار ولى الأمر يرفع الخلاف فى الأمور المختلف فيها.

فإذا أصدرت السلطة الشرعية المسئولة عن إثبات الهلال فى بلد إسلامى ـ المحكمة العليا، أو دار الإفتاء، أو رئاسة الشؤون الدينية، أو غيرها ـ قرارها بالصوم أو بالإفطار، فعلى مسلمى ذلك البلد الطاعة والالتزام؛ لأنها طاعة فى المعروف، وإن كان ذلك مخالفا لما ثبت فى بلد آخر، فإن حكم الحاكم هنا رجح الرأى الذى يقول :إنّ لكل بلد رؤيته.

وقد ثبتَ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال" :صومكم يوم تصومون، وفطركم يوم تفطرون" وفى لفظ "وفطركم يوم تفطرون وأضحاكم يوم تضحون "وبلفظ" :الفطر يوم تفطرون، والأضحى يوم تضحون "وقد روى أبو داود هذا الحديث تحت عنوان "باب إذا أخطأ القوم الهلال."

قال الإمام الخطابى :معنى الحديث أن الخطأ موضوع عن الناس فيما كان سبيله الاجتهاد، فلو أن قومًا اجتهدوا، فلم يروا الهلال إلا بعد الثلاثين، فلم يفطروا حتى استوفوا العدد، ثم ثبت عندهم أن الشهر كان تسعة وعشرين، فإن صومهم وفطرهم ماض، فلا شىء عليهم من وزر أو عنت، وكذلك هذا فى الحج إذا أخطأوا يوم عرفة، فإنه ليس عليهم إعادته ويجزيهم أضحاهم كذلك، وإنما هذا تخفيف من الله سبحانه ورفق بعباده .ا هـ.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين(الحساب الفلكى وإثبات أوائل الشهور،ليوسف القرضاوى،ص ١١،١٢ ،مشمولة،مقالات حول الحساب الفلكى)

www.idaraghufran.org

ومعاییر کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ''بصری رؤیتِ ہلال'' کی بنیاد پر فیصلہ کرنا چاہیے، اور ''رؤیتِ ہلال'' سے متعلق حاصل شدہ شہادت پر فقہی وفنی اصولوں کوملحوظ رکھتے ہوئے تزکیہ واطمینان حاصل کرنا چاہیے، بصورتِ دیگر قمری مہینے کے 30 دن مکمل کرنے کا حکم صادر کرنا چاہیے، جیسا کہ بظاہر احادیث سے معلوم ہوتا ہے، لیکن فلکی وفنی اور حسابی وسائنسی معاییر میں جو امور قطعی ویقینی نوعیت کے ہیں، ان کے خلاف حاصل شدہ شہادت کو بداہت کے خلاف ہونے کی وجہ سے رَد کردینا چاہیے، اور جو معاییر ظنی واختلافی نوعیت کے ہیں، ان کو حسبِ موقع وحسبِ اجتہاد ملحوظ رکھتے ہوئے، شہادتوں کی تصدیق وتکذیب پر اطمینان وشرح صدر کے بعد فیصلہ کرنا چاہیے۔

تاہم اگر کسی اسلامی ملک میں چاند کی رویت پر مدار رکھنے کے بجائے، اس کی ولادت پر مدار رکھ کر فیصلہ وعمل کیا جائے، تو وہاں کے عوام کو اس فیصلہ کے مطابق عمل کرنا درست ہے۔

کیونکہ اس قسم کے مسائل میں عوام ورعایا کو حکومتی فیصلہ کو ''اولی الامر'' کا فیصلہ سمجھتے ہوئے، عمل کرلینا جائز ہوا کرتا ہے، ایسی صورت میں عوامی سطح پر چہ میگوئیاں کرکے مسلمانوں میں تشویش واضطراب پیدا کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، پھر بھی اگر مستند علماء کو کسی پہلو میں خلجان ہو، تو اس کا عوام میں چرچا کرکے تشویش واضطراب اور تفریق وتذبذب پیدا کرنے کے بجائے ''اولی الامر'' کی طرف رجوع کرنا، اور افہام وتفہیم کا اہتمام کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ افراط وتفریط سے محفوظ فرما کر اعتدال اختیار کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان خان

20/ شوال المکرّم/ 1442ہجری۔ بمطابق 01/ جون/ 2021ء بروز منگل

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی وتحقیقی سلسلہ

ہوائی جہاز اور طویل ومختصر دنوں میں روزہ کا وقت

روزہ رکھ کر ہوائی جہاز میں سوار ہونے پر دن کے طویل، یا مختصر ہو جانے پر روزہ کا حکم
طویل اور مختصر دِنوں میں اور غیر معتدل علاقوں میں روزہ کے اوقات کی تحقیق
ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل ہونے کی صورت میں
روزوں کی تعداد کے کم، یا زیادہ ہو جانے پر حکم

مؤلف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

www.idaraghufran.org

(جملہ حقوق بحق ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: ہوائی جہاز اور طویل ومختصر دنوں میں روزہ کا وقت

مصنف: مفتی محمد رضوان خان

طباعتِ اوّل: ربیع الاول 1447ھ - ستمبر 2025ء

صفحات: 20

ملنے کا پتہ

کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی، پاکستان

فون: 051-5507270 - 051-5702840

www.idaraghufran.org

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
تمہید (من جانبِ مؤلف)	672
ہوائی جہاز اور طویل ومختصر دنوں میں روزہ کا وقت	673
سوالات:	؍؍
جوابات:	675
اپنے مقام کے اعتبار سے روزہ شروع ومکمل کرنے کا حکم	679
جہاز میں سوار شخص کے لیے طلوعِ فجر وغروبِ شمس پر حکم	680
چوبیس گھنٹوں کے اندر طویل دن والے علاقوں میں حکم	681
بحالتِ روزہ، جہاز میں سوار ہو کر دن مختصر، یا طویل ہونے کا حکم	682
غیر معتدل علاقوں میں روزہ کا وقت	685
رمضان شروع، یا ختم ہونے پر دوسرے ملک پہنچنے کا حکم	688

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(من جانبِ مؤلف)

آج کل ہوائی جہاز کے تیز ترین سفر کی وجہ سے بعض لوگوں کو یہ صورت پیش آتی ہے کہ وہ روزہ رکھ کر جہاز میں سوار ہوجاتے ہیں، اور جہاز کے اڑنے والی بلند سطح پر تو سورج نظر آ رہا ہوتا ہے، لیکن اس کے محاذات میں نیچے زمین پر سورج غروب ہونے کا وقت شروع ہو چکا ہوتا ہے، اور بعض اوقات کوئی روزہ رکھ کر، ہوائی جہاز میں سفر شروع کرتا ہے، تو اس کے روزہ کا دورانیہ طویل، یا مختصر ہوجاتا ہے، اور ایسی صورت میں روزہ جاری رکھنے، یا ختم کرنے کا مسئلہ زیرِ بحث آتا ہے۔

اس طرح کے اور بھی مسائل آج کل نقل وحمل کے تیز ذرائع اور جہاز وغیرہ کے تیز ترین اسفار کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔

اور بعض اوقات ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل ہونے پر روزوں کی تعداد کم، یا زیادہ ہوجاتی ہے۔

ایک مرتبہ بندہ کو اس قسم کے چند سوالات کے جواب لکھنے کی ضرورت پیش آئی، جن کو غور وفکر کرکے، قدرے وضاحت کے ساتھ تحریر کیا گیا۔

اب ان سوالات وجوابات کو نظرِ ثانی اور مزید اضافہ واصلاح کے بعد مستقل رسالہ کی صورت میں شائع کیا جارہا ہے۔

اللہ تعالیٰ راہِ حق کو سمجھنے اور اس کی اتباع کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

محمد رضوان خان

10/ربیع الاول/1438ھ - 10/نومبر/2016ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

Idara Ghufran
www.idaraghufran.org

ہوائی جہازاورطویل ومختصردنوں میں روزہ کاوقت

سوالات:

روزہ سے متعلق درجِ ذیل چند سوالات کے جوابات درکار ہیں۔

(1)......اگر ایک شخص کسی اونچے عرض البلد، یا پہاڑ کے اوپر ہے، اور دوسرا شخص نیچے عرض البلد، یا نشیبی جگہ میں ہے، تو دونوں اشخاص کے روزہ شروع اور ختم ہونے کے اوقات ایک جیسے ہوں گے، یا فرق ہوگا؟

(2)......اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں جہاز میں سوار ہے، اور اُسے سورج نظر آرہا ہے، یعنی وہ فضا کے جس مقام پر موجود ہے، وہاں کے اعتبار سے سورج غروب نہیں ہوا، لیکن وہ زمین کے جس خطہ کے اوپر سے گزر رہا ہے، وہاں زمین کے حصہ میں سورج غروب ہو چکا ہے، تو ایسے شخص کو روزہ افطار کرنے میں کون سے وقت کا لحاظ کرنا ہوگا؟

(3)......اگر کوئی شخص ایسے علاقہ میں ہے، جہاں روزہ ایسے وقت میں آیا ہے کہ دن بہت لمبا ہے، جس کی وجہ سے اسے روزہ کو پورا کرنا مشکل ہے، تو ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

(4)......اگر کوئی شخص روزہ رکھ کر کسی جہاز میں سوار ہوا، اور سفر کی سمت مشرق کی طرف ہے، جس کی وجہ سے سورج ایسے وقت غروب ہو جاتا ہے کہ اس وقت تک اس جگہ سورج غروب نہیں ہوا، جہاں سے وہ روزہ رکھ کر چلا تھا۔

اسی طرح اگر کوئی اس کے برعکس روزہ رکھ کر کسی جہاز میں سوار ہوا، اور سفر کی سمت

مغرب کی طرف ہے، جس کی وجہ سے سورج غروب ہونے میں دیر لگ جاتی ہے، اور جس جگہ سے وہ روزہ رکھ کر چلا تھا، وہاں سورج غروب ہو چکا ہے۔

ان دونوں اشخاص کے لئے روزہ افطار کرنے کا کیا حکم ہے؟

(5)......اگر کوئی شخص ایسے علاقہ میں ہے، جہاں چوبیس گھنٹوں کے اندر، دن، یا رات نہیں آتے، کبھی رات بہت طویل اور لمبی ہوتی ہے، اور کبھی دن بہت طویل اور لمبا ہوتا ہے، ایسے علاقہ میں موجود شخص کو ایسے علاقہ وزمانہ میں روزہ رکھنے کا کیا حکم ہے؟

(6)......آج کل بعض ملکوں کی تاریخوں میں بعض اوقات ایک، یا دو دن کا فرق ہوتا ہے، جیسا کہ پاکستان اور سعودی عرب میں کہ سعودی عرب میں بعض اوقات رمضان کا آغاز پاکستان سے ایک، یا دو دن پہلے ہو جاتا ہے، اور اسی طریقہ سے وہاں عید بھی ایک، یا دو دن پہلے ہو جاتی ہے۔

ایسی صورت میں رمضان شروع ہونے کے بعد بعض لوگ پاکستان سے سعودی عرب عمرہ وغیرہ کے لیے چلے جاتے ہیں، اور وہیں ان کی عید ہوتی ہے، اور ان کے روزوں کی تعداد مکمل نہیں ہوتی، یا بعض لوگ سعودی عرب سے پاکستان آجاتے ہیں، اور یہاں عید کے اعتبار سے ان کے روزوں کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

ایسے لوگوں کے لیے روزوں کا کیا حکم ہے؟

فقط

امید ہے کہ جوابات سے مستفید فرمائیں گے۔

جزاکم اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جوابات:

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ،ثُمَّ اَتِمُّوْا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ (سورة البقرة ،رقم الآية ١٨٧)

ترجمہ: اور کھاؤ، اور پیو تم اس وقت تک کہ متمیز ہوجائے تم کو سفید دھاگہ، صبح کے سیاہ دھاگے سے، پھر پورا کرو تم روزوں کو رات تک (سورہ بقرہ)

سفید دھاگے سے مراد، صبح صادق کی روشنی اور سیاہ دھاگے سے مراد، رات کا اندھیرا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ روزہ دار کو رات میں تو کھانا پینا جائز ہے، مگر طلوعِ فجر سے لے کر رات کے شروع ہونے، یعنی سورج غروب ہونے تک کھانا، پینا جائز نہیں۔ [1]

حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

صُوْمُوْا كَمَا أَمَرَكُمُ اللّٰهُ، وَأَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ، فَإِذَا كَانَ اللَّيْلُ فَأَفْطِرُوْا (مسند احمد، رقم الحديث ٢١٩٥٥) [2]

ترجمہ: تم روزہ اس طریقہ سے رکھو، جس طریقہ سے تمہیں اللہ نے حکم فرمایا ہے، اور تم روزے کو رات تک پورا کرو، پھر جب رات آجائے، تو تم روزہ افطار کرلو (مسند احمد)

---

[1] ولم يقل حتى يتبين لكم الفجر دلالة على حرمة الاكل عند ظهور خيطه يعنى اول جزء منه (التفسير المظهرى ،الجزء الاول ،ص ٢٠٤ ،سورة البقرة)

ولا شك أن حتى لانتهاء الغاية فدلت الآية على أن حل المباشرة والأكل والشرب ينتهى عند طلوع الصبح (غرائب القرآن ورغائب الفرقان تفسير النيسا بورى، ج ١ ص ٥١٥، سورة البقرة)

قول الله -تعالى : -(حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر) وقد ظهر تحريم الأكل بطلوع الفجر عند الخاص والعام وفى كل عصر ومصر (مواهب الجليل فى شرح مختصر الشيخ خليل، ج ١ ص ٣٩٨، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَقْبَلَ اللَّیْلُ مِنْ ھَا ھُنَا وَاَدْبَرَ النَّھَارُ مِنْ ھَاھُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّآئِمُ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۹۵۴، کتاب الصوم، باب متیٰ یحل فطر الصوم، صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۱۰۰ "۵۱")

ترجمہ: جب رات اُدھر سے (یعنی مشرق سے) آجائے اور دن ادھر سے (یعنی مغرب سے) چلا جائے اور سورج غروب ہوجائے، تو روزہ دار نے افطار کرلیا (بخاری)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ھَاھُنَا، جَاءَ اللَّیْلُ مِنْ ھَاھُنَا، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۹۳۹۵) [1]

ترجمہ: جب سورج یہاں (یعنی مغربی افق میں) غروب ہوجائے، تو یہاں (یعنی مشرق) سے رات آ گئی، تو روزہ دار نے افطار کرلیا (مسند احمد)

حضرت سہل بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِذَا کَانَ صَائِمًا أَمَرَ رَجُلًا فَأَوْفٰی عَلٰی شَیْءٍ، فَإِذَا قَالَ: غَابَتِ الشَّمْسُ، أَفْطَرَ (صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۳۵۱۰، کتاب الصوم، باب الافطار وتعجیلہ) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ سے ہوتے تھے، تو ایک آدمی کو حکم فرماتے تھے، جو کسی چیز پر چڑھ کر (سورج غروب ہونے کو) دیکھتا تھا، پھر جب وہ کہتا تھا کہ

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسنادہ صحیح علی شرط الشیخین (حاشیة مسند احمد)

[2] قال شعیب الارنؤوط: إسنادہ صحیح (حاشیة صحیح ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

سورج غروب ہوگیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم روزہ افطار کرلیا کرتے تھے (صحیح ابنِ حبان)

معلوم ہوا کہ شرعی اعتبار سے سورج غروب ہوتے ہی رات کا آغاز ہوکر روزہ کا وقت مکمل ہوجاتا ہے۔ [1]

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ قرآن وسنت اور فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں روزہ شروع ہونے کا وقت طلوعِ فجر سے شروع ہوتا ہے، اور سورج غروب ہونے پر مکمل ہوجاتا ہے۔ [2]

اور یہ بات ظاہر ہے کہ روزہ شروع اور مکمل ہونے کے وقت کا تعلق، ہر شخص کے اس علاقہ

---

[1] ذكر معناه :قوله :(إذا أقبل الليل من ههنا) أى :من جهة المشرق .(وأدبر النهار من ههنا) أى :من المغرب، وقد مر الكلام فيه فى باب الصوم فى السفر والإفطار فى آخر حديث عبد الله بن أبى أوفى .قوله :(فقد أفطر الصائم) ، أى :دخل فى وقت الفطر، وقال ابن خزيمة :لفظه خبر ومعناه الأمر أى :فليفطر الصائم(عمدة القارى للعينى، ج ١١ ص ٦٥، كتاب الصوم، باب متى يحل فطر الصائم)

(كان إذا كان صائما أمر رجلا فأوفى) أى أشرف (على شىء) عال يرتقب الغروب يقال أوفى على الشىء أشرف عليه (فإذا قال) قد (غابت الشمس أفطر) لفظ رواية الطبرانى أمر رجلا يقوم على نشز من الأرض فإذا قال قد وجبت الشمس أفطر(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٦٧٨٢، حرف الكاف، باب كان وهى الشمائل الشريفة)

[2] ركن الصوم باتفاق الفقهاء هو :الإمساك عن المفطرات ، وذلك من طلوع الفجر الصادق، حتى غروب الشمس.

ودليله قوله تعالى :(كلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر ثم أتموا الصيام إلى الليل).

والمراد من النص :بياض النهار وظلمة الليل، لا حقيقة الخيطين، فقد أباح الله تعالى هذه الجملة من المفطرات ليالى الصيام، ثم أمر بالإمساك عنهن فى النهار، فدل على أن حقيقة الصوم وقوامه هو ذلك الإمساك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨ ص ١٩، مادة "صوم"حرف الصاد)

أجمع الفقهاء على أن الصائم يجب عليه أن يمسك عن المفطرات من طلوع الفجر يوم صومه حتى تغرب الشمس ويتأكد من غروبها، لقوله تعالى :(ثم أتموا الصيام إلى الليل)

كما أجمعوا على أن الصوم ينقضى ويتم بغروب الشمس، لقول النبى صلى الله عليه وسلم :إذا أقبل الليل من هاهنا، وأدبر النهار من هاهنا، وغربت الشمس، فقد أفطر الصائم .وقوله صلى الله عليه وسلم :إذا رأيتم الليل أقبل من هاهنا فقد أفطر الصائم قال الراوى :وأشار بيده قبل المشرق (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٣١ص ١٨٦، مادة "غروب"حرف الغين)

ومکان سے ہے، جہاں پر وہ روزہ شروع ہونے ،یا روزہ مکمل ہونے کے وقت موجود ہے، کیونکہ دنیا بھر میں طلوعِ فجر اور سورج غروب ہونے کا وقت ،مختلف اوقات میں ہوتا ہے، کہیں کسی وقت دن ہوتا ہے،تو کہیں رات ہوتی ہے،اسی طرح کہیں سورج ،یا فجر کے طلوع کا وقت ہوتا ہے،تو کہیں اس وقت سورج غروب ہوتا ہے''وھلم جراً''

اس طرح سے ہر علاقہ ومکان کے دن ،رات اور سورج کے طلوع وغروب ہونے اور رات ودن کے آغاز واختتام کا وقت مختلف ہوتا ہے،اور جس طرح دنیا کے بعض علاقے ،نیچے کے عرض البلد پر واقع ہیں،اسی طرح بعض علاقے اونچے عرض البلد پر بھی واقع ہیں،اور سب لوگ اپنے اپنے علاقوں کے اعتبار سے ہی روزہ کا آغاز واختتام کرتے ہیں،جس طرح سے سب لوگ اپنے اپنے علاقوں کے اعتبار سے روزانہ پانچ اوقات کی نمازوں کو اداء کرتے ہیں۔

پھر اس میں بھی شک نہیں کہ جو شخص ،جس وقت جہاں پر موجود ہے،اس کا وہیں کے اوقات کے اعتبار سے نماز اور روزہ کا وقت شروع ہوگا،خواہ وہ اس جگہ کا مستقل باشندہ ہو، یا پھر عارضی طور پر سکونت اختیار کیے ہوئے ہو، یا وہ وہاں کسی کام اور غرض سے آیا ہو، جیسا کہ نمازوں کے سلسلہ میں بھی ہر شخص اسی اصول وقاعدہ کے مطابق عمل کرتا ہے،اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہوتا۔

پس اس اصول کی بناء پر، جو شخص روزہ شروع ہونے کے وقت ،جس مقام پر موجود ہوگا،اس کے روزہ شروع ہونے کا وقت وہیں کے اعتبار سے شروع ہوگا،اور روزہ مکمل ہونے کے وقت جس جگہ ہوگا،اس کے روزہ مکمل ہونے کا وقت بھی وہیں کے اعتبار سے معتبر ہوگا، کیونکہ اس کے حق میں روزہ شروع ہونے کا شرعی حکم ''حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ، الخ'' اور روزہ مکمل ہونے کا شرعی حکم ''ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ ''اسی تفصیل وترتیب کے مطابق ثابت ہورہا ہے،جیسا کہ نمازوں کے ابتدائی واختتامی اوقات کا بھی یہی معاملہ ہے۔

پھر ایک ہی زمانہ میں بعض علاقوں میں دن چھوٹا اور رات بڑی ہوتی ہے،اور اسی زمانہ میں دوسرے علاقوں میں اس کے برعکس دن بڑا اور رات چھوٹی ہوتی ہے،مگر سب لوگ اپنے

علاقوں کے اعتبار سے روزہ کو شروع اور مکمل کرتے ہیں، قطع نظر اس سے کہ دوسرے علاقے والوں کے روزہ کا دورانیہ، اُن سے مختصر ہورہا ہو، یا طویل ہورہا ہو، تمام معتدل علاقوں کے مسلمان اسی ترتیب وتفصیل کے مطابق عمل پیرا ہیں، جو کہ شریعت کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق ہے۔

مذکورہ تفصیل وتمہید کو پیشِ نظر رکھ کر اب آپ کے سوالوں کے جوابات ترتیب وار درجِ ذیل ہیں۔

اپنے مقام کے اعتبار سے روزہ شروع ومکمل کرنے کا حکم

(1)......روزہ کا وقت شروع اور ختم ہونے کے بارے میں شرعی اُصول یہ ہے کہ روزہ شروع ہونے کا وقت فجر کے طلوع ہونے سے شروع ہوتا ہے، اور سورج کے غروب ہونے پر ختم ہوجاتا ہے۔

اس اُصول کی رو سے جو شخص روزہ شروع ہونے کے وقت جس مقام پر موجود ہوگا، اُس کے روزہ شروع ہونے کا وقت اُسی مقام کی فجر طلوع ہونے کے وقت سے معتبر ہوگا۔

اور روزہ ختم ہونے کے وقت، جس مقام پر موجود ہوگا، اُس کے روزہ مکمل ہونے کا وقت اُسی مقام کے سورج غروب ہونے کے وقت معتبر ہوگا۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے روزہ شروع ہونے کا وقت، فجر طلوع ہونے پر اور روزہ مکمل ہونے کا وقت، سورج غروب ہونے پر مقرر فرمادیا ہے، اور یہ حکم ہر شخص پر اُس کے مقام کے لحاظ سے لاگو ہوتا ہے۔

چنانچہ جو شخص زمین کے بالائی علاقہ اور اونچے عرض البلد پر ہو، اُس کے لئے اُسی علاقے کے اعتبار سے فجر کا طلوع اور سورج کا غروب ہونا معتبر ہے، اور جو شخص زمین کے نشیبی اور نیچے والے عرض البلد پر ہو، اُس کے لئے اُسی علاقے کے اعتبار سے فجر کا طلوع اور سورج کا غروب ہونا معتبر ہے؛ اگرچہ دونوں قسم کے علاقوں کے روزہ کے دورانیہ میں فرق کیوں نہ ہو

کہ ایک مقام پر روزہ کا دورانیہ لمبا ہو، اور دوسرے مقام پر روزہ کا دورانیہ، اس کے مقابلہ میں کم ہو، جیسا کہ تفصیلاً تمہید میں گزرا۔

جہاز میں سوار شخص کے لیے طلوعِ فجر و غروبِ شمس پر حکم

(2)......اگر کوئی شخص جہاز میں سفر کر رہا ہو، اور جس علاقے کی فضاء سے وہ گزر رہا ہے، اُس کے بالمقابل زمین کے حصہ میں سورج غروب ہو چکا ہے، لیکن فضاء کے جس حصہ میں جہاز موجود ہے، وہاں کے اعتبار سے سورج غروب نہیں ہوا، اور وہاں سے مثلاً سورج نظر آ رہا ہے، تو ایسی صورت میں جہاز میں موجود شخص کو اپنے بالمقابل زمین کے حصہ کا اعتبار کر کے روزہ افطار کرنا درست نہیں، بلکہ وہ جس بلند سطح پر موجود ہے، اُس مقام پر سورج کا غروب ہونا ضروری ہے۔ [1]

جبکہ مقیم اور مسافر ہونے کے اعتبار سے فضاء اور ہوائی جہاز میں موجود شخص کا حکم روزہ کے برعکس اس فضاء کے بالمقابل زمین کے نیچے والے حصہ کے لحاظ سے ہے؛ لہٰذا اگر کوئی ہوائی جہاز میں موجود شخص اپنے وطن کے اوپر کی فضاء سے گزر رہا ہو، تو وہ مقیم کہلائے گا۔

دونوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ روزہ کا تعلق سورج سے وابستہ ہے، اور سورج اوپر کے حصہ میں واقع ہے، جبکہ انسان کا مسکن اور رہائش و قیام زمین سے وابستہ ہے، جو نیچے کے حصہ میں واقع ہے۔ [2]

---

[1] (تنبیہ) قال فی الفیض :ومن کان علی مکان مرتفع کمنارة إسکندریة لا یفطر ما لم تغرب الشمس عنده ولأهل البلدة الفطر إن غربت عندهم قبله وكذا العبرة فی الطلوع فی حق صلاة الفجر أو السحور (ردالمحتار، ج۲، ص۴۲۰، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده)

[2] وإذا ضربتم فی الأرض فلیس علیكم جناح أن تقصروا من الصلاة (سورة النساء، آیة ۱۰۱)

وإذا ضربتم فی الأرض أی سافرتم أی سفر کان (روح المعانی للآلوسی، ج۳ص۱۲۶، سورة النساء، تحت آیت ۱۰۱)

فلا یقصر المسافر منهم حتی یجاوز جمیع بیوتهم .ولو سار فیها أیاما ؛ لأن ما بینها بمنزلة الفضاء والرحاب الذی بین الأبنیة(منح الجلیل شرح مختصر خلیل، ج۱، ص۴۰۳، ۴۰۴، باب فی بیان أوقات الصلوات الخمس، فصل فی احکام صلاة السفر)

www.idaraghufran.org

چوبیس گھنٹوں کے اندر طویل دن والے علاقوں میں حکم

(3)...... اگر کوئی کسی ایسے مقام وعلاقہ میں موجود ہے کہ جہاں چوبیس گھنٹوں کے اندر دن اور رات تو آتے ہیں، مگر بعض موسموں میں دن، یا رات غیر معمولی مختصر، یا طویل ہو جاتے ہیں، تو ایسے مقام پر موجود شخص کے لئے روزہ شروع ہونے کا اعتبار، وہاں کی فجر کے طلوع ہونے کے وقت پر کیا جائے گا اور روزہ مکمل ہونے کا اعتبار، وہاں کے سورج غروب ہونے کے وقت پر کیا جائے گا۔

لیکن ایسے علاقہ میں اگر دن کے غیر معمولی طویل ہونے کی وجہ سے روزہ دار کو غیر معمولی تکلیف کا سامنا ہوتا ہو، مثلاً ہلاکت، یا بیمار ہونے کا غالب گمان ہو، تو ایسی صورت میں طویل دن والے موسموں میں روزہ ترک کر کے دوسرے قابلِ برداشت موسموں میں روزہ کی قضاء کرنے کی اجازت ہوگی، جیسا کہ مسافر اور مریض کے لئے حکم ہے۔ [1]

---

[1] ففی کل اربع وعشرین ساعة یصلی خمس صلوات ویوم بلغار مع لیلته اربع وعشرون ساعة فیجب ان یصلی فیه خمس صلوات فقد وجد الزمان (حاشیة الطحطاوی علی الدر ، ج ۱ ص ۱۷۷ ، کتاب الصلاة، الناشر: المکتبة العربیة ،کوئتة، الباکستان)

أما لو لم یقدر علیه لشدة الحر کان له أن یفطر ویقضیه فی الشتاء فتح (رد المحتار علی الدر المختار، ج ۲،ص ۴۲۷، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسده)

إذا ثبت هذا :فنقول المریض إذا خاف علی نفسه التلف، أو ذهاب عضو منه یفطر بالإجماع، وإن خاف زیادة العلة وامتداده، فکذلک عندنا، وعلیه القضاء إذا أفطر لقوله تعالی :(ومن کان مریضاً أو علی سفر، فعدة من أیام أخر) وقال فی الأصل : إذا خافت الحامل أو المرضع علی أنفسهما، أو ولدهما جاز الفطر، وعلیهما القضاء ، وهو بناءً علی ما قلنا (المحیط البرهانی، ج ۲، ص ۳۹۱، کتاب الصوم،الفصل السابع)

ففی هذه الآیة الکریمة والحدیثین الثابتین عن رسول الله صلی الله علیه وسلم دلیل ظاهر علی وجوب الإمساک علی الصائم من حین أن یطلع الفجر حتی تغرب الشمس فی أی مکان کان من الأرض، سواء طال النهار أم قصر، إذا کان فی أرض فیها لیل ونهار یتعاقبان فی أربع وعشرین ساعة، والولایة التی أنتم فیها :فیها لیل ونهار یتعاقبان فی أربع وعشرین ساعة، فیلزم من کان یصوم فیها أن یمسک من طلوع الفجر إلی غروب الشمس بدلالة الکتاب والسنة علی ذلک، ومن أفتی بأن من کان فی بلد یطول نهاره علیه فإنه یصوم بقدر نهار المملکة العربیة السعودیة فقد غلط غلطا بینا،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

بحالتِ روزہ، جہاز میں سوار ہوکر دن مختصر، یا طویل ہونے کا حکم

(4)...... جو شخص کسی مقام سے روزہ رکھ کر کسی تیز ترین سواری (مثلاً ہوائی جہاز) میں سوار ہوا، اور سفر کی سمت مشرق کی طرف ہونے کی وجہ سے آگے پہنچ کر سورج جلدی غروب ہوگیا، اور اس کے حق میں دن چھوٹا ہوگیا، یا سفر کی سمت مغرب کی طرف ہونے کی وجہ سے آگے پہنچ کر سورج دیر سے غروب ہوا، اور اس کے حق میں دن بڑا ہوگیا، تو اس شخص کے جس مقام پر ہونے کے وقت سورج غروب ہوگا، اسی وقت اس کا روزہ مکمل ہونے کا وقت شمار کیا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وخالف الكتاب والسنة، وما علمنا أن أحدا من أهل العلم قال بفتواه .نعم من كان فى بلد لا يتعاقب فيه الليل والنهار فى أربع وعشرين ساعة كبلد يكون نهارها يومين، أو أسبوعا، أو شهرا، أو أكثر من ذلك فإنه يقدر للنهار قدره، ولليل قدره من أربع وعشرين ساعة؛ لأن النبى صلى الله عليه وسلم لما حدث عن الدجال، وأنه يلبث فى الأرض أربعين يوما يوم كسنة، ويوم كشهر، ويوم كجمعة وسائر أيامه كالأيام المعتادة، قالوا :يا رسول الله فذلك اليوم الذى كسنة أتكفينا فيه صلاة يوم؟ قال :لا .اقدروا له قدره ، وقد اختلف العلماء المعاصرون فيم يقدر الليل والنهار فى البلاد التى يكون ليلها ونهارها أكثر من أربع وعشرين ساعة.

فقال بعضهم :يقدر بالتساوى فيجعل الليل اثنى عشر ساعة والنهار مثله، لأن هذا قدرهما فى الزمان المعتدل والمكان المعتدل.

وقال بعضهم :يقدر بحسب مدتهما فى مكة والمدينة، لأنهما البلدان اللذان نزل فيهما الوحى، فتحمل مدة الليل والنهار على المعروف فيهما إذا لم تعرف للبلد مدة ليل ونهار خاصة به.

وقال بعضهم :يقدر بحسب مدتهما فى أقرب بلد يكون فيه ليل ونهار يتعاقبان فى أربع وعشرين ساعة، وهذا أقرب الأقوال إلى الصحة، لأن إلحاق البلد فى جغرافيته بما هو أقرب إليه أولى من إلحاقه بالبعيد، لأنه أقرب شبها به من غيره، لكن لو شق الصوم فى الأيام الطويلة مشقة غير محتملة بحيث لا يمكن تخفيفها بالمكيفات والمبردات ويخشى منها الضرر على الجسم أو حدوث مرض، فإنه يجوز الفطر حينئذ، ويقضى فى الأيام القصيرة لقوله تعالى فى سياق آيات الصيام :(يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر ولتكملوا العدة ولتكبروا الله على ما هداكم ولعلكم تشكرون) وقوله :(وما جعل عليكم فى الدين من حرج ملة أبيكم إبراهيم هو سماكم المسلمين من قبل وفى هاذا ليكون الرسول شهيدا عليكم وتكونوا شهدآء على الناس فأقيموا الصلاة وء اتوا الزكاة واعتصموا بالله هو مولاكم فنعم المولى ونعم النصير) وقوله :(لا يكلف الله نفسا إلا وسعها لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت ربنا لا تؤاخذنآ إن نسينآ أو أخطأنا ربنا ولا تحمل علينآ إصرا كما حملته

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جائے گا، اوراس نے جس مقام سے سفر شروع کیا تھا، اس مقام کے لحاظ سے سورج غروب ہونے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، خواہ اس سفر کے نتیجہ میں اس کے روزہ کا وقت مختصر ہوجائے، یا طویل، کیونکہ روزہ کا وقت مکمل ہونے کا تعلق روزہ دار کے اعتبار سے سورج غروب ہونے کے ساتھ قائم ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

البتہ اگر دن کے غیر معمولی طویل ہوجانے کی وجہ سے روزہ پورا کرنے میں غیر معمولی تکلیف، مثلاً ہلاکت، یا بیماری کا غالب گمان ہے، تو اس کو روزہ توڑ دینے اور بعد میں قضاء کر لینے کی اجازت ہے، خاص کر جب کہ وہ شرعی مسافر بھی ہو، جیسا کہ گزشتہ مسئلہ کے ذیل میں گزرا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

على الذين من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفر لنا وارحمنآ أنت مولانا فانصرنا على القوم الكافرين) ؟

وخلاصة ما سبق :أن من كان فى بلد فيه ليل ونهار يتعاقبان فى أربع وعشرين ساعة لزمه صيام النهار وإن طال، إلا أن يشق عليه مشقة غير محتملة يخشى منها الضرر، أو حدوث مرض فله الفطر وتأخير الصيام إلى زمن يقصر فيه النهار.

وأما من كان فى بلد لا يتعاقب فيه الليل والنهار فى أربع وعشرين ساعة فإنه يقدر الليل والنهار فيه: إما بالتساوى، وإما بحسب مدتهما فى مكة والمدينة، وإما بحسب مدتهما فى أقرب بلد على الخلاف السابق(مجموع فتاوى ورسائل العثيمين،ج١٩ ص٣٠٨ الى ٣١٠،كتاب الصيام، باب مايفسد الصوم ويوجب الكفارة،سئل فضيلة الشيخ – رحمه الله تعالى –:هل يلزم الإمساك بمجرد سماع الأذان؟)

[1] قلت أرأيت رجلا مسافرا أصبح صائما فى شهر رمضان ثم أفطر قال عليه القضاء ولا كفارة عليه.

محمد قال أخبرنا أبو حنيفة عن مسلم الأعور عن أنس بن مالك عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه خرج من المدينة إلى مكة فى شهر رمضان فشكا إليه الناس فى بعض الطريق الجهد فأفطر حتى أتى مكة.

محمد عن أبى حنيفة عن الهيثم عن أنس بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج من المدينة إلى مكة فى شهر رمضان لليلتين خلتا من شهر رمضان فصام حتى إذا أتى قديدا شكا إليه الناس الجهد فأفطر بقديد ثم لم يزل مفطرا حتى أتى مكة فأى ذلك فعلت فحسن إن صمت فقد صام النبى صلى الله عليه وسلم وإن أفطرت فقد أفطر النبى صلى الله عليه وسلم وإن سافرت فى شهر رمضان(الأصل المعروف بالمبسوط للشيبانى،ج٢ص٢٠٦ الىٰ ٢٠٨،كتاب الصوم)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس موقع پر یہ ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ جو شخص رمضان میں، طلوعِ فجر کے بعد سفر شروع کرے، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک، اس کو اس دن کے روزہ کو چھوڑنا جائز نہیں ہوتا۔
البتہ امام احمد کے راجح مذہب کے مطابق جس شخص کا رمضان میں طلوعِ فجر کے بعد سفر شروع کرنے کا ارادہ ہو، اس کو بھی اس دن کا روزہ چھوڑنا، اور بعد میں قضاء کرنا جائز ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سئل فضيلة الشيخ -رحمه الله تعالى :-إذا سافر الإنسان من شرق البلاد إلى غربها فزاد عليه الصوم أربع ساعات فهل يفطر على توقيت البلاد الشرقية لأنه صام على توقيتهم؟
فأجاب فضيلته بقوله :يستمر في صومه حتى تغرب الشمس لقول الله تعالى :(أتموا الصيام إلى اليل ولا تباشروهن وأنتم عاكفون في المساجد تلك حدود الله فلا تقربوها كذلك يبين الله آياته للناس لعلهم يتقون) ولقول النبي صلى الله عليه وسلم :إذا أقبل الليل من ههنا وأشار إلى المشرق وأدبر النهار من ههنا وأشار إلى المغرب وغربت الشمس فقد أفطر الصائم فيلزمه أن يبقى في صيامه حتى تغرب الشمس ولو زاد عليه أربع ساعات، كما أنه لو سافر من الغرب إلى الشرق أفطر إذا غربت الشمس في المشرق، وإن كان قبل غروبها في المغرب .وسوف ينقص له ساعات بحسب ما بين التوقيتين، لأن الفطر معلق بغروب الشمس(مجموع فتاوى ورسائل العثيمين، ج ۱۹ ص ۳۲۳، ۳۲۴، كتاب الصيام، باب مايفسد الصوم ويوجب الكفارة)

[1] أن يبدأ السفر بعد الفجر، بأن يطلع الفجر وهو مقيم ببلده، ثم يسافر بعد طلوع الفجر، أو خلال النهار، فإنه لا يحل له الفطر بإنشاء السفر بعدما أصبح صائما، ويجب عليه إتمام ذلك اليوم، وهذا مذهب الحنفية والمالكية، وهو الصحيح من مذهب الشافعية، ورواية عن أحمد .وذلك تغليبا لحكم الحضر.
ومع ذلك لا كفارة عليه في إفطاره عند الحنفية، وفي المشهور من مذهب المالكية، خلافا لابن كنانة، وذلك للشبهة في آخر الوقت ولأنه لما سافر بعد الفجر صار من أهل الفطر، فسقطت عنه الكفارة.والصحيح عند الشافعية أنه يحرم عليه الفطر حتى لو أفطر بالجماع لزمته الكفارة.
والمذهب عند الحنابلة وهو أصح الروايتين عن أحمد، وهو ما ذهب إليه المزني وغيره من الشافعية :أن من نوى الصوم في الحضر، ثم سافر في أثناء اليوم، طوعا أو كرها، فله الفطر بعد خروجه ومفارقته بيوت قريته العامرة، وخروجه من بين بنيانها، واستدلوا بما يلي:
-ظاهر قوله تعالى :(ومن كان مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر)
-وحديث جابر -رضي الله تعالى عنه -أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج إلى مكة عام الفتح فصام حتى بلغ كراع الغميم، وصام الناس معه، فقيل له :إن الناس قد شق عليهم الصيام، وإن الناس ينظرون فيما فعلت، فدعا بقدح من ماء بعد العصر، فشرب -والناس ينظرون إليه -فأفطر بعضهم، وصام بعضهم، فبلغه أن ناسا صاموا، فقال :أولئك العصاة .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اگر کوئی شخص کسی ضرورت، مثلاً سفر میں روزہ کے لمبا ہونے کی وجہ سے اس قول پر عمل کرے، اور وہ طلوعِ فجر کے بعد سفر شروع کرنے کی صورت میں اس دن روزہ ہی نہ رکھے، تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ [1]

غیر معتدل علاقوں میں روزہ کا وقت

(5)......اگر کوئی شخص کسی ایسے مقام وعلاقہ میں موجود ہے کہ جہاں چوبیس گھنٹوں کے اندر دن اور رات نہیں آتے، جس کی وجہ سے دن، یا رات چوبیس گھنٹوں سے بھی طویل اور لمبے ہوجاتے ہیں، تو ایسے مقام پر روزہ کا وقت شروع اور مکمل ہونے کا معیار کیا ہوگا؟ اس سلسلہ میں فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں، ہمارے نزدیک دلائل کے لحاظ سے راجح یہ ہے کہ وہ اپنے سے قریب ترین ایسے معتدل علاقے کے فجر کے طلوع اور سورج کے غروب ہونے کے وقت کا اعتبار کرتے ہوئے روزہ رکھے گا کہ جہاں چوبیس گھنٹوں میں دن رات کا دورانیہ پورا ہوجاتا ہے، چنانچہ اس کے قریب ترین معتدل علاقہ میں جس وقت طلوعِ فجر ہوگا، اس وقت

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وحديث ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال :خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الفتح إلى مكة، فى شهر رمضان، فصام حتى مر بغدير فى الطريق، وذلك فى نحر الظهيرة .قال :فعطش الناس، جعلوا يمدون أعناقهم، وتتوق أنفسهم إليه .قال :فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم بقدح فيه ماء ، فأمسكه على يده، حتى رآه الناس، ثم شرب، فشرب الناس .

وقالوا :إن السفر مبيح للفطر، فإباحته فى أثناء النهار كالمرض الطارء ولو كان بفعله.

وقال الذين أباحوه من الشافعية :إنه تغليب لحكم السفر

وقد نص الحنابلة المؤيدون لهذا الرأى على أن الأفضل لمن سافر فى أثناء يوم نوى صومه -إتمام صوم ذلك اليوم، خروجا من خلاف من لم يبح له الفطر، وهو قول أكثر العلماء ، تغليبا لحكم الحضر ، كالصلاة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨،ص٤٨، ٤٩،مادة" صوم"حرف الصاد)

[1] وإذا سافر فى أثناء يوم فهل يجوز له الفطر؟ على قولين مشهورين للعلماء هما روايتان عن أحمد .أظهرهما: أنه يجوز ذلك .كما ثبت فى السنن أن من الصحابة من كان يفطر إذا خرج من يومه ويذكر أن ذلك سنة النبى صلى الله عليه وسلم(مجموع الفتاوى، ج٢٥، ص ٢١٢، كتاب الصيام،رسالة فى الهلال)

اس کے روزہ کا وقت شروع ہوگا، اور جس وقت سورج غروب ہوگا، اس وقت اس کے روزہ کا وقت مکمل ہوگا۔ ل

ل اور اس سلسلہ میں ایک قول چوبیس گھنٹوں میں سے بارہ گھنٹے روزہ کا وقت اور بارہ گھنٹے رات کا وقت اعتبار کرنے کا ہے، اور ایک قول مکہ مکرمہ کے اوقات کے اعتبار کرنے کا بھی ہے، وفیہ اقوال اخر۔

(تتمة) لم أر من تعرض عندنا لحكم صومهم فيما إذا كان يطلع الفجر عندهم كما تغيب الشمس أو بعده بزمان لا يقدر فيه الصائم على أكل ما يقيم بنيته، ولا يمكن أن يقال بوجوب موالاة الصوم عليهم؛ لأنه يؤدى إلى الهلاک .فإن قلنا بوجوب الصوم يلزم القول بالتقدير، وهل يقدر ليلهم بأقرب البلاد إليهم كما قاله الشافعية هنا أيضا، أم يقدر لهم بما يسع الأكل والشرب، أم يجب عليهم القضاء فقط دون الأداء ؟ كل محتمل، فليتأمل .ولا يمكن القول هنا بعدم الوجوب أصلا كالعشاء عند القائل به فيها؛ لأن علة عدم الوجوب فيها عند القائل به عدم السبب، وفى الصوم قد وجد السبب وهو شهود جزء من الشهر وطلوع فجر كل يوم، هذا ما ظهر لى، والله تعالى أعلم (ردالمحتار، ج ۱ ص ۳۶۶، كتاب الصلاة)

ولكن حال الصلاة وحال رمضان عليهم كيف يكون حكمه ولم يتوجه إلى هذا أحد إلا الشوافع توجهوا إلى الصلاة ، ويقولون :إن أهل بلغار يمرون على حساب من قريب منهم ويجدون وقت العشاء(العرف الشذى للكشميرى، ج۳ ص ۴۲۵، كتاب الفتن، باب ما جاء فى فتنة الدجال)

ولو لم تغب إلا بقدر ما بين العشائين فأطلق الشيخ أبو حامد أنه يعتبر حالهم بأقرب بلد يليهم وفرع عليه الزركشى وابن العماد أنهم يقدرون فى الصوم ليلهم بأقرب بلد إليهم، ثم يمسكون إلى الغروب بأقرب بلد إليهم وما قالاه إنما يظهر إن لم تسع مدة غيبوبتها أكل ما يقيم بنية الصائم لتعذر العمل به عندهم فاضطررنا إلى ذلک التقدير بخلاف ما إذا وسع ذلک وليس هذا حينئذ كأيام الدجال لوجود الليل هنا وإن قصر ولو لم يسع ذلک إلا قدر المغرب أو أكل الصائم قدم أكله وقضى المغرب فيما يظهر(تحفة المحتاج فى شرح المنهاج،لأحمد بن محمد بن على بن حجر الهيتمى، ج ۱ ص ۴۲۵، كتاب الصلاة)

(قوله: وجب قضاؤها على الوجه) لم يبين حكم صوم رمضان هل يجب بمجرد طلوع الفجر عند هم أو يعتبر قدر طلوعه بأقرب البلاد إليهم فإن كان الأول فهو مشكل؛ لأنه يلزم عليه توالى الصوم القاتل، أو المضر إضرارا لا يحتمل لعدم التمكن من تناول ما يدفع ذلک لعدم استمرار الغروب زمنا يسع ذلک وإن كان الثانى فهو مشكل بالحكم بانعدام وقت العشاء، بل قياس اعتبار قدر طلوعه بأقرب البلاد بقاء وقت العشاء ووقوعها أداء فى ذلک القدر وهذا هو المناسب لما تقدم عن بعضهم فيما إذا لم يغب الشفق فليتأمل، ثم رأيت قول الشارح الآتى وفرع عليه الزركشى وابن العماد إلخ ويؤخذ منه حكم ما نحن فيه(حاشية ابن قاسم العبادى على تحفة المحتاج بشرح المنهاج، ج ۱ ،ص ۴۲۴، ۴۲۵، كتاب الصلاة)

سئل فضيلة الشيخ -رحمه الله تعالى :-فى البلاد الإسكندنافية وما فوقها شمالاً يعترض المسلم مشكلة الليل والنهار طولاً وقصراً، إذ قد يستمر النهار 22ساعة والليل ساعتين، وفى فصل آخر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور کسی مقام وعلاقہ میں اگر رات کے غیر معمولی چھوٹا ہونے کی وجہ سے مغرب وعشاء کی نماز اور کھانا کھانے کا وقت میسر نہ آئے، بلکہ اتنا مختصر وقت ہو کہ اگر کھانا کھائے تو طلوعِ فجر ہوجانے کی وجہ سے مغرب وعشاء، یا ان میں سے ایک نماز کا وقت ہاتھ سے نکل جاتا ہو، اور اگر نماز میں مشغول ہو، تو کھانے کا وقت ہاتھ نہ آتا ہو، تو ایسی صورت میں نماز میں مشغول ہونے کے بجائے کھانا کھانے کا حکم ہوگا، تاکہ ہلاکت کی نوبت نہ آئے، اور اس صورت میں نماز کو بعد میں پڑھا جائے گا، خواہ نماز کا وقت ختم ہوجائے، اور ایسی صورت میں نماز کو قضاء کرنے کا گناہ نہیں ہوگا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

العكس كما حصل لأحد السائلين عندما مر بهذه البلاد فى رمضان مساء ، ويقول أيضاً بأنه قيل :إن الليل فى بعض المناطق ستة شهور والنهار مثله؟ فكيف يقدر الصائم فى مثل هذه البلاد؟ وكيف يصوم أهلها المسلمون أو المقيمون فيها للعمل والدراسة؟

فأجاب فضيلته بقوله :الإشكال فى هذه البلاد ليس خاصًا بالصوم، بل هو أيضاً شامل للصلاة، ولكن إذا كانت الدولة لها نهار وليل فإنه يجب العمل بمقتضى ذلك، سواء طال النهار أو قصر، أما إذا كان ليس فيها ليل ولا نهار كالدوائر القطبية التى يكون فيها النهار ستة أشهر، أو الليل ستة أشهر، فهؤلاء يقدرون وقت صيامهم ووقت صلاتهم ولكن على ماذا يقدرون؟ قال بعض أهل العلم : يقدرون على أوقات مكة، لأن مكة هى أم القرى، فجميع القرى تؤول إليها، لأن الأم هى الشىء الذى تقتدى بها كالإمام مثلاً، كما قال الشاعر :على رأسه أم له تقتدى بها.

وقال آخرون :بل يعتبرون فى ذلك البلاد الوسط فيقدرون الليل اثنتى عشرة ساعة، ويقدرون النهار اثنتى عشرة ساعة، لأن هذا هو الزمن المعتدل فى الليل والنهار .وقال بعض أهل العلم :إنهم يعتبرون أقرب بلاد إليهم يكون لها ليل ونهار منتظم، وهذا القول أرجح، لأن أقرب البلاد إليهم هى أحق ما يتبعون، وهى أقرب إلى مناخهم من الناحية الجغرافية، وعلى هذا فينظرون إلى أقرب البلاد إليهم ليلاً ونهاراً فيتقيدون به، سواء فى الصيام أو فى الصلاة وغيرهما(مجموع فتاوى ورسائل العثيمين، ج١٩ ص ٣٢١، ٣٢٢، كتاب الصيام، باب مايفسد الصوم ويوجب الكفارة)

[1] وسئل الشيخ أبو حامد عن بلاد بلغار كيف يصلون فإنه ذكر أن الشمس لا تغرب عندهم إلا بمقدار ما بين المغرب والعشاء ثم تطلع فقال: يعتبر صومهم وصلاتهم بأقرب البلاد إليهم، والأحسن، وبه قال بعض الشيوخ إنهم يقدرون ذلك ويعتبرون الليل والنهار، كما قال صلى الله عليه وسلم فى يوم الدجال الذى كسنة وكشهر: اقدروا له حين سأله الصحابى عن الصوم والصلاة فيه، وبلغار بضم الباء الموحدة وإسكان اللام وبالغين المعجمة وبالراء المهملة فى آخره: أقصى بلاد الترك، وذكر لى بعضهم عمن أخبره أن الشمس إذا غربت عندهم من ههنا طلع الفجر وصار

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رمضان شروع، یا ختم ہونے پر دوسرے ملک پہنچنے کا حکم

(6)......جس شخص کے رمضان کے مہینہ کا آغاز کسی ایک ملک (مثلاً سعودی عرب) میں رہتے ہوئے شروع ہوا، اور پھر وہ رمضان کے مہینہ میں ایسے ملک (مثلاً پاکستان، یا ہندوستان) میں چلا گیا کہ جہاں رمضان کا آغاز سابقہ مقام والے ملک سے، مثلاً ایک، یا دودن بعد میں ہوا تھا، تو اب یہاں (مثلاً پاکستان، یا ہندوستان) آنے کے بعد وہ شخص یہاں والوں کے ساتھ روزے رکھے گا (خواہ اس کے روزے اکتیس ہو جائیں) اور اس کے فاضل روزے نفلی شمار ہوں گے۔

اگر کوئی رمضان شروع ہونے کے بعد اس کے برعکس ایسے ملک میں چلا گیا کہ جہاں رمضان کا آغاز اس سابقہ مقام والے ملک سے، مثلاً ایک، یا دودن پہلے ہو چکا تھا، اور اس کے عید کا دن وہیں شروع ہو گیا، جبکہ اس کے روزوں کی تعداد ابھی تک پوری نہیں ہوئی، تو اس کے لیے عید کا حکم اس دوسرے ملک کے اعتبار سے ہوگا، یعنی یہ وہاں کے باشندوں کے ساتھ عید کرے گا، اور اس کے ذمہ جو روزے رہ گئے، وہ ان روزوں کی عید کے بعد قضاء کرے گا (کذا فی: احسن الفتاویٰ، ج۴ص۴۳۳؛ فتاویٰ عثمانی، ج۲ص۱۷۶، ۱۷۷، خیر الفتاوی ج۴ص۴۵؛ آپ کے مسائل اوران کا حل ج۳ص۳۲۷)

فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان خان

10 / ربیع الاول/ 1438ھ 10 / نومبر/ 2016ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ یمشی قلیلا، ثم تطلع الشمس، وبهذا الجواب المذكور يحصل الجواب عن تردد أبداه القرافي في قوم لا تغيب الشمس عندهم إلا مقدار الصلاة، فهل يشتغلون بصلاة المغرب أو يشتغلون بالأكل حتى يقوون على صوم الغد إذا كان شهر رمضان (حاشية البجيرمي على الخطيب = تحفة الحبيب على شرح الخطيب، ج ا ص ۳۹۴، ۳۹۵، كتاب الصلاة، وقت العشاء)

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی وتحقیقی سلسلہ

نمازِ مغرب سے قبل روزہ افطار کرنے کی تحقیق

قرآن وسنت اور فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں
نمازِ مغرب سے پہلے، یا بعد میں روزہ افطار کرنے کا حکم
اور روزہ افطار کرنے کی وجہ سے نمازِ مغرب میں تاخیر کی تحقیق

مؤلف
مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

www.idaraghufran.org

(جملہ حقوق بحق ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: نمازِ مغرب سے قبل روزہ افطار کرنے کی تحقیق

مصنف: مفتی محمد رضوان خان

طباعتِ اوّل: ربیع الاول 1447ھ - ستمبر 2025ء

صفحات: 40

ملنے کا پتہ

کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی، پاکستان

فون: 051-5507270 -051-5702840

Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین
692	**تمہید** (من جانبِ مؤلف)
693	**نمازِ مغرب سے قبل روزہ افطار کرنے کی تحقیق**
//	غروب کے بعد روزہ جلدی افطار کرنا
696	روزہ، مغرب کی نماز سے پہلے افطار کرنا
701	رمضان میں افطار کی وجہ سے مغرب کی نماز تاخیر سے پڑھنا
708	مغرب کی نماز کا مستحب و افضل وقت
718	اشتباکِ نجوم تک نمازِ مغرب کو مؤخر نہ کرنا
727	**خلاصۂ کلام**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(من جانبِ مؤلف)

آج کل رمضان المبارک کے مہینہ میں ''روزہ'' نمازِ مغرب سے پہلے، یا بعد میں افطار کرنے میں اوراسی طرح رمضان میں روزہ افطار کرنے کی مہلت دے کر کچھ تاخیر سے مغرب کی نماز اداء کرنے میں اہلِ علم اور بعض عوام کی طرف سے اختلاف سامنے آتا ہے۔

بعض اہلِ علم حضرات بھی اس سلسلہ میں کچھ تشویش کا شکار رہتے ہیں، اور بعض اوقات ایک دوسرے کے خلاف فتاویٰ صادر کرتے ہیں، جس کی وجہ سے عوام کو فیصلہ کرنے میں دشواری پیش آتی ہے، اور عوامُ الناس اس سلسلہ میں اہلِ علم حضرات سے رجوع کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔

اس لیے ضرورت تھی کہ اس مسئلہ کو کچھ تفصیل کے ساتھ تحریر کیا جائے، اس مسئلہ سے متعلق دیگر پہلوؤں کو بھی ملحوظ رکھا جائے، تاکہ تمام پہلو ملحوظ رکھنے سے نتیجہ اخذ کرنے میں سہولت حاصل ہو۔

اور اجتہادی مسائل میں سختی وتشدد، اور انکار ونکیر سے اجتناب کیا جائے۔

بندہ نے اس ضرورت کے لیے اس مسئلہ کو قدرے تفصیل کے ساتھ تحریر کیا ہے، جس کو علمی وتحقیقی رسائل میں شائع کیا جارہا ہے۔

اللہ تعالیٰ راہِ اعتدال کو ملحوظ رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

محمد رضوان خان

10/ ربیع الاول/ 1438ھ 10/ نومبر/ 2016ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمازِ مغرب سے قبل روزہ افطار کرنے کی تحقیق

آج کل رمضانُ المبارک کے مہینے میں مغرب کی نماز سے پہلے، یا بعد میں روزہ افطار کرنے اور مغرب کی نماز اور افطار کے درمیان وقفہ پیدا کرنے کے مسئلہ میں اختلاف وانتشار رہتا ہے، اور کئی اہلِ علم حضرات اس سلسلہ میں تشویش کا شکار رہتے ہیں، بعض جگہوں میں جیسا کہ تبلیغی مراکز، جہاں لوگوں اور مقیم ومسافر حضرات کی کثرت ہوتی ہے، یا اجتماعی طور پر بڑا مجمع روزہ ایک ساتھ افطار کرتا ہے، اور افطاری کے معمولات سے فراغت میں کچھ غیر معمولی وقت خرچ ہوجاتا ہے، وہاں خاص طور پر مغرب کی نماز غیر معمولی تاخیر سے اداء کی جاتی ہے، اس پر بعض لوگوں کی طرف سے چہ میگوئیاں سامنے آتی ہیں۔

اس لئے قدرے تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کو الگ الگ حصوں میں تحریر کیا جاتا ہے، تاکہ مسئلہ ہٰذا کے سب پہلو واضح ہوجائیں، اور اس کے بعد نتیجہ اخذ کرنے میں آسانی پیدا ہو۔

غروب کے بعد روزہ جلدی افطار کرنا

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں ارشاد ہے کہ:

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ (سورة البقرة، رقم الآية ١٨٧)

ترجمہ: پھر پورا کرو تم روزوں کو رات تک (سورہ بقرہ)

اس آیت میں روزہ کے آخری وقت کا بیان ہے اور جو روزہ کا آخری وقت ہے وہی روزہ افطار کرنے کا وقت ہے، اور وہ رات شروع ہونے کا وقت ہے، اور شرعی اعتبار سے رات سورج غروب ہونے پر شروع ہوجاتی ہے۔

www.idaraghufran.org

چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَقْبَلَ اللَّیْلُ مِنْ ھَا ھُنَا وَاَدْبَرَ النَّھَارُ مِنْ ھَاھُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّآئِمُ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۹۵۴، کتاب الصوم، باب متیٰ یحل فطر الصوم، صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۱۰۰ "۵۱")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رات اُدھر (یعنی مشرق) سے آجائے اور دن ادھر (یعنی مغرب) سے چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کا افطار ہو گیا (بخاری، مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج غروب ہوتے ہی روزہ کا وقت مکمل ہو جاتا ہے۔ [1]

اور اسی وجہ سے اگر کسی نے سورج غروب ہونے کے بعد روزہ افطار نہیں کیا تب بھی اس کا روزہ مکمل ہو جاتا ہے، اور اگر سورج غروب ہونے کے بعد افطاری کی نیت کے بغیر بھی کچھ کھا پی لیا، تب بھی روزہ اداء ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ احادیث میں روزہ، سورج غروب ہونے کے بعد جلدی افطار کرنے کی ترغیب آئی ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَایَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَاعَجَّلُوا الْفِطْرَ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۹۵۷، کتاب الصوم، باب تعجیل الافطار، صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۰۹۸ "۴۸" باب فضل السحور)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اس وقت تک خیر کے ساتھ

---

[1] ذکر معناہ :قولہ :(إذا أقبل اللیل من ھھنا) أی :من جھة المشرق .(وأدبر النھار من ھھنا) أی :من المغرب، وقد مر الکلام فیہ فی باب الصوم فی السفر والإفطار فی آخر حدیث عبد اللہ بن أبی أوفی .قولہ :(فقد أفطر الصائم) ، أی :دخل فی وقت الفطر، وقال ابن خزیمة :لفظہ خبر ومعناہ الأمر أی :فلیفطر الصائم(عمدة القاری للعینی، ج ۱۱ ص ۶۵، کتاب الصوم، باب متی یحل فطر الصائم)

www.idaraghufran.org

رہیں گے، جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے (بخاری، مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَزَالُ الدِّيْنُ ظَاهِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۳۵۳، کتاب الصوم، باب ما یستحب من تعجیل الفطرِ، مسنداحمد، رقم الحدیث ۹۸۱۰، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۳۵۰۳) [۱]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین اس وقت تک غالب رہے گا، جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے (ابوداؤد)

بعض اور احادیث میں بھی روزہ جلدی افطار کرنے کو پسند کیا گیا ہے۔ [۲]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّا مَعْشَرَ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا أَنْ نُؤَخِّرَ سُحُوْرَنَا، وَنُعَجِّلَ فِطْرَنَا، وَأَنْ نُمْسِكَ بِأَيْمَانِنَا عَلٰى شَمَائِلِنَا فِيْ صَلَاتِنَا (صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۱۷۷۰، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ، المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۱۴۸۵) [۳]

---

[۱] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح دون قوله: إن اليهود والنصارى يؤخرون، وهذا إسناد حسن (حاشیة مسند احمد)

وقال ایضاً: إسناده حسن (حاشیة صحیح ابنِ حبان)

[۲] عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "قال الله عز وجل: إن أحب عبادي إلي أعجلهم فطرا" (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۷۰۰، باب ماجاء فی تعجیل الافطار، مسند احمد، رقم الحدیث ۷۲۴۱)

قال الترمذی: هذا حدیث حسن غریب (سنن الترمذی، تحت رقم الحدیث ۷۰۱)

وقال شعیب الارنؤوط: إسناده ضعیف، قرة -وهو ابن عبد الرحمن المعافري المصري- الجمهور على تضعيفه، وتساهل بعضهم فوثقه، روى له مسلم مقرونا بغيره، وأصحاب السنن الأربعة (حاشیة مسند احمد)

[۳] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۴۶۰۹، باب وضعِ اليد على الأخرى)

وقال شعیب الارنؤوط: إسناد صحیح علی شرط مسلم (حاشیة صحیح ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم انبیاء کی جماعت کو حکم دیا گیا ہے، کہ ہم سحری میں تاخیر کریں (یعنی رات کے آخری حصے میں صبح صادق ہونے سے پہلے سحری کھائیں) اور افطار میں (غروب ہوتے ہی) جلدی کریں، اور ہم نماز میں اپنے دائیں ہاتھوں سے بائیں ہاتھوں کو تھامیں (ابنِ حبان)

افطار میں جلدی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ غروب کا یقین ہوجانے کے بعد دیر نہ کی جائے۔ ملحوظ رہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد رات کا شروع ہوجانا اور افطار کا حلال ہوجانا قرآن وسنت کے واضح دلائل سے ثابت ہے، اور اس کے برعکس، غروب ہوجانے کے باوجود، اندھیرا چھاجانے پر روزہ افطار ہونے کا وقت سمجھنا اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک درست نہیں۔ [1]

روزہ، مغرب کی نماز سے پہلے افطار کرنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلٰى رُطَبَاتٍ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَتُمَيْرَاتٌ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تُمَيْرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَّاءٍ (سنن الترمذی، رقم الحديث ۶۹۶، ابواب الصوم، باب ماجاء ما يستحب عليه

---

[1] (عن أبی هريرة قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-لا يزال الدين ظاهرا ") أى غالبا وعاليا أو واضحا ولائحا "ما عجل الناس الفطر "أى مدة تعجيلهم الفطر "لأن اليهود والنصارى يؤخرون "أى الفطر إلى اشتباک النجوم وتبعهم الأرفاض فی زماننا (مرقاة المفاتيح ج۴ص۱۳۸۷، كتاب الصوم، باب فی مسائل متفرقة، الفصل الثالث)

ويدخل وقتها بالغروب إجماعا، وكأنه اكتفى بذكر المغرب ولا يعتد بخلاف الشيعة، وخبر :إنه صلى الله عليه وسلم صلى المغرب عند اشتباک النجوم باطل، بل صح ": لا تزال أمتى على الفطرة ما لم يؤخروا المغرب حتى تشتبک النجوم "، وتأخيره عليه الصلاة والسلام لها كما فی أحاديث صحيحة لبيان الجواز، ونقل الترمذی عن العلماء كراهية تأخيرها عن أوله، كذا ذكره ابن حجر (مرقاةالمفاتيح، ج۲ص۵۱۷، كتاب الصلاة، باب المواقيت)

www.idaraghufran.org

الافطار، ابوداؤد، رقم الحدیث ۲۳۵۶؛ مسند احمد، رقم الحدیث ۱۲۶۷۶) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم (مغرب کی) نماز سے پہلے چند تر کھجوروں سے افطار کیا کرتے تھے، پھر اگر تر کھجوریں نہیں ہوتی تھیں، تو چند چھواروں سے افطار کیا کرتے تھے، اور اگر چھوارے نہیں ہوا کرتے، تو پانی کے چند گھونٹوں سے افطار کیا کرتے تھے (ترمذی، ابوداؤد، مسند احمد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

مَارَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ صَلّٰى صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ حَتّٰى يُفْطِرَ وَلَوْعَلٰى شَرْبَةٍ مِّنْ مَّاءٍ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۳۵۰۴، کتاب الصوم، باب الافطار وتعجیله، مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ۳۷۹۲؛ مسند البزار، رقم الحدیث ۷۱۲۷) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے افطار کرنے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھی ہو، اگرچہ پانی کے ایک گھونٹ ہی سے افطار کرلیا ہو (ابنِ حبان)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

كَانَ لَايُصَلِّي الْمَغْرِبَ حَتّٰى يُفْطِرَ وَلَوْعَلٰى شَرْبَةٍ مِّنْ مَّاءٍ (مستدرک

---

[1] قال الترمذی: هذا حدیث حسن غریب.
قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحیح علی شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشیخین غیر جعفر بن سلیمان، فمن رجال مسلم (حاشیة مسند احمد)
وقال ایضاً: إسناده صحیح (حاشیة سنن ابی داؤد)

[2] قال المنذری: رواه ابویعلیٰ وابن خزیمة وابن حبان فی صحیحیهما (الترغیب والترهیب، ج۲ ص ۹۱، کتاب الصوم، الترغیب فی تعجیل الفطر وتأخیر السحور)
وقال الهیثمی: رواه ابویعلیٰ، والبزار، والطبرانی فی الاوسط، ورجال ابی یعلیٰ رجال الصحیح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۴۸۸۳، ج۳ ص ۱۵۵، باب تعجیل الافطار وتاخیر السحور)
وقال شعیب الارنؤوط: إسناده صحیح علی شرط الشیخین (حاشیة ابنِ حبان)

حاكم، رقم الحديث ١٥٧٧، ج ١ ص ٥٩٧، كتاب الصوم، صحيح ابنِ خزيمة، رقم الحديث ٢٠٦٣، باب استحباب الفطر قبل صلاة المغرب) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افطار کرنے سے پہلے مغرب کی نماز نہیں پڑھا کرتے تھے، اگرچہ پانی کے ایک گھونٹ پر ہی افطار کیوں نہ کرلیتے (حاکم، ابنِ خزیمہ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا كَانَ صَائِمًا لَمْ يُصَلِّ حَتّٰى نَأْتِيَهُ بِرُطَبٍ وَمَاءٍ، فَيَأْكُلُ وَيَشْرَبُ إِذَا كَانَ الصَّيْفُ الرُّطَبُ، وَإِذَا كَانَ الشِّتَاءُ لَمْ يُصَلِّ حَتّٰى نَأْتِيَهُ بِتَمْرٍ وَمَاءٍ (المعجم الاوسط للطبراني، رقم الحديث ٣٨٦١، صحيح ابن خزيمة، رقم الحديث ٢٠٦٥، باب استحباب الفطر على الرطب إذا وجد وعلى التمر إذا لم يوجد الرطب) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ سے ہوتے، تو اس وقت تک نماز نہ پڑھتے، جب تک کہ ہم آپ کے پاس تَر کھجوریں اور پانی نہ لے آتے، پس آپ کھاتے، اور پیتے، جب گرمی ہوتی، اور جب سردی ہوتی، تو آپ اس وقت تک نماز نہ پڑھتے تھے، جب تک کہ ہم آپ کے پاس چھوارے اور پانی نہ لے آتے (طبرانی، ابن خزیمہ)

اور حضرت ابورجاء سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال الألباني: حديث صحيح وإسناده ضعيف القاسم بن غصن ضعفه الجمهور لكن رواه ابن حبان من طريق آخر عن أنس وسنده صحيح(تعليق ابنِ خزيمة، تحت رقم الحديث ٢٠٦٣)

[2] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، وفيه من لم أعرفه(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٤٨٨٧)

وقال الألباني: إسناده ضعيف ...لكن يبدو أن الحديث صحيح فإنه من الطريق الآتية رجاله ثقات رجال الشيخين غير محمد بن محرز ولعله التميمي جار أحمد بن حنبل قال الدارقطني: سمع عيسى بن يزيد بن دأب سمع منه عبد الله أحمد بن حنبل كما في تاريخ بغداد ٣/٢٨٧ ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا(حاشية صحيح ابنِ خزيمة)

www.idaraghufran.org

كُنْتُ أَشْهَدُ ابْنَ عَبَّاسٍ عِنْدَ الْفِطْرِ فِيْ رَمَضَانَ، فَكَانَ يُوضَعُ طَعَامُهُ، ثُمَّ يَأْمُرُ مُرَاقِبًا يُرَاقِبُ الشَّمْسَ، فَإِذَا قَالَ: وَجَبَتْ قَالَ: كُلُوْا قَالَ: ثُمَّ كُنَّا نُفْطِرُ قَبْلَ الصَّلَاةِ (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۷۵۹۷، كتاب الصيام، باب تعجيل الفطر)

ترجمہ: میں رمضان میں افطار کے وقت حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوتا تھا، تو آپ کا کھانا لگا دیا جاتا تھا، پھر آپ دیکھنے والے کو حکم دیتے تھے کہ وہ سورج کو دیکھے (کہ غروب ہو چکا ہے، یا نہیں) پھر جب وہ کہتا تھا کہ سورج غروب ہو گیا ہے، تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ کھاؤ، حضرت ابو رجاء کہتے ہیں کہ ہم نماز سے پہلے افطار کیا کرتے تھے (عبدالرزاق)

مذکورہ احادیث وروایات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کئی صحابۂ کرام کا عمل مغرب کی نماز سے پہلے افطار فرمانے کا ثابت ہوا، اگر روزہ نہ ہو، لیکن بھوک لگی ہو، اور نماز کا وقت ہو، اس کو بھی یہ حکم شامل ہے، اور دیگر احادیث کے مطابق ہے، لہٰذا اسی کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ البتہ اگر کوئی اتفاق سے، یا کسی عذر و مجبوری سے مغرب کی نماز کے بعد افطار کرے، تو تب بھی کوئی گناہ نہیں اور اس سے روزہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ [1]

---

[1] حدثنا عبد الأعلى ، عن معمر ، عن الزهرى ، عن حميد بن عبد الرحمن ؛ أن عمر وعثمان كانا يصليان المغرب إذا رأيا الليل ، وكانا يفطران قبل أن يصليا(مصنف ابن أبى شيبة، رقم الحديث ۹۸۸۵، كتاب الصيام، باب من كان يحب أن يفطر قبل أن يصلى)

عن حميد بن عبد الرحمن بن عوف أنه أخبره :أن عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان كانا يصليان المغرب حين ينظران الليل الأسود قبل أن يفطروا ثم يفطران بعد الصلاة فى رمضان . قال محمد :وهذا كله واسع فمن شاء أفطر قبل الصلاة ومن شاء أفطر بعدها وكل ذلك لا بأس به (موطأ رواية محمد بن الحسن، رقم الرواية ۳۶۴، ابواب الصيام، باب تعجيل الإفطار، مسند الشاميين للطبرانى، رقم الحديث ۳۰۷۰)

(وعن أنس قال :كان النبى -صلى الله عليه وسلم -يفطر) أى فى صيامه (قبل أن يصلى) أى المغرب، وفيه إشارة إلى كمال المبالغة فى استحباب تعجيل الفطر، وأما ما صح أن عمر وعثمان -

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پھر افطار کی حقیقت روزہ کی پابندی ختم ہونے کی ہے، جس میں کھجور کا کھالینا، پانی کا پی لینا، یا کسی اور چیز کا کھالینا سب داخل ہے۔ [1]

اور یہ سمجھنا درست نہیں کہ احادیث سے نماز سے پہلے صرف کھجور، یا پانی سے ہلکا پھلکا افطار کرنا تو ثابت ہے، لیکن مزید کچھ کھانا پینا ثابت نہیں، اس لئے ہلکا پھلکا افطار کرنے کے بعد، مغرب کی نماز سے پہلے مزید کھانا، پینا خلافِ سنت ہے، کیونکہ متعدد احادیث میں نماز سے پہلے، کھانا کھانے کا صراحتاً بھی ذکر آیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رضی الله عنهما -كانا برمضان يصليان المغرب حين ينظران إلى الليل الأسود ثم يفطران بعد الصلاة فهو لبيان جواز التأخير لئلا يظن وجوب التعجيل، ويمكن أن يكون وجهه أنه -صلى الله عليه وسلم -كان يفطر في بيته ثم يخرج إلى صلاة المغرب، وأنهما كانا في المسجد ولم يكن عندهما تمر ولا ماء، أو كانا غير معتكفين، ورأيا الأكل والشرب لغير المعتكف مكروهين، لكن إطلاق الأحاديث ظاهر في استثناء حال الإفطار، والله أعلم (مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۳۸۵، كتاب الصوم، باب في مسائل متفرقة، الفصل الثاني)

وتعجيل الافطار افضل فيستحب ان يفطر قبل الصلاة (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱ ص ۲۰۰، كتاب الصوم، الباب الثالث)

ويستحب الافطار قبل الصلاة (حاشية الطحطاوی علی المراقی، ص ۶۸۳، كتاب الصوم، فصل فيما يكره للصائم)

[1] یہی وجہ ہے کہ احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عید کی نماز کے لئے جانے سے پہلے کھجور کھالینے کو بھی افطار کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ حقیقی افطار مراد نہیں، بلکہ مطلق کھانا مراد ہے، بلکہ بعض روایات میں روزہ دار کے غروب کے بعد حقِ زوجیت ادا کر لینے کو بھی افطار سے تعبیر کیا گیا ہے۔

عن أنس بن مالك، أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يفطر على تمرات يوم الفطر قبل أن يخرج إلى المصلى: هذا حديث حسن غريب صحيح (سنن الترمذي، رقم الحديث ۵۴۳، باب في الأكل يوم الفطر قبل الخروج)

عن أنس بن مالك قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفطر على تمرات ثم يغدو (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۲۸۱۳)

قال شعيب الارنؤوط: رجاله ثقات (حاشية ابن حبان)

عن محمد بن سيرين، قال: ربما أفطر ابن عمر على الجماع (المعجم الكبير للطبراني، ج۱۲ ص ۲۶۹، رقم الحديث ۱۳۰۸۰)

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير، وإسناده حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۴۸۹۰، باب على أي شيء يفطر)

Idara Ghufran

رمضان میں افطار کی وجہ سے مغرب کی نماز تاخیر سے پڑھنا

جس طرح روزہ افطار کرنے کا وقت سورج غروب ہونے پر ہوجاتا ہے، اسی طرح مغرب کی نماز کا وقت بھی سورج کے غروب ہونے پر شروع ہوجاتا ہے۔

اوراحادیث میں عام حالات میں مغرب کی نماز کو جلد از جلد اداء کرنے کی ترغیب آئی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، نیز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مغرب کی نماز غروب ہونے کے بعد بلاتاخیر اور بالخصوص زمین پر اندھیرا چھا جانے اور ستاروں کے طلوع وظہور سے پہلے اداء کرنے کی ترغیب وفضیلت ثابت ہے۔

اور تاروں کے خوب چٹکنے اور چمکنے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھ لینے میں خیر بتلائی گئی ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ [1]

لیکن رمضانُ المبارک میں چونکہ مغرب کی نماز اور روزہ افطار کرنے کا وقت ایک ساتھ شروع ہوتا ہے، اور افطار کے وقت کھانے کی طرف رغبت وطلب ہوتی ہے، اور افطار کئے بغیر نماز پڑھنے کی صورت میں عموماً نماز کا خشوع کمزور، یا فوت ہوجاتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افطار کے بعد نماز کا ثبوت ملتا ہے، اس لئے زیادہ مناسب طریقہ یہی ہے۔

کئی احادیث سے نماز سے پہلے افطار کرنے اور کھانا کھانے، بالخصوص بھوک لگنے اور کھانا تیار ہونے کی صورت میں پہلے کھانے سے فراغت کا حکم ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَلَيْـهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ وَأَحَدُكُمْ صَائِمٌ فَلْيَبْدَأْ بِالْعَشَاءِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوْا عَنْ

---

[1] وأجمع كل من نحفظ عنه من أهل العلم على أن التعجيل بصلاة المغرب أفضل وكذلك نقول(الاوسط لابن المنذر،تحت رقم الحديث ١٠٣١ ،كتاب المواقيت)

عَشَائِكُمْ(صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۲۰۶۸، ج۵ص ۴۲۲، کتاب الصلاة، باب فرض الجماعة والاعذار التی تبیح ترکھا، المعجم الاوسط، رقم الحدیث ۵۰۷۵) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کھڑی کردی جائے، اور تم میں سے کوئی روزہ سے ہو، تو اُسے چاہئے کہ مغرب کی نماز سے پہلے کھانا کھالے، اور تم نماز کو اپنے کھانے سے پہلے نہ پڑھو (ابنِ حبان، طبرانی)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے شاگرد، حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ أَحْيَانًا نَلْقَاهُ، وَهُوَ صَائِمٌ، فَيُقَدَّمُ لَهُ الْعَشَاءُ، وَقَدْ نُودِيَ بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ، ثُمَّ تُقَامُ، وَهُوَ يَسْمَعُ - يَعْنِي الصَّلَاةَ - فَلَا يَتْرُكُ عَشَاءَهُ، وَلَا يَعْجَلُ حَتّٰى يَقْضِيَ عَشَاءَهُ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيَ، وَيَقُولُ: إِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: لَا تَعْجَلُوا عَنْ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح .العباس بن أبي طالب :هو العباس بن جعفر بن عبد الله، ثقة، ومن فوقه من رجال الصحيح(حاشية صحيح ابن حبان)

وقال الهيثمي: قلت :هو في الصحيح خلا قوله " :وأحدكم صائم ."رواه الطبراني في الأوسط ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۲۱۹۱، باب الأعذار في ترك الجماعة)

وقال الالبانی:

وقال الطبراني : "لم يقل في هذا الحديث" :وأحدكم صائم فليبدأ بالعشاء قبل صلاة المغرب "إلا عمرو بن الحارث، تفرد به موسى بن أعين ."قلت :كلاهما ثقة من رجال الشيخين، فلا يضر تفردهما، لا سيما والذين شاركوهم في رواية أصل الحديث قد رووه بألفاظ متقاربة، يزيد بعضهم على بعض في "الصحيحين "وغيرهما، وأقربهم ابن وهب قال :أخبرني عمرو عن ابن شهاب بتمامه نحوه؛ إلا أنه لم يقل" :وأحدكم صائم ."أخرجه مسلم ۲/ ۷۲ .وتابعه أيضاً بكر بن مضر عن عمرو بن الحارث به.أخرجه أبو عوانة ۲/ ۱٦ . وتابع عمراً :عقيل عن ابن شهاب به نحوه.أخرجه البخاري ٦۷۲ .يضاف إلى ما سبق أن هذه الزيادة" :وأحدكم صائم "لا تنافي الروايات الأخرى، لأنها بإطلاقها وشمولها تشمل الصائم وغيره؛ كما هو ظاهر، بل الصائم هو أولى بهذه الرخص من غير الصائم، كما هو ظاهر .والله أعلم (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۳۹٦۴)

www.idaraghufran.org

عَشَائِكُمْ إِذَا قُدِّمَ إِلَيْكُمْ (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ٢١٨٩، كتاب الصلاة، باب اذا قرب العشاء و نودى بالصلاة، الاوسط لابن المنذر، رقم الحديث ١٩١٤)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ ہم سے بعض اوقات روزہ کی حالت میں ملاقات کرتے تھے، پھر آپ کے لئے (افطار کے وقت) شام کا کھانا پیش کیا جاتا تھا، اور مغرب کی نماز کی اذان ہو چکتی تھی، پھر نماز کھڑی بھی ہو جاتی تھی، اور آپ نماز کی آواز سُن رہے ہوتے تھے، مگر آپ اپنا کھانا نہیں چھوڑتے تھے، اور نماز کے لئے جلدی نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ کھانا نہ کھالیں، پھر تشریف لے جا کر نماز پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے سامنے جب شام کا کھانا پیش کر دیا جائے، تو تم (نماز کے لئے) جلدی نہ کرو (عبدالرزاق)

ان احادیث وروایات کا مضمون اُن احادیث کے مطابق ہے، جن میں بھوک لگنے کی حالت میں کھانا تیار ہونے کی صورت میں پہلے کھانے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ روزہ افطار کرنے کے وقت بھی عموماً بھوک لگی ہوئی ہوتی ہے، اور کھانے کی طلب ہوتی ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قُدِّمَ الْعَشَاءُ فَابْدَءُ وْا بِهٖ قَبْلَ أَنْ تُصَلُّوْا صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَائِكُمْ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٦٧٢، كتاب الاذان، باب: إذا حضر الطعام وأقيمت الصلاة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کھانا پیش کر دیا جائے، تو تم مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے کھانا کھالو، اور کھانے سے پہلے تم نماز میں جلدی نہ کرو (بخاری)

اور صحیح بخاری میں ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ: إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَأُقِيْمَتِ

الصَّلَاةُ، فَابْدَءُ وْا بِالْعَشَاءِ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ٦٧١، کتاب الأذان، باب: إذا حضر الطعام وأقيمت الصلاة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب شام کا کھانا تیار ہوجائے، اور نماز کھڑی کردی جائے، تو تم پہلے کھانا کھالو (بخاری)

اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَالْعَشَاءُ فَابْدَءُ وْا بِالْعَشَاءِ (مسند احمد رقم الحدیث ١٦٥٢١) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز تیار ہو اور کھانا بھی تیار ہو، تو تم پہلے کھانا کھاؤ (مسنداحمد)

اور حضرت اِم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، وَحَضَرَ الْعَشَاءُ، فَابْدَؤُوْا بِالْعَشَاءِ (مسند احمد، رقم الحدیث ٢٦٥٨٩) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب نماز تیار ہو، اور کھانا حاضر ہوجائے، تو تم پہلے کھانا کھاؤ (مسنداحمد)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا يُصَلّٰى بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ، وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ٨٩، کتاب الطهارة، باب أيصلي الرجل وهو حاقن؟) [3]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لضعف أيوب بن عُتبة: وهو اليمامي، وبقية رجاله ثقات رجال الصحيح (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

[3] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، رجاله ثقات (حاشية سنن ابی داؤد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کھانا حاضر ہوجائے، تو نماز نہ پڑھی جائے، اور نہ اس حال میں (نماز پڑھی جائے) کہ وہ پیشاب، پاخانہ کے تقاضے کو دبا رہا ہو (ابوداؤد)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ:

إِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ، وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٥٦٠ "٦٧" كتاب الصلاة، باب لا صلاة بحضرة طعام ولا وهو يدافعه الأخبثان)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کھانا حاضر ہونے پر نماز نہیں ہے، اور نہ اس حال میں (نماز ہے) کہ وہ پیشاب، پاخانہ کے تقاضے کو دبا رہا ہو (صحیح مسلم)

اور صحیح بخاری میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ، فَابْدَءُوْا بِالْعَشَاءِ وَلَا يَعْجَلْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ.

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ: يُوْضَعُ لَهُ الطَّعَامُ، وَتُقَامُ الصَّلَاةُ، فَلَا يَأْتِيْهَا حَتّٰى يَفْرُغَ، وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٦٧٣، كتاب الأذان، باب: إذا حضر الطعام وأقيمت الصلاة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے لیے شام کا کھانا رکھ دیا جائے، اور نماز کھڑی ہوجائے، تو تم پہلے کھانا کھاؤ، اور کھانے سے فارغ ہونے سے قبل نماز کی جلدی نہ کرو، اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا کھانا لگا دیا جاتا تھا، اور نماز کھڑی ہوجاتی تھی، لیکن وہ کھانے سے فراغت سے قبل نماز کے لیے نہیں آتے تھے، دراں حالیکہ وہ امام کی قرائت کو سن رہے ہوتے تھے (بخاری)

اور حضرت ابُو المَلیح سے روایت ہے کہ:

كُنَّا مَعَ أَبِیْ بَكْرٍ وَقَدْ خَرَجَ لِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَأَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَتُلُقِّيَ بِقَصْعَةٍ فِيهَا ثَرِيْدٌ وَلَحْمٌ ، فَقَالَ: اِجْلِسُوْا فَكُلُوْا فَإِنَّمَا صُنِعَ الطَّعَامُ لِيُؤْكَلَ ، فَأَكَلَ ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَغَسَلَ أَطْرَافَ أَصَابِعِهٖ وَمَضْمَضَ وَصَلّٰى (مصنف ابن ابی شیبة، رقم الحدیث ۸۰۰۴ ،کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ والعشاء یحضران بأیھما یبدأ)

ترجمہ: ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اور آپ مغرب کی نماز کے لیے نکل چکے تھے، اور مؤذن نے اذان دے دی تھی، تو آپ کو ایک پیالہ میں ثرید اور گوشت پیش کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ کھاؤ، پس کھانے کو اس لیے تیار کیا گیا ہے، تاکہ اسے کھایا جائے، پھر وہ کھانا کھایا، پھر پانی منگایا، اور اپنی انگلیوں کے کناروں کو دھویا، اور کلی کی، اور نماز پڑھی (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

مِنْ فِقْهِ الْمَرْءِ إِقْبَالُهُ عَلٰى حَاجَتِهٖ حَتّٰى يُقْبِلَ عَلٰى صَلَاتِهٖ وَقَلْبُهُ فَارِغٌ

(صحیح البخاری، ج ۱ ص ۱۳۵ ، کتاب الاذان، باب إذا حضر الطعام وأقیمت الصلاۃ)

ترجمہ: آدمی کے فقہ (وسمجھداری) کی نشانی میں سے یہ بات ہے کہ وہ اپنی (کھانے پینے وغیرہ کی) حاجت کی طرف متوجہ ہو، اپنی نماز کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے، تاکہ اس کا دل (نماز اور اس کے خشوع کے لئے) فارغ ہو

(بخاری)

مطلب یہ ہے کہ کھانے وغیرہ کی ضرورت سے فارغ ہو کر اس حال میں نماز پڑھنا کہ دل کھانے وغیرہ کی طرف متوجہ نہ ہو، یہ آدمی کے تفقہ اور سمجھدار ہونے کی نشانی ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مثلاً بھوک لگی ہوئی ہو، اور کھانا تیار ہو، تو نماز میں صحیح خشوع

حاصل نہیں ہوتا، اس لئے ایسی صورت میں کھانے کے تقاضے سے فارغ ہوکر نماز پڑھنے کو فقہ اور سمجھداری کی علامت بتلایا گیا۔ [1]

مذکورہ اور اس جیسی احادیث وروایات کی روشنی میں بہت سے فقہائے کرام نے فرمایا کہ جب بھوک لگی ہو، اور کھانا تیار ہو، اور کھانے سے فراغت پا کر بھی نماز قضاء نہ ہوتی ہو، تو پہلے کھانے سے فراغت پالینا بہتر اور ایسی حالت میں نماز میں مشغولی مکروہ ہے، بلکہ ایسی صورت میں جماعت کی نماز ترک کرنے کی بھی گنجائش ہے۔ [2]

---

[1] وقال الفاكهانى: ينبغى حمله على العموم نظرا إلى العلة وهى التشويش المفضى إلى ترك الخشوع، وذكر المغرب لا يقتضى حصرا فيها لأن الجائع غير الصائم قد يكون أشوق إلى الأكل من الصائم .انتهى .وحمله على العموم إنما هو بالنظر إلى المعنى إلحاقا للجائع بالصائم وللغداء بالعشاء لا بالنظر إلى اللفظ الوارد (فتح البارى لابنِ حجر، ج٢ص ١٦٠، كتاب الأذان، قوله باب إذا حضر الطعام وأقيمت الصلاة)

(إذا أقيمت الصلاة وحضر العشاء) كسماء ما يؤكل عند العشاء والمراد بحضوره وضعه بين يدى الآكل أو قرب حضوره لديه وقد تاقت نفسه له (فابدؤوا) ندبا (بالعشاء)إن إتسع الوقت فيأكل لقيمات يكسر بها حدة الجوع على وجه لكن الأصح يأكل حاجته وذلك لما فى تركه من فوت الخشوع أو كماله (فيض القدير للمناوى، ج ١ ص ٢٩٥ ،تحت رقم الحديث ٤٧٣، حرف الهمزة)

[2] وألحق الشافعية والحنابلة بذلك من تاقت نفسه إلى طعام أو شراب، لأنه فى معناه .قالوا: فيبدأ بالخلاء ليزيل ما يدافعه من بول أو غائط أو ريح، ويبدأ -أيضا -بما تاق إليه من طعام أو شراب، ولو فاتته الجماعة، لما روى البخارى :كان ابن عمر يوضع له الطعام، وتقام الصلاة، فلا يأتيها حتى يفرغ، وإنه ليسمع قراءة الإمام .إلا إذا ضاق الوقت فلا تكره الصلاة على هذه الحال، بل يجب فعلها قبل خروج وقتها فى جميع الأحوال(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٧، ص ١١٠، مادة "صلاة"حرف الصاد)

والعمل على هذا عند أهل العلم من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم، منهم :أبو بكر، وعمر، وابن عمر :أنه يبدأ بالعشاء وإن فاتته الجماعة، وكان ابن عمر يوضع له الطعام، وتقام الصلاة، فلا يأتيها حتى يفرغ، وإنه يسمع قراءة الإمام(شرح السنه للبغوى، ج٣ص ٣٥٥، تحت رقم الحديث ٨٠٠، كتاب الصلاة، باب البداءة بالطعام إذا حضر وإن أقيمت الصلاة)

وكذا إذا حضر العشاء وأقيمت صلاة العشاء ونفسه تتوق إليه وكذا إذا حضر الطعام فى غير وقت العشاء ونفسه تتوق إليه اهـ(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ١ ،ص٣٦٧، كتاب الطهارة،صفة الإمامة فى الصلاة)

أما لو حضر الطعام وخاف ذهاب لذته لو اشتغل بالسنة البعدية فإنه يتناوله ثم يصليها لأن ذلك عذر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر رمضان کے مہینے میں اذان کے بعد کچھ تاخیر سے نماز پڑھی جائے، اور کچھ تاخیر سے جماعت کھڑی کی جائے، تاکہ اعتدال کے ساتھ افطار کر کے لوگ نماز و جماعت میں شریک ہوسکیں، اور خشوع کے ساتھ نماز اداء کرسکیں، تو اس میں نہ صرف یہ کہ کوئی حرج نہیں، بلکہ اس کی فضیلت زیادہ ہے۔

مغرب کی نماز کا مستحب وافضل وقت

احادیث وروایات میں مغرب کی نماز کو جلدی پڑھنے اور خاص طور پر، ستاروں کے ظہور وطلوع سے پہلے پہلے پڑھ لینے کی ترغیب آئی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عام حالات میں معمول بھی مغرب کی نماز اتنی جلدی پڑھنے کا تھا کہ نماز سے فارغ ہوکر زمین پر روشنی موجود ہوا کرتی تھی۔

چنانچہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ (بخاری، رقم الحديث ٥٦١، كتاب مواقيت الصلاة، باب وقت المغرب)

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے، جب سورج پردے میں غائب (یعنی غروب) ہوجاتا تھا (بخاری)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی ترک الجماعة، ففی تأخير السنة أولى إلا إذا خاف فوتها بخروج الوقت فإنه يصليها ثم يأكل، هذا ما ظهر لى (رد المحتار على الدر المختار، ج٢، ص٢٠، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

ويكره الشروع فيها بحضرة طعام يميل طبعه إليه، لقوله صلى الله عليه وسلم لا صلاة بحضرة الطعام، ولا وهو يدافعه الأخبثان. رواه مسلم. وأما ما فى أبى داود: ولا تؤخر الصلاة لطعام ولا لغيره. فمحمول على تأخيرها عن وقتها لصريح قوله عليه الصلاة والسلام: إذا وضع عشاء أحدكم، وأقيمت الصلاة، فابدؤا بالعشاء ولا يعجل حتى يفرغ عنه. رواه الشيخان، وفى رواية: إذا قدم العشاء فابدؤا به قبل أن تصلوا صلاة المغرب، ولا تعجلوا عن عشائكم (فتح باب العناية بشرح النقاية، لعلى بن سلطان محمد القارى، ج١، ص٣٠٩، كتاب الصلاة، فصل فى مكروهات الصلاة، الناشر: دار الأرقم بن أبى الأرقم – بيروت، الطبعة: الأولى، 1418هـ – 1997م)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ الْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَتَوَارَتْ بِالْحِجَابِ(صحيح مسلم،رقم الحديث ٦٣٦"٢١٦" كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب بيان أن أول وقت المغرب عند غروب الشمس)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے، جب سورج غروب ہوجاتا تھا، اور پردے میں (یعنی اُفق کے نیچے) چھپ جاتا تھا(مسلم)

اور ایک روایت میں پوری وضاحت اس طرح سے آئی ہے:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ سَاعَةَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ إِذَا غَابَ حَاجِبُهَا (سنن ابى داؤد، رقم الحديث ٤١٧، كتاب الصلاة، باب فى وقت المغرب، مسند احمد، رقم الحديث ١٦٥٣٢) [۲]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز سورج غروب ہوجانے کے وقت پڑھا کرتے تھے، جبکہ سورج کا کنارہ غائب ہوجاتا تھا(ابوداؤد)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد جلدی پڑھا کرتے تھے۔

اس قسم کی اور بھی متعدد احادیث ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت اور معمول سورج غروب ہونے کے بعد بلا تاخیر جلدی نماز پڑھنے کا تھا۔ [۳]

---

[۱] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية سنن ابى داؤد)
وقال ايضاً:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

[۳] قلت :قوله " :توارت "يعني :توارت الشمس ، أي :غربت ،كني من غير تصريح اعتمادا على أفهام السامعين ، قال الله سبحانه وتعالى :حتى توارت بالحجاب (شرح السنة للبغوى ج٢ص ٢١٥ ،كتاب الصلاة ، باب تعجيل المغرب)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نُصَلِّى الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۵۵۹، كتاب مواقيت الصلاة ، باب وقت المغرب، صحيح مسلم، رقم الحديث ۶۳۷"۲۱۷")

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مسجدِ نبوی میں) مغرب کی نماز پڑھتے تھے، پھر ہم میں سے کوئی لوٹ کر جاتا، تو وہ اپنے تیر کے گرنے کی (نشان والی) جگہوں کو دیکھ لیتا تھا (بخاری، مسلم)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ:

أَنَّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ مَعَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَرْجِعُونَ إِلٰى أَهَالِيهِمْ إِلٰى أَقْصَى الْمَدِينَةِ يَرْمُونَ وَيُبْصِرُونَ مَوَاقِعَ سِهَامِهِمْ (سنن النسائى ، رقم الحديث ۵۲۰، كتاب المواقيت، باب تعجيل المغرب)

ترجمہ: وہ لوگ، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے اور پھر مدینہ کے کنارے (پر واقع) اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتے تھے، تو وہ تیر پھینکتے اور تیروں کے گرنے کی جگہوں کو دیکھ لیا کرتے تھے (نسائی)

بعض انصار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ان الفاظ میں روایت ہے کہ:

أَنَّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَنْطَلِقُونَ يَتَرَامَوْنَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِمْ مَوَاقِعُ سِهَامِهِمْ ، حَتّٰى يَأْتُونَ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وهـذا كـلـه يـدل على المبادرة بها عند غروب الشمس .وقـال ابن خواز بنداذ :إن الأمـصـار كلها بـأسـرها لم يزل المسلمون على تعجيل المغرب فيها ، ولا نعلم أحدًا أَخَّرَ إقامتها فى مسجد جماعة عن غروب الشمس ، وفى هذا ما يكفى مع العمل بالمدينة على تعجيلها(شرح صحيح بخارى لابن البطال ، ج۲ص۱۸۷ ،كتاب مواقيت الصلاة ، باب وقت المغرب)

وقـد تواترت الآثار عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه كان يصلى المغرب إذا تواترت الشمس بالحجاب(شرح معانى الآثار، ج ۱ ص ۱۵۳ ، كتاب الصلاة ، باب مواقيت الصلاة)

دِيَارَهُمْ فِيْ أَقْصَى الْمَدِيْنَةِ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۶۴۱۶، ورقم الحديث ۱۶۴۱۵) لے

ترجمہ: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے، پھر نماز کے بعد جا کر تیراندازی کرتے تھے، اور ان پر ان کے تیروں کے گرنے کی جگہ مخفی نہیں ہوتی تھی (بلکہ نظر آ رہی ہوتی تھی) یہاں تک کہ وہ مدینہ کے آخری حصہ میں اپنے گھروں کو پہنچتے تھے (مسند احمد)

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ نَأْتِيْ بَنِيْ سَلِمَةَ، وَنَحْنُ نُبْصِرُ مَوَاقِعَ النَّبْلِ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۵۰۹۶) ۲

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مسجدِ نبوی میں) مغرب کی نماز پڑھتے تھے، پھر ہم بنی سلمۃ (محلّہ) میں آتے تھے، اور ہم تیر گرنے کی جگہوں کو دیکھ لیا کرتے تھے (مسند احمد)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ نَرْجِعُ إِلٰى مَنَازِلِنَا، وَهِيَ مِيْلٌ، وَأَنَا أُبْصِرُ مَوَاقِعَ النَّبْلِ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۴۹۷۱) ۳

لے قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لجهالة حال على بن بلال الليثى (حاشية مسند احمد)

۲ قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير القعقاع بن حكيم (حاشية مسند احمد)

۳ قال الهيثمى: رواه أحمد والبزار وأبو يعلى عن عبدالله بن محمد بن عقيل وهو مختلف فى الاحتجاج به وقد وثقه الترمذى واحتج به أحمد وغيره (مجمع الزوائد، ج ۱ ص ۳۱۰، تحت رقم الحديث ۱۷۲۷، باب وقت المغرب)

وقال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن، عبد الله بن محمد بن عقيل يعتبر به فى المتابعات والشواهد، فيُحسَن حديثه، ومَن دونه ثقات من رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مسجدِ نبوی میں) مغرب کی نماز پڑھتے تھے، پھر اپنے گھروں کو لوٹتے تھے، جو کہ ایک میل کے فاصلے پر تھے، اور میں تیر گرنے کی جگہ کو دیکھ لیا کرتا تھا (مسند احمد)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ وَيُصَلِّيْ مَعَهُ رِجَالٌ مِنْ بَنِيْ سَلِمَةَ وَهُمْ يُبْصِرُوْنَ مَوَاقِعَ النَّبْلِ (المعجم الكبير للطبراني، ج ۱۹ ص ۶۲، رقم الحديث ۱۱۵) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز پڑھاتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بنی سلمہ کے لوگ نماز پڑھتے تھے، اور وہ (اپنے یہاں لوٹ کر) تیر کے نشانوں کو دیکھ لیا کرتے تھے (طبرانی)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں موجودہ مصنوعی روشنیوں کا وجود نہیں تھا۔

اور اس زمانہ میں مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر ایسی روشنی کا موجود ہونا کہ جس میں تیروں کے گرنے اور لگنے کی جگہ نظر آ رہی ہو، یہ اسی وقت ممکن ہے، جبکہ مغرب کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد جلد اداء کی جائے۔ [۲]

---

[۱] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير وقال هكذا رواه يونس عن ابن شهاب عن ابن كعب أخبرني رجل، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۷۳۴، باب وقت المغرب)

[۲] اس سے بعض اہلِ تشیع کے اس نظریہ کی بھی تردید ہوگئی کہ مغرب کی نماز تاخیر سے پڑھنی چاہئے۔

(قال: كنا نصلي المغرب مع رسول الله صلى الله عليه وسلم) : أي: جماعة (فينصرف أحدنا) : أي: من الصلاة (وإنه) : أي: والحال أن أحدنا (ليبصر) : أي: بعد الانصراف (مواقع نبله) : بفتح النون وسكون الموحدة أي: مساقط سهمه .قال الطيبي: يعني يصلي المغرب في أول الوقت بحيث لو رمى سهم يرى أين سقط .قلت: ولا خلاف في استحباب تعجيل المغرب عند الفقهاء (مرقاة المفاتيح، ج۲ ص ۵۲۹، كتاب الصلاة، باب تعجيل الصلوات)

ومقتضاه المبادرة بالمغرب في أول وقتها بحيث أن الفراغ منها يقع والضوء باق (فتح الباري لابنِ حجر، ج۲ ص ۴۱، كتاب مواقيت الصلاة، باب وقت المغرب)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ عام حالات واوقات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے مغرب کی نماز پڑھ لینے کے بعد بھی زمین پر اتنی روشنی موجود ہوتی تھی کہ زمین پر تیروں کے گرنے کے نشانات دیکھے جاسکتے تھے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، يَقُوْلُ: صَلُّوْا صَلَاةَ الْمَغْرِبِ مَعَ سُقُوْطِ الشَّمْسِ بَادِرُوْا بِهَا طُلُوْعَ النَّجْمِ (المعجم الكبير للطبراني ،رقم الحديث ٤٠٥٨) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومعنى الحديث أنه: يبكر بالمغرب فى أول وقتها بمجرد غروب الشمس حتى ينصرف أحدنا ويرمى النبل عن قوسه، ويبصر موقعه لبقاء الضوء.

ذكر ما يستفاد منه: دل الحديث المذكور على أنه صلى الله عليه وسلم صلى المغرب عند غروب الشمس وبادر بها بحيث إنه لما فرغ منها كان الضوء باقيا، وهو مذهب الجمهور .(عمدة القارى للعينى ،ج٥ص٥٥،كتاب مواقيت الصلاة، باب وقت المغرب)

معناه :أنه يبكر بها فى أول وقتها بمجرد غروب الشمس ، حتى ننصرف ويرمى أحدنا النبل عن قوسه ويبصر لبقاء الضوء .وفى هذين الحديثين أن المغرب تعجل عقب غروب الشمس وهذا مجمع عليه .وقد حكى عن الشيعة فيه شىء لا التفات إليه ولا أصل له .وأما الأحاديث السابقة فى تأخير المغرب إلى قريب سقوط الشفق فكانت لبيان جواز التأخير ، كما سبق إيضاحه ؛ فإنها كانت جواب سائل عن الوقت ، وهذان الحديثان إخبار عن عادة رسول الله صلى الله عليه وسلم المتكررة التى واظب عليها إلا لعذر فالاعتماد عليها .والله أعلم (شرح النووى على مسلم، ج٥ص١٣٦ ، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب بيان ان اول وقت المغرب عند غروب الشمس)

[1] قال الهيثمى: رواه أحمد عن يزيد بن أبى حبيب عن رجل عن أبى أيوب ، وبقية رجاله ثقات .ورواه الطبرانى عن يزيد بن أبى حبيب عن أسلم أبى عمران عن أبى أيوب ورجاله موثقون(مجمع الزوائد ج ١ ص ٣١٠، تحت رقم الحديث ١٧٣١ ، باب وقت المغرب)

وقال الالبانى:رواه الطبرانى (رقم ٤٠٥٨ـو ٤٠٥٩)من طريقين عن يزيد بن أبى حبيب حدثنى أسلم أبو عمران أنه سمع أبا أيوب عن النبى صلى الله عليه وسلم مرفوعا.

قلت :وهذا إسناد صحيح رجاله ثقات(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٩١٥)

وقال المناوى:(صلوا صلاة المغرب مع سقوط الشمس) أى عقب تمام غروب القرص (بادروا بها (طلوع النجم) أى ظهوره للناظرين لضيق وقتها (طب عن أبى أيوب) الأنصارى بإسناد صحيح أو حسن(التيسير بشرح الجامع الصغير،ج٢ص٩٢، حرف الصاد)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم مغرب کی نماز، سورج غروب ہونے کے ساتھ ہی پڑھو، مغرب کی نماز میں جلدی کرو، ستارے نظر آنے سے پہلے پہلے (طبرانی)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلُّوْا الْمَغْرِبَ لِفِطْرِ الصَّائِمِ، وَبَادِرُوْا طُلُوْعَ النُّجُوْمِ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٣٥٨٠) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب کی نماز، روزہ دار کے افطار کرنے کے وقت پڑھو، اور ستاروں کے نظر آنے سے پہلے پہلے جلدی اداء کرو (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ مغرب کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد بلا تاخیر پڑھنا سنت ومستحب ہے، اور طلوعِ نجم سے پہلے نمازِ مغرب کی مبادرت کا حکم استحبابی درجہ کا ہے۔ [2]

روزہ دار سورج غروب ہونے کے بعد بلا تاخیر افطار کیا کرتا ہے، لہٰذا اس وقت مغرب کی نماز پڑھنے کی مراد یہی ہے کہ مغرب کی نماز بھی غروب، یا اذان کے بعد بلا تاخیر پڑھنی چاہئے۔

فقہائے کرام نے فرمایا کہ عام حالات میں افضل یہ ہے کہ سورج غروب ہونے کے فوراً بعد

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، رجاله ثقات رجال الصحيح غير الرجل المبهم الذى يروى عن أبى أيوب، وهو أسلم بن يزيد أبو عمران كما جاء مسمًّى فيما سلف برقم (٢٣٥٢١) وهو ثقة من رجال "السنن". "ابن أبى ذئب": هو محمد بن عبد الرحمن بن المغيرة بن الحارث بن أبى ذئب القرشى.

وأخرجه الطيالسى (٦٠٠) عن ابن أبى ذئب، بهذا الإسناد. بلفظ: كان رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يصلى المغرب فِطرَ الصائم مبادرَةَ طلوع النجم.

وأخرجه ابن أبى شيبة (١/٣٢٩-٣٣٠) عن معاوية بن هشام، عن ابن أبى ذئب، عن أبى حبيبة! أنه بلغه عن أبى أيوب الأنصارى، فذكر الحديث. وسلف برقم (٢٣٥٢١) (حاشية مسند احمد)

[2] (بادروا) أى أسرعوا (بصلاة المغرب) أى بفعلها (قبل طلوع النجم) أى ظهور النجوم للناظرين فإن المبادرة بها مندوبة لضيق وقتها (فيض القدير للمناوى، ج٣ص١٩٣، تحت رقم الحديث ٣١١٥، حرف الباء الموحدة)

مغرب کی اذان دی جائے، اور اذان کے بعد کی مسنون دعاء، یا تین چھوٹی آیات پڑھنے کی مقدار کے بقدر وقفہ کرکے مغرب کی نماز کھڑی کی جائے۔

اور بعض فقہاء کے نزدیک مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان دونوں خطبوں کے درمیان کے مثل خفیف جلسہ کے بقدر فاصلہ مستحب ہے۔

اور اذان و اقامت کے درمیان دو رکعت پڑھنے کی مقدار کے برابر وقفہ کرنا افضل کے خلاف ہونے کے باوجود فی نفسہٖ جائز ہے، کیونکہ اس میں اگرچہ افضل درجہ کی کسی قدر خلاف ورزی پائی جاتی ہے، مگر کسی قسم کی کراہت وخرابی لازم نہیں آتی۔

اور اس سے زیادہ تاخیر کرنا بشرطیکہ تارے کثرت سے نہ چٹکنے اور چمکنے لگیں، اگرچہ کچھ ستارے ظاہر ہو جائیں، مکروہ تنزیہی ہے، کیونکہ اس میں احادیث میں مذکور جلدی کی ترغیب کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے۔ [1]

---

[1] (ذكر ما يستفاد منه) فيه جواز الصلاة بين كل أذانين يعنى بين الإقامة والأذان والحاصل أن الوصل بينهما مكروه لأن المقصود بالأذان إعلام الناس بدخول الوقت ليتأهبوا للصلاة بالطهارة فيحضروا المسجد لإقامة الصلاة وبالوصل ينتفى هذا المقصود ثم اختلف أصحابنا فى حد الفصل فذكر التمرتاشى فى جامعه أن المؤذن يقعد مقدار ركعتين أو أربع أو مقدار ما يفرغ الآكل من أكله والشارب من شربه والحاقن من قضاء حاجته وقيل مقدار ما يقرأ عشر آيات ثم يثوب ثم يقيم كذا فى المجتبى وفى شرح الطحاوى يفصل بينهما مقدار ركعتين يقرأ فى كل ركعة نحوا من عشر آيات وينتظر المؤذن للناس ويقيم للضعيف المستعجل ولا ينتظر رئيس المحلة وكبيرها.

وهذا كله إلا فى صلاة المغرب عند أبى حنيفة لأن تأخيرها مكروه فيكتفى بأدنى الفصل وهو سكتة يسكت قائما ساعة ثم يقيم (فإن قلت) ما مقدار السكتة عنده (قلت) قدر ما يتمكن فيه من قراءة ثلاث آيات قصار أو آية طويلة وروى عن أبى حنيفة مقدار ما يخطو ثلاث خطوات(عمدة القارى للعينى، ج۵ ص۱۳۸، كتاب الاذان، باب الاذان قبل الفجر)

وفى المغرب يقوم مقدار ما يقرأ ثلاث آيات(بدائع الصنائع، ج۱ ص۱۵۰، كتاب الصلاة، فصل بيان سنن الاذان)

ثم عند أبى حنيفة مقدار السكتة ما يقرأ ثلاث آيات قصار أو آية طويلة، وروى عنه أنه قال :مقدار ما يخطو ثلاث خطوات(المحيط البرهانى، ج۱ ص۳۴۶، كتاب الصلاة، باب الاذان، نوع آخر فى الفصل بين الاذان والاقامة)

(قوله :ويجلس بينهما إلا فى المغرب) أى ويجلس المؤذن بين الأذان والإقامة على وجه السنية

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے بعد عرض ہے کہ فلکی اعتبار سے سورج غروب ہونے کے بعد اس کے افق سے 6 ڈگری نیچے چلے جانے تک کی روشنی کو سول ٹیولائٹ (Civil Twilight) کہا جاتا ہے، اس روشنی میں شہری ماحول اور آبادی میں اشیاء کی تمیز کرنا، بلکہ تحریر اور اخبار کو پڑھنا ممکن ہوتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ سورج کے 6 ڈگری افق سے نیچے چلے جانے تک زمین پر غیر معمولی اندھیرا نہیں ہوتا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إلا فى المغرب فلا يسن الجلوس بل السكوت مقدار ثلاث آيات قصار أو آية طويلة أو مقدار ثلاث خطوات وهذا عند أبى حنيفة(البحرالرائق، ج ا ص ٢٧٥، كتاب الصلاة، باب الاذان)

(قوله يكره تنزيها)افاد ان المراد بالتعجيل ان لا يفصل بين الاذان والاقامة بغير جلسة او سكتة على الخلاف.وان ما فى القنيةمن استثناء التاخير القليل محمول على ما دون الركعتين ،وان الزائد على القليل الى اشتباك النجوم مكروه تنزيها وما بعده تحريما الا بعذر كما مر الخ(ردالمحتار ج ا ص ٣٦٩،كتاب الصلاة)

وأما إذا كان فى المغرب فالمستحب يفصل بينهما بسكتة يسكت قائما مقدار ما يتمكن من قرائة ثلاث آيات قصار .هكذا فى النهاية فقد اتفقوا على أن الفصل لا بد منه فيه أيضا .كذا فى العتابية.

واختلفوا فى مقدار الفصل فعند أبى حنيفة – رحمه الله – المستحب أن يفصل بينهما بسكتة يسكت قائما ساعة ثم يقيم، ومقدار السكتة عنده قدر ما يمكن فيه من قرائة ثلاث آيات قصار أو آية طويلة ،وعندهما يفصل بينهما بجلسة خفيفة مقدار الجلسة بين الخطبتين وذكر الإمام الحلوانى الخلاف فى الأفضلية حتى إن عند أبى حنيفة – رحمه الله – إن جلس جاز والأفضل أن لا يجلس وعندهما على العكس .كذا فى النهاية(الفتاوىٰ الهندية، ج ا ص٥٧، كتاب الصلاة، الباب الثانى، الفصل الثانى)

وأما إذا كان فى المغرب فقد اتفقوا على أن الفصل لا بد منه فيه أيضا لكنهم اختلفوا فى مقداره، فعند أبى حنيفة يستحب أن يفصل بينهما بسكتة قائما مقدار ما يتمكن فيه من قرائة ثلاث آيات قصار أو آية طويلة .وفى رواية عنه: مقدار ما يخطوا ثلاث خطوات ثم يقيم عندهما يفصل بينهما بجلسة خفيفة مقدار الجلسة بين الخطبتين، والوجه ما ذكر فى الكتاب وهو واضح (العناية شرح الهداية، ج ا ص ٢٤٦ ،كتاب الصلاة،باب الاذان)

صرح الفقهاء باستحباب الفصل بين الأذان والإقامة بصلاة أو جلوس أو وقت يسع حضور المصلين فيما سوى المغرب، مع ملاحظة الوقت المستحب للصلاة.

وتكره عندهم الإقامة للصلاة بعد الأذان مباشرة بدون هذا الفصل، وذلك لما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال لبلال :اجعل بين أذانك وإقامتك نفسا حتى يقضى المتوضء حاجته فى مهل، وحتى يفرغ الآكل من أكل طعامه فى مهل.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مغرب کی نماز کے بعد تیروں کے نشان کو پہچاننا، اس بات کی علامت ہے کہ عام حالات میں مغرب کی نماز سے فراغت سورج کے 6 ڈگری نیچے چلے جانے سے پہلے پہلے ہو جایا کرتی تھی۔

اور سورج کے افق سے 6 ڈگری نیچے چلے جانے کے بعد سے لے کر 12 ڈگری نیچے جانے تک کی روشنی کو ناٹیکل ٹیولائٹ (Nautical Twilight) کہا جاتا ہے، اس وقت میں سمندری راستوں پر سفر کرنے والوں کو معروف اور واضح ستارے نظر آنے لگتے ہیں، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وفی روایة :لیکن بین أذانک وإقامتک مقدار ما یفرغ الآکل من أکله، والشارب من شربه، والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجته.

ولأن المقصود بالأذان إعلام الناس بدخول الوقت لیتهیئوا للصلاة بالطهارة فیحضروا المسجد، وبالوصل ینتفی هذا المقصود، وتفوت صلاة الجماعة علی کثیر من المسلمین.

وقد ورد عن بعض الفقهاء تحدید مقدار الفصل بین الأذان والإقامة، فروی الحسن عن أبی حنیفة أن مقدار الفصل فی الفجر قدر ما یقرأ عشرین آیة، وفی الظهر قدر ما یصلی أربع رکعات، یقرأ فی کل رکعة نحوا من عشر آیات، وفی العصر مقدار ما یصلی رکعتین، یقرأ فی کل رکعة نحوا من عشر آیات .

أما فی المغرب :فقد اتفق الفقهاء علی تعجیل الإقامة فیها لحدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم : بین کل أذانین صلاة لمن شاء إلا المغرب لأن مبنی المغرب علی التعجیل، ولما روی أبو أیوب الأنصاری رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم أنه قال :لن تزال أمتی بخیر ما لم یؤخروا المغرب إلی اشتباک النجوم وعلی هذا یسن أن یکون الفصل بین الأذان والإقامة فیها یسیرا.

وللعلماء فی مقدار هذا الفصل الیسیر أقوال:

أ -قال أبو حنیفة والمالکیة :یفصل بین الأذان والإقامة فی المغرب قائما بمقدار ثلاث آیات، ولا یفصل بالصلاة، لأن الفصل بالصلاة تأخیر، کما لا یفصل المقیم بالجلوس، لأنه تأخیر للمغرب، ولأنه لم یفصل بالصلاة فبغیرها أولی.

ب -وقال أبو یوسف ومحمد :یفصل بجلسة خفیفة کالجلسة بین الخطبتین، وهو الراجح عند الشافعیة والحنابلة، ووجه قولهم أن الفصل مسنون ولا یمکن بالصلاة، فیفصل بالجلسة لإقامة السنة.

ج -وأجاز الحنابلة وبعض الشافعیة الفصل برکعتین بین الأذان والإقامة فی المغرب، أی أنهما لا یکرهان ولا یستحبان(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج٦ص١٥ ، ١٦ ، مادة "اقامة"حرف الألف)

سمندری راستوں کی قید سے مصنوعی روشنیوں اور آبادی کی آلودگیوں سے احتراز ہے، کیونکہ فضا کی آلودگی اور مصنوعی روشنیاں ستاروں کے نظر آنے میں مانع ہوتی ہیں۔

اور احادیث میں اسی وقت کو طلوعِ نجم سے تعبیر کیا گیا ہے، جس سے پہلے پہلے مغرب کی نماز مستحب ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ عام حالات میں مغرب کی نماز سورج کے 6 ڈگری نیچے چلے جانے سے پہلے پہلے پڑھ لینا، بلا کراہت جائز ہے۔

اور صحابۂ کرام کا معمول 6 ڈگری کے اندر اندر مغرب کی نماز پڑھ لینے کا تھا، اسی وجہ سے مغرب کی نماز کے بعد تیروں کے نشان معلوم کیے جاسکتے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوعِ نجم کے الفاظ سے بھی اسی بات کی تعبیر فرمائی ہے۔

اشتباکِ نجوم تک نمازِ مغرب کو مؤخر نہ کرنا

مگر مغرب کی نماز میں اتنی تاخیر نہ کی جائے کہ خوب اندھیرا ہوجائے، اور چھوٹے بڑے تارے اچھی طرح روشن ہوجائیں، کیونکہ احادیث میں اتنی تاخیر کرنے کو ناپسند کیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: لَا يَزَالُ أُمَّتِيْ بِخَيْرٍ أَوْ عَلَى الْفِطْرَةِ مَا لَمْ يُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَشْتَبِكَ النُّجُوْمُ

(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۶۸۵، ج ۱ ص ۳۰۳، کتاب الصلاۃ، باب فی مواقیت الصلاۃ؛ سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۱۸، مسند احمد، رقم الحدیث ۲۳۵۳۴) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ میری اُمت خیر، یا فطرت پر قائم رہے گی، جب تک کہ مغرب میں اتنی تاخیر نہ کرے گی

[1] قال الحاکم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه وله شاهد صحيح الاسناد.
وقال الذهبي: على شرط مسلم وله شاهد صحيح.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد وحاشية سنن ابی داؤد)

www.idaraghufran.org

کہ ستارے چمک جائیں (حاکم، ابوداؤد، مسند احمد)

اسی قسم کی حدیث حضرت عباس بن مطلب رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ ''اشتباکِ نجوم'' ہونے سے پہلے مغرب کی نماز اداء کر لینا خیر اور فطرت پر رہنے کی علامت ہے۔

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلٰى أَهْلِ الْأَمْصَارِ: أَنْ لَّا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمَسْبُوْقِيْنَ بِفِطْرِكُمْ، وَلَا الْمُنْتَظِرِيْنَ بِصَلَاتِكُمْ اِشْتِبَاكَ النُّجُوْمِ

(مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۲۰۹۳، كتاب الصلاة، باب وقت المغرب)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہر والوں کی طرف یہ لکھ کر بھیجا کہ تم اپنی افطار کو چھوڑنے (اور تاخیر کرنے والے) نہ ہوجانا، اور نہ اپنی نماز میں اتنا انتظار کرنے والے ہوجانا، جس میں تارے چمک جائیں (عبدالرزاق)

بعض روایات میں افطار کوٹالنے والے نہ ہوجانے کے الفاظ ہیں۔ [2]

مطلب یہ ہے کہ بلاعذر روزہ افطار کرنے اور مغرب کی نماز اداء کرنے میں اتنی تاخیر کرنا مناسب نہیں کہ جس میں اشتباکِ نجوم ہوجائے، اور بلاعذر اشتباکِ نجوم تک مغرب کی نماز کو مؤخر کرنا، بعض حضرات کے نزدیک مکروہ تحریمی اور بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے، اور دونوں قولوں میں تطبیق کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ بہت زیادہ اشتباکِ نجوم ہونے پر بلاعذر تحریمی ہو، اور اس سے پہلے تنزیہی ہو، خاص کر جبکہ بھوک، یا سفر ومطر

---

[1] عن العباس بن عبد المطلب، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: لا يزال أمر أمتي على الفطرة ما لم يؤخروا المغرب حتى يشتبك النجوم (مستدرك حاكم، رقم الحديث ٦٨٦؛ ابنِ ماجه، رقم الحديث ٦٨٩)

[2] عن ابن المسيب قال: كتب عمر بن الخطاب إلى أمراء الأمصار: أن لا تكونوا من المسوفين بفطركم، ولا المنتظرين بصلاتكم اشتباك النجوم (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ٧٥٩٠)

وغیرہ کے عذر کی وجہ سے تاخیر ہو۔ [1]

پھر فقہائے کرام کے نزدیک اشتباکِ نجوم سے مراد یہ ہے کہ تمام چھوٹے بڑے ستارے کثرت سے نظر آنے لگیں، نہ یہ کہ صرف بعض اور تیز ستارے نظر آنے لگیں، اور کثرت سے چھوٹے بڑے ستارے ظاہر ہونے کی وجہ سے ستارے ایک دوسرے میں خلط ملط اور گڈ مڈ ہوجائیں۔

اور ظاہر ہے کہ اشتباکِ نجوم کی یہ کیفیت اسی وقت ہوتی ہے، جب غیر معمولی اندھیرا چھا جاتا ہے، کیونکہ روشنی کی موجودگی میں تمام چھوٹے بڑے ستاروں کا نظر آنا ممکن نہیں ہوتا۔

محدثین وفقہائے کرام نے اشتباکِ نجوم کے بارے میں یہی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

---

[1] علامہ ابنِ عابدین شامی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اشتباکِ نجوم تک کی تاخیر کے بارے میں ایک قول تحریمی ہونے کا ہے، لیکن راجح تنزیہی ہونا ہے، اور ایک غیر اصح قول کے مطابق شفقِ احمر کے غروب تک کراہت نہیں ہے۔

(و) أخر (المغرب إلى اشتباک النجوم) أى كثرتها (كره)أى التأخير لا الفعل لأنه مأمور به (تحريما) إلا بعذر كسفر، وكونه على أكل(الدرالمختار مع ردالمحتار)

(قوله :إلى اشتباک النجوم) هو الأصح .وفى رواية لا يكره ما لم يغب الشفق بحر أى الشفق الأحمر؛ لأنه وقت مختلف فيه فيقع الشک .وفى الحلية بعد كلام :والظاهر أن السنة فعل المغرب فورا وبعده مباح إلى اشتباک النجوم فيكره بلا عذر اهـ قلت أى يكره تحريما، والظاهر أنه أراد المباح ما لا يمنع فلا ينافى كراهة التنزيه ويأتى تمامه قريبا .(قوله :أى كثرتها) قال فى الحلية :واشتباكها أن يظهر صغارها وكبارها حتى لا يخفى منها شىء ، فهو عبارة عن كثرتها وانضمام بعضها إلى بعض .اهـ.(قوله : كره) يرجع إلى المسائل الثلاثة قبله ط .قوله :أى التأخير لا الفعل) فيه كلام يأتى.(قوله :تحريما) كذا فى البحر عن القنية، لكن فى الحلية أن كلام الطحاوى يشير إلى أن الكراهة فى تأخير العشاء تنزيهيا وهو الأظهر .اهـ.(قوله :إلا بعذر إلخ) ظاهره رجوعه إلى الثلاثة أيضا لكن ذكر فى الإمداد فى تأخير العصر إلى الاصفرار عن المعراج أنه لا يباح التأخير لمرض أو سفر اهـ ومثله فى الحلية واقتصر فى الإمداد وغيره على ذكره الاستثناء فى المغرب، وعبارته إلا من عذر كسفر ومرض وحضور مائدة أو غيم .اهـ.قلت وينبغى عدم الكراهة فى تأخير العشاء لمن هو فى ركب الحجاج، ثم إن للمسافر والمريض تأخير المغرب للجمع بينها وبين العشاء فعلا كما فى الحلية وغيرها :أى بأن تصلى فى آخر وقتها والعشاء فى أول وقتها، وهو محمل ما روى من جمعه -صلى الله عليه وسلم -بينهما سفرا كما سيأتى.(قوله :وكونه على أكل) أى لكراهة الصلاة مع حضور طعام تميل إليه نفسه ولحديث إذا أقيمت الصلاة وحضر العشاء فابدء وا بالعشاء) رواه الشيخان(ردالمحتار، ج ا ، ص٣٦٨، ٣٦٩، كتاب الصلاة)

چنانچہ ’’مشکاۃُ المصابیح‘‘ کی شرح ’’مرقاۃ المفاتیح‘‘ میں ہے کہ:

(ما لم یؤخروا المغرب إلی أن تشتبک النجوم) : أی: تصیر مشتبکۃ کالشبکۃ قالہ ابن الملک .أی: یظھر جمیعھا ویختلط بعضھا ببعض، وھذا یدل علی أن لا کراھۃ بمجرد الطلوع، وقال الطیبی: أی تختلط لکثرۃ ما ظھر منھا (مرقاۃ المفاتیح، ج۲ص ۵۳۴، کتاب الصلاۃ، باب تعجیل الصلوات)

ترجمہ: جب تک مغرب کو اشتباکِ نجوم ہونے تک مؤخر نہیں کریں گے، یعنی ستارے انگلیوں میں انگلیاں داخل ہونے کی طرح نہ ہوجائیں، ابنِ ملک نے یہ بات فرمائی ہے، یعنی تمام ستارے ظاہر ہوجائیں، اور بعض ستارے بعض کے ساتھ مختلط ہوجائیں، اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ستاروں کے محض طلوع ہوجانے پر کراہت نہیں ہے، اور طیبی نے فرمایا کہ (اشتباکِ نجوم ہوجانے کا مطلب یہ ہے کہ) ستارے مختلط ہوجائیں کثرت سے ظاہر ہونے کی وجہ سے (مرقاۃ)

اور مشکاۃ کی شرح مرعاۃ میں ہے کہ:

(إلی أن تشتبک النجوم) أی تظھر جمیعا، ویختلط بعضھا ببعض لکثرۃ ما ظھر منھا، وھو کنایۃ عن الظلام (مرعاۃ المفاتیح للمبارکفوری، ج۲ص ۳۱۸، کتاب الصلاۃ، باب تعجیل الصلاۃ)

ترجمہ: اشتباکِ نجوم کا مطلب یہ ہے کہ تمام ستارے ظاہر ہوجائیں، اور کثرت سے ظاہر ہونے کی وجہ سے بعض ستارے بعض کے ساتھ مختلط ہوجائیں، جو کہ اندھیرا چھاجانے سے کنایہ ہے (مرعاۃ)

اور ’’فیضُ القدیر للمناوی‘‘ میں ہے کہ:

(إلی اشتباک النجوم) أی انضمام بعضھا إلی بعض وظھورھا کلھا بحیث یختلط إنارۃ بعضھا ببعض ویظھر صغارھا من کبارھا حتی لا یخفی منھا شیء (فیض القدیر للمناوی، ج۶ص ۳۹۶، تحت رقم الحدیث ۹۷۷۲، حرف ’’لا‘‘)

ترجمہ: اشتباکِ نجوم کا مطلب یہ ہے کہ ستارے ایک دوسرے سے ضم ہوجائیں

(یعنی ایک دوسرے سے مل جائیں) اور تمام ستارے ظاہر ہوجائیں، اس طور پر کہ ان کی روشنی، ایک دوسرے سے مختلط ہوجائے، اور چھوٹے بڑے ستارے ایک دوسرے کے مقابلہ میں ظاہر ہوجائیں، یہاں تک کہ ان میں سے کوئی ستارہ بھی مخفی نہ رہے (فیض القدیر)

اور ''شرح سنن ابی داؤد للعینی'' میں ہے:

قال ابن الأثير: اشتبكت النجوم أى: ظهرت جميعها واختلط بعضها ببعض لكثرة ما ظهر منها (شرح ابی داؤد للعینی، ج۲، ص۲۸۵، کتاب الصلاة، باب: فی وقت المغرب)

ترجمہ: ابنِ اثیر نے فرمایا کہ اشتباکِ نجوم کا مطلب یہ ہے کہ تمام ستارے ظاہر ہوجائیں، اور کثرت سے ظاہر ہونے کی وجہ سے بعض ستارے بعض کے ساتھ مختلط ہوجائیں (شرح ابی داؤد للعینی)

اور ابنِ ماجہ کی شرح انجاح الحاجة میں ہے کہ:

حتى تشتبك النجوم أى تظهر جميعها وتختلط بعضها ببعض وهذا يدل على ان لا كراهة بمجرد الطلوع (إنجاح الحاجة، لعبدالغنی الحنفی، شرح سنن ابن ماجه، ص۵۰، ابواب الطهارة، باب الاستبراء بعد البول استبراء الذكر استنقاء من البول استنثر من البول)

ترجمہ: اشتباکِ نجوم کا مطلب یہ ہے کہ تمام ستارے ظاہر ہوجائیں، اور ایک دوسرے کے ساتھ مختلط ہوجائیں، جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کراہت صرف ستاروں کے طلوع کی وجہ سے نہیں ہوتی (انجاح الحاجة)

اور ''التحبير للصنعانی'' میں ہے کہ:

واشتباك النجوم: ظهور صغارها بين كبارها حتى لا يخفى منها شىء (التحبير لايضاح معانى التيسير للصنعانى، ج۵ ص۱۰۴، كتاب الصاد، القسم الاول، الباب الثانى فى المواقيت، وقت المغرب)

ترجمہ: اشتباکِ نجوم کا مطلب بڑے اور چھوٹے ستاروں کا ظاہر ہوجانا ہے، یہاں تک کہ ان میں سے کوئی ستارہ مخفی نہ رہے (التحبیر)

اور ''رد المحتار'' میں ہے کہ:

قال فی الحلية: واشتباكها أن يظهر صغارها وكبارها حتى لا يخفى منها شيء، فهو عبارة عن كثرتها وانضمام بعضها إلى بعض .اهـ . (ردالمحتار، ج ۱، ص ۳۶۸، کتاب الصلاۃ)

ترجمہ: حلیہ میں فرمایا کہ اشتباکِ نجوم یہ ہے کہ چھوٹے، بڑے ستارے ظاہر ہوجائیں، یہاں تک کہ ان میں سے کوئی ستارہ بھی مخفی نہ رہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ستارے کثرت سے ظاہر ہوجائیں، اور بعض بعض کے ساتھ مل جائیں (ردالمحتار)

اور ''الهداية'' کی شرح ''البناية'' میں ہے کہ:

يقال اشتبك النجوم إذا ظهرت جميعها واختلط بعضها ببعض لكثرة ما ظهر منها (البناية شرح الهداية، ج ۲، ص ۴۵، کتاب الصلاة، باب تعجيل المغرب)

ترجمہ: اشتباکِ نجوم ہونا، اس وقت کہا جاتا ہے، جبکہ تمام ستارے ظاہر ہوجائیں، اور بعض بعض کے ساتھ مختلط ہوجائیں، ستاروں کے کثرت سے ظاہر ہونے کی وجہ سے (البنایہ)

اور ''المغرب'' میں ہے کہ:

(اشتباك) النجوم كثرتها ودخول بعضها في بعض (المغرب، ج ۳، ص ۱۲۹، باب الشين، الشين مع الباء الموحدة، مادة ش ب ک)

ترجمہ: اشتباکِ نجوم کے معنیٰ، ستاروں کا کثرت سے ہونا، اور بعض کا بعض میں داخل ہونا ہے (المغرب)

مذکورہ عبارات وحوالہ جات سے معلوم ہوا کہ اشتباکِ نجوم کا مطلب یہ ہے کہ چھوٹے بڑے تمام، یا کم از کم اکثر ستارے ظاہر ہوجائیں، جس کی علامت یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے میں

داخل اور ایک دوسرے کے ساتھ مختلط اور منضم ہوجائیں، اور یہ صورتِ حال غیر معمولی اندھیرا ہونے پر ہوتی ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ اشتباکِ نجوم کی مذکورہ کیفیت سورج کے کتنے درجہ افق سے نیچے چلے جانے پر پیدا ہوتی ہے، تو اس کیفیت کو سمجھنے کے لیے فلکی اعتبار سے سورج غروب ہونے کے بعد کے احوال کو جاننا ضروری ہے۔

تو جاننا چاہیے کہ فلکی اعتبار سے سورج غروب ہونے کے بعد اس کے افق سے 6 ڈگری نیچے چلے جانے تک کی روشنی کو عربی زبان میں ''شفقِ مدنی'' اور انگریزی زبان میں سول ٹیولائٹ (Civil Twilight) کہا جاتا ہے، اس روشنی میں شہری ماحول اور آبادی میں اشیاء کی تمیز کرنا، بلکہ تحریر اور اخبار کو پڑھنا ممکن ہوتا ہے، جیسا کہ گزرا۔

اور سورج کے افق سے 6 ڈگری نیچے چلے جانے کے بعد سے لے کر 12 ڈگری نیچے جانے تک کی روشنی کو عربی زبان میں ''شفقِ بحری'' اور انگریزی زبان میں ناٹیکل ٹیولائٹ (Nautical Twilight) کہا جاتا ہے، اس وقت میں سمندری راستوں پر سفر کرنے والوں کو معروف اور واضح ستارے نظر آنے لگتے ہیں۔

اور سورج کے افق سے 12 ڈگری نیچے چلے جانے سے لے کر 18 ڈگری تک کی روشنی کو عربی زبان میں '' شفقِ فلکی '' اور انگریزی زبان میں آسٹرونومیکل ٹیولائٹ (Astronomical Twilight) کہا جاتا ہے، پھر اس کے بعد رات کا اندھیرا اتنا گہرا ہوجاتا ہے، کہ اب مزید گہرا نہیں ہوسکتا۔ ؎

اور ہماری تحقیق کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسی وقت سے عشاء کے وقت کا آغاز ہوتا ہے، اور اس سے پہلے پہلے مغرب کا اداء وقت ہوتا ہے۔

اس تفصیل کے پیشِ نظر اشتباکِ نجوم اور چھوٹے بڑے ستارے خوب نظر آنے کی کیفیت 12 ڈگری تک تو ہرگز نہیں ہوسکتی، کیونکہ اس وقت تک صرف مخصوص ومعروف ستارے ہی

نظر آتے ہیں، اور وہ بھی سمندری راستوں پر، اشتباکِ نجوم کی وہ کیفیت نہیں پائی جاتی، جس کی تفصیل محدثین وفقہائے کرام نے بیان فرمائی ہے، البتہ اشتباکِ نجوم کی وہ کیفیت 12 ڈگری سے 18 ڈگری کے درمیان ہوتی ہے، کیونکہ 12 ڈگری تک تو اگر کوئی مانع نہ ہو، تو صرف تیز چمکنے والے ستارے ہی واضح نظر آتے ہیں، پھر اس کے بعد آہستہ آہستہ دوسرے ستاروں کے نظر آنے کا سلسلہ آگے بڑھتا ہے، یعنی جوں جوں یہ روشنی آسمان کے وسط سے سکڑ کر مغربی افق کے قریب پہنچتی ہے، اسی کے ساتھ یہ سلسلہ ترقی کرتا ہے، اور فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق اشتباکِ نجوم چھوٹے اور بڑے ستاروں کے واضح نظر آنے کا وقت ہے، اور جمہور علماء واصحابِ فلکیین کے نزدیک شفقِ ابیض کے غروب اور اسی طریقہ سے طلوعِ فجر کا وقت 18 درجہ زیرِ افق پر ہوتا ہے۔

(جس کی تفصیل ہم نے اپنی دوسری تالیفات میں ذکر کردی ہے)

لہٰذا اگر سورج غروب ہونے سے لے کر 18 ڈگری کے مطابق درمیانی وقت کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے، تو دو تہائی حصہ گزرنے کے کچھ وقت بعد، بلکہ ہمارے نزدیک سورج کے

---

1. ویقسم الشفق فی الفلک إلی ثلاثة أنواع أولها الشفق الفلکی، وهو أول ضوء شمسی وقت الفجر ناحية الشرق، أو آخر ضوء وقت العشاء ناحية الغرب، يتشتت فی الغلاف الجوی حين تصبح الشمس تحت الأفق بزاوية انخفاض قدرها 18 درجة، وهو ما اصطلح عليه بأنه وقت الفجر الصادق ويؤذن به فی معظم أرجاء الكرة الأرضية، ويمكن عنده رؤية النجوم الخافتة جدا، كما يمكن القول بأن الليل سائد.

والثانی هو الشفق البحری، وهو إضاءة الغلاف الجوی حين تكون الشمس تحت الأفق بزاوية قدرها 12 درجة، وبإضاءته تبدأ الأرض بالتمايز عن السماء دون وضوح معالمها، كما يمكن رؤية النجوم اللامعة جدا.

وأخيراً الشفق المدنی، وهو إضاءة الغلاف الجوی حين تكون الشمس تحت الأفق بزاوية قدرها ست درجات، وهو الوقت الذی تبدأ عنده معالم الأرض بالظهور ويسهل عنده تمييزها.

وبسبب كون وقتی الفجر والعشاء مرتبطين بظاهرة ظهور الشفق أو انتهائه، فإن الفرق بين موعد أذان المغرب وأذان العشاء دائما يساوی الفرق بين وقت أذان الفجر وشروق الشمس. فی حين يقع أذان الظهر (زوال الشمس) فی منتصف المسافة بين وقتی الشروق والغروب.

http://www.aljazeera.net/news/scienceandtechnology
2016/6/15/الفجر-الصادق-حقيقته-وطريقة-رصده

www.idaraghufran.org

15 ڈگری زیرِ افق چلے جانے کے قریب اشتباکِ نجوم کی مذکورہ کیفیت پیدا ہوتی ہے، اور 15 ڈگری زیرِ افق کے بعد مغرب کا بھی اداء وقت موجود ہوتا ہے، البتہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

چنانچہ اگر مثلاً سورج غروب ہونے سے لے کر 18 ڈگری کے مطابق مجموعی وقت ڈیڑھ گھنٹہ پر مشتمل ہو، تو غروبِ آفتاب کے ایک گھنٹہ گزرنے کے کچھ دیر بعد ہی اشتباکِ نجوم کی مذکورہ کیفیت پیدا ہوگی، اس سے پہلے نہیں، پس 12 ڈگری، یا اس کے کچھ بعد تک مغرب کی نماز سے فراغت حاصل کر لینے میں کراہت نہ ہوگی، اور افطار کی ضرورت کے لئے اتنی تاخیر میں حرج نہیں۔

اگر شبہ کیا جائے کہ مذکورہ وقت تو طویل ہے، اور نمازِ مغرب میں تعجیل کے منافی ہے، تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ مذکورہ تعجیل مستحب ہے، اور یہاں بحث اُس وقت سے متعلق ہے، جو کراہت کو مستلزم ہو، جو کہ اشتباکِ نجوم کا وقت ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ مغرب اور عشاء کے درمیان مغرب کا اداء وقت ہے، لہٰذا اگر اس کے اکثر وقت کو کراہت میں داخل مانا جائے، تو اس میں حرجِ عظیم ہے، اور شریعت کے پیشِ نظر نمازوں کے اوقات میں جو یُسر وسہولت اور وسعت رکھی گئی ہے، اس مقصود کو فوت کرنے کا باعث ہے۔

لہٰذا اس کا تقاضا یہ ہے کہ مکروہ وقت، غیر مکروہ وقت کے مقابلہ میں اقل ہونا چاہئے، جیسا کہ عصر کی نماز کے وقت کا معاملہ ہے۔

www.idaraghufran.org

خلاصۂ کلام

شروع سے اب تک جو بحث کی گئی، اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ عام حالات میں روزہ کو نمازِ مغرب سے پہلے افطار کرنا اور اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھنا بہتر ہے، اور جب بھوک لگی ہوئی ہو، اور کھانے کی طرف رغبت ہو، اور کھانا بھی تیار ہو، تو ایسی حالت میں کھانا ترک کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور مناسب یہ ہے کہ پہلے بھوک کا تقاضا پورا کیا جائے، اور پھر نماز پڑھی جائے، بشرطیکہ نماز قضاء نہ ہو جائے۔

اور عام حالات میں مغرب کی نماز کو زمین پر اندھیرا طاری ہو جانے اور آسمان پر ستارے ظاہر ہو جانے سے پہلے اداء کر لینا بہتر ہے، جس کی فلکی اعتبار سے مقدار سورج کے 6 ڈگری افق سے نیچے چلے جانے تک ہے، اور اس کے بعد مزید تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے، جس کا وقت فلکی اعتبار سے سورج کے کم از کم 12 ڈگری افق سے نیچے چلے جانے پر ہوتا ہے، بھوک کو دور کرنے کے لیے، نمازِ مغرب میں اس قدر تاخیر میں بھی گناہ نہیں۔

اور ہمارا مشاہدہ وتجربہ ہے کہ عام حالات میں پندرہ بیس منٹ تک اعتدال کے ساتھ افطار کر کے نماز میں شمولیت آسان ہوتی ہے، وقتِ افطار اور مغرب کی نماز اداء کرنے، یا کھڑی کرنے میں اتنی مقدار کے فاصلہ میں کوئی قباحت نہیں، ضرورت کے وقت اس میں کمی بیشی بھی کی جاسکتی ہے۔ [1]

بس اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ چھوٹے بڑے ستارے خوب روشن ہو جائیں،

---

[1] احسنُ الفتاویٰ میں ہے کہ:

رمضان میں اگر بھوک لگی ہو اور کھانا تیار ہو، تو پندرہ بیس منٹ تک تاخیر میں کوئی مضائقہ نہیں، اس لئے کہ یہ تاخیر زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے، اور بھوک کی حالت میں کھانے کی موجودگی میں نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے، لہٰذا کھانے سے فارغ ہو کر اطمینان اور فراغِ قلب کے ساتھ نماز پڑھنا چاہئے (احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۳۸)

www.idaraghufran.org

اور زمین پر اندھیرا غالب آ جائے، اور ستارے چٹخنے، یعنی خوب روشن ہونے کی کیفیت غروب کے کافی دیر بعد اور عشاء کا وقت شروع ہونے سے کچھ وقت پہلے پیدا ہوتی ہے، جس کا فلکی اعتبار سے اندازہ سورج کے 15 ڈگری افق سے نیچے چلے جانے تک ہے، اس کے بعد مغرب کی نماز میں مزید تاخیر کرنا بعض حضرات کے نزدیک کراہتِ تحریمی سے خالی نہیں، البتہ شدید عذر کے احکام اس سے مستثنیٰ ہیں۔

ملحوظ رہے کہ ہمارے علاقوں میں 18 ڈگری کے نقشوں کے مطابق سال کے چھوٹے دنوں میں مغرب کے وقت کا دورانیہ، ڈیڑھ گھنٹہ (یعنی 90 منٹ) پر مشتمل ہوتا ہے، اور بڑے دنوں میں مغرب کے وقت کا دورانیہ، پونے دو گھنٹے (یعنی 105 منٹ) پر مشتمل ہوتا ہے۔

اس اعتبار سے ہمارے علاقوں میں سال کے چھوٹے دنوں میں 6 ڈگری کا آغاز غروب کے آدھا گھنٹہ بعد ہوتا ہے، اور سال کے بڑے دنوں میں اس سے کچھ منٹ بعد میں ہوتا ہے۔

اور سال کے چھوٹے دنوں میں 12 ڈگری کا آغاز غروب کے ایک گھنٹہ بعد ہوتا ہے، اور سال کے بڑے دنوں میں اس سے کچھ منٹ بعد میں ہوتا ہے۔

اور سال کے چھوٹے دنوں میں 15 ڈگری کا آغاز غروب کے سوا گھنٹہ (یعنی 75 منٹ) بعد ہوتا ہے، اور سال کے بڑے دنوں میں اس سے کچھ منٹ بعد میں ہوتا ہے۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان خان

مؤرخہ 10 / ربیع الاول/ 1438ھ بمطابق 10 / دسمبر/ 2016ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

علمی و تحقیقی رسائل

فجر، اور روزہ کے وقت کی ابتداء، اور مغرب کے وقت کی انتہاء، اور عشاء کے وقت کی ابتداء کے لئے جو اٹھارہ 18 درجہ کے مطابق قدیم نقشے چلے آرہے ہیں، وہ درست ہیں، اور اس اٹھارہ درجہ کے حساب سے دنیا بھر کے مذکورہ اوقات کی جو تخریج کی جاتی ہے، وہ بھی درست ہے، جن میں بعض لوگوں کی طرف سے شکوک وشبہات پیدا کرنا درست نہیں۔ اور روزہ میں احتیاط کے پیشِ نظر اگر ماہِ رمضان میں فجر کی اذان چندمنٹ پہلے دے دی جائے، اور فجر کی نماز اٹھارہ درجہ پورے ہونے کے بعد پڑھی جائے، تو اس میں حرج نہیں۔ البتہ اٹھارہ درجہ پر مغرب کے وقت کی انتہاء اور عشاء کے وقت کی ابتداء امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق ہے، جبکہ دوسرے فقہاء کے نزدیک مغرب کے وقت کی انتہاء اور عشاء کے وقت کی ابتداء اس سے ایک درجہ، یا اس سے کچھ زائد پہلے ہوجاتی ہے، جس کی بناء پر اگر عشاء کی اذان اٹھارہ درجہ سے کچھ پہلے، مثلاً سترہ درجہ پر دے دی جائے، یا اس وقت نمازِ عشاء پڑھ لی جائے، تو بھی اداء ہوجاتی ہے، لیکن مغرب کی نماز بہرحال اس سے پہلے پڑھ لینے میں ہی احتیاط ہے۔ تاہم پندرہ درجہ تک سحری کھانے، اور بارہ درجہ پر عشاء کی نماز پڑھنے کی گنجائش نہیں دی جاسکتی، کیونکہ یہ موقف خطاء وتسامح پر مبنی، اور حقائق سے بعید ہے۔

(صفحہ نمبر 450)

ادارۂ غفران
راولپنڈی پاکستان